بغیۃ السالک

یعنی

موطا امام مالک مترجم

مبنی بر اوجز المسالک

از

شیخ الحدیث حضرت العلامہ محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

مولانا منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوم

بُغیۃ السّالِک

یعنی

مُؤطّا اِمام مالِک رحمۃ اللہ علیہ مترجم

کا

مُکمّل عربی متن

مع بامحاورہ اُردو ترجمہ

وعام فہم مفصل شرح مبنی بر اوجز المسالک مرتبہ شیخ الحدیث حضرت العلاّمہ محمّد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوم

از

مولانا منظور احمد دامت فیوضہم

مہتمم وشیخ الحدیث دارُالعلوم الشّہابیہ سیالکوٹ

المصباح

۱۶- اُردو بازار۔ لاہور

نام کتاب ——— بغیۃ السالک ــ مؤطا امام مالکؒ

شرح ——— مبنی بر اوجز المسالک مرتبہ شیخ الحدیث حضرت العلامہ محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

مترجم و شارح ——— شیخ الحدیث مولانا منظور احمد دامت فیوضہم فاضل دارالعلوم دیوبند
استاد دارالعلوم الشہابیہ سیالکوٹ، سابق پروفیسر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

ناشر ——— المصباح ۱۶- اردو بازار. لاہور
فون: 042-7124656,7223210 . info@almisbah.net . www.almisbah.net

تقسیم کنندگان
بُک لینڈ

ہیڈ آفس: ۱۶- اردو بازار. لاہور
042-7223210-7124656
Fax-042-7231377

برانچ آفس: سٹی پلازا. کالج روڈ. راولپنڈی
051-5773341-5557926
Fax:051-5557926

info@bookland.com.pk
www.bookland.com.pk

مؤطا امام مالکؒ

جلد دوم

فہرست

عنوان	صفحہ
۱۴۔ کتاب النکاح	۹
خطبہ یعنی نکاح طلبی	۹
دوشیزہ اور بے خاوند عورت سے اجازت طلبی	۱۱
حق مہر اور تحفہ تحائف	۱۲
پردے لٹکانا یعنی خلوت صحیحہ	۱۷
ثیبہ اور دوشیزہ کے پاس قیام	۱۸
جو شرطیں نکاح میں جائز نہیں	۱۹
محلل کا نکاح اور جو اس کے مشابہ ہے	۲۰
جن عورتوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔	۲۲
ساس سے نکاح کی حرمت	۲۴
جس عورت سے بدکاری کی، اس کی ماں	
سے نکاح	۲۴
ناجائز نکاحوں کے مسائل	۲۵
آزاد عورت پر لونڈی کا نکاح	۲۸
جو شخص اپنی مطلقہ کا مالک	۲۹
ملک یمین کے ساتھ کے دو بہنوں سے	
خلوت کی کراہت	۳۱
باپ کی کنیز سے خلوت کی ممانعت	۳۲
اہل کتاب کی لونڈیوں سے نکاح کی ممانعت	۳۳
احصان	۳۵
نکاح متعہ	۳۷
غلام کا نکاح	۳۸
مشرک کا نکاح جب کہ اس کی زوجہ اس کے	
سے پہلے اسلام لائے	۳۹
ولیمہ	۴۲
نکاح کے متفرق مسائل	۴۴
۱۵۔ کتاب الطلاق	۴۷
طلاق البتہ	۴۷
خلیہ اور بریہ اور اس جیسے دیگر الفاظ	۴۹
تملیک کے الفاظ کا حکم	۵۲
جس تملیک میں ایک طلاق واجب	
ہوتی ہے	۵۳
جس تملیک سے زوجین میں جدائی	۵۴
نہیں پڑتی	
ایلاء	۵۶
غلام کا ایلاء	۶۰
آزاد آدمی کا ظہار	۶۰
غلام کا ظہار	۶۳
خیار	۶۴
خلع	۶۸
خلع کرانے والی کی طلاق	۷۰
لعان	۷۱
لعان والی کے بچے کی میراث	۷۶
دوشیزہ کی طلاق	۷۷
بیمار کی طلاق	۸۰
متعۃ الطلاق	۸۲
غلام کی طلاق	۸۳
مطلقہ حاملہ کنیز کا نفقہ کس پر ہے؟	۸۵
گم شدہ شوہر والی عورت کی عدت	۸۶
طلاق کی عدت میں اقراء اور حائضہ	
کی طلاق	۸۷
عورت کو اس کے گھر میں طلاق ملے	
تو عدت وہیں گزارے	۹۱
مطلقہ عورت کا نفقہ	۹۴
لونڈی کی عدت طلاق	۹۵
عدت طلاق کی متفرق احادیث	۹۶
دو ثالث	۹۹
غیر منکوحہ عورت کی طلاق پر قسم	۱۰۰
جو اپنی عورت سے نہ مل سکے اس کی مہلت	۱۰۱
طلاق کی متفرق احادیث	۱۰۲
جس کا شوہر مر جائے اور وہ حاملہ ہو	
اس کی عدت	۱۰۶
جس کا شوہر مر جائے وہ عدت تک	
اپنے گھر میں رہے	۱۰۸
ام الولد کا آقا مر جائے تو اس کی عدت	۱۱۱
آقا یا شوہر کی موت پر لونڈی کی عدت	۱۱۲
عزل	۱۱۳
سوگ	۱۱۵
~~	۱

عنوان	صفحہ
۱۶۔ کتاب الرضاع	۱۲۱
چھوٹے بچے کی رضاعت	۱۲۱
بڑی عمر والے کی رضاعت	۱۲۶
رضاعت کے متفرق مسائل	۱۳۰
۱۷۔ کتاب العتق والولاء	۱۳۲
غلام میں اپنا حصہ فروخت کرنا	۱۳۲
عتق میں شرط	۱۳۴
جو شخص غلاموں کو آزاد کرے اور ان کے سوا اور کوئی مال نہ رکھے	۱۳۴
آزاد شدہ غلام کا مال	۱۳۵
امہات الاولاد کی آزادی	۱۳۶
نذر اور کفاروں میں عتق	۱۳۸
واجب کفاروں میں جو آزادی جائز نہیں	۱۴۰
میت کی طرف سے زندہ غلام آزاد کرنا	۱۴۱
غلام آزاد کرنے کی فضیلت اور زانیہ اور ولد الزنا کو آزاد کرنا	۱۴۳
ولاء اسی کی ہے جو آزاد کرے	۱۴۳
آزاد ہونے پر غلام کا ولاء کو متعدی کرنا	۱۴۶
ولاء کے باعث میراث	۱۴۹
سائبہ کی میراث اور یہودی و نصرانی کو آزاد کرنے والے کی ولاء	۱۵۱
۱۸۔ کتاب المکاتب	۱۵۳
مکاتب کے متعلق فیصلہ	۱۵۳
کتابت میں کفالت	۱۵۸
کتابت میں بالمقطع کچھ لے لینا	۱۶۱
مکاتب کا کسی کو زخمی کرنا	۱۶۵
مکاتب کی کتابت کی بیع	۱۶۸
مکاتب کی سعی	۱۷۱
مکاتب اگر وقت سے پہلے رقم ادا کرے تو آزاد ہو گا	۱۷۲
مکاتب آزاد ہو جائے تو اس کی میراث	۱۷۴
مکاتب کی کتابت میں شرط	۱۷۵
مکاتب آزاد کرے تو اس کی ولاء	۱۷۷
کن احوال میں مکاتب کی آزادی جائز نہیں	۱۷۹
مکاتب اور اس کی ام ولد کی آزادی	۱۸۰
مکاتب کے باب میں وصیت	۱۸۱
۱۹۔ کتاب المدبر	۱۸۷
مدبرہ عورت کی اولاد کا فیصلہ	۱۸۷
مدبر بنانے کے متفرق احکام	۱۸۹
مدبر بنانے کی وصیت	۱۹۰
لونڈی کو مدبر بنانے کے بعد چھونا	۱۹۲
مدبر کی بیع	۱۹۳
جب مدبر کسی کو زخمی کردے تو کیا کریں؟	۱۹۵
ام ولد اور مدبر کا کسی کو زخم لگانا	۱۹۸
۲۰۔ کتاب البیوع	۲۰۰
بیع عربان	۲۰۰
غلام فروخت ہو تو اس کا مال کس کا ہے؟	۲۰۳
غلام میں عیب کی ذمہ داری	۲۰۴
غلام میں عیب	۲۰۶
اس کنیز کا حکم جس کی بیع میں کوئی شرط ہو	۲۱۰
شوہر دار کنیز سے مالک وطی نہ کرے	۲۱۱
جس درخت کو بیچا جائے اس کے پھل کا حکم	۲۱۲
صلاحیت ظاہر ہونے سے قبل پھلوں کی بیع کی ممانعت	۲۱۲
عریہ کی بیع	۲۱۴
پھلوں اور کھیتی کی بیع میں آفت	۲۱۶
پھل میں استثناء جائز ہونا	۲۱۷
پھل کی بیع میں مکروہ صورت	۲۱۸
مزابنہ اور محاقلہ	۲۲۰
پھلوں کی بیع کے متفرق احکام	۲۲۴
میووں کی بیع	۲۲۸
سکے اور ڈلے کی شکل میں سونے کی بیع چاندی کے ساتھ	۲۲۹
بیع صرف	۲۳۵
مراطلہ	۲۳۶
بیع عینہ وغیرہ اور طعام پر قبضہ سے قبل بیع	۲۴۰
غلہ کن صورتوں میں ادھار بیچنا جائز ہے	۲۴۳
اناج میں بیع سلف	۲۴۵
اناج کے بدلے اناج کی بیع بلا اضافہ	۲۴۸
طعام کی بیع کے متفرق مسائل	۲۵۲
احتکار کی ممانعت	۲۵۶
حیوان کے بدلے حیوان کی بیع کا جواز اور اس میں ادھار	۲۵۷
حیوانات کی ناجائز بیع	۲۶۰
حیوان کی بیع گوشت کے عوض	۲۶۱
گوشت کی بیع گوشت کے عوض	۲۶۲
کتے کی قیمت	۲۶۳
بیع سلف اور سامان کے عوض سامان کی بیع	۲۶۴

عنوان	صفحہ
اسباب میں بیع سلف	۲۶۶
تانبہ لوہا اور اس قسم کی وزن دار اشیاء کی بیع	۲۶۸
ایک بیع میں دو بیع کی ممانعت	۲۷۰
دھوکے کی بیع	۲۷۳
ملامسہ اور منابذہ	۲۷۶
بیع مرابحہ	۲۷۷
برنامے (بل) پر بیع	۲۸۰
بیع خیار	۲۸۱
دَین میں ربوٰ	۲۸۴
قرض اور اس سے متعلق مختلف مسائل	۲۸۶
شرکت، تولیت اور اقالہ	۲۸۹
مقروض کا مفلس ہو جانا	۲۹۱
جائز قرض	۲۹۴
ناجائز قرض	۲۹۶
ایک دوسرے کے سودے پر سودا اور بیع پر بیع کی ممانعت	۲۹۸
بیع کے بارے میں متفرق احکام	۳۰۰
۲۱- کِتَابُ القِرَاض	۳۰۲
قراض	۳۰۳
جائز مضاربت	۳۰۵
ناجائز مضاربت	۳۰۶
قراض کی جائز شرائط	۳۰۷
قراض کی ناجائز شرائط	۳۰۸
عروض میں قراض	۳۱۱
مال مضاربت میں کرائے کے احکام	۳۱۲
مضاربت میں تعدی	۳۱۳

عنوان	صفحہ
قراض میں جو خرچ جائز ہیں	۳۱۵
مضاربت میں جو نفقہ جائز نہیں	۳۱۶
مال مضاربت ادھار بیچنا	۳۱۷
مضاربت میں بضاعت	۳۱۸
مضاربت میں سلف	۳۱۹
قراض میں مال کا حساب	۳۲۰
قراض میں متفرق مسائل	۳۲۱
۲۲- کِتَابُ المساقاۃ	۳۲۵
مساقات	۳۲۵
مساقات میں مالک کے غلاموں کی شرط	۳۳۴
۲۳- کِتَابُ کِرَاءِ الْاَرض	۳۳۶
زمین کرائے پر دینا	۳۳۶
۲۴- کتاب الشُّفعَۃ	۳۳۹
جن چیزوں میں شفعہ واقع ہوتا ہے	۳۳۹
جن چیزوں میں شفعہ واقع نہیں ہوتا	۳۴۴
۲۵- کتاب الْاَقْضِیَۃ	۳۴۸
برحق فیصلہ کرنے کی ترغیب	۳۴۸
شہادتیں	۳۴۹
جس کو حد لگ چکی ہو اس کی گواہی	۳۵۱
شاہد سمیت قسم پر فیصلہ	۳۵۲
میت قرض خواہ بھی ہو اور مقروض بھی، اس پر گواہ صرف ایک ہے	۳۵۷
دعویٰ میں فیصلہ	۳۵۸
بچوں کی گواہی پر فیصلہ	۳۵۹
منبر رسول پاک پر جھوٹی قسم	۳۵۹

عنوان	صفحہ
منبر پہ قسم کھانے کی متفرق احادیث	۳۶۰
رہن کو بہرصورت فک نہ کرنے کا عدم جواز	۳۶۱
پھل اور حیوان کا رہن	۳۶۲
حیوان کے رہن کا فیصلہ	۳۶۳
جو رہن دو اشخاص کے پاس ہو	۳۶۴
رہن کے متفرق مسائل	۳۶۵
جانور کا کرایہ اور اس پر تعدی	۳۶۸
زنا بالجبر والی عورت	۳۷۰
حیوان اور طعام کو ہلاک کرنا	۳۷۰
اسلام سے مرتد ہونے والے کا حکم	۳۷۱
جو کوئی اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو پائے وہ کیا کرے	۳۷۳
گری پڑی چیز	۳۷۴
بچے کو اس کے باپ کے ساتھ ملحق کرنا	۳۷۵
فیصلے کے ذریعے ملائے ہوئے بچے کی وراثت	۳۷۸
امّ الولد کے بعض مسائل	۳۸۰
بنجر زمین آباد کرنا	۳۸۱
پانی کے مسائل	۳۸۲
عام نفع کی چیزیں	۳۸۳
درختوں والی زمین کی تقسیم	۳۸۵
نقصان کے عادی جانور اور نگرانی ہونے والے جانور	۳۸۶
جانور کا نقصان کرنا	۳۸۸
کاریگروں کو دی جانے والی اشیاء	۳۸۸
کفالت اور حوالہ	۳۸۹
عیب دار کپڑا خریدنے والا	۳۹۰

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
نا جائز عطیہ اور ہبہ	۳۹۱	حقیقی بہن بھائیوں کی میراث	۴۲۴	مرد کے ذاتی مال میں اس کی دیت	۴۶۶
جائز عطیہ	۳۹۳	پدری بہن بھائیوں کی میراث	۴۲۵	دیت کی میراث اور اس کی تغلیظ	۴۶۸
ہبہ	۳۹۴	دادے کی میراث	۴۲۷	دیت کے متفرق مسائل	۴۷۱
صدقہ کی واپسی یا اس پر پابندی	۳۹۵	نانی دادی کی میراث	۴۳۰	دھوکے کا قتل اور جادو	۴۷۵
عمریٰ	۳۹۷	کلالہ کی میراث	۴۳۳	قتل عمد میں موجب	۴۷۶
لقطہ	۳۹۸	پھوپھی کی میراث	۴۳۴	قتل میں قصاص	۴۷۷
غلام اگر لقطہ ضائع کر دے	۴۰۰	عصبات کی میراث	۴۳۵	قتل عمد میں معافی	۴۸۰
گم شدہ جانور	۴۰۱	جسے میراث نہیں ملتی	۴۳۷	زخموں کا قصاص	۴۸۱
میت کی طرف سے زندہ کا صدقہ	۴۰۲	مختلف مذاہب کی صورت میں میراث	۴۳۸	سائبہ کی دیت اور اس کا جرم	۴۸۲
۲۶۔ کتاب الوصیۃ		جن مردوں کی موت کی تقدیم و تاخیر معلوم نہ ہو	۴۴۰	۲۹۔ کتاب القسامۃ	۴۸۴
وصیت کا حکم	۴۰۴	لعان والی عورت اور ولد الزنا کی میراث	۴۴۲	قسامت میں اولیائے مقتول سے قسموں کا آغاز	۴۸۴
ضعیف العقل نابالغ مجنون اور احمق کی وصیت	۴۰۵	۲۸۔ کتاب العقول	۴۴۳	قتل عمد میں کون کون سے ولی دم کا قسامہ جائز ہے	۴۹۰
ثلث سے زائد وصیت نہ کرنا	۴۰۷	عقول (یعنی دیت)	۴۴۳	قتل خطا میں قسامت	۴۹۱
حاملہ، بیمار اور میدان جنگ میں حاضر ہونے والے کے اموال	۴۰۹	قتل عمد کی دیت جب قبول کی جائے	۴۴۵	قسامہ میں میراث	۴۹۲
وارث کے لئے وصیت اور اس کا قبضہ	۴۱۰	قتل خطا کی دیت	۴۴۶	غلام کے بارے میں قسامت	۴۹۳
مخنث اور ولد الزنا کا حقدار کون؟	۴۱۳	خطا سے لگنے والے زخموں کی دیت	۴۴۸	۳۰۔ کتاب الحدود	۴۹۵
فروخت شدہ مال میں عیب کی ذمہ داری	۴۱۴	عورت کی دیت	۴۴۹	رجم (یعنی سنگسار کرنا)	۴۹۵
قضا کے متفرق مسائل	۴۱۵	پیٹ کے بچے کی دیت	۴۵۱	جو شخص اپنے پر زنا کا اعتراف کرے	۵۰۴
غلاموں کا کچھ بگاڑنا یا کسی کو زخمی کرنا	۴۱۷	جن جنایتوں میں کامل دیت ہے	۴۵۴	حد زنا کی متفرق احادیث	۵۰۵
جائز عطیے	۴۱۸	جب آنکھ کا نور جاتا رہے اس کی دیت	۴۵۵	چھینی ہوئی عورت	۵۰۷
۲۷۔ کتاب الفرائض	۴۱۹	سر اور چہرے کا زخم	۴۵۶	قذف، نفی نسب اور تعریض	۵۰۸
اولاد کی میراث	۴۱۹	انگلیوں کی دیت	۴۵۹	جن احوال میں زنا کی حد نہیں ہے۔	۵۱۰
میاں بیوی کی ایک دوسرے سے میراث	۴۲۱	دانتوں کی دیت کے مسائل	۴۶۰	۳۱۔ کتاب السرقۃ	۵۱۲
اولاد کے ترکے سے والدین کی میراث	۴۲۱	دانتوں کی دیت میں معمول	۴۶۲	کس صورت میں ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔	۵۱۲
مادری بہن بھائیوں کی میراث	۴۲۳	غلاموں کے زخموں کی دیت	۴۶۳	مفرور ہونے والے چور غلام کا ہاتھ کاٹنا	۵۱۵
		ذمیوں کی دیت	۴۶۵	چور کے معاملے میں حاکم سے سفارش نہ کرنا	۵۱۷

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
قطع ید کے بارے میں متفرق سوالات	۵۱۸	خز پہننا	۵۶۸	۳۹-کتاب الشعر	۶۰۴
ہاتھ نہ کاٹے جانے کی صورتیں	۵۲۳	عورتوں کو جو لباس پہننا مکروہ ہے	۵۶۸	بالوں کے بارے میں سنت	۶۰۴
۳۲-کتاب الاشربۃ	۵۲۸	مرد کا اپنا لباس نیچے لٹکانا	۵۶۹	بالوں کی اصلاح	۶۰۶
خمر کی حد	۵۲۸	عورت کا اپنا لباس نیچے لٹکانا	۵۷۰	بالوں کو خضاب لگانا	۶۰۷
جن برتنوں نبیذ بنانا ممنوع ہے۔	۵۳۰	جوتا پہننا	۵۷۱	نبیذ وغیرہ کے وقت تعوذ	۶۰۹
جن دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانا مکروہ ہے	۵۳۰	کپڑے پہننا	۵۷۲	اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنے والے	۶۱۱
تحریم خمر	۵۳۱	۳۷-کتاب صفۃ النبی	۵۷۴	۴۰-کتاب الرؤیاء	
شراب کی حرمت کے متفرق مسائل	۵۳۲	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت	۵۷۴	خواب	۶۱۴
۳۳-کتاب الجامع	۵۳۵	عیسیٰ ابن مریمؑ اور دجال کا بیان	۵۷۴	نرد اور شطرنج	۶۱۷
مدینہ اور اہل مدینہ کے لیے دعا	۵۳۵	فطرت کا بیان	۵۷۵	سلام کے مسائل	۶۱۸
مدینہ کی سکونت اور وہاں سے نکلنا	۵۳۶	بائیں ہاتھ سے کھانے کی ممانعت	۵۷۶	یہودی اور نصرانی کو سلام	۶۱۹
مدینہ کی حرمت قائم کرنا	۵۳۹	مساکین	۵۷۷	سلام کے متفرق مسائل	۶۲۰
مدینہ کی وبا	۵۴۱	کافر کی آنتیں	۵۷۸	۴۱-کتاب الاستیذان	۶۲۳
مدینہ سے یہود کی جلا وطنی	۵۴۳	چاندی کے برتن میں پانی پینے اور برتن		اجازت مانگنا	۶۲۳
مدینہ کے بارے میں متفرق مسائل	۵۴۵	میں پھونک مارنے کی ممانعت	۵۷۹	چھینک مارنے والے کے لئے دعائے خیر	۶۲۵
طاعون کے بارے میں روایات	۵۴۶	کھڑے کھڑے پانی پینا	۵۸۰	تصویریں اور مورتیاں	۶۲۶
۳۴-کتاب القدر	۵۵۱	مشروب میں سنت اور اسے دائیں		سوسمار کھانا	۶۲۸
تقدیر کے بارے میں گفتگو کی ممانعت	۵۵۱	طرف والوں کو دینا	۵۸۱	کتوں کے بارے میں احکام	۶۳۰
قدریہ کے متعلق متفرق احادیث	۵۵۵	کھانے پینے کے متفرق مسائل	۵۸۱	بھیڑ بکریاں	۶۳۲
۳۵-کتاب حسن الخلق	۵۵۷	گوشت کھانا	۵۹۱	چوہا گھی میں گر جائے تو کیا کریں؟ نیز	
خوش اخلاقی	۵۵۷	انگوٹھی پہننا		نماز سے قبل کھانا	۶۳۴
حیا	۵۶۰	۳۸-کتاب العین	۵۹۴	نحوست سے پرہیز	۶۳۵
غضب	۵۶۰	نظر لگنے کے باعث وضو	۵۹۴	ناپسندیدہ نام	۶۳۶
ایک دوسرے سے قطع تعلق	۵۶۱	نظر کا تعویذ	۵۹۶	حجامت اور حجام کی اجرت	۶۳۸
۳۶-کتاب اللباس	۵۶۵	بیمار کا اجر و ثواب	۵۹۷	مشرق کے متعلق احادیث	۶۳۹
کپڑوں سے زینت حاصل کرنے کے		بیماری میں تعوذ اور جھاڑ پھونک	۵۹۹	سانپوں کا قتل اور اس میں اختلاف	۶۴۱
لئے انہیں پہننا	۵۶۵	مریض کا علاج کرنا	۶۰۰	سفر کی مسنون دعائیں	۶۴۳
رنگدار لباس اور سونا پہننا	۵۶۷	مریض کی عیادت اور بدشگونی	۶۰۲	مردوں اور عورتوں کا تنہا سفر	۶۴۴

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
اعمال اور آدابِ سفر	٦٤٦	زبان کے غلط استعمال سے خوف	٦٥٥	جہنم کی صفت	٦٦٥
غلام کے ساتھ نرمی	٦٤٧	تیسرے سے چھپا کر دو کی سرگوشی	٦٥٧	صدقہ کی ترغیب	٦٦٥
لونڈی غلام اور ان کی ظاہری حالت	٦٤٨	صدق وکذب	٦٥٨	سوال سے بچنا	٦٦٨
بیعت کے احکام	٦٤٩	تضییع مال اور منافق کا بیان	٦٦٠	صدقہ کن کے لئے مکروہ ہے	٦٧١
٤٢۔ کتاب السلام	٦٥١	بعض کے اعمال کے باعث عذابِ عام	٦٦١	طالب علم	٦٧٣
کلام مکروہ	٦٥١	خوف خدا تعالیٰ	٦٦٢	مظلوم کی بددعا سے بچنے کا حکم	٦٧٣
گفتگو میں احتیاط کا حکم	٦٥٢	رعد کو سن کر کیا کہا جائے	٦٦٣	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی	٦٧٥
ذکر اللہ کے بغیر کلام کی کراہت	٦٥٣	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ	٦٦٣		
غیبت	٦٥٥	٤٣۔ متفرق ابواب			

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ النِّكَاحِ

١۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخِطْبَةِ

خِطبہ یعنی نکاح طلبی کا باب

١٠٨١۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، [عَ]نْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا يَخْطُبُ أَحَدُكُمْ عَلٰى [خِ]طْبَةِ أَخِيْهِ".

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر [پیغ]ام نکاح نہ بھیجے۔ (یہ حدیث امام محمدؒ نے بھی اپنے موطا میں بَابُ الرَّجُلِ يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيْهِ کے اندر روایت کی ہے۔ [اور] اس پر لکھا ہے کہ یہی ہمارا مختار ہے اور یہی امام ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔)

شرح: فاطمہ بنتِ قیسؓ کو طلاق ہوئی تو عدت گزرنے پر معاویہؓ اور ابوجہمؓ کے پیغام کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم [نے] اسے اُسامہؓ بن زیدؓ کے لئے پیغامِ نکاح دیا۔ اس بنا پر بعض علماء نے حدیث زیرِ نظر کی نہی کو منسوخ مانا ہے۔ حافظ عینیؒ نے [ل]کھا ہے کہ فقہائے امصار کے نزدیک یہ نہی منسوخ نہیں ہے۔ دراصل بقول المؤلفؒ پیغامِ نکاح کی تین اقسام ہیں۔ [(١)] یہ کہ عورت ایک خاطب کی طرف مائل ہو چکی ہو۔ اور اسے اثبات میں جواب دے چکی ہو یا اپنے ولی کو اجابت کا اذن دے دے [تو] اس عورت کو خطبہ کرنا کسی اور کے لئے حرام ہے۔ اور اس کی دلیل یہ حدیث زیرِ نظر ہے۔ کیونکہ اگر اس کا لحاظ نہ رکھا جائے [تو م]عاشرہ فساد اور عداوت کا شکار ہو جائے گا۔ (٢) یہ کہ کسی کی طرف سے عورت کو پیغام تو ملا ہو مگر وہ اصل فیصلہ نہ کر پائی ہو، [ایس]ی عورت کو حدیثِ فاطمہ بنت قیس کی بنا پر خطبہ جائز ہے۔ (٣) یہ کہ عورت نے فیصلے کا اعلان نہ کیا ہو مگر اس کی بات چیت اور [ع]لامات وشواہد سے پتہ چلے کہ یہ کسی ایک شخص کی طرف مائل ہو چکی ہے۔ اب کسی اور سے خطبہ کرنا جائز نہیں اور یہ [بھی] پہلی قسم کے حکم میں ہے۔

۱۰۸۲۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا يَخْطُبُ أَحَدُكُمْ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ"۔

قَالَ مَالِكٌ: وَتَفْسِيرُ قَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا نُرَى، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، لَا يَخْطُبُ أَحَدُكُمْ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ۔ أَنْ يَخْطُبَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ۔ فَتَرْكَنَ إِلَيْهِ۔ وَيَتَّفِقَانِ عَلَى صَدَاقٍ وَاحِدٍ مَعْلُومٍ۔ وَقَدْ تَرَاضَيَا۔ فَهِيَ تَشْتَرِطُ عَلَيْهِ لِنَفْسِهَا۔ فَتِلْكَ الَّتِي نَهَى أَنْ يَخْطُبَهَا الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ۔ وَلَمْ يَعْنِ بِذَلِكَ، إِذَا خَطَبَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فَلَمْ يُوَافِقْهَا أَمْرُهُ وَلَمْ تَرْكَنْ إِلَيْهِ، أَنْ لَا يَخْطُبَهَا أَحَدٌ۔ فَهٰذَا بَابُ فَسَادٍ يَدْخُلُ عَلَى النَّاسِ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے پیغام پر نکاح کا پیغام نہ دے۔ (بخاری کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ حتیٰ کہ پہلا خاطب خطبہ ترک کر دے یا اسے اجازت دے دے) امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے خیال میں، واللہ اعلم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا "تم میں سے کوئی کسی کے خطبے پر پیغام نکاح نہ دے"، یہ مطلب ہے کہ مرد عورت کو پیغام دے پس عورت اس کی طرف مائل ہو جائے اور وہ دونوں ایک معلوم حق مہر پر متفق ہو جائیں اور نکاح پر راضی ہوں اور وہ عورت اپنی خاطر اس سے کوئی شرط منوا رہی ہو۔ پس یہ وہ عورت ہے جس کے متعلق نہی کی گئی ہے کہ دوسرا شخص اپنے لئے اسے پیغام دے۔ اور اس سے مراد یہ نہیں کہ مرد نے عورت کو پیغام دیا اور عورت اس سے متفق نہ ہوئی اور نہ اس کی طرف مائل ہوئی۔ تو یہ مطلب نہیں کہ اسے کوئی اور بھی پیغام نہ دے۔ کیونکہ اگر اس سے منع کیا جائے تو لوگوں پر فساد کا دروازہ کھل جائے گا۔ (اور معاشرے میں خرابیاں پیدا ہوں گی۔)

۱۰۸۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ فِي قَوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلٰكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا۔ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ لِلْمَرْأَةِ، وَهِيَ فِي عِدَّتِهَا مِنْ وَفَاةِ زَوْجِهَا: إِنَّكِ عَلَيَّ لَكَرِيمَةٌ۔ وَإِنِّي فِيكِ لَرَاغِبٌ۔ وَإِنَّ اللّٰهَ لَسَائِقٌ إِلَيْكِ خَيْرًا وَرِزْقًا۔ وَنَحْوَ هٰذَا مِنَ الْقَوْلِ۔

ترجمہ: القاسمؒ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول: "تم عورتوں کو اگر بطور تعریض پیغام دو، تو اس میں بھی گناہ نہیں اور اگر اپنا ارادہ اپنے دلوں میں چھپائے رکھو تو بھی حرج نہیں الخ" اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے خاوند کی وفات کی عدت میں ہو، اور کوئی مرد اسے کہے" میں تجھے باعزت و وقار جانتا ہوں۔ مجھے تم میں رغبت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں خیر اور رزق مہیا

فرمائے گا"۔ یا اسی قسم کی اور کوئی بات کہنا مراد ہے۔ (پس تعریض وکنایہ میں حرج نہیں اور خفیہ طور پر وعدہ کرنا اور سازش کرنا ناجائز ہے۔)

۲- بَابُ اسْتِئْذَانِ الْبِكْرِ وَالْأَيِّمِ فِي أَنْفُسِهِمَا

دوشیزہ اور بے خاوند عورت سے اجازت طلب کرنا

۱۰۸۴- حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا۔ وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا۔ وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثیبہ اپنے ولی کی نسبت اپنی جان کی زیادہ حقدار ہے اور دوشیزہ سے اس کی جان کے بارے میں اذن لیا جائے اور اس کا اذن اس کی خاموشی ہے۔)

شرح: نابالغ دوشیزہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر باپ یا دادا کی طرف سے جائز ہے اور ثیب بالغ کا نکاح اس کی رضا اور اجازت صریحہ کے بغیر جائز نہیں۔ فقہا کا اختلاف دو صورتوں میں ہے۔ بالغ دوشیزہ اور نابالغ ثیبہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اَلْاَیِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِیِّهَا واضح طور پر ظاہر کرتا ہے کہ اَلْاَیِّمُ (ثیب) اپنے نکاح میں خود مختار ہے۔ پس لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ سے یہ صورت مستثنیٰ ہے۔ یا یوں کہو کہ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ جملہ خبریہ ہے۔ کیونکہ ہوتا یہی ہے کہ نکاح کسی مرد ولی کی زیر ولایت ہو۔

۱۰۸۵- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ إِلَّا بِإِذْنِ وَلِيِّهَا۔ أَوْ ذِي الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِهَا۔ أَوِ السُّلْطَانِ۔

ترجمہ: مالکؒ کو سعید بن المسیبؒ کی طرف سے خبر ملی ہے کہ اس نے کہا، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عورت کا نکاح اس کے ولی کی اجازت کے بغیر یا اس کے خاندان کے صاحب رائے لوگوں کی اجازت کے بغیر یا حاکم کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔

شرح: وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر عورتوں کو ولی کے بغیر نکاح کی کھلی چھٹی دے دی جائے تو معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ پس بالغ وعاقل عورت (بالخصوص ثیبہ) کو اگرچہ اپنے نکاح کا خود اختیار ہے۔ مگر یہ عقد مردوں اور اولیا کی سرپرستی میں ہی ہونا چاہیئے کہ فساد و اختلاف کی صورت پیدا نہ ہو سکے اور جس کا کوئی ولی نہ ہو، اس کا ولی سلطان (حاکم) ہوتا ہے۔ جسے رعیت پر ولایتِ عامہ حاصل ہے۔

۱۰۸۶- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ،

كَانَا يُنْكِحَانِ بَنَاتِهِمَا الْاَبْكَارَ، وَلَا يَسْتَأْمِرَانِهِنَّ ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَذٰلِكَ الْاَمْرُ عِنْدَنَا فِي نِكَاحِ الْاَبْكَارِ ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَيْسَ لِلْبِكْرِ جَوَازٌ فِي مَالِهَا، حَتّٰى تَدْخُلَ بَيْتَهَا، وَيُعْرَفَ مِنْ حَالِهَا ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ القاسم بن محمدؒ اور سالم بن عبداللہ اپنی دوشیزہ لڑکیوں کا نکاح کرتے تھے اور ان سے اذن نہ لیتے تھے۔ (باپ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے مگر کسی اور ولی کو یہ اختیار حاصل نہیں۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ دوشیزہ لڑکیوں کے نکاح میں ہمارے ہاں مدینہ میں یہی امر مشہور ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ دوشیزہ کو اس کے مال میں تصرف کی اجازت نہیں، حتیٰ کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اور اس کا حال معلوم ہو جائے۔

شرح: قاضی عبدالولید الباجی نے کہا کہ دوشیزہ کی تین اقسام ہیں۔ صغیرہ، بالغہ اور معنّس (یعنی زیادہ عمر کی بے نکاح لڑکی)۔ صغیرہ کے متعلق تو اختلاف نہیں کہ باپ جہاں چاہے اس کا نکاح کر سکتا ہے۔ بالغہ کو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک باپ مجبور نہیں کر سکتا۔ اور مالکیہ کے نزدیک کر سکتا ہے۔ عانسہ (زیادہ عمر کی دوشیزہ) کے متعلق ابن وہبؒ نے مالکؒ سے روایت کی کہ باپ اس کا نکاح اس کی رضا ہی سے کر سکتا ہے۔ محمد بن الحسنؒ نے مالکؒ سے روایت کی کہ باپ عانسہ کو مجبور کرنے کا حق بھی رکھتا ہے، اگرچہ وہ نکاح سے مایوس ہو چکی ہو اور چالیس سال تک جا پہنچی ہو۔ جو قول ابوحنیفہؒ سے بالغہ کے متعلق گزرا وہ عانسہ کے متعلق بدرجۂ اولیٰ ہوگا۔

امام ابن رشد مالکیؒ نے کہا ہے کہ نابالغ یتیموں کو ان کے مال میں تصرف کرنے سے روک دینا (حجر) علماء کے درمیان اجماعی مسئلہ ہے۔ بالغ عاقل لوگوں کے متعلق جب کہ ان سے تبذیر ظاہر ہو حجر کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ عاقل و بالغ یتیم پر حجر کے قائل نہیں ہیں اور امام مالکؒ قائل ہیں جبکہ مصلحت ہو۔ اس مسئلے کی فروع میں بھی اختلافات ہیں۔

۱۰۸۷۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، وَسُلَيْمَانَ ابْنَ يَسَارٍ، كَانُوا يَقُولُونَ فِي الْبِكْرِ، يُزَوِّجُهَا اَبُوهَا بِغَيْرِ اِذْنِهَا: اِنَّ ذٰلِكَ لَازِمٌ لَهَا۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ القاسم بن محمدؒ، سالم بن عبداللہ اور سلیمان بن یسار دوشیزہ کے بارے میں کہتے تھے کہ اس کا باپ اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے اور یہ نکاح اس پر لازم ہو جاتا ہے۔ (کچھ تفصیل اوپر گزری ہے جسے دیکھنا مناسب ہوگا۔)

۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّدَاقِ وَالْحِبَاءِ

حق مہر اور تحفہ تحائف کا باب

۱۰۸۸۔ حَدَّثَنِي يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنِّي قَدْ وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ۔

فَقَامَتْ قِيَامًا طَوِيلًا. فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ زَوِّجْنِيهَا. إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حَاجَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ: "هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا إِيَّاهُ؟" فَقَالَ مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي هٰذَا. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنْ أَعْطَيْتَهَا إِيَّاهُ، جَلَسْتَ لَا إِزَارَ لَكَ. فَالْتَمِسْ شَيْئًا" فَقَالَ: مَا أَجِدُ شَيْئًا. قَالَ: "الْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ" فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ؟" فَقَالَ نَعَمْ. مَعِي سُورَةُ كَذَا. لِسُوَرٍ سَمَّاهَا. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَدْ أَنْكَحْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ".

حقِ مہر کیلئے قرآن کریم نے یہ لفظ بولے ہیں، صدقہ، نحلہ، نکاح، اجر، الفریضہ، الطول - ان کے علاوہ کئی اور نام بھی ہیں جو احادیث وسیرت میں آتے ہیں جیسا بھی مہر کا ایک نام ہے۔ مگر یہاں مہر کے مقابلے میں بولا گیا ہے۔ لہٰذا اس سے مراد وہ تحفے تحائف ہیں، جو حقِ مہر کے علاوہ لئے دیئے جائیں۔ یا ان کی شرط کرلی جائے۔

ترجمہ: سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی، یا رسول اللہ میں نے اپنی جان آپ کو ہبہ کی اور کافی دیر کھڑی رہی۔ پس ایک مرد اُٹھا اور بولا، یا رسول اللہ اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیجئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس کو بطور مہر دینے کے لئے تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ وہ بولا کہ میرے پاس میرے اس تہ بند کے سوا کچھ نہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر یہ تو اس کو دے دے گا تو خود تہ بند کے بغیر بیٹھے گا۔ لہٰذا تو کوئی چیز تلاش کر۔ اس نے کہا کہ میں کچھ نہیں پاتا۔ آپ نے فرمایا کہ تلاش کر، اگرچہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو۔ پس اس نے تلاش کیا اور کچھ نہ پایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا تیرے پاس قرآن میں سے کچھ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! فلاں اور فلاں سورت۔ اس نے ان سورتوں کا نام لیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ میں نے اس کا نکاح تجھ سے کر دیا، اس قرآن کے سبب سے جو تیرے پاس ہے۔

شرح: قرآن نے فرمایا ہے اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ یعنی نکاح کا مہر مال ہوتا ہے اور تعلیمِ قرآن مال نہیں ہے۔ پس یا تو یہ ابتدائی زمانے کا واقعہ ہے جبکہ مسلمانوں کو مال و دولت اور ضروریاتِ زندگی کی طرف سے بہت تنگی تھی۔ یا یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ کسی اور کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں۔ امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ، لیثؒ، مکحولؒ، اور اسحٰقؒ کا یہی مذہب ہے۔ لوہے کی انگوٹھی کا لفظ حضورؐ نے بطور محاورہ بطور مبالغہ ارشاد فرمایا تھا۔ ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ لوہے کی انگوٹھی جیسی بے قیمت چیز حقِ مہر تو نہیں ہو سکتی تھی۔ ہم نے اس پر مزید بحث فضل المعبود میں کی ہے۔

۱۰۸۹ - وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّهُ قَالَ. قَالَ

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: أَيُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً وَبِهَا جُنُونٌ، أَوْ جُذَامٌ، أَوْ بَرَصٌ، فَمَسَّهَا، فَلَهَا صَدَاقُهَا كَامِلًا۔ وَذٰلِكَ لِزَوْجِهَا غُرْمٌ عَلٰى وَلِيِّهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنَّمَا يَكُونُ ذٰلِكَ غُرْمًا عَلٰى وَلِيِّهَا لِزَوْجِهَا، إِذَا كَانَ وَلِيُّهَا الَّذِي أَنْكَحَهَا، هُوَ أَبُوهَا أَوْ أَخُوهَا، أَوْ مَنْ يُرٰى أَنَّهُ يَعْلَمُ ذٰلِكَ مِنْهَا۔ فَأَمَّا إِذَا كَانَ وَلِيُّهَا الَّذِي أَنْكَحَهَا، ابْنَ عَمٍّ، أَوْ مَوْلًى، أَوْ مِنَ الْعَشِيرَةِ، مِمَّنْ يُرٰى أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ ذٰلِكَ مِنْهَا، فَلَيْسَ عَلَيْهِ غُرْمٌ۔ وَتَرُدُّ تِلْكَ الْمَرْأَةُ مَا أَخَذَتْهُ مِنْ صَدَاقِهَا۔ وَيَتْرُكُ لَهَا قَدْرَ مَا تُسْتَحَلُّ بِهِ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اسے جنون تھا یا کوڑھ تھا، یا برص کی بیماری تھی۔ پھر اس نے اسے مس کیا (خلوت صحیحہ ہو گئی) تو اس عورت کو اس کا پورا حق مہر ملے گا اور اس کے خاوند کی طرف سے وہ عورت کے ولی پر تاوان اور قرض ہوگا۔ (کیونکہ اس نے دھوکے سے اس کا نکاح کرایا تھا)

مالکؒ نے کہا کہ یہ مہر عورت کے ولی کے ذمہ خاوند کی طرف سے بطور تاوان اس وقت ہوگا، جب کہ نکاح کرنے والا ولی اس عورت کا باپ یا بھائی یا کوئی اور ایسا رشتہ دار ہو جو اس کے عیب کو جانتا تھا۔ لیکن جب نکاح کرانے والا ولی چچا زاد بھائی ہو یا اس عورت کا عزیز رشتہ دار تھا یا اس کے خاندان میں سے تھا مگر وہ اس عیب کو نہیں جان سکتا تھا۔ تو اس کے ذمہ تاوان نہیں آتا۔ اور عورت نے جو حق مہر لیا ہو، اسے واپس کرے گی۔ اور وہ مرد حق مہر کی کم از کم مقدار اس عورت کے لئے چھوڑ دے گا جس سے اس کی فرج حلال ہو۔ (یہ مقدار مالکیہ کے نزدیک ¼ دینار ہے اور اس پر بحث آگے آتی ہے)

۱۰۹۰۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَةَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَأُمُّهَا بِنْتُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، كَانَتْ تَحْتَ ابْنٍ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ۔ فَمَاتَ وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا۔ وَلَمْ يُسَمِّ لَهَا صَدَاقًا۔ فَابْتَغَتْ أُمُّهَا صَدَاقَهَا۔ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: لَيْسَ لَهَا صَدَاقٌ۔ وَلَوْ كَانَ لَهَا صَدَاقٌ لَمْ نُمْسِكْهُ، وَلَمْ نَظْلِمْهَا۔ فَأَبَتْ أُمُّهَا أَنْ تَقْبَلَ ذٰلِكَ۔ فَجَعَلُوا بَيْنَهُمْ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ۔ فَقَضٰى أَنْ لَا صَدَاقَ لَهَا۔ وَلَهَا الْمِيرَاثُ۔

ترجمہ: نافعؒ سے روایت ہے کہ عبیداللہ بن عمرؓ کی بیٹی۔ جس کی ماں زید بن الخطاب کی بیٹی تھی۔ یہ عبداللہ بن عمرؓ کے ایک بیٹے کے نکاح میں تھی۔ لیکن ان کی ملاقات سے پہلے ہی وہ مر گیا اور اس نے کوئی حق مہر بھی مقرر نہیں کیا تھا۔ پس اس کی ماں نے اپنی لڑکی کا مہر طلب کیا تو عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ اس کا کوئی حق مہر نہیں ہے۔ اگر اس کا مہر ہوتا تو ہم اسے نہ روکتے اور اس پر ظلم نہ کرتے مگر اس کی ماں نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ پس زید بن ثابتؓ کو ثالث مقرر کیا گیا۔ زیدؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ اسے حق مہر تو نہیں ملتا

مگر میراث ملے گی۔

شرح: علما نے ایسی عورت کو مہر یا میراث میں سے ایک چیز ضرور دلوائی ہے۔ ابو حنیفہؒ کے نزدیک اسے مہر ملے گا میراث نہیں اور شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے۔ ایک قول اس فیصلے کے مطابق ہے جو اُوپر گزرا۔ امام ابو حنیفہؒ نے جو مہر کا فیصلہ دیا ہے۔ یہ قرآن کی ایک آیت سے اور سنت سے ماخوذ ہے اور مہر سے مراد مہر مثل ہے۔ یہی فیصلہ بروع بنت واشق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ مسئلے کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی کلام فضل المعبود میں ہُوا ہے۔

١٠٩١- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَتَبَ فِي خِلَافَتِهِ إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ: أَنَّ كُلَّ مَا اشْتَرَطَ الْمُنْكِحُ، مَنْ كَانَ أَبًا أَوْ غَيْرَهُ، مِنْ حِبَاءٍ أَوْ كَرَامَةٍ- فَهُوَ لِلْمَرْأَةِ إِنِ ابْتَغَتْهُ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْمَرْأَةِ يُنْكِحُهَا أَبُوهَا، وَيَشْتَرِطُ فِي صَدَاقِهَا الْحِبَاءَ يُحْبَى بِهِ: إِنَّ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ يَقَعُ بِهِ النِّكَاحُ، فَهُوَ لِابْنَتِهِ إِنِ ابْتَغَتْهُ۔ وَإِنْ فَارَقَهَا زَوْجُهَا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا فَلِزَوْجِهَا شَطْرُ الْحِبَاءِ الَّذِي وَقَعَ بِهِ النِّكَاحُ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يُزَوِّجُ ابْنَهُ صَغِيرًا لَا مَالَ لَهُ: إِنَّ الصَّدَاقَ عَلَى أَبِيهِ إِذَا كَانَ الْغُلَامُ يَوْمَ تَزَوَّجَ لَا مَالَ لَهُ۔ وَإِنْ كَانَ لِلْغُلَامِ مَالٌ فَالصَّدَاقُ فِي مَالِ الْغُلَامِ۔ إِلَّا أَنْ يُسَمِّيَ الْأَبُ أَنَّ الصَّدَاقَ عَلَيْهِ۔ وَذَلِكَ النِّكَاحُ ثَابِتٌ عَلَى الِابْنِ إِذَا كَانَ صَغِيرًا، وَكَانَ فِي وِلَايَةِ أَبِيهِ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي طَلَاقِ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا وَهِيَ بِكْرٌ، فَيَعْفُو أَبُوهَا عَنْ نِصْفِ الصَّدَاقِ: إِنَّ ذَلِكَ جَائِزٌ لِزَوْجِهَا مِنْ أَبِيهَا، فِيمَا وَضَعَ عَنْهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَذَلِكَ أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ فِي كِتَابِهِ- إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ- فَهُنَّ النِّسَاءُ اللَّاتِي قَدْ دُخِلَ بِهِنَّ- أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ- فَهُوَ الْأَبُ فِي ابْنَتِهِ الْبِكْرِ، وَالسَّيِّدُ فِي أَمَتِهِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَهَذَا الَّذِي سَمِعْتُ فِي ذَلِكَ۔ وَالَّذِي عَلَيْهِ الْأَمْرُ عِنْدَنَا۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْيَهُودِيَّةِ أَوِ النَّصْرَانِيَّةِ تَحْتَ الْيَهُودِيِّ أَوِ النَّصْرَانِيِّ، فَتُسْلِمُ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ

بِهَا: إِنَّهُ لَا صَدَاقَ لَهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: لَا أَرَى أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ بِأَقَلَّ مِنْ رُبْعِ دِينَارٍ۔ وَذٰلِكَ أَدْنٰى مَا يَجِبُ فِيهِ الْقَطْعُ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی خلافت کے دنوں میں اپنے کسی گورنر کو لکھا تھا کہ نکاح کرانے پر جو شرط بھی لگائے، خواہ وہ اس کا باپ ہو یا کوئی اور۔ مثلاً تحفے تحائف اور مالی عزت افزائی، تو وہ عورت کا ہے، اگر وہ اسے لینا چاہے۔
مالکؒ نے عورت کے بارے میں کہا جس کا نکاح اس کا باپ کرتا ہے اور اس کے مہر میں کچھ عطیے کی شرط کرتا ہے کہ اسے عطیہ یا تحفہ دیا جائے۔ تو جس شرط پر بھی نکاح ہوتا ہے وہ اس کی بیٹی کا ہے اگر وہ اسے طلب کرے۔ اور اگر اس کا خاوند دخول سے پہلے ہی اس سے جدا ہو جاتا ہے تو نکاح میں جس عطیے یا تحفے کی شرط ہوئی تھی، اس کا نصف اس کے خاوند کا ہے۔ (یعنی جس طرح ایسی صورت میں حقِ مہر کے اندر تنصیف کا قاعدہ چلتا ہے۔ اسی طرح اس عطیے میں بھی چلے گا۔ کیونکہ قبل از بناء طلاق کی صورت میں یہی قاعدہ ہے۔)

ایضاً۔ امام مالکؒ نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو اپنے نابالغ بیٹے کا نکاح کرے جس کا کوئی مال نہیں، کہ اس کا حقِ مہر باپ کے ذمّہ ہے جبکہ نکاح کے وقت لڑکے کا کوئی مال نہ تھا۔ اور اگر لڑکے کا کوئی مال تھا تو مہر اس کے مال میں سے دینا ہوگا۔ مگر یہ کہ باپ یہ شرط کرلے کہ حقِ مہر اس کے ذمّے ہے اور یہ نکاح اس بیٹے پر ثابت ہے جب کہ وہ نابالغ تھا اور اپنے باپ کی ولایت میں تھا۔ (حنفیہ کا اس مسئلہ کی اس شق میں اختلاف ہے کہ اگر لڑکا مالدار نہیں تو مہر مطلقاً باپ کے ذمّہ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس نے ذمہ داری لی تھی تو ایسا ہوگا ورنہ نہیں۔)

مالکؒ نے کہا کہ جب مرد اپنی بیوی کو خلوت سے قبل طلاق دے دے اور وہ دوشیزہ تھی۔ پھر اس کا باپ (لڑکی کا باپ) نصف مہر معاف کر دے تو ایسا کرنا جائز ہے اور نصف مہر معاف ہو جائے گا۔ مالکؒ نے کہا کہ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یہ ہے کہ فرمایا مگر یہ کہ وہ عورتیں معاف کر دیں (یعنی وہ عورتیں جن کے ساتھ خلوت ہو چکی ہو) یا وہ شخص معاف کرے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ اور وہ باپ ہے اپنی دوشیزہ بیٹی کی صورت میں اور آقا ہے اپنی لونڈی کی صورت میں۔ (لیکن علیؓ، ابن عباسؓ اور بہت سے تابعین اور شعبیؒ، ثوریؒ، اسحاقؒ، احمدؒ، حنفیہ اور شافعیؒ قولِ جدید میں یہ کہتے ہیں کہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، اس سے مراد خاوند ہے۔ کیونکہ جب نکاح ہو چکا تو ولی کے ہاتھ میں کچھ نہ رہا۔ اور نکاح کی گرہ عملاً بھی خاوند کے پاس آگئی پس اس تفسیری اختلاف کی بنا پر جمہور کا مذہب اس مسئلے میں مالکیہ کے خلاف ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ میں نے اس مسئلہ میں جو کچھ سنا ہے وہ یہ ہے اور اسی پر ہمارے نزدیک مدینہ میں عمل درآمد ہے۔ (اور کئی بار گزر چکا کہ عمل اہلِ مدینہ مالکیہ کے سوا کسی کے نزدیک حجت نہیں۔ اس مسئلہ پر ابن القیمؒ اور ابن تیمیہ نے جو کچھ لکھا ہے، وہ قابلِ دید ہے۔ حضورؐ کے بعد اصحابِ رسول آفاق میں پھیل گئے تھے۔ اور ہر شہر اور علاقہ کے لوگ ان کے علم پر عامل ہوئے تھے خود مالکؒ اس حقیقت کو مانتے تھے۔ جب ہارون نے ان سے کہا کہ مؤطا کو سلطنت کا دستور العمل بنا دیا جائے تو مالک نے اسی دلیل کی بنا پر اسے ایسا کرنے سے روک دیا تھا۔)

مالکؒ نے کہا کہ یہودی یا عیسائی عورت جو یہودی یا عیسائی مرد کے نکاح میں ہو، پھر وہ خلوت سے قبل مسلمان ہو جائے تو اسے کوئی مہر نہ ملے گا۔ (حنفیہ کے نزدیک قبل الدخول کی صورت میں نصف مہرا ور بعد الدخول کی صورت میں پورا مہر ملے گا۔ اس کے برعکس اگر خاوند اسلام لے آیا اور عورت نے انکار کیا تو قبل الدخول کی صورت میں اسے کچھ نہیں ملتا۔)

مالکؒ نے کہا کہ میرے نزدیک عورت کا حق مہر ۱/۴ دینار سے کم نہیں ہے اور یہی وہ کم سے کم مقدار ہے جس میں چور کا ہاتھ کٹتا ہے۔ (اس مسئلہ میں بعض مالکی حضرات بھی امام مالکؒ کے اجتہاد کے قائل نہیں ہوتے اور حنفیہ تو اس مقدار کو نہیں مانتے مسئلہ کہیں آگے آئے گا۔)

۴۔ بَابُ اِرْخَاءِ السُّتُوْرِ

پردے لٹکانے کا باب

اِرخاءُ الستور کا لفظ بطور کنایۂ خلوتِ صحیحہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ یعنی مرد عورت کو کسی مانع کے بغیر ملنے کا موقع دیا جانا۔ اس صورت میں گو جماع نہ ہو، تب بھی پورا مہر واجب ہو جاتا ہے۔ اور علیحدگی کی صورت میں عدت واجب ہو جاتی ہے۔ خلفائے راشدینؓ زیدؓ، ابن عمرؓ سے یہی ثابت ہے۔ اور یہی علی بن الحسین، عروہؒ عطاءؒ، زہریؒ، اوزاعیؒ، اسحاقؒ، ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کا قول قدیم ہے۔ شعبیؒ، طاوسؒ، ابن سیرینؒ، شافعیؒ قول جدید میں، مالکؒ کے نزدیک مہر کا وجوب صرف جماع سے ہوتا ہے۔ یہ ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔ مگر ابن مسعودؓ کی حدیث منقطع ہے اور اس قول کی نسبت ابن عباسؓ کی طرف صحیح نہیں۔

۱۰۹۲۔ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِكٍ، عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ، اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَضٰی فِی الْمَرْاَةِ اِذَا تَزَوَّجَهَا الرَّجُلُ، اَنَّهٗ اِذَا اُرْخِیَتِ السُّتُوْرُ، فَقَدْ وَجَبَ الصَّدَاقُ۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے اس عورت کے بارے میں جس کے ساتھ کسی مرد نے نکاح کیا، یہ فیصلہ کیا کہ جب پردے لٹکائے گئے (خلوتِ صحیحہ ہو گئی) تو مہر واجب ہو گیا۔

شرح: مؤطائے امام محمدؒ میں زید بن ثابتؓ کا اثر اس مضمون کا مروی ہے کہ جب مرد اپنی عورت سے تنہائی میں ملا اور پردے لٹکائے گئے (موانع دور کر دیئے گئے) تو مہر واجب ہو گیا۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے۔ مالک بن انسؒ نے کہا کہ اگر اس کے بعد مرد اس عورت کو طلاق دے دے تو اس پر صرف نصف مہر واجب ہو گا۔ زیدؓ کا اثر بالکل اس کے بعد آتا ہے۔

۱۰۹۳۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَنَّ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ كَانَ یَقُوْلُ: اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بِامْرَاَتِهٖ، فَاُرْخِیَتْ عَلَیْهِمَا السُّتُوْرُ، فَقَدْ وَجَبَ الصَّدَاقُ۔

وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ كَانَ یَقُوْلُ: اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بِالْمَرْاَةِ فِیْ بَیْتِهَا، صُدِّقَ الرَّجُلُ عَلَیْهَا۔ وَاِذَا دَخَلَتْ عَلَیْهِ فِیْ بَیْتِهٖ، صُدِّقَتْ عَلَیْهِ۔

قَالَ مَالِكٌ: أَرٰى ذٰلِكَ فِي الْمَسِيْسِ۔ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا فِي بَيْتِهَا فَقَالَتْ قَدْ مَسَّنِيْ، وَقَالَ لَمْ أَمَسَّهَا، صُدِّقَ عَلَيْهَا۔ فَإِنْ دَخَلَتْ عَلَيْهِ فِي بَيْتِهِ۔ فَقَالَ لَمْ أَمَسَّهَا، وَقَالَتْ قَدْ مَسَّنِيْ، صُدِّقَتْ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: ابن شہابؒ سے روایت ہے کہ زید بن ثابتؓ کہتے تھے، جب مرد اپنی عورت کو تنہائی میں لے گیا اور اس عورت پر پردے لٹکائے گئے (خلوت صحیحہ ہوگئی) تو مہر واجب ہوگیا۔ (یہی وہ اثر ہے جس کا ہم اوپر ذکر کیا ہے۔ مرد عورت کی تنہائی میں ملاقات چونکہ بظاہر بڑی راز داری کے ساتھ ہوتی ہے اور رکاوٹیں دُور کرنے کی خاطر عموماً الگ جگہ میں پردے لگا دیئے جاتے ہیں۔ لہذا پردے لٹکانا کنایہ بن گیا خلوت صحیحہ سے۔ ایسی فی الحقیقت ایسی حالت میں پردے نہ بھی لٹکائے گئے ہوں تب بھی یہی حکم ہے۔)

ایضاً۔ مالک کو خبر پہنچی ہے کہ سعید بن المسیبؒ کہتے تھے، جب مرد عورت کو اس کے گھر میں خلوت میں لے گیا تو اس کے متعلق مرد کی تصدیق کی جائے گی اور جب عورت اس حیثیت میں مرد کے گھر میں اس کے پاس جائے تو عورت کی اس کے بارے میں تصدیق کی جائے گی۔

امام مالکؒ نے کہا کہ اس کی تصدیق کا مطلب جماع کے متعلق ہے۔ جب مرد عورت کو اس کے گھر میں تنہائی میں جا کر ملے۔ اور عورت کہے کہ اس نے مجھ سے جماع کیا ہے اور مرد کہے کہ میں نے جماع نہیں کیا تو تصدیق مرد کی ہوگی۔ اور اگر عورت مرد کے گھر میں اسے تنہا ملے اور مرد کہے کہ میں نے اس سے جماع نہیں کیا اور عورت کہے کہ اس نے مجھ سے جماع کیا ہے تو عورت کی تصدیق کی جائے گی۔ (لیکن اس اختلاف کا اثر امام مالکؒ کے مسلک میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ ورنہ جب خلوتِ صحیحہ ہوگئی، خواہ مرد کے گھر میں خواہ عورت کے گھر میں، تو مہر واجب ہوگیا اور اختلاف کی نوبت ہی نہ آنے پائے گی۔)

۵۔ بَابُ الْمُقَامِ عِنْدَ الْبِكْرِ وَالْأَيِّمِ

ثیب اور دوشیزہ کے پاس ٹھہرنے کا باب

۱۰۹۴۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ الْمَخْزُوْمِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ، وَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ، قَالَ لَهَا: "لَيْسَ بِكِ عَلٰى أَهْلِكِ هَوَانٌ۔ إِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ عِنْدَكِ۔ وَإِنْ شِئْتِ ثَلَّثْتُ عِنْدَكِ وَدُرْتُ" فَقَالَتْ: ثَلِّثْ۔

ترجمہ: ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امّ سلمہؓ سے نکاح کیا اور بوقت صبح جب کہ وہ حضورؐ کے ہاں تھیں، آپؐ نے فرمایا تو اپنے خاوند کے نزدیک معزز و محترم ہے۔ اگر تو چاہے تو میں سات دن تیرے ساتھ رہوں اور سات سات دن دیگر ازواج کے پاس۔ اور اگر تو چاہے تو میں تین دن تیرے پاس رہوں اور اسی حساب سے باقی بیویوں کے ہاں جاؤں۔ پس امّ سلمہؓ نے کہا کہ آپ تین دن یہاں ٹھہریں۔ (امام محمدؒ نے موطا میں یہ حدیث کتاب النکاح کے پہلے باب کی ابتدا میں درج کی ہے اور اس پر لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ اگر مرد نئی بیوی کے پاس سات دن گزارے تو باقی ازواج کے پاس بھی سات سات دن رہے۔ نئی بیوی کے پاس رہنے میں ان کی نسبت اضافہ نہ کرے۔

اگر اس کے پاس تین دن رہے تو دیگر ازواج کے پاس بھی تین تین دن رہے اور یہی قول ابو حنیفہؒ اور ہمارے عام فقہاء کا ہے۔ موطا میں یہ حدیث مرسل ہے۔ کیونکہ ابو بکر بن عبد الرحمٰنؒ کے بعد صحابی کا نام نہیں آیا لیکن مسلم، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اسے موصول بیان کیا ہے۔ ابو بکرؒ نے یہ حدیث خود حضرت اُمّ سلمہؓ سے سُنی تھی۔

۱۰۹۵۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ لِلْبِكْرِ سَبْعٌ، وَلِلثَّيِّبِ ثَلَاثٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَذٰلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا۔

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَةٌ غَيْرُ الَّتِيْ تَزَوَّجَ۔ فَإِنَّهُ يَقْسِمُ بَيْنَهُمَا۔ بَعْدَ أَنْ تَمْضِيَ أَيَّامُ الَّتِيْ تَزَوَّجَ بِالسَّوَاءِ۔ وَلَا يَحْسِبُ عَلَى الَّتِيْ تَزَوَّجَ، مَا أَقَامَ عِنْدَهَا۔

ترجمہ: انس بن مالک کہتے تھے کہ دوشیزہ کے لئے سات دن اور ثیّب کے تین دن۔ مالکؒ نے کہا کہ اس امر میں ہمارے نزدیک مدینہ میں عمل ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر اس مرد کی اس نئی عورت کے علاوہ کوئی اور بھی بیوی ہو۔ تو وہ ان دونوں کے درمیان ان دنوں کے بعد برابر تقسیم کرے گا۔ اور نئی دلہن کے پاس جتنا ٹھہرا تھا۔ وہ حساب میں شمار نہیں کرے گا۔ (لیکن اُمّ سلمہؓ کی حدیث اس حکم کے خلاف نظر آتی ہے۔ اس لئے امام محمدؒ نے اس پر وہ نوٹ لکھا جو ہم نے اوپر درج کیا ہے۔)

۶۔ بَابُ مَا لَا يَجُوْزُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي النِّكَاحِ

جو شرطیں نکاح میں جائز نہیں

امام خطابیؒ کے بقول نکاح کی شرطیں تین قسم کی ہیں (۱) وہ جن کا ذکر کتاب و سُنت میں ہے۔ مثلاً، اِمساک بالمعروف یا تسریح بالاحسان۔ پس یہ تو بالاتفاق واجب ہے (۲) مثلاً یہ کہ نئی عورت پہلی بیوی کی طلاق کا مطالبہ کرے۔ اس شرط کا ماننا یا اس کا ایفا بالاتفاق واجب نہیں (۳) بعض ایسی شروط بھی ہیں، جن کے ایفا یا عدم ایفا میں اختلاف ہے۔ مثلاً یہ کہ وہ مرد اس عورت پر کوئی اور نکاح نہ کرے گا۔ یا وہ کوئی لونڈی نہیں رکھے گا۔ یا یہ کہ اسے اس کے گھر سے کہیں اور نہ لے جائے گا۔

۱۰۹۶۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ سُئِلَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَشْتَرِطُ عَلٰى زَوْجِهَا أَنَّهُ لَا يَخْرُجُ بِهَا مِنْ بَلَدِهَا۔ فَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: يَخْرُجُ بِهَا إِنْ شَاءَ۔

قَالَ مَالِكٌ: فَالْأَمْرُ عِنْدَنَا أَنَّهُ إِذَا شَرَطَ الرَّجُلُ لِلْمَرْأَةِ۔ وَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ عُقْدَةِ النِّكَاحِ، أَنْ لَا أَنْكِحَ عَلَيْكِ، وَلَا أَتَسَرَّرَ: إِنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ بِشَيْءٍ۔ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ فِيْ ذٰلِكَ يَمِيْنٌ بِطَلَاقٍ أَوْ عِتَاقَةٍ، فَيَجِبُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ، وَيَلْزَمُهُ۔

ترجمہ: مالک کو خبر پہنچی ہے کہ سعید بن المسیبؒ سے عورت کی اس شرط کا مسئلہ پوچھا گیا کہ وہ مرد اسے اور کسی شہر میں نہیں لے جائے گا۔ سعید بن المسیبؒ نے کہا کہ اگر وہ چاہے تو اسے لے جا سکتا ہے۔ (یعنی دیانۃً اس شرط کی پابندی کی جائے گی نہ کہ قضاءً۔ قاضی کے پاس مقدمہ جائے گا تو وہ مرد کے خلاف فیصلہ نہ کرے گا۔ کیونکہ عورت کی شرط ناجائز تھی۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں امر یہ ہے کہ مرد جب عورت سے یہ شرط کرے اور اگرچہ یہ شرط عقد نکاح کے وقت ہو، کہ میں تجھ پر اور نکاح نہیں کروں گا۔ اور نہ کوئی لونڈی رکھوں گا۔ تو یہ شرط کوئی شے نہیں۔ مگر یہ کہ اس میں طلاق یا غلام آزاد کرنے کی قسم ہو۔ پس وہ اس پر واجب ہے اور اس کا ایفاء لازم ہے۔ دراصل اس قسم کی شرائط باطل ہیں۔ لہذا بے اثر ہیں۔ جمہور علما کا یہی مذہب ہے۔

۷۔ بَابُ نِكَاحِ الْمُحَلِّلِ وَمَا أَشْبَهَهُ

محلّل کا نکاح اور جو اس کے مشابہ ہے

نکاح بشرطِ تحلیل بالفاظِ دیگر نکاحِ موقت فعلِ حرام ہے۔ اور یہی متعہ ہے۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا تھا۔ مگر کوئی بدبخت ایسا کرتا ہے تو شرط پوری ہو جانے کے باعث یہ عورت پہلے خاوند پر حسبِ احکامِ شرع حلال ہو جائے گی۔ ویسے طلاق ثلاثہ کے بعد جب تک کسی اور سے نکاح نہ ہو اور وہ جماع نہ کرے۔ پھر اپنی مرضی سے نہ چھوڑے اور عدت نہ گزر جائے، اس وقت تک یہ مطلقہ اپنے پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہوتی۔

۱۰۹۷۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ، عَنِ الزَّبِيْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الزَّبِيْرِ، أَنَّ رِفَاعَةَ بْنَ سِمْوَالٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، تَمِيْمَةَ بِنْتَ وَهْبٍ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا۔ فَنَكَحَتْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزَّبِيْرِ۔ فَاعْتَرَضَ عَنْهَا۔ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَمَسَّهَا۔ فَفَارَقَهَا۔ فَأَرَادَ رِفَاعَةُ أَنْ يَنْكِحَهَا۔ وَهُوَ زَوْجُهَا الْأَوَّلُ الَّذِيْ كَانَ طَلَّقَهَا۔ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَنَهَاهُ عَنْ تَزْوِيْجِهَا۔ وَقَالَ "لَا تَحِلُّ لَكَ حَتّٰى تَذُوْقَ الْعُسَيْلَةَ۔"

ترجمہ: رفاعہ بن سموالؓ نے اپنی بیوی تمیمہ بنتِ وہب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں طلاق ثلاثہ دی تو اس نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کر لیا۔ پس کسی عارضے کے سبب سے وہ اسے مس نہ کر سکا، اور اُسے جُدا کر دیا۔ پھر رفاعہؓ نے اس سے نکاح کرنا چاہا اور وہ اس کا پہلا خاوند تھا، جس نے کہ اُسے طلاق دی تھی۔ پس اس نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیان کی تو حضورؐ نے اسے اس کے نکاح سے منع فرمایا اور کہا کہ وہ تیرے لئے حلال نہیں، جب تک کہ دوسرے کا مزا نہ چکھ لے۔

شرح: طلاقِ ثلاثہ بیک وقت بیک لفظ تھی یا یکے بعد دیگرے، دونوں صورتوں میں سب کے نزدیک طلاق مؤثر ہے۔ بخاری کتاب الادب میں ہے کہ وہ عورت حضورؐ کے پاس شکایت لے کر گئی تھی کہ دوسرے خاوند کے پلّے میں کچھ نہیں، لہذا وہ پہلے

خاوند کی طرف رجوع کرنا چاہتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں، جب تک تم دونوں ایک دوسرے کا مزا نہ چکھ لو۔ ممکن ہے اس کے بعد عبدالرحمن نے خود ہی طلاق دے دی ہو، اور پہلے خاوند نے حضورؐ سے ذکر کیا ہو۔ جیسا کہ اس روایت میں ہے بہر صورت مسئلہ یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ کا مطلب حدیث نے یہ بیان کیا کہ دوسرا خاوند اس سے جماع کرے۔ پھر چاہے تو اپنی رضا سے اسے چھوڑ دے۔ اور عدت گزرنے پر وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی۔

۱۰۹۸۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهَا سُئِلَتْ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ الْبَتَّةَ. فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ رَجُلٌ اٰخَرُ. فَطَلَّقَهَا قَبْلَ اَنْ یَمَسَّهَا. هَلْ یَصْلُحُ لِزَوْجِهَا الْاَوَّلِ اَنْ یَتَزَوَّجَهَا؟ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَا. حَتّٰی یَذُوْقَ عُسَیْلَتَهَا.

ترجمہ: القاسم بن محمدؒ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ اُن سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ (مغلظہ) دے دی اور دوسرے شخص نے اس سے نکاح کر لیا۔ مگر پھر اسے مَس کرنے سے پہلے طلاق دے دی، تو اس سے پہلے خاوند کو اس سے نکاح کرنا جائز ہے؟ حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ نہیں، جب تک کہ وہ دوسرا مرد اس کا مزہ نہ چکھ لے۔ (یہی الفاظ رفاعہؓ کی بیوی کے متعلق بہت سی احادیث میں مرفوعاً مروی ہوئے ہیں۔)

۱۰۹۹۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ الْبَتَّةَ. ثُمَّ تَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ رَجُلٌ اٰخَرُ. فَمَاتَ عَنْهَا قَبْلَ اَنْ یَمَسَّهَا. هَلْ یَحِلُّ لِزَوْجِهَا الْاَوَّلِ اَنْ یُرَاجِعَهَا؟ فَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ: لَا یَحِلُّ لِزَوْجِهَا الْاَوَّلِ اَنْ یُرَاجِعَهَا.

قَالَ مَالِكٌ، فِی الْمُحَلِّلِ، اِنَّهُ لَا یُقِیْمُ عَلٰی نِكَاحِهِ ذٰلِكَ، حَتّٰی یَسْتَقْبِلَ نِكَاحًا جَدِیْدًا. فَاِنْ اَصَابَهَا فِیْ ذٰلِكَ، فَلَهَا مَهْرُهَا.

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ القاسمؒ بن محمد سے پوچھا گیا، ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دی۔ پھر اس کے بعد ایک اور مرد نے اس سے نکاح کر لیا اور اس سے جماع کرنے سے پیشتر ہی مر گیا، سو کیا اس صورت میں وہ عورت اپنے پہلے خاوند کی طرف واپس آسکتی ہے؟ القاسم بن محمدؒ نے کہا کہ اس کے پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں کہ اُسے واپس لے آئے (کیونکہ حلت کی شرط پوری نہیں ہوئی، یعنی دوسرے خاوند کا اس سے جماع کرنا۔) امام مالکؒ نے کہا کہ محلل اپنے نکاح پر قائم نہیں رہ سکتا، حتیٰ کہ وہ شرطِ تحلیل کے بغیر نیا نکاح کرے۔ اگر وہ اس فاسد نکاح میں اس عورت سے جماع کرے گا تو اس کا مہر دینا لازم ہوگا (اس جماع کے باعث)۔

۸۔ بَابُ مَا لَا يُجْمَعُ بَيْنَهُ مِنَ النِّسَاءِ

جن عورتوں کو جمع کرنا جائز نہیں

۱۱۰۰۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا، وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا۔"

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عورت اور اس کی پھوپھی کو جمع نہ کیا جائے نہ ہی اس کو اور اس کی خالہ کو جمع کیا جائے۔ (موطائے امام محمد میں یہ حدیث باب لَا يَجْمَعُ الرَّجُلُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا الخ میں مروی ہے)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی ابوحنیفہؒ اور عام فقہا کا قول ہے۔

۱۱۰۱۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: يُنْهَى أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا، أَوْ عَلَى خَالَتِهَا۔ وَأَنْ يَطَأَ الرَّجُلُ وَلِيدَةً۔ وَفِي بَطْنِهَا جَنِينٌ لِغَيْرِهِ۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ کہتے تھے، عورت کی پھوپھی یا اس کی خالہ پر اس کے نکاح سے روکا جائے اور اس سے منع کیا جائے کہ مرد ایک لونڈی سے وطی کرے جس کے پیٹ میں کسی اور کا بچہ ہے۔ (یہ اثر بھی موطائے امام محمد کے مذکورہ باب میں مروی ہے۔)

شرح: امام محمد بن الحسنؒ نے فرمایا کہ ہم اس کو اختیار کرتے ہیں اور یہی قول ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا ہے۔

۹۔ بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنْ نِكَاحِ الرَّجُلِ أُمَّ امْرَأَتِهِ

ساس کے ساتھ نکاح کی حرمت کا باب

۱۱۰۲۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ قَالَ: سُئِلَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً، ثُمَّ فَارَقَهَا قَبْلَ أَنْ يُصِيبَهَا۔ هَلْ تَحِلُّ لَهُ أُمُّهَا؟ فَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: لَا، الْأُمُّ مُبْهَمَةٌ۔ لَيْسَ فِيهَا شَرْطٌ۔ وَإِنَّمَا الشَّرْطُ فِي الرَّبَائِبِ۔

ترجمہ: زید بن ثابتؓ سے اس مرد کے متعلق پوچھا گیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اسے جماع کرنے سے پہلے چھوڑ دیا۔ تو کیا اس کے لئے اس عورت کی ماں حلال ہے؟ زید بن ثابتؓ نے کہا کہ نہیں۔ کیونکہ ساس کے نکاح کی حرمت غیر مشروط آئی ہے۔ اور بے پالک لڑکیوں میں شرط ہے۔

شرح: قرآن کا ارشاد ہے وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ الخ پس جس عورت سے خلوت ہوگئی، اس کی پہلے خاوند سے اولاد اس مرد پر حرام ٹھہری۔ مگر ساس کی حرمت کی یہ شرط نہیں بیان کی گئی۔ اور وہ مطلقاً حرام ہوگئی۔

۱۱۰۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ اسْتُفْتِيَ وَهُوَ بِالْكُوفَةِ عَنْ نِكَاحِ الْأُمِّ بَعْدَ الْابْنَةِ، إِذَا لَمْ تَكُنِ الْابْنَةُ مُسَّتْ. فَأَرْخَصَ فِي ذٰلِكَ. ثُمَّ إِنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ قَدِمَ الْمَدِينَةَ. فَسَأَلَ عَنْ ذٰلِكَ، فَأُخْبِرَ أَنَّهُ لَيْسَ كَمَا قَالَ. وَإِنَّمَا الشَّرْطُ فِي الرَّبَائِبِ. فَرَجَعَ ابْنُ مَسْعُودٍ إِلَى الْكُوفَةِ. فَلَمْ يَصِلْ إِلَى مَنْزِلِهِ، حَتّٰى أَتَى الرَّجُلَ الَّذِي أَفْتَاهُ بِذٰلِكَ. فَأَمَرَهُ أَنْ يُفَارِقَ امْرَأَتَهُ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ تَكُونُ تَحْتَهُ الْمَرْأَةُ، ثُمَّ يَنْكِحُ أُمَّهَا فَيُصِيبُهَا: إِنَّهَا تَحْرُمُ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ. وَيُفَارِقُهُمَا جَمِيعًا. وَيَحْرُمَانِ عَلَيْهِ أَبَدًا. إِذَا كَانَ قَدْ أَصَابَ الْأُمَّ. فَإِنْ لَمْ يُصِبِ الْأُمَّ، لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ، وَفَارَقَ الْأُمَّ۔

وَقَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ، ثُمَّ يَنْكِحُ أُمَّهَا فَيُصِيبُهَا: إِنَّهُ لَا تَحِلُّ لَهُ أُمُّهَا أَبَدًا. وَلَا تَحِلُّ لِأَبِيهِ، وَلَا لِابْنِهِ. وَلَا تَحِلُّ لَهُ ابْنَتُهَا، وَتَحْرُمُ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: فَأَمَّا الزِّنَا فَإِنَّهُ لَا يُحَرِّمُ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ۔ لِأَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ۔ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ۔ فَإِنَّمَا حَرَّمَ مَا كَانَ تَزْوِيجًا، وَلَمْ يَذْكُرْ تَحْرِيمَ الزِّنَا. فَكُلُّ تَزْوِيجٍ كَانَ عَلٰى وَجْهِ الْحَلَالِ يُصِيبُ صَاحِبُهُ امْرَأَتَهُ، فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ التَّزْوِيجِ الْحَلَالِ۔

فَهٰذَا الَّذِي سَمِعْتُ۔ وَالَّذِي عَلَيْهِ أَمْرُ النَّاسِ عِنْدَنَا۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے کوفہ میں فتویٰ پوچھا گیا کہ لڑکی سے نکاح کیا گیا ہوا اور اس سے جماع نہ ہوا ہو تو آیا اس کی ماں سے نکاح ہوسکتا ہے۔ پس ابن مسعودؓ نے اس میں رخصت دی۔ پھر ابن مسعودؓ مدینہ آئے اور اس کے متعلق پوچھا تو انہیں بتایا گیا کہ مسئلہ وہ نہیں جو انہوں نے بتایا ہے۔ اور دخول کی شرط ربائب میں ہے۔ پس ابن مسعودؓ کوفہ واپس گئے اور اپنے گھر جانے سے پہلے اس آدمی کے پاس گئے جس کو کہ فتویٰ دیا تھا اور اسے حکم دیا کہ اپنی عورت کو الگ کردے۔

شرح: بیوی کے پہلے خاوند سے جو لڑکیاں ہوں وہ ربائب (جمع ربیبہ) ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حرمت کی شرط یہ لگائی

ہے کہ اگر ان کی ماں کے ساتھ خلوت ہوگئی تو وہ حرام ہیں ورنہ نہیں لیکن ساس کے متعلق یہ شرط نہیں۔ وہ محض کسی عورت سے نکاح سے ہی حرام ہو جاتی ہے۔ وَاُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ کا لفظ غیر مشروط ہے۔

مالک نے کہا کہ ایک شخص نکاح میں جو عورت ہو، پھر وہ اس کی ماں سے نکاح کرلے اور اس سے جماع کرلے تو اس کی بیوی بھی اس پر حرام ہو جاتی ہے اور وہ دونوں کو الگ کر دے اور وہ ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہوگئیں، جبکہ اس نے ماں سے جماع کرلیا اور اگر ان میں سے ماں سے جماع نہیں کیا تو اس پر اس کی عورت حرام نہیں ہوئی اور اس کی ماں کو الگ کردے۔ (کیونکہ ماں بیٹی ایک شخص کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں)

مالک نے کہا کہ ایک مرد ایک عورت سے نکاح کرے۔ پھر اس کی ماں سے نکاح کرے اور اس سے خلوت بھی کرلے تو بیوی کی ماں اس پر کبھی حلال نہیں ہو سکتی۔ اور نہ اس کے بیٹے کے لئے اور نہ اس کے باپ کے لئے۔ اور اس کی بیٹی اس کے لئے حلال نہ رہی لہٰذا اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی۔

مالکؒ نے کہا کہ زنا ان میں سے کسی چیز کو حرام نہیں کرتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "اور تمہاری عورتوں کی مائیں" اور ان کو حرام فرمایا جو نکاح کے باعث ہوں اور زنا کے باعث تحریم کا ذکر نہیں کیا پس ہر وہ نکاح جو حلال طریقے کے ساتھ ہوا اور مرد اپنی بیوی سے خلوت کرے۔ پس وہ تزویج حلال کے طور پر ہے۔ پس یہی ہے جو میں نے سُنا ہے اور جس پر ہمارے نزدیک مدینہ میں عملدر آمد ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ، عطاءؒ شعبیؒ، ثوریؒ اور احمدؒ بن حنبل کے نزدیک زنا کے باعث بھی حرمت کے مسائل اسی طرح پھیلتے ہیں جس طرح کہ صحیح نکاح کے جماع سے پھیلتے ہیں۔ زرقانیؒ نے امام محمدؒ کا مسلک اس مقام پر صحیح نہیں بتایا۔ الموفق نے کہا کہ وطی حرام بھی اسی طرح حرمت پیدا کرتی ہے جس طرح وطی حلال کرتی ہے یعنی اس کے ساتھ حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔)

۱۰۔ بَابُ نِكَاحِ الرَّجُلِ اُمَّ امْرَاَةٍ قَدْ اَصَابَهَا عَلٰى وَجْهِ مَا يُكْرَهُ

جس عورت کے ساتھ بدکاری کی اس کی ماں سے نکاح کا باب

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَزْنِي بِالْمَرْاَةِ فَيُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ فِيهَا. اِنَّهُ يَنْكِحُ ابْنَتَهَا. وَيَنْكِحُهَا ابْنُهُ اِنْ شَاءَ. وَذٰلِكَ اَنَّهُ اَصَابَهَا حَرَامًا. وَاِنَّمَا الَّذِي حَرَّمَ اللّٰهُ، مَا اُصِيبَ بِالْحَلَالِ اَوْ عَلٰى وَجْهِ الشُّبْهَةِ بِالنِّكَاحِ. قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى۔ وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَاۗؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ ـ

قَالَ مَالِكٌ: فَلَوْ اَنَّ رَجُلًا نَكَحَ امْرَاَةً فِي عِدَّتِهَا نِكَاحًا حَلَالًا. فَاَصَابَهَا. حَرُمَتْ عَلَى ابْنِهِ اَنْ يَتَزَوَّجَهَا. وَذٰلِكَ اَنَّ اَبَاهُ نَكَحَهَا عَلٰى وَجْهِ الْحَلَالِ، لَا يُقَامُ عَلَيْهِ فِيهِ الْحَدُّ. وَيُلْحَقُ بِهِ الْوَلَدُ الَّذِي يُولَدُ فِيهِ، بِاَبِيهِ. وَكَمَا حَرُمَتْ عَلَى ابْنِهِ اَنْ يَتَزَوَّجَهَا، حِينَ تَزَوَّجَهَا اَبُوهُ فِي عِدَّتِهَا وَاَصَابَهَا، فَكَذٰلِكَ يَحْرُمُ عَلَى الْاَبِ ابْنَتُهَا اِذَا هُوَ اَصَابَ اُمَّهَا۔

ایضاً۔ ترجمہ: مالکؒ نے اس شخص کے بارے میں کہا جو ایک عورت سے زنا کرے اور اس پر اس بدکاری کی حد قائم کر دی جائے تو وہ اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے اور اگر اس کا بیٹا چاہے تو اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے اور یہ اس لئے کہ اس نے اس عورت کے ساتھ فعل حرام کیا اور اللہ تعالیٰ نے صرف وہ رشتے حرام کئے ہیں جو حلال طریقے سے قائم ہوں یا نکاح کے شبہے سے قائم ہوں۔ مالکؒ نے کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے، جن عورتوں سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا تم ان سے نکاح مت کرو۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر کوئی آدمی ایک عورت کی عدت میں اس سے حلال طریقے کے ساتھ نکاح کرے اور اسے تنہائی میں مل لے تو اس کا نکاح اس کے بیٹے پر حرام ہو گیا۔ اور یہ اس لئے کہ اس کے باپ نے حلال طریقے سے اس کے ساتھ نکاح کیا۔ اس میں اس پر حد قائم نہیں کی جا سکتی۔ اور جو لڑکا اس نکاح سے ہو اس کو اس کے والد سے ملایا جاتا ہے۔ اور جس طرح اس کے بیٹے پر حرام ہے کہ وہ اس عورت کے ساتھ نکاح کرے، جب کہ اس کی عدت میں اس کے باپ نے اس سے نکاح کیا اور اس سے جماع کر لیا۔ اسی طرح باپ پر اس عورت کی بیٹی حرام ہو گئی جب کہ اس نے اس کی ماں سے جماع کر لیا۔

شرح: اس مسئلے میں مالکیہ نے مؤطا کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ ورنہ مدونہ کی روایت اس کے خلاف ہے۔ قاضی ابوالولید باجی نے شرح مؤطا میں اس کی صراحت کی ہے۔ المونق اور الدردیر نے کہا ہے کہ عامۃ فقہاء کا مذہب یہی ہے کہ جس شخص نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا اور اس سے بیٹی پیدا ہوئی تو وہ لڑکی اس زانی کے اصول و فروع پر حرام ہے اور اس طرح دیگر رشتے بھی۔ اس میں مالک اور شافعی رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔ زنا کی اولاد جب اس شخص کے پانی سے پیدا ہوئی تو اس کی حقیقت یہ کہنے سے تو بدل نہیں سکتی کہ یہ حلال کی پیداوار نہیں۔ بہرحال وہ ہے تو اسی کی اولاد۔

۱۱۔ بَابُ جَامِعِ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ النِّكَاحِ

ناجائز نکاحوں کے مسائل کا باب

۱۱۰۴۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ۔ وَالشِّغَارُ أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ، عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ الْآخَرُ ابْنَتَهُ. لَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا۔ اور شغار یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی بیٹی کا نکاح کر دے اس شرط پر کہ دوسرا اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دے۔ اور ان دونوں کے درمیان مہر کوئی نہ ہو۔

شرح: امام محمدؒ نے مؤطا میں یہ حدیث بَابُ نِكَاحِ الشِّغَارِ میں روایت کی ہے۔ اور کہا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ کسی عورت کا محض نکاح اس کا حق مہر نہیں ہوتا۔ پس جب اس شرط پر اس سے نکاح کیا کہ اس کا مہر یہ ہے کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح اس کے ساتھ کرے۔ تو نکاح تو جائز ہوگیا اور ایسی عورت کو مہر مثل ملے گا جو اس کی رشتہ دار عورتوں جتنا ہو گا۔ نہ اس سے کم نہ زیادہ۔ اور یہی قول ابو حنیفہؒ کا اور ہمارے عام فقہاء کا ہے۔

اس حدیث میں شغار کی جو تعریف کی گئی ہے یہ صاحب المحلّی کے نزدیک بقول خطیب بغدادی امام مالکؒ کی بیان کردہ تعریف ہے چنانچہ مسند احمد کے مطابق عبدالرحمٰن بن المہدی اور القعنبی ہر دو نے اس کی تصریح کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ حسب بیان یحییٰ القطانؒ یہ نافع کی تفسیر ہے۔ جیسا کہ بخاری کی کتاب الحیل میں ہے۔ مگر بعض علماء مثلاً الباجی کے نزدیک یہ تفسیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔ اس مسئلہ میں امام محمدؒ نے جو کچھ کہا ہے، یہی زہریؒ، مکحولؒ، سفیان ثوریؒ اور لیثؒ کا قول ہے۔ احمدؒ، اسحاقؒ اور ابو ثورؒ سے بھی یہی مروی ہوا ہے۔

۵۰۱۱۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمُجَمِّعٍ ابْنَيْ يَزِيدَ بْنِ جَارِيَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِدَامٍ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ، فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ. فَأَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَرَدَّ نِكَاحَهُ۔

ترجمہ: عبدالرحمٰن اور مجمّع جو دونوں یزید بن جاریۃ الانصاری کے بیٹے تھے۔ انہوں نے خنساء بنت خدامؓ سے روایت کی کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کیا جب کہ وہ ثیّب تھی۔ پس خنساءؓ نے یہ نکاح ناپسند کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو آپ نے اس کے باپ کا کیا ہوا نکاح رد کر دیا۔ (امام محمدؒ نے اسے بَابُ الثَّيِّبِ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا میں روایت کیا ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ثیّب اور بالغ دوشیزہ کا نکاح ان کی رضا کے بغیر جائز نہیں۔ دوشیزہ کا اذن تو اس کی خاموشی ہے۔ اور ثیّب کا اذن اس کی زبان سے رضا کا اظہار ہے۔ نکاح کرنے والا ولی باپ ہو یا کوئی اور ہو۔ اور یہی قول ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہاء کا ہے۔

۱۱۰۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أُتِيَ بِنِكَاحٍ لَمْ يَشْهَدْ عَلَيْهِ إِلَّا رَجُلٌ وَامْرَأَةٌ. فَقَالَ هٰذَا نِكَاحُ السِّرِّ. وَلَا أُجِيزُهُ. وَلَوْ كُنْتُ تَقَدَّمْتُ فِيهِ لَرَجَمْتُ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس ایک نکاح کا مقدمہ لایا گیا جس کا گواہ ایک مرد اور ایک عورت تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ پوشیدہ نکاح ہے اور میں اسے جائز نہیں رکھتا۔ اور اگر میں اس معاملے میں آگے بڑھتا تو رجم کرتا۔

شرح: مؤطا امام محمدؒ کے بَابُ نِكَاحِ السِّرِّ میں یہ اثر مروی ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اخذ کرتے ہیں۔ کیونکہ نکاح دو گواہوں سے کم کے ساتھ جائز نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نکاح جو رد کیا تھا اس کے گواہ صرف ایک مرد اور ایک عورت تھی۔ پس شہادت کا نصاب پورا نہ ہونے کے باعث یہ پوشیدہ نکاح تھا۔ اگر دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے ساتھ شہادت مکمل ہوتی تو اگرچہ پوشیدہ ہوتا مگر تاہم جائز ہوتا۔ پوشیدہ نکاح صرف اس وقت فاسد ہوتا ہے جب کہ گواہوں کے بغیر ہو۔ مگر جب شہادت مکمل ہو گئی تو لوگوں نے گو اسے پوشیدہ رکھا، پھر بھی وہ علانیہ نکاح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح

میں اللہ فرقت میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کو جائز قرار دیا تھا۔ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ اور یہی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا قول ہے اور حضرت عمرؓ کے آخری قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں نے پہلے اس کا اعلان کر دیا ہوتا اور پھر کوئی اس کی خلاف ورزی کرتا تو میں اسے رجم کرتا یعنی اس قسم کا نکاح کرنے والا مرد یا عورت یا ہر دو اگر محصن ہوتے تو میں انہیں زنا کی سزا دیتا۔

۱۱۰۷- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ۔ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ طُلَيْحَةَ الْأَسَدِيَّةَ۔ كَانَتْ تَحْتَ رُشَيْدٍ الثَّقَفِيِّ فَطَلَّقَهَا۔ فَنَكَحَتْ فِي عِدَّتِهَا فَضَرَبَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔ وَضَرَبَ زَوْجَهَا بِالْمِخْفَقَةِ ضَرَبَاتٍ۔ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا۔ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ فِي عِدَّتِهَا۔ فَإِنْ كَانَ زَوْجُهَا الَّذِي تَزَوَّجَهَا لَمْ يَدْخُلْ بِهَا، فُرِّقَ بَيْنَهُمَا۔ ثُمَّ اعْتَدَّتْ بَقِيَّةَ عِدَّتِهَا مِنْ زَوْجِهَا الْأَوَّلِ۔ ثُمَّ كَانَ الْآخَرُ خَاطِبًا مِنَ الْخُطَّابِ۔ وَإِنْ كَانَ دَخَلَ بِهَا، فُرِّقَ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ اعْتَدَّتْ بَقِيَّةَ عِدَّتِهَا مِنَ الْأَوَّلِ۔ ثُمَّ اعْتَدَّتْ مِنَ الْآخَرِ۔ ثُمَّ لَا يَجْتَمِعَانِ أَبَدًا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَلَهَا مَهْرُهَا بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي الْمَرْأَةِ الْحُرَّةِ، يُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا، فَتَعْتَدُّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا: إِنَّهَا لَا تَنْكِحُ إِنِ ارْتَابَتْ مِنْ حَيْضَتِهَا، حَتَّى تَسْتَبْرِئَ نَفْسَهَا مِنْ تِلْكَ الرِّيبَةِ، إِذَا خَافَتِ الْحَمْلَ۔

ترجمہ: سعید بن المسیب اور سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ طلیحہ الاسدیہ رُشید ثقفی کے نکاح میں تھی۔ پس اس نے اسے طلاق دے دی اور طلیحہ نے اپنی عدت کے اندر ہی نکاح کر لیا۔ پس حضرت عمر بن الخطابؓ نے اس عورت کو اور اس کے اس دوسرے خاوند کو دُرّے کے ساتھ کئی ضربیں لگائیں اور ان دونوں میں تفریق کر دی۔ پھر حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ جو عورت اپنی عدت میں نکاح کرے تو اگر اس خاوند نے ابھی اس کے ساتھ مقاربت نہیں کی تو ان میں تفریق کی جائے اور وہ عورت اپنے پہلے خاوند کی طلاق کی باقی عدت گزارے۔ عدت گزر جانے کے بعد جس طرح اور پیغام دینے والے ہوں گے اسی طرح یہ دوسرا شخص بھی ہوگا۔ اور اگر یہ شخص اس عورت کے ساتھ مقاربت کر چکا ہو تو ان میں تفریق کی جائے گی۔ پھر وہ پہلے خاوند کی بقیہ عدت گزارے گی۔ پھر وہ اس دوسرے کی پوری عدت گزارے گی اور یہ عورت اور یہ دوسرا نکاح کنندہ کبھی نہیں مل سکیں گے۔

سعید بن المسیبؒ نے کہا کہ اس عورت کو اس کا مہر ملے گا۔ کیونکہ اس دوسرے نے اس کی عزت کو حلال کیا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک پہلے طلاق دہندہ اور دوسرے تفریق کنندہ ہر دو کی عدت میں تداخل ہو جائے گا۔ یعنی پہلے کی بقیہ عدت کے ساتھ ساتھ دوسرے کی بھی اتنی عدت گزر جائے گی۔ یہ مذہب حنفیہ کے علاوہ مالکؒ کی ایک روایت ہیں، اور ثوریؒ اور اوزاعیؒ کا بھی ہے اور

ابراہیم نخعیؒ کا قول ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے اس اثر کو بَابُ الْمَرْأَةِ تَزَوَّجَ فِي عِدَّتِهَا میں الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور اس پر یہ نوٹ لکھا ہے کہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ عمر بن الخطابؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسئلہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ علیؓ کا قول اس میں یہ تھا کہ دوسرے شخص نے چونکہ اس عورت کی شرم گاہ کو حلال کیا ہے۔ لہذا اسے حق مہر ملے گا۔ پھر جب پہلے خاوند کی عدت گزر جائے گی تو دوسرا شخص چاہے تو اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ پس عمرؓ نے علیؓ کے قول کی طرف رجوع کر لیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ امام محمدؒ نے کہا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی ابو حنیفہؒ اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے۔)

ایضاً ترجمہ: مالک نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک امر معمول یہ ہے کہ جس آزاد عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ چار ماہ دس دن کی عدت گزار چکے تو اسے حیض کے متعلق شک ہو تو وہ نکاح نہ کرے۔ حتیٰ کہ اس شک سے اس کا دل بری نہ ہو جائے۔ جب کہ اسے حمل کا خوف ہو۔ (جمہور فقہائے امصار کا مذہب یہ ہے کہ چار ماہ دس دن گزر جانے پر بھی اگر حمل ظاہر نہ ہو تو اس کی عدت وفات گزر چکی اور اب وہ نکاح کر سکتی ہے۔ ابو حنیفہ، شافعی اور ثوری رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔)

۱۲- بَابُ نِكَاحِ الْأَمَةِ عَلَى الْحُرَّةِ

آزاد عورت پر لونڈی کا نکاح

حنفی فقہا کا اس مسئلہ میں باہم اختلاف ہے کہ آزاد عورت کی استطاعت ہوتے ہوئے آیا لونڈی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ عام حنفی فقہا نے اسے مکروہ کہا ہے۔ مگر محقق ابن الہمامؒ نے اسے مطلقاً جائز کہا ہے۔ جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔ ایک یہ کہ آزاد عورت کی استطاعت نہ ہو اور دوسری یہ کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو۔

۱۱۰۸- حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، سُئِلَا عَنْ رَجُلٍ كَانَتْ تَحْتَهُ امْرَأَةٌ حُرَّةٌ. فَأَرَادَ أَنْ يَنْكِحَ أَمَةً. فَكَرِهَا أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَهُمَا.

ترجمہ: مالک کو خبر پہنچی ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ جس شخص کے گھر میں آزاد عورت موجود ہو، کیا وہ اس پر لونڈی سے نکاح کر سکتا ہے؟ تو ان دونوں نے اسے ناپسند کیا۔ (قاضی ابو الولید الباجی نے لکھا ہے کہ مالک کے نزدیک یہ صورت جائز ہے۔ قاضی ابن رُشد مالکی نے کہا کہ مشہور یہی ہے کہ یہ صورت غیر مشروط طور پر جائز ہے۔ گو اولیٰ یہی ہے کہ ایسا نہ کیا جائے۔)

۱۱۰۹- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: لَا تُنْكَحُ الْأَمَةُ عَلَى الْحُرَّةِ إِلَّا أَنْ تَشَاءَ الْحُرَّةُ. فَإِنْ طَاعَتِ الْحُرَّةُ، فَلَهَا الثُّلُثَانِ مِنَ الْقَسْمِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا يَنْبَغِي لِحُرٍّ أَنْ يَتَزَوَّجَ أَمَةً، وَهُوَ يَجِدُ طَوْلًا لِحُرَّةٍ. وَلَا يَتَزَوَّجَ أَمَةً إِذَا

لَمْ یَجِدْ طَوْلًا لِحُرَّۃٍ، إِلَّا اَنْ یَخْشَی الْعَنَتَ۔ وَذٰلِکَ اَنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی قَالَ فِیْ کِتَابِہٖ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْکُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْکِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِمَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِنْ فَتَیَاتِکُمُ الْمُؤْمِنَاتِ۔ وَقَالَ۔ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ مِنْکُمْ۔

قَالَ مَالِکٌ: وَالْعَنَتُ هُوَ الزِّنَا۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ کہتے تھے کہ آزاد عورت پر لونڈی کا نکاح نہ کیا جائے مگر یہ کہ آزاد چاہے۔ اس کی رضا مندی کی صورت میں ⅔ تقسیم اُس کی اور ⅓ لونڈی کی ہوگی۔ (امام مالکؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ تقسیم میں مساوات ہوگی اور یہی ربیعہؒ کا مذہب ہے۔ مگر اول الذکر نظر پر ہی حنفیہ نے بھی اپنے مسلک کی بنیاد رکھی ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ آزاد مرد کے لئے جائز نہیں کہ آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی استطاعت کے ہوتے ہوئے لونڈی کے ساتھ نکاح کرے۔ اور اگر وہ آزاد عورت کی استطاعت نہیں رکھتا، تب بھی لونڈی کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہ کرے جب تک کہ اسے عدم نکاح کی صورت میں بُرائی میں پڑنے کا خوف نہ ہو۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے، تم میں سے جس شخص کے پاس اتنی مالی استطاعت نہ ہو کہ مومن آزاد عورتوں سے نکاح کرے تو ان لونڈیوں سے نکاح کرے، جو مومن ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ اس کے لئے ہے، جسے تم میں سے بُرائی میں پڑنے کا اندیشہ ہو۔ امام مالکؒ نے کہا کہ آیت کے لفظ اَلْعَنَتَ کا مطلب زنا ہی ہے۔ (اور یہ اشارہ گزر چکا ہے کہ امام مالکؒ کا قول اس مسئلہ میں مختلف ہوا ہے۔ کیونکہ طول کا معنیٰ ان کے نزدیک کئی طرح پر ہے۔)

۱۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِی الرَّجُلِ یَمْلِکُ امْرَاَتَہٗ وَقَدْ کَانَتْ تَحْتَہٗ فَفَارَقَهَا

جو آدمی اپنی مطلقہ عورت کا مالک ہو جائے اس کا بیان

۱۱۱۰۔ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِکٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ، اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ، فِی الرَّجُلِ یُطَلِّقُ الْاَمَۃَ ثَلَاثًا ثُمَّ یَشْتَرِیْهَا، اِنَّہٗ لَا تَحِلُّ لَہٗ، حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ۔

ترجمہ: زید بن ثابتؓ کہتے تھے کہ جو آدمی لونڈی کو ثلاثہ طلاق دے دے، پھر اسے خرید لے تو وہ اس وقت تک اس کے لئے حلال نہ ہوگی، جب تک کسی اور سے نکاح نہ کرے۔ (امام محمدؒ نے اسے بَابُ الرَّجُلِ یَکُوْنُ تَحْتَہٗ اَمَۃٌ فَیُطَلِّقُهَا ثُمَّ یَشْتَرِیْهَا میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی ہمارا مسلک ہے۔ اور ابو حنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا اسی پر ہیں۔) زرقانیؒ نے کہا ہے کہ یہی مذہب جمہور کا اور ائمہ اربعہؒ کا ہے۔)

۱۱۱۱۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِکٍ، اَنَّہٗ بَلَغَہٗ اَنَّ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ، وَسُلَیْمَانَ بْنَ یَسَارٍ، سُئِلَا عَنْ

رَجُلٍ زَوَّجَ عَبْدًا لَهُ جَارِيَةً، فَطَلَّقَهَا الْعَبْدُ الْبَتَّةَ، ثُمَّ وَهَبَهَا سَيِّدُهُ لَهُ. هَلْ تَحِلُّ لَهُ بِمِلْكِ الْيَمِينِ؟ فَقَالَا: لَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ سعید بن المسیبؒ اور سلیمان بیسارؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو اپنی ایک لونڈی نکاح میں دے دی۔ مگر غلام نے اسے مغلظہ طلاق دے دی۔ پھر آقا نے وہ لونڈی اسے ہبہ کر دی۔ سو کیا اب یہ لونڈی ملک یمین کے باعث اس کے لئے حلال ہے؟ دونوں نے کہا کہ نہیں، حتیٰ کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے۔ (یہ مسئلہ اجماعی ہے۔)

۱۱۱۲- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ رَجُلٍ كَانَتْ تَحْتَهُ أَمَةٌ مَمْلُوكَةٌ فَاشْتَرَاهَا وَقَدْ كَانَ طَلَّقَهَا وَاحِدَةً. فَقَالَ: تَحِلُّ لَهُ بِمِلْكِ يَمِينِهِ مَا لَمْ يَبُتَّ طَلَاقَهَا. فَإِنْ بَتَّ طَلَاقَهَا، فَلَا تَحِلُّ لَهُ بِمِلْكِ يَمِينِهِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.

قَالَ مَالِكٌ: فِي الرَّجُلِ يَنْكِحُ الْأَمَةَ فَتَلِدُ مِنْهُ ثُمَّ يَبْتَاعُهَا، إِنَّهَا لَا تَكُونُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ بِذٰلِكَ الْوَلَدِ الَّذِي وَلَدَتْ مِنْهُ، وَهِيَ لِغَيْرِهِ. حَتَّى تَلِدَ مِنْهُ، وَهِيَ فِي مِلْكِهِ. بَعْدَ ابْتِيَاعِهِ إِيَّاهَا.

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنِ اشْتَرَاهَا وَهِيَ حَامِلٌ مِنْهُ، ثُمَّ وَضَعَتْ عِنْدَهُ، كَانَتْ أُمَّ وَلَدِهِ بِذٰلِكَ الْحَمْلِ، فِيمَا نُرَى، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ: مالکؒ نے ابن شہابؒ سے اس شخص کے متعلق پوچھا جس کے پاس ایک کسی اور کی مملوکہ لونڈی تھی تو اس نے اُسے خرید لیا۔ حالانکہ وہ پہلے اسے ایک طلاق دے چکا تھا۔ پس ابن شہابؒ نے کہا کہ وہ اس کے لئے ملک یمین کی بدولت حلال ہے۔ جب تک کہ اسے طلاق مغلظہ نہ دے چکا ہو۔ اگر اسے طلاق مغلظہ دے دی تھی تو ملک یمین کے ساتھ اس کے لئے حلال نہیں، جب تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے۔ (یہ مسئلہ واضح ہے۔ اُوپر کے دو آثار بھی دیکھئے۔)

امام مالکؒ نے اس مرد کے متعلق کہا کہ جو کسی لونڈی کے ساتھ نکاح کرے۔ اور وہ اس سے اولاد جنے، پھر اسے خریدے تو وہ اس لڑکے کے باعث جو وہ اس سے جن چکی ہے۔ اس کی اُمّ ولد نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس وقت وہ کسی اور کے ملک تھی۔ اسے خریدنے کے بعد اس کے ملک میں جو اولاد ہوگی، اس کے باعث یہ اس کی اُمّ ولد ہو سکتی ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر یہ مرد اُسے اس حالت میں خریدے کہ اس کے پیٹ میں اس کا بچہ ہو۔ پھر وہ اس کے پاس وہ بچہ جنے تو اس حمل کے باعث وہ اُمّ ولد ہو جائے گی۔ ہماری رائے یہی ہے۔ واللہ اعلم۔ (لیث کی یہی رائے ہے مگر شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک وہ لونڈی اس کی اُمّ ولد نہیں ہو سکتی۔ حتیٰ کہ اس کے ملک میں اس سے حاملہ ہو۔ ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب نے کہا کہ اس بچے کی پیدائش کے بعد اگر وہ شخص اس لونڈی کا مالک بن گیا تو وہ اس کی اُمّ ولد ہو جائے گی۔)

۱۴۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ إِصَابَةِ الْأُخْتَيْنِ بِمِلْكِ الْيَمِينِ، وَالْمَرْأَةِ وَابْنَتِهَا

ملک یمین کے باعث دو بہنوں کے ساتھ خلوت کی کراہت الخ

۱۱۱۳۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سُئِلَ عَنِ الْمَرْأَةِ وَابْنَتِهَا، مِنْ مِلْكِ الْيَمِينِ۔ تُوطَأُ إِحْدَاهُمَا بَعْدَ الْأُخْرَى۔ فَقَالَ عُمَرُ: مَا أُحِبُّ أَنْ أَخْبُرَهُمَا جَمِيعًا۔ وَنَهَى عَنْ ذٰلِكَ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ماں بیٹی اگر کسی کی ملک میں ہوں تو کیا یکے بعد دیگرے ان سے خلوت جائز ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں ان دونوں کو جائز ٹھیرانا نہیں چاہتا۔ اور اس سے منع کر دیا۔

شرح: حضرت عمرؓ کے علاوہ اور کئی جلیل القدر اصحاب کا یہی مسلک تھا۔ اور ائمہ فقہ میں سے مالکؒ، ابو حنیفہؒ، شافعیؒ، اوزاعیؒ، جابر بن زیدؒ اور طاؤسؒ کا یہی قول ہے اور احمدؒ سے بھی یہی ثابت ہوا ہے۔

۱۱۱۴۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ عَنِ الْأُخْتَيْنِ مِنْ مِلْكِ الْيَمِينِ، هَلْ يُجْمَعُ بَيْنَهُمَا؟ فَقَالَ عُثْمَانُ: أَحَلَّتْهُمَا آيَةٌ۔ وَحَرَّمَتْهُمَا آيَةٌ فَأَمَّا أَنَا فَلَا أُحِبُّ أَنْ أَصْنَعَ ذٰلِكَ۔

قَالَ فَخَرَجَ مِنْ عِنْدِهِ۔ فَلَقِيَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ لَوْ كَانَ لِي مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ، ثُمَّ وَجَدْتُ أَحَدًا فَعَلَ ذٰلِكَ، لَجَعَلْتُهُ نَكَالًا۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: أُرَاهُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ۔

ترجمہ: ایک مرد نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے پوچھا کہ جس شخص کی ملک یمین میں دو بہنیں ہوں۔ کیا وہ ان دونوں سے وطی کر سکتا ہے حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ ایک آیت نے اسے حلال کیا ہے (إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ الخ) اور ایک اور آیت نے انہیں حرام کیا ہے (وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ الخ) اور جہاں تک میرا سوال ہے میں ایسا کرنا نہیں چاہتا۔ راوی نے کہا کہ پھر وہ مرد وہاں سے نکلا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص کو ملا اور اس سے پوچھا۔ اس نے کہا کہ اگر حکومت کا معاملہ میرے ہاتھ ہو، پھر میں کسی کو ایسا کرتے پاؤں تو اسے عبرتناک سزا دوں۔ ابن شہابؒ نے کہا کہ میرے خیال میں یہ شخص علیؓ بن ابی طالب تھے۔ (حضرت ابن عباسؓ سے بھی اس مسئلے میں اسی قسم کا قول مروی ہے، جو حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ اور اصول کا قاعدہ یہ ہے کہ جب حلت و حرمت جمع ہو جائیں تو احتیاطاً حرمت کو ترجیح دیں گے۔)

۱۱۱۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ مِثْلُ ذٰلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْأَمَةِ تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ فَيُصِيبُهَا، ثُمَّ أَنْ يُصِيبَ أُخْتَهَا، إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لَهُ حَتَّى يُحَرِّمَ عَلَيْهِ فَرْجَ أُخْتِهَا. بِنِكَاحٍ، أَوْ عِتَاقَةٍ، أَوْ كِتَابَةٍ، أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ. يُزَوِّجُهَا عَبْدَهُ، أَوْ غَيْرَ عَبْدِهِ۔

ترجمہ: امام مالکؒ کو حضرت زبیر بن عوامؓ سے بھی اسی طرح کی بات پہنچی ہے۔ (یعنی وہ بھی علیؓ کی مانند اسے ناجائز کہتے تھے۔) امام مالکؒ نے کہا کہ اگر ایک لونڈی کسی مرد کے پاس ہو اور وہ اس سے جماع کرتا ہو پھر چاہے کہ اس کی بہن سے وطی کرے تو یہ اس کے لئے حلال نہیں۔ جب تک کہ اُس کی بہن کی شرم گاہ کو نکاح یا آزادی یا مکاتب کرنے اور اس کی مانند کسی چیز سے اپنے اوپر حرام نہ کر دے۔ یا اس کا نکاح اپنے غلام سے کر دے یا کسی اور سے کر دے، جو اس کا غلام نہ ہو۔

۱۵۔ بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَنْ يُصِيبَ الرَّجُلُ أَمَةً كَانَتْ لِأَبِيهِ

باپ کی لونڈی سے خلوت کی ممانعت

۱۱۱۶۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَهَبَ لِابْنِهِ جَارِيَةً - فَقَالَ: لَا تَمَسَّهَا. فَإِنِّي قَدْ كَشَفْتُهَا۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے اپنے بیٹے کو ایک لونڈی کا ہبہ کیا اور کہا، اسے ہاتھ مت لگانا کیونکہ میں نے اس کا جسم کھولا تھا۔ (یعنی اس سے وطی کی تھی یا اس کے ساتھ خلوت کی تھی۔)

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْمُجَبَّرِ، أَنَّهُ قَالَ، وَهَبَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ لِابْنِهِ جَارِيَةً. فَقَالَ: لَا تَقْرَبْهَا. فَإِنِّي قَدْ أَرَدْتُهَا، فَلَمْ أَنْشَطْ إِلَيْهَا۔

ایضاً ترجمہ: سالم بن عبداللہ نے اپنے بیٹے کو ایک لونڈی ہبہ کی اور کہا کہ اس کے قریب مت جانا کیونکہ میں نے اس سے وطی کرنا چاہی تھی۔ مگر ایسا کیا نہیں تھا۔ (یعنی گو خاص فعل نہ ہوا۔ مگر اس کے ساتھ معاملات رہ چکے ہیں۔)

۱۱۱۷۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ۔ أَنَّ أَبَا نَهْشَلِ بْنَ الْأَسْوَدِ، قَالَ لِلْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ: إِنِّي رَأَيْتُ جَارِيَةً لِي مُنْكَشِفًا عَنْهَا۔ وَهِيَ فِي الْقَمَرِ. فَجَلَسْتُ مِنْهَا مَجْلِسَ الرَّجُلِ مِنِ امْرَأَتِهِ۔ فَقَالَتْ: إِنِّي حَائِضٌ فَقُمْتُ. فَلَمْ أَقْرَبْهَا بَعْدُ۔ أَفَأَهَبُهَا لِابْنِي يَطَؤُهَا؟ فَنَهَاهُ الْقَاسِمُ عَنْ ذٰلِكَ۔

ترجمہ: ابونہشل بن الاسودؒ نے القاسم بن محمدؒ سے کہا کہ میں نے اپنی ایک لونڈی کو چاندنی رات میں کھلے جسم دیکھ لیا تھا پھر

میں اس پر اس طرح بیٹھ گیا جس طرح مرد اپنی عورت پر بیٹھتا ہے اور وہ بولی کہ میں حیض سے ہوں۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ جماع نہ کیا۔ پس کیا اب میں وہ لونڈی اپنے بیٹے کو دے سکتا ہوں کہ وہ اس کے ساتھ وطی کرے۔ القاسم نے اسے اس سے منع کیا۔

۱۱۱۸۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي عَبْلَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ، أَنَّهُ وَهَبَ لِصَاحِبٍ لَهُ جَارِيَةً. ثُمَّ سَأَلَهُ عَنْهَا. فَقَالَ: قَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَهَبَهَا لِابْنِي، فَيَفْعَلُ بِهَا كَذَا وَكَذَا. فَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: لَمَرْوَانُ كَانَ أَوْرَعَ مِنْكَ. وَهَبَ لِابْنِهِ جَارِيَةً. ثُمَّ قَالَ: لَا تَقْرَبْهَا. فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ سَاقَهَا مُنْكَشِفَةً.

ترجمہ: عبدالملک بن مروان نے اپنے ایک مصاحب کو ایک لونڈی ہبہ کی اور پھر اس کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ وہ لونڈی اپنے بیٹے کو ہبہ کردوں تاکہ وہ اس کے ساتھ یوں اور یوں (جماع) کرے۔ عبدالملک بولا کہ مروان تجھ سے زیادہ متقی تھا کہ اس نے اپنے بیٹے کو لونڈی بخشی اور کہا کہ اس کے قریب مت جانا۔ کیونکہ میں نے اس کی پنڈلی کو ننگا دیکھ لیا ہے۔ (یہ احتیاط پر مبنی تھا۔)

۱۶۔ بَابُ النَّهْيِ عَنْ نِكَاحِ إِمَاءِ أَهْلِ الْكِتَابِ

اہل کتاب کی لونڈیوں کے ساتھ نکاح کی ممانعت

اہل کتاب کی آزاد عورتوں کے ساتھ حسب قواعد شرح نکاح کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں۔ ابن عمرؓ سے اس کی ممانعت مروی ہے اس بنا پر کہ یہ لوگ از روئے قرآن مشرک ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ۔ پس اس آیت نے اس اجازت والی آیت کو منسوخ کر دیا ہے۔ لیکن یہ استدلال تام نہیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب اور مشرکوں کا ذکر بطور مقابلہ فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ الخ پس بطور امتیازی لقب کے مشرکوں کا لقب اور ہوا اور اہل کتاب کا اور ہوا۔ اس میں ایک بڑی دلچسپ بحث یہ بھی ہے کہ آیا موجودہ دور میں اکثر یہود و نصاریٰ اہل ہی بھی یا نہیں۔ کیونکہ اہل کتاب تو بنی اسرائیل تھے اور آج کل کے اکثر یہود و نصاریٰ (بالخصوص نصاریٰ) غیر بنی اسرائیل ہیں۔ سو اس حقیقت کے پیش نظر تو آج کل کے اہل کتاب بالخصوص عیسائی قطعی طور پر اہل کتاب نہیں ہیں۔ اور جب ایسا نہیں تو ان کی آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح جائز نہ ہوا۔ مصنف عبدالرزاق کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علی بن ابی طالبؓ سمیت کئی بزرگان سلف کا یہی موقف تھا۔ شاید اسی بنا پر اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو بالکل جائز نہیں سمجھتے۔ مگر اکثر صحابہ و تابعین اور اہل فقہ و ائمہ فتویٰ کا قول یہی ہے کہ جو لوگ کسی مذہب و ملت میں سے ہونے کا دعویٰ کریں، اسلامی شرع ان کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے انہیں ان کے دعویٰ کے مطابق ہی قرار دے گی۔ کیونکہ اگر زیادہ گہرائی میں اُترنے کی کوشش کی جائے تو سابق انبیاء علیہم السلام کی تعلیم باقی نہیں رہی اور ان کی کتابیں محرف ہوچکی ہیں، جیسا کہ قرآن اس پر گواہ ہے۔ سو اس کے پیش نظر تو کوئی یہودی یہودی نہیں اور کوئی عیسائی عیسائی نہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدینؓ نے ان لوگوں کو قانونی سلوک کے وقت ہمیشہ یہود و نصاریٰ ہی تسلیم کیا ہے

اب جہاں تک اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کا تعلق ہے، بعض قومی و سیاسی اور معاشرتی مصالح کی بنا پر اسے کبھی مستحسن نہیں سمجھا گیا۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ اہل کتاب کی عورتوں کو طلاق دے دیں۔ پس اس پہلو کے پیش نظر اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح اچھا نہیں۔ الدر المختار میں ہے کہ کتابیہ کا نکاح صحیح ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ اور حربی اہل کتاب کے ساتھ تو نکاح بالکل ہی غیر مستحسن ہے۔ ابن عباس نے اس پر استدلال کے طور پر یہ آیت پڑھی۔ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الخ۔

جہاں تک کتابی لونڈی کا تعلق ہے، حسن بصریؒ کے سوا سب علماء اس کے قائل ہیں۔ امام ابوبکر الجصاص الرازیؒ نے کہا ہے کہ اس مسئلے میں کسی کا اختلاف نہیں کہ کتابی لونڈی سے استفاع جائز ہے۔ اور جب اس سے بطور لونڈی کے استفاع جائز ہے تو اس کے نکاح میں کوئی مانع نہیں۔ یہی مذہب ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب اور ابو عبیدہؒ کا ہے۔ احمد بن حنبل ایک روایت کے مطابق اسی کے قائل ہیں۔ باقی فقہاء اس کے خلاف ہیں۔ حنفی فقہا بھی اس کے جواز کے لئے بعض شرطیں لگاتے ہیں مثلاً یہ کہ آزاد مسلم یا کتابی عورت سے نکاح کی استطاعت نہ ہو اور ضرورت شدید ہو، حتیٰ کہ بدکاری میں پڑنے کا اندیشہ ہو۔ واللہ اعلم

قَالَ مَالِكٌ: لَا يَحِلُّ نِكَاحُ اَمَةٍ يَهُوْدِيَّةٍ وَلَا نَصْرَانِيَّةٍ۔ لِاَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ فِيْ كِتَابِهٖ۔ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ فَهُنَّ الْحَرَائِرُ مِنَ الْيَهُوْدِيَّاتِ وَالنَّصْرَانِيَّاتِ۔ وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى۔ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ۔ فَهُنَّ الْاِمَاءُ الْمُؤْمِنَاتُ۔

قَالَ مَالِكٌ: فَاِنَّمَا اَحَلَّ اللّٰهُ، فِيْمَا نُرٰى، نِكَاحَ الْاِمَاءِ الْمُؤْمِنَاتِ۔ وَلَمْ يُحْلِلْ نِكَاحَ اِمَاءِ اَهْلِ الْكِتَابِ۔ الْيَهُوْدِيَّةِ وَالنَّصْرَانِيَّةِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْاَمَةُ الْيَهُوْدِيَّةُ وَالنَّصْرَانِيَّةُ تَحِلُّ لِسَيِّدِهَا بِمِلْكِ الْيَمِيْنِ۔ وَلَا يَحِلُّ وَطْءُ اَمَةٍ مَجُوْسِيَّةٍ بِمِلْكِ الْيَمِيْنِ۔

ایضاً ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا کہ یہودی اور عیسائی لونڈی سے نکاح حلال نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے، اور مومن عورتوں میں سے پاک باز اور ان کی عورتوں میں سے پاک باز، جنہیں تم سے پہلے کتاب ملی، پس یہ تو ہیں یہودی و نصرانی عورتیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم میں سے جس کسی کو مالی استطاعت نہ ہو کہ مومن پاکباز عورتوں سے نکاح کرے تو ان سے کرے جو تمہاری لونڈیاں ہیں یعنی تمہاری مومن لونڈیاں، پس یہ مومن لونڈیاں ہیں جن سے نکاح کا جواز ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ ہماری رائے میں اللہ تعالیٰ نے صرف مومن لونڈیوں کا نکاح حلال کیا ہے اور اہل کتاب کی لونڈیوں ــ یہودی و نصرانی لونڈیاں ــ حلال نہیں کی ہیں۔ (امام ابوبکر جصاص رازی نے کہا ہے کہ محصنات کا لفظ مشترک ہے۔ جس نے اس سے مراد آزاد عورتیں لیں، اس کے نزدیک ان کا

لونڈیوں سے نکاح جائز نہ رکھا۔ جیسا کہ امام مالکؒ کا استدلال ہے۔ اور جس نے اس سے مراد عفیف عورتیں ہیں، اس نے اہل کتاب کی آزاد عورتوں کی مانند لونڈیوں سے بھی نکاح کو جائز قرار دیا۔)

مالکؒ نے کہا کہ یہودی اور عیسائی لونڈی اس کے آقا کے لئے ملکِ یمین کے باعث حلال ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ ملکِ یمین کے ساتھ مجوسی لونڈی کے ساتھ وطی جائز نہیں۔

۱۷۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِحْصَانِ

احصان کا باب

امام ابوبکر الجصاص الرازیؒ نے کہا کہ لفظِ احصان قرآن مجید میں کئی معنوں میں آیا ہے۔ (۱) حریت، مثلاً وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ۔ اس سے مراد آزاد عورتیں ہیں۔ (۲) عفاف، مثلاً مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ۔ (۳) اسلام مثلاً فَإِذَا أُحْصِنَّ یعنی اَسْلَمْنَ۔ (۴) عورت کا کسی کے نکاح میں ہونا۔ مثلاً وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ۔ شیخ الحدیث کاندھلوی فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کی مراد یہاں پر محصنات سے بانکاح عورتیں اور مرد ہیں یعنی احصان سے مراد نکاحِ صحیح ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ مسلمان کا خون صرف تین باتوں میں سے ایک کے ساتھ جائز ہوتا ہے۔ شادی شدہ زانی۔ اور جان کے بدلے جان اور اسلام سے مرتد ہونے والا۔ بقول قاضی ابن رشد احصان کی کچھ شرطیں ہیں۔ مالکؒ کے نزدیک بلوغ، اسلام، حریت اور عقدِ صحیح میں وطی، اور ایسی حالت میں وطی ہے جبکہ وطی جائز ہو۔ مثلاً حیض و نفاس میں نہ ہو۔ حریت میں ابوحنیفہؒ نے طرفین کی حریت کو شرط مانا ہے اور ناجائز وطی کو سبب احصان قرار دیا ہے۔ شافعیؒ نے اسلام کی شرط نہیں لگائی۔

۱۱۱۹۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ قَالَ: الْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ هُنَّ أُولَاتُ الْأَزْوَاجِ. وَيَرْجِعُ ذٰلِكَ إِلَى أَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الزِّنَا۔

ترجمہ: ابن شہابؒ سے روایت ہے کہ سعید بن المسیبؒ نے کہا عورتوں میں سے محصنات وہ ہیں جو خاوند والیاں ہوں۔ اور اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام ٹھہرایا ہے۔

۱۱۲۰۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، وَبَلَغَهُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، أَنَّهُمَا كَانَا يَقُولَانِ: إِذَا نَكَحَ الْحُرُّ الْأَمَةَ فَمَسَّهَا، فَقَدْ أَحْصَنَتْهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَكُلُّ مَنْ أَدْرَكْتُ كَانَ يَقُولُ ذٰلِكَ: تُحْصِنُ الْأَمَةُ الْحُرَّ. إِذَا نَكَحَهَا فَقَدْ أَحْصَنَتْهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: يُحْصِنُ الْعَبْدُ الْحُرَّةَ إِذَا مَسَّهَا بِنِكَاحٍ. وَلَا تُحْصِنُ الْحُرَّةُ الْعَبْدَ، إِلَّا أَنْ يَعْتِقَ وَهُوَ زَوْجُهَا، فَيَمَسَّهَا بَعْدَ عِتْقِهِ. فَإِنْ فَارَقَهَا قَبْلَ أَنْ يَعْتِقَ فَلَيْسَ بِمُحْصَنٍ، حَتَّى يَتَزَوَّجَ

بَعْدَ عِتْقِهٖ، وَبِئْسَ اِمْرَاَتَهٗ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْاَمَةُ اِذَا كَانَتْ تَحْتَ الْحُرِّ ثُمَّ فَارَقَهَا قَبْلَ اَنْ تَعْتِقَ۔ فَاِنَّهٗ لَا يُحْصِنُهَا نِكَاحُهٗ اِيَّاهَا وَهِيَ اَمَةٌ۔ حَتّٰى تُنْكَحَ بَعْدَ عِتْقِهَا۔ وَيُصِيْبَهَا زَوْجُهَا۔ فَذٰلِكَ اِحْصَانُهَا۔ وَالْاَمَةُ اِذَا كَانَتْ تَحْتَ الْحُرِّ، فَتَعْتِقُ وَهِيَ تَحْتَهٗ۔ قَبْلَ اَنْ يُفَارِقَهَا۔ فَاِنَّهٗ يُحْصِنُهَا اِذَا عَتَقَتْ وَهِيَ عِنْدَهٗ، وَاِذَا هُوَ اَصَابَهَا بَعْدَ اَنْ تَعْتِقَ۔

وَقَالَ مَالِكٌ: وَالْحُرَّةُ النَّصْرَانِيَّةُ، وَالْيَهُوْدِيَّةُ، وَالْاَمَةُ الْمُسْلِمَةُ يُحْصِنَّ الْحُرَّ الْمُسْلِمَ اِذَا نَكَحَ اِحْدَاهُنَّ، فَاَصَابَهَا۔

ترجمہ: ابن شہابؒ اور القاسم بن محمدؒ کہتے تھے کہ جب آزاد مرد نے لونڈی سے نکاح کیا اور اس سے جماع کر لیا تو اس عورت نے اس مرد کو محصن بنا دیا۔ (یعنی اس نکاح اور جماع سے وہ مرد محصن ہو گیا۔ یعنی رجم کے حق میں۔ لیکن حنفیہ کے نزدیک احصان کے لیے دونوں طرف کی حریت شرط ہے۔ لہٰذا اس صورت میں وہ محصن نہ ہوا۔

مالکؒ نے کہا کہ میں نے جن اہل علم کو پایا وہ کہتے تھے کہ لونڈی آزاد مرد کو محصن کر دیتی ہے۔ جب کہ وہ مرد اس سے نکاح کرے۔ اور اس سے وطی کرے۔ (اوپر گزرا کہ اس سے حنفیہ کا اختلاف ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ غلام بھی آزاد عورت کو محصن کر دیتا ہے جب وہ نکاح کر کے اس سے وطی کرے اور آزاد عورت غلام کو محصن نہیں بناتی۔ مگر اس حال میں کہ وہ آزاد ہے جب کہ اس کا خاوند ہونے کے بعد اس سے جماع کرے۔ اگر اس نے آزاد ہونے سے قبل اسے چھوڑ دیا تو وہ مرد محصن نہیں، جب تک کہ آزادی کے بعد نکاح اور اپنی بیوی سے جماع کرے۔ (اوپر گزر چکا ہے کہ ابو حنیفہؒ احصان کے لئے دونوں میاں بیوی کی آزادی کو شرط ٹھیراتے ہیں۔ لہٰذا اس بیان شدہ صورت میں کوئی محصن نہیں ہوا۔ مالکؒ نے کہا کہ لونڈی جب آزاد مرد کے نکاح میں ہو پھر وہ مرد اسے جدا کر دے قبل اس کے کہ وہ آزاد ہو، تو وہ اسے محصن نہیں کرتا یعنی اس نکاح کے سبب سے جب تک کہ وہ لونڈی ہے۔ حتیٰ کہ آزاد ہونے کے بعد وہ نکاح کرے اور اس کا خاوند اس سے وطی کرے۔ تو یہ اس کا احصان ہوگا۔

مالک نے کہا کہ لونڈی جب آزاد مرد کے نکاح میں ہو اور اسی حالت میں کہ جدائی نہیں ہوئی، وہ آزاد ہو جائے تو وہ مرد اسے محصن کر دے گا۔ جب کہ وہ اس کے پاس ہو۔ اور عورت کے آزاد ہونے کے بعد مرد اس سے وطی کرے۔

مالکؒ نے کہا کہ آزاد عیسائی عورت اور آزاد یہودی عورت اور مسلم لونڈی آزاد مسلم مرد کو محصن کر دیتی ہیں، جب کہ وہ ان میں سے کسی سے نکاح کر کے اس سے وطی کرے۔ (مسلم لونڈی کی صورت میں حنفیہ کا اختلاف ہے جیسا کہ اوپر کئی بار اس کی صراحت ہو چکی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔)

۱۸- بَابُ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ

نکاح متعہ کا باب

نکاح متعہ کا مطلب یہ ہے کہ مدتِ معینہ تک نکاح کرنا۔ زمانہ جاہلیت میں کوئی شخص ایک خاص وقت تک کے لئے کسی عورت سے نکاح کرتا تھا اور مدت گزرنے کے ساتھ ہی طلاق کے بغیر ہی اس سے الگ ہو جاتا تھا۔ یہ نکاح متعہ تھا جسے اسلام نے باطل ٹھیرایا۔ متعہ میں گواہوں کی شرط نہ تھی اور مدت متعین ہوتی تھی۔ نکاح موقت میں گواہ موجود ہوتے اور وقت کی تعیین کی جاتی تھی۔ ان دونوں میں یہی فرق ہے ورنہ باطل ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ متعہ کو جنگ خیبر میں حرام کیا گیا تھا۔ اور حجۃ الوداع میں اس کی ابدی و دائمی حرمت کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ اس کی حرمت میں فقہا و علمائے امصار کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ امامیہ کا طائفہ اس کی حلت و جواز بلکہ فضیلت کا قائل ہے۔ بعض صحابہ و تابعین کی طرف اس کے جواز کے قول کی نسبت کی گئی ہے جو غلط ہے۔

حافظ ابن عبد البرؒ نے کہا کہ متعہ کی حرمت پر مالکؒ اور اہل مدینہ، ابو حنیفہؒ اور اہل کوفہ، اوزاعیؒ اور اہل شام، لیثؒ اور اہل مصر، شافعیؒ اور تمام اصحاب آثار و حدیث متفق ہیں۔ تمام صحابہؓ و تابعینؒ اس کی حرمت کے قائل تھے۔

۱۱۲۱- حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْحَسَنِ، ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنْ أَبِيهِمَا، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ۔

ترجمہ: علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے متعہ سے جنگ خیبر میں منع فرمایا اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے بھی۔ (یہ حدیث اسی سند کے ساتھ اور دوسری سندوں کے ساتھ بھی بہت سی کتب حدیث میں مروی ہے۔ مثلاً مسلم، دارقطنی، نسائی وغیرہا میں) تھوڑے اختلاف کے ساتھ یہ حدیث موطائے امام محمدؒ میں مروی ہے۔ (باب المتعہ)

۱۱۲۲- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ خَوْلَةَ بِنْتَ حَكِيمٍ دَخَلَتْ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ فَقَالَتْ: إِنَّ رَبِيعَةَ بْنَ أُمَيَّةَ اسْتَمْتَعَ بِامْرَأَةٍ۔ فَحَمَلَتْ مِنْهُ۔ فَخَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَزِعًا، يَجُرُّ رِدَاءَهُ۔ فَقَالَ: هٰذِهِ الْمُتْعَةُ۔ وَلَوْ كُنْتُ تَقَدَّمْتُ فِيهَا، لَرَجَمْتُ۔

ترجمہ: عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ خولہ بنت حکیمؓ حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ ربیعہ بن امیہ نے ایک عرب عورت سے جو عربوں میں پلی بڑھی ہے، متعہ کیا ہے اور وہ اس سے حاملہ ہو گئی۔ پس حضرت عمرؓ تیزی سے نکلے، اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے۔ اور فرمایا کہ یہ متعہ ہے اور اگر میں نے اس سے پہلے لوگوں میں اس کا اعلان کر دیا ہوتا، تو رجم کرتا۔

(جناب عمرؓ کے قول کا مطلب یہ تھا کہ اس خاص واقعہ میں جہالت کا عذر ہو سکتا ہے اور حدود شبہات سے زائل ہو جاتی ہیں۔ اس لئے میں رجم نہیں کرتا۔ ورنہ یہ معاملہ بڑا سنگین ہے۔ یہ اثر موطائے امام محمد باب المتعہ میں مروی ہے۔ امام محمدؒ نے کہا کہ متعہ

حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی احادیث میں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔)

۱۹۔ بَابُ نِكَاحِ الْعَبِيدِ

غلام کے نکاح کا باب

۱۱۲۳۔ حَدَّثَنِي يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، اَنَّهُ سَمِعَ رَبِيعَةَ بْنَ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُولُ يَنْكِحُ الْعَبْدُ اَرْبَعَ نِسْوَةٍ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَهٰذَا اَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِي ذٰلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْعَبْدُ مُخَالِفٌ لِلْمُحَلِّلِ. اِنْ اَذِنَ لَهُ سَيِّدُهُ. ثَبَتَ نِكَاحُهُ. وَاِنْ لَمْ يَاْذَنْ لَهُ سَيِّدُهُ. فُرِّقَ بَيْنَهُمَا. وَالْمُحَلِّلُ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا عَلٰى كُلِّ حَالٍ، اِذَا اُرِيدَ بِالنِّكَاحِ التَّحْلِيلُ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْعَبْدِ اِذَا مَلَكَتْهُ امْرَاَتُهُ، اَوِ الزَّوْجُ يَمْلِكُ امْرَاَتَهُ: اِنَّ مِلْكَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ، يَكُونُ فَسْخًا بِغَيْرِ طَلَاقٍ. وَاِنْ تَرَاجَعَا بِنِكَاحٍ بَعْدُ، لَمْ تَكُنْ تِلْكَ الْفُرْقَةُ طَلَاقًا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْعَبْدُ اِذَا اَعْتَقَتْهُ امْرَاَتُهُ، اِذَا مَلَكَتْهُ، وَهِيَ فِي عِدَّةٍ مِنْهُ. لَمْ يَتَرَاجَعَا اِلَّا بِنِكَاحٍ جَدِيدٍ۔

ترجمہ: مالکؒ نے ربیعہؒ بن ابی عبدالرحمان کو یہ کہتے سُنا کہ غلام چار عورتوں سے نکاح کرسکتا ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ اس مسئلہ میں یہ بہترین بات ہے جو میں نے سُنی۔ (امام مالکؒ سے دوسری روایت یہ ہے کہ غلام صرف دو تک نکاح کرسکتا ہے۔ اور یہی قول لیثؒ، ابوحنیفہؒ، شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ غلام کو اگر اس کا آقا اجازت دے دے تو اس کا نکاح ثابت ہوجاتا ہے برخلاف محلّل کے۔ اور آقا اجازت نہ دے تو غلام اور اس کی منکوحہ میں تفریق کرائی جائے گی۔ اور محلّل اور اس کی منکوحہ میں بہرحال تفریق کرائی جائے گی۔ جب کہ نکاح صرف تحلیل کی خاطر ہو۔ (یعنی غلام کا نکاح آقا کے اذن پر موقوف ہے۔ مگر محلّل کا نکاح بالکل نہیں ہوتا۔ جبکہ تحلیل کی شرط سے ہو۔)

مالکؒ نے کہا کہ غلام جب اپنی بیوی کی ملک میں آجائے یا خاوند اپنی بیوی کا مالک ہوجائے۔ (وراثت، ہبہ یا مثلاً خریدنے کی وجہ سے) تو ان میں سے ہر ایک کا دوسرے کا مالک بن جانا نکاح کے فسخ کا باعث ہے طلاق کے بغیر ہی۔ اور اگر وہ اس کے بعد پھر نکاح کریں۔ تو وہ جدائی طلاق نہ ہوگی۔

مالکؒ نے کہا کہ غلام کو جب اس کی عورت آزاد کردے۔ جب کہ وہ اس کی مالک بن گئی ہو۔ درآنحالیکہ وہ اس کی عدت میں ہو تو ان کا آپس میں رجوع نئے نکاح کے ساتھ ہوگا۔ (کیونکہ پہلا نکاح تو طلاق کے باعث ختم ہوچکا۔ جس کی وہ عدت گزار رہی تھی)

۲۰۔ بَابُ نِكَاحِ الْمُشْرِكِ إِذَا أَسْلَمَتْ زَوْجَتُهُ قَبْلَهُ

مشرک کا نکاح جبکہ اس کی بیوی اس سے پہلے اسلام لائے

زوجین اگر اکٹھے اسلام لائیں تو وہ اپنے پہلے نکاح پر قائم رہیں گے۔ یہ مسئلہ اتفاقی ہے۔ جس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ جب زوجین میں سے ایک نے اسلام قبول کر لیا۔ اور وہ دونوں دارالاسلام میں ہوں تو دوسرے پر اسلام پیش کیا جائے گا۔ اگر وہ بھی اسلام لے آئے تو فبہا۔ ورنہ انکار اگر مرد کی طرف سے ہو تو فرقت واقع ہوگی اور اسے طلاق سمجھیں گے اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو وہ فسخ ہوگا اگر وہ دارالحرب میں ہوں تو عورت کی عدت گزرنے تک فرقت نہ ہوگی۔ کیونکہ اگر عورت کا خاوند اسلام لے آئے یا وہ دونوں اکٹھے مسلم ہو جائیں تو وہ اپنے پہلے نکاح پر قائم ہوں گے۔ جب زوجین میں سے ایک ایمان لے آیا اور دوسرا عدت گزرنے تک بھی مسلم نہ ہوا تو عامۃ اہل علم کے نزدیک نکاح فسخ ہو گیا۔ حضرت زینب اور ابوالعاص کا واقعہ ان احکام کے نزول سے پہلے کا ہے۔ لہٰذا اس سے کوئی استدلال نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں ترمذی اور ابن شیبہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کو جدید نکاح کے ساتھ ابوالعاص کے سپرد کیا تھا۔

۱۱۴۲۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ نِسَاءً كُنَّ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْلِمْنَ بِأَرْضِهِنَّ. وَهُنَّ غَيْرُ مُهَاجِرَاتٍ. وَأَزْوَاجُهُنَّ، حِينَ أَسْلَمْنَ، كُفَّارٌ. مِنْهُنَّ بِنْتُ الْوَلِيدِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ. وَكَانَتْ تَحْتَ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ. فَأَسْلَمَتْ يَوْمَ الْفَتْحِ. وَهَرَبَ زَوْجُهَا صَفْوَانُ بْنُ أُمَيَّةَ مِنَ الْإِسْلَامِ. فَبَعَثَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ عَمِّهِ وَهْبَ بْنَ عُمَيْرٍ بِرِدَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَمَانًا لِصَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ. وَدَعَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْإِسْلَامِ. وَأَنْ يَقْدَمَ عَلَيْهِ. فَإِنْ رَضِيَ أَمْرًا قَبِلَهُ. وَإِلَّا سَيَّرَهُ شَهْرَيْنِ فَلَمَّا قَدِمَ صَفْوَانُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِدَائِهِ، نَادَاهُ، عَلَى رُؤُوسِ النَّاسِ. فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ هَذَا وَهْبَ بْنَ عُمَيْرٍ جَاءَنِي بِرِدَائِكَ. وَزَعَمَ أَنَّكَ دَعَوْتَنِي إِلَى الْقُدُومِ عَلَيْكَ فَإِنْ رَضِيتُ أَمْرًا قَبِلْتُهُ. وَإِلَّا سَيَّرْتَنِي شَهْرَيْنِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "انْزِلْ أَبَا وَهْبٍ" فَقَالَ: لَا وَاللَّهِ. لَا أَنْزِلُ حَتَّى تُبَيِّنَ لِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بَلْ لَكَ تَسِيرُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ" فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ هَوَازِنَ بِحُنَيْنٍ. فَأَرْسَلَ إِلَى صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ يَسْتَعِيرُهُ أَدَاةً وَسِلَاحًا عِنْدَهُ. فَقَالَ صَفْوَانُ: أَطَوْعًا أَمْ كَرْهًا؟ فَقَالَ

"بَلْ طَوْعًا" فَأَعَارَهُ الْأَدَاةَ وَالسِّلَاحَ الَّتِي عِنْدَهُ. ثُمَّ خَرَجَ صَفْوَانُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ كَافِرٌ. وَامْرَأَتُهُ مُسْلِمَةٌ. وَلَمْ يُفَرِّقْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ. حَتَّى أَسْلَمَ صَفْوَانُ. وَاسْتَقَرَّتْ عِنْدَهُ امْرَأَتُهُ بِذٰلِكَ النِّكَاحِ.

ترجمہ: ابن شہابؒ کو خبر پہنچی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں عورتیں اپنی سرزمین (مکہ) میں اسلام لاتی تھیں اور وہ مہاجرات نہ تھیں اور ان کے اسلام کے وقت ان کے خاوند کافر ہوتے تھے۔ ان میں ایک ولید بن مغیرہ کی بیٹی بھی تھی جو کہ صفوان بن امیہؓ کے نکاح میں تھی۔ پس وہ فتح مکہ کے دن اسلام لائی اور ان کا خاوند صفوان بن امیہؓ اسلام سے بھاگ گیا۔ پس اس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چچازاد بھائی وہب بن عمیر کو اپنی چادر مبارک دے کر بھیجا۔ جو صفوان بن امیہؓ کے لئے امان کی علامت تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام کی طرف بلایا اور یہ فرمایا کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ پس اگر اسے اسلام قبول ہو تو قبول کرلے۔ ورنہ حضور اسے دو ماہ کی مہلت دیں گے۔ پس جب صفوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی چادر سمیت آیا تو سب لوگوں کے سامنے پکار کر بولا، اے محمدؐ! یہ وہب بن عمرؓ آپ کی چادر میرے پاس لایا تھا۔ اور کہتا تھا کہ آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا ہے کہ اگر میں پسند کروں تو اسلام قبول کروں ورنہ آپ مجھے دو ماہ کی مہلت دیں گے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو وہب! سواری سے اُتر آؤ۔ وہ بولا کہ نہیں۔ واللہ میں نہیں اُترتا جب تک آپ مجھے واضح طور پر نہ بتائیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلکہ تجھے چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوازن کی طرف جنگِ حنین کے لئے تشریف لے گئے اور صفوان کے پاس کچھ آلاتِ جنگ اور ہتھیار تھے، جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عاریت مانگا۔ صفوان نے کہا، خوشی سے یا زبردستی سے؟ حضورؐ نے فرمایا بلکہ خوشی سے۔ اس پر صفوان نے وہ آلاتِ جنگ اور ہتھیار عاریۃً دے دیئے جو اس کے پاس تھے۔ پھر وہ مکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا اور وہ کافر تھا وہ حنین اور طائف میں حاضر رہا۔ اس حالت میں کہ وہ کافر تھا۔ اور اس کی بیوی مسلم تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق نہیں کی، حتیٰ کہ صفوان مسلمان ہوگیا اور اس کی بیوی اسی پہلے نکاح کے ساتھ اس کے پاس رہی۔

شرح: صفوانؓ کی بیوی ابھی اس کی عدت میں تھی کہ وہ اسلام لے آیا۔ لہٰذا اسی کے سپرد کی گئی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب مصلحت اور ضرورت ہو تو مشرک سے کام لینا اور جنگ میں مدد لینا بھی جائز ہے۔

۱۱۲۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ بَيْنَ إِسْلَامِ صَفْوَانَ وَبَيْنَ إِسْلَامِ امْرَأَتِهِ نَحْوٌ مِنْ شَهْرٍ.

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَلَمْ يَبْلُغْنَا أَنَّ امْرَأَةً هَاجَرَتْ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ، وَزَوْجُهَا كَافِرٌ مُقِيمٌ بِدَارِ الْكُفْرِ، إِلَّا فَرَّقَتْ هِجْرَتُهَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ زَوْجِهَا. إِلَّا أَنْ يَقْدَمَ زَوْجُهَا مُهَاجِرًا قَبْلَ أَنْ

تَنْقَضِیَ عِدَّتُهَا۔

ترجمہ: ابنِ شہابؒ نے کہا کہ صفوانؓ کے اسلام اور اس کی بیوی کے اسلام کے درمیان تقریباً ایک ماہ کا عرصہ تھا۔ ابنِ شہابؒ نے کہا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی کہ کسی عورت نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی اور اس کا خاوند کافر تھا۔ دارالکفر میں مقیم تھا مگر اس عورت کی ہجرت نے اس میں اور اس کے خاوند میں تفریق پیدا کر دی۔ سوائے اس صورت کے کہ اس کا خاوند بھی ہجرت کر کے اس عورت کی عدت گزرنے سے پہلے ہی آ جائے۔

شرح: اختلاف دارین ۔۔ دارالاسلام اور دارالکفر ۔۔ کے ساتھ جب فریقین میں سے ایک مسلم ہو جائے تو مرد و عورت میں تفریق ہو جاتی ہے۔ مگر زیرِ نظر واقعہ میں مکہ دارالاسلام بن چکا تھا، لہٰذا اختلافِ دارین کا سوال نہ رہا۔ اور جب وہ دارالاسلام ہو چکا تھا تو وہاں سے ہجرت کا سوال خارج از بحث ہوا۔ صفوانؓ کی بیوی بھی فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئی تھی۔

۱۱۲۶۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَنَّ اُمَّ حَكِيْمٍ بِنْتَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ وَكَانَتْ تَحْتَ عِكْرِمَةَ بْنِ اَبِیْ جَهْلٍ فَاَسْلَمَتْ يَوْمَ الْفَتْحِ۔ وَهَرَبَ زَوْجُهَا عِكْرِمَةُ بْنُ اَبِیْ جَهْلٍ مِنَ الْاِسْلَامِ حَتّٰى قَدِمَ الْيَمَنَ۔ فَارْتَحَلَتْ اُمُّ حَكِيْمٍ حَتّٰى قَدِمَتْ عَلَيْهِ بِالْيَمَنِ۔ فَدَعَتْهُ اِلَى الْاِسْلَامِ فَاَسْلَمَ وَقَدِمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ۔ فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبَ اِلَيْهِ فَرِحًا۔ وَمَا عَلَيْهِ رِدَاءٌ۔ حَتّٰى بَايَعَهُ۔ فَثَبَتَا عَلٰى نِكَاحِهِمَا ذٰلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَاِذَا اَسْلَمَ الرَّجُلُ قَبْلَ امْرَاَتِهٖ۔ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ بَيْنَهُمَا۔ اِذَا عُرِضَ عَلَيْهَا الْاِسْلَامُ فَلَمْ تُسْلِمْ۔ لِاَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ فِیْ كِتَابِهٖ ۔۔ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ۔

ترجمہ: ابنِ شہابؒ سے روایت ہے کہ اُمِّ حکیمؓ بنت الحارث بن ہشام جو عکرمہؓ بن ابی جہل کی بیوی تھی، فتح مکہ کے دن اسلام لائی اور اس کا خاوند عکرمہؓ بن ابی جہل اسلام سے بھاگ گیا، حتیٰ کہ یمن چلا گیا۔ پس اُمِّ حکیمؓ نے کوچ کیا حتیٰ کہ وہاں جا پہنچی اور اسے اسلام کی دعوت دی۔ وہ مسلمان ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے دیکھا تو تیزی کے ساتھ خوش ہو کر اس کی طرف اُٹھے۔ اور آپ پر چادر بھی نہ تھی۔ حتیٰ کہ آپ نے اس سے بیعت لی۔ پس وہ دونوں اپنے پہلے ہی نکاح پر قائم رہے۔ (یہ حدیث موطائے امام محمدؒ میں بَابُ الْمَرْاَةِ تُسْلِمُ قَبْلَ زَوْجِهَا میں کچھ اختلاف لفظی کے ساتھ مروی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ جب عورت مسلمان ہو جائے اور اس کا خاوند کافر ہو۔ اور یہ واقعہ دارالاسلام میں پیش آئے تو ان کے درمیان تفریق کی جائے گی ۔۔ یعنی وہ مباشرت نہیں کر سکتے ۔۔ حتیٰ کہ اس کے خاوند پر اسلام پیش کیا جائے۔ پس اگر وہ اسلام لے آئے۔ تو وہ اس کی بیوی ہے اور وہ اسلام لانے سے انکار کر دے تو ان دونوں میں تفریق کی جائے گی اور یہ فُرقت ایک بائن طلاق

شمار ہوگی۔ اور یہی ابو حنیفہؒ اور ابراہیم نخعیؒ کا قول ہے۔

ایضاً ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا کہ جب مرد اپنی عورت سے پہلے اسلام لے آئے تو ان میں فرقت واقع ہو جائے گی جب کہ عورت پر اسلام پیش کیا گیا اور وہ اسلام نہ لائی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کافر عورتوں کی عصمتوں کو مت روکو۔ (علماء کے نزدیک کوافر سے مراد اس آیت میں مشرک، بت پرست اور غیر کتابی کافر ہیں۔ گو طحاویؒ اور ابن عربیؒ نے بقول حافظ ابن حزم ظاہری کے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نومسلم نصرانیہ کی اس کے نصرانی خاوند سے تفریق کرا دی تھی، کیونکہ اس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا تھا۔)

۲۱- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوَلِيمَةِ

ولیمہ کا باب

اس لفظ کا مادہ ولم ہے جس کا معنی ہے جمع ہونا۔ یہ کھانا چونکہ میاں بیوی کے اجتماع پر کھلایا جاتا ہے۔ اس لئے اس کا نام ولیمہ ہوا۔ اور اب اس لفظ سے صرف شادی کا کھانا ہی مراد لیا جاتا ہے۔ اہل علم کے اتفاق سے ولیمہ سنت ہے اور سنت بھی وہ جو مستحبات میں سے ہے۔

۱۱۲۷- وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ عَوْفٍ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ. فَسَأَلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَزَوَّجَ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَمْ سُقْتَ إِلَيْهَا؟" فَقَالَ: زِنَةَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ".

ترجمہ: انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ عبدالرحمان بن عوفؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور ان کے کپڑوں پر زردی (خوشبو) کا نشان تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سبب پوچھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کیا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اسے کیا مہر دیا ہے؟ عبدالرحمٰنؓ نے کہا گٹھلی کے وزن کے برابر سونا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا ولیمہ کر چاہے ایک بکری کے ساتھ۔

۱۱۲۸- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ قَالَ: لَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُولِمُ بِالْوَلِيمَةِ، مَا فِيهَا خُبْزٌ وَلَا لَحْمٌ.

ترجمہ: یحییٰ بن سعید نے کہا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیمہ کرتے تھے، جس میں روٹی اور گوشت نہ ہوتا تھا۔ (یعنی ولیمہ کے لئے کھانا پکانا لازم نہیں۔ کوئی چیز تقسیم کی جا سکتی ہے۔)

۱۱۲۹- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ "اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلٰى وَلِيْمَةٍ فَلْيَاْتِهَا"

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کسی کو ولیمہ کی طرف بلایا جائے تو اسے آنا چاہیے۔ (کیونکہ دعوت قبول کرنا حقوقِ مسلم اور آدابِ معاشرت میں داخل ہے۔)

۱۱۳۰۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ۔ يُدْعٰى لَهَا الْاَغْنِيَاءُ۔ وَيُتْرَكُ الْمَسَاكِيْنُ۔ وَمَنْ لَمْ يَاْتِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ وہ ولیمے کا کھانا بدترین ہے جس میں دولت مندوں کو بلایا جائے اور مساکین کو ترک کیا جائے۔ اور جو دعوت میں نہ آیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ (ان الفاظ کے باعث بعضوں نے قبولِ دعوت کو واجب کہا ہے۔ دراصل یہ لفظ تاکید استحباب کو ثابت کرتے ہیں۔ اور ولیمے میں واقعی بلانے کا معیار محض تعلقات، دنیوی مرتبہ اور رشتہ رہ گیا ہے۔ اسی وجہ سے حضورؐ نے ایسے ولیمے کو شر الطعام فرمایا ہے۔)

۱۱۳۱۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ، اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: اِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهٗ۔ قَالَ اَنَسٌ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ذٰلِكَ الطَّعَامِ۔ فَقَرَّبَ اِلَيْهِ خُبْزًا مِنْ شَعِيْرٍ، وَمَرَقًا فِيْهِ دُبَّاءٌ۔ قَالَ اَنَسٌ: فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوْلِ الْقَصْعَةِ۔ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ۔

ترجمہ: انس بن مالکؓ کہتے تھے کہ ایک خیاط نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کھانے میں بلایا جو اس نے تیار کرایا تھا۔ انسؓ نے کہا کہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس دعوت میں گیا۔ پس اہلِ خانہ نے جَو کی روٹی اور شوربا پیش کیا۔ جس میں کدو تھا۔ انسؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیالے کے اردگرد سے کدو تلاش کرتے دیکھا۔ پس اس دن کے بعد میں ہمیشہ کدو کو پسند کرتا رہا۔ (کیونکہ یہ حضورؐ کی پسند تھی معلوم ہوا کہ عادات میں بھی حضورؐ کی پسند کو معیار بنانا اعلیٰ درجے کا ایمان ہے۔ ویسے از روئے طب کدو بڑا مفید ہے۔)

۲۲- بَابُ جَامِعِ النِّكَاحِ

نکاح کے مختلف مسائل کا باب

۱۱۳۲- حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا تَزَوَّجَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ - أَوِ اشْتَرَى الْجَارِيَةَ - فَلْيَأْخُذْ بِنَاصِيَتِهَا - وَلْيَدْعُ بِالْبَرَكَةِ - وَإِذَا اشْتَرَى الْبَعِيرَ - فَلْيَأْخُذْ بِذِرْوَةِ سَنَامِهِ - وَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ -

ترجمہ: زید بن اسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی عورت سے نکاح کرے یا لونڈی خریدے تو اس کی پیشانی کے بال پکڑے اور برکت کی دعا کرے۔ اور اونٹ خریدے تو اس کی کوہان کی بلندی کو پکڑے اور مردود شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔ (کیونکہ انہی چیزوں کی اچھائی پر زندگی کی راحت و آسائش کا مدار ہے۔)

۱۱۳۳- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ، أَنَّ رَجُلًا خَطَبَ إِلَى رَجُلٍ أُخْتَهُ - فَذَكَرَ أَنَّهَا قَدْ كَانَتْ أَحْدَثَتْ - فَبَلَغَ ذَلِكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ - فَضَرَبَهُ، أَوْ كَادَ يَضْرِبُهُ - ثُمَّ قَالَ: مَا لَكَ وَلِلْخَبَرِ -

ترجمہ: ابوالزبیر مکی سے روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو اس کی بہن کے نکاح کا پیغام دیا تو اس نے بتایا کہ اس عورت نے بُرا کام کیا تھا۔ یہ بات حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے اسے مارا یا قریب تھا کہ ماریں۔ پھر فرمایا، تجھے اس خبر سے یہ کیا لینا دینا؟

شرح: اسلامی معاشرے کی بنیاد ایک دوسرے کے احترام اور پردہ پوشی پر ہے۔ اول تو یہ ثابت نہیں تھا کہ اس عورت نے واقعی کوئی بُرائی کی تھی۔ پھر اگر کی تھی تو اس کی توبہ کا احتمال تھا۔ لہذا کیا ضرور تھا کہ پیغامِ نکاح دینے والے کو ضرور یہ بتایا جائے۔ اسی طرح کی باتوں سے معاشرے میں برائی کی اشاعت تو ہوتی ہے مگر فائدہ کچھ نہیں ہوتا۔ لہذا سورہ نور میں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

۱۱۳۴- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، وَعُرْوَةَ ابْنَ الزُّبَيْرِ، كَانَا يَقُولَانِ فِي الرَّجُلِ يَكُونُ عِنْدَهُ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ، فَيُطَلِّقُ إِحْدَاهُنَّ الْبَتَّةَ - أَنَّهُ يَتَزَوَّجُ إِنْ شَاءَ - وَلَا يَنْتَظِرُ أَنْ تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا -

ترجمہ: القاسم بن محمد اور عروہ بن زبیر کہا کرتے تھے کہ جس شخص کے نکاح میں چار عورتیں ہوں اور ان میں سے ایک کو طلاقِ مغلّظہ دے دے تو اگر چاہے تو وہ اور نکاح کر سکتا ہے اور اس کی عدت گزرنے کا انتظار نہ کرے۔ (الفاظ کے اختلاف کے

ساتھ یہ اثر مؤطائے امام محمد میں موجود ہے۔ بَابُ الرَّجُلِ یَکُوْنُ عِنْدَہٗ اَکْثَرُ مِنْ اَرْبَعِ نِسْوَۃٍ الخ کتاب النکاح۔

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ وہ شخص پانچویں عورت سے نکاح کرے۔ اگرچہ اس نے ان میں سے ایک طلاقِ مغلظہ دے دی ہو، جب تک کہ اس کی عدت نہ گزر جائے۔ ہمیں یہ بات پسند نہیں کہ اس کا پانی پانچ آزاد عورتوں کے رحم میں ہو۔ یہی امام ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے۔ بقول قاضی ابوالولید الباجی اس امر پر تمام علما کا اتفاق ہے کہ اگر عورت کو طلاقِ رجعی دی ہو تو اس کی محرمات میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ زوجیت کے احکام ابھی ان کے درمیان باقی ہیں۔ اسی طرح اگر مطلقہ چوتھی عورت ہو تو اس کی عدت میں اس کی محرمات میں سے کسی کے ساتھ یا کسی اور عورت کے ساتھ نکاح جائز نہیں، گو طلاقِ مغلظہ یا بائن ہو۔ یہ علیؓ، ابن عباسؓ اور زید بن ثابتؓ سے مروی ہے۔ اور یہی قول سعید بن المسیب، مجاہد، نخعی، ثوریؒ اور احناف کا ہے۔

۱۱۳۵۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، وَ عُرْوَةَ ابْنَ الزُّبَیْرِ، اَفْتَیَا الْوَلِیْدَ بْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَامَ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ بِذٰلِكَ۔ غَیْرَ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ قَالَ: طَلِّقْهَا فِیْ مَجَالِسَ شَتّٰی۔

ترجمہ: ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ القاسم بن محمدؒ اور عروہ بن زبیرؒ نے ولید بن عبدالملک کو یہی فتویٰ دیا تھا جس سال کہ وہ مدینہ منورہ میں آیا تھا۔ لیکن القاسمؒ نے کہا کہ اس کو مختلف مجلسوں میں طلاق دو۔ (کچھ اختلافِ الفاظ کے ساتھ یہ اثر موطائے امام محمد میں مروی ہے اور امام محمد کا کلام اوپر گزر رہا ہے۔ القاسمؒ کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلاق ثلاثہ مؤثر تو ہے مگر بہتر یہ ہے کہ ایک مجلس میں نہ ہو، بلکہ مختلف مجلسوں میں ہو۔ ولید بن عبدالملک بہت نکاح کرتا تھا اور اکثر طلاق دیتا رہتا تھا۔ تمام فقہا کے نزدیک طلاقِ ثلاثہ بیک لفظ بیک مجلس مؤثر ہے۔ بحث آگے آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔)

۱۱۳۶۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ، اَنَّهٗ قَالَ: ثَلَاثٌ لَیْسَ فِیْهِنَّ لَعِبٌ: اَلنِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالْعِتْقُ۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ نے کہا کہ تین باتوں میں کوئی کھیل نہیں ہوتا۔ نکاح طلاق اور غلام آزاد کرنا۔

شرح: یہی مضمون مرفوع حدیث میں موجود ہے۔ اور بعض روایات میں عتق کی بجائے رجعت کا لفظ ہے۔ اس مسئلے میں مالکیہ کا کچھ اختلاف ہے۔ مگر جمہور کے نزدیک نکاح، طلاقِ صریح، عتاق، رجعت، نذر کے الفاظ جب استعمال کئے جائیں گے، تو لازم ہو جائیں گے۔ اور گفتگو اس مسئلہ پر انشاء اللہ آگے آئے گی۔

۱۱۳۷۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خُدَیْجٍ، اَنَّهٗ تَزَوَّجَ بِنْتَ مُحَمَّدِ ابْنِ مَسْلَمَةَ الْاَنْصَارِیِّ، فَكَانَتْ عِنْدَهٗ حَتّٰی كَبِرَتْ۔ فَتَزَوَّجَ عَلَیْهَا فَتَاةً شَابَّةً۔ فَاٰثَرَ الشَّابَّةَ عَلَیْهَا، فَنَاشَدَتْهُ الطَّلَاقَ فَطَلَّقَهَا وَاحِدَةً۔ ثُمَّ اَمْهَلَهَا حَتّٰی اِذَا كَادَتْ تَحِلُّ رَاجَعَهَا۔ ثُمَّ عَادَ

فَاٰثَرَ الشَّابَّةَ۔ فَنَاشَدَتْهُ الطَّلَاقَ فَطَلَّقَهَا وَاحِدَةً۔ ثُمَّ رَاجَعَهَا۔ ثُمَّ عَادَ فَاٰثَرَ الشَّابَّةَ فَنَاشَدَتْهُ الطَّلَاقَ۔ فَقَالَ: مَا شِئْتِ۔ اِنَّمَا بَقِيَتْ وَاحِدَةٌ۔ فَاِنْ شِئْتِ اسْتَقْرَرْتِ، عَلٰی مَا تَرَیْنَ مِنَ الْاُثْرَةِ۔ وَاِنْ شِئْتِ فَارَقْتُكِ۔ قَالَتْ: بَلْ اَسْتَقِرُّ عَلَی الْاُثْرَةِ۔ فَاَمْسَكَهَا عَلٰی ذٰلِكَ۔ وَلَمْ يَرَ رَافِعٌ عَلَيْهِ اِثْمًا حِيْنَ قَرَّتْ عِنْدَهٗ عَلَی الْاُثْرَةِ۔

ترجمہ: ابن شہابؒ نے رافع بن خدیجؓ سے روایت کی کہ اس نے محمد بن مسلمہؓ انصاری کی بیٹی سے نکاح کیا تو وہ اس کے ہاں رہی۔ حتیٰ کہ بڑھیا ہوگئی۔ پھر اس نے ایک نوجوان لڑکی سے نکاح کیا اور جوان کو اس پر ترجیح دی۔ پس اس نے اس سے طلاق مانگی اور اس نے اسے طلاق دے دی۔ پھر اسے مہلت دی۔ حتیٰ کہ جب اس کی عدت گزرنے والی تھی تو اس سے رجوع کر لیا۔ پھر اس نے جوان کو اس پر ترجیح دی۔ اور پہلی بیوی نے اس سے طلاق مانگی اور اس نے اسے ایک طلاق دے دی۔ اور پھر رجوع کر لیا۔ پھر جوان عورت کو ترجیح دی تو اس پہلی نے اس سے طلاق مانگی، تو اس نے کہا اب جیسا تو چاہے، صرف ایک طلاق باقی رہ گئی ہے۔ پس اگر تو چاہے تو اس حق تلفی کے باوجود ٹھہری رہے۔ جو تو (اپنے خیال میں) سمجھتی ہے۔ اور اگر تو چاہے تو میں تجھ کو الگ کر دوں۔ وہ کہنے لگی میں حق تلفی کے باوجود یہیں رہوں گی۔ اور جب وہ حق تلفی کے باوجود وہیں رہ گئی تو رافعؓ نے اس معاملے میں اپنے اوپر کوئی گناہ نہ سمجھا۔ (اس اثر کو امام محمدؒ نے اپنے مؤطا میں بَابُ الرَّجُلِ تَكُوْنُ عِنْدَهٗ اِمْرَأَتَانِ الخ میں روایت کیا ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ جب عورت راضی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن جب چاہے اس بات سے پھر سکتی ہے۔ یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ یعنی آخر کار میاں بیوی کا جو سمجھوتہ ہوا تھا، اس کی حیثیت صلح کی ہے۔ جیسے قرآن نے کہا ہے وَالصُّلْحُ خَيْرٌ اور اس میں اختیار چونکہ عورت کا تھا، لہٰذا وہ جب چاہتی اس اختیار کو استعمال کر لیتی۔ اس قسم کے معاملات میں ایک فریق یہی سمجھتا ہے کہ اس کی حق تلفی ہوئی ہے۔ خدا جانے اصل حقیقت کیا ہے۔ جب رافعؓ نے اپنی بیوی سے منوا لیا کہ جس چیز کو تو حق تلفی سمجھتی ہے یہ تو ہوگی ہی۔ اب یا اس پر صبر کر ورنہ آخری طلاق لے لے۔ اور اس نے تسلیم کر لیا کہ میں حق تلفی کے باوجود تیرے ہی گھر میں رہوں گی تو اسے اس پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ اور رافعؓ نے اس میں کوئی گناہ نہ سمجھا کہ شاید اس کے نزدیک عورت کی شکایت سرے سے غلط تھی اور کوئی حق تلفی سرزد نہ ہو رہی تھی۔ یا اگر واقعی حق تلفی تھی تو عورت کے اس پر صبر کر لینے اور اس کے باوجود وہیں رہنے پر راضی ہو جانے سے ان کے نزدیک کوئی گناہ ان پر نہ رہتا تھا۔

كِتَابُ الطَّلَاقِ

١- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبَتَّةِ

طلاقِ اَلْبَتَّہ کا باب

احادیث و آثار میں البتّہ کا لفظ دو معنوں میں بولا گیا ہے۔ ایک یہ کہ خاوند نے بیوی کو طلاق دیتے وقت البتّہ کا لفظ بولا۔ دوسرا یہ کہ اس نے بیوی کو مغلّظہ طلاق دی متفرق طور پر یا ایک ہی بار۔ البتّہ کے لفظ سے کتنی طلاقیں اور کیسی واقع ہوتی ہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ مالکؒ کے نزدیک یہ طلاق ثلاثہ ہے۔ شافعیؒ کے نزدیک یہ طلاق دینے والے کی نیت پر منحصر ہے جتنی اس کی نیت ہوگی، اسی قدر اس کی طلاقیں واقع ہوں گی۔ احمدؒ سے بھی یہی مروی ہے۔ حنفیہ اور ثوریؒ کے نزدیک اگر طلاق دینے والا تین کی نیت کرے تو تین ہوں گی اور اگر دو یا ایک کی نیت کرے تو ایک ہوگی۔

۱۱۳۸- حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ: إِنِّي طَلَّقْتُ امْرَأَتِي مِائَةَ تَطْلِيقَةٍ. فَمَاذَا تَرَى عَلَيَّ؟ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: طَلُقَتْ مِنْكَ لِثَلَاثٍ. وَ سَبْعٌ وَتِسْعُونَ اتَّخَذْتَ بِهَا آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ ایک مرد نے ابنِ عباسؓ سے کہا، میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دی ہے، سو کیا یہ سب واقع ہوگئیں؟ ابن عباسؓ نے اس سے کہا کہ تیری بیوی کو تین طلاقیں ہوگئیں اور ۹۷ کے ساتھ تو نے اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا ہے۔

شرح: یعنی تجھے تین طلاق تک حق تھا اور وہ تو نے استعمال کر لیا۔ مگر بعد کی ۹۷ کے ساتھ تو نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے احکام کا مذاق اڑایا ہے۔ اللہ تو فرماتا ہے، اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ۔ پس تیرا فعل صریحًا اس آیت کے خلاف ہے۔ اس اثر میں یہ دلیلِ صریح موجود ہے کہ طلاق ثلاثہ بیک وقت بیک لفظ واقع ہو جاتی ہے یہی ائمہ اربعہ اور جمہور علما و فقہا کا قول ہے۔ اس پر مزید و مفصّل گفتگو فضل المعبود میں دیکھئے۔

۱۱۳۹- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ. فَقَالَ: إِنِّي

طَلَّقْتُ امْرَأَتِي ثَمَانِيَ تَطْلِيقَاتٍ. فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ. فَمَاذَا قِيلَ لَكَ؟ قَالَ: قِيلَ لِي إِنَّهَا قَدْ بَانَتْ مِنِّي. فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: صَدَقُوا. مَنْ طَلَّقَ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ فَقَدْ بَيَّنَ اللَّهُ لَهُ. وَمَنْ لَبَسَ عَلَى نَفْسِهِ لَبْسًا، جَعَلْنَا لَبْسَهُ مُلْصَقًا بِهِ. لَا تَلْبِسُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ وَنَتَحَمَّلُهُ عَنْكُمْ. هُوَ كَمَا يَقُولُونَ.

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ ایک مرد عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دی ہیں۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ پھر تجھ کو کیا کہا گیا ہے؟ وہ بولا کہ مجھ کو کہا گیا کہ وہ عورت تجھ سے جدا ہوگئی۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ انہوں نے سچ کہا جس نے طلاق دی اس طرح جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا طریقہ کھول کر بتا دیا ہے اور جس نے اپنے آپ کو خلط ملط کیا تو ہم اس کا خلط ملط اسی کو چمٹا دیں گے۔ تم اپنی جانوں پر خلط ملط مت کرو کہ پھر (بعید تاویلیں کرکے) اس کا بوجھ ہم اٹھائیں۔ بات وہی ہے جو لوگ کہتے ہیں۔ (یعنی تین طلاق سے وہ عورت تجھ سے جدا ہوگئی۔)

شرح: زرقانی نے کہا ہے کہ بیک وقت طلاق ثلاثہ واقع ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن عبدالبرؒ نے اس پر اجماع لکھا ہے، اور کہا ہے کہ اس کے خلاف شاذ قول ہے جس کی طرف مڑ کر بھی دیکھا نہیں جا سکتا۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ طلاق ثلاثہ کے وقوع اور متعہ کی حرمت کا ایک جیسا معاملہ ہے۔ کچھ لوگوں کو ان کے بارے میں غلط فہمی تھی جسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ہونے والے اجماع نے ختم کر دیا ہے اور ثابت نہیں ہو سکا کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں کسی نے اس اجماع کی مخالفت کی ہو۔ بعد کے دور میں جو اس کی مخالفت کرے وہ اجماع کا مخالف ہے اور جمہور کے نزدیک اس کی بات کا کوئی اعتبار و وزن نہیں۔ ابن عباسؓ کی روایت کا وہ مطلب نہیں جو بعض لوگوں نے سمجھا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں لوگ ایک ہی طلاق دیتے تھے۔ اور اسی کو کافی جانتے تھے۔ مگر حضرت عمرؓ کے وقت میں انہوں نے تین طلاقیں دینا شروع کر دیں۔ تفصیلی گفتگو حضرت شیخ الحدیث کاندھلوی نے اوجز المسالک جلد چہارم کتاب الطلاق کے پہلے باب میں فرمائی ہے۔ المغنی میں امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے کہ حدیث ابن عباسؓ کی روایت کئی طرح سے ہوئی ہے جو اس روایت کے خلاف ہے جس پر لوگ شور مچاتے ہیں۔

۱۱۰۴۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ لَهُ: الْبَتَّةُ، مَا يَقُولُ النَّاسُ فِيهَا؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَقُلْتُ لَهُ: كَانَ أَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ يَجْعَلُهَا وَاحِدَةً. فَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: لَوْ كَانَ الطَّلَاقُ أَلْفًا، مَا أَبْقَتِ الْبَتَّةُ مِنْهَا شَيْئًا. مَنْ قَالَ الْبَتَّةَ فَقَدْ رَمَى الْغَايَةَ الْقُصْوَى.

ترجمہ: ابوبکر بن حزمؒ سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا، لوگ طلاق "البتہ" میں کیا کہتے ہیں؟ ابوبکرؒ نے کہا کہ میں نے ان سے کہا، ابان بن عثمان اسے ایک قرار دیتے تھے۔ اس پر عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا کہ اگر طلاق کی تعداد ایک ہزار بھی ہوتی تو البتہ اس میں سے کچھ نہ چھوڑتی۔ جس نے البتہ کہہ دیا وہ آخری حد تک جا پہنچا۔

شرح : پس عمر بن عبدالعزیزؒ کے نزدیک لفظِ البتہ تین طلاق کے قائم مقام ہے اور اس کے بعد کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اس چیز کو یاد رکھ لیں تو حدیث کی روایات کی کئی الجھنیں دُور ہو جاتی ہیں۔ بشرطیکہ خلوص و دیانت کو مدنظر رکھا جائے۔

۱۱۳۱۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ كَانَ يَقْضِي فِي الَّذِي يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ، أَنَّهَا ثَلَاثُ تَطْلِيقَاتٍ۔
قَالَ مَالِكٌ: وَهٰذَا أَحَبُّ مَا سَمِعْتُ إِلَيَّ فِي ذٰلِكَ۔

ترجمہ : ابن شہابؒ سے روایت ہے کہ مروان بن الحکم اس شخص کے متعلق جو اپنی بیوی کو طلاق البتہ دیتا، یہ فیصلہ کرتے تھے کہ یہ تین طلاق ہیں۔ امام مالکؒ نے کہا کہ اس مسئلہ میں میں نے جو کچھ سنا ہے یہ اس میں سے پسندیدہ تر ہے۔

شرح : مروان بن الحکم اس زمانے میں مدینہ کا امیر تھا، جب کہ صحابہ کی جماعت بھی موجود تھی اور کبار تابعین و فقہاء کا وہاں پر مجمع تھا اور مروان کے متعلق معلوم ہے کہ وہ اس قسم کے مسائل میں ان کے مشورے ہی سے فیصلے کرتے تھے۔ علاوہ ازیں مروان کی ثقاہت کے متعلق خواہ کچھ کہا جائے اس کے علم و فضل سے انکار ممکن نہیں۔ بتہ کے متعلق شروع میں جو مختصر بحث گزری ہے، اسے ایک نظر پھر دیکھ لینا انسب ہے۔

۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخَلِيَّةِ وَالْبَرِيَّةِ وَأَشْبَاهِ ذٰلِكَ

خلیہ اور بریہ اور اس جیسے دیگر الفاظ کا باب

طلاق کے وقوع کے لئے کوئی لفظ ضروری ہے۔ لفظ کے بغیر اگر کسی نے صرف دل سے نیت کی تو طلاق نہیں ہوگی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے، إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي عَمَّا حَدَّثَتْ بِهٖ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَتَكَلَّمْ أَوْ تَعْمَلْ۔ یہ ترمذی کی روایت ہے جسے اس نے صحیح کہا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ طلاق کے لئے لفظ کی ضرورت ہے تو لفظ کی دو قسمیں ہیں، صریح اور کنایہ۔ ابوحنیفہؒ اور مالکؒ کے مذہب میں صریح طلاق صرف لفظِ طلاق سے واقع ہوتی ہے۔ کچھ الفاظ اور ہیں جن سے صرف طلاق کی نیت کے ساتھ طلاق واقع ہوتی ہے اور وہ طلاق بائن ہوتی ہے۔

۱۱۳۲۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّهُ كُتِبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مِنَ الْعِرَاقِ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِامْرَأَتِهٖ: حَبْلُكِ عَلَى غَارِبِكِ۔ فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى عَامِلِهٖ: أَنْ مُرْهُ يُوَافِينِي بِمَكَّةَ فِي الْمَوْسِمِ۔ فَبَيْنَمَا عُمَرُ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ، إِذْ لَقِيَهُ الرَّجُلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ۔ فَقَالَ عُمَرُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَقَالَ: أَنَا الَّذِي أَمَرْتَ أَنْ أُجْلَبَ عَلَيْكَ۔ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَسْأَلُكَ بِرَبِّ هٰذِهِ الْبَنِيَّةِ، مَا أَرَدْتَ بِقَوْلِكَ حَبْلُكِ عَلَى غَارِبِكِ؟ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: لَوِ اسْتَحْلَفْتَنِي فِي غَيْرِ هٰذَا الْمَكَانِ مَا صَدَقْتُكَ، أَرَدْتُ بِذٰلِكَ الْفِرَاقَ۔ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: هُوَ مَا أَرَدْتَ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی طرف عراق سے یہ خط لکھا گیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا ہے، حَبْلُكِ عَلَى غَارِبِكِ "تیری رسّی تیری گردن پر ہے"۔ پس عمر بن الخطابؓ نے اپنے گورنر کو لکھا کہ اس شخص کو حکم دو کہ وہ مجھ سے حج کے موسم میں مکہ میں ملے۔ پس حضرت عمرؓ جب بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے تو آپ سے ایک آدمی ملا اور اس نے آپ کو سلام کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں وہ شخص ہوں جس کے متعلق آپ کا حکم تھا کہ آپ کے پاس لایا جاؤں۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں تجھ سے اس گھر کے رب کے نام پر پوچھتا ہوں (یعنی اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں) کہ تو نے جب کہا تھا کہ تیری رسّی تیری گردن پر ہے تو اس سے تیری کیا مراد تھی؟ اس آدمی نے کہا، یا امیر المومنین! اگر آپ مجھے اس جگہ کے علاوہ کہیں اور قسم دیتے تو میں سچ نہ بولتا۔ میں نے اس لفظ سے فراق کا ارادہ کیا تھا۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ وہی ہے، جو تو نے ارادہ کیا۔

شرح: بیہقی کی روایت میں ہے کہ اس شخص نے کہا، میں نے طلاق کا ارادہ کیا تھا۔ یہ لفظ چونکہ کنایہ تھا۔ لہٰذا نیت طلاق سے طلاق واقع ہو گئی۔ حَبْلُكِ عَلَى غَارِبِكِ کا تصور دراصل جانور کو چھوڑنے سے لیا گیا ہے۔ جب کسی جانور کی رسّی اس کی گردن پر ڈال کر چھوڑ دیں تو اس کا مطلب اس کی آزادی ہوتا ہے۔

۱۱۴۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ كَانَ يَقُولُ، فِي الرَّجُلِ يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ: أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ: إِنَّهَا ثَلَاثُ تَطْلِيقَاتٍ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَذٰلِكَ أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِي ذٰلِكَ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ علی بن ابی طالبؓ کہتے تھے کہ جو مرد اپنی عورت سے کہے کہ أَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ۔ تو مجھ پر حرام ہے تو یہ طلاقِ ثلاثہ ہیں۔ مالکؒ نے کہا کہ اس مسئلہ میں میں نے جو کچھ سُنا، یہ اس میں احسن بات ہے۔

شرح: اس مسئلہ میں کافی تفصیل اور اختلاف ہے۔ خود حضرت علیؓ سے اس میں روایات مختلف آئی ہیں۔ مالکیہ کا مذہب بھی اس میں مضطرب ہے۔ کہیں کوئی حکم ہے اور دوسری جگہ کچھ اور ہے۔ سبب اس کا یہ ہے کہ قرآنی نص یا حدیث صریح نے اس پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ اور جب ایسا ہو تو مسئلہ اجتہادی ہوتا ہے۔ اجتہادی مسائل میں مجتہد عقل خداداد اور علم کتاب و سنت کی رہنمائی میں حکم لگاتا ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر مجتہد کی رائے دوسروں سے متفق ہو۔ اکثر اصحاب ظواہر اور محدثین کے قول میں یہ قول لغو ہے اور اس پر کوئی حکم مترتب نہیں ہوتا۔ ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا قول ہے کہ اس صورت میں کہنے والا جتنی طلاق کی نیت کرے گا اتنی پڑ جائیں گی۔ اگر ایک کا ارادہ کرے گا تو (کنایہ ہونے کی صورت میں) ایک بائن طلاق ہوگی مگر کوئی ارادہ نہ کرے گا تو یہ ایلاء ہے جس کا حکم آگے آئے گا) اور اگر اس نے کذب کا ارادہ کیا تو کچھ نہیں ہوا۔ علامہ شوکانی نے اس باب میں جو اقوال و آراء کی تفصیل بیان کی ہے، اسے ہم بنظرِ اختصار ترک کرتے ہیں۔

۱۱۴۴۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ فِي الْخَلِيَّةِ وَالْبَرِيَّةِ: إِنَّهَا ثَلَاثُ تَطْلِيقَاتٍ۔ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا۔

ترجمہ: نافعؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ خلیہ اور بریہ میں کہتے تھے کہ ان میں سے ہر لفظ طلاق ثلاثہ ہے۔ (امام محمدؒ نے

یہ اثر اپنے مؤطا میں روایت کیا ہے۔)

شرح: امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ خلیہ یا بریہ کے الفاظ سے جب آدمی طلاقِ ثلاثہ کا ارادہ کرے تو وہ تین ہی طلاق ہیں۔ اور جب ان سے ایک کا ارادہ کرے تو ایک ہے اور بائن ہے۔ عورت چاہے، مدخول بہا بھی ہو یا غیر مدخول بہا بھی یہی قول ابو صنیفہؒ کا اور ہمارے عام فقہا کا ہے۔

۱۱۴۵۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، اَنَّ رَجُلًا كَانَتْ تَحْتَهٗ وَلِیْدَةٌ لِقَوْمٍ. فَقَالَ لِاَهْلِهَا: شَاْنَكُمْ بِهَا. فَرَاَی النَّاسُ اَنَّهَا تَطْلِیْقَةٌ وَاحِدَةٌ.

ترجمہ: القاسم بن محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کے نکاح میں ایک قوم کی لونڈی تھی۔ اس نے اس لونڈی کے آقاؤں سے کہا کہ تم اسے لے جاؤ۔ پس لوگوں نے اسے طلاق سمجھا۔ (یہ اثر بھی مؤطائے امام محمد میں بابُ الخلیۃ والبریۃ الخ میں مروی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے اس اثر پر کوئی کلام نہیں کیا۔ حافظ ابن حزم نے کہا کہ مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اس صورت میں ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک بائن طلاق۔ کیونکہ یہ لفظ کنایات میں سے ہے۔ جن سے نیت کی صورت میں طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے۔

۱۱۴۶۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ یَقُوْلُ، فِی الرَّجُلِ یَقُوْلُ لِامْرَاَتِهٖ: بَرِئْتِ مِنِّیْ وَبَرِئْتُ مِنْكِ: اِنَّهَا ثَلَاثُ تَطْلِیْقَاتٍ بِمَنْزِلَةِ الْبَتَّةِ.

قَالَ مَالِكٌ، فِی الرَّجُلِ یَقُوْلُ لِامْرَاَتِهٖ: اَنْتِ خَلِیَّةٌ اَوْ بَرِیَّةٌ اَوْ بَائِنَةٌ: اِنَّهَا ثَلَاثُ تَطْلِیْقَاتٍ لِلْمَرْاَةِ الَّتِیْ قَدْ دَخَلَ بِهَا. وَیُدَیَّنُ فِی الَّتِیْ لَمْ یَدْخُلْ بِهَا. اَوَاحِدَةً اَرَادَ اَمْ ثَلَاثًا. فَاِنْ قَالَ وَاحِدَةً اُحْلِفَ عَلٰی ذٰلِكَ. وَكَانَ خَاطِبًا مِنَ الْخُطَّابِ. لِاَنَّهٗ لَا یُخْلِی الْمَرْاَةَ الَّتِیْ قَدْ دَخَلَ بِهَا زَوْجُهَا وَلَا یُبِیْنُهَا وَلَا یُبْرِیْهَا اِلَّا ثَلَاثُ تَطْلِیْقَاتٍ. وَالَّتِیْ لَمْ یَدْخُلْ بِهَا تُخْلِیْهَا وَتُبْرِیْهَا وَتُبِیْنُهَا الْوَاحِدَةُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَهٰذَا اَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِیْ ذٰلِكَ.

ترجمہ: مالکؒ نے ابن شہاب کو یہ کہتے سنا کہ جو آدمی اپنی بیوی سے کہے: "بَرِئْتِ مِنِّیْ وَبَرِئْتُ مِنْكِ"۔ تو مجھ سے بری ہیں تجھ سے بری۔ تو یہ البتۃ کی مانند طلاقِ ثلاثہ ہے۔ (حنفیہ کے نزدیک یہ نیت پر منحصر ہے۔ تین کی نیت ہو تو تین اور ایک کی ہو تو ایک ہے۔ جیساکہ باب کی ابتدا میں اور اثر نمبر ۱۱۴۴ کی شرح میں گزرا ہے۔)

شرح: یہ بات بالکل واضح ہے کہ طلاقِ ثلاثہ کا بیک وقت بیک لفظ واقع ہوجانا ائمہ فقہ و حدیث کے ہاں مسلّم ہے جیساکہ اس اثر سے بھی واضح ہے سوائے ایک شاذ فرقہ قلیلہ کے کوئی بھی اس کے خلاف کا قائل نہیں۔

ایضاً ترجمہ: امام مالکؒ نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو اپنی بیوی سے کہے اَنْتِ خَلِیَّۃٌ اَوْ بَرِیَّۃٌ اَوْ بَائِنَۃٌ، تو مدخول بہا عورت کے معاملہ میں یہ تین طلاق ہیں اور غیر مدخول بہا کے بارے میں اس کی نیت پر فیصلہ ہوگا کہ آیا اس نے ایک کی نیت کی یا تین کی پس اگر وہ کہے کہ ایک تو اس پر اُسے حلف دلوائی جائے گی اور وہ پیغام دینے والوں میں ایک ہوسکے گا۔ (یعنی از سر نو نکاح کر سکے گا۔) کیونکہ جس عورت سے خاوند کا دخول ہوچکا ہو، اسے خلیّہ اور بائنہ اور بریّہ کے الفاظ کی حقیقت پر صرف طلاق ثلاثہ دلالت کرسکتی ہے اور جس عورت سے دخول نہیں ہوا۔ اس کے بارے میں ان الفاظ کی حقیقت پر صرف ایک ہی طلاق دلالت کرے گی۔ (شروع میں گزر چکا ہے کہ عورت خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ حنفیہ کے نزدیک یہ الفاظ بولنے والا تین یا ایک کی نیت کرسکتا ہے جیسی اس کی نیت ہوگی ویسا حکم ہوگا۔)

۳۔ بَابُ مَا یُبَیِّنُ مِنَ التَّمْلِیْكِ

تملیک کے الفاظ کا کیا حکم ہے؟

۱۱۴۷۔ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِكٍ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَقَالَ: یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اِنِّیْ جَعَلْتُ اَمْرَ امْرَاَتِیْ فِیْ یَدِهَا، فَطَلَّقَتْ نَفْسَهَا، فَمَاذَا تَرٰی؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: اَرَاهُ كَمَا قَالَتْ۔ فَقَالَ الرَّجُلُ: لَا تَفْعَلْ، یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ۔ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: اَنَا اَفْعَلُ؟ اَنْتَ فَعَلْتَهٗ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ ایک مرد عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آیا اور کہا، اے ابو عبدالرحمٰن میں نے اپنی عورت کو اس کے معاملہ میں مالک بنا دیا تھا اور اس نے اپنے آپ کو طلاق دے دی ہے۔ آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ آپ نے کہا کہ میرا خیال وہی ہے جو اس عورت نے کہا۔ پس وہ شخص بولا: اے ابو عبدالرحمٰن ایسا مت کیجئے۔ پس ابن عمر بولے: میں کر رہا ہوں؟ تو نے خود کیا ہے۔

شرح: اس صورت میں اس عورت پر ایک بائن طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

۱۱۴۸۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ یَقُوْلُ: اِذَا مَلَّكَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اَمْرَهَا، فَالْقَضَاءُ مَا قَضَتْ بِهٖ۔ اِلَّا اَنْ یُّنْكِرَ عَلَیْهَا وَیَقُوْلَ: لَمْ اُرِدْ اِلَّا وَاحِدَةً۔ فَیَحْلِفُ عَلٰی ذٰلِكَ، وَیَكُوْنُ اَمْلَكَ بِهَا، مَا كَانَتْ فِیْ عِدَّتِهَا۔

ترجمہ: نافعؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے، جب مرد اپنی عورت کو اس کے معاملہ کا مالک بنا دے تو فیصلہ یہی ہے جو وہ عورت کرے۔ مگر یہ کہ وہ مرد انکار کرے اور کہے کہ میں نے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا۔ پس اسے اس پر قسم دلائی جائے گی اور جب تک وہ عورت اس کی عدت میں ہوگی وہ اس کا زیادہ حقدار ہوگا۔ (یہ اثر موطائے امام محمدؒ میں موجود ہے۔ بَابُ الرَّجُلِ یَجْعَلُ اَمْرَ امْرَاَتِهٖ بِیَدِهَا الخ)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ جب وہ عورت اپنے خاوند کو اختیار کرے تو یہ طلاق نہیں ہے اور اگر وہ اپنے آپ کو اختیار کرے تو پھر طلاق خاوند کی نیت کے مطابق ہوگی۔ اگر وہ ایک کی نیت کرے تو ایک بائن طلاق ہے اور اگر وہ تین کی نیت کرے تو تین ہیں۔ اور یہی قول ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا ہے۔

۴۔ بَابُ مَا يَجِبُ فِيهِ تَطْلِيقَةٌ وَاحِدَةٌ مِنَ التَّمْلِيكِ

جس تملیک میں ایک طلاق واجب ہوتی ہے

۱۱۴۹۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا عِنْدَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ. فَأَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَتِيقٍ وَعَيْنَاهُ تَدْمَعَانِ. فَقَالَ لَهُ زَيْدٌ: مَا شَأْنُكَ؟ فَقَالَ: مَلَّكْتُ امْرَأَتِي أَمْرَهَا فَفَارَقَتْنِي. فَقَالَ لَهُ زَيْدٌ: مَا حَمَلَكَ عَلَى ذَلِكَ؟ قَالَ: الْقَدَرُ. فَقَالَ زَيْدٌ: ارْتَجِعْهَا إِنْ شِئْتَ. فَإِنَّمَا هِيَ وَاحِدَةٌ وَأَنْتَ أَمْلَكُ بِهَا.

ترجمہ: خارجہ بن زید بن ثابتؒ نے بتایا کہ وہ زید بن ثابتؓ کے پاس بیٹھا تھا تو ان کے پاس محمد بن ابی عتیقؒ آیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ زیدؓ نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو اس کے معاملہ کا مالک بنایا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ زیدؓ نے کہ تمہیں ایسا کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا کہ تقدیر نے۔ زیدؓ نے کہا کہ اگر چاہو تو رجوع کر لو۔ کیونکہ یہ ایک ہی طلاق ہے اور تم اس کے زیادہ حقدار ہو۔ (موطائے امام محمد میں یہ اثر باب الرجل یجعل امر امرأتہ بیدھا مروی ہے اور امام محمدؒ نے اس پر لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک اس معاملے میں عورت کا اختیار وہ ہوگا جو خاوند کی نیت کے مطابق ہو۔ اگر اس نے ایک طلاق کا ارادہ کیا تو ایک بائن طلاق ہوگی اور اب وہ دوسرے پیغام دینے والوں میں سے ایک پیغام دہندہ ہے۔ اور اگر تین کی نیت کرے تو تین ہیں۔ اور یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ اور عثمان بن عفان اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے کہا کہ وہ ہے جو عورت کرے گی۔)

۱۱۵۰۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ ثَقِيفٍ مَلَّكَ امْرَأَتَهُ أَمْرَهَا. فَقَالَتْ: أَنْتَ الطَّلَاقُ. فَسَكَتَ. ثُمَّ قَالَتْ: أَنْتَ الطَّلَاقُ. فَقَالَ: بِفِيكِ الْحَجَرُ. ثُمَّ قَالَتْ: أَنْتَ الطَّلَاقُ. فَقَالَ: بِفِيكِ الْحَجَرُ. فَاخْتَصَمَا إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ. فَاسْتَحْلَفَهُ مَا مَلَّكَهَا إِلَّا وَاحِدَةً، وَرَدَّهَا إِلَيْهِ.

قَالَ مَالِكٌ، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: فَكَانَ الْقَاسِمُ يُعْجِبُهُ هٰذَا الْقَضَاءُ. وَيَرَاهُ أَحْسَنَ مَا سَمِعَ

فِيْ ذٰلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَهٰذَا اَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِيْ ذٰلِكَ، وَاَحَبُّهُ اِلَيَّ۔

ترجمہ: القاسمؒ سے روایت ہے کہ قبیلۂ ثقیف کے ایک مرد نے اپنی عورت کو اس کے معاملے کا مالک بنایا تو وہ بولی اَنْتَ الطَّلَاقُ" تو طلاق ہے"، یعنی آزاد ہے۔ وہ خاموش رہا۔ پھر وہ بولی اَنْتَ الطَّلَاقُ۔ وہ بولا تیرے مُنہ میں پتھر۔ پھر وہ بولی اَنْتَ الطَّلَاقُ وہ بولا تیرے مُنہ میں پتھر۔ پھر وہ اپنا مقدمہ مروان بن الحکم کے پاس لے گئے۔ پس اس نے اس مرد کو قسم دلائی کہ اس نے عورت کو صرف ایک طلاق کا مالک بنایا تھا اور اسے اس کی طرف واپس کر دیا۔

شرح: طلاق کو اگر مرد کی طرف منسوب کیا جائے جیسا کہ اس مقدمہ میں ہوُا۔ تو حنفیہ اور امام احمدؒ کے نزدیک عورت پر طلاق نہیں پڑتی۔ کیونکہ مرد طلاق کا محل ہی نہیں ہے۔ اب رہا مروان کا فیصلہ تو بظاہر اس کے نزدیک ان الفاظ سے ایک رجعی طلاق پڑی تھی، مروان ان دنوں مدینہ منورہ کا امیر تھا۔

ایضاً ترجمہ: عبدالرحمٰن ابن القاسم نے کہا کہ القاسم کو یہ فیصلہ پسند تھا اور وہ اسے بہترین قرار دیتے تھے۔
مالکؒ نے کہا کہ یہ فیصلہ اس مسئلہ میں میری سُنی ہوئی باتوں میں سے احسن ہے اور مجھے بہت پسند ہے (حنفیہ کا مسلک اس ضمن میں گزرا کہ فیصلہ مرد کے ارادے اور نیت پر ہوگا۔ اگر ایک کی نیت کرے تو ایک بائن طلاق ہوگی۔ اور تین کی نیت کرے تو تین واقع ہوں گی۔)

۵۔ بَابُ مَا لَا يُبِيْنُ مِنَ تَمْلِيْكٍ

جس تملیک سے زوجین میں جدائی نہیں پڑتی

۱۱۵۱۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَنَّهَا خَطَبَتْ عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ، قُرَيْبَةَ بِنْتَ اَبِيْ اُمَيَّةَ۔ فَزَوَّجُوْهُ۔ ثُمَّ اِنَّهُمْ عَتَبُوْا عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَقَالُوْا: مَا زَوَّجْنَا اِلَّا عَائِشَةَ۔ فَاَرْسَلَتْ عَائِشَةُ اِلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهٗ۔ فَجَعَلَ اَمْرَ قُرَيْبَةَ بِيَدِهَا۔ فَاخْتَارَتْ زَوْجَهَا فَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ طَلَاقًا۔

ترجمہ: القاسمؒ سے روایت ہے کہ اُمّ المومنین عائشہ سلام اللہ علیہا نے قریبہؓ بنتِ ابی اُمیہ کے لیے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا پیغام بھیجا۔ قریبہ کے اولیاء نے نکاح کر دیا۔ پھر وہ عبدالرحمٰنؓ سے ناراض ہوئے اور بولے۔ ہم نے تو صرف حضرت عائشہؓ کو یہ رشتہ دیا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے عبدالرحمٰن کو پیغام بھیجا اور یہ بات اسے بتائی۔ پس عبدالرحمٰنؓ نے قُریبہ کا معاملہ اس کے سپرد کر دیا اور اس نے اپنے خاوند کو اختیار کر لیا۔ پس یہ طلاق نہ تھی۔ (جمہور فقہا اور ائمہ اربعہ کا یہی مسلک ہے) یہ اثر مؤطائے امام محمد میں بھی مروی ہے۔

۱۱۵۲۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ۔ اَنَّ عَائِشَةَ زَوَّجَ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَوَّجَتْ حَفْصَۃَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَلْمُنْذِرَ بْنَ الزُّبَیْرِ۔ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ غَائِبٌ بِالشَّامِ۔ فَلَمَّا قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ وَمِثْلِیْ یُصْنَعُ ھٰذَا بِہٖ؟ وَمِثْلِیْ یُفْتَاتُ عَلَیْہِ؟ فَکَلَّمَتْ عَائِشَۃُ الْمُنْذِرَ بْنَ الزُّبَیْرِ۔ فَقَالَ الْمُنْذِرُ: فَاِنَّ ذٰلِکَ بِیَدِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ۔ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: مَا کُنْتُ لِاَرُدَّ اَمْرًا قَضَیْتِہٖ۔ فَقَرَّتْ حَفْصَۃُ عِنْدَ الْمُنْذِرِ۔ وَلَمْ یَکُنْ ذٰلِکَ طَلَاقًا۔

ترجمہ: القاسمؒ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حفصہ بنت عبدالرحمٰن کا نکاح المنذر بن الزبیرؒ سے کر دیا۔ جب کہ عبدالرحمٰنؓ گھر پر موجود نہ تھے، شام میں تھے جب عبدالرحمٰنؓ واپس آئے تو بولے: میرے جیسے شخص کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے؟ اور میرے جیسے کی مرضی کے برخلاف کیا جاتا ہے؟ پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے المنذر بن الزبیر سے بات کی۔ المنذر نے کہا کہ یہ معاملہ عبدالرحمٰنؓ کے ہاتھ میں ہے۔ عبدالرحمٰنؓ نے کہا کہ جو فیصلہ آپ نے کر دیا، میں اسے رد کرنے والا نہیں ہوں۔ پس حفصہؓ المنذر کے پاس رہی اور یہ اختیار طلاق نہ سمجھا گیا۔ (کیونکہ صرف اختیار دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔) مؤطاء امام محمد میں یہ اثر مروی ہوا ہے۔)

۱۱۵۳۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِکٍ، اَنَّہٗ بَلَغَہٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ وَاَبَا ھُرَیْرَۃَ، سُئِلَا عَنِ الرَّجُلِ یُمَلِّکُ امْرَاَتَہٗ اَمْرَھَا، فَتَرُدُّ ذٰلِکَ اِلَیْہِ، وَلَا تَقْضِیْ فِیْہِ شَیْئًا؟ فَقَالَا: لَیْسَ ذٰلِکَ بِطَلَاقٍ۔

وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِکٍ، عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ، اَنَّہٗ قَالَ: اِذَا مَلَّکَ الرَّجُلُ امْرَاَتَہٗ اَمْرَھَا۔ فَلَمْ تُفَارِقْہُ۔ وَقَرَّتْ عِنْدَہٗ۔ فَلَیْسَ ذٰلِکَ بِطَلَاقٍ۔

قَالَ مَالِکٌ، فِی الْمُمَلَّکَۃِ اِذَا مَلَّکَھَا زَوْجُھَا اَمْرَھَا، ثُمَّ افْتَرَقَا، وَلَمْ تَقْبَلْ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا۔ فَلَیْسَ بِیَدِھَا مِنْ ذٰلِکَ شَیْءٌ۔ وَھُوَ لَھَا مَا دَامَا فِیْ مَجْلِسِھِمَا۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ اور ابوہریرہؓ سے اس مرد کے متعلق سوال کیا گیا جو اپنی عورت کو اس کے معاملے کا مالک بنا دیتا ہے اور وہ عورت یہ اختیار اسے واپس دے دیتی ہے اور اس میں کوئی فیصلہ نہیں کرتی۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ طلاق نہیں ہے۔

یحییٰ بن سعیدؒ سے روایت ہے کہ سعید بن المسیبؒ نے کہا، جب مرد اپنی عورت کو اس کے نفس کا اختیار دے دے اور وہ عورت اس سے جدا نہ ہو اور اسی کے پاس رہے تو یہ طلاق نہیں ہے۔ (کیونکہ طلاق کا کوئی سبب نہیں پایا گیا۔)

مالکؒ نے اختیار ملنے والی عورت کے متعلق کہا کہ جب خاوند نے اسے اختیار دے دیا اور دونوں جدا ہو گئے۔ مگر عورت نے اس اختیار کو قبول نہ کیا تو اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔ اور اختیار اس وقت ہے جب تک وہ دونوں اس مجلس میں رہیں۔ یہی مذہب اس مسئلے میں حنفی و شافعی فقہاء کا ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک تملیک مجلس پر منحصر نہیں ہے؟ ہاں تخییر منحصر ہے اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخییر کا معاملہ جداگانہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کو دنیا و آخرت میں اختیار دیا تھا کہ ان میں جو چاہیں پسند کریں۔

۶۔ بَابُ الْإِيلَاءِ

ایلاء کا باب

ایلاء دراصل امتناع کو کہتے ہیں اور لغت میں ایلاء کا معنی حلف اٹھانا ہے۔ فقہا کی اصطلاح میں ایلاء کا معنی ہے بیوی سے وطی نہ کرنے کی قسم کھانا۔ ایلاء کی چار شرطیں ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی کسی صفت کے ساتھ قسم اٹھانا یا ان طریقوں سے قسم کھانا جسے شرعی قسم سمجھا جائے۔ (۲) قسم چار ماہ یا اس سے زائد عرصہ کے لئے ہو۔ (۳) قسم فعل جماع کے ترک کی ہو، جس سے عورت کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ (۴) ایلاء بیوی سے ہوتا ہے لونڈی سے نہیں۔

۱۱۵۴۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا آلَى الرَّجُلُ مِنِ امْرَأَتِهِ، لَمْ يَقَعْ عَلَيْهِ طَلَاقٌ. وَإِنْ مَضَتِ الْأَرْبَعَةُ الْأَشْهُرُ، حَتَّى يُوقَفَ. فَإِمَّا أَنْ يُطَلِّقَ. وَإِمَّا أَنْ يَفِيءَ.

قَالَ مَالِكٌ: وَذٰلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا.

ترجمہ: محمد بن علی (الباقر) سے روایت ہے کہ علی بن ابی طالبؓ کہتے تھے، جب آدمی اپنی عورت سے ایلاء کرے تو اس پر طلاق نہیں پڑتی (یعنی صرف ایلاء سے ہی) اگرچہ چار ماہ گزر جائیں۔ حتیٰ کہ اس کو حاکم کی کچہری میں کھڑا کیا جائے۔ پھر یا وہ طلاق دے یا رجوع کرے (یعنی اس قسم سے جو کھائی تھی)، مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں اس پر عمل درآمد ہے۔ (بحث آگے آتی ہے)

۱۱۵۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: أَيُّمَا رَجُلٍ آلَى مِنِ امْرَأَتِهِ، فَإِنَّهُ إِذَا مَضَتِ الْأَرْبَعَةُ الْأَشْهُرُ وُقِفَ. حَتَّى يُطَلِّقَ، أَوْ يَفِيءَ. وَلَا يَقَعُ عَلَيْهِ طَلَاقٌ. إِذَا مَضَتِ الْأَرْبَعَةُ الْأَشْهُرُ، حَتَّى يُوقَفَ.

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، وَأَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، كَانَا يَقُولَانِ، فِي الرَّجُلِ يُولِي مِنِ امْرَأَتِهِ: إِنَّهَا إِذَا مَضَتِ الْأَرْبَعَةُ الْأَشْهُرُ، فَهِيَ تَطْلِيقَةٌ. وَلِزَوْجِهَا عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ. مَا كَانَتْ فِي الْعِدَّةِ.

ترجمہ: نافعؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے، جس مرد نے اپنی عورت سے ایلاء کیا تو جب چار ماہ گزر جائیں گے، اسے حاکم کے پاس محبوس کیا جائے گا حتیٰ کہ یا طلاق دے یا قسم سے رجوع کرے اور حاکم کے پاس کھڑا کئے بغیر چار ماہ گزرنے پر

طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (یہ اثر مؤطائے امام محمد باب الایلاء میں مروی ہوا ہے۔)

ابن شہابؒ سے روایت ہے کہ سعید بن المسیبؒ اور ابوبکر بن عبدالرحمنؒ اس شخص کے بارے میں کہتے تھے جو اپنی بیوی سے ایلاء کرے کہ چار ماہ جب گزر جائیں گے تو یہ ایک رجعی طلاق ہوگی جب تک وہ عورت عدت میں ہوگی رجوع کرسکتا ہے۔

امام محمدؒ نے یہ اثر اختلافِ الفاظ کے ساتھ صرف سعید بن المسیبؒ سے روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں سعیدؒ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ مروان اسی کے مطابق فیصلہ کرتا تھا۔ مؤطائے مالکؒ میں مروان کے فیصلہ کا اثر مستقل طور پر آگے آتا ہے۔

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ عمر بن الخطابؓ، عثمان بن عفانؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور زید بن ثابتؓ نے کہا کہ جب مرد اپنی عورت سے ایلاء کرے اور اس کے رجوع سے قبل چار ماہ گزر جائیں تو عورت پر ایک بائن طلاق پڑ جاتی ہے اور وہ پیغام نکاح دینے والوں میں سے ایک ہوسکتا ہے۔ اور یہ حضرات چار ماہ کے بعد خاوند کو حاکم کے اجلاس میں کھڑا کرنے کے قائل نہ تھے اور ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو اپنی بیویوں سے ایلاء کریں چار ماہ تک ٹھہرنا ہے۔ پس اگر وہ رجوع کریں تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اور اگر وہ طلاق کا ارادہ کریں تو اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ فَیْ سے مراد چار ماہ کے عرصے میں جماع کر لینا ہے اور طلاق کا ارادہ یہ ہے کہ چار ماہ کا عرصہ گزر جائے۔ پس جب یہ مدت گزر جائے تو اس عورت کو ایک بائن طلاق ہو جائے گی۔ اور اس کے بعد حاکم کے اجلاس میں کھڑا نہ کیا جائے گا۔ اور عبداللہ بن عباسؓ تفسیر قرآن میں دوسروں سے زیادہ عالم تھے اور یہی قول ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا ہے۔

۱۱۵۷۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ كَانَ يَقْضِي فِي الرَّجُلِ إِذَا آلَى مِنِ امْرَأَتِهِ: أَنَّهَا إِذَا مَضَتِ الْأَرْبَعَةُ الْأَشْهُرُ، فَهِيَ تَطْلِيقَةٌ۔ وَلَهُ عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ مَا دَامَتْ فِي عِدَّتِهَا۔ قَالَ مَالِكٌ: وَعَلَى ذٰلِكَ كَانَ رَأْيُ ابْنِ شِهَابٍ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يُولِي مِنِ امْرَأَتِهِ، فَيُوقَفُ، فَيُطَلِّقُ عِنْدَ انْقِضَاءِ الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ، ثُمَّ يُرَاجِعُ امْرَأَتَهُ: أَنَّهُ إِنْ لَمْ يُصِبْهَا حَتَّى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا، فَلَا سَبِيلَ لَهُ إِلَيْهَا۔ وَلَا رَجْعَةَ لَهُ عَلَيْهَا۔ إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهُ عُذْرٌ، مِنْ مَرَضٍ، أَوْ سِجْنٍ، أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْعُذْرِ۔ فَإِنَّ ارْتِجَاعَهُ إِيَّاهَا ثَابِتٌ عَلَيْهَا۔ فَإِنْ مَضَتْ عِدَّتُهَا ثُمَّ تَزَوَّجَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ، فَإِنَّهُ إِنْ لَمْ يُصِبْهَا حَتَّى تَنْقَضِيَ الْأَرْبَعَةُ الْأَشْهُرُ، وُقِفَ أَيْضًا۔ فَإِنْ لَمْ يَفِئْ دَخَلَ عَلَيْهِ الطَّلَاقُ بِالْإِيلَاءِ الْأَوَّلِ۔ إِذَا مَضَتِ الْأَرْبَعَةُ الْأَشْهُرِ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ عَلَيْهَا رَجْعَةٌ۔ لِأَنَّهُ نَكَحَهَا ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا۔ فَلَا عِدَّةَ لَهُ عَلَيْهَا، وَلَا رَجْعَةَ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يُولِي مِنِ امْرَأَتِهِ، فَيُوقَفُ بَعْدَ الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ، فَيُطَلِّقُ ثُمَّ يَرْتَجِعُ

وَلَا يَمَسُّهَا، فَتَنْقَضِي أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ قَبْلَ أَنْ تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا: إِنَّهُ لَا يُوقَفُ، وَلَا يَقَعُ عَلَيْهِ طَلَاقٌ. وَإِنَّهُ إِنْ أَصَابَهَا قَبْلَ أَنْ تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا، كَانَ أَحَقَّ بِهَا۔ وَإِنْ مَضَتْ عِدَّتُهَا قَبْلَ أَنْ يُصِيبَهَا فَلَا سَبِيلَ لَهُ إِلَيْهَا۔ وَهٰذَا أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِي ذٰلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يُولِي مِنِ امْرَأَتِهِ، ثُمَّ يُطَلِّقُهَا، فَتَنْقَضِي الْأَرْبَعَةُ الْأَشْهُرُ قَبْلَ انْقِضَاءِ عِدَّةِ الطَّلَاقِ۔ قَالَ: هُمَا تَطْلِيقَتَانِ، إِنْ هُوَ أُوقِفَ وَلَمْ يَفِئْ۔ وَإِنْ مَضَتْ عِدَّةُ الطَّلَاقِ قَبْلَ الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ، فَلَيْسَ الْإِيلَاءُ بِطَلَاقٍ۔ وَذٰلِكَ أَنَّ الْأَرْبَعَةَ الْأَشْهُرَ الَّتِي كَانَتْ تُوقَفُ بَعْدَهَا مَضَتْ وَلَيْسَتْ لَهُ، يَوْمَئِذٍ، بِامْرَأَةٍ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَمَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَطَأَ امْرَأَتَهُ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا، ثُمَّ مَكَثَ حَتَّى يَنْقَضِيَ أَكْثَرُ مِنَ الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ، فَلَا يَكُونُ ذٰلِكَ إِيلَاءً۔ وَإِنَّمَا يُوقَفُ فِي الْإِيلَاءِ مَنْ حَلَفَ عَلَى أَكْثَرَ مِنَ الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ۔ فَأَمَّا مَنْ حَلَفَ أَنْ لَا يَطَأَ امْرَأَتَهُ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ، أَوْ أَدْنَى مِنْ ذٰلِكَ، فَلَا أَرَى عَلَيْهِ إِيلَاءً۔ لِأَنَّهُ إِذَا دَخَلَ الْأَجَلُ الَّذِي يُوقَفُ عِنْدَهُ، خَرَجَ مِنْ يَمِينِهِ، وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ وَقْفٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: مَنْ حَلَفَ لِامْرَأَتِهِ أَنْ لَا يَطَأَهَا حَتَّى تَفْطِمَ وَلَدَهَا، فَإِنَّ ذٰلِكَ لَا يَكُونُ إِيلَاءً۔ وَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ سُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ، فَلَمْ يَرَهُ إِيلَاءً۔

ترجمہ: امام مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ مروان بن الحکم اس شخص کے بارے میں فیصلہ کیا کرتا تھا کہ جو اپنی عورت سے ایلاء کرتا کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو ایک رجعی طلاق واقع ہوگئی۔ جب تک عورت عدت میں ہے وہ رجوع کرسکتا ہے (حنفیہ نے ایلاء کو طلاق صریح نہیں مانا اور ظاہر ہے کہ وہ طلاق صریح ہے بھی نہیں۔ اور صریح کے علاوہ کنایہ کی طلاق بائن ہوتی ہے۔ لہٰذا انہوں نے کہا کہ چار ماہ کے بعد طلاق بائن واقع ہوگی۔) مالکؒ نے کہا یہی رائے ابن شہابؒ کی ہے۔ (یعنی مروان کے فیصلے والی۔م)

امام مالکؒ نے اس آدمی کے بارے میں کہا جو اپنی بیوی سے ایلاء کرے، پھر اسے حاکم کے سامنے پیش کیا جائے اور وہ چار ماہ گزرنے پر طلاق دے دے، پھر وہ اپنی عورت سے رجوع کرلے۔ (کیونکہ مالکؒ کے نزدیک یہ ایک رجعی طلاق تھی۔) تو اس کی عدت گزرنے تک اگر وہ اس سے جماع نہ کرے تو اب اس پر اس کا کوئی دعویٰ نہیں اور نہ اس کا رجوع رہا۔ مگر یہ کہ بیماری، قید اور اس قسم کی چیزوں کا عذر اس کے پاس موجود ہو تو اس صورت میں اس کا رجوع عورت پر ثابت و معتبر ہے۔ اور اگر اس کی عدت گزر گئی۔ پھر اس کے بعد اس نے اس عورت سے نکاح کیا تو اب پھر اگر چار ماہ گزرنے تک وہ اس سے جماع نہ کرے تو اسے حاکم کے

رُوبرُو پیش کیا جائے گا پس اگر وہ تم سے رجوع نہ کرے تو پہلے ایلاء کے باعث چار ماہ گزر جانے پر ایک طلاق پڑجائے گی۔ اور اب اسے رجوع کا اختیار بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے اس عورت کے ساتھ نکاح کیا اور اس کے ساتھ جماع سے پہلے ہی اسے طلاق دے دی ہے۔ پس عورت پر نہ تو کوئی عدت ہے نہ مرد کے لئے رجوع کا اختیار ہے۔ (احنفیہ حاکم کے رُوبرُو کھڑا کرنے کے قائل ہی نہیں، جیسا کہ اُوپر گزر چکا۔ لہٰذا اس کی فرع خارج از بحث ہوئی۔)

مالکؒ نے اس آدمی کے متعلق کہا جو اپنی عورت سے ایلاء کرے۔ پھر اسے چار ماہ کے بعد حاکم کے رُوبرُو پیش کیا جائے اور وہ طلاق دے دے۔ پھر رجوع کرے اور بیوی کو مَسّ نہ کرے۔ پھر اس کی عدت گزرنے سے چار ماہ گزر گزر جائیں تو اب اس کو نہ حاکم کے سامنے پیش کیا جائے اور نہ اس پر طلاق واقع ہوئی۔ (اور وہ) اگر عورت کی عدت گزرنے سے پہلے اس سے جماع کرلے تو وہی اس کا زیادہ حقدار رہوگا۔ اور اگر اس کے جماع کرنے سے قبل اس عورت کی عدت گزر جائے تو اب اس کا اس عورت سے کوئی تعلق نہ رہا۔ (امام ابوحنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ اگر طلاق تین سے کم ہو، پھر اس نے اس سے نکاح کیا تو ایلاء واپس آگیا۔ اور اگر طلاق کا عدد تین پورا کر لیا تھا تو ایلاء نہیں لوٹے گا کیونکہ پہلے نکاح کا حکم بالکل زائل ہو چکا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ میں نے جو کچھ اس مسئلہ میں سُنا ہے یہ اس میں سے احسن بات ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ جو آدمی اپنی بیوی سے ایلاء کرے پھر طلاق دے دے، پھر چار ماہ گزر جائیں، قبل اس کے کہ طلاق کی مدت گزرے۔ مالک نے کہا کہ یہ دو طلاقیں ہیں۔ اگر وہ حاکم کے سامنے پیش ہو اور رجوع نہ کرے۔ اور اگر چار ماہ گزرنے سے قبل طلاق کی عدت گزر جائے تو ایلاء طلاق شمار نہ ہوگا۔ اور یہ اس لئے کہ وہ چار ماہ جن کے گزرنے کے بعد اسے حاکم کے رُوبرُو پیش ہونا تھا۔ وہ گزر گئے اور اس وقت وہ اس کی بیوی نہ تھی۔ (امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں ابوحنیفہؒ کی سند سے ابراہیم نخعی کا ایک اثر بیان کیا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی سے ایلاء کرے، پھر اسے طلاق دے دے تو طلاق ایلاء کو ختم کر دیتی ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ جس نے قسم کھائی کہ وہ اپنی بیوی سے ایک دن یا ایک ماہ وطی نہ کرے گا۔ پھر وہ ٹھہرا رہا حتیٰ کہ چار ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا تو یہ ایلاء نہیں ہوتا۔ ایلاء صرف اس صورت میں ہے کہ چار ماہ سے اکثر کی قسم کھائے۔ مگر جس نے یہ قسم کھائی کہ وہ چار ماہ اپنی بیوی سے وطی نہ کرے گا۔ یا اس سے کم کی قسم کھائی تو میری رائے میں اس پر کوئی ایلاء نہیں۔ کیونکہ جب وہ وقت آئے گا، جبکہ اسے حاکم کے روبرو پیش کرنا ہے۔ تو وہ اس وقت اپنی قسم سے باہر ہو چکا ہوگا۔ اور حاکم کی پیشی اس پر لازم نہ ہوگی۔ (اس پر ابتدائے باب میں گفتگو ہو چکی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ حنفیہ کا مالکیہ کے ساتھ کس کس بات میں اتفاق اور کس بات میں کتنا اختلاف ہے۔ یہ یاد رہے کہ ایلاء کے اکثر و بیشتر مسائل اجتہادی ہیں، منصوص نہیں۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس شخص نے قسم کھائی کہ وہ اس وقت تک اپنی بیوی سے وطی نہ کرے گا، جب تک وہ بچے کا دودھ نہ چھڑا لے۔ تو یہ ایلاء نہ ہوگا۔ (مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ایلاء ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ علی بن ابی طالب سے اس مسئلہ کا سوال ہوا تھا تو انہوں نے اسے ایلاء نہ سمجھا تھا (یہ اثر مصنف عبدالرزاق میں مروی ہے۔)

۷۔ بَابُ إِيلَاءِ الْعَبْدِ

غلام کے ایلاء کا باب

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ إِيلَاءِ الْعَبْدِ؟ فَقَالَ: هُوَ نَحْوُ إِيلَاءِ الْحُرِّ وَهُوَ وَاجِبٌ. وَإِيلَاءُ الْعَبْدِ شَهْرَانِ۔

ایضاً ترجمہ: مالکؒ نے ابنِ شہابؒ سے غلام کے ایلاء کا سوال کیا تو اس نے کہا کہ وہ آزاد شخص کے ایلاء کی مانند ہے۔ اور وہ اس پر واجب ہے۔ (یعنی اگر کرے گا تو لازماً اس کا نتیجہ بھگتے گا۔) اور غلام کا ایلاء دو ماہ ہے۔ (ابو حنیفہؒ کے نزدیک غلام اگر آزاد عورت سے ایلاء کرے گا تو اس کی مدت چار ماہ ہے اور لونڈی سے کرے گا تو اس کی مدت دو ماہ ہے۔)

۸۔ بَابُ ظِهَارِ الْحُرِّ

آزاد آدمی کے ظہار کا باب

ظہار۔ دورِ جاہلیت سے چلا آتا تھا۔ اسلام نے اس میں کافی اصلاحات کی ہیں۔ ظہار کا لفظ ظہر سے نکلا ہے جس کا معنیٰ ہے پُشت۔ ظہار میں بالخصوص پشت کا ذکر اس وجہ سے ہوتا تھا کہ وہ محلِ رکوب ہے۔ گویا مطلب یہ تھا کہ جس طرح مجھ پر ماں کی سواری (جماع) حرام ہے اسی طرح تو بھی حرام ہے۔ ماں کی پشت یا کسی اور عضو سے تشبیہ دینا اور اسی طرح بہن، بیٹی، خالہ پھوپھی وغیرھن کے کسی عضو سے تشبیہ دینا ظہار ہے۔ اس باب میں بہت سے فرعی مسائل ہیں، جن میں ائمہ مجتہدین میں اختلاف بھی ہے۔

۱۱۵۷۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، أَنَّهُ سَأَلَ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَةً، إِنْ هُوَ تَزَوَّجَهَا. فَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ: إِنَّ رَجُلًا جَعَلَ امْرَأَةً عَلَيْهِ كَظَهْرِ أُمِّهِ، إِنْ هُوَ تَزَوَّجَهَا. فَأَمَرَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، إِنْ هُوَ تَزَوَّجَهَا، أَنْ لَا يَقْرَبَهَا، حَتَّى يُكَفِّرَ كَفَّارَةَ الْمُتَظَاهِرِ۔

ترجمہ: سعید بن عمرو نے قاسم بن محمدؒ سے اس آدمی کے متعلق پوچھا جس نے کہا تھا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق۔ القاسم نے کہا کہ ایک شخص نے کہا تھا، اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو وہ مجھ پر میری ماں کی پشت کے مانند ہوگی، تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے اسے حکم دیا تھا کہ اگر وہ اس سے نکاح کرے تو ظہار والے کا کفارہ ادا کئے بغیر اس کے قریب نہ جائے۔

شرح: جہاں تک طلاق کا مسئلہ ہے اس پر اجماع ہے کہ اجنبی عورت پر فوری طلاق واقع نہیں ہوتی۔ رہ گئی معلق طلاق سو جمہور کے نزدیک یہ بھی واقع نہ ہوگی۔ ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے نزدیک واقع ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کے وقوع سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ امام محمدؒ نے مؤطا میں عبداللہ بن عمرؓ کا اثر بیان کیا ہے کہ اجنبیہ کو جب طلاق معلق دی جائے تو اس

سے نکاح کی صورت میں واقع ہو جاتی ہے۔ اور جب کوئی شخص اجنبی عورت سے معلق ظہار کرے تو نکاح کی صورت میں اس کا حکم ثابت ہو جاتا ہے

١١٥٨۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ تَظَاهَرَ مِنِ امْرَأَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَنْكِحَهَا، فَقَالاَ: إِنْ نَكَحَهَا، فَلاَ يَمَسَّهَا حَتَّى يُكَفِّرَ كَفَّارَةَ الْمُتَظَاهِرِ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ ایک مرد نے القاسم بن محمدؒ اور سلیمان بن یسار سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس نے کسی عورت سے نکاح کرنے سے پہلے ظہار کر لیا تو انہوں نے کہا کہ اگر وہ اس سے نکاح کرے تو کفارہ ظہار ادا کئے بغیر اس کے قریب نہ جائے۔

شرح: لیکن اگر وہ اجنبی عورت سے یوں کہے کہ تو مجھ پر یوں ہے جیسے میری ماں کی پشت۔ تو یہ محض بکواس ہے اور اس کا کوئی کفارہ وغیرہ لازم نہیں آتا۔

١١٥٩۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ، فِي رَجُلٍ تَظَاهَرَ مِنْ أَرْبَعَةِ نِسْوَةٍ لَهُ بِكَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْهِ إِلاَّ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ۔

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مِثْلَ ذَلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَعَلَى ذَلِكَ الأَمْرُ عِنْدَنَا. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي كَفَّارَةِ الْمُتَظَاهِرِ۔ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا ۔۔۔ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا، فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَتَظَاهَرُ مِنِ امْرَأَتِهِ فِي مَجَالِسَ مُتَفَرِّقَةٍ۔ قَالَ: لَيْسَ عَلَيْهِ إِلاَّ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ. فَإِنْ تَظَاهَرَ ثُمَّ كَفَّرَ، ثُمَّ تَظَاهَرَ بَعْدَ أَنْ يُكَفِّرَ، فَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ أَيْضًا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَمَنْ تَظَاهَرَ مِنِ امْرَأَتِهِ ثُمَّ مَسَّهَا قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ، لَيْسَ عَلَيْهِ إِلاَّ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ. وَيَكُفُّ عَنْهَا حَتَّى يُكَفِّرَ، وَلْيَسْتَغْفِرِ اللَّهَ. وَذَلِكَ أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالظِّهَارُ مِنْ ذَوَاتِ الْمَحَارِمِ، مِنَ الرَّضَاعَةِ وَالنَّسَبِ، سَوَاءٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ ظِهَارٌ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي قَوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ـ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا ـ قَالَ سَمِعْتُ اَنَّ تَفْسِيْرَ ذٰلِكَ اَنْ يَتَظَاهَرَ الرَّجُلُ مِنِ امْرَاَتِهٖ. ثُمَّ يُجْمِعُ عَلٰى اِمْسَاكِهَا وَاِصَابَتِهَا. فَاِنْ اَجْمَعَ عَلٰى ذٰلِكَ فَقَدْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ. وَاِنْ طَلَّقَهَا، وَلَمْ يُجْمِعْ بَعْدَ تَظَاهُرِهٖ مِنْهَا، عَلٰى اِمْسَاكِهَا وَاِصَابَتِهَا، فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ.

قَالَ مَالِكٌ: فَاِنْ تَزَوَّجَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ. لَمْ يَمَسَّهَا حَتّٰى يُكَفِّرَ كَفَّارَةَ الْمُتَظَاهِرِ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَتَظَاهَرُ مِنْ اَمَتِهٖ: اِنَّهٗ اِنْ اَرَادَ اَنْ يُصِيْبَهَا، فَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ الظِّهَارِ قَبْلَ اَنْ يَطَاَهَا.

قَالَ مَالِكٌ: لَا يَدْخُلُ عَلَى الرَّجُلِ اِيْلَاءٌ فِيْ تَظَاهُرِهٖ. اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ مُضَارًّا لَا يُرِيْدُ اَنْ يَفِيْءَ مِنْ تَظَاهُرِهٖ.

ترجمہ: عروہ نے کہا کہ جس شخص نے اپنی چار بیویوں سے ایک لفظ کے ساتھ ظہار کیا تو اس پر صرف ایک کفارہ آتا ہے۔ مالکؒ نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے ایسی ہی روایت کی ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے مدینہ میں اسی پر عملدرآمد ہے۔ (ابوحنیفہ کا ایک قول اور شافعی کا ایک قول اس کے خلاف ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کفارہ ظہار میں فرمایا ہے۔ پس ایک غلام آزاد کرنا قبل اس کے کہ وہ ایک دوسرے سے مس کریں۔ پھر جسے یہ نہ ملے تو دو متواتر ماہ کے روزے ایک دوسرے کو مس کرنے سے پہلے۔ پھر جسے یہ بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کا کھانا ہے اور ساٹھ مساکین کو کھلانے سے قبل عورت سے نہ ملے عطاءؒ، زہریؒ، شافعیؒ اور حنفیہ کا یہی مسلک ہے۔)

امام مالکؒ نے اس مرد کے متعلق کہا جو اپنی عورت سے متفرق مجلسوں میں ظہار کرے۔ اس پر صرف ایک کفارہ ہے لیکن اگر ظہار کرے۔ پھر کفارہ دے۔ پھر ظہار کرے کفارہ دینے کے بعد تو اس پر پھر کفارہ ہے (کیونکہ بخلاف پہلی صورت کے یہ ایک جدید ظہار ہے۔

امام مالکؒ نے کہا کہ جس شخص نے اپنی عورت سے ظہار کیا پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے ہی اس کے ساتھ جماع کر لیا تو اس کے ذمہ صرف ایک کفارہ ہے اور اب وہ کفارہ دینے تک رکے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ (یعنی اس نے کفارہ سے قبل جماع کر کے فعلِ حرام کا ارتکاب کیا مگر اس کے باعث کفارہ متعدد نہیں ہوا، وہ ایک ہی رہا)

مالکؒ نے کہا کہ یہ احسن بات ہے جو میں نے سنی۔

مالکؒ نے کہا کہ ظہار نسبی و رضاعی عورتوں سے تشبیہ کی صورت میں برابر واقع ہو جاتا ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ عورتوں پر ظہار نہیں ہے (جمہور علماء کا یہی قول ہے اور اس میں بعض شاذ اقوال کا اختلاف ہے۔)

مالکؒ نے آیت ظہار کی تفسیر میں کہا کہ اور جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اپنی بات سے پھر جاتے ہیں۔ مالکؒ نے کہا کہ میں نے اس کی یہ تفسیر سُنی ہے کہ آدمی اپنی عورت سے ظہار کرے۔ پھر اسے روک لینے کا پختہ ارادہ کر لے اور اس سے جماع کرے۔ پس جو ایسا کرے گا، اس پر کفارہ واجب ہو گیا اور اگر اسے طلاق دے دے اور ظہار کرنے بعد اسے روکنے اور جماع کا پختہ ارادہ نہ کرے۔ تو اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ (حنفیہ کے نزدیک ثُمَّ يَعُودُونَ کا معنیٰ یہ ہے کہ عورت کو بحیثیت بیوی روک لینے کا ارادہ کریں اور اس میں جماع نہیں ہو سکتا۔ جب تک کفارہ ادا نہ کرے۔)

مالکؒ نے اس شخص کے متعلق کہا جو اپنی لونڈی سے کرے کہ اگر وہ اس سے مقاربت کرنا چاہے تو وطی سے قبل اس پر کفارہ واجب ہے۔ (امام ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمدؒ، ابو ثورؒ نے کہا کہ لونڈی سے کوئی ظہار نہیں ہوتا۔)

مالکؒ نے کہا کہ آدمی کے ظہار میں ایلاء نہیں ہوتا۔ مگر یہ کہ وہ عورت کو نقصان پہنچانا چاہے۔ اور اپنے ظہار سے رجوع نہ کرنا چاہے تو وہ ایلاء ہو جائے گا۔ اور حاکم اس کی مدت مقرر کرے گا تاکہ عورت لٹکی نہ رہے۔ لیکن ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ نے اسے ایلاء نہیں مانا۔ کیونکہ اس کے ایلاء ہونے کی کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔ اور ضرر کا ازالہ دوسرے طریقوں سے بھی ہو سکتا ہے۔)

١١٦٠۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا يَسْأَلُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ عَنْ رَجُلٍ قَالَ لِامْرَأَتِهِ: كُلُّ امْرَأَةٍ أَنْكِحُهَا عَلَيْكِ، مَا عِشْتِ فَهِيَ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي. فَقَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: يُجْزِيهِ مِنْ ذٰلِكَ عِتْقُ رَقَبَةٍ۔

ترجمہ: ہشام بن عروہؒ نے ایک مرد کو عروہؒ سے یہ سوال کرتے سُنا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا، جس عورت سے بھی میں تیرے بعد نکاح کروں تو وہ زندگی بھر مجھ پر میری ماں کی مانند ہے۔ (اس کا کیا حکم ہے؟) عروہ ابن الزبیرؒ نے کہا کہ اسے اس کے باعث ایک غلام آزاد کرنا کافی ہے (یا وہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے یا ساٹھ مسکین کا کھانا۔ مطلب یہ ہے کہ ایک ہی ظہار سمجھا جائے گا اور اس کا ایک ہی کفارہ ہے۔ مگر اس مسئلہ کی تفاصیل و فروع میں طویل گفتگو ہے۔)

٩۔ بَابُ ظِهَارِ الْعَبِيدِ

غلام کے ظہار کا باب

١١٦١۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ ظِهَارِ الْعَبْدِ؟ فَقَالَ: نَحْوُ ظِهَارِ الْحُرِّ۔

قَالَ مَالِكٌ: يُرِيدُ أَنَّهُ يَقَعُ عَلَيْهِ كَمَا يَقَعُ عَلَى الْحُرِّ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَظِهَارُ الْعَبْدِ عَلَيْهِ وَاجِبٌ. وَصِيَامُ الْعَبْدِ فِي الظِّهَارِ شَهْرَانِ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْعَبْدِ يَتَظَاهَرُ مِنَ امْرَأَتِهِ، إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ عَلَيْهِ إِيلَاءٌ. وَذٰلِكَ أَنَّهُ

لَوْ ذَهَبَ يَصُومُ صِيَامَ كَفَّارَةِ الْمُتَظَاهِرِ دَخَلَ عَلَيْهِ طَلَاقُ الْإِيلَاءِ قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صِيَامِهِ

ترجمہ: مالکؒ نے ابن شہابؒ سے پوچھا کہ کیا غلام پر ظہار ہے؟ تو اس نے کہا کہ آزاد کے ظہار کی مانند ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ ظہار جس طرح آزاد پر واقع ہوتا ہے غلام پر بھی ہوتا ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ غلام اگر اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اس پر ایلاء داخل نہ ہوگا۔ یہ اس لئے کہ اگر وہ ظہار کے کفارے کے روزے رکھنا شروع کرے تو اس پر ایلاء کی طلاق داخل ہو جائے گی قبل اس کے وہ روزے سے فارغ ہو۔

مالکؒ نے کہا کہ غلام کا ظہار اس پر واجب ہے اور غلام کے روزے ظہار میں دو ماہ ہیں۔ (غلام کی آزادی اور ساٹھ مساکین کا کھانا اس پر نہیں ہے۔)

شرح: اگر غلام کو کفارہ ادا کرنے کی خاطر آقا عتق کی اجازت دے دے تو بعض علما کے نزدیک وہ غلام آزاد کر سکتا ہے۔ مگر حسن بصریؒ، ابوحنیفہؒ، شافعیؒ کے نزدیک آقا کی اجازت یا عدم اجازت ہر صورت میں غلام کا کفارہ صرف دو ماہ کے مسلسل روزے سے ہوگا۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک آزاد پر بھی ظہار میں ایلاء لازم نہیں آتا۔ تو غلام پر کیسے ہوگا؟

١٠۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخِيَارِ

خیار کا باب

خیار کا لفظی معنی ہے دو کاموں میں سے جو خیر (بہتر) ہو، اسے اختیار کر لینا۔ معاملات میں خیار کی بہت سی اقسام ہیں۔ لیکن اس باب میں دو قسم کے خیار کا ذکر ہے۔ (۱) خیار العتق، یعنی غلامی کی حالت میں لونڈی کا جو نکاح تھا۔ آزادی کے بعد اسے قائم رکھنے یا نہ رکھنے کا فیصلہ اس کے سپرد ہے۔ (۲) طلاق کو اختیار کرنے کا خیار اگر عورت کو ملے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بیع، شراء کے معاملات میں جو خیار شرط یا خیار مجلس فریقین کو یا ان میں سے کسی ایک کو ملتا ہے، اس کا نکاح میں کوئی وجود نہیں ہوتا۔ خیار عیب کا البتہ یہاں وجود ہے۔ اور مرد اگر نان و نفقہ اور مہر کی ادائیگی سے گریز کرے تو عورت کو خلع کا اختیار دیا گیا ہے۔

١١٦٢۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ فَكَانَتْ إِحْدَى السُّنَنِ الثَّلَاثِ أَنَّهَا أُعْتِقَتْ فَخُيِّرَتْ فِي زَوْجِهَا۔ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ"۔ وَدَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْبُرْمَةُ تَفُورُ بِلَحْمٍ۔ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ خُبْزٌ وَأُدْمٌ مِنْ أُدْمِ الْبَيْتِ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَلَمْ أَرَ بُرْمَةً فِيهَا لَحْمٌ"؟ فَقَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ۔ وَلٰكِنْ ذٰلِكَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيرَةَ، وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ، وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ"۔

ترجمہ: حضرت عائشہ اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ بریرہؓ میں تین سنتیں قائم ہوئیں۔ ان میں ایک سنت (حکم شرعی) یہ تھی کہ وہ آزاد ہوئی تو اپنے خاوند کے ساتھ رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دیا گیا۔ دوسری سنت یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ولاء اس کی ہے جو آزاد کرے اور تیسری یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے اور ہنڈیا میں گوشت پک رہا تھا۔ آپ کی خدمت میں روٹی اور گھر میں موجود سالن پیش کیا گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں ہنڈیا نہیں دیکھ رہا، جس میں گوشت ہے؟ گھر والوں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ۔ مگر وہ گوشت ہے جو بریرہؓ کو بطورِ صدقہ ملا ہے اور آپ صدقہ نہیں کھاتے (اس لئے اس میں سے نہیں دیا گیا)۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ گوشت بریرہؓ پر صدقہ ہے اور ہمارے لئے اس کی طرف سے ہدیہ ہے۔

شرح: بریرہؓ کا خاوند مغیثؓ ایک کالے رنگ کا غلام تھا۔ بعض احادیث سے اس کا آزاد ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔ حنفیہؒ کے نزدیک تو بریرہ کو آزادی کے بعد بہر صورت اختیار حاصل تھا خواہ مغیثؓ آزاد تھا یا غلام تھا۔ تو ابو حنیفہؒ کے علاوہ دیگر ائمہ فقہ کے نزدیک بھی بریرہؓ مختار تھی۔ اگر وہ آزاد تھا تو اس صورت میں یہ احادیث ائمہ ثلاثہ کے خلاف پڑتی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان روایات کو ترجیح دی ہے جو مغیث کو غلام بتاتی ہیں۔ اور دوسری قسم کی روایات کو منقطع قرار دیا ہے۔ ممکن ہے دونوں قسم کی روایات کو یوں جمع کیا جائے کہ پہلے تو وہ غلام تھا لیکن بریرہؓ کی آزادی کے وقت وہ آزاد تھا۔

بریرہؓ کے آقاؤں نے حضرت اُمّ المؤمنین عائشہؓ سے گزارش کی تھی کہ آپ بے شک بریرہؓ کا بدلِ کتابت ادا کرکے اُسے آزاد کردیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کی ولاء ہمیں ملے گی۔ حضورؐ کو جب یہ پتہ چلا تو آپ نے فرمایا کہ تم بریرہؓ کو آزاد کردو مگر اس کے آقاؤں کی شرط شرعاً ناجائز ہے۔ لہذا نافذ نہ ہوگی۔ کیونکہ ولاء اس کی ہے جو آزاد کرے۔ چنانچہ جنابِ عائشہؓ نے بریرہؓ کو بدل کتابت ادا فرما کر آزاد کردیا۔ اور اس کی ولاء حضرت عائشہؓ کو حاصل ہوئی۔ حضورؐ نے اس ضمن میں ایک خطبہ بھی ارشاد فرمایا تھا، جس میں بتایا تھا کہ یہ شرط ناجائز ہے۔

صدقہ جب محتاج کو مل گیا اور اس کی ملک میں آگیا تو اب وہ اس میں جو تصرف کرے جائز ہوگا۔ یہاں سے فقہا نے ایک اصول نکالا کہ ملک بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ صدقہ آلِ رسولؐ کے لئے حرام ہے اور آل میں سب سے پہلے ازواجؓ داخل ہیں۔ بریرہؓ نے صدقے کا گوشت حضرت اُمّ المومنینؓ کو ہبہ کیا تھا یا بطورِ تحفہ دیا تھا۔ اس لئے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

۱۱۶۳۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ. فِی الْاَمَةِ تَكُوْنُ تَحْتَ الْعَبْدِ فَتَعْتِقُ: اِنَّ الْاَمَةَ لَهَا الْخِيَارُ مَا لَمْ يَمَسَّهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَاِنْ مَسَّهَا زَوْجُهَا فَزَعَمَتْ اَنَّهَا جَهِلَتْ، اَنَّ لَهَا الْخِيَارَ۔ فَاِنَّهَا تُتَّهَمُ وَلَا تُصَدَّقُ بِمَا ادَّعَتْ مِنَ الْجَهَالَةِ۔ وَلَا خِيَارَ لَهَا بَعْدَ اَنْ يَمَسَّهَا

ترجمہ: نافعؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے: جو لونڈی کسی غلام کے نکاح میں ہو اور پھر آزاد ہو جائے تو اسے اختیار ہے جب تک کہ وہ غلام اس سے مقاربت نہ کرے۔ (یہ اثر مؤطائے امام محمدؒ باب اَلْاَمَةُ تَكُوْنُ تَحْتَ الْعَبْدِ فَتَعْتِقُ میں مروی ہے)

شرح: ابوداؤد کی حدیثِ مرفوع ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہؓ سے فرمایا تھا، اگر وہ تیرے قریب گیا تو تیرا اختیار ختم ہو جائے گا۔

ایضًا: مالکؒ نے کہا کہ اگر اس کے خاوند نے اس سے مقاربت کر لی۔ پھر وہ کہنے لگی کہ اسے یہ نہ معلوم تھا کہ اُسے اختیار حاصل ہے تو اس کی بات کو مشکوک سمجھا جائے گا۔ اور جہالت کا جو دعویٰ اس نے کیا، اسے قبول نہ کیا جائے گا۔ اور خاوند کی قربت کے بعد اس کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔ (مسندِ احمد کی حدیثِ مرفوع میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب لونڈی آزاد ہو جائے تو اسے اختیار ہے، جب تک کہ اس کا خاوند اس سے وطی نہ کرے، اگر وہ چاہے تو اس سے جُدا ہو جائے۔ لیکن اگر خاوند نے اس سے وطی کر لی تو اس کا کوئی اختیار باقی نہ رہا۔ اور اب وہ اس سے جُدا نہیں ہو سکتی یعنی اس اختیار کی بنا پر۔ اس پر گفتگو آ گئے ہے۔)

١١٦٤۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ مَوْلَاةً لِبَنِي عَدِيٍّ يُقَالُ لَهَا زَبْرَاءُ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ عَبْدٍ. وَهِيَ أَمَةٌ يَوْمَئِذٍ. فَعَتَقَتْ. قَالَتْ: فَأَرْسَلَتْ إِلَيَّ حَفْصَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَدَعَتْنِي. فَقَالَتْ: إِنِّي مُخْبِرَتُكِ خَبَرًا. وَلَا أُحِبُّ أَنْ تَصْنَعِي شَيْئًا. إِنَّ أَمْرَكِ بِيَدِكِ، مَا لَمْ يَمْسَسْكِ زَوْجُكِ. فَإِنْ مَسَّكِ فَلَيْسَ لَكِ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ. قَالَتْ فَقُلْتُ، هُوَ الطَّلَاقُ. ثُمَّ الطَّلَاقُ. فَفَارَقَتْهُ ثَلَاثًا۔

ترجمہ: عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ بنی عدی کی ایک لونڈی نے جس کو زبرا کہا جاتا تھا، اسے بتایا کہ وہ ایک غلام کے نکاح میں تھی اور وہ اس وقت لونڈی تھی۔ پس وہ آزاد ہو گئی۔ اس نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہؓ نے پیغام بھیج کر مجھے بلایا اور فرمایا کہ میں تجھ کو ایک بات بتاتی ہوں اور میں چاہتی ہوں کہ تو جلدی میں کوئی فیصلہ کرے۔ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے جب تک کہ تیرا خاوند تجھ سے مقاربت نہ کرے۔ پس اگر اس نے تجھ سے مقاربت کر لی تو تیرا اختیار جاتا رہے گا۔ وہ کہنے لگی کہ میں نے کہا، اسے طلاق۔ پھر طلاق۔ پھر طلاق ہے۔ پس میں نے تین بار اس سے جدائی کا اعلان کیا۔

شرح: امام محمدؒ نے موطا میں یہ اثر بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ جب اس عورت کو معلوم ہو کہ اب اس کا معاملہ اس کے ہاتھ میں ہے تو جب تک وہ اس مجلس میں رہے اور اُٹھ کھڑی نہ ہو، اسے اختیار رہے یا جب تک کسی اور کام میں مصروف نہ ہو جائے، یا جب تک اس کا خاوند اس سے مقاربت نہ کرے۔ اگر ان کاموں میں سے کوئی بھی ہو گیا تو اس کا اختیار باطل ہو گیا۔ لیکن اگر اسے اختیار کا علم نہ تھا اور یہ کام ہو گیا تو اس کا اختیار باطل نہ ہو گا۔ یہی امام ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ امام محمدؒ کا یہ قول امام مالکؒ کے اوپر درج شدہ قول کے خلاف ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ اس مسئلہ میں مالکیہ اور حنفیہ میں کیا اختلاف ہے۔

١١٦٥۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ قَالَ: أَيُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً وَبِهِ جُنُونٌ أَوْ ضَرَرٌ، فَإِنَّهَا تُخَيَّرُ. فَإِنْ شَاءَتْ قَرَّتْ وَإِنْ شَاءَتْ فَارَقَتْ۔

ترجمہ: امام مالکؒ کو سعید بن المسیبؒ کی طرف سے خبر پہنچی ہے کہ اس نے کہا جس مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا درآنحالیکہ اس مرد میں جنون ہو یا کوئی اور تکلیف ہو (مثلاً برص یا جذام وغیرہ) تو اس عورت کو اختیار دیا جائے گا۔ اگر چاہے تو اس کے ہاں ٹھہرے اور چاہے تو جدا ہو جائے۔ (موطأ امام محمدؒ میں یہ اثر باب الرجل ینکح المرأۃ ولا یصل الیہا لعلۃ الخ میں مروی ہے)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس صورت میں اگر کوئی ایسا امر ہو جسے برداشت نہ کیا جا سکتا ہو تو عورت کو اختیار دیا جائے گا۔ اگر چاہے تو رہے اور چاہے تو جدا ہو جائے۔ ورنہ اسے کوئی اختیار نہیں سوائے نامرد اور آلات تناسل کے کٹا ہوا ہونے کی صورت کے۔

۱۱۶۶۔ قَالَ مَالِكٌ، فِي الْأَمَةِ تَكُونُ تَحْتَ الْعَبْدِ، ثُمَّ تَعْتِقُ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، أَوْ يَمَسَّهَا: إِنَّهَا إِنِ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَلَا صَدَاقَ لَهَا. وَهِيَ تَطْلِيقَةٌ. وَذٰلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا۔

ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا کہ جو لونڈی غلام کے نکاح میں ہو پھر وہ آزاد ہو جائے قبل اس کے اس نے اس کے ساتھ خلوت کی ہو یا جماع کیا ہو تو وہ اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو اس کے لئے کوئی مہر نہیں۔ اور یہ ایک طلاق ہوگی۔ اور ہمارے ہاں مدینہ منورہ میں اس پر عملدرآمد ہے۔

شرح: اسے مہر اس لئے نہیں ملتا کہ جدائی اس کی طرف سے آئی ہے اور خلوت سے قبل ہوئی ہے اور یہ فسخ ہے طلاق نہیں۔ طلاق وہ ہے جس کا لفظ مرد کے منہ سے نکلے۔ اور یہاں جدائی عورت کی طرف سے ہے۔ حنفیہ اور دیگر ائمہ فقہ کا یہی مذہب ہے۔

۱۱۶۷۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: إِذَا خَيَّرَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فَاخْتَارَتْهُ. فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِطَلَاقٍ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَذٰلِكَ أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْمُخَيَّرَةِ: إِذَا خَيَّرَهَا زَوْجُهَا، فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا، فَقَدْ طَلُقَتْ ثَلَاثًا. وَإِنْ قَالَ زَوْجُهَا: لَمْ أُخَيِّرْكِ إِلَّا وَاحِدَةً. فَلَيْسَ لَهُ ذٰلِكَ. وَذٰلِكَ أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنْ خَيَّرَهَا فَقَالَتْ: قَدْ قَبِلْتُ وَاحِدَةً. وَقَالَ: لَمْ أُرِدْ هٰذَا. وَإِنَّمَا خَيَّرْتُكِ فِي الثَّلَاثِ جَمِيعًا. أَنَّهَا إِنْ لَمْ تَقْبَلْ إِلَّا وَاحِدَةً، أَقَامَتْ عِنْدَهُ عَلَى نِكَاحِهَا. وَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ فِرَاقًا. إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ۔

ترجمہ: مالکؒ نے ابن شہابؒ کو کہتے سنا کہ جب مرد اپنی عورت کو اختیار دے اور عورت مرد کو اختیار کرے تو یہ طلاق نہیں۔ مالکؒ نے کہا کہ اس مسئلہ میں یہ احسن بات ہے جو میں نے سنی۔

مالکؒ نے اختیار دی ہوئی عورت کے متعلق کہا کہ جب خاوند اسے اختیار دے اور وہ اپنے آپ کو اختیار کرے تو اسے

طلاقِ ثلاثہ ہو جائے گی۔ اور اگر اس کا خاوند کہے کہ میں نے تو تجھے صرف ایک طلاق کا اختیار دیا تھا۔ تو اسے یہ کہنے کا حق نہیں۔ اور یہ بہترین بات ہے جو میں نے سُنی۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر اس کے خاوند نے اسے اختیار دیا اور عورت نے کہا کہ میں نے ایک طلاق قبول کی۔ اور مرد کہے کہ میرا یہ ارادہ نہ تھا۔ میں نے تو تجھے ساری تین طلاق کا اختیار دیا تھا۔ تو عورت اگر ایک ہی قبول کرتی ہے تو وہ اسی کے ہاں رہے گی۔ اور یہ فریقین میں جدائی نہ ہو گی۔

شرح: ائمہ اربعہ اور جمہور کا مذہب ابن شہابؒ کے قول کے مطابق ہے کہ عورت کو اختیار دینا طلاق نہیں۔ مالکیہ کے نزدیک تخییر کا مطلب یہ ہے کہ اگر عورت اسے قبول کرتی ہے تو یہ طلاق ثلاثہ ہے (اور یاد رہے کہ یہ طلاقِ ثلاثہ بیک لفظ و بیک مجلس ہے۔ جس کے ہمارے ہاں کے "ان پڑھ مجتہدین" بلاوجہ اور بلا دلیل خلاف ہیں۔) مگر امام ابوحنیفہؒ اور ابن شبرمہ کے نزدیک یہ ایک بائن طلاق ہے۔

۱۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخُلْعِ

خلع کا باب

خلع کا لفظی معنیٰ ہے اتارنا، زائل کرنا، دُور کرنا۔ اور شرعی معنیٰ ہے زوجین جو ایک دوسرے کا لباس تھے، عورت کی طرف سے یہ اقدام ہو کہ وہ باہمی لباس کو اُتار دے۔ ایک شاذ قول کے سوا اس مسئلے پر علما کا اجماع ہے کہ خلع مشروع ہے اور قرآن میں صراحۃً اس کا ذکر موجود ہے۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ۔ صورت اس کی یہ ہے کہ عورت جب خاوند کو اس کی شکل و صورت یا اخلاق یا بے دینی یا بڑی عمر یا کمزوری وغیرہ کے باعث ناپسند کرے اور اس بات کا خوف ہو کہ اس کے عقد میں رہ کر وہ حقوقِ زوجیت ادا نہ کر سکے گی۔ اور گنہگار ہو گی۔ تو کسی چیز کے عوض وہ اس سے گلو خلاصی کرا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ الخ صحیح احادیث میں حبیبہ بنت سہل کا قصہ یعنی ثابت بن قیس کی بیوی کا قصہ مذکور ہے۔ یہ واقعات حضورؐ کے سامنے ہوئے اور ان میں خلع ہوا تھا۔

۱۱۶۸۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ عَنْ حَبِيبَةَ بِنْتِ سَهْلٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ۔ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الصُّبْحِ۔ فَوَجَدَ حَبِيبَةَ بِنْتَ سَهْلٍ عِنْدَ بَابِهِ فِي الْغَلَسِ۔ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ هٰذِهِ؟" فَقَالَتْ: أَنَا حَبِيبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ قَالَ "مَا شَأْنُكِ؟" قَالَتْ: لَا أَنَا وَلَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ۔ لِزَوْجِهَا۔ فَلَمَّا جَاءَ زَوْجُهَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "هٰذِهِ حَبِيبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ۔ قَدْ ذَكَرَتْ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَذْكُرَ" فَقَالَتْ حَبِيبَةُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كُلُّ مَا أَعْطَانِي عِنْدِي۔ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ: "خُذْ

مِنْهَا" فَاَخَذَ مِنْهَا۔ وَجَلَسَتْ فِيْ بَيْتِ اَهْلِهَا۔

ترجمہ: عمرہ بنتِ عبدالرحمٰنؒ نے بتایا کہ حبیبہ بنتِ سہلؓ انصاری ثابتؓ بن قیس بن شماس کے نکاح میں تھی، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لئے باہر نکلے تو اندھیرے منہ حبیبہ بنتِ سہلؓ کو اپنے دروازے کے پاس دیکھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا یہ کون عورت ہے؟ وہ بولی یا رسول اللہ میں حبیبہ بنت سہل ہوں۔ حضور نے فرمایا، تمہیں کیا ہوا ہے؟ وہ بولی، میں اور ثابت بن قیس اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ پھر ثابت بن قیس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، یہ حبیبہ بنت سہلؓ ہے۔ اس نے بیان کیا جو اللہ نے چاہا کہ بیان کرے۔ اس پر حبیبہ بولی یا رسول اللہ، اس نے جو کچھ مجھے دیا ہے وہ میرے پاس ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابتؓ سے فرمایا، اس سے لے لو۔ پس اس نے وہ چیزیں اس سے لے لیں، اور وہ اپنے گھر والوں میں جا بیٹھی۔

شرح: یہاں تو یہ قصہ مختصر ہے مگر دوسری روایات میں ہے کہ ثابتؓ نے اپنا دیا ہوا مال واپس لے کر اسے طلاق دے دی۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ خلع ہی طلاق شمار ہوتی یا اس نے لفظاً اسے طلاق دی؟ جمہور کا قول یہ ہے کہ خلع طلاق شمار ہوگی اور حنفیہ کے ہاں یہ طلاق بائن ہے۔ رجعی نہیں۔ کیونکہ لفظ طلاق سے نہیں۔ اگر لفظ طلاق سے ہو تو گو صورت خلع کی ہو وہ طلاق صریح رجعی شمار ہوگی اگر دو تک ہو، اور تین ہو تو مغلظہ ہوگی جمہور علماء و فقہاء کے نزدیک خلع فسخِ نکاح ہے جو ایک طلاقِ بائن کا قائم مقام ہے۔ اس باب میں بقولِ الموفقؒ حدیث ابن عباسؓ سے بڑھ کر صحیح روایت اور کوئی نہیں۔ اور اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے۔

۱۱۶۹ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ مَوْلَاةٍ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِيْ عُبَيْدٍ، اَنَّهَا اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا بِكُلِّ شَيْءٍ لَهَا۔ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْمُفْتَدِيَةِ الَّتِيْ تَفْتَدِيْ مِنْ زَوْجِهَا۔ اَنَّهُ اِذَا عُلِمَ اَنَّ زَوْجَهَا اَضَرَّ بِهَا، وَضَيَّقَ عَلَيْهَا، وَعُلِمَ اَنَّهُ ظَالِمٌ لَهَا، مَضَى الطَّلَاقُ۔ وَرَدَّ عَلَيْهَا مَالَهَا۔

قَالَ: فَهٰذَا الَّذِيْ كُنْتُ اَسْمَعُ۔ وَالَّذِيْ عَلَيْهِ اَمْرُ النَّاسِ عِنْدَنَا

قَالَ مَالِكٌ: لَا بَاْسَ بِاَنْ تَفْتَدِيَ الْمَرْاَةُ مِنْ زَوْجِهَا، بِاَكْثَرَ مِمَّا اَعْطَاهَا۔

ترجمہ: نافعؒ نے صفیہ بنتِ ابی عبید (عبداللہ بن عمرؓ کی بیوی) کی ایک آزاد شدہ لونڈی سے روایت کی کہ اس نے اپنے خاوند سے خلع کیا، ہر وہ چیز دے کر جو اس کے ملک میں تھی۔ تو عبداللہ بن عمرؓ نے اسے برا نہیں مانا۔ (یہ اثر مؤطائے امام محمدؒ میں باب المرأة تختلع من زوجها الخ میں مروی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ قضاء (بوقت فیصلے کے وقت)، اسے جائز شمار کریں گے کہ عورت جو کچھ بھی چاہے دے کر خاوند سے گلوخلاصی کرالے۔ مگر ہمیں یہ پسند نہیں ہے کہ خاوند اپنے دیئے ہوئے مال سے زیادہ لے۔ اگرچہ فرار عورت ہی کی طرف سے ہو۔

مگر جب قرار مرد کی طرف سے ہو تو ہم پسند نہیں کرتے کہ وہ کم یا زیادہ کچھ بھی لے اور اگر لے گا تو قضا میں جائز ہو گا۔ (یعنی فیصلے کی خاطر اسے برداشت کریں گے۔ گو حقیقت میں جائز نہیں) اور وہ اس کے لئے اس کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان مکروہ ہے اور یہی قول ابوحنیفہ کا ہے۔

ایضاً۔ مالکؒ نے کہا کہ فدیہ دے کر خاوند سے جان چھڑانے والی کے متعلق جب معلوم ہو جائے کہ اس کے خاوند نے اسے تکلیف دی تھی اور اُسے تنگ کیا تھا اور معلوم ہو جائے کہ وہ اس پر ظلم کرنے والا تھا تو طلاق تو ہو گئی مگر عورت کا مال اسے واپس دیا جائیگا امام مالکؒ نے کہا کہ میں یہی بات سنتا رہا ہوں اور ہمارے ہاں مدینہ میں اسی پر لوگوں کا عمل ہے۔ (طلاق سے مراد وہ طلاق ہے جو خاوند نے مال کے بدلے عورت کو دی تاکہ وہ اس سے آزاد ہو جائے۔ ورنہ اوپر گزرا ہے کہ خلع میں طلاق کا وقوع ضروری نہیں کیونکہ خلع خود طلاق بائن کا قائم مقام ہے۔)

مالک نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنے خاوند سے خلع کی خاطر اس کے دیئے ہوئے مال سے اس کو زیادہ دے دے۔ (اس پر امام محمدؒ کی وہ عبارت پھر پڑھ لی جائے جو اوپر گزری ہے۔ اس سے کئی الجھنیں دُور ہو جاتی ہیں۔)

۱۲۔ بَابُ طَلَاقِ الْمُخْتَلِعَةِ

خلع کرانے والی عورت کی طلاق کا باب

۱۱۷۰۔ حَدَّثَنِی یَحْیٰی عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ رُبَیِّعَ بِنْتَ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ، جَاءَتْ هِیَ وَعَمَّتُهَا اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ. فَاَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا فِیْ زَمَانِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، فَلَمْ یُنْكِرْهُ. وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: عِدَّتُهَا عِدَّةُ الْمُطَلَّقَةِ.

ترجمہ: نافعؒ سے روایت ہے کہ ربیعؓ بنت معوذ بن عفراء نے اپنی پھوپھی سمیت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آئی اور انہیں خبر دی کہ اس نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَور خلافت میں اپنے خاوند سے خلع کیا تھا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اس کا انکار نہ فرمایا اور عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ اس کی عدت مطلقہ عورت جیسی ہے۔

شرح: امام محمدؒ کی سند سے امام محمدؒ نے ام بکرؓ اسلمیہ کا واقعہ روایت کیا ہے کہ اس نے عبداللہ بن اُسیدؓ (یعنی اپنے خاوند) سے خلع کیا تھا۔ پھر وہ دونوں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ ایک طلاق ہے۔ مگر یہ کہ خاوند نے یا عورت نے کسی چیز کا نام لیا ہو۔ اگر ایسا ہو تو وہ اس کی نامزدگی کے مطابق ہو گا۔ امام محمدؒ نے کہا کہ ہم اسی کو لیا کرتے ہیں۔ خلع ایک بائن طلاق ہے مگر یہ کہ مرد نے تین کا نام لیا تھا یا ان کی نیت کی تھی تو وہ طلاق ثلاثہ ہو گی۔

وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ، وَسُلَیْمَانَ بْنَ یَسَارٍ، وَابْنَ شِهَابٍ كَانُوْا یَقُوْلُوْنَ: عِدَّةُ الْمُخْتَلِعَةِ مِثْلُ عِدَّةِ الْمُطَلَّقَةِ. ثَلَاثَةُ قُرُوْءٍ.

قَالَ مَالِكٌ، فِی الْمُفْتَدِیَةِ: اِنَّهَا لَا تَرْجِعُ اِلٰی زَوْجِهَا اِلَّا بِنِكَاحٍ جَدِیْدٍ. فَاِنْ هُوَ نَكَحَهَا،

فَفَارَقَهَا قَبْلَ اَنْ يَمَسَّهَا، لَمْ يَكُنْ لَهُ عَلَيْهَا عِدَّةٌ مِنَ الطَّلَاقِ الْاٰخَرِ. وَتَبْنِي عَلٰى عِدَّتِهَا الْاُوْلٰى۔

قَالَ مَالِكٌ: وَهٰذَا اَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِي ذٰلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ: اِذَا افْتَدَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ زَوْجِهَا بِشَيْءٍ، عَلٰى اَنْ يُطَلِّقَهَا طَلَاقًا مُتَتَابِعًا نَسَقًا، فَذٰلِكَ ثَابِتٌ عَلَيْهِ. فَاِنْ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ، فَمَا اَتْبَعَهُ بَعْدَ الصُّمَاتِ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ۔

ترجمہ: (ایضاً) مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ سعید بن المسیبؒ، سلیمان بن یسار اور ابن شہابؒ کہتے تھے کہ خلع والی عورت کی عدت بھی مطلقہ کی عدت کی طرح تین حیض ہے۔ (بشرطیکہ وہ حاملہ نہ ہو یا حیض سے مایوس نہ ہو۔)

مالکؒ نے کہا کہ فدیہ دے کے خلاصی کرانے والی اپنے خاوند کی طرف نئے نکاح کے ساتھ ہی واپس آ سکتی ہے۔ اگر اس نے اس سے نکاح کیا پھر مقاربت سے قبل اس سے جدا ہو گیا تو اس خاوند کے لئے اس عورت پر کوئی عدتِ طلاق نہیں۔ اور وہ پہلی عدت پر ہی بنا کرے گی۔ (کیونکہ خلع جمہور کے نزدیک طلاق بائن ہے۔ مطلب یہ کہ عدت کے اندر یا اس کے بعد جدید نکاح اسی خاوند کے ساتھ ہو سکتا ہے۔) امام مالکؒ نے کہا کہ میں نے اس مسئلہ میں جو کچھ میں نے سنا ہے یہ بات اس میں پسندیدہ تر ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ عورت نے اپنے خاوند سے جب کسی چیز پر خلع کیا اس شرط پر کہ وہ اسے طلاق دے دے اور مرد نے اسے ایک ہی سانس میں پے در پے طلاق دے دی تو یہ سب طلاقیں اس پر ثابت ہوں گی۔ اور اگر درمیان میں خاموشی ہو گی تو خاموشی کے بعد جو کچھ اس نے کہا وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ (اس میں امام ابوحنیفہؒ کا اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک فوری طلاق یا کچھ ٹھہر کر طلاق کی صورت میں بہرحال حکم ایک ہو گا۔ دونوں صورتوں میں فرق نہیں۔)

۱۳- بَابُ مَا جَاءَ فِي اللِّعَانِ

لعان کا باب

لعان بڑی سنگین چیز ہے مگر جس الزام کے نتیجے میں یہ ہوتا ہے وہ اس سے بھی سنگین تر ہے۔ اس کی مشروعیت کا مقصد غالباً یہ ہے کہ عورت اور مرد ایسے اقدام سے پرہیز کریں، جس کے نتیجے میں ایک دوسرے پر لعنت کرنی پڑے اور برسر عام کرنی پڑے۔ اس کی شہرت ہو اور ایک تاریخ بن جائے۔ پھر اولاد اور وراثت کے مسائل پیدا ہوں۔

۱۱۷۱- حَدَّثَنِي يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ. اَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّ عُوَيْمِرًا الْعَجْلَانِيَّ جَاءَ اِلٰى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الْاَنْصَارِيِّ. فَقَالَ لَهُ: يَا عَاصِمُ. اَرَاَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهِ رَجُلًا، اَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُوْنَهُ؟ اَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ سَلْ لِي، يَا عَاصِمُ، عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَ عَاصِمٌ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ. فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا حَتّٰى كَبُرَ عَلٰى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلّٰى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلَى أَهْلِهِ، جَاءَهُ عُوَيْمِرٌ. فَقَالَ: يَا عَاصِمُ. مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ عَاصِمٌ لِعُوَيْمِرٍ: لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ. قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْأَلَةَ الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا. فَقَالَ عُوَيْمِرٌ: وَاللّٰهِ لَا أَنْتَهِي حَتّٰى أَسْأَلَهُ عَنْهَا. فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتّٰى أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسْطَ النَّاسِ. يَا رَسُولَ اللّٰهِ. أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ؟ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَدْ أُنْزِلَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ. فَاذْهَبْ فَأْتِ بِهَا". قَالَ سَهْلٌ: فَتَلَاعَنَا وَأَنَا مَعَ النَّاسِ، عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ تَلَاعُنِهِمَا، قَالَ عُوَيْمِرٌ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا. فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا. قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ مَالِكٌ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَكَانَتْ تِلْكَ، بَعْدُ، سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ.

ترجمہ: سہل بن سعد ساعدیؓ نے ابن شہابؒ کو بتایا کہ عویمر عجلانیؓ عاصم بن عدیؓ انصاری کے پاس گیا اور اس سے کہا، اے عاصم! یہ بتاؤ کہ جو شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو پالے تو کیا وہ اسے قتل کر ڈالے اور لوگ اسے قتل کر دیں یا وہ اور کیا کرے؟ اے عاصمؓ میرے لئے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو۔ پس عاصمؓ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے سوال ناپسند کئے اور انہیں برا جانا۔ حتیٰ کہ عاصمؓ نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ میں سنا اس کا بڑا بوجھ محسوس کیا۔ جب عاصمؓ اپنے گھر واپس ہوا تو عویمرؓ آیا اور کہا اے عاصمؓ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے کیا فرمایا؟ عاصمؓ نے کہا کہ اے عویمرؓ تو نے میرے ساتھ اچھا نہ کیا۔ کیونکہ جو مسئلہ تو نے پوچھا تھا، میں نے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا۔ مگر آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔ عویمرؓ بولا، واللہ میں خود یہ سوال پوچھ کر ہی چھوڑوں گا۔ پس عویمرؓ آیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگوں کے درمیان جا پہنچا۔ اور بولا یا رسول اللہ یہ فرمایئے کہ ایک مرد اپنی عورت کے ساتھ کسی غیر مرد کو پائے تو کیا اسے قتل کر دے۔ اور لوگ اسے قتل کر دیں۔ یا وہ کیا کرے؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تیرے اور تیری بیوی کے متعلق حکم اترا ہے تو اسے بلا کر لا۔ سہلؓ نے کہا کہ پھر ان دونوں نے لعان کیا اور میں دونوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ جب وہ دونوں اپنے لعان سے فارغ ہوئے تو عویمرؓ بولا یا رسول اللہ اگر میں اسے پاس رکھوں تو گویا میں نے اس پر جھوٹ باندھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پہلے ہی عویمرؓ نے اسے طلاقِ ثلاثہ دے دی۔ مالکؒ نے کہا کہ ابن شہابؒ نے کہا، اس کے بعد لعان کرنے والوں کا یہی طریقہ تھا۔

شرح: اور اس بات سے قبل دیکھئے کہ یہاں عویمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیک وقت اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ کیا فرماتے ہیں اس میں چودھویں پندرھویں صدی کے مجتہدین بے بصر! احادیث سے عویمرؓ عجلانی کے علاوہ

دو اشخاص ہلال بن امیہ اور عاصم بن عدی کا لعان بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس حدیث کے آخر میں ابن شہاب کا جو قول مذکور ہے کہ اس کے بعد لعان کرنے والوں کا یہی طریقہ چل پڑا۔ اس سے کیا مراد ہے؟ آیا یہ کہ لعان کرنے والا مرد لعان سے فارغ ہو کر طلاق ثلاثہ دیا کرے؟ یا یہ کہ لعان کے بعد فریقین میں تفریق کرا دی جائے؟ حنفیہ میں سے صاحب بدائع نے لکھا ہے کہ بہتر یہی ہے کہ لعان کے بعد مرد طلاق ثلاثہ وہیں دے دے۔ جیسے عویمرؓ نے کیا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو قاضی شرع ان دونوں میں تفریق کر دے گا کیونکہ وہ دونوں اب ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے پر حرام ہو گئے۔ ائمہ حنفیہ اور سفیان ثوریؒ نے کہا کہ فریقین میں تفریق محض لسان سے نہ ہوگی بلکہ قاضی کے کرنے سے واقع ہوگی۔ مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک نفس لعان سے ہی تفریق خود بخود واقع ہو جائے گی۔ امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں۔

۱۱۷۲۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ امْرَاَتَهٗ فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَانْتَفٰى مِنْ وَلَدِهَا۔ فَفَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا۔ وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْاَةِ۔

قَالَ مَالِكٌ: قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ـ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ۔ وَيَدْرَاُ عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ۔ وَيَدْرَاُ عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ ـ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ ـ

قَالَ مَالِكٌ: اَلسُّنَّةُ عِنْدَنَا اَنَّ الْمُتَلَاعِنَيْنِ لَا يَتَنَاكَحَانِ اَبَدًا۔ وَاِنْ اَكْذَبَ نَفْسَهٗ جُلِدَ الْحَدَّ۔ وَاُلْحِقَ بِهِ الْوَلَدُ۔ وَلَمْ تَرْجِعْ اِلَيْهِ اَبَدًا۔ وَعَلٰى هٰذَا، اَلسُّنَّةُ عِنْدَنَا، الَّتِیْ لَا شَكَّ فِيْهَا، وَلَا اخْتِلَافَ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَاِذَا فَارَقَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ فِرَاقًا بَاتًّا۔ لَيْسَ لَهٗ عَلَيْهَا فِيْهِ رَجْعَةٌ، ثُمَّ اَنْكَرَ حَمْلَهَا۔ لَاعَنَهَا اِذَا كَانَتْ حَامِلًا۔ وَكَانَتْ حَمْلُهَا يُشْبِهُ اَنْ يَكُوْنَ مِنْهُ۔ اِذَا ادَّعَتْهُ۔ مَا لَمْ يَاْتِ دُوْنَ ذٰلِكَ مِنَ الزَّمَانِ الَّذِیْ يُشَكُّ فِيْهِ۔ فَلَا يُعْرَفُ اَنَّهٗ مِنْهُ۔

قَالَ فَهٰذَا الْاَمْرُ عِنْدَنَا۔ وَالَّذِیْ سَمِعْتُ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَإِذَا قَذَفَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ، بَعْدَ أَنْ يُطَلِّقَهَا ثَلَاثًا. وَهِيَ حَامِلٌ يُقِرُّ بِحَمْلِهَا ثُمَّ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَآهَا تَزْنِي قَبْلَ أَنْ يُفَارِقَهَا، جُلِدَ الْحَدَّ. وَلَمْ يُلَاعِنْهَا. وَإِنْ أَنْكَرَ حَمْلَهَا بَعْدَ أَنْ يُطَلِّقَهَا ثَلَاثًا، لَاعَنَهَا.

قَالَ: وَهٰذَا الَّذِي سَمِعْتُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْعَبْدُ بِمَنْزِلَةِ الْحُرِّ فِي قَذْفِهِ وَلِعَانِهِ. يَجْرِي مَجْرَى الْحُرِّ فِي مُلَاعَنَتِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَيْسَ عَلَى مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَةً حَدٌّ.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْأَمَةُ الْمُسْلِمَةُ وَالْحُرَّةُ النَّصْرَانِيَّةُ وَالْيَهُودِيَّةُ تُلَاعِنُ الْحُرَّ الْمُسْلِمَ إِذَا تَزَوَّجَ إِحْدَاهُنَّ فَأَصَابَهَا. وَذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ فِي كِتَابِهِ — وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ — فَهُنَّ مِنَ الْأَزْوَاجِ. وَعَلَى هٰذَا، الْأَمْرُ عِنْدَنَا.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْعَبْدُ إِذَا تَزَوَّجَ الْمَرْأَةَ الْحُرَّةَ الْمُسْلِمَةَ، أَوِ الْأَمَةَ الْمُسْلِمَةَ، أَوِ الْحُرَّةَ النَّصْرَانِيَّةَ أَوِ الْيَهُودِيَّةَ، لَاعَنَهَا.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يُلَاعِنُ امْرَأَتَهُ فَيَنْزِعُ، وَيُكَذِّبُ نَفْسَهُ بَعْدَ يَمِينٍ أَوْ يَمِينَيْنِ، مَا لَمْ يَلْتَعِنْ فِي الْخَامِسَةِ: إِنَّهُ إِذَا نَزَعَ قَبْلَ أَنْ يَلْتَعِنَ جُلِدَ الْحَدَّ. وَلَمْ يُفَرَّقْ بَيْنَهُمَا.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ. فَإِذَا مَضَتِ الثَّلَاثَةُ الْأَشْهُرُ قَالَتِ الْمَرْأَةُ، أَنَا حَامِلٌ. قَالَ: إِنْ أَنْكَرَ زَوْجُهَا حَمْلَهَا، لَاعَنَهَا.

قَالَ مَالِكٌ. فِي الْأَمَةِ الْمَمْلُوكَةِ يُلَاعِنُهَا زَوْجُهَا ثُمَّ يَشْتَرِيهَا: إِنَّهُ لَا يَطَؤُهَا، وَإِنْ مَلَكَهَا. وَذٰلِكَ أَنَّ السُّنَّةَ مَضَتْ، أَنَّ الْمُتَلَاعِنَيْنِ لَا يَتَرَاجَعَانِ أَبَدًا.

قَالَ مَالِكٌ: إِذَا لَاعَنَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، فَلَيْسَ لَهَا إِلَّا نِصْفُ الصَّدَاقِ

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنی عورت سے لعان کیا اور اس کے بچے سے برئیت اختیار کی (کہ یہ میرا نہیں)۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں تفریق کر دی اور بچے کو عورت سے

منسوب فرمایا۔ (اس سے پتہ چلا کہ لعان کے بعد حاکمِ شرع کی تفریق کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی حنفیہ کا مسلک ہے۔ اور بقول حافظ عینیؒ یہ قصہ وہی عویمرؓ عجلانی کا جو اوپر گزرا)

شرح: یہ حدیث مؤطائے امام محمدؒ میں باب اللعان میں مروی ہے۔ امام محمدؒ نے لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ جب کوئی مرد اپنی عورت کے بچے کی اپنے سے نفی کرے اور لعان کرے تو ان میں تفریق کی جائے گی اور بچے کا نسب عورت کی طرف ہوگا۔ یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے۔

ایضًا۔ امام مالکؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے اپنے سوا ان کا کوئی گواہ نہ ہو تو ان میں سے ایک چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں بار یہ گواہی دے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ اور عورت سے یہ بات سزا کو دور کرے گی کہ وہ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ وہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ گواہی دے کہ اگر وہ سچا ہے تو اس پر (عورت پر) اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو۔ (یہ سورہ نور کی آیاتِ لعان ہیں۔) مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک ثابت شدہ شرعی طریقہ یہ ہے کہ لعان کرنے والے مرد عورت کا کبھی باہم نکاح نہیں ہو سکتا۔ اور اگر مرد اپنی تکذیب کر دے تو اسے حدِ قذف (اسّی کوڑے) لگائی جائے گی۔ اور بچہ اس کی طرف منسوب ہوگا۔ اور عورت کبھی اس کی طرف واپس نہ آ سکے گی۔ (یہ تکذیب خواہ لعان سے پہلے ہو یا بعد میں، دونوں صورتوں میں حکم یہی ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ اس بنا پر ہمارے نزدیک ثابت غیر مشکوک سنت یہی ہے۔ جس میں کوئی اختلاف بھی نہیں۔ (اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ حنفیہ میں ابو یوسفؒ بھی اس مسئلہ میں جمہور کے ساتھ ہیں۔ مگر امام احمدؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر مرد اپنی تکذیب کر دے تو عورت حسبِ سابق اس کی بیوی ہے لیکن یہ اس وقت تک ہے کہ حاکم نے ابھی ان میں تفریق نہ کی ہو۔ عثمان البتیؒ، سعید بن المسیب، ابو حنیفہؒ اور محمد بن الحسنؒ نے کہا کہ محض لعان سے چونکہ تفریق نہیں ہوتی، جب تک حاکم تفریق نہ کرے۔ لہٰذا لعان کو ایک طلاق شمار کریں گے۔ اور مرد پھر اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ اور بچہ اسی کا شمار ہوگا۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ جب مرد حتمی طور پر (طلاق مغلظہ دے کر) عورت کو جدا کر دے کہ اب وہ رجوع بھی نہیں کر سکتا، پھر اس کے حمل کا انکار کرے (کہ یہ میرا نہیں)، جب کہ وہ عورت حاملہ ہو۔ اور اس امر کا امکان ہو کہ حمل اسی کا ہوگا۔ بشرطیکہ عورت اس کا دعویٰ کرے کہ حمل اسی کا ہے۔ جب کہ طلاق کے بعد اتنی مدت نہ گزری ہو کہ اس کے حمل میں شک ہو سکے۔ اور یہ نہ پتہ چل سکے کہ اسی کا ہوگا۔ امام مالکؒ نے کہا کہ یہی ہمارا امرِ مختار ہے اور یہی میں نے اہلِ علم سے سنا ہے۔ (اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے اور بعض حالات میں حمل کے اندر بھی حیض آ جاتا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جب مرد اپنی عورت کو طلاقِ ثلاثہ دینے کے بعد اس پر زنا کی تہمت لگائے اور وہ حاملہ ہو اور مرد یہ اقرار کرے کہ حمل اسی کا ہے۔ مگر کہے کہ میں نے اس کے بعد اسے زنا کرتے دیکھا ہے۔ یعنی طلاق ثلاثہ دینے سے پہلے، تو اس صورت میں مرد کو حد لگائی جائے گی۔ اور لعان نہ ہوگا۔ اور اگر طلاق ثلاثہ دے کر حمل کا انکار کرے تو لعان ہوگا۔ امام مالک نے کہا کہ میں نے یہی بات علما سے سنی ہے۔ (حافظ ابن حزمؒ ظاہری نے المحلّٰی میں کہا ہے کہ مالکؒ، ابو یوسفؒ اور محمدؒ کے نزدیک حمل کی نفی کی صورت میں لعان ہوگا جب کہ اس کی مدت چھ ماہ سے کم ہو۔ ابوحنیفہؒ، احمدؒ اور ثوریؒ نے کہا کہ نفیٔ حمل کی صورت میں لعان نہیں۔ کیونکہ اس بات کا یقین نہیں کہ قذف کے وقت حمل تھا یا نہیں۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ قذف میں اور لعان میں غلام بھی آزاد کی مانند ہے۔ وہ لعان میں آزاد کی مانند شمار کیا جائے گا۔ لیکن

جو شخص اپنے مملوک پر قذف کرے اس پر حد نہیں آتی۔ (کیونکہ قرآن نے لعان کے لئے ازواج کا لفظ بولا ہے جو غلام کو شامل ہے)
مالکؒ نے کہا کہ مسلم لونڈی اور آزاد نصرانی عورت اور یہودی عورت آزاد مسلم مرد سے لعان کرے گی جبکہ وہ ان میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرے اور اس سے مقاربت کرے۔ (لیکن مقاربت لعان کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے۔) اور یہ اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں، اور یہ عورتیں ازواج ہیں
مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اسی پر عمل درآمد ہے۔ (اور یہی شافعی کا قول ہے۔ مگر ابوحنیفہؒ نے کہا کہ اگر مرد میں شاہد ہونے کی صلاحیت ہے اور عورت لونڈی یا کافر ہے تو ان میں کوئی لعان نہیں۔ اور ابوحنیفہؒ کا استدلال جس حدیث مرفوع سے ہے وہ سنن ابن ماجہ میں ہے اور ابن عباسؓ کی ایک روایت ابن عدی اور بیہقی نے بیان کی ہے وہ اس کی شاہد ہے۔)
مالکؒ نے کہا کہ غلام جب آزاد مسلم عورت سے نکاح کرے یا مسلم لونڈی سے یا آزاد عیسائی یا یہودی عورت سے، تو ان میں لعان ہو سکتا ہے۔ (امام ابوحنیفہؒ کا اس سارے مسئلہ میں اختلاف ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔)
امام مالکؒ نے اس مرد کے متعلق کہا جو اپنی عورت سے لعان کرے پھر لعان سے پھر جائے اور ایک قسم یا دو قسموں کے بعد اپنی تکذیب کرے۔ جب تک کہ پانچویں قسم لعنت کا لفظ نہ بول دے۔ تو اس صورت میں اسے حد لگائی جائے گی۔ اور زوجین میں تفریق نہ کی جائے گی۔ (ابن حزمؒ نے کہا کہ یہی ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کا قول بھی ہے۔ بلکہ ان حضرات کے نزدیک تکذیب کا یہی اثر لعان سے پہلے اور بعد میں ہوتا ہے۔ مرد کے حق میں لعان گواہوں کا قائم مقام ہے جب اس نے اپنی تکذیب کر دی تو اس پر حد واجب ہو گئی۔ اور لعان ختم ہو گیا۔ بشرطیکہ حاکم نے بعد از لعان زوجین میں تفریق نہ کر دی ہو جیسا کہ اوپر گزرا۔)
مالکؒ نے کہا کہ جو مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور تین ماہ گزرنے کے بعد عورت کہے کہ میں حاملہ ہوں۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر وہ اس کے حمل کا انکار کرے تو لعان واجب ہو گا۔ (اس مسئلے پر گفتگو اوپر گزر چکی ہے)
مالکؒ نے کہا کہ مملوکہ لونڈی سے جب اس کا خاوند لعان کرے۔ پھر اس کو خرید لے تو اس سے وطی نہ کرے اگرچہ وہ اس کا مالک ہو چکا۔ یہ اس لئے کہ یہ سنت چلی آتی ہے کہ لعان کرنے والوں کا کبھی باہم رجوع نہیں ہو سکتا۔ (مگر ابوحنیفہؒ کے نزدیک لونڈی سے لعان ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان کا اختلاف اس مسئلہ کی بنیاد میں ہے۔)
مالکؒ نے کہا کہ جب مرد اپنی عورت سے قبل از دخول لعان کرے تو اسے صرف نصف مہر ملے گا۔ (یہی قول ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کا بھی ہے۔)

۱۳۔ بَابُ مِيرَاثِ وَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ

لعان والی عورت کے بچے کی میراث کا باب

۳۷۱۱۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ كَانَ يَقُولُ فِي وَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ وَوَلَدِ الزِّنَا: أَنَّهُ إِذَا مَاتَ وَرِثَتْهُ أُمُّهُ حَقَّهَا فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى. وَإِخْوَتُهُ لِأُمِّهِ حُقُوقَهُمْ. وَيَرِثُ الْبَقِيَّةَ مَوَالِي أُمِّهِ. إِنْ كَانَتْ مَوْلَاةً. وَإِنْ كَانَتْ عَرَبِيَّةً وَرِثَتْ

حَقَّهَا۔ وَوَرِثَ إِخْوَتُهُ لِأُمِّهِ حُقُوقَهُمْ۔ وَكَانَ مَا بَقِيَ لِلْمُسْلِمِينَ

قَالَ مَالِكٌ: وَبَلَغَنِي عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ مِثْلُ ذٰلِكَ وَعَلَى ذٰلِكَ أَدْرَكْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ بِبَلَدِنَا

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ عروہ بن زبیر کہتے تھے کہ لعان والی کا بچہ اور زنا کی اولاد جب مر جائے تو اس کی ماں اپنے اس حق کی وارث ہے جو اللہ کی کتاب میں ہے۔ اور اس کے ماں جائے بھائی بہن اپنے حقوق کے مطابق وارث ہوں گے اور باقی وراثت کے مالک اس کی ماں کے موالی ہوں گے۔ اگر ماں آزاد شدہ عورت ہے اور اگر وہ عربی ہو (آزاد شدہ نہ ہو) تو وہ اپنے حق کی وارث ہے۔ اور اس بچے کے ماں جائے بہن بھائی اپنے حقوق کے وارث ہیں۔ اور جو کچھ بچ جائے وہ مسلمانوں کا ہے (یعنی بیت المال میں داخل ہوگا۔)

شرح: لعان کی وجہ سے بچے کے ماں جائے بہن بھائیوں کے نسبی رشتے کی نفی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا وہ وارث ہیں۔ باپ کا نسب لعان کے باعث اس سے منقطع ہو گیا۔ لہٰذا وہ وارث نہیں۔

ایضاً۔ مالکؒ نے کہا کہ مجھے سلیمان بن یسار سے بھی ایسی خبر پہنچی ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ میں نے اپنے شہر میں اہلِ علم کی رائے یہی پائی۔ (یہ دونوں اثر مؤطا میں کتاب الفرائض کے اندر بھی اسی طرح مروی ہیں اور آگے انشاء اللہ آئیں گے۔)

۱۵۔ بَابُ طَلَاقِ الْبِكْرِ

دوشیزہ کی طلاق کا باب

۱۱۰۴۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ، أَنَّهُ قَالَ: طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا۔ ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يَنْكِحَهَا۔ فَجَاءَ يَسْتَفْتِي۔ فَذَهَبْتُ مَعَهُ أَسْأَلُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ ذٰلِكَ۔ فَقَالَا: لَا نَرَى أَنْ تَنْكِحَهَا حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ۔ قَالَ: فَإِنَّمَا طَلَاقِي إِيَّاهَا وَاحِدَةٌ۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّكَ أَرْسَلْتَ مِنْ يَدِكَ مَا كَانَ لَكَ مِنْ فَضْلٍ۔

منکوحہ چونکہ بالعموم دوشیزہ ہوتی ہے۔ لہٰذا باب کا عنوان یہ لکھا گیا۔ ورنہ مراد اس سے وہ منکوحہ عورت ہے جو غیر مدخولہ ہو اور اسے طلاق دے دی جائے۔ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ غیر مدخولہ عورت ایک طلاق سے ہی بائن ہو جاتی ہے اور طلاق دہندہ کو رجعت کا حق نہیں۔ کیونکہ رجعت کا سوال عدت کے اندر ہوتا ہے۔ اور غیر مدخول کی عدت کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ الآیہ۔ اس کے بعد اگر طلاق دہندہ اس سے نکاح کرنا چاہے تو جدید پیغام بھیج کر نیا نکاح کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ مطلقہ راضی ہو جائے۔ اور اب اگر نکاح ہوگا، تو اس مرد کو اسے صرف دو طلاق دینے کا اختیار ہوگا۔ کیونکہ ایک تو وہ پہلے دے چکا ہے۔ اور اگر اس نے دو طلاق دے دی تھیں تو اب صرف ایک

طلاق کا اختیار باقی ہوگا۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور اگر تین طلاق دی تھیں تو یہ عورت اس پر حرام ہوگئی۔ جب تک حسبِ قاعدہ شرعیہ کسی اور سے نکاح نہ کرے اور وہ اس سے مفارقت کرکے اسے اپنی خوشی سے طلاق نہ دے۔ اور پھر اس کی عدت بھی نہ گزر جائے۔ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔ مگر بعض علماء یہ کہتے تھے کہ غیر مدخول بہا کی طلاقِ ثلاثہ ایک طلاق ہے۔ پس اصل مسئلہ تو یہ تھا مگر "جدید مجتہدین زمان" نے سرے سے طلاق ثلاثہ کو ایک طلاق شمار کیا اور اس "تثلیث" کا شدید پروپیگنڈا بھی کیا۔ تفصیل کا یہ محل نہیں ہے۔ ثوریؒ، ابو حنیفہؒ، شافعیؒ اور ابو ثور کا یہی قول ہے کہ غیر مدخول کو صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے، گو تین دی جائیں۔

ترجمہ: محمد بن ایاس بن البکیر نے کہا کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو مفارقت سے قبل طلاق ثلاثہ دے دی۔ پھر اس کے جی میں آیا کہ اس سے نکاح کرلے تو وہ فتویٰ پوچھنے آیا۔ میں اس کے ساتھ اس کے لئے سوال کرنے کو گیا۔ پس اس نے عبداللہ بن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے خیال میں جب تک وہ تیرے علاوہ کسی اور سے نکاح نہ کرلے تو اس سے نکاح نہیں کرسکتا۔ اس نے کہا کہ میری طلاق تو اسے ایک ہی تھی۔ ابن عباسؓ نے کہا، تجھے جو ایک سے زائد کا اختیار تھا وہ تو نے اپنے ہاتھ سے گنوا دیا۔ (یہ اثر موطائے امام محمدؒ میں بَابُ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا میں مروی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی ابو حنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ کیونکہ اس نے تین طلاقیں اکٹھی دے دی تھیں۔ اور وہ اس عورت پر بیک بار اکٹھی ہوگئی تھیں۔ اگر وہ انہیں تفریق کے ساتھ دیتا تو خاص طور پر پہلی واقع ہوتی کیونکہ وہ اس کے ساتھ بائن ہوجاتی قبل اس کے کہ وہ دوسری کا لفظ بولتا۔ اور اس عورت کی عدت کوئی نہیں تھی کہ دوسری اور تیسری عدت کے اندر واقع ہوتی۔ ابن عباسؓ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ان کی روایت کا جو مطلب "مجتہدین جدید" نے لیا ہے وہ اس سے بری تھے۔ اور وہ بیک وقت بیک لفظ طلاقِ ثلاثہ کے واقع ہوجانے کے قائل تھے۔ اس اثر سے بھی یہ معلوم ہوا کہ سلف کے نزدیک طلاقِ ثلاثہ بیک لفظ تین ہی تھیں۔ افسوس ہے کہ بعض لوگوں نے "التوحید فی التثلیث" کو ثابت کرنے کے شوق میں تمام حدود پھاندی ہیں۔ اور اس مسئلہ کو اپنا مایۂ ناز بنا رکھا ہے۔ فَاِلَى اللهِ الْمُشْتَكٰى۔

١١٧٥۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْاَشَجِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ اَبِيْ عَيَّاشٍ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، اَنَّهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ يَسْاَلُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَمَسَّهَا. قَالَ عَطَاءٌ: فَقُلْتُ اِنَّمَا طَلَاقُ الْبِكْرِ وَاحِدَةٌ. فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ: اِنَّمَا اَنْتَ قَاصٌّ. اَلْوَاحِدَةُ تُبِيْنُهَا. وَالثَّلَاثَةُ تُحَرِّمُهَا حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔

ترجمہ: عطاءؒ بن یسار نے کہا کہ ایک آدمی عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے اس شخص کا مسئلہ پوچھنے آیا جس نے اپنی عورت کو ملنے سے قبل ہی طلاقِ ثلاثہ دے دی تھی عطاءؒ نے کہا کہ میں نے کہا، دوشیزہ کی طلاق تو ایک ہی ہے۔ پس عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ

نے کہا کہ تو صرف واعظ ہے۔ (فتویٰ سے تیرا کیا تعلق؟) ایک طلاق اُسے بائن کر دیتی ہے اور تین اُسے حرام کر دیتی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے۔

شرح: عطا بن یسار کا مذہب جمہور کے خلاف یہ تھا کہ غیر مدخول بہا کو تین طلاق دیں تو بھی ایک واقع ہوگی۔ اس سے قبل گزر چکا ہے کہ جمہور کے نزدیک غیر مدخول کو بھی تین طلاق پڑ جاتی ہیں۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ نے صراحتہً تشریح کر کے بتلایا ہے۔ اس اثر سے بھی ثابت ہوا کہ سلف کے نزدیک طلاق ثلاثہ بیک وقت تین ہی تھیں۔ عطا بن یسار کا اختلاف صرف غیر مدخول بہا کے متعلق تھا۔ اور حنفیہ نے جو کچھ اس مسئلے میں کہا ہے وہ اُوپر امام محمدؒ سے نقل کیا جا چکا ہے۔

۱۱۷۶۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ، اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ عَيَّاشٍ الْاَنْصَارِيِّ، اَنَّهٗ كَانَ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَعَاصِمِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ قَالَ: فَجَاءَهُمَا مُحَمَّدُ بْنُ اِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ، فَقَالَ: اِنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَدْخُلَ بِهَا۔ فَمَاذَا تَرَيَانِ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ: اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ مَا لَنَا فِيْهِ قَوْلٌ۔ فَاذْهَبْ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ۔ فَاِنِّيْ تَرَكْتُهُمَا عِنْدَ عَائِشَةَ فَسَلْهُمَا۔ ثُمَّ ائْتِنَا فَاَخْبِرْنَا۔ فَذَهَبَ فَسَاَلَهُمَا۔ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ: اَفْتِهٖ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ فَقَدْ جَاءَتْكَ مُعْضِلَةٌ۔ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: الْوَاحِدَةُ تُبِيْنُهَا، وَالثَّلَاثَةُ تُحَرِّمُهَا۔ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مِثْلَ ذٰلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَعَلٰى ذٰلِكَ، الْاَمْرُ عِنْدَنَا۔ وَالثَّيِّبُ اِذَا مَلَكَهَا الرَّجُلُ فَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا، اِنَّهَا تَجْرِيْ مَجْرَى الْبِكْرِ۔ اَلْوَاحِدَةُ تُبِيْنُهَا، وَالثَّلَاثُ تُحَرِّمُهَا حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔

ترجمہ: معاویہ بن ابی عیاش انصاری سے روایت ہے کہ وہ عبداللہ بن زبیرؓ اور عاصم بن عمرؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس محمد بن ایاس بن بکیر آیا اور بولا کہ ایک بدّو نے اپنی عورت کو مقاربت سے قبل طلاق ثلاثہ دے دی ہے۔ پس آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟ عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ اس مسئلہ میں ہمیں سلف کا کوئی قول نہیں پہنچا۔ پس تو عبداللہ بن عباسؓ اور ابو ہریرہ کے پاس جا۔ میں نے ان دونوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چھوڑا ہے۔ تو ان سے پوچھ اور پھر آ کر ہمیں بتا۔ وہ شخص گیا اور ان دونوں سے سوال کیا۔ ابن عباسؓ نے ابو ہریرہؓ سے کہا، اے ابو ہریرہ اسے فتویٰ دیجئے۔ یہ ایک مشکل مسئلہ آپ کے پاس آیا ہے۔ ابو ہریرہ نے کہا کہ ایک طلاق اُسے بائن کرتی ہے اور تین اُسے حرام کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے۔ اور ابن عباسؓ نے بھی اسی طرح کہا۔

شرح: اس اثر سے بھی صراحتہً ثابت ہوا کہ صحابہ کے نزدیک (ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ ہر دو کے نزدیک) طلاق ثلاثہ بیک لفظ

واقع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ غیر مدخول عورت کو تو متفرق طور پر تین طلاق دینے کا سوال ہی خارج از بحث ہے۔ ایک طلاق سے وہ جدا ہو جائے گی اور پھر طلاق کا محل ہی نہ رہے گی کہ اسے بہاد ہر حیض ہونے کے بعد ایک طلاق دی جائے۔ معلوم نہیں زمانہ حاضر کے ان پڑھ مجتہدین نے ان تمام احادیث اور آثار کی طرف سے آنکھیں کیوں بند کر لی ہیں۔

ایضاً۔ امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک مدینہ میں اسی پر عمل ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ ثیب عورت سے جب کوئی نکاح کرے اور اس سے دخول نہ کرے تو وہ بھی دوشیزہ کی مانند ہے۔ یعنی ایک طلاق اسے بائن کرتی ہے۔ اور تین اسے حرام کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے۔ (مالکؒ کے قول سے یہ بھی صراحتہً معلوم ہو گیا کہ مالکؒ کے نزدیک بھی اور اہل مدینہ کے عمل میں بھی طلاق تین ہی تھیں نہ کہ ایک۔

۱۶۔ بَابُ طَلَاقِ الْمَرِيضِ

بیمار کی طلاق کا بیان

مرض الموت میں جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے، اس کے بارے میں علما کا اختلاف ہے حنفیہ، لیثؒ، اوزاعیؒ اور ثوریؒ کے علاوہ بہت سے دوسرے فقہائے صحابہ و تابعین و اتباع تابعین کا مسلک یہ ہے کہ عورت کی عدت میں اگر مریض کی وفات ہو جائے تو عورت اس کی وارث ہے۔

۱۱۷۷۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: وَكَانَ أَعْلَمَهُمْ بِذَلِكَ. وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ وَهُوَ مَرِيضٌ. فَوَرَّثَهَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ مِنْهُ، بَعْدَ انْقِضَاءِ عِدَّتِهَا۔

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بحالتِ مرض اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دے دی۔ (ایک لفظ یا متفرق طور پر) پس حضرت عثمان بن عفانؓ نے اس عورت کو عبدالرحمٰن کا وارث قرار دیا۔ جب کہ اس کی عدت بھی گزر چکی تھی۔ (اس حدیث کی دیگر روایات مثلاً مسند شافعی کی روایت میں ہے کہ وہ عورت ابھی عدت میں تھی، جب کہ عبدالرحمٰن کی وفات ہو گئی۔ امام محمدؒ نے یہ اثر اور اگلا اثر دونوں کو اپنے موطا میں مالکؒ کی روایت سے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ عورتیں جب تک عدت میں ہوں، اس کی وارث ہوں گی۔ مگر جب خاوند کی موت سے پہلے عدت گزر جائے تو ان کی کوئی میراث نہیں۔ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک خط روایت کیا ہے جس میں ہے کہ عدت میں عورت وارث ہے بعد میں نہیں۔)

۱۱۷۸۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْفَضْلِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَرَّثَ نِسَاءَ ابْنِ مُكْمِلٍ مِنْهُ. وَكَانَ طَلَّقَهُنَّ وَهُوَ مَرِيضٌ۔

ترجمہ: الاعرجؒ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے ابن مکمل کی عورتوں کو اس کا وارث بنایا اور اس نے انہیں بحالت مرض طلاق دی تھی۔ (شرح اوپر دیکھئے۔)

۱۱۷۹- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رَبِيعَةَ بْنَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُولُ: بَلَغَنِي أَنَّ امْرَأَةَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ سَأَلَتْهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا۔ فَقَالَ: إِذَا حِضْتِ ثُمَّ طَهُرْتِ فَآذِنِينِي۔ فَلَمْ تَحِضْ حَتّٰى مَرِضَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ۔ فَلَمَّا طَهُرَتْ آذَنَتْهُ، فَطَلَّقَهَا الْبَتَّةَ۔ أَوْ تَطْلِيقَةً۔ لَمْ يَكُنْ بَقِيَ لَهُ عَلَيْهَا مِنَ الطَّلَاقِ غَيْرُهَا۔ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ يَوْمَئِذٍ مَرِيضٌ۔ فَوَرَّثَهَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ مِنْهُ، بَعْدَ انْقِضَاءِ عِدَّتِهَا۔

ترجمہ: ربیعہ بن ابی عبدالرحمنؒ کہتے تھے کہ عبدالرحمن بن عوفؓ کی بیوی نے ان سے طلاق مانگی۔ عبدالرحمنؓ نے کہا جب تجھے حیض آئے، پھر تو پاک ہو جائے تو مجھے بتانا۔ پس اُسے اس وقت تک حیض نہ آیا جب تک کہ عبدالرحمنؓ بیمار نہ ہوئے جب وہ پاک ہوئی تو اس نے انہیں بتایا۔ پس عبدالرحمن نے اسے طلاق مغلظہ دے دی یا وہ طلاق جو صرف ایک ہی باقی تھی۔ اور عبدالرحمنؓ ان دنوں بیمار رہتے۔ پس حضرت عثمان بن عفانؓ نے اس کی عدت گزرنے کے بعد اسے وراثت دلوائی۔ (روایات میں اختلاف ہے کہ عبدالرحمن کی وفات اس عورت کی عدت میں ہوئی یا بعد میں ہوئی۔)

۱۱۸۰- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ۔ قَالَ: كَانَتْ عِنْدَ جَدِّي حَبَّانَ امْرَأَتَانِ۔ هَاشِمِيَّةٌ وَأَنْصَارِيَّةٌ۔ فَطَلَّقَ الْأَنْصَارِيَّةَ وَهِيَ تُرْضِعُ۔ فَمَرَّتْ بِهَا سَنَةٌ ثُمَّ هَلَكَ عَنْهَا وَلَمْ تَحِضْ۔ فَقَالَتْ: أَنَا أَرِثُهُ۔ لَمْ أَحِضْ۔ فَاخْتَصَمَتَا إِلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ۔ فَقَضٰى لَهَا بِالْمِيرَاثِ۔ فَلَامَتِ الْهَاشِمِيَّةُ عُثْمَانَ۔ فَقَالَ: هٰذَا عَمَلُ ابْنِ عَمِّكِ۔ هُوَ أَشَارَ عَلَيْنَا بِهٰذَا۔ يَعْنِي عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ۔

ترجمہ: محمد بن یحییٰ بن حبانؒ سے روایت ہے کہ اس نے کہا، میرے دادا حبّان کی دو بیویاں تھیں۔ ایک ہاشمی دوسری انصاری پس اس نے انصاریہ بیوی کو طلاق دے دی۔ جب کہ وہ دودھ پلاتی تھی اور سال اسی طرح گزر گیا۔ پھر وہ مر گیا۔ حالانکہ اس کو ابھی حیض نہ آیا تھا۔ پس وہ کہنے لگی، میں اس کی وارث ہوں۔ مجھے ابھی تک حیض نہیں آیا۔ (لہٰذا عدت نہیں گزری) پس دونوں عورتوں کے مقدمے حضرت عثمان بن عفانؓ کے سامنے پیش کئے تو انہوں نے اس عورت کے لئے میراث کا فیصلہ کیا۔ اس پر ہاشمی عورت نے حضرت عثمان سے شکایت کی تو انہوں نے کہا کہ یہ تیرے چچازاد (علی بن ابی طالبؓ) کا کام ہے۔ اُسی نے ہمیں یہ مشورہ دیا تھا۔

شرح: حضرت عثمانؓ نے اس عورت کا دل خوش کرنے اور اس کی ناراضگی کو دُور کرنے کی خاطر یہ کہا تھا۔ ورنہ وہ عورت تو ابھی عدت میں تھی اور پچھلے آثار میں گزرا کہ انہوں نے عدت کے بعد بھی مریض کی عورت کو میراث دلائی تھی۔ شائد اس معاملہ میں عورت کی خاص حالت کے پیش نظر انہوں نے دیگر حضرات سے مشورہ کیا تھا۔

۱۱۸۱- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ يَقُولُ: إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا وَهُوَ مَرِيضٌ، فَإِنَّهَا تَرِثُهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنْ طَلَّقَهَا وَهُوَ مَرِيضٌ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، فَلَهَا نِصْفُ الصَّدَاقِ وَلَهَا الْمِيرَاثُ وَلَا عِدَّةَ عَلَيْهَا۔ وَإِنْ دَخَلَ بِهَا ثُمَّ طَلَّقَهَا، فَلَهَا الْمَهْرُ كُلُّهُ، وَالْمِيرَاثُ۔ الْبِكْرُ وَالثَّيِّبُ فِي هٰذَا عِنْدَنَا سَوَاءٌ۔

ترجمہ: ابن شہابؒ کہتے تھے کہ جب مرد اپنی عورت کو طلاق ثلاثہ دے دے۔ درآنحالیکہ وہ مریض ہو تو وہ اس کی وارث ہوگی (اس میں جو اختلاف ہے وہ گزر چکا۔)

مالکؒ نے کہا کہ بیماری کی حالت میں اگر مرد عورت کو دخول سے پہلے طلاق دے دے تو اسے نصف مہر اور میراث ملے گی۔ مگر اس کی عدت کوئی نہیں۔ لیکن اگر مقاربت کے بعد وہ اسے طلاق دے دے تو اسے پورا مہر بھی اور میراث بھی ملے گی۔ مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اس مسئلہ میں دوشیزہ اور غیر دوشیزہ برابر ہیں۔ (اکثر اہل علم کا قول یہ ہے کہ غیر دخول مطلقہ کو جب بحالت مرض طلاق ہو تو وہ میراث کی حقدار نہیں اور نہ اس پر عدت ہے۔ ہاں اسے نصف مہر ملے گا۔ یہ قول جابر بن زیدؒ، نخعیؒ، ابو حنیفہؒ، شافعیؒ اور اکثر علما کا ہے۔)

۱۷- بَابُ مَا جَاءَ فِي مُتْعَةِ الطَّلَاقِ

متعۃ الطلاق کا باب

یہ متعۃ الطلاق ہے۔ نکاح یا عقد متعہ نہیں۔ بعض جہلا اس لفظ میں گھپلا کرتے ہیں۔ تاکہ حلال کو حرام کریں۔ متعہ وہ کپڑے وغیرہ ہیں جو مطلقہ کو رخصت کرتے وقت دیتے ہیں۔ بعض صورتوں میں یہ واجب ہے اور بعض میں مستحب۔ جب عورت سے ملاقات نہ کی ہو نہ مہر مقرر کیا ہو اور طلاق دے دیں تو متعۃ الطلاق واجب ہے۔ کیونکہ فرمان خداوندی ہے۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ۔ اس صورت کے علاوہ دوسری مطلقہ عورتوں کے لیے متعۃ الطلاق مستحب ہے۔ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ۔ اور یہ متاع خاوند کے حال کے مطابق ہوتا ہے۔ غنی ہو تو اس کی حالت کے مطابق اور فقیر ہو تو اس کی حالت کے مطابق۔ اور مراد اس سے ایک جوڑا لباس ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۱۸۲- حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ طَلَّقَ امْرَأَةً لَهُ، فَمَتَّعَ بِوَلِيدَةٍ۔

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: لِكُلِّ مُطَلَّقَةٍ مُتْعَةٌ إِلَّا الَّتِي تُطَلَّقُ، وَقَدْ فُرِضَ لَهَا صَدَاقٌ وَلَمْ تُمَسَّ، فَحَسْبُهَا نِصْفُ مَا فُرِضَ لَهَا۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اپنی ایک بیوی کو طلاق دی تو ایک لونڈی بطور متاع دی۔ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے غنی پر اس کی مقدار کے مطابق اور مفلس پر اس کی توفیق کے مطابق۔ سو عبدالرحمٰنؓ مالدار تھے۔ لہٰذا یہ متاع دیا۔ ورنہ اتنی مقدار واجب نہ تھی۔)

ایضاً۔ نافعؒ نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے۔ ہر مطلقہ کے لئے متاع ہے سوائے اس کے جس کو طلاق ملے اور اس کا مہر مقرر تھا اور خاوند نے اسے چھوا نہ تھا، پس اس کے لئے کافی ہے نصف مہر مقرر۔ (یہ اثر مؤطا امام محمدؒ میں باب متعۃ الطلاق میں مروی ہے۔)

۱۱۸۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ قَالَ: لِكُلِّ مُطَلَّقَةٍ مُتْعَةٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَبَلَغَنِي عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ مِثْلُ ذٰلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ: لَيْسَ لِلْمُتْعَةِ عِنْدَنَا حَدٌّ مَعْرُوفٌ فِي قَلِيلِهَا۔

ترجمہ: ابن شہابؒ نے کہا کہ ہر مطلقہ کے لئے متاع ہے۔ (امام زہری کے نزدیک متعہ ہر مطلقہ کے لئے واجب ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ مجھ کو القاسم بن محمدؒ سے بھی ایسی ہی خبر پہنچی ہے

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک متاع کی کوئی حد مقرر نہیں نہ کم میں نہ زیادہ میں۔ (مگر بہتر یہی ہے کہ عورت کو طلاق سے جو دل شکستگی ہوئی ہے۔ مرد اس کا مداوا کرنے کی سعی کرے۔ اور اپنی توفیق کے مطابق اچھی چیزیں مہیا کریں۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم ابن عمرؓ کے گزشتہ قول کو اختیار کرتے ہیں۔ اور واجب متعہ جس کی ادائیگی پر طلاق دینے والے کو مجبور کیا جائے۔ وہ فقط ایک ہے اور وہ اس مرد کی طرف سے متاع ہے جو اپنی عورت کو چھونے سے قبل ہی طلاق دے دے۔ اور اس کا مہر بھی بندھا ہوا نہ ہو۔ پس اس عورت کو متاع دینا واجب ہے۔ اور فیصلے میں زبردستی دلوایا جائے گا۔ اور کم از کم متعہ وہ لباس ہے جسے عورت اپنے گھر میں پہنتی ہے یعنی پیراہن اور شلوار اور اوڑھنی۔ اور یہی ابو حنیفہ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔

۱۸۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي طَلَاقِ الْعَبْدِ

غلام کی طلاق کا باب

عدد طلاق کا اعتبار عورتوں کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ لونڈی کی طلاق دو ہے خواہ اس کا خاوند آزاد ہو خواہ غلام۔ آزاد عورت کی طلاق تین ہے۔ اس کا خاوند خواہ آزاد یا غلام۔ یہی بہت سے علمائے تابعین و اتباع تابعین اور امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے

۱۱۸۴۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ: أَنَّ نُفَيْعًا، مُكَاتَبًا كَانَ لِأُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَبْدًا لَهَا، كَانَتْ تَحْتَهُ امْرَأَةٌ حُرَّةٌ۔ فَطَلَّقَهَا اثْنَتَيْنِ۔ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُرَاجِعَهَا۔ فَأَمَرَهُ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْتِيَ

عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، فَيَسْأَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ. فَلَقِيَهُ عِنْدَ الدَّرَجِ آخِذًا بِيَدِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ. فَسَأَلَهُمَا فَابْتَدَرَاهُ جَمِيعًا فَقَالَا: حَرُمَتْ عَلَيْكَ. حَرُمَتْ عَلَيْكَ۔

ترجمہ: سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ نُفَیعؒ حضرت اُمِ سلمہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کا مکاتب تھا یا غلام تھا۔ اس کے نکاح میں ایک آزاد عورت تھی جسے اس نے دو طلاقیں دے دیں۔ پھر اس سے رجوع کرنا چاہا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجؓ نے اسے حکم دیا کہ وہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس جا کر مسئلہ پوچھ لے۔ پس وہ جناب عثمانؓ کو مسجد کی سیڑھیوں کے پاس ملا جب کہ انہوں نے زید بن ثابتؓ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ اس نے ان حضرات سے سوال کیا۔ تو دونوں نے یک لخت جواب دیا، وہ تجھ پر حرام ہوگئی، وہ تجھ پر حرام ہوگئی۔ (یہ حدیث موطائے محمدؒ میں بھی باب طلاق الحرۃ تحت العبد میں مروی ہے۔) گفتگو آگے آتی ہے۔

۱۱۸۵۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ نُفَيْعًا، مُكَاتَبًا كَانَ لِأُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، طَلَّقَ امْرَأَةً حُرَّةً تَطْلِيْقَتَيْنِ. فَاسْتَفْتَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَقَالَ: حَرُمَتْ عَلَيْكَ۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اُمِ سلمہؓ نے مکاتب نُفَیع نے ایک آزاد کو دو طلاقیں دیں اور حضرت عثمان بن عفانؓ سے فتویٰ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ تجھ پر حرام ہوگئی۔ (یہ اثر موطائے محمدؒ میں باب طَلَاقِ الْحُرَّةِ تَحْتَ الْعَبْدِ میں مروی ہے۔ (آگے چلئے)

۱۱۸۶۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ، أَنَّ نُفَيْعًا، مُكَاتَبًا كَانَ لِأُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اسْتَفْتَى زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَقَالَ: إِنِّيْ طَلَّقْتُ امْرَأَةً حُرَّةً تَطْلِيْقَتَيْنِ. فَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: حَرُمَتْ عَلَيْكَ۔

ترجمہ: محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمیؒ سے روایت ہے کہ نُفَیع جو اُمّ المؤمنین اُمِ سلمہؓ کا مکاتب تھا۔ اس نے زید بن ثابتؓ سے مسئلہ پوچھا کہ میں نے ایک آزاد عورت کو دو طلاقیں دی ہیں۔ پس زید بن ثابتؓ نے کہا کہ وہ تجھ پر حرام ہوگئی۔ (آگے دیکھئے)۔

۱۱۸۷۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ: إِذَا طَلَّقَ الْعَبْدُ امْرَأَتَهُ تَطْلِيْقَتَيْنِ، فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْهِ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ. حُرَّةً كَانَتْ أَوْ أَمَةً. وَعِدَّةُ الْحُرَّةِ ثَلَاثُ حِيَضٍ. وَعِدَّةُ الْأَمَةِ حَيْضَتَانِ۔

ترجمہ: نافعؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے کہ جب غلام کسی عورت کو دو طلاقیں دے تو وہ اس پر حرام ہو گئی جب تک کہ اس کے علاوہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے، عورت خواہ غلام ہو خواہ آزاد۔ اور آزاد عورت کی عدت تین حیض اور لونڈی کی عدت دو حیض ہے۔ (یہ اثر امام محمدؒ نے اپنے مؤطا میں روایت کیا ہے باب طلاق الحرۃ تحت العبد)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس مسئلے میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ جہاں تک ہمارے فقہا کا تعلق ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ طلاق کی تعداد کا حساب اور عدت کا حساب عورتوں پر ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجلؒ نے فرمایا ہے فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ۔ پس طلاق عدت کے لئے ہے۔ پس جب عورت آزاد ہو اور خاوند غلام تو اس کی عدت تین حیض ہے اور اس کی طلاق تین طلاق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور جب آزاد مرد کے نکاح میں لونڈی ہو تو اس کی عدت دو حیض اور اس کی طلاق دو طلاق ہے جیسا کہ اللہ عزوجلؒ نے فرمایا ہے۔ علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ طلاق کا حساب عورتوں کے مطابق ہے۔ اور عدت بھی انہی کے لحاظ سے ہوتی ہے اور یہی قول عبداللہ بن مسعودؓ کا ہے اور ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول بھی یہی ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کے اس اثر میں جو موطاء امام مالکؒ اور موطاء امام محمدؒ ہر دو میں مروی ہے صراحۃً آگیا ہے کہ عدت کا حساب حیض سے ہوگا۔ اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے۔

۱۱۸۸- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ: مَنْ أَذِنَ لِعَبْدِهِ أَنْ يَنْكِحَ، فَالطَّلَاقُ بِيَدِ الْعَبْدِ. لَيْسَ بِيَدِ غَيْرِهِ مِنْ طَلَاقِهِ شَيْءٌ. فَأَمَّا أَنْ يَأْخُذَ الرَّجُلُ أَمَةَ غُلَامِهِ، أَوْ أَمَةَ وَلِيدَتِهِ، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے کہ جو شخص اپنے غلام کو نکاح کی اجازت دے تو طلاق غلام کے ہاتھ میں ہے۔ طلاق کے معاملے میں کسی اور کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ (غلام کا نکاح گو آقا کی اجازت پر منحصر ہے مگر طلاق کا معاملہ اسی کے ہاتھ میں جس کا نکاح ہے۔ جمہور صحابہ و تابعین و اتباع تابعین و ائمہ فقہ کا یہی مذہب ہے)

۱۹- بَابُ نَفَقَةِ الْأَمَةِ إِذَا طُلِّقَتْ وَهِيَ حَامِلٌ

مطلقہ حاملہ لونڈی کا نفقہ کس پر ہے؟

قَالَ مَالِكٌ: لَيْسَ عَلَى حُرٍّ وَلَا عَبْدٍ طَلَّقَا مَمْلُوكَةً، وَلَا عَلَى عَبْدٍ طَلَّقَ حُرَّةً طَلَاقًا بَائِنًا نَفَقَةٌ وَإِنْ كَانَتْ حَامِلًا. إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ عَلَيْهَا رَجْعَةٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَيْسَ عَلَى حُرٍّ أَنْ يَسْتَرْضِعَ لِابْنِهِ، وَهُوَ عَبْدُ قَوْمٍ آخَرِينَ. وَلَا عَلَى عَبْدٍ أَنْ يُنْفِقَ مِنْ مَالِهِ عَلَى مَا يَمْلِكُ سَيِّدُهُ، إِلَّا بِإِذْنِ سَيِّدِهِ۔

امام مالکؒ نے کہا کہ آزاد یا غلام خاوند لونڈی کو طلاق دیں تو ان کے ذمہ طلاق نہیں۔ اس طرح غلام خاوند جب آزاد بیوی کو طلاق مغلظ دے دے تو اس کے ذمے بھی نفقہ نہیں اگرچہ وہ حاملہ ہو جب کہ طلاق رجعی نہ ہو۔ مالکؒ نے کہا کہ آزاد پر واجب

نہیں کہ اپنے بیٹے کی رضاعت کا انتظام کرے۔ جب کہ وہ دوسرے لوگوں کا غلام ہو اور نہ غلام پر واجب ہے کہ اپنے مال میں ایسے شخص پر خرچ کرے جو اس کے آقا کی ملک میں نہیں۔ اِلّا یہ کہ اس کا آقا اسے اجازت دے دے۔ (ان مسائل میں کوئی اختلاف نہیں)۔

۲۰۔ بَابُ عِدَّةِ الَّتِي تَفْقِدُ زَوْجَهَا

گم شدہ خاوند والی عورت کی عدت کا باب

۱۱۰۹۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ فَقَدَتْ زَوْجَهَا فَلَمْ تَدْرِ أَيْنَ هُوَ، فَإِنَّهَا تَنْتَظِرُ أَرْبَعَ سِنِينَ. ثُمَّ تَعْتَدُّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا. ثُمَّ تَحِلُّ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنْ تَزَوَّجَتْ بَعْدَ انْقِضَاءِ عِدَّتِهَا، فَدَخَلَ بِهَا زَوْجُهَا أَوْ لَمْ يَدْخُلْ بِهَا. فَلَا سَبِيلَ لِزَوْجِهَا الْأَوَّلِ إِلَيْهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَذٰلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا. وَإِنْ أَدْرَكَهَا زَوْجُهَا قَبْلَ أَنْ تَزَوَّجَ، فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَأَدْرَكْتُ النَّاسَ يُنْكِرُونَ الَّذِي قَالَ بَعْضُ النَّاسِ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، أَنَّهُ قَالَ: يُخَيَّرُ زَوْجُهَا الْأَوَّلُ إِذَا جَاءَ فِي صَدَاقِهَا أَوْ فِي امْرَأَتِهِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَبَلَغَنِي أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ فِي الْمَرْأَةِ يُطَلِّقُهَا زَوْجُهَا وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا، ثُمَّ يُرَاجِعُهَا فَلَا يَبْلُغُهَا رَجْعَتُهُ، وَقَدْ بَلَغَهَا طَلَاقُهُ إِيَّاهَا فَتَزَوَّجَتْ: أَنَّهُ إِنْ دَخَلَ بِهَا زَوْجُهَا الْآخَرُ، أَوْ لَمْ يَدْخُلْ بِهَا، فَلَا سَبِيلَ لِزَوْجِهَا الْأَوَّلِ الَّذِي كَانَ طَلَّقَهَا إِلَيْهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَهٰذَا أَحَبُّ مَا سَمِعْتُ إِلَيَّ فِي هٰذَا، وَفِي الْمَفْقُودِ۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا، جس عورت کا خاوند گم ہو جائے اور معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں ہے تو وہ چار برس انتظار کرے۔ پھر چار ماہ دس دن عدت گزارے۔ پھر حلال ہو جائے گی۔ (یعنی دوسرا نکاح کر سکے گی۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر وہ اپنی عدت گزار کر نکاح کرے۔ پھر اس کے خاوند نے اس سے مقاربت کی یا نہ کی تو اب اس کے پہلے خاوند کا اس کا کوئی واسطہ نہیں رہا۔ مالک نے کہا کہ ہمارے نزدیک اسی پر عمل در آمد ہے۔ اور اگر اس کا پہلا خاوند اسے نکاح ثانی سے قبل پا لے تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ میں نے کچھ لوگوں کو پایا کہ وہ اس قول کا انکار کرتے تھے۔ جو بعض لوگ حضرت عمر بن الخطابؓ کی طرف منسوب

کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس کا پہلا خاوند جب آئے تو اسے اختیار دیا جائے کہ یا تو وہ عورت کا مہر لے لے یا اپنی عورت کو لے لے۔ مالکؒ نے کہا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے اس عورت کے بارے میں فرمایا جسے اس کا خاوند طلاق دے دے۔ جب کہ وہ غائب ہو۔ پھر اس سے رجوع کرے۔ لیکن اس کے رجوع کا عورت کو معلوم نہ ہو اور خاوند نے اسے جو طلاق دی تھی اس کا علم اسے تھا پس عورت نے نکاح کر لیا۔ اب دوسرا خاوند خواہ اس کے ساتھ دخول کرے یا نہ کرے، پہلا خاوند جو اسے طلاق دے چکا تھا۔ اب اس کا اس عورت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ امام مالکؒ نے کہا کہ اس مسئلے میں اور مفقود کے مسئلے میں میں نے جو کچھ سُنا، اس میں سے پسندیدہ تر بات یہی ہے۔ [المولف نے کہا کہ اکثر فقہا کا مذہب یہ ہے کہ رجعی طلاق والی کا خاوند جب بیوی کے علم کے بغیر رجوع کرے تو رجوع صحیح ہے۔ کیونکہ رجوع کا حق خاوند کو ہے۔ اور اس میں عورت کی رضا یا علم شرط نہیں۔ جب اس نے رجوع کر لیا اور عورت کو معلوم نہ ہُوا۔ حتیٰ کہ اس کی عدت بھی گزر گئی۔ تو اگر وہ نکاح کرے اور پہلا خاوند آکر رجوع کا دعویٰ کرے کہ میں نے عدت گزرنے سے پہلے رجوع کر لیا تھا۔ اور وہ اس پر گواہ بھی پیش کرے تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ عورت اس کی بیوی ہے اور دوسرا نکاح فاسد ہے چاہے دخول ہُوا ہو چاہے نہ ہُوا ہو۔ عورت پہلے خاوند کی طرف لوٹائی جائے گی۔ ثوریؒ، شافعیؒ، ابو عبیدؒ، حنفیہؒ کا مذہب یہی ہے۔ مگر احمدؒ کا مذہب اس مسئلہ میں مالکؒ کے مطابق ہے کہ دوسرے خاوند نے اگر دخول کر لیا تو یہ عورت اس کی بیوی ہے اور پہلے کا نکاح باطل ہو گیا مفقود کی عورت کے مسئلہ میں گو علماء کی طویل گفتگو ہوئی ہے اور بعض نے اس بات سے سرے سے ہی انکار کر دیا ہے کہ مفقود کے متعلق جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ فیصلہ تھا، جن کا ذکر موطا میں آیا ہے۔ مگر ہمارے دَور کے حنفی علما نے اس مسئلہ میں مالکؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ لیکن یہ فتویٰ اندھا دھند نہیں، اس کی کچھ شرائط ہیں۔ جنہیں مفصلاً حضرت مفتی محمد شفیع مرحوم نے بیان کر دیا ہے۔ اور وہ مطبوعہ کتاب کی شکل میں ادارہ اسلامیات پرانی انارکلی لاہور سے دستیاب ہے۔]

۲۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَقْرَاءِ وَعِدَّةِ الطَّلَاقِ وَطَلَاقِ الْحَائِضِ

طلاق کی عدت میں اقراء کا باب اور حائضہ کی طلاق

۱۱۹۰۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ. عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ. ثُمَّ تَحِيضَ. ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ. وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ".

ترجمہ: نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بحالتِ حیض طلاق دی۔ پس عمر بن الخطابؓ نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے۔ پھر اس کے پاک ہونے تک اسے روک رکھے۔ پھر اسے حیض آئے اور وہ پاک ہو تو اگر چاہے تو اس

کے بعد اسے روک رکھے اور چاہے تو مقاربت سے پہلے اسے طلاق دے دے۔ پس یہ ہے وہ عدّت جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عورتیں اسے گزاریں۔

شرح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابن عمرؓ کی طلاق خلاف سنت تھی۔ مگر واقع ہوگئی تھی۔ ورنہ اسے رجوع کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ کیونکہ اگر طلاق سرے سے نہ ہوتی تو رجوع خارج از بحث تھا۔ حضورؐ کا یہ رجوع کے لیے حکم استحبابی تھا نہ کہ وجوبی چنانچہ علما کا یہی مذہب ہے۔ مثلاً ثوریؒ، اوزاعیؒ، شافعیؒ، ابن ابی لیلیٰؒ اور احنافؒ۔ مگر داؤد ظاہریؒ، مالکؒ اور احمدؒ کی ایک روایت کے مطابق یہ امر وجوب کے لئے تھا۔ بہرحال معلوم ہوگیا کہ حالتِ حیض میں طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر خلافِ سنت ہے۔

۱۱۹۱۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا انْتَقَلَتْ حَفْصَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، حِينَ دَخَلَتْ فِي الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ۔ فَقَالَتْ: صَدَقَ عُرْوَةُ۔ وَقَدْ جَادَلَهَا فِي ذٰلِكَ نَاسٌ فَقَالُوا: إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ۔ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ۔ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: صَدَقْتُمْ۔ تَدْرُونَ مَا الْأَقْرَاءُ؟ اَلْأَطْهَارُ۔

ترجمہ: عروہ بن الزبیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ امّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حفصہ بنت عبدالرحمٰنؒ بن ابی بکر الصدیق کو منتقل کرلیا جب کہ وہ تیسرے حیض میں داخل ہوئی۔ ابن شہاب نے کہا کہ میں نے یہ عمرہ بنت عبدالرحمٰنؒ سے بیان کیا تو اس نے کہا کہ عروہ بن زبیر نے سچ کہا۔ اور اس بارے میں کچھ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جھگڑا کیا اور انہوں نے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب میں ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ کا لفظ بولتا ہے۔ پس حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا اور کیا تمہیں علم ہے کہ اقرا کیا ہیں؟ اقرا تو اطہار ہیں۔

شرح: قرء کا لفظ لغت عرب میں دو متضاد معنوں میں بولا جاتا ہے حیض اور طہر۔ گویا یہ لفظ مشترک ہے۔ بقول الموفق اس بات میں علما کا اختلاف ہے کہ آیتِ قرآنی میں اس سے مراد کیا ہے؟ حضرت عمرؓ، علیؓ، ابن عباسؓ، سعید بن المسیبؒ، ثوریؒ، اوزاعیؒ، عنبریؒ، اسحاقؒ، ابوعبیدؒ اور علمائے احناف اس سے مراد حیض لیتے ہیں۔ یہی روایت ابوبکر الصدیقؓ، عثمان بن عفانؓ، ابوموسیٰؓ، عبادہ بن الصامتؓ اور ابوالدرداءؓ سے آئی ہے۔ امام احمدؒ سے صحیح تر روایت یہی ہے کہ اس سے مراد حیض ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مرفوع میں بھی یہ لفظ حیض کے معنی میں آیا ہے۔ تَدَعُ الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا "عورت اپنے اقراء کے ایام میں نماز چھوڑ دے"۔ اور کسی صحیح حدیث مرفوع میں یہ لفظ حضورؐ کی زبانِ مبارک سے دوسرے معنی میں استعمال نہیں۔ لیکن صحابہ میں سے زیدؓ، ابن عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور کچھ تابعین اور ائمہ فقہ میں سے مالکؒ، شافعیؒ اور ایک روایت میں احمدؒ اس سے مراد طہر لیتے ہیں۔ زیر بحث اثر میں وَقَدْ جَادَلَهَا فِي ذٰلِكَ نَاسٌ کے الفاظ سے بھی صحابہ اور تابعین کا اس مسئلہ میں حضرت عائشہؓ سے اختلاف ثابت ہوتا ہے۔

۱۱۹۲۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَنَّهٗ قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُوْلُ مَا اَدْرَكْتُ اَحَدًا مِنْ فُقَهَائِنَا اِلَّا هُوَ يَقُوْلُ هٰذَا۔ يُرِيْدُ قَوْلَ عَائِشَةَ۔

ترجمہ: ابن شہابؒ نے کہا کہ میں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰنؒ کو یہ کہتے سنا کہ میں نے اپنے فقہا میں سے جس کسی کو پایا، یہی کہتے پایا یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول کے مطابق۔ (کہ اقراء سے مراد اطہار ہے)

شرح: امام محمدؒ نے مؤطا ابن عمرؓ کا اثر مالکؒ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے آیت فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ کو اس طرح پڑھا یَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِقُبُلِ عِدَّتِهِنَّ یعنی اے ایمان والو! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے استقبال کے لئے طلاق دو۔ پھر امام محمدؒ نے اس پر لکھا ہے کہ طلاق سنت یہ ہے کہ مرد اسے اس کی عدت کے استقبال کے لئے طلاق دے جب کہ وہ پاک ہو اور اس سے جماع نہ کیا گیا ہو۔ جب وہ اپنے حیض سے پاک ہو جائے قبل اس کے کہ اس سے جماع کرے۔ اور یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے۔ اس کے بعد امام صاحبؒ نے مالکؒ کی روایت سے وہ حدیث بیان کی ہے جس میں ابن عمرؓ کے اپنی بیوی کو بحالتِ حیض طلاق دینے کا اور حضورؐ کے اسے رجوع کرنے کا حکم دینے کا ذکر ہے اور پھر امام محمدؒ لکھتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ مطلب ان کا اس سے غالباً یہ ہے کہ طہر میں طلاق دی جائے گی تو آئندہ حیض سے اس کی عدت کا حساب درست شمار ہو سکے گا۔ یعنی ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ (تین حیض) کا حساب درست رہے گا۔ اگر قروء سے مراد اطہار ہوں تو تین پورے نہ ہوں گے۔ کیونکہ اگر طلاق والا طہر شمار کریں گے تین طہر پورے نہ ہوں گے۔ اور اگر اسے شمار نہ کریں گے تو عدت تین اطہار سے بڑھ جائے گی۔ پس تین کا عدد صرف اس صورت میں پورا ہو سکتا ہے جب کہ اقراء سے مراد حیض لی جائے۔

امام محمدؒ نے مؤطا میں حفصہ بنت عبدالرحمٰنؒ کی طلاق کے قصے والی حدیث روایت کی ہے (نمبر ۱۱۹۱) پھر ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث مخزومی کا اثر روایت کیا ہے۔ پھر سلیمان بن یسار کا اثر روایت کیا ہے (جو ابھی آئے گا) پھر عبداللہ بن عمرؓ کا اثر۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک عورت کی عدت تب ختم ہوتی ہے جب کہ وہ تیسرے حیض سے پاک ہو کر نہالے۔ پھر اس کی دلیل میں ابوحنیفہؒ کی روایت سے ابراہیم نخعیؒ کا اثر جس میں عبداللہ بن مسعودؓ اور عمر بن الخطابؓ کا یہی فتویٰ مذکور ہے پھر سفیان بن عیینہؒ کی روایت سے علی بن ابی طالبؓ کا اسی معنی میں ایک اثر، پھر عیسیٰ بن ابی عیسیٰ الخیاط کی روایت سے شعبیؒ کا اثر جس میں ۱۳ صحابہ رسول کا یہی فتویٰ مذکور ہے۔ اور ساتھ سعید بن المسیبؒ کا فتویٰ بھی۔ آخر میں امام محمدؒ نے لکھا ہے کہ ہمارا مختار یہی ہے اور یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے۔ باب انقضاء الحیض۔

۱۱۹۳۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، وَزَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، اَنَّ الْاَحْوَصَ هَلَكَ بِالشَّامِ۔ حِيْنَ دَخَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِی الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ۔ وَقَدْ كَانَ طَلَّقَهَا۔ فَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْيَانَ اِلٰی زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ يَسْاَلُهٗ عَنْ ذٰلِكَ۔ فَكَتَبَ اِلَيْهِ زَيْدٌ، اِنَّهَا اِذَا دَخَلَتْ فِی الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ، وَبَرِئَ مِنْهَا۔ وَلَا تَرِثُهٗ وَلَا يَرِثُهَا۔

ترجمہ: سلیمان بن یسارؒ سے روایت ہے کہ احوصؒ شام میں فوت ہو گیا جب کہ اس کی عورت تیسرے حیض میں تھی اور وہ

اسے طلاق دے چکا تھا۔ پس معاویہؓ بن ابی سفیان نے زید بن ثابتؓ کو اس کے متعلق سوال کرتے ہوئے لکھا۔ زیدؓ نے جواب دیا کہ جب عورت نے تیسرے حیض میں داخل ہوگئی، وہ مرد سے بَری اور مرد اس سے بری ہوگیا۔ اور وہ ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔ (اوپر گزر چکا ہے کہ اس مسئلے میں زید بن ثابتؓ کا مذہب یہی تھا۔ اور یہ بھی بیان ہو چکا کہ حضرت عمرؓ، علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا مذہب یہ تھا کہ قروء سے مراد حیض ہے اور یہ کہ تین کا عدد صرف حیض کی صورت میں ہی پورا ہو سکتا ہے۔ اب زیر نظر میں ظاہر ہے کہ تین طہر پورے نہیں ہوتے۔ کیونکہ جس طہر میں طلاق دی گئی تھی، وہ طہر پورا شمار نہیں ہو سکتا۔)

۱۱۹۴۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ. أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَسَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي بَكْرِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، وَابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ: إِذَا دَخَلَتِ الْمُطَلَّقَةُ فِي الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ، فَقَدْ بَانَتْ مِنْ زَوْجِهَا. وَلَا مِيرَاثَ بَيْنَهُمَا. وَلَا رَجْعَةَ لَهُ عَلَيْهَا۔

ترجمہ: مالکؒ کو القاسم بن محمدؒ، سالم بن عبداللہؒ، ابوبکر بن عبدالرحمانؒ، سلیمان بن یسار اور ابن شہابؒ سے خبر پہنچی ہے کہ وہ کہتے تھے، جب مطلقہ عورت تیسرے حیض کے خون میں داخل ہو جائے تو اپنے خاوند سے جدا ہو جاتی ہے اور ان میں میراث ختم ہو گئی۔ اور مرد کو رجوع کا حق نہ رہا۔ (اس مسئلہ میں ان فقہائے مدینہ کا مذہب یہی تھا اور اسی کو مالکؒ نے اختیار کیا۔)

۱۱۹۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ، فَدَخَلَتْ فِي الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ وَبَرِئَ مِنْهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَهُوَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے کہ مرد اپنی عورت کو طلاق دے اور وہ تیسرے حیض کے خون میں داخل ہو جائے تو وہ مرد سے بَری ہوگئی اور مرد اس سے بری ہوگیا۔ وہ اس کی وارث نہیں ہوتی اور وہ اس کا وارث نہیں ہوتا۔ مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اس پر عمل درآمد ہے۔ (اس مسئلہ میں صحابہ میں سے ابن عمرؓ بھی زید بن ثابتؓ کے ساتھ ہیں۔)

۱۱۹۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ، مَوْلَى الْمَهْرِيِّ، أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، كَانَا يَقُولَانِ إِذَا طُلِّقَتِ الْمَرْأَةُ فَدَخَلَتْ فِي الدَّمِ، مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ، فَقَدْ بَانَتْ مِنْهُ وَحَلَّتْ۔

ترجمہ: القاسم بن محمدؒ اور سالم بن عبداللہؒ کہتے تھے کہ جب عورت کو طلاق ہو جائے اور وہ تیسرے حیض کے خون میں داخل ہو جائے تو وہ مرد سے جدا ہوگئی اور کسی اور کے نکاح کے لئے حلال ہوگئی۔

۱۱۹۷۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَابْنِ شِهَابٍ، وَسُلَيْمَانَ

ابنِ یَسَارٍ، اَنَّھُمْ کَانُوا یَقُولُونَ: عِدَّۃُ الْمُخْتَلِعَۃِ ثَلَاثَۃُ قُرُوْءٍ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ سعید المسیبؒ، ابن شہابؒ اور سلیمان بن یسارؒ کہتے تھے کہ خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت تین قروء ہے۔ (یعنی مہینوں کے حساب سے نہیں ہے۔)

۱۱۹۸۔ وَحَدَّثَنِی عَنْ مَالِکٍ، اَنَّہٗ سَمِعَ ابْنَ شِہَابٍ یَقُولُ، عِدَّۃُ الْمُطَلَّقَۃِ الْاَقْرَاءُ۔ وَاِنْ تَبَاعَدَتْ۔

ترجمہ: مالکؒ نے ابن شہابؒ کو کہتے سنا کہ مطلقہ کی عدت اقراء کے حساب سے ہے اگرچہ وہ بعید ـ طویل ـ ہو جائیں۔ (یعنی عدت کا حساب مہینوں سے شمار نہیں کیا جائے گا۔)

۱۱۹۹۔ وَحَدَّثَنِی عَنْ مَالِکٍ، عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ، اَنَّ امْرَاَتَہٗ سَاَلَتْہُ الطَّلَاقَ، فَقَالَ لَھَا: اِذَا حِضْتِ فَاٰذِنِیْنِیْ۔ فَلَمَّا حَاضَتْ اٰذَنَتْہُ۔ فَقَالَ: اِذَا طَھُرْتِ فَاٰذِنِیْنِیْ۔ فَلَمَّا طَھُرَتْ اٰذَنَتْہُ۔ فَطَلَّقَھَا۔

قَالَ مَالِکٌ: وَھٰذَا اَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِیْ ذٰلِکَ۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعیدؒ انصاری نے انصار میں سے ایک مرد کا واقعہ بیان کیا کہ اس کی بیوی نے اس سے طلاق مانگی تو اس نے کہا، کہ جب تجھے حیض آئے تو مجھے بتانا۔ پس جب حیض آیا تو عورت نے اسے بتایا، اس نے کہا کہ جب تو پاک ہو جائے تو مجھے بتانا۔ جب وہ پاک ہو گئی تو اس نے بتایا۔ تو اس نے اسے طلاق دے دی۔ مالکؒ نے کہا کہ اس مسئلہ میں یہ پسندیدہ تر بات ہے جو میں نے سنی۔

۲۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِیْ عِدَّۃِ الْمَرْاَۃِ فِیْ بَیْتِھَا اِذَا طُلِّقَتْ فِیْہِ

عورت کو جب اس کے گھر میں طلاق ملے تو وہیں عدت گزارے

عدت گزارنے والی کے لئے نفقہ اور ٹھکانا دینے میں اختلاف ہوا ہے صحابہ میں سے حضرت عمر بن خطابؓ اور دوسروں کا مذہب یہ تھا اور یہی حنیفہ کا قول ہے کہ طلاق مغلظہ والی عورت کو عدت میں نفقہ اور ٹھکانا دونوں ملیں گے۔ اگرچہ وہ حاملہ نہ ہو۔ ابنِ عباسؓ اور احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ اُسے نہ نفقہ ملے گا نہ ٹھکانا۔ امام مالکؒ و شافعیؒ وغیرہما نے کہا کہ اس کے لئے ٹھکانا واجب ہے نفقہ نہیں جس کا خاوند فوت ہو جائے اس کے لئے نفقہ اجماعاً واجب نہیں اور صحیح تر روایت میں ٹھکانا واجب ہے۔ رجعی طلاق والی کو نفقہ اور سکنیٰ دونوں واجب ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ان مسائل میں سے بعض میں اختلافِ روایات کی بنا پر اور بعض میں ـ جو اجتہادی ہیں ـ اجتہاد کی بنا پر علما کا اختلاف رہا ہے۔

الْبَتَّةَ. فَانْتَقَلَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْحَكَمِ. فَأَرْسَلَتْ عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ إِلٰى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ. فَقَالَتْ: اتَّقِ اللّٰهَ وَارْدُدِ الْمَرْأَةَ إِلٰى بَيْتِهَا. فَقَالَ مَرْوَانُ، فِي حَدِيثِ سُلَيْمَانَ: إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ غَلَبَنِي. وَقَالَ مَرْوَانُ فِي حَدِيثِ الْقَاسِمِ: أَوَ مَا بَلَغَكِ شَأْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ؟ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَذْكُرَ حَدِيثَ فَاطِمَةَ. فَقَالَ مَرْوَانُ: إِنْ كَانَ بِكِ الشَّرُّ، فَحَسْبُكِ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ مِنَ الشَّرِّ.

ترجمہ: یحییٰ بن سعید بن العاص نے عبدالرحمٰن بن الحکم کی بیٹی کو طلاقِ مغلّظہ دے دی تو عبدالرحمٰن بن الحکم نے اسے خاوند کے گھر سے منتقل کر لیا۔ پس حضرت عائشہ اُمّ المؤمنینؓ نے مروان بن الحکم کو پیغام بھیجا، جو ان دنوں امیرِ مدینہ تھا، کہ خدا سے ڈر اور عورت کو اس کے گھر واپس کر دے۔ مروان نے اس حدیث کی اس روایت کے مطابق جو سلیمان بن یسار سے ہے، کہا کہ عبدالرحمٰن مجھ پر غالب آگیا ہے۔ (اور وہ اس کی بیٹی تھی لہٰذا اس نے اسے منتقل کر لیا ہے) اور القاسم بن محمدؒ کی روایت کے مطابق مروان نے کہا کہ کیا آپ کو فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث کا قصہ نہیں پہنچا۔ (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاقِ مغلّظہ والی کو نفقہ اور سکنیٰ نہیں ملتا۔ پس حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تم اگر فاطمہؓ کی حدیث کا ذکر نہ کرو تو تمھیں کوئی نقصان نہیں۔ (یعنی اس میں تمہارے لئے کوئی دلیل نہیں کیونکہ فاطمہؓ خاوند کے گھر میں اپنے آپ کو محفوظ و مامون نہیں پاتی تھی۔ اس لئے منتقل ہوئی)۔ پس مروان نے کہا کہ اگر آپ کی مراد شر سے ہے تو ان دونوں میاں بیوی میں جو شر پیدا ہوگئی ہے وہ کافی ہے۔ (مؤطائے امام محمدؒ میں یہ اثر موجود ہے اور امام محمدؒ نے لکھا ہے کہ مطلقہ یا بیوہ عورت اس گھر سے نہ نکلے جس میں اسے طلاق ہوئی یا خاوند فوت ہوا۔ حتیٰ کہ اس کی عدت گزر جائے۔ اور یہی قول ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہا کا ہے۔)

شرح: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خیال میں فاطمہ بنت قیسؓ اپنے خاوند کے گھر سے اس لئے منتقل ہوئی کہ وہ وہاں تنہائی سے ڈرتی تھی اور اپنے آپ کو محفوظ نہ پاتی تھی۔ لہٰذا اس کے اس فعل میں مروان کی بھتیجی کے لئے کوئی دلیل نہیں۔ اس کے برخلاف مروان کا قول یہ تھا کہ فاطمہ بنت قیسؓ کے انتقال کا باعث اپنے سسرال رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات کی ناخوشگواری تھی۔ اس لئے اس نے کہا کہ موجودہ واقعہ میں فاطمہ بنت قیسؓ کے معاملے سے بھی بڑھ کر ناخوشگواری پائی جاتی ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ فاطمہؓ کے قصے میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی تھیں اور سنن ابی داؤد کی روایت میں سلیمان بن یسارؒ کا قول یہ ہے کہ اتفاق سے فاطمہ بنت قیسؓ کچھ تیز زبان بھی تھی۔ لہٰذا ہر وقت کی کھٹ پٹ کا اندیشہ تھا جس کی وجہ سے حضورؐ نے اسے منتقل ہونے کی اجازت دی۔ امام احمدؒ نے فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس مطلقہ کو طلاقِ بتّہ ملی ہو اسے نفقہ و سکنیٰ نہیں ملتا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر فاطمہؓ کی حدیث کو چھوڑ دیا تھا کہ ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول پر نہیں چھوڑ سکتے۔ کیا معلوم کہ اس نے سچ کہا کہ نہیں۔ بات یاد رکھی یا بھول گئی۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ طلاقِ ثلاثہ والی کو نفقہ اور سکنیٰ ہر دو ملتے ہیں۔ جب تک کہ وہ عدت میں رہے۔ زید بن ثابتؓ، اُسامہ بن زیدؓ، جابر بن عبداللہ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا تھا۔

۱۲۰۱۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ بِنْتَ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ. فَطَلَّقَهَا الْبَتَّةَ فَانْتَقَلَتْ. فَأَنْكَرَ ذٰلِكَ عَلَيْهَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ۔

ترجمہ: نافعؒ سے روایت ہے کہ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کی بیٹی عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفانؓ کے نکاح میں تھی اور اس نے اس کو طلاق بتہ دے دی اور وہ خاوند سے منتقل ہو گئی تو عبداللہ بن عمرؓ نے اس کے فعل سے انکار کیا تھا۔ (یہ اثر مؤطائے امام محمد میں بھی مروی ہے۔)

۱۲۰۲۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَةً لَهُ، فِي مَسْكَنِ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَكَانَ طَرِيقُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ. فَكَانَ يَسْلُكُ الطَّرِيقَ الْأُخْرَى، مِنْ أَدْبَارِ الْبُيُوتِ، كَرَاهِيَةَ أَنْ يَسْتَأْذِنَ عَلَيْهَا. حَتَّى رَاجَعَهَا۔

ترجمہ: نافعؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی ایک بیوی کو طلاق دی۔ جو حضرت حفصہؓ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہتی تھی۔ اور عبداللہؓ کا مسجد کو جانے کا یہی راستہ تھا۔ مگر وہ گھروں کے پیچھے سے دوسرا راستہ اختیار کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں یہ پسند نہ تھا کہ اس کے گھر جانا پڑے۔ حتیٰ کہ عبداللہ نے رجوع کر لیا۔ (بیہقی کی روایت کے مطابق یہ عورت صفیہ بنت ابی عبید تھی۔ جو مختار بن ابی عبید ثقفی کی بہن تھی۔ عبداللہؓ کی طلاق رجعی تھی۔ مگر شاید طبعی ناگواری یا مزید احتیاط کے باعث ایسا کرتے تھے۔ ورنہ ایسا کرنا ضروری نہ تھا۔ شاید یہ خیال ہو کہ رجوع پر گواہ رکھ کر اس سے ملیں گے۔) یہ اثر مؤطائے محمد میں بھی مروی ہے۔ اور اس پر بھی امام محمدؒ نے لکھا ہے کہ طلاق کیسی ہی ہو، جہاں عورت کو ملی ہو یا جس گھر میں اس کا خاوند مرا ہو۔ وہاں سے منتقل نہ ہو۔ حتیٰ کہ اس کی عدت گزر جائے۔ یہی قول ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہا کا ہے۔

۱۲۰۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ سُئِلَ عَنِ الْمَرْأَةِ يُطَلِّقُهَا زَوْجُهَا وَهِيَ فِي بَيْتٍ بِكِرَاءٍ، عَلَى مَنِ الْكِرَاءُ؟ فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: عَلَى زَوْجِهَا۔ قَالَ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَ زَوْجِهَا؟ قَالَ: فَعَلَيْهَا. قَالَ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهَا؟ قَالَ: فَعَلَى الْأَمِيرِ۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے پوچھا گیا کہ جس عورت کو خاوند طلاق دے دے اور وہ کرائے کے مکان میں رہتی ہو تو کرایہ کس کے ذمہ ہوگا؟ سعیدؒ نے کہا کہ اس کے خاوند کے ذمے۔ سائل نے کہا کہ اگر خاوند ادا نہ کر سکے تو پھر؟ سعیدؒ نے کہا کہ پھر خود اس عورت پر۔ سائل نے کہا کہ اگر وہ بھی ادا نہ کر سکے تو؟ سعیدؒ نے کہا پھر بیت المال پر۔ (یہ اثر مؤطا امام محمدؒ میں بھی مروی ہے۔)

شرح: مجبوری اور شرعی عذر کی حالت میں عورت کا اس مکان کو چھوڑ جانا جائز ہے۔ جیسا کہ اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے۔

۲۳۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي نَفَقَةِ الْمُطَلَّقَةِ

مطلقہ عورت کے نفقہ کا باب

۱۲۰۴۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ مَوْلَى الْأَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ بِالشَّامِ. فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا وَكِيلُهُ بِشَعِيرٍ، فَسَخِطَتْهُ. فَقَالَ: وَاللهِ مَا لَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ. فَجَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ "لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ" وَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ فِي بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ. ثُمَّ قَالَ "تِلْكَ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا أَصْحَابِي. اعْتَدِّي عِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ. فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى. تَضَعِينَ ثِيَابَكِ عِنْدَهُ، فَإِذَا حَلَلْتِ فَآذِنِينِي". قَالَتْ: فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهُ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، وَأَبَا جَهْمِ بْنَ هِشَامٍ خَطَبَانِي. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ. وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لَا مَالَ لَهُ. انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ" فَقَالَتْ: فَكَرِهْتُهُ. ثُمَّ قَالَ "انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ" فَنَكَحْتُهُ. فَجَعَلَ اللهُ فِي ذٰلِكَ خَيْرًا. وَاغْتَبَطْتُ بِهِ.

ترجمہ: فاطمہ بنت قیسؓ سے روایت ہے کہ ابو عمرو بن حفصؓ نے اسے طلاق بتّہ دے دی جب کہ وہ گھر سے غائب تھا اور شام میں تھا۔ پس اس کے وکیل نے اسے کچھ جَو بھیجے۔ مگر وہ ناراض ہوئی تو وکیل نے کہا، واللہ تیری طرف سے ہمارے کچھ نہیں آتا۔ اس پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ کے سامنے واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کے ذمہ تیرا کوئی نفقہ نہیں اور حضور علیہ السلام نے اُسے حکم دیا کہ اُمّ شریکؓ کے گھر میں عدت گزارے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ وہ ایک ایسی عورت ہے کہ میرے اصحابؓ کا ان کے ہاں آنا جانا ہے، تو عبداللہ بن ام مکتوم کے ہاں عدت گزار لے۔ کیونکہ ایک نابینا شخص ہے۔ لہذا تو اپنے کپڑے (اوڑھنی چادر وغیرہ بھی) اتار سکے گی۔ پھر جب تیری عدت گزر جائے تو مجھے بتانا۔ فاطمہؓ نے کہا کہ جب میری عدت گزر گئی تو میں نے حضورؐ کو بتایا کہ معاویہ بن ابی سفیانؓ اور ابو جہمؓ نے مجھے پیغام نکاح دیا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو جہم تو اپنا لاٹھا کندھے سے نہیں اتارتا۔ (ہر وقت سفر میں رہتا ہے یا عورتوں کو پیٹتا ہے۔) اور جہاں تک معاویہؓ کا سوال ہے سو وہ ایک مفلس آدمی ہے۔ اس کے پاس کوئی مال نہیں۔ (اس کا باپ بخیل آدمی ہے اسے کچھ نہیں دیتا۔ ہندؓ نے حضورؐ سے اس کی شکایت بھی کی تھی) تو اسامہ بن زیدؓ سے نکاح کر لے۔ فاطمہؓ نے کہا میں نے ناپسند کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا اسامہ بن زید سے نکاح کر لے۔ پس میں نے اس سے نکاح کر

لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت دی۔ اور مجھ پر رشک کیا گیا۔

شرح: یہ وہ حدیث ہے جس کی بنا پر فاطمہ رض بنت قیس کہا کرتی تھی کہ طلاقِ مغلظہ والی کو نفقہ و سکنیٰ نہیں ملتا۔ جیسا کہ اوپر گزرا۔ فاطمہ بنت قیس کو یہ حکم اس کے خاص حالات کی بنا پر دیا گیا تھا۔ وہ کچھ تیز زبان تھی اور سسرال والوں سے اس کے تعلقات بہت کشیدہ تھے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشورہ دینے والا جو کچھ بیان کرے وہ غیبت میں شمار نہیں ہوتا۔ پھر اس حدیث سے ایک یہ بحث بھی پیدا ہوئی کہ کفو میں نکاح کرنا آیا شرائطِ نکاح میں سے ہے؟ اکثر اہل علم سے منقول ہے، کفاءت شرط نکاح نہیں۔ صرف مصلحت کے پیش نظر فی الجملہ اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور فتنے کے اندیشے کے وقت اس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اسامہ بن زید رض کسی طور پر فاطمہ بنت قیس رض کا کفو نہ تھا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکاح کرایا۔ جیسا کہ زید بن حارثہ رض کا نکاح زینب رض سے کرایا تھا۔ حضرت عمر رض، ابن مسعود رض، عمر بن عبدالعزیز رح، حماد بن ابی سلیمان رح، ابن سیرین رح، ائمہ حنفیہ رح، مالک رح، شافعی رح اور احمد رح سے (صحیح تر روایت میں) یہی منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ۔

۱۲۰۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ يَقُولُ: الْمَبْتُوتَةُ لَا تَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهَا حَتَّى تَحِلَّ۔ وَلَيْسَتْ لَهَا نَفَقَةٌ إِلَّا أَنْ تَكُونَ حَامِلًا، فَيُنْفَقُ عَلَيْهَا حَتَّى تَضَعَ حَمْلَهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَهٰذَا الْأَمْرُ عِنْدَنَا۔

ترجمہ: ابن شہاب رح کہتے تھے کہ طلاقِ بتہ والی عدت گزرنے تک اپنے گھر سے نہ نکلے اور اس کے لئے کوئی نفقہ نہیں۔ مگر اس صورت میں کہ وہ حاملہ ہو۔ پس وضع حمل تک اسے نفقہ دیا جائے گا۔ امام مالک رح نے کہا کہ ہمارے نزدیک اسی پر عمل ہے۔ (امام محمد رح نے اپنے مؤطا میں مالک کی روایت سے ابن عمر رض کا قول نقل کیا ہے کہ طلاق بتہ والی اور بیوہ اپنے خاوند کے گھر میں ہی رات گزارے۔ امام محمد رح نے کہا کہ یہی ہمارا مختار ہے اور بیوہ عورت اپنی ضروریات کے لئے دن کے وقت اپنے گھر سے نکل سکتی ہے مگر رات کو صرف اپنے گھر میں رہے۔ اور مطلقہ چاہے مبتوتہ ہو یا غیر مبتوتہ، وہ نہ رات کو نکل سکتی ہے نہ دن کو۔ جب تک کہ عدت میں رہے۔ یہی ابوحنیفہ رح اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ لِلْمُطَلَّقَةِ الْمَبْتُوتَةِ وَالْمُتَوَفّٰى مِنَ الْمَبِيتِ فِي غَيْرِ بَيْتِهِنَّ)

۴۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي عِدَّةِ الْأَمَةِ مِنْ طَلَاقِ زَوْجِهَا

لونڈی کی عدتِ طلاق کا باب

۱۲۰۶۔ قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي طَلَاقِ الْعَبْدِ الْأَمَةَ، إِذَا طَلَّقَهَا وَهِيَ أَمَةٌ، ثُمَّ عَتَقَتْ بَعْدُ، فَعِدَّتُهَا عِدَّةُ الْأَمَةِ۔ لَا يُغَيِّرُ عِدَّتَهَا عِتْقُهَا۔ كَانَتْ لَهُ عَلَيْهَا رَجْعَةٌ، أَوْ لَمْ تَكُنْ لَهُ عَلَيْهَا رَجْعَةٌ۔ لَا تَنْتَقِلُ عِدَّتُهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَمِثْلُ ذٰلِكَ الْحَدُّ يَقَعُ عَلَى الْعَبْدِ۔ ثُمَّ يَعْتِقُ بَعْدَ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ الْحَدُّ۔

فَإِنَّمَا حَدُّهُ حَدُّ عَبْدٍ.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْحُرُّ يُطَلِّقُ الْأَمَةَ ثَلَاثًا. وَتَعْتَدُّ بِحَيْضَتَيْنِ. وَالْعَبْدُ يُطَلِّقُ الْحُرَّةَ تَطْلِيقَتَيْنِ وَتَعْتَدُّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ تَكُونُ تَحْتَهُ الْأَمَةُ ثُمَّ يَبْتَاعُهَا فَيُعْتِقُهَا. إِنَّهَا تَعْتَدُّ عِدَّةَ الْأَمَةِ حَيْضَتَيْنِ. مَا لَمْ يُصِبْهَا. فَإِنْ أَصَابَهَا بَعْدَ مِلْكِهِ إِيَّاهَا. قَبْلَ عِتَاقِهَا. لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا إِلَّا الِاسْتِبْرَاءُ بِحَيْضَةٍ.

ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا غلام جب لونڈی کو طلاق دے اور اس کے بعد وہ لونڈی آزاد ہو جائے تو اس کی عدت لونڈی کی عدت ہے۔ اس کی آزادی اس کی عدت کو بدل نہیں سکتی۔ خواہ طلاق رجعی ہو یا غیر رجعی۔ اس کی عدت نہ بدلے گی۔ (جب خاوند نے اسے طلاق رجعی دی۔ اور اس وقت وہ لونڈی تھی۔ پھر عدت ختم ہونے سے پہلے آزاد ہو گئی تو اب اس کی عدت آزاد عورت جیسی ہے اور غیر رجعی طلاق کی صورت اس کی عدت لونڈی جیسی ہے۔ یہی قول حسنؒ شعبیؒ، ضحاکؒ، اسحاقؒ اور حنفیہ کا ہے۔ اور شافعیؒ کا ایک قول بھی یہی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اسی طرح حد کا معاملہ بھی ہے کہ غلام پر کوئی حد واجب ہوئی اور اس کے بعد وہ آزاد ہو گیا تو اس کی حد غلام جیسی ہے۔ (اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔)

مالکؒ نے کہا کہ آزاد مرد لونڈی کو تین طلاق دے سکتا ہے۔ اور اس کی عدت دو حیض ہے۔ اور غلام مرد آزاد عورت کو طلاق دے سکتا ہے اور اس کی عدت تین قروء ہے۔ (اوپر گزر چکا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک طلاق اور عدت کا حساب عورتوں کی حیثیت کے مطابق ہے۔ جیسی وہ ہوں گی ویسی ان کی طلاق اور عدت ہوگی۔)

مالکؒ نے کہا کہ آزاد مرد کے نکاح میں جب لونڈی ہو پھر وہ اسے خرید لے اور آزاد کر دے تو اس کی عدت لونڈی کی عدت ہوگی۔ یعنی دو حیض۔ جب تک کہ مرد اس سے جماع نہ کرے۔ اگر اس کا مالک ہونے کے بعد اس کی آزادی سے قبل اس سے جماع کرے گا تو عورت پر صرف ایک حیض کے ساتھ استبراء واجب ہوگا۔ (حنفیہ کے نزدیک اس مسئلہ میں دو عدتوں کا تداخل ہو جائے گا۔ اور طویل تر عدت گزارنا پڑے گی۔)

۲۵- بَابُ جَامِعِ عِدَّةِ الطَّلَاقِ

عدت طلاق کی مختلف و متفرق احادیث

۱۲۰۷- حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، وَعَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُسَيْطٍ اللَّيْثِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ طُلِّقَتْ فَحَاضَتْ حَيْضَةً

أَوْ حَيْضَتَيْنِ. ثُمَّ رَفَعَتْهَا حَيْضَتُهَا. فَإِنَّهَا تَنْتَظِرُ تِسْعَةَ أَشْهُرٍ. فَإِنْ بَانَ بِهَا حَمْلٌ فَذٰلِكَ. وَإِلَّا اعْتَدَّتْ بَعْدَ التِّسْعَةِ الْأَشْهُرِ، ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ، ثُمَّ حَلَّتْ.

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ الطَّلَاقُ لِلرِّجَالِ. وَالْعِدَّةُ لِلنِّسَاءِ.

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ جناب عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ جس عورت کو طلاق ہوئی پھر اسے ایک یا دو حیض آئے۔ پھر اس کا حیض بند ہوگیا تو وہ نو ماہ انتظار کرے۔ پس اگر اس کا حمل واضح ہو جائے تو بہتر ورنہ نو ماہ کے بعد تین ماہ کی عدت گزارے اور پھر اس کے لئے نکاح حلال ہو جائے گا۔ (یہ اثر مؤطائے امام محمد میں بھی مروی ہے۔ بابُ المرأۃِ یُطلّقھا زوجُھا طلاقاً یَملِکُ الرّجعۃَ الخ)۔

شرح: امام محمدؒ نے اس اثر کے بعد ایک اثر امام ابو حنیفہؒ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ علقمہ بن قیسؒ نے اپنی بیوی کو رجعی طلاق دی۔ پھر اسے ایک یا دو حیض آئے اور ۱۸ ماہ تک حیض نہ آیا۔ پھر وہ مرگئی۔ تو علقمہؒ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے اس کے متعلق پوچھا۔ عبد اللہؓ نے فرمایا، یہ ایک عورت تھی جس کی میراث کو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر روکا تھا۔ پس تو اس کو کھالے۔ اس کے بعد امام محمدؒ نے عیسیٰ بن ابی عیسیٰ خیاط کی روایت سے بیان کیا کہ پھر علقمہ نے ابن عمرؓ سے پوچھا تو انہوں نے بھی اسے حکم دیا کہ اس کی میراث لے لو۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ مدت (علقمہؒ کی بیوی والی) ۹ ماہ سے زائد ہے کہ اس کے بعد تین ماہ گزریں۔ پس ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ہمارے عام فقہا کا ہے۔ کیونکہ اللہ عزّ وجلّ کی کتاب کی عدت کی چار اقسام ہیں۔ پانچویں کا کوئی ذکر نہیں۔ (۱) حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے (۲) نابالغ کی عدت ۳ ماہ ہے۔ (۳) حیض سے مایوس عورت کی عدت تین ماہ ہے۔ (۴) حیض والی عورت کی عدت ۳ حیض ہے۔ پس یہ جو تم نے بیان کیا ہے، یہ نہ حائضہ کی عدت ہے اور نہ کسی اور عورت کی۔ گویا یہ ایک پانچویں قسم ہے۔ جس کا مدار خالصتاً اجتہاد پر آگیا ہے۔ اور یہاں پر اس مسئلہ میں عبد اللہ بن مسعودؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ کا فتویٰ مذکور ہے) جن مالکیہ نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ کے فتویٰ کے خلاف اور کسی کا فتویٰ مذکور نہیں۔ اس سے اس قول کی تغلیط ہوتی ہے۔

ایضاً ترجمہ: سعید بن المسیبؒ کہتے تھے کہ طلاق میں اعتبار مردوں کا ہے اور عدت میں لحاظ عورتوں کا ہے۔ (اس سے پہلے یہ مسئلہ صراحت و وضاحت کے ساتھ گزر چکا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک طلاق اور عدت کے حساب میں عورتوں کا ہی لحاظ ہے۔)

۱۲۰۸۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ قَالَ: عِدَّةُ الْمُسْتَحَاضَةِ سَنَةٌ.

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي الْمُطَلَّقَةِ الَّتِي تَرْفَعُهَا حَيْضَتُهَا حِينَ يُطَلِّقُهَا زَوْجُهَا، أَنَّهَا تَنْتَظِرُ تِسْعَةَ أَشْهُرٍ. فَإِنْ لَمْ تَحِضْ فِيهِنَّ، اعْتَدَّتْ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ. فَإِنْ حَاضَتْ قَبْلَ أَنْ تَسْتَكْمِلَ الْأَشْهُرَ الثَّلَاثَةَ، اسْتَقْبَلَتِ الْحَيْضَ. فَإِنْ مَرَّتْ بِهَا تِسْعَةُ أَشْهُرٍ قَبْلَ أَنْ تَحِيضَ. اعْتَدَّتْ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ.

فَإِنْ حَاضَتِ الثَّانِيَةَ قَبْلَ أَنْ تَسْتَكْمِلَ الْأَشْهُرَ الثَّلَاثَةَ، اسْتَقْبَلَتِ الْحَيْضَ. فَإِنْ مَرَّتْ بِهَا تِسْعَةُ أَشْهُرٍ قَبْلَ أَنْ تَحِيضَ. اعْتَدَّتْ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ. فَإِنْ حَاضَتِ الثَّالِثَةَ كَانَتْ قَدِ اسْتَكْمَلَتْ عِدَّةَ الْحَيْضِ. فَإِنْ لَمْ تَحِضِ اسْتَقْبَلَتْ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ. ثُمَّ حَلَّتْ. وَلِزَوْجِهَا عَلَيْهَا فِي ذَلِكَ، الرَّجْعَةُ قَبْلَ أَنْ تَحِلَّ. إِلَّا أَنْ يَكُونَ قَدْ بَتَّ طَلَاقَهَا.

قَالَ مَالِكٌ: السُّنَّةُ عِنْدَنَا. أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَلَهُ عَلَيْهَا رَجْعَةٌ، فَاعْتَدَّتْ بَعْضَ عِدَّتِهَا، ثُمَّ ارْتَجَعَهَا، ثُمَّ فَارَقَهَا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا: أَنَّهَا لَا تَبْنِي عَلَى مَا مَضَى مِنْ عِدَّتِهَا وَأَنَّهَا تَسْتَأْنِفُ مِنْ يَوْمِ طَلَّقَهَا عِدَّةً مُسْتَقْبَلَةً. وَقَدْ ظَلَمَ زَوْجُهَا نَفْسَهُ وَأَخْطَأَ. إِنْ كَانَ ارْتَجَعَهَا وَلَا حَاجَةَ لَهُ بِهَا.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْأَمْرُ عِنْدَنَا. أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا أَسْلَمَتْ وَزَوْجُهَا كَافِرٌ. ثُمَّ أَسْلَمَ. فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مَا دَامَتْ فِي عِدَّتِهَا. فَإِنِ انْقَضَتْ عِدَّتُهَا. فَلَا سَبِيلَ لَهُ عَلَيْهَا. وَإِنْ تَزَوَّجَهَا بَعْدَ انْقِضَاءِ عِدَّتِهَا، لَمْ يُعَدَّ ذَلِكَ طَلَاقًا. وَإِنَّمَا فَسَخَهَا مِنْهُ الْإِسْلَامُ بِغَيْرِ طَلَاقٍ.

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ اس نے کہا مستحاضہ کی عدت ایک سال ہے۔ (امام محمدؒ نے یہ اثر موطا کے باب عدۃ المستحاضہ میں روایت کیا ہے۔م)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک معروف یہ ہے کہ مستحاضہ کی عدت استحاضہ کی بیماری لاحق ہونے سے قبل والے حیض کے حساب سے ہے اور یہی قول ابراہیم نخعیؒ وغیرہ فقہا کا ہے اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ اور یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ کیا تو دیکھتا نہیں کہ یہ عورت کو اپنے انہی پہلے حیض والے دنوں کے اندر ترک کرتی ہے۔ کیونکہ وہ ان دنوں یا حیض سے ہے۔ پس اسی طرح وہ عدت بھی انہی کی حساب سے گزارے گی۔ پس جب تین حیض گزر جائیں گے تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔ یہ مدت ایک سال سے کم ہو یا زیادہ ہو۔

ایضاً ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ جس مطلقہ کا حیض رفع ہو جائے۔ اس کے متعلق ہمارے ہاں عمل اس پر ہے کہ وہ نو ماہ تک انتظار کرے۔ پس اگر وہ ان مہینوں میں حیض نہ دیکھے تو ان کے بعد تین ماہ عدت گزارے۔ اگر تین ماہ گزرنے سے قبل اسے حیض آ جائے تو حیض کا حساب از سر نو شروع کرے۔ پھر اس مذکور حیض کے بعد ۹ ماہ حیض کے بغیر گزر جائیں تو ان کے بعد تین ماہ عدت گزارے۔ اب تین ماہ گزرنے سے قبل اگر اسے پھر حیض آ جائے تو نئے سرے سے حیض کے حساب سے عدت شروع کرے۔ پھر اگر حیض آنے سے پہلے نو ماہ گزر جائیں تو تین ماہ کی عدت گزارے۔ پھر اس کا نکاح حلال ہے۔ اور اس کا خاوند اس تمام مدت میں رجوع کا مالک ہے۔

قبل اس کے کہ وہ عورت حلال ہو۔ مگر یہ کہ اس نے طلاق بتّہ دے دی ہو۔ (حنفیہ کا مسلک ہم نے اوپر امام محمدؒ سے نقل کر دیا ہے)
امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک عمل ورائے مداس پر ہے کہ مرد جب عورت کو طلاق رجعی دے دے اور عورت عدّت کا کچھ حصہ گزارے تو مرد رجوع کرلے پھر اسے چھونے سے قبل چھوڑ دے تو وہ اپنی پہلی عدّت پر بنا نہ کرے گی۔ اور جس دن مرد طلاق دے۔ اس دن سے نئی عدّت شروع کرے گی۔ اور خاوند نے اپنے اوپر ظلم کیا اور گناہ کیا۔ اگر اس نے رجوع کرلیا تھا مگر اسے اس عورت کی ضرورت نہ تھی۔ (یہ مسئلہ اجماعی ہے کیونکہ رجوع نے پہلی طلاق کو ختم کر دیا۔ اب معاملہ نئے سرے سے شروع ہوگا۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک عمل ورائے مداس پر ہے کہ عورت جب مسلمان ہوا اور خاوند کافر ہو، پھر خاوند بھی اسلام لے آئے تو جب تک وہ عورت اس کی عدت میں ہو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔ اگر اس کی عدت گزر گئی تو اب اس کا اس پر کوئی بس نہیں چل سکتا۔ اور اگر اس کی عدّت گزر جانے کے بعد وہ اس کے ساتھ نکاح کرے تو اسے طلاق شمار نہ کریں گے کیونکہ یہ تو اسلام نے طلاق کے بغیر ان کا باہمی رشتہ فسخ کیا ہے۔ (یہی شافعی اور احمد کا قول ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر زوجین دارالاسلام میں ہوں تو فریق ثانی کو اسلام پیش کیا جائے۔ اگر وہ اسلام لانے سے انکار کردے تو اس وقت ان میں فرقت واقع ہو جائے گی۔ اور اگر وہ دونوں دارالحرب میں ہوں تو فرقت عدّت گزرنے پر واقع ہوگی۔ پھر اس مسئلہ کی فروع میں بھی فقہی اختلافات ہیں۔)

۲۶- بَابُ مَاجَاءَ فِي الْحَكَمَيْنِ

دو ثالثوں کا باب

۱۲۰۹- حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَالَ فِي الْحَكَمَيْنِ، اللَّذَيْنِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى - وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا - إِنَّ إِلَيْهِمَا الْفُرْقَةَ بَيْنَهُمَا، وَالِاجْتِمَاعَ.

قَالَ مَالِكٌ: وَذٰلِكَ أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّ الْحَكَمَيْنِ يَجُوزُ قَوْلُهُمَا بَيْنَ الرَّجُلِ وَامْرَأَتِهِ، فِي الْفُرْقَةِ وَالِاجْتِمَاعِ.

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ علی ابن ابی طالبؓ نے ان دو ثالثوں کے بارے میں کہا جن کے متعلق اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا کہ، اور اگر تمہیں زوجین کے درمیان جدائی کا خوف ہو تو ایک ثالث مرد کے رشتہ داروں سے اور ایک ثالث عورت کے رشتہ داروں میں سے کھڑا کرو۔ اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں میں اصلاح کی توفیق دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبردار ہے۔ علیؓ نے کہا کہ ثالثوں کے بس میں ہے کہ زوجین میں جدائی کردیں یا ان میں اتفاق پیدا کردیں۔

مالکؒ نے کہا کہ میں نے اہل علم سے جو کچھ سنا ہے اس میں بہتر بات یہی ہے کہ دو ثالثوں کا قول مرد اور عورت کے درمیان فرقت

و اجتماع پر دو صورتوں میں نافذ ہے۔

شرح۔ جن ثالثوں کو فرقت و اجتماع دونوں کا اختیار حاصل ہو اور زوجین ان کے فیصلے پر رضا کا اظہار کر چکے ہیں، ان کے فیصلے کے نافذ و جائز ہونے میں شبہ نہیں۔ امام ابوبکر الجصاص الرازی رحمہ اللہ نے اس پر طویل بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ جب دونوں ثالث زوجین کی رضا اور علم سے مقرر ہوں اور ان میں عقل اسلام اور بلوغ کی شرطیں موجود ہوں تو ان کا فیصلہ نافذ ہے۔ خواہ کوئی فیصلہ کریں۔ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ ثالثوں کا فیصلہ اجتماع میں تو نافذ ہے، مگر تفریق کے بارے میں کچھ اختلاف ہے۔ کیونکہ ان کا مقصد بقول قرآن اصلاح ہے لیکن ہم نے جو صورت بتائی ہے کہ حکمین دونوں فریق کی رضا اور علم سے مقرر ہوں اور ان کو ہر فیصلے کا اختیار دے دیا جائے تو ان کا ہر فیصلہ نافذ ہوگا۔

۲۷۔ بَابُ يَمِينِ الرَّجُلِ بِطَلَاقِ مَا لَمْ يَنْكِحْ

غیر منکوحہ عورت کی طلاق پر قسم کھانے کا باب

اجنبی عورت کو طلاق دینے کا سوال خارج از بحث ہے۔ جہاں تک طلاقِ معلّق و مشروط کا تعلق ہے، حنفیہ کے نزدیک وہ نافذ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص کہے اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق یا یوں کہے کہ میں جس عورت سے بھی نکاح کروں، اسے طلاق ہے یا جو غلام بھی خریدوں وہ آزاد ہے، تو یہ قول نافذ ہے۔ چنانچہ نکاح کی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور غلام کی ملکیت کی صورت میں وہ آزاد ہو جائے گا۔ شافعیہ کا اس میں اختلاف ہے اور مالکیہ اور حنابلہ کی روایات مختلف ہیں۔

۱۲۱۰۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، وَعَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ مَسْعُودٍ، وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، وَالْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، وَابْنَ شِهَابٍ، وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ، كَانُوا يَقُولُونَ إِذَا حَلَفَ الرَّجُلُ بِطَلَاقِ الْمَرْأَةِ قَبْلَ أَنْ يَنْكِحَهَا ثُمَّ أَثِمَ، إِنَّ ذٰلِكَ لَازِمٌ لَهُ إِذَا نَكَحَهَا۔

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يَقُولُ، فِيمَنْ قَالَ: كُلُّ امْرَأَةٍ أَنْكِحُهَا فَهِيَ طَالِقٌ: إِنَّهُ إِذَا لَمْ يُسَمِّ قَبِيلَةً أَوِ امْرَأَةً بِعَيْنِهَا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَهٰذَا أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ: أَنْتِ الطَّلَاقُ۔ وَكُلُّ امْرَأَةٍ أَنْكِحُهَا فَهِيَ طَالِقٌ۔ وَمَالُهُ صَدَقَةٌ إِنْ لَمْ يَفْعَلْ كَذَا وَكَذَا، فَحَنِثَ۔ قَالَ: أَمَّا نِسَاؤُهُ، فَطَلَاقٌ كَمَا قَالَ۔ وَأَمَّا قَوْلُهُ: كُلُّ امْرَأَةٍ أَنْكِحُهَا فَهِيَ طَالِقٌ۔ فَإِنَّهُ إِذَا لَمْ يُسَمِّ امْرَأَةً بِعَيْنِهَا، أَوْ قَبِيلَةً أَوْ أَرْضًا أَوْ نَحْوَ

هٰذَا، فَلَيْسَ يَلْزَمُهُ ذٰلِكَ۔ وَلْيَتَزَوَّجْ مَا شَاءَ۔ وَ اَمَّا مَالُهُ فَلْيَتَصَدَّقْ بِثُلُثِهِ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ عمر بن الخطابؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، سالم بن عبداللہ القاسم بن محمدؒ، ابن شہابؒ اور سلیمان بن یسار کہتے تھے۔ کہ جب مرد کسی عورت سے نکاح کرنے سے قبل اس کی طلاق کی قسم کھائے اور پھر قسم توڑ دے تو جب اس سے نکاح کرے گا یہ طلاق اس پر لازم ہوگی۔ (جیسا کہ بیان ہوا۔ حنفیہ کا یہی مسلک ہے۔)

مالکؒ کو یہ خبر ملی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے تھے کہ جو شخص کہے جس عورت سے میں نکاح کروں، اسے طلاق ہے۔ جب وہ کسی قبیلے یا معین عورت کا نام نہ لے تو اس پر کوئی چیز نہیں (پس مالکیہ کے نزدیک عمومی تعلیق کوئی چیز نہیں۔ مگر حنفیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ اور وہ اسے بھی نافذ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ تعلیق خاص ہو یا عام بہرحال تعلیق ہے)۔

مالکؒ نے کہا کہ یہ اس مسئلہ میں بہترین بات ہے جو میں نے سنی۔

مالکؒ نے کہا کہ جو مرد اپنی بیوی سے کہے، تو طلاق ہے (یعنی تجھ کو طلاق ہے) اور ہر عورت جس سے میں نکاح کروں اسے طلاق ہے۔ اور اس کا (مبرا) مال صدقہ ہے، اگر میں فلاں فلاں کام نہ کروں۔ پھر اس نے قسم توڑ دی تو اس کے قول کے مطابق اس کی عورت کو طلاق ہوگئی۔ لیکن اس کا یہ قول کہ جس عورت سے بھی میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے۔ تو جب تک کسی معین عورت کا نام نہ لے یا معین قبیلہ کا یا معین سرزمین کا یا اس کی طرح تو اس پر یہ لازم نہیں ہے اور وہ جس سے چاہے، نکاح کرے (اس کی قسم فضول ہے)۔ اور جہاں تک اس کے مال کا تعلق ہے، اسے اس کے ایک ثلث ⅓ کا صدقہ کرنا چاہئے۔ (یہ مسئلہ اوپر گزر چکا ہے۔)

۲۸۔ بَابُ اَجَلِ الَّذِي لَا يَمَسُّ امْرَاَتَهُ

جو شخص اپنی عورت سے نہ مل سکے اس کی مہلت کا باب

۱۲۱۱۔ حَدَّثَنِي يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، اَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: مَنْ تَزَوَّجَ امْرَاَةً فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَمَسَّهَا فَاِنَّهُ يُضْرَبُ لَهُ اَجَلٌ، سَنَةٌ. فَاِنْ مَسَّهَا، وَاِلَّا فُرِّقَ بَيْنَهُمَا.

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ کہتے تھے کہ جس شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا مگر اس سے جماع کرنے پر قادر نہ ہوا تو اس کے لئے ایک سال کی مدت مقرر کی جائے گی۔ اگر وہ اس سے جماع کرلے تو فبہا ورنہ ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ (یہ مسئلہ اجماعی ہے اور مدت مقرر کرنے کا سوال اس شخص کے لئے نہیں جس کے تمام آلات تناسل کٹ چکے ہوں یا جو خصی ہو چکا ہو۔ کیونکہ اس کے افاقے کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔ ایک سال کی مدت اس کے لئے کافی ہے کہ اس میں گرمی، سردی، برسات، بہار، خزاں ہر موسم آتا ہے اور فطری طور پر اگر علاج ممکن ہو تو ہو سکتا ہے۔)

۱۲۱۲۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، اَنَّهُ سَاَلَ ابْنَ شِهَابٍ: مَتٰى يُضْرَبُ لَهُ الْاَجَلُ؟ اَمِنْ يَوْمِ

يَنْبَنِي بِهَا أَمْ مِنْ يَوْمِ تُرَافِعُهُ إِلَى السُّلْطَانِ؟ فَقَالَ: بَلْ مِنْ يَوْمِ تُرَافِعُهُ إِلَى السُّلْطَانِ۔
قَالَ مَالِكٌ: فَأَمَّا الَّذِي قَدْ مَسَّ امْرَأَتَهُ ثُمَّ اعْتَرَضَ عَنْهَا، فَإِنِّي لَمْ أَسْمَعْ أَنَّهُ يُضْرَبُ لَهُ أَجَلٌ۔ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا۔

ترجمہ: مالکؒ نے ابن شہابؒ سے پوچھا کہ مدت کب مقرر کی جائے گی؟ کیا اس دن سے جبکہ شب زفاف گزری یا اس دن سے جب کہ عورت دعوٰی دائر کرے؟ ابن شہابؒ نے کہا کہ جس دن سے عورت حاکم کے سامنے دعوٰی پیش کرے۔ (جمہور علما کا یہی قول ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس مرد نے اپنی عورت سے جماع کر لیا اور پھر کسی سبب سے رکاوٹ ہو گئی، تو میں نے نہیں سنا کہ اس کے لئے مدت مقرر کی جائے یا ان دونوں میں تفریق کی جائے۔ (جمہور کا مذہب یہی ہے۔)

۲۹۔ بَابُ جَامِعِ الطَّلَاقِ

طلاق کی متفرق احادیث کا باب

۱۲۱۳۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ مِنْ ثَقِيفٍ، أَسْلَمَ وَعِنْدَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ، حِينَ أَسْلَمَ الثَّقَفِيُّ "أَمْسِكْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا۔ وَفَارِقْ سَائِرَهُنَّ"۔

ترجمہ: ابن شہابؒ نے کہا کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کے ایک شخص سے فرمایا جو اسلام لایا تھا اور اس وقت اس کے پاس دس عورتیں تھیں، ان میں سے چار کو رکھ لے اور باقی کو جدا کر دے۔ (موطائے محمد کے باب الرجل یکون عندہ اکثر من اربع الخ میں مروی ہے۔)

ترجمہ: موطا میں یہ حدیث مرسل ہے مگر دیگر کتب حدیث میں موصول آئی ہے۔ اس شخص کا نام غیلان ثقفی تھا۔ امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارا مختار یہی ہے کہ وہ شخص ان میں سے کوئی سی چار رکھ لے جنہیں وہ چاہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ پہلی چار کا نکاح جائز ہے اور باقی سب کا نکاح باطل ہے۔ اور یہی قول ابراہیم نخعی کا بھی ہے۔ شوکانیؒ نے لکھا ہے کہ یہی قول ائمہ اہل بیتؒ، ابو یوسفؒ۔ ثوریؒ، اوزاعیؒ، زہریؒ اور شافعیؒ کا ایک قول بھی ہے۔

۱۲۱۴۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، وَحُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَعُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ، كُلُّهُمْ يَقُولُ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ

طَلَّقَهَا زَوْجُهَا تَطْلِيقَةً أَوْ تَطْلِيقَتَيْنِ ثُمَّ تَرَكَهَا حَتَّى تَحِلَّ وَتَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ، فَيَمُوتُ عَنْهَا أَوْ يُطَلِّقُهَا، ثُمَّ يَنْكِحُهَا زَوْجُهَا الْأَوَّلُ، فَإِنَّهَا تَكُونُ عِنْدَهُ عَلَى مَا بَقِيَ مِنْ طَلَاقِهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَعَلَى ذٰلِكَ، السُّنَّةُ عِنْدَنَا، الَّتِي لَا اخْتِلَافَ فِيهَا۔

ترجمہ: ابن شہابؒ نے ان سب حضرات کو کہتے سُنا، سعید بن المسیبؒ، حمید بن عبدالرحمٰنؒ بن عوف، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؒ اور سلیمان بن یسارؒ۔ یہ کہتے تھے کہ ہم نے ابوہریرہؓ سے سُنا۔ اس نے کہا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے سُنا، وہ کہتے تھے کہ جس عورت کو اس کے خاوند نے ایک یا دو طلاق دیں، پھر اسے چھوڑ دیا۔ حتیٰ کہ اس کی عدت گزر گئی اور اس نے کسی اور سے نکاح کر لیا۔ پھر وہ (دوسرا ناکح) مر جائے یا اسے طلاق دے دے۔ پھر اس کا پہلا خاوند اس سے نکاح کر لے تو اس کے پاس اپنی بقیہ طلاقوں کے مطابق رہے گی۔ (یہ اثر موطائے امام محمد میں باب المرأۃ یُطَلِّقُهَا زَوْجُهَا تَطْلِيقَةً الخ میں مروی ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں یہی طریقہ ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

شرح: امام محمدؒ کی روایت میں زہری کے استاد صرف دو آئے ہیں سلیمان بن یسارؒ اور سعید بن المسیبؒ۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ جب وہ عورت دوسرے خاوند سے خلوت کے بعد پہلے خاوند کی طرف واپس آئے گی تو نئی طلاق کے ساتھ آئے گی۔ اور اب وہ پہلا خاوند پھر اس کی تین طلاق کا مالک ہے جو از سرِ نو شروع ہوں گی اور ابن الصوافؒ کی اصل میں ہے کہ یہی قول ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔ شیخ الحدیث نے فرمایا کہ ابو یوسفؒ کا قول بھی اس مسئلہ میں ابوحنیفہؒ کی مانند ہے۔ ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کا فتویٰ مولانا عبدالحیؒ نے موطائے محمدؒ کے حاشیہ پر کتاب الآثار امام محمدؒ کے حوالے سے درج کیا ہے۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ حنفیہ کا فتویٰ اس مسئلہ میں شیخین۔ ابوحنیفہؒ و ابو یوسفؒ۔ کے قول پر ہے۔

۱۲۱۵ - وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ الْأَحْنَفِ، أَنَّهُ تَزَوَّجَ أُمَّ وَلَدٍ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ. قَالَ: فَدَعَانِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ. فَجِئْتُهُ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ. فَإِذَا سِيَاطٌ مَوْضُوعَةٌ. وَإِذَا قَيْدَانِ مِنْ حَدِيدٍ. وَعَبْدَانِ لَهُ قَدْ أَجْلَسَهُمَا. فَقَالَ: طَلِّقْهَا وَإِلَّا، وَالَّذِي يُحْلَفُ بِهِ، فَعَلْتُ بِكَ كَذَا وَكَذَا. قَالَ فَقُلْتُ: هِيَ الطَّلَاقُ أَلْفًا. قَالَ فَخَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهِ، فَأَدْرَكْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ. فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي كَانَ مِنْ شَأْنِي. فَتَغَيَّظَ عَبْدُ اللّٰهِ وَقَالَ: لَيْسَ ذٰلِكَ بِطَلَاقٍ. وَإِنَّهَا لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْكَ. فَارْجِعْ إِلَى أَهْلِكَ. قَالَ فَلَمْ تُقْرِرْنِي نَفْسِي حَتَّى أَتَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ، أَمِيرٌ عَلَيْهَا. فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي كَانَ مِنْ شَأْنِي. وَبِالَّذِي قَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ. قَالَ فَقَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ: لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْكَ. فَارْجِعْ

إِلَى أَهْلِكَ. وَكَتَبَ إِلَى جَابِرِ بْنِ الْأَسْوَدِ الزُّهْرِيِّ، وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ، يَأْمُرُهُ أَنْ يُعَاقِبَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَأَنْ يُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَهْلِي. قَالَ: فَقَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَجَهَّزَتْ صَفِيَّةُ، امْرَأَةُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، امْرَأَتِي، حَتَّى أَدْخَلَتْهَا عَلَيَّ بِعِلْمِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ. ثُمَّ دَعَوْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، يَوْمَ عُرْسِي، لِوَلِيمَتِي فَجَاءَنِي.

ترجمہ: ثابت الاحنفؒ سے روایت ہے کہ اس نے عبدالرحمٰن بن زید بن الخطابؓ کی ایک اُمّ ولد سے نکاح کیا۔ ثابت نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب نے بلایا اور میں اس کے ہاں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں کچھ کوڑے پڑے ہوئے تھے اور لوہے کی دو ہتھکڑیاں پڑی تھیں اور اس نے اپنے دو غلاموں کو بٹھایا ہوا تھا۔ پس اس نے مجھ سے کہا کہ اس عورت کو طلاق دے دے۔ ورنہ اس خدا کی قسم جس کی قسم کھائی جاتی ہے کہ میں تیرا بُرا حال کروں گا۔ ثابت نے کہا کہ میں نے کہا، اسے ایک ہزار طلاق ہے۔ ثابت نے کہا کہ پھر میں وہاں سے باہر نکلا تو مکہ کے راستے میں عبداللہ بن عمرؓ سے ملا اور اپنا قصہ انہیں سُنایا۔ عبداللہ بن عمرؓ غضبناک ہوئے اور کہا کہ یہ کوئی طلاق نہیں اور وہ عورت تجھ پر حرام نہیں ہوئی۔ تو اپنی بیوی کی طرف لوٹ جا۔ لیکن میرے دل میں قرار نہ آیا۔ حتیٰ کہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آیا، جو ان دنوں مکہ کے امیر تھے۔ اور انہیں اپنا سارا واقعہ سنایا۔ اور یہ بھی بتایا کہ عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے یہ کہا ہے۔ پس عبداللہ بن الزبیرؓ نے مجھ سے کہا کہ وہ عورت تجھ پر حرام نہیں۔ پس تو اپنی بیوی کے پاس جا۔ اور انہوں نے جابر بن الاسود زہریؒ کو لکھا جو امیر مدینہ تھا، اسے حکم دیا کہ عبداللہ بن عبدالرحمٰنؒ کو سزا دے اور میری بیوی مجھے واپس دلوائے۔ ثابتؒ نے کہا کہ میں پھر مدینہ واپس آیا۔ پس عبداللہ بن عمرؓ کی بیوی صفیہؓ نے میری بیوی کو تیار کیا اور میرے ہاں بھیجا۔ عبداللہ بن عمرؓ کو اس کا علم تھا۔ پھر میں نے اپنی شادی کے دن عبداللہ بن عمرؓ کو اپنے ولیمہ کی دعوت دی اور وہ میرے ہاں تشریف لائے۔

شرح: اکثر علما کا قول یہی ہے کہ مُکرہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لیکن ابو قلابہؒ، شعبیؒ، نخعیؒ، زہریؒ، ثوریؒ، ابو حنیفہؒ اور ان کے دونوں ساتھی اس طلاق کو نافذ کہتے ہیں کیونکہ یہ ایک مکلف کی طلاق ہے اور اس کا محل ایسا ہے جس کا وہ مالک ہے۔ اور ابن ماجہ کی مرفوع حدیث کہ خطا اور نسیان اور استکراہ سے جو ہو وہ معاف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ نہ ہوگا۔ اس بات پر اجماع ہے کہ قتل خطا میں دیت ہے۔ ہاں! گناہ نہیں ہے۔ یہی حال یہاں بھی ہے کہ طلاق واقع ہو جاتی ہے گو اس کا گناہ نہیں ہوتا۔

۱۲۱۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَرَأَ — يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِقُبُلِ عِدَّتِهِنَّ.

قَالَ مَالِكٌ: يَعْنِي بِذٰلِكَ، أَنْ يُطَلِّقَ فِي كُلِّ طُهْرٍ مَرَّةً.

ترجمہ: عبداللہ بن دینار نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو یہ آیت پڑھتے سُنا۔ اے نبیؐ! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت کی ابتدا میں طلاق دو۔ مالکؒ نے کہا کہ ان کی اس سے مراد یہ تھی کہ ہر طُہر میں ایک طلاق دے۔

شرح: فروعِ فقہ میں صراحت ہے کہ احسن طلاق یہ ہے کہ ایک طلاق دے کر خاموش ہو جائے اور عدت گزر جانے دے۔ مالکیہ کی فروع میں بھی اس کے قریب قریب الفاظ ہیں۔ زیرِ نظر اثر مؤطا کی صرف یحییٰ بن یحییٰ کی روایت میں ہے اور مالکی علماء نے اس پر کچھ لے دے بھی کی ہے۔ کیونکہ بظاہر یہ ان کے مسلک کے خلاف ہے۔

۱۲۱۷۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثُمَّ ارْتَجَعَهَا قَبْلَ أَنْ تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا، كَانَ ذٰلِكَ لَهُ. وَإِنْ طَلَّقَهَا أَلْفَ مَرَّةٍ. فَعَمَدَ رَجُلٌ إِلَى امْرَأَتِهِ فَطَلَّقَهَا. حَتّٰى إِذَا شَارَفَتِ انْقِضَاءَ عِدَّتِهَا ارْتَجَعَهَا. ثُمَّ طَلَّقَهَا. ثُمَّ قَالَ: لَا. وَاللّٰهِ، لَا آوِيكِ إِلَيَّ وَلَا تَحِلِّينَ أَبَدًا. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ـ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ـ فَاسْتَقْبَلَ النَّاسُ الطَّلَاقَ جَدِيدًا مِنْ يَوْمَئِذٍ. مَنْ كَانَ طَلَّقَ مِنْهُمْ أَوْ لَمْ يُطَلِّقْ۔

ترجمہ: عروہؒ نے کہا کہ آدمی جب اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اس کی عدت گزرنے سے پہلے اس سے رجوع کر لیتا ہے تو یہ اس کے بس میں ہوتا تھا اگرچہ وہ ہزار طلاق دے (یعنی مذکورہ طور پر) پس ایک مرد نے اپنی عورت کو طلاق دی۔ حتیٰ کہ جب وہ عدت ختم کرنے کو ہوئی تو اس سے رجوع کر لیا اور پھر اسے طلاق دے دی۔ پھر بولا کہ واللہ میں تجھے اپنے ہاں نہیں رکھوں گا اور تو میرے لئے کبھی حلال نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ حکم اتارا۔ طلاق دو مرتبہ ہے۔ پھر یا تو نیکی کے ساتھ روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ رخصت کر دینا۔ پس لوگوں نے اس دن سے از سرِ نو طلاق شروع کی خواہ کسی نے پہلے طلاق دی تھی یا نہ دی تھی۔

شرح: یعنی اللہ تعالیٰ نے زمانۂ جاہلیت کی بُری رسم کو مٹا دیا۔ اور لوگوں کو ایک نئے طریقے کا عادی بنایا ۔ یہ روایت مُرسل ہے اور اس کا مُرسل ہونا ہی صحیح تر ہے جیسا کہ بخاری اور ترمذی نے صراحت کی ہے۔

۱۲۱۸۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيلِيِّ، أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ ثُمَّ يُرَاجِعُهَا وَلَا حَاجَةَ لَهُ بِهَا. وَلَا يُرِيدُ إِمْسَاكَهَا. كَيْمَا يُطَوِّلَ بِذٰلِكَ عَلَيْهَا الْعِدَّةَ لِيُضَارَّهَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ـ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ـ يَعِظُهُمُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ۔

ترجمہ: ثور بن زید دیلیؒ سے روایت ہے کہ (زمانہ جاہلیت میں) مرد اپنی بیوی کو طلاق دیتا۔ پھر اس سے رجوع کر لیتا حالانکہ اسے اس کی ضرورت نہ ہوتی تھی اور وہ اسے رکھنا نہ چاہتا تھا محض اس کی عدت کو طول دینے اور عورت کو نقصان پہنچانے کے لئے ایسا کرتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور ان عورتوں کو نقصان پہنچا کر ان پر تعدی کرنے کے لئے انہیں مت روکو۔ اور جس نے ایسا کیا، اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس طرح نصیحت فرما رہا تھا۔

۱۲۱۹۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ وَسُلَیْمَانَ بْنَ یَسَارٍ سُئِلَا عَنْ طَلَاقِ السَّكْرَانِ؟ فَقَالَا: اِذَا طَلَّقَ السَّكْرَانُ جَازَ طَلَاقُهٗ۔ وَاِنْ قَتَلَ قُتِلَ بِهٖ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَعَلٰی ذٰلِكَ، الْاَمْرُ عِنْدَنَا۔

وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ كَانَ یَقُوْلُ: اِذَا لَمْ یَجِدِ الرَّجُلُ مَا یُنْفِقُ عَلَی امْرَاَتِهٖ فُرِّقَ بَیْنَهُمَا۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ سعید بن المسیّب اور سلیمان بن یسارؒ سے نشہ والے کی طلاق کا مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ جب نشے والا طلاق دے تو اس کی طلاق نافذ ہے اور اگر وہ کسی کو قتل کرے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ (اس مسئلہ میں حضرت عثمانؓ۔ عمر بن عبدالعزیزؒ، جابر بن زید اور طاؤسؒ کا اختلاف مروی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اسی پر عمل درآمد ہے۔

ایضاً ترجمہ: سعید بن المسیّبؒ کہتے تھے کہ جب مرد اپنی عورت کو نفقہ نہ دے سکے تو ان میں تفریق کرائی جائے گی۔ مالکؒ نے کہا کہ میں نے اپنے شہر میں اہل علم کو اسی پر پایا ہے۔ (ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ عورت مرد کے نام پر قرض لے کر اپنا وقت گزارے گی۔ اور یہی قول ثوریؒ، ابن ابی لیلیٰؒ۔ الحسنؒ، حمادؒ اور ظاہریہ کا ہے۔ حافظ ابن حزم نے اسی پر طویل گفتگو کی ہے۔ اور اس کے خلاف دلائل دیئے ہیں۔

۳۰۔ بَابُ عِدَّةِ الْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا اِذَا كَانَتْ حَامِلًا

جس کا خاوند مر جائے اور حاملہ ہو اُس کی عدت کا بیان

اس مسئلہ میں پہلے کچھ اختلاف تھا کیونکہ بعض دلائل سے اس عورت کی عدّت ۴ ماہ دس دن اور بعض سے وضع حمل معلوم ہوتی ہے۔ پھر ائمہ فتویٰ اور جمہور فقہاءؒ نے اس پر اجماع کر لیا کہ اس کی عدّت وضع حمل ہے۔ ابن عباسؓ اور علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ دونوں عدّتوں میں سے طویل تر عدّت گزارے۔ ابن عباسؓ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کا اس سے رجوع ثابت ہے۔

۱۲۲۰۔ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهٖ بْنِ سَعِیْدِ بْنِ قَیْسٍ، عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَنَّهٗ قَالَ: سُئِلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ، وَاَبُوْ هُرَیْرَةَ، عَنِ الْمَرْاَةِ الْحَامِلِ یُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اٰخِرَ الْاَجَلَیْنِ۔ وَقَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ: اِذَا وَلَدَتْ فَقَدْ حَلَّتْ۔ فَدَخَلَ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَلٰی اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهَا عَنْ

ذٰلِكَ، فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: وَلَدَتْ سُبَيْعَةُ الْأَسْلَمِيَّةُ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِنِصْفِ شَهْرٍ. فَخَطَبَهَا رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا شَابٌّ وَالْآخَرُ كَهْلٌ. فَحَطَّتْ إِلَى الشَّابِّ. فَقَالَ الشَّيْخُ: لَمْ تَحِلِّي بَعْدُ. وَكَانَ أَهْلُهَا غُيَّبًا. وَرَجَا، إِذَا جَاءَ أَهْلُهَا، أَنْ يُؤْثِرُوهُ بِهَا. فَجَاءَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "قَدْ حَلَلْتِ فَانْكِحِي مَنْ شِئْتِ".

ترجمہ: ابوسلمہؒ بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ عبداللہ بن عباسؓ اور ابوہریرہؓ سے اس حاملہ عورت کی عدت پوچھی گئی جس کا خاوند فوت ہو چکا ہو پس ابن عباسؓ نے کہا کہ دونوں مدتوں میں سے آخری مدت۔ اور ابوہریرہؓ نے کہا کہ جب اس عورت نے بچہ جنا تو اس کی عدت گزر گئی۔ پھر ابوسلمہؒ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اُمّ سلمہؓ کے پاس گئے اور ان سے یہ مسئلہ پوچھا تو اُمّ سلمہؓ نے کہا کہ سبیعہ اسلمیہؓ نے اپنے خاوند کی وفات کے بعد نصف ماہ میں بچہ جنا تو اسے دو مردوں نے پیغام نکاح دیا۔ ایک جوان تھا اور دوسرا ادھیڑ عمر کا۔ پس وہ جوان کی طرف مائل ہوئی۔ ادھیڑ عمر والے نے کہا کہ ابھی تیری عدت نہیں گزری، اور اس عورت کے گھر والے غائب تھے۔ اس شخص کو امید تھی کہ جب وہ آئیں گے تو اسے (یعنی ادھیڑ عمر والے کو) ترجیح دیں گے پس سبیعہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اور آپ سے یہ بیان کیا۔ پس حضورؐ نے فرمایا کہ تیری عدت گزر گئی، جس سے چاہے نکاح کرے۔

شرح: جوان کا نام ابوالبشر بن الحارث العبدریؓ تھا اور ادھیڑ عمر والا ابوالسنابلؓ تھا۔ پس اس حدیث مرفوع کی بنا پر حاملہ عورت جس کا خاوند مر جائے، اس کی عدت وضع حمل ہے۔

۱۲۲۱۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْمَرْأَةِ يُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا وَهِيَ حَامِلٌ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: إِذَا وَضَعَتْ حَمْلَهَا فَقَدْ حَلَّتْ. فَأَخْبَرَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ عِنْدَهُ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: لَوْ وَضَعَتْ وَزَوْجُهَا عَلَى سَرِيرِهِ لَمْ يُدْفَنْ بَعْدُ، لَحَلَّتْ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے اس عورت کے متعلق پوچھا گیا جس کا خاوند مر جائے اور وہ حاملہ ہو۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ جب اس نے اپنا حمل جن دیا۔ تو اس کی عدت ختم ہو گئی۔ پس ایک انصاری مرد نے جو وہاں تھا، عبداللہؓ کو بتایا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا تھا اگر اس عورت نے بچہ جنا، درآنحالیکہ اس کا خاوند (یعنی اس کی لاش) اپنی چارپائی پر تھا، ابھی دفن نہ ہوا تھا، تو اس کی عدت گزر گئی۔ (یہ اثر سند کے ذرا سے اختلاف کے ساتھ موطائے امام محمدؒ میں بھی مروی ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی قول ابوحنیفہؒ کا اور ہمارے عام فقہا کا ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ طلاق یا موت دونوں صورتوں میں عورت کی عدت ولادت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے اور یہی ابوحنیفہؒ رحمہ اللہ کا قول ہے۔)

۱۲۲۲۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ،

أَنَّهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَدْ حَلَلْتِ فَانْكِحِي مَنْ شِئْتِ".

ترجمہ: المسور بن مخرمہ نے عروہ کو بتایا کہ سبیعہ اسلمیہ کے ہاں اس کے خاوند کی وفات کے چند دن بعد بچہ پیدا ہوا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تو حلال ہو چکی ہے جس سے چاہے نکاح کرے۔

۱۲۲۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ. أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، اخْتَلَفَا فِي الْمَرْأَةِ تُنْفَسُ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ. فَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ: إِذَا وَضَعَتْ مَا فِي بَطْنِهَا فَقَدْ حَلَّتْ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: آخِرَ الْأَجَلَيْنِ. فَجَاءَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقَالَ: أَنَا مَعَ ابْنِ أَخِي. يَعْنِي أَبَا سَلَمَةَ. فَبَعَثُوا كُرَيْبًا مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهَا عَنْ ذٰلِكَ. فَجَاءَهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ أَنَّهَا قَالَتْ: وَلَدَتْ سُبَيْعَةُ الْأَسْلَمِيَّةُ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ. فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "قَدْ حَلَلْتِ فَانْكِحِي مَنْ شِئْتِ".

قَالَ مَالِكٌ: وَهٰذَا الْأَمْرُ الَّذِي لَمْ يَزَلْ عَلَيْهِ أَهْلُ الْعِلْمِ عِنْدَنَا.

ترجمہ: سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے درمیان اس عورت کے بارے میں اختلاف ہوا جو اپنے خاوند کی وفات کے چند دن بعد بچہ جنے۔ پس ابوسلمہؓ نے کہا کہ جب اس نے اپنے پیٹ کا بچہ جنا تو حلال ہوگئی۔ اور ابن عباسؓ نے کہا کہ اس کی عدت دونوں مدتوں میں طویل تر ہے۔ پھر ابوہریرہؓ آئے اور کہا کہ میں اپنے بھتیجے یعنی ابوسلمہؓ بن عبدالرحمٰن کے ساتھ ہوں۔ پھر ان لوگوں نے ابن عباسؓ کے غلام کُریب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اُمّ سلمہؓ کے ہاں اس کے متعلق سوال کرنے کو بھیجا۔ پھر کُریب نے واپس آکر بتایا کہ اُمّ سلمہؓ نے کہا کہ سبیعہ اسلمیہ نے اپنے خاوند کی وفات کے چند روز بعد ہی بچہ جنا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تھا۔ پس حضورؐ نے فرمایا تو حلال ہوگئی۔ جس سے چاہے نکاح کرلے۔

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے شہر کے اہل علم ہمیشہ اسی پر عامل رہے ہیں۔

۳۱۔ بَابُ مَقَامِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا فِي بَيْتِهَا حَتَّى تَحِلَّ

جس کا خاوند مر جائے وہ عدت گزارنے تک اپنے گھر میں رہے

۱۲۲۴۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، عَنْ

عَمَّتِهِ زَيْنَبَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، أَنَّ الْفُرَيْعَةَ بِنْتَ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ، وَهِيَ أُخْتُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَخْبَرَتْهَا: أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهَا فِي بَنِي خُدْرَةَ. فَإِنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِي طَلَبِ أَعْبُدٍ لَهُ أَبَقُوا. حَتَّى إِذَا كَانُوا بِطَرَفِ الْقَدُومِ لَحِقَهُمْ فَقَتَلُوهُ. قَالَتْ فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي فِي بَنِي خُدْرَةَ. فَإِنَّ زَوْجِي لَمْ يَتْرُكْنِي فِي مَسْكَنٍ يَمْلِكُهُ وَلَا نَفَقَةٍ قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَعَمْ" قَالَتْ: فَانْصَرَفْتُ. حَتَّى إِذَا كُنْتُ فِي الْحُجْرَةِ نَادَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ أَمَرَ بِي فَنُودِيتُ لَهُ فَقَالَ "كَيْفَ قُلْتِ"؟ فَرَدَّدْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ الَّتِي ذَكَرْتُ لَهُ مِنْ شَأْنِ زَوْجِي. فَقَالَ "امْكُثِي فِي بَيْتِكِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ". قَالَتْ: فَاعْتَدَدْتُ فِيهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا. قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، أَرْسَلَ إِلَيَّ فَسَأَلَنِي عَنْ ذٰلِكَ؟ فَأَخْبَرْتُهُ فَاتَّبَعَهُ وَقَضٰى بِهِ.

ترجمہ: الفُریعہؓ بنت مالک بن سنان، جو ابوسعید الخدریؓ کی بہن تھی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ مسئلہ پوچھنے آئی کہ وہ بنی خدرہ میں اپنے اہلِ خاندان میں چلی جائے۔ کیونکہ اس کا خاوند اپنے کچھ بھاگے ہوئے غلاموں کی تلاش میں نکلا حتیٰ کہ جب وہ قدوم کی طرف تھے تو اس نے انہیں جالیا۔ پس انہوں نے اسے مار ڈالا۔ الفریعہؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بنی خدرہ میں اپنے خاندان والوں میں چلی جاؤں۔ کیونکہ میرے خاوند نے میرے لئے کوئی مکان نہیں چھوڑا جس کا وہ مالک ہوتا اور نہ نفقہ چھوڑا ہے۔ الفریعہؓ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ الفریعہؓ نے کہا کہ میں واپس ہوگئی، حتیٰ کہ جب میں حجرہ میں تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، یا حضورؐ نے حکم دیا اور مجھے بلایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا تو کیا کہتی تھی؟ پس میں نے آپ کے سامنے وہ قصہ دُہرایا جو اپنے خاوند کے متعلق پہلے بتا چکی تھی۔ پس حضورؐ نے فرمایا تو اپنے گھر میں ٹھہر جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا حکم اپنی مدت کو پہنچ جائے۔ الفُریعہؓ نے کہا میں نے چار ماہ دس دن وہیں گزارے۔ الفُریعہؓ نے کہ جب عثمان بن عفانؓ کی خلافت کا دور آیا تو انہوں نے مجھے بلایا اور مجھ سے یہ حدیث پوچھی اور میں نے انہیں بتائی۔ پس عثمانؓ اس پر عامل ہوئے اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ (یہ حدیث موطأ امام محمد میں بھی بابُ المَرْاَةِ تَنْتَقِلُ مِنْ مَنْزِلِهَا اٰخر میں مروی ہے۔ امام محمدؒ نے اس پر لکھا ہے کہ ہمارا مختار یہی ہے۔ عورت کے لئے جائز نہیں کہ جس گھر میں اس کے خاوند نے اسے طلاق دی تھی، خواہ طلاق بائن ہو یا غیر بائن۔ یا جس گھر میں اس کا خاوند اسے چھوڑ مرا ہو عدت گزر جانے تک اس سے منتقل ہو۔ پس یہی قول ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہاء کا ہے۔ شیخ الحدیث نے فرمایا کہ یہاں پر تین مسائل ہیں اور تینوں میں اختلاف ہے۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ مرنے والے کی بیوی کا ٹھکانا اور نفقہ متوفیٰ کے مال پر واجب ہے۔

دوسرا یہ کہ آیا اس عورت کے لئے اپنی ضروریات کی خاطر رات کو یا دن کو اس گھر سے نکلنا جائز ہے یا نہیں۔ تیسرا یہ کہ عورت پر عدت اس گھر میں گزارنی واجب ہے، جس میں اسے خاوند کی موت کی خبر ملی تھی۔ خواہ سُکنیٰ خاوند پر واجب ہو یا خود اس عورت پر۔ اس باب میں یہ تیسرا مسئلہ مراد ہے۔ جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ فقہ کے نزدیک اس کا حکم یہی ہے جو مذکور ہوا۔

۱۲۲۵۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَیْدِ الْمَکِّیِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ، اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ کَانَ یَرُدُّ الْمُتَوَفّٰی عَنْهُنَّ اَزْوَاجُهُنَّ مِنَ الْبَیْدَاءِ، یَمْنَعُهُنَّ الْحَجَّ.

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ ان عورتوں کو حج سے منع کرنے کی خاطر جن کے خاوند فوت ہو گئے ہوتے، بیداء سے واپس بھیج دیتے تھے۔ (امام محمدؒ نے یہ اثر بَابُ الْمَرْاَةِ تُسَافِرُ قَبْلَ انْقِضَاءِ عِدَّتِهَا میں روایت کیا ہے۔

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی ابو حنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ عورت کے لئے عدت میں سفر کرنا جائز نہیں خواہ طلاق کی عدت ہو خواہ موت کی۔

وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ السَّائِبَ بْنَ خَبَّابٍ تُوُفِّیَ۔ وَ اِنِ امْرَاَتَهٗ جَاءَتْ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَذَکَرَتْ لَهٗ وَفَاةَ زَوْجِهَا۔ وَ ذَکَرَتْ لَهٗ حَرْثًا لَهُمْ بِقَنَاةَ وَسَاَلَتْهُ هَلْ یَصْلُحُ لَهَا اَنْ تَبِیْتَ فِیْهِ؟ فَنَهَاهَا عَنْ ذٰلِكَ. فَکَانَتْ تَخْرُجُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ سَحَرًا فَتُصْبِحُ فِیْ حَرْثِهِمْ، فَتَظَلُّ فِیْهِ یَوْمَهَا۔ ثُمَّ تَدْخُلُ الْمَدِیْنَةَ اِذَا اَمْسَتْ، فَتَبِیْتُ فِیْ بَیْتِهَا۔

ترجمہ: السائب بن خبابؓ وفات پاگیا اور اس کی بیوی عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آئی اور انہیں اپنے خاوند کی وفات کا قصہ بتایا۔ اور یہ بھی کہا کہ اس کے سسرال والوں کی مقامِ قناۃ میں کچھ کھیتی باڑی ہے، تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ وہاں رات گزارے؟ عبداللہؓ نے اسے اس سے منع کر دیا۔ پس وہ صبح بوقت سحر مدینہ سے نکلتی تھی اور صبح تک ان کی کھیتی میں جا پہنچتی تھی۔ پھر دن بھر وہاں رہتی تھی۔ پھر شام کو مدینہ میں داخل ہو جاتی تھی اور اپنے گھر میں رات گزارتی تھی۔ (بیوہ کے لئے گھر سے نکلنا — دن کے وقت — ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے۔ اختلاف مطلقہ کے خروج کے متعلق ہے۔)

۱۲۲۶۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ، فِی الْمَرْاَةِ الْبَدَوِیَّةِ یُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا: اِنَّهَا تَنْتَوِیْ حَیْثُ انْتَوٰی اَهْلُهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَهٰذَا الْاَمْرُ عِنْدَنَا۔

ترجمہ: عروہؒ کہتے تھے کہ بدوی عورت کا خاوند جب مر جائے تو جہاں جہاں اس کے گھر والے منتقل ہوں گے وہ بھی ہو گی (کیونکہ خانہ بدوشوں کا کوئی ایک گھر ہوتا ہی نہیں۔ اور یہ اس عورت کے لئے ایک عذر ہے۔) مالکؒ نے کہا کہ ہمارا اسی پر عمل ہے۔

۱۲۲۷۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: لَا تَبِيتُ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا، وَلَا الْمَبْتُوتَةُ، إِلَّا فِي بَيْتِهَا۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے کہ بیوہ اور طلاق بتہ والی صرف اپنے گھر میں رات گزارے۔ (یعنی جس گھر میں خاوند سے قبل اس کی رہائش تھی) یہ اثر موطائے امام محمد میں بابُ یُکْرَہُ لِلْمُطَلَّقَۃِ الخ میں مروی ہے۔ اور اس سے قبل بھی گزر چکا ہے۔

۳۲۔ بَابُ عِدَّةِ أُمِّ الْوَلَدِ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا سَيِّدُهَا

اُمّ الولد کا آقا مر جائے تو اس کی عدت کا بیان

۱۲۲۸۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ: إِنَّ يَزِيدَ بْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ فَرَّقَ بَيْنَ رِجَالٍ وَبَيْنَ نِسَاءِهِمْ وَكُنَّ أُمَّهَاتِ أَوْلَادِ رِجَالٍ هَلَكُوا فَتَزَوَّجُوهُنَّ بَعْدَ حَيْضَةٍ أَوْ حَيْضَتَيْنِ۔ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمْ حَتَّى يَعْتَدِدْنَ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ فَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ: سُبْحَانَ اللّٰهِ۔ يَقُولُ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ — وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا — مَا هُنَّ مِنَ الْأَزْوَاجِ۔

ترجمہ: القاسم بن محمدؒ کہتے تھے کہ یزید بن عبدالملک نے کچھ مردوں اور ان کی عورتوں میں جدائی کر دی۔ اور وہ بعض مردوں کی امہات الاولاد تھیں جو مر گئے تھے۔ پس لوگوں نے ان کا نکاح ایک یا دو حیض کے بعد کر دیا تھا پس یزید بن عبدالملک نے ان میں تفریق کر دی اور حکم دیا کہ جب تک ۴ ماہ ۱۰ دن عدت نہ گزر جائے ان عورتوں کے نکاح جائز نہیں۔ القاسم بن محمدؒ نے کہا، کہ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ تو اپنی کتاب میں فرماتا ہے، جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، اور یہ عورتیں تو بیویاں نہیں۔

شرح: یہ مسئلہ سلف میں مختلف فیہا تھا اور ہر ایک کے پاس اپنے کچھ دلائل تھے۔ حنفیہ نے کہا کہ ان عورتوں کی عدت تین حیض ہے۔ اُم الولد آقا کی وفات کے بعد آزاد ہے پہلے نہ تھی۔ حضرت عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، بہت سے تابعین اور اتباع تابعین سے تین حیض منقول ہے۔

۱۲۲۹۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: عِدَّةُ أُمِّ الْوَلَدِ، إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا سَيِّدُهَا، حَيْضَةٌ۔

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ

عِدَّةُ أُمِّ الْوَلَدِ، إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا سَيِّدُهَا، حَيْضَةٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَهُوَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنْ لَمْ تَكُنْ مِمَّنْ تَحِيضُ، فَعِدَّتُهَا ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ۔

ترجمہ: ابن عمرؓ نے کہا کہ ام الولد کا آقا مر جائے تو اس کی عدّت ایک حیض ہے۔
القاسم بن محمدؒ کہتے تھے کہ ام الولد کے آقا کی وفات پر اس کی عدّت ایک حیض ہے۔
مالکؒ نے کہا کہ اسی پر ہمارا عمل ہے۔ اور اگر وہ ان میں سے ہو جیض نہیں آتا تو اس کی عدّت تین ماہ ہے۔

۲۳۔ بَابُ عِدَّةِ الْأَمَةِ إِذَا تُوُفِّيَ سَيِّدُهَا أَوْ زَوْجُهَا

آقا یا خاوند کی موت پر لونڈی کی عدّت کا باب

اس میں بقول حافظ ابن عبدالبرؒ کسی کا اختلاف نہیں کہ آقا کی وفات کے بعد لونڈی پر کوئی عدّت واجب نہیں۔ صرف ایک حیض کے ساتھ استبراء واجب ہے۔ اگر لونڈی کا خاوند مر جائے تو اس کی عدت ۲ ماہ ۵ دن ہے۔ اگر لونڈی کا آقا بھی مر جائے اور خاوند بھی تو یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ مگر اس باب کی روایات میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

۱۲۳۰۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ: أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ كَانَا يَقُولَانِ: عِدَّةُ الْأَمَةِ، إِذَا هَلَكَ عَنْهَا زَوْجُهَا، شَهْرَانِ وَخَمْسُ لَيَالٍ۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ اور سلیمان بن یسارؒ کہتے تھے کہ جب لونڈی کا خاوند مر جائے تو اس کی عدّت ۲ ماہ ۵ دن ہے

۱۲۳۱۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ مِثْلَ ذَلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْعَبْدِ يُطَلِّقُ الْأَمَةَ طَلَاقًا لَمْ يَبُتَّهَا فِيهِ، لَهُ عَلَيْهَا فِيهِ الرَّجْعَةُ، ثُمَّ يَمُوتُ وَهِيَ فِي عِدَّتِهَا مِنْ طَلَاقِهِ: إِنَّهَا تَعْتَدُّ عِدَّةَ الْأَمَةِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا۔ شَهْرَيْنِ وَخَمْسَ لَيَالٍ وَإِنَّهَا إِنْ عَتَقَتْ وَلَهُ رَجْعَةٌ، ثُمَّ لَمْ تَخْتَرْ فِرَاقَهُ بَعْدَ الْعِتْقِ، حَتَّى يَمُوتَ، وَهِيَ فِي عِدَّتِهَا مِنْ طَلَاقِهِ، اعْتَدَّتْ عِدَّةَ الْحُرَّةِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا۔ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ وَذَلِكَ أَنَّهَا إِنَّمَا وَقَعَتْ عَلَيْهَا عِدَّةُ الْوَفَاةِ بَعْدَ مَا عَتَقَتْ۔ فَعِدَّتُهَا عِدَّةُ الْحُرَّةِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَهَذَا الْأَمْرُ عِنْدَنَا۔

ترجمہ: مالکؒ نے ابن شہابؒ سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے (لونڈی کی عدت آزاد عورت سے نصف ہے اور یہ مسئلہ اجماعی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ غلام جب لونڈی کو رجعی طلاق دے دے اور وہ ابھی عدت میں ہو کہ غلام مر جائے تو لونڈی دو ماہ اور پانچ رات عدت گزارے گی۔ اور اگر لونڈی آزاد ہو جائے اور اس کے غلام خاوند کی رجعی طلاق کی عدت اس کے ذمہ واجب تھی۔ اور آزادی کے بعد اس عورت نے خاوند کی جدائی اختیار نہیں کی حتیٰ کہ وہ مر گیا اور یہ اس کی طلاق کی عدت میں تھی تو یہ آزاد بیوہ عورت کی عدت گزارے گی یعنی چار ماہ دس دن۔ اور یہ اس لئے کہ اس پر عدتِ وفات اس وقت آئی جب کہ وہ آزاد تھی۔ لہٰذا اس کی عدت آزاد عورت کی عدت ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں اسی پر عملدر آمد ہے۔

شرح: لونڈی چونکہ دو طلاق سے بتہ ہو جاتی ہے: لہٰذا یہاں رجعی طلاق سے مراد فقط ایک طلاق ہے۔ اور رجعی طلاق کی عدت خاوند کی وفات کی صورت میں عدتِ وفات میں بدل جاتی ہے۔ اس سارے مسئلے میں جمہور کی رائے بھی مالکؒ کے ساتھ ہے۔

۳۴۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَزْلِ

عزل کا بیان

۱۲۳۲۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ، أَنَّهُ قَالَ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَرَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ، فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْعَزْلِ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ. فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ. فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ. وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ. وَأَحْبَبْنَا الْفِدَاءَ. فَأَرَدْنَا أَنْ نَعْزِلَ. فَقُلْنَا: نَعْزِلُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ؟ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ. فَقَالَ "مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا. مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ".

ترجمہ: ابن محیریزؒ نے کہا کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو ابوسعید خدریؓ کو وہاں دیکھا۔ پس میں اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس سے عزل کے متعلق سوال کیا۔ ابوسعیدؓ خدری نے کہا کہ ہم غزوہ بنی مصطلق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور ہمیں عربی لونڈیاں ملیں۔ اور ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی اور مجرّد رہنا ہم پر شاق گزرا اور ہم نے ان کی قیمت بھی حاصل کرنی چاہی۔ لہٰذا عزل کا ارادہ کیا۔ پھر ہم نے کہا کہ ہم عزل کریں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں تو آپ سے پوچھے بغیر ایسا کرنا درست نہیں۔ پس ہم نے آپ سے پوچھا تو حضورؐ نے فرمایا، اگر تم ایسا نہ کرو تو حرج

نہیں کیونکہ قیامت تک جو جان پیدا ہونے والی ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گی۔

شرح: عزل کا مسئلہ صحابہ میں بھی اختلافی رہا ہے۔ جابرؓ، ابن عباسؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، زید بن ثابت اور ابن مسعودؓ نے اسے جائز قرار دیا۔ مگر حضرت علیؓ، عمرؓ، ابن عمرؓ، ابوبکر الصدیقؓ نے اسے مکروہ ٹھہرایا۔ دلائل دونوں طرف موجود ہیں۔ مگر غور سے دیکھیں تو سوائے کسی شرعی ضرورت کے اجازت دینا درست معلوم نہیں ہوتا۔ ائمہ فقہ میں سے مالکؒ، ابوحنیفہؒ، نخعیؒ، شافعیؒ وغیرہم سے رخصت منقول ہے مگر علت اس کی وہی ہے جو ہم نے بتائی۔ واللہ اعلم۔

۱۲۳۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ يَعْزِلُ۔

ترجمہ: عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے باپ کے متعلق روایت کی کہ وہ عزل کرتے تھے۔ (شاید لونڈی سے۔)

۱۲۳۴۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ أَفْلَحَ، مَوْلَى أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أُمِّ وَلَدٍ لِأَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّهُ كَانَ يَعْزِلُ۔

ترجمہ: ابوایوب انصاریؓ کی ایک اُمّ ولد سے روایت ہے کہ ابوایوب عزل کرتے تھے۔

۱۲۳۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ لَا يَعْزِلُ وَكَانَ يَكْرَهُ الْعَزْلَ۔

ترجمہ: نافعؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ عزل نہیں کرتے تھے اور مکروہ جانتے تھے۔

۱۲۳۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ الْمَازِنِيِّ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عَمْرِو بْنِ غَزِيَّةَ، أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا عِنْدَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ۔ فَجَاءَهُ ابْنُ فَهْدٍ۔ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ۔ فَقَالَ: يَا أَبَا سَعِيدٍ إِنَّ عِنْدِي جَوَارِيَ لِي، لَيْسَ نِسَائِيَ اللَّاتِي أُكِنُّ بِأَعْجَبَ إِلَيَّ مِنْهُنَّ۔ وَلَيْسَ كُلُّهُنَّ يُعْجِبُنِي أَنْ تَحْمِلَ مِنِّي۔ أَفَأَعْزِلُ؟ فَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: أَفْتِهِ يَا حَجَّاجُ۔ قَالَ فَقُلْتُ: يَغْفِرُ اللهُ لَكَ إِنَّمَا نَجْلِسُ عِنْدَكَ لِنَتَعَلَّمَ مِنْكَ۔ قَالَ: أَفْتِهِ۔ قَالَ فَقُلْتُ: هُوَ حَرْثُكَ۔ إِنْ شِئْتَ سَقَيْتَهُ۔ وَإِنْ شِئْتَ أَعْطَشْتَهُ۔ قَالَ وَكُنْتُ أَسْمَعُ ذٰلِكَ مِنْ زَيْدٍ فَقَالَ زَيْدٌ: صَدَقَ۔

ترجمہ: حجاج بن عمرو بن غزیہ مازنی سے روایت ہے کہ وہ زید بن ثابتؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ اہل یمن میں سے ایک شخص ابن فہد (یا ابن قہد) آیا کہ اے ابوسعید (زید بن ثابت) میرے پاس کچھ لونڈیاں ہیں کہ میری منکوحہ بیویاں بھی مجھے اتنی پسند نہیں، جتنی یہ ہیں۔ اور میں ان سب کو نہیں چاہتا کہ مجھ سے حاملہ ہوں، پس کیا میں عزل کر لیا کروں۔؟ زیدؓ

نے مجھ سے کہا اے حجاج! اسے فتویٰ دو۔ میں نے کہا اللہ آپ کو بخشے، ہم تو آپ کے پاس اس لئے بیٹھے ہیں کہ آپ سے علم سیکھیں۔ زیدؓ نے پھر فرمایا، اے حجاج! اسے فتویٰ دو۔ حجاج نے کہا کہ میں نے کہا، وہ تیری کھیتی ہے، اگر تو چاہے تو اسے سیراب کرے اور چاہے تو پیاسا رکھے۔ حجاج نے کہا کہ میں یہ بات زیدؓ سے سُنا کرتا تھا۔ پس زیدؓ نے کہا کہ حجاج نے سچ کہا ہے۔

۱۲۳۷۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَیْدِ بْنِ قَیْسٍ الْمَكِّیِّ، عَنْ رَجُلٍ یُقَالُ لَهٗ ذَفِیْفٌ، اَنَّهٗ قَالَ، سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ الْعَزْلِ؟ فَدَعَا جَارِیَةً لَهٗ۔ فَقَالَ اَخْبِرِیْهِمْ۔ فَکَاَنَّهَا اسْتَحْیَتْ فَقَالَ، هُوَ ذٰلِكَ۔ اَمَّا اَنَا فَاَفْعَلُهٗ۔ یَعْنِیْ اَنَّهٗ یَعْزِلُ

قَالَ مَالِكٌ: لَا یَعْزِلُ الرَّجُلُ الْمَرْاَةَ الْحُرَّةَ۔ اِلَّا بِاِذْنِهَا۔ وَلَا بَاْسَ اَنْ یَعْزِلَ عَنْ اَمَتِهٖ بِغَیْرِ اِذْنِهَا۔ وَمَنْ کَانَتْ تَحْتَهٗ اَمَةُ قَوْمٍ، فَلَا یَعْزِلُ اِلَّا بِاِذْنِهِمْ۔

ترجمہ: ایک شخص جسے ذفیف کہتے تھے (یہ ابن عباسؓ کا غلام تھا) اس نے ابن عباسؓ سے عزل کے متعلق پوچھا۔ پس حضرت ابن عباسؓ نے اپنی ایک لونڈی کو بلایا اور اس سے کہا کہ انہیں بتاؤ۔ سو گویا وہ شرما گئی تو ابن عباسؓ نے کہا کہ اس کی خاموشی حیا کے باعث ہے اور جہاں تک میرا تعلق ہے میں کرتا ہوں۔ یعنی عزل کرتا ہوں۔

امام مالکؒ نے کہا کہ آدمی آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے اور لونڈی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور جس آدمی کے نکاح میں دوسری قوم کی لونڈی ہو، وہ ان کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے۔ وطی کرنا آزاد عورت کا حق زوجیت ہے اور وطی کا بڑا مقصد اولاد ہے۔ لہٰذا آزاد عورت کی حق تلفی ہوگی۔ اگر اس کی اجازت کے بغیر اس سے عزل کیا جائے۔ لونڈی جب نکاح میں ہو تو عام لونڈی سے اس کے کچھ زیادہ حقوق ہوگئے۔ لہٰذا اس کے مالک سے اجازت لازم ہوئی۔ حنفیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

۳۵۔ بَابُ مَا جَاءَ فِی الْاِحْدَادِ

سوگ کا بیان

احداد کا لغوی معنیٰ ہے روکنا یہیں سے حَدّ کا لفظ ہے جو قانونِ شرع کی مخالفت کو روکنے پر دلالت کرتا ہے۔ مُردہ خاوند پر سوگ کرنا عورت کے ذمّہ واجب ہے۔ کیونکہ شرعی احداد کا مطلب دواعی جماع کے استعمال سے باز رہنا ہے اور مُردہ خاوند کا یہ حق ہے کہ اس کی بیوی ۴ ماہ دس دن تک ایسی تمام چیزوں سے باز رہے جن کو توجہ اور جماع کا داعی سمجھا جاتا ہے۔ عرفاً بھی یہ ایک بے باکی بلکہ بے حیائی سمجھی جاتی ہے کہ کل تو خاوند مرا ہو اور آج اس کی بیوہ آئینہ اور کنگھی لے کر زیب و زینت کے لئے بیٹھ جائے۔ گویا وہ صرف اس کی موت کی منتظر تھی کہ کب واقع ہو اور وہ کب دوسروں کے لئے سج سجا کر تیار ہو جائے۔

مطلقہ عورت کے متعلق سوگ (احداد) میں اختلاف ہے۔ جسے رجعی طلاق ملی ہو وہ تو اجماعاً سوگ نہ کرے بلکہ دواعی جماع کو اختیار کرے تاکہ اس کا خاوند اس کی طرف راغب ہو کر رجوع کرے۔ جمہور کے نزدیک بائن طلاق والی پر احداد نہیں۔ مگر احناف کے نزدیک ہے۔ اور بعض شوافع اور مالکیہ کا بھی یہی قول ہے۔ جس عورت کو دخول سے پہلے طلاق ملی ہو اس کے ذمے بالاتفاق کوئی احداد واجب نہیں۔

۱۲۳۸۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ هٰذِهِ الْأَحَادِيثَ الثَّلَاثَةَ قَالَتْ زَيْنَبُ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ. فَدَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خَلُوقٌ أَوْ غَيْرُهُ. فَدَهَنَتْ بِهِ جَارِيَةً. ثُمَّ مَسَحَتْ بِعَارِضَيْهَا. ثُمَّ قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ. غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ. إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔

ترجمہ: زینب بنت ابی سلمہؓ نے یہ تین احادیث بیان کیں۔ اس نے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مکرمہ اُم حبیبہؓ کے ہاں گئی۔ جب کہ ان کے والد ابوسفیان بن حرب نے وفات پائی۔ پس اُم حبیبہ نے کچھ خوشبو منگوائی، جس میں خلوق وغیرہ کی زردی تھی۔ پھر اس کے ساتھ ایک لونڈی کو تیل ملا اور پھر اپنے رخساروں کو ملا۔ پھر فرمایا، واللہ مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لئے حلال نہیں کہ خاوند کے سوا کسی اور پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔

۱۲۳۹۔ قَالَتْ زَيْنَبُ: ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ. زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا. فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ. ثُمَّ قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا لِي بِالطِّيبِ حَاجَةٌ. غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا"۔

زینبؓ نے کہا پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ زینب بنت جحشؓ کے داخل ہوئی، جب کہ ان کا بھائی فوت ہوا۔ تو انہوں نے خوشبو منگوائی اور اس میں سے کچھ اپنے آپ کو ملی، پھر فرمایا، واللہ مجھے خوشبو کی کوئی حاجت نہیں۔ مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بر سر منبر فرماتے سنا تھا کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لئے

حلال نہیں کہ کسی مرنے والے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے خاوند کے، اس پر ۴ ماہ دس دن سوگ ہے۔

۱۲۴۰۔ قَالَتْ زَيْنَبُ: وَسَمِعْتُ أُمِّي أُمَّ سَلَمَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ ابْنَتِي تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنَيْهَا. أَفَنَكْحُلُهُمَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. كُلُّ ذٰلِكَ يَقُولُ "لَا" ثُمَّ قَالَ "إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا. وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ".

قَالَ حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ. فَقُلْتُ لِزَيْنَبَ: وَمَا تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ؟ فَقَالَتْ زَيْنَبُ: كَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا. دَخَلَتْ حِفْشًا وَلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا. وَلَمْ تَمَسَّ طِيبًا وَلَا شَيْئًا حَتَّى تَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ. ثُمَّ تُؤْتَى بِدَابَّةٍ. حِمَارٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ طَيْرٍ. فَتَفْتَضُّ بِهِ. فَقَلَّمَا تَفْتَضُّ بِشَيْءٍ إِلَّا مَاتَ. ثُمَّ تَخْرُجُ. فَتُعْطَى بَعْرَةً فَتَرْمِي بِهَا. ثُمَّ تُرَاجِعُ، بَعْدُ مَا شَاءَتْ مِنْ طِيبٍ أَوْ غَيْرِهِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْحِفْشُ الْبَيْتُ الرَّدِيءُ. وَتَفْتَضُّ تَمْسَحُ بِهِ جِلْدَهَا كَالنُّشْرَةِ۔

زینبؓ نے کہا کہ میں نے اپنی اماں اُمِّ سلمہؓ، جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مقدسہ کو فرماتے سُنا کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور بولی یا رسول اللہؐ میری بیٹی کا خاوند مر گیا ہے اور اس کی آنکھ خراب ہو گئی ہے۔ تو کیا ہم اسے سُرمہ استعمال کرائیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی میں جواب دیا۔ دو یا تین بار پوچھا گیا اور آپ ہر بار نفی میں جواب دیتے رہے۔ پھر فرمایا کہ یہ صرف ۴ ماہ دس دن ہیں اور زمانہ جاہلیت میں عورت سال گزرنے پر مینگنی پھینکتی تھی۔ حمید راوی نے کہا کہ میں نے زینبؓ سے پوچھا کہ یہ سال کے بعد مینگنی پھینکنے کا مطلب کیا ہے؟ تو زینبؓ نے کہا کہ جب عورت کا خاوند مر جاتا تو وہ ایک ردّی سے مکان میں داخل ہو جاتی اور اپنے بہت ردّی کپڑے پہن لیتی۔ پھر کوئی خوشبو وغیرہ نہ لگاتی۔ حتیٰ کہ ایک سال اسی حالت میں گزر جاتا۔ پھر کوئی جانور مثلاً گدھا یا بکری یا کوئی پرندہ لایا جاتا اور وہ اپنا جسم اس کے ساتھ ملتی تھی۔ اور جس چیز سے وہ جسم کو ملتی تھی وہ کم ہی زندہ رہتا تھا۔ پھر اسے ایک مینگنی دی جاتی اور وہ اسے پھینکتی۔ پھر اس کے بعد وہ خوشبو وغیرہ جو چاہتی استعمال کرنا شروع کرتی تھی

مالکؒ نے کہا کہ حفش کا معنیٰ ہے ردّی مکان اور تفتض کا معنیٰ ہے کہ وہ اس کے ساتھ اپنا جسم رگڑتی تھی۔ اُس عورت کی مانند جو اپنے آپ سے جادو کا اثر دور کرتی ہے۔

شرح: عورت کے متعلق دنیا میں مختلف تہذیبوں میں جو رسوم رائج ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے ہاں عورت ایک دوسرے تیسرے درجہ کا انسان ہے۔ ہندو تہذیب میں عورت ستی ہوتی تھی، اب تک ہوتی ہے۔ یہود و نصاریٰ کے ہاں مذہبًا عورت ایک گھٹیا انسان ہے۔ یونانی تہذیب نے عورت کو جانوروں سے بدتر ٹھیرایا ہے۔ اور عرب جاہلیت کا یہ رواج جس کا ذکر اس حدیث میں ہے، عورت کو ایک لائق نفرت چیز قرار دیتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا کی عورتوں پر یہ احسان ہے کہ ان کے حق میں سب سے بلند آہنگ اور سب سے زیادہ طاقتور آواز وہی جو حضورؐ نے اٹھائی۔

۱۲۴۱۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ زَوْجَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ۔ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ"۔

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو ازواج مطہرات عائشہؓ اور حفصہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لئے حلال نہیں کہ خاوند کے علاوہ کسی اور میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے۔

۱۲۴۲۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ: أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَتْ لِامْرَأَةٍ حَادٍّ عَلَى زَوْجِهَا، اشْتَكَتْ عَيْنَيْهَا، فَبَلَغَ ذٰلِكَ مِنْهَا: اكْتَحِلِي بِكُحْلِ الْجَلَاءِ بِاللَّيْلِ وَامْسَحِيهِ بِالنَّهَارِ۔

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ اُم سلمہؓ نے ایک عورت سے فرمایا جو اپنے خاوند کے سوگ میں تھی اور اس کی آنکھ بہت ہی خراب ہو گئی تھی کہ رات کو اثمد کا سرمہ لگا لیا کر اور دن کو اسے پونچھ ڈال۔

شرح: احادیث سے ثابت ہے کہ یہی قصہ خود حضرت اُم سلمہؓ کے ساتھ بھی گزرا تھا۔ جبکہ ان کا پہلا خاوند ابو سلمہؓ دنیا سے رخصت ہو گیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بعینہٖ یہی حکم فرمایا تھا۔

۱۲۴۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُمَا كَانَا يَقُولَانِ، فِي الْمَرْأَةِ يُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا، إِنَّهَا إِذَا خَشِيَتْ عَلَى بَصَرِهَا مِنْ رَمَدٍ، أَوْ شَكْوٍ أَصَابَهَا: إِنَّهَا تَكْتَحِلُ وَتَتَدَاوَى بِدَوَاءٍ أَوْ كُحْلٍ، وَإِنْ كَانَ فِيهِ طِيبٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَإِذَا كَانَتِ الضَّرُورَةُ۔ فَإِنَّ دِينَ اللّٰهِ يُسْرٌ۔

ترجمہ: سالم بن عبداللہؒ اور سلیمان بن یسارؒ اس عورت کے متعلق کہتے تھے جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو کہ جب اسے

آنکھ کی خرابی یا کسی اور بیماری سے خطرہ لاحق ہو جائے تو وہ سرمہ لگا سکتی ہے یا سُرمے سے یا کسی اور دوائی سے علاج کر سکتی ہے۔ اگرچہ اس میں خوشبو بھی ہو۔ (یہ شرعی ضرورت کی بنا پر ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ ایسا ضرورت کی وجہ سے ہے اور اللہ کا دین آسان ہے۔

۱۲۴۴۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ أَبِي عُبَيْدٍ اشْتَكَتْ عَيْنَيْهَا وَهِيَ حَادٌّ عَلَى زَوْجِهَا عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ. فَلَمْ تَكْتَحِلْ حَتَّى كَادَتْ عَيْنَاهَا تَرْمَصَانِ.

قَالَ مَالِكٌ: تَدَّهِنُ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا بِالزَّيْتِ وَالشَّبْرَقِ، وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ. إِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ طِيبٌ.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا تَلْبَسُ الْمَرْأَةُ الْحَادُّ عَلَى زَوْجِهَا شَيْئًا مِنَ الْحَلْيِ. خَاتَمًا وَلَا خَلْخَالًا. وَلَا غَيْرَ ذَلِكَ مِنَ الْحَلْيِ. وَلَا تَلْبَسُ شَيْئًا مِنَ الْعَصْبِ. إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَصْبًا غَلِيظًا. وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِشَيْءٍ مِنَ الصِّبْغِ. إِلَّا بِالسَّوَادِ. وَلَا تَمْتَشِطُ إِلَّا بِالسِّدْرِ، وَمَا أَشْبَهَهُ مِمَّا لَا يَخْتَمِرُ فِي رَأْسِهَا.

ترجمہ: صفیہ بنت ابی عبیدؓ اپنے خاوند عبداللہ بن عمرؓ کے سوگ میں تھی تو اس نے سرمہ نہ لگایا۔ حتیٰ کہ قریب تھا کہ اس کی آنکھوں کے کناروں میں میل کچیل جم جائے۔

شرح: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زندگی میں صفیہؓ بیمار ہوگئی تھی اور اس کے باعث عبداللہؓ بڑی تیزی سے فوراً مدینہ کو روانہ ہو گئے تھے۔ اس بیماری سے وہ نجات پا گئی تھی۔ حدیث زیر نظر کے دو مطلب ہو سکتے تھے۔ (۱) جب تک آنکھوں کے بہت خراب ہونے کا خدشہ نہ ہوا صفیہؓ نے سُرمہ نہیں لگایا (۲) آنکھوں کے بہت خراب ہو جانے کے باوجود اس نے سُرمہ نہیں لگایا۔ شارحین کہتے ہیں کہ یہاں پر دوسرا معنیٰ مُراد ہے۔ اور جواز کے باوجود محض احتیاط پر مبنی تھا۔

ایضاً۔ مالکؒ نے کہا کہ بیوہ عورت روغن زیتون سے اور تل کے تیل وغیرہ سے جسم کو نرم کر سکتی ہے۔ جب کہ اس میں خوشبو نہ ہو۔ (کیونکہ خوشبو زینت ہے جو اسے ممنوع ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اپنے خاوند پر سوگ کرنے والی عورت کوئی زیور مثلاً انگوٹھی، پازیب اور نرکوٹی اور زیور پہنے۔ نہ یمنی منقش چادر پہنے۔ مگر یہ کہ وہ منقوش تو ہو مگر موٹی ہو۔ (کہ اس میں زینت نہیں ہوتی۔) اور کسی رنگ کے ساتھ رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے مگر سیاہ کپڑا (جو زینت کے لئے نہ ہو۔) اور بیری کے سوا کسی چیز سے بالوں میں کنگھی نہ کرے۔ یعنی کوئی چیز استعمال نہ کرے جس میں خوشبو ہو اور اس کے بال خوشبو میں بس جائیں۔ (حنفی اور دیگر علما نے کہا ہے کہ اگر سیاہ کپڑا ریشمی ہو یا فیشن کے طور پر استعمال میں آتا ہو۔ یا بہت بھڑکیلا اور قیمتی ہو تو وہ بھی جائز نہیں۔)

۱۲۴۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى

أُمِّ سَلَمَةَ وَهِيَ حَادٌّ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ. وَقَدْ جَعَلَتْ عَلَى عَيْنَيْهَا صَبِرًا. فَقَالَ "مَا هٰذَا يَا أُمَّ سَلَمَةَ؟" فَقَالَتْ: إِنَّمَا هُوَ صَبِرٌ يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ "اجْعَلِيهِ فِي اللَّيْلِ وَامْسَحِيهِ بِالنَّهَارِ".

قَالَ مَالِكٌ: الْإِحْدَادُ عَلَى الصَّبِيَّةِ الَّتِي لَمْ تَبْلُغِ الْمَحِيضَ، كَهَيْئَتِهِ عَلَى الَّتِي قَدْ بَلَغَتِ الْمَحِيضَ. تَجْتَنِبُ الْمَرْأَةُ الْبَالِغَةُ، إِذَا هَلَكَ عَنْهَا زَوْجُهَا.

قَالَ مَالِكٌ: تُحِدُّ الْأَمَةُ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا، شَهْرَيْنِ وَخَمْسَ لَيَالٍ، مِثْلُ عِدَّتِهَا.

قَالَ مَالِكٌ: لَيْسَ عَلَى أُمِّ الْوَلَدِ إِحْدَادٌ إِذَا هَلَكَ عَنْهَا سَيِّدُهَا. وَلَا عَلَى أَمَةٍ يَمُوتُ عَنْهَا سَيِّدُهَا، إِحْدَادٌ. وَإِنَّمَا الْإِحْدَادُ عَلَى ذَوَاتِ الْأَزْوَاجِ.

ترجمہ: اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے پہلے خاوند ابوسلمہؓ کے سوگ میں تھی۔ (اور ابوسلمہ حضورؐ کا رضاعی بھائی تھا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہاں گئے اور اس نے اپنی آنکھ پر مصبّر لگا رکھا تھا۔ حضورؐ نے پوچھا، اے اُمّ سلمہ یہ کیا ہے؟ وہ بولی: یا رسول اللہؐ یہ مصبّر ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسے رات کو استعمال کر اور دن کو پونچھ ڈال۔

مالکؒ نے کہا کہ نا بالغ لڑکی بھی اسی طرح سوگ کرے جیسے کہ بالغ کرتی ہے۔ اور وہ بھی ان چیزوں سے پرہیز کرے جن سے بالغ عورت بچتی ہے جب کہ اس کا خاوند فوت ہو جائے۔ (حنفیہ کا اس میں اختلاف ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جب لونڈی کا خاوند مر جائے تو اپنی عدّت دو ماہ پانچ دن میں سوگ کرے۔ (اس پر اجماع ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جب اُمّ الولد کا آقا مر جائے تو اس پر کوئی احداد (سوگ) نہیں۔ نہ اس لونڈی پر سوگ ہے جس کا آقا مر جائے۔ سوگ صرف خاوند والی پر ہے۔

۱۲۴۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ تَقُولُ: تَجْمَعُ الْحَادُّ رَأْسَهَا بِالسِّدْرِ وَالزَّيْتِ.

ترجمہ: مالک کو خبر پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اُمّ سلمہؓ کہتی تھیں۔ سوگ والی عورت اپنے سر کے بال بیری کے پتوں اور روغن زیتون کے ساتھ جمائے (یعنی کنگھی میں ان چیزوں کو استعمال کرے۔)

كِتَابُ الرَّضَاعِ

١- بَابُ رَضَاعَةِ الصَّغِيرِ

چھوٹے بچے کی رضاعت کا باب

۱۲۴۷- حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَخْبَرَتْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا- وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ- قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ، يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هٰذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ- فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أُرَاهُ فُلَانًا" لِعَمِّ لِحَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ- فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَوْكَانَ فُلَانًا حَيًّا، لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ، دَخَلَ عَلَيَّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ- إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ-"

ترجمہ: حضرت عائشہ ام المومنین سلام اللہ علیہا نے عمرہؒ کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے اور حضرت عائشہؓ نے ایک مرد کی آواز سُنی، جو حضرت حفصہؓ کے گھر میں اجازت طلب کر رہا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں نے کہا یارسول اللہ یہ ایک مرد کی آواز ہے جو آپ کے گھر میں اجازت طلب کر رہا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے خیال میں یہ فلاں شخص ہے۔ یعنی حفصہؓ کا ایک رضاعی چچا ہے۔ عائشہؓ نے کہا کہ یارسول اللہ اگر فلاں شخص زندہ ہوتا۔ یعنی عائشہؓ کا رضاعی چچا۔ تو کیا وہ میرے ہاں آسکتا تھا؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! رضاعت بھی ان رشتوں کو حرام کر دیتی ہے، جن کو ولادت (نسب) حرام کرتی ہے۔ (یہ حدیث موطائے امام محمدؒ میں بھی باب الرضاع میں مروی ہے۔ مگر اس کا آخری فقرہ وہاں پر ایک دوسری سند کے ساتھ مروی ہوا ہے۔)

شرح: یعنی جس طرح نسبی چچے، بھائی اور اجداد حرام ہیں، اسی طرح رضاعی بھی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ یہ اجماعی

مسئلہ ہے کہ اس حرمت کا تعلق نکاح اور اس کے توابع کے ساتھ اور نظر، خلوت اور مصاحبت کے ساتھ ہے۔ لیکن اس پر توارث وغیرہ کے باقی احکام مترتب نہیں ہوتے۔

۱۲۴۸۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ: جَاءَ عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ. فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ عَلَيَّ، حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ. فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ. فَقَالَ: "إِنَّهُ عَمُّكِ فَأْذَنِي لَهُ" قَالَتْ: فَقُلْتُ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ. فَقَالَ: إِنَّهُ عَمُّكِ. فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ".

قَالَتْ عَائِشَةُ: وَذَلِكَ بَعْدَ مَا ضُرِبَ عَلَيْنَا الْحِجَابُ.

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ.

ترجمہ: عائشہ ام المومنینؓ نے فرمایا کہ میرا رضاعی چچا آیا اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے اسے اس وقت تک اجازت دینے سے انکار کر دیا، جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہ کرلوں۔ عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپؐ سے اس کے متعلق پوچھا۔ حضورؐ نے فرمایا، وہ تمہارا چچا ہے، اسے اجازت دو۔ عائشہؓ نے کہا کہ میں نے کہا یا رسول اللہؐ دودھ تو مجھ کو عورت نے پلایا تھا نہ کہ مرد نے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وہ تمہارا چچا ہے وہ تمہارے پاس آسکتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا یہ واقعہ ہم پر حجاب کے احکام آچکنے کے بعد کا ہے اور حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رضاعت کے سبب سے وہ سب رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو ولادت۔ نسب ۔ کے باعث حرام ہوتے ہیں۔

۱۲۴۹۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ. عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ أَفْلَحَ، أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ، جَاءَ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا. وَهُوَ عَمُّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ. بَعْدَ أَنْ أُنْزِلَ الْحِجَابُ. قَالَتْ: فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ عَلَيَّ. فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ. فَأَمَرَنِي أَنْ آذَنَ لَهُ عَلَيَّ.

ترجمہ: عائشہ ام المومنینؓ نے عروہؓ کو بتایا کہ ابو القعیس کا بھائی افلح ان کے ہاں اجازت طلب کرنے آیا۔ اور وہ ان کا رضاعی چچا تھا۔ یہ واقعہ حجاب کے احکام کے بعد کا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے اسے اپنے پاس آنے سے روک دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے حضورؐ کو بتایا کہ میں نے یہ کیا ہے۔ پس حضورؐ نے مجھے حکم دیا کہ اسے اپنے پاس آنے کی اجازت دوں۔

۱۲۵۰۔ وَحَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيْلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ مَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ، وَاِنْ كَانَ مَصَّةً وَاحِدَةً، فَهُوَ يُحَرِّمُ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ کہتے تھے کہ جو رضاعت دو سال کے اندر ہو، اگرچہ وہ ایک ہی مَصّہ (چُوسا) ہو، وہ حرمت قائم کر دیتی ہے۔

شرح: صحیح بخاری میں ایک باب کا عنوان ہے مَا يُحَرِّمُ مِنْ قَلِيْلِ الرَّضَاعِ وَكَثِيْرِهٖ۔ بقول ابن حجرؒ اس سے پتہ چلا کہ امام بخاریؒ کا مذہب یہی تھا جو عام احادیث میں وارد ہے۔ مالکؒ، ابو حنیفہؒ، ثوریؒ، لیثؒ، اوزاعیؒ اور مشہور تر روایت میں احمدؒ کا مذہب یہی ہے۔

۱۲۵۱۔ وَحَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ، اَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عَبَّاسٍ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ كَانَتْ لَهُ امْرَاَتَانِ، فَاَرْضَعَتْ اِحْدَاهُمَا غُلَامًا، وَاَرْضَعَتِ الْاُخْرٰى جَارِيَةً۔ فَقِيْلَ لَهُ: هَلْ يَتَزَوَّجُ الْغُلَامُ الْجَارِيَةَ؟ فَقَالَ لَا۔ اللِّقَاحُ وَاحِدٌ۔

ترجمہ: ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کی دو بیویاں تھیں، ایک نے کسی لڑکے کو دُودھ پلایا اور دوسری نے کسی لڑکی کو۔ پس سوال یہ تھا کہ کیا لڑکے کا نکاح اس لڑکی کے ساتھ ہو سکتا ہے؟ ابن عباسؓ نے کہا کہ نہیں۔ کیونکہ دونوں عورتوں کا خاوند ایک ہے۔

شرح: یعنی دُودھ اُترنے کا باعث مرد کا پانی تھا اور وہ دونوں عورتوں میں مشترک تھا۔ لہذا یہ رشتہ حرام ٹھیرا۔

۱۲۵۲۔ وَحَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ لَا رَضَاعَةَ اِلَّا لِمَنْ اُرْضِعَ فِي الصِّغَرِ، وَلَا رَضَاعَةَ لِكَبِيْرٍ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے کہ رضاعت صرف اس کی ہے جسے بچپن میں دُودھ پلایا گیا۔ بڑے آدمی کے لئے کوئی رضاعت نہیں۔ (یعنی قرآن کی رُو سے رضاعت کی مدت بچپن میں ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی کسی عورت کا دودھ پیے تو اس کے ساتھ حرمت وابستہ نہیں ہو جاتی۔)

۱۲۵۳۔ وَحَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ اَخْبَرَهُ: اَنَّ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَرْسَلَتْ بِهٖ وَهُوَ يَرْضَعُ، اِلٰى اُخْتِهَا اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ فَقَالَتْ اَرْضِعِيْهِ عَشْرَ رَضَعَاتٍ حَتّٰى يَدْخُلَ عَلَيَّ۔ قَالَ سَالِمٌ: فَاَرْضَعَتْنِيْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ ثَلَاثَ رَضَعَاتٍ ثُمَّ مَرِضَتْ فَلَمْ تُرْضِعْنِيْ غَيْرَ ثَلَاثِ رَضَعَاتٍ۔ فَلَمْ اَكُنْ اَدْخُلُ عَلٰى عَائِشَةَ

مِنْ اَجْلِ اَنَّ اُمَّ كُلْثُومٍ لَمْ تُتِمَّ لِي عَشْرَ رَضَعَاتٍ ۔

ترجمہ: سالم بن عبداللہؒ نے نافعؒ کو بتایا کہ حضرت عائشہ امّ المومنینؓ نے اس کو (یعنی سالمؒ کو) ان دنوں میں جبکہ وہ دودھ پیتا بچہ تھا، اپنی بہن اُمّ کلثومؓ بنتِ ابی بکرؓ کے پاس بھیجا اور اس سے کہا کہ اس کو (سالمؒ کو) دس مرتبہ دودھ پلا دو تاکہ (رضاعی حرمت کے باعث) یہ بڑا ہو کر میرے ہاں آ جا سکے۔ سالمؒ نے کہا کہ اُمّ کلثوم نے مجھے تین ہی بار دودھ پلایا تھا کہ وہ بیمار پڑ گئیں پس وہ صرف تین ہی بار مجھے دودھ پلا سکیں اور میں اس سبب سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں داخل نہیں ہو سکتا تھا کہ اُمّ کلثومؓ نے مجھے دس بار دودھ پلانے کا عدد پورا نہیں کیا تھا۔ (یہ اثر موطائے امام محمدؒ میں بھی مروی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے باب الرضاع میں مختلف روایات درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ صرف وہی رضاعت حرمت پیدا کرتی ہے جو دو سال کے عرصے میں ہو۔ پس اس عرصے میں جو رضاعت ہو، اگرچہ ایک ہی مَصّہ (چوسا) ہو، وہ حرمت پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ، سعید بن المسیبؒ اور عروہ بن الزبیرؒ نے کہا ہے۔ اور جو رضاعت دو سال کے بعد ہو، وہ کوئی حرمت پیدا نہیں کرتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں، اس کے لئے جو رخصت پوری کرنا چاہے"۔ پس تمام رضاعت دو سال ہیں۔ اس کے بعد اگر رضاعت ہو تو وہ فالتو ہے اور کچھ حرام نہیں کرتی۔ اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دو سال کے بعد از راہ احتیاط چھ ماہ اور بھی لگاتے تھے (آیت قرآنی کے لفظ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا کے باعث) اور کہتے تھے کہ جو رضاعت دو سال میں اور اس کے بعد چھ ماہ تک ہو، جس کا مجموعہ تیس ماہ ہوا۔ وہ حرمت پیدا کرتی ہے اور اس کے بعد کی رضاعت حرمت پیدا نہیں کرتی۔ اور ہمارے نزدیک ایسا نہیں۔ ہم دو سال کے بعد حرمت کے قائل نہیں۔ اور لبن الفحل ہمارے نزدیک حرمت پیدا کرتا ہے۔ (یعنی جس دودھ کا باعث مرد ہو وہ دودھ یا زیادہ عورتوں کی نسبی اور رضاعی اولاد کو ایک دوسرے پر حرام کر دیتا ہے) اور ہمارے نزدیک رضاعی رشتے بھی نسبی رشتوں کی طرح حرام ہیں۔ پس باپ کی طرف سے رضاعی بھائی پر اس کی رضاعی بہن باپ کے باعث حرام ہے۔ گو ان کی مائیں مختلف ہوں۔ اور یہی ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

حدیث زیرِ نظر سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ کے نزدیک حرمت پیدا کرنے والی رضاعت کی کم از کم مقدار دس رضعات (دس بار دودھ پلانا) ہے۔ حضرت حفصہؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ مصنف عبدالرزاق اور ابن ابی خیثمہ کی صحیح روایت کے مطابق حضرت عائشہؓ سے سات رضعات اور ایک روایت کی رو سے پانچ رضعات آئے ہیں۔ جیسا کہ مسلم نے ان کی روایت درج کی ہے کہ قرآن میں پہلے دس رضعات نازل ہوئے تھے اور پھر منسوخ ہو کر پانچ رہ گئے تھے اور یہ پانچ رضعات والی آیت منسوخ التلاوت ہے۔ جبکہ دس والی حکم و تلاوت ہر دو لحاظ سے منسوخ ہے۔ پانچ رضعات امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور اسحاقؒ، احمدؒ ایک اور روایت میں، ابو ثورؒ اور ابن المنذر کا بھی یہی مذہب ہے۔ داؤد ظاہری کا بھی یہی مسلک ہے۔ مگر ابن الحزمؒ ظاہری کا مذہب تین رضعات ہے۔ ان مختلف روایات کی پریشانی سے نکلنا اسی طرح ممکن ہے کہ جمہور کا مذہب قوی مان لیا جائے اور وہ یہ کہ رضاعت سے حرمت پیدا ہوتی ہے وہ قلیل ہو یا کثیر، بہرحال برابر ہے۔

۱۲۵۴۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ أَبِي عُبَيْدٍ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ حَفْصَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَرْسَلَتْ بِعَاصِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ إِلَى أُخْتِهَا، فَاطِمَةَ بِنْتِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، تُرْضِعُهُ عَشْرَ رَضَعَاتٍ لِيَدْخُلَ عَلَيْهَا، وَهُوَ صَغِيرٌ يَرْضَعُ. فَفَعَلَتْ فَكَانَ يَدْخُلُ عَلَيْهَا۔

ترجمہ: صفیہ بنتِ ابی عبید نے بتایا کہ حفصہؓ اُمّ المومنین نے عاصم بن عبداللہ بن سعد کو اپنی بہن فاطمہؓ بنت عمر بن الخطاب کے پاس بھیجا کہ وہ اسے دس بار دودھ پلا دے تاکہ وہ بڑا ہو کر ان کے داخل ہو سکے۔ اور یہ واقعہ تب کا ہے جب وہ دودھ پیتا بچہ تھا۔ پس فاطمہؓ نے یہی کیا لہٰذا عاصم حضرت حفصہؓ کے گھر آتا جاتا تھا (کیونکہ وہ اس کی رضاعی خالہ ہو گئی تھیں۔) یہ اثر موطائے امام محمدؒ میں بھی موجود ہے۔

۱۲۵۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْخُلُ عَلَيْهَا مَنْ أَرْضَعَتْهُ أَخَوَاتُهَا وَبَنَاتُ أَخِيهَا. وَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهَا مَنْ أَرْضَعَهُ نِسَاءُ إِخْوَتِهَا۔

ترجمہ: القاسم بن محمدؒ نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مکرمہ کے ہاں وہ لوگ آتے جاتے تھے، جن کو ان کی بہنوں اور بھتیجیوں نے دودھ پلایا تھا اور وہ لوگ ان کے ہاں نہ آسکتے تھے، جنہیں ان کی بھاوجوں نے دودھ پلایا ہوتا تھا۔

شرح: اوپر گزرا ہے کہ لبن الفحل کا شرعًا اعتبار ہے لہٰذا اس حدیث کی یہ تاویل مناسب ہوگی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھاوجوں نے ان کے بھائیوں کے نکاح میں آنے سے قبل (پہلے خاوندوں کے ہاں) اگر کسی کو دودھ پلایا ہوتا، تو چونکہ اس وقت ان کا کوئی رشتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نہ تھا، لہٰذا ان دودھ پینے والوں کو اپنے ہاں آنے کی اجازت نہ دیتی تھیں۔ ورنہ یہ حدیث ابوالقعیس کے بھائی کے حضورؐ کے حکم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آنے کی مخالف ہے۔ اور یہ ایک ثابت شدہ حکم ہے۔

۱۲۵۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنِ الرَّضَاعَةِ؟ فَقَالَ سَعِيدٌ: كُلُّ مَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ، وَإِنْ كَانَتْ قَطْرَةً وَاحِدَةً وَهُوَ يُحَرِّمُ. وَمَا كَانَ بَعْدَ الْحَوْلَيْنِ، فَإِنَّمَا هُوَ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ۔

قَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُقْبَةَ: ثُمَّ سَأَلْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ؟ فَقَالَ: مِثْلَ مَا قَالَ سَعِيدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ.

ترجمہ: ابراہیم بن عقبہ نے سعید بن المسیبؒ سے رضاعت کا مسئلہ پوچھا تو سعیدؒ نے کہا کہ دو سال کی عمر تک اگر ایک قطرہ بھی پیا ہو تو اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور دو سال کے بعد اگر رضاعت ہو تو وہ ایک طعام ہے، جسے کوئی کھاتا ہے۔ (یعنی اس کے ساتھ حرمت متعلق نہیں ہوتی۔) ابراہیم بن عقبہ نے کہا کہ پھر میں عروہ بن الزبیرؒ سے پوچھا تو اس نے وہی بات کہی جو سعید بن المسیب نے کہی تھی۔ (یہ اثر موطائے امام محمدؒ کے باب الرضاع میں مروی ہے۔)

شرح: حنفیہ اور جمہور کا مسلک اس مسئلہ میں یہی ہے جو اس اثر میں وارد ہے۔

۱۲۵۷۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ: لَا رَضَاعَةَ إِلَّا مَا كَانَ فِي الْمَهْدِ. وَإِلَّا مَا أَنْبَتَ اللَّحْمَ وَالدَّمَ.

وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: الرَّضَاعَةُ، قَلِيْلُهَا وَ كَثِيْرُهَا تُحَرِّمُ. وَالرَّضَاعَةُ مِنْ قِبَلِ الرِّجَالِ تُحَرِّمُ.

قَالَ يَحْيَى: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُوْلُ: الرَّضَاعَةُ، قَلِيْلُهَا وَكَثِيْرُهَا إِذَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ تُحَرِّمُ. فَأَمَّا مَا كَانَ بَعْدَ الْحَوْلَيْنِ، فَإِنَّ قَلِيْلَهُ وَكَثِيْرَهُ لَا يُحَرِّمُ شَيْئًا. وَإِنَّمَا هُوَ بِمَنْزِلَةِ الطَّعَامِ.

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ کہتے تھے کہ رضاعت صرف وہ ہے جو پنگھوڑے میں ہو (یعنی دو سال کی عمر تک) اور گوشت اور خون پیدا کرے۔

شرح: یہ اثر موطائے امام محمدؒ میں بھی مروی ہے۔ جزوِ بدن عورت کا صرف وہ دودھ بنتا ہے جو رضاعت کی عمر کے اندر ہو۔ ترمذی میں ایک حدیث ہے کہ صرف وہ رضاعت حرمت پیدا کرتی ہے جو پیٹ میں جا کر جسم کا حصہ بنے اور دودھ چھوڑانے سے پہلے ہو۔ (یعنی دو سال کی عمر تک ہو۔) ابوداؤد نے ابن مسعودؓ کا اثر روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: رضاعت فقط وہ ہے جو ہڈی کو مضبوط کرے۔ اور گوشت کو پیدا کرے۔

ایضاً ترجمہ: ابن شہابؒ کہتے تھے کہ رضاعت کم ہو یا زیادہ، وہ حرمت پیدا کرتی ہے۔ اور رضاعت مردوں کی جانب سے بھی حرمت پیدا کرتی ہے۔ (یہ وہی مسئلہ ہے جو لبن الفحل کے نام سے اوپر گزر رہا ہے۔)

مالکؒ کہتے تھے کہ رضاعت قلیل ہو یا کثیر، جب دو سال کے اندر ہو تو حرمت پیدا کرتی ہے اور جو دو سال کے بعد ہو وہ قلیل ہو یا کثیر، کوئی حرمت پیدا نہیں کرتی اور وہ محض طعام کی مانند ہے۔

۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّضَاعَةِ بَعْدَ الْكِبَرِ

بڑی عمر والے کی رضاعت کا باب

بڑی عمر سے مراد یہاں پر دو سال کے بعد کی عمر ہے کیونکہ وہ رضاعت کی عمر نہیں ہوتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا قول یہ تھا کہ بڑے کی رضاعت بھی حرمت پیدا کرتی ہے۔ یہی مذہب عطاء، لیث اور داؤد ظاہری سے منقول ہے۔ لیکن ابن حزم ظاہری نے کہا ہے کہ امام داؤد ظاہری اس مسئلہ میں جمہور کے ساتھ ہیں۔ ابن جریر طبری نے تہذیب الآثار میں کہا ہے کہ حضرت حفصہ کا قول بھی اس مسئلہ میں حضرت عائشہ کی مانند تھا۔ لیکن دیگر سب ازواج مطہرات نے اس مسئلہ میں ان دونوں محترمات کی بات کا انکار کیا ہے۔

۱۲۵۸۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَضَاعَةِ الْكَبِيرِ؟ فَقَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ أَبَا حُذَيْفَةَ بْنَ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ۔ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا۔ وَكَانَ تَبَنَّى سَالِمًا الَّذِي يُقَالُ لَهُ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ كَمَا تَبَنَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ۔ وَأَنْكَحَ أَبُو حُذَيْفَةَ سَالِمًا۔ وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ ابْنُهُ۔ أَنْكَحَهُ بِنْتَ أَخِيهِ فَاطِمَةَ بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ۔ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ۔ وَهِيَ مِنْ أَفْضَلِ أَيَامَى قُرَيْشٍ۔ فَلَمَّا أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ، فِي زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ، مَا أَنْزَلَ۔ فَقَالَ ـ ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ـ رُدَّ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ أُولَئِكَ إِلَى أَبِيهِ۔ فَإِنْ لَمْ يُعْلَمْ أَبُوهُ رُدَّ إِلَى مَوْلَاهُ۔ فَجَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلٍ، وَهِيَ امْرَأَةُ أَبِي حُذَيْفَةَ۔ وَهِيَ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ۔ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، كُنَّا نَرَى سَالِمًا وَلَدًا، وَكَانَ يَدْخُلُ عَلَيَّ۔ وَأَنَا فُضُلٌ۔ وَلَيْسَ لَنَا بَيْتٌ وَاحِدٌ۔ فَمَاذَا تَرَى فِي شَأْنِهِ؟ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَرْضِعِيهِ خَمْسَ رَضَعَاتٍ فَيَحْرُمُ بِلَبَنِهَا"۔ وَكَانَتْ تَرَاهُ ابْنًا مِنَ الرَّضَاعَةِ۔ فَأَخَذَتْ بِذَلِكَ عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ فِيمَنْ كَانَتْ تُحِبُّ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهَا مِنَ الرِّجَالِ۔ فَكَانَتْ تَأْمُرُ أُخْتَهَا أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ

أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ. وَبَنَاتِ أَخِيهَا. أَنْ يُرْضِعْنَ مَنْ أَحَبَّتْ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهَا مِنَ الرِّجَالِ وَأَبَى سَائِرُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهِنَّ بِتِلْكَ الرَّضَاعَةِ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ. وَقُلْنَ: لَا. وَاللهِ، مَا نَرَى الَّذِي أَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْلَةَ بِنْتَ سُهَيْلٍ، إِلَّا رُخْصَةً مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَضَاعَةِ سَالِمٍ وَحْدَهُ. لَا. وَاللهِ، لَا يَدْخُلُ عَلَيْنَا بِهٰذِهِ الرَّضَاعَةِ أَحَدٌ.

فَعَلَى هٰذَا كَانَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَضَاعَةِ الْكَبِيرِ.

ترجمہ: ابن شہابؒ سے بڑی عمر والے کی رضاعت کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ مجھ کو عروہ بن زبیرؓ نے خبر دی کہ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھا اور جنگ بدر میں شامل ہو چکا تھا۔ اور اس نے سالمؓ کو متبنیٰ بنایا تھا جسے سالم مولائے ابی حذیفہ کہا جاتا تھا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو متبنیٰ کیا تھا۔ ابو حذیفہؓ نے سالمؓ کو اپنا بیٹا جان کر اپنی بھتیجی فاطمہ بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ کا نکاح اس سے کر دیا تھا اور وہ اس وقت پہلی مہاجر عورتوں میں سے تھی اور ان دنوں قریش کی افضل بے خاوند عورتوں میں سے تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں زید بن حارثہؓ کے بارے میں سورہ احزاب کی آیات نازل فرمائیں اور فرمایا "انہیں ان کے اصل باپوں کے نام سے پکارو۔ یہی بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف کی ہے اور اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے چچا زاد بھائی ہیں۔" تو ہر متبنیٰ کو اس کے والد کی طرف منسوب کیا گیا۔ اور اگر اس کا باپ معلوم نہ تھا تو اس کے قریبی رشتہ دار کی طرف منسوب کیا گیا۔ پس سہلہ بنت سہیلؓ جو ابو حذیفہؓ کی بیوی تھی اور بنی عامر بن لوئی میں سے تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ ہم لوگ سالمؓ کو بیٹا جانتے تھے اور وہ میرے پاس آتا جاتا تھا، جب کہ میں عام کپڑوں میں ہوتی تھی اور ہمارا گھر بھی ایک ہی تھا۔ آپؐ اب اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ پس ہمیں پتہ چلا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اسے پانچ بار دودھ پلا دو۔ پس وہ اس کے دودھ کے باعث حرام کیا گیا اور وہ اسے رضاعی بیٹا سمجھتی تھی۔ پس حضرت عائشہ اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی کو اختیار کیا۔ جسے وہ چاہتیں کہ ان کے ہاں داخل ہو سکے تو اپنی بہن اُم کلثوم بنت ابی بکرؓ الصدیق کو اور اپنی بھتیجیوں کو حکم دیتیں کہ اسے دودھ پلا دیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج مطہراتؓ نے اس سے انکار کیا کہ اس قسم کی رضاعت کی وجہ سے ان کے پاس آ جا سکے۔ اور انہوں نے کہا کہ نہیں واللہ ہم سہلہ بنت سہیلؓ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اُسے صرف ایک رخصت جانتی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تھی اور وہ صرف سالم کی رضاعت کے متعلق تھی۔ واللہ ایسی رضاعت کے ساتھ کوئی انسان کبھی ہمارے ہاں داخل نہیں ہو سکتا۔ پس بڑی عمر والے کی رضاعت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا یہ مذہب تھا

شرح یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اس حدیث کے صریح الفاظ کے مطابق حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا کا مسلک فقط

یہ تھا کہ یہ رضاعت فقط رفعِ حجاب کے لئے ہے۔ اس کا تعلق رفعِ حرمت کے ساتھ ہرگز نہ تھا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے فقط حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُم المؤمنین کا نام اور لیا گیا ہے کہ ان کا بھی یہی مسلک تھا۔ قاضی ابو الولید الباجی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ رضاعۃ الکبیر سے حُرمت کے مسائل پیدا نہیں ہوتے بعض احادیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صغیر کی رضاعت میں صرف اس کو مؤثر مانتی تھیں جو مرد کے بانت ہو۔ یعنی جس کا تعلق لبن الفحل کے مسئلہ کے ساتھ۔ یہاں یہ بھی ایک بڑی مشکل ہے کہ حضورؐ نے سہلہ بنت سہیل کو حکم دیا کہ سالم رضی اللہ عنہ کو دُودھ پلا دو۔ حالانکہ شرعًا وہ اجنبی تھا اور جوان باریش و بروت تھا۔ اور احادیث میں خود سہلہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے یہ الجھن حضورؐ کے سامنے بیان ہوئی ہے۔ سو اس کا کیا مداوا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے نزدیک اگر عورت کا دُودھ دوھ کر کسی صغیر کو پلا دیا جائے تو اس سے بھی حُرمتِ رضاعت قائم ہو جاتی ہے۔ اور یہاں کبیر کو جو پلایا گیا تو جیسا کہ خود حدیث میں تصریح ہے کہ یہ ایک خصوصی رخصت تھی جو حضورؐ نے سہلہ کو سالم رضی اللہ عنہ کی خاطر دی تھی۔ داود ظاہری اور ان کے اصحاب کے نزدیک دوہے ہوئے دودھ کے پینے پلانے سے کوئی حرمت کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔

۱۲۵۹۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ وَأَنَا مَعَهُ عِنْدَ دَارِ الْقَضَاءِ. يَسْأَلُهُ عَنْ رَضَاعَةِ الْكَبِيرِ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. فَقَالَ: إِنِّي كَانَتْ لِي وَلِيدَةٌ. وَكُنْتُ أَطَؤُهَا. فَعَمَدَتِ امْرَأَتِي إِلَيْهَا فَأَرْضَعَتْهَا. فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا. فَقَالَتْ: دُونَكَ. فَقَدْ، وَاللهِ، أَرْضَعْتُهَا. فَقَالَ عُمَرُ: أَوْجِعْهَا. وَأْتِ جَارِيَتَكَ فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ رَضَاعَةُ الصَّغِيرِ.

ترجمہ: عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ نے کہا کہ ایک مرد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور میں ان کے ساتھ دار القضا کے پاس تھا، وہ یہ پوچھ رہا تھا کہ رضاعتِ کبیر کا حکم کیا ہے؟ پس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک آدمی حضرت عمر بن الخطاب کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری ایک لونڈی تھی، جس سے میں جماع کرتا تھا۔ پس میری عورت نے اسے اپنا دودھ پلا دیا۔ پھر میں اس کے پاس گیا تو وہ بولی، سُن لو کہ واللہ میں نے اسے دودھ پلا دیا ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اسے سزا دو، اور اپنی لونڈی سے مباشرت کرو۔ کیونکہ رضاعت تو وہی ہوتی ہے جو بچپن میں ہو۔ (لہٰذا تیری لونڈی تجھ پر حرام نہیں ہوتی کیونکہ وہ رضاعت کی عمر میں نہیں ہے۔ یہ اثر مؤطا امام محمد رحمہ اللہ میں بھی مروی ہے۔)

۱۲۶۰۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ فَقَالَ: إِنِّي مَصِصْتُ عَنِ امْرَأَتِي مِنْ ثَدْيِهَا لَبَنًا، فَذَهَبَ فِي بَطْنِي. فَقَالَ أَبُو مُوسَى: لَا أُرَاهَا إِلَّا قَدْ حَرُمَتْ عَلَيْكَ. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ: انْظُرْ مَاذَا تُفْتِي بِهِ الرَّجُلَ. فَقَالَ أَبُو مُوسَى مَا

وَاَنْتَ تَقُوْلُ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ لَا رَضَاعَةَ اِلَّا مَا كَانَ فِي الْحَوْلَيْنِ۔

فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى: لَا تَسْاَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ، مَا كَانَ هٰذَا الْحَبْرُ بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ۔

ترجمہ: ایک شخص نے ابوموسیٰ اشعریؓ سے پوچھا کہ میں نے اپنی بیوی کے پستان سے دودھ چوسا اور وہ میرے پیٹ میں چلا گیا۔ (اس کا کیا حکم ہے؟) ابوموسیٰؓ نے کہا کہ میرے خیال میں تو وہ تجھ پر حرام ہو گئی ہے۔ اس پر عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا، دیکھو تم اس شخص کو کیا فتویٰ دیتے ہو؟ ابوموسیٰؓ نے کہا کہ پھر اس مسئلہ میں آپ کا قول کیا ہے؟ پس عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ رضاعت تو وہی ہے جو دو سال کی عمر میں ہو۔ ابوموسیٰؓ بولے۔ جب تک یہ عالم (حبر) تمہارے اندر موجود ہے، مجھ سے کوئی چیز مت پوچھو۔ (اس سے عبداللہؓ کی فقاہت اور ابوموسیٰؓ کی حق بینی و حق پرستی ظاہر ہوتی ہے۔)

۳۔ بَابُ جَامِعِ مَا جَاءَ فِي الرَّضَاعَةِ

رضاعت کے متفرق مسائل کا باب

۱۲۶۱۔ وَحَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ"۔

ترجمہ: حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو ولادت (نسب) سے ہوتے ہیں۔ (اوپر کے باب کی ابتدا میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔)

۱۲۶۲۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ، اَنَّهٗ قَالَ: اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ الْاَسَدِيَّةِ، اَنَّهَا اَخْبَرَتْهَا، اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَنْهٰى عَنِ الْغِيْلَةِ۔ حَتّٰى ذَكَرْتُ اَنَّ الرُّوْمَ وَفَارِسَ يَصْنَعُوْنَ ذٰلِكَ۔ فَلَا يَضُرُّ اَوْلَادَهُمْ"۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْغِيْلَةُ اَنْ يَمَسَّ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ تُرْضِعُ۔

ترجمہ: عائشہ اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جدامہ بنت وہب اسدیہؓ نے بتایا کہ اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ غیلہ سے منع کر دوں۔ حتیٰ کہ مجھے یاد آیا کہ روم اور فارس والے یہ کرتے ہیں اور وہ ان کی اولاد کو کچھ نقصان نہیں دیتا۔

مالکؒ نے کہا کہ غیلہ یہ ہے کہ اپنی بیوی سے آدمی ان دنوں میں مباشرت کرے جب کہ وہ بچے کو دودھ پلا رہی ہو۔

شرح : طبی نقطۂ نگاہ سے رضاعت کی مدت میں جماع کرنے سے دودھ پینے بچے کو ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے مگر یہ لازم نہیں۔ اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہوگا۔ پس حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ روم وفارس والوں کی اولاد کثرت سے ہے، صحت مند ہے اور وہ طب وحکمت والے لوگ ہیں۔ لہذا اگر ضرر اتنا زیادہ ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔

۱۲۶۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ ـ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ۔ ثُمَّ نُسِخْنَ بِـ ـ خَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ. فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَهُوَ فِيمَا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ۔

قَالَ يَحْيَى، قَالَ مَالِكٌ: وَلَيْسَ، عَلَى هٰذَا، الْعَمَلُ۔

ترجمہ : نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ قرآن میں جو احکام اترے ان میں یہ بھی تھا کہ دس معلوم رضعات (دودھ پینے کے عدد) حرمت پیدا کرتے ہیں پھر وہ منسوخ ہوتے پانچ رضعات معلومات کے ساتھ۔ اور پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف واقع ہوئی تو یہ آیت بھی قرآن میں پڑھی جاتی تھی۔ (امام محمدؒ نے اپنے مؤطا میں اس کی روایت کی ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ اس حدیث پر عمل نہیں ہے۔

شرح : حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے الکوکب الدری میں فرمایا کہ اس کے بعد یہ بھی منسوخ ہوگیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول مطلق ہے وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ۔ اور یہ دوسرا نسخ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہیں پہنچا۔ جیساکہ اس حدیث زیر نظر سے ظاہر ہے۔ اور نسخ کی دلیل مشہور ومتواتر قراءتیں ہیں۔ کیونکہ اگر معاملہ اس طرح ہوتا جس طرح کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا تو پھر قرأت اس طرح ہوتی۔ یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیت نئی نئی منسوخ ہوئی تھی۔ لہٰذا سب کو اس کے نسخ کا علم نہ تھا۔ اور کچھ لوگ ابھی اسے پہلی قرات کے مطابق ہی پڑھتے تھے۔

كِتَابُ الْعِتْقِ وَالْوَلَاءِ

١- بَابُ مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ

غلام میں اپنا حصہ فروخت کرنے کا باب

غلام کے سب مالک اگر بیک وقت اپنا اپنا حصہ فروخت کر دیں تو وہ بالاجماع آزاد ہو جائے گا۔ اختلاف کی صورت یہ ہے کہ بعض لوگ اپنا حصہ فروخت کریں اور بعض نہ کریں۔ اس میں بہت اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ، احمدؒ، ابو یوسفؒ اور محمد بن الحسن کا مذہب یہ ہے کہ ایک فریق نے اگر اپنا حصہ آزاد کیا تو پورا غلام آزاد ہو جائے گا۔ اور اس کی قیمت لگوا کر دوسرے شرکاء کو آزاد کنندہ سے ان کی حصے کی قیمت دلوائیں گے۔ بشرطیکہ وہ مالدار ہو۔ امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ آزاد کرنے والے کا حصہ آزاد ہو جائے گا۔ اور اس کا شریک یا تو اپنا حصہ آزاد کرے یا غلام سے محنت کرا کے اپنے حصے وصول کرے۔

١٢٦٤- حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ، فَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ، قُوِّمَ عَلَيْهِ قِيمَةَ الْعَدْلِ. فَأَعْطَى شُرَكَاءَهُ حِصَصَهُمْ. وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ. وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ".

قَالَ مَالِكٌ: وَالْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا فِي الْعَبْدِ يُعْتِقُ سَيِّدُهُ مِنْهُ شِقْصًا. ثُلُثَهُ أَوْ رُبُعَهُ أَوْ نِصْفَهُ. أَوْ سَهْمًا مِنَ الْأَسْهُمِ بَعْدَ مَوْتِهِ. أَنَّهُ لَا يُعْتَقُ مِنْهُ إِلَّا مَا أَعْتَقَ سَيِّدُهُ وَسَمَّى مِنْ ذٰلِكَ الشِّقْصِ. وَذٰلِكَ أَنَّ عَتَاقَةَ ذٰلِكَ الشِّقْصِ، إِنَّمَا وَجَبَتْ وَكَانَتْ بَعْدَ وَفَاةِ الْمَيِّتِ. وَأَنَّ سَيِّدَهُ كَانَ مُخَيَّرًا فِي ذٰلِكَ مَا عَاشَ. فَلَمَّا وَقَعَ الْعِتْقُ لِلْعَبْدِ عَلَى سَيِّدِهِ الْمُوصِي، لَمْ يَكُنْ لِلْمُوصِي إِلَّا مَا أَخَذَ مِنْ مَالِهِ. وَلَمْ يَعْتِقْ مَا بَقِيَ مِنَ الْعَبْدِ. لِأَنَّ مَالَهُ قَدْ صَارَ لِغَيْرِهِ. فَكَيْفَ يَعْتِقُ مَا بَقِيَ مِنَ الْعَبْدِ عَلَى قَوْمٍ آخَرِينَ. لَيْسُوا هُمُ ابْتَدَؤُوا الْعَتَاقَةَ

وَلَا اَثْبَتُوْهَا وَلَا لَهُمُ الْوَلَاءُ وَلَا يَثْبُتُ لَهُمْ وَاِنَّمَا صَنَعَ ذٰلِكَ الْمَيِّتُ هُوَ الَّذِيْ اَعْتَقَ وَاُثْبِتَ لَهُ الْوَلَاءُ فَلَا يُحْمَلُ ذٰلِكَ فِيْ مَالِ غَيْرِهٖ اِلَّا اَنْ يُّوْصِيَ بِاَنْ يُّعْتَقَ مَا بَقِيَ مِنْهُ فِيْ مَالِهٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَازِمٌ لِشُرَكَائِهٖ وَوَرَثَتِهٖ وَلَيْسَ لِشُرَكَائِهٖ اَنْ يَّاْبَوْا ذٰلِكَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِيْ ثُلُثِ مَالِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهٗ لَيْسَ عَلٰى وَرَثَتِهٖ فِيْ ذٰلِكَ ضَرَرٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَوْ اَعْتَقَ رَجُلٌ ثُلُثَ عَبْدِهٖ وَهُوَ مَرِيْضٌ فَبَتَّ عِتْقَهٗ عَتَقَ عَلَيْهِ كُلُّهٗ فِيْ ثُلُثِهٖ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ لَيْسَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يُعْتِقُ ثُلُثَ عَبْدِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ لِاَنَّ الَّذِيْ يُعْتِقُ ثُلُثَ عَبْدِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ، وَلَوْ عَاشَ رَجَعَ فِيْهِ وَلَمْ يَنْفُذْ عِتْقُهٗ وَاَنَّ الْعَبْدَ الَّذِيْ يَبِتُّ سَيِّدُهٗ عِتْقَ ثُلُثِهٖ فِيْ مَرَضِهٖ، يُعْتَقُ عَلَيْهِ كُلُّهٗ اِنْ عَاشَ وَاِنْ مَاتَ اُعْتِقَ عَلَيْهِ فِيْ ثُلُثِهٖ۔ وَذٰلِكَ اَنَّ اَمْرَ الْمَيِّتِ جَائِزٌ فِيْ ثُلُثِهٖ كَمَا اَنَّ اَمْرَ الصَّحِيْحِ جَائِزٌ فِيْ مَالِهٖ كُلِّهٖ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے کسی غلام میں اپنا حصہ فروخت کیا اور اس کے پاس اتنا مال تھا جو غلام کی قیمت کو پہنچے تو غلام کی عادلانہ قیمت لگائی جائے گی۔ اور اس کے مال سے شریکوں کو ان کے حصے دلوائے جائیں گے۔ اور اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا۔ ورنہ (اگر آزاد کنندہ مالدار نہ ہو) اس میں سے جتنا آزاد ہو گیا سو ہو گیا۔

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اس پر اجماع ہے کہ جس غلام کا آقا اس کے $\frac{1}{3}$ یا $\frac{1}{4}$ یا $\frac{1}{2}$ یا کسی اور حصے کو اپنی موت کے بعد آزاد ٹھہرائے تو صرف اسی قدر آزاد ہو گا۔ جتنا کہ اس کے آقا نے نام لے کر حصہ بتا کر آزاد کیا ہے اور اس لئے کہ اس قدر حصے کی آزادی آقا کی موت کے بعد ہو گی۔ اور جب تک آقا زندہ ہے اسے اس میں اختیار ہے کہ اس وصیت کو قائم رکھے یا نہ رکھے۔ پھر جب آقا کی موت پر غلام کی آزادی وصیت کے مطابق ہوئی اور اس کے مال میں سے صرف وہی حصہ آزاد ہوا جو اس نے کیا تھا اور باقی غلام آزاد نہیں ہوا۔ کیونکہ وصیت کرنے کا مال اب اس کا اپنا نہ تھا۔ بلکہ اوروں کا ہو گیا۔ پس جن لوگوں نے پہلے غلام میں سے اپنا حصہ آزاد نہ کیا تھا، اب ان کا حصہ کیسے آزاد ہو سکتا ہے۔ آزاد کرنے والے وہ نہ تھے بلکہ میت تھا۔ اور ولاء اس کی ہے۔ کسی اور کے مال پر وہ لازم نہیں لیکن اگر میت مذکور یہ وصیت کر جائے کہ غلام کا باقی حصہ بھی اس کے مال میں سے (یعنی ثلث میں سے) آزاد ہے تو یہ اس کے شرکاء اور وارثوں کے لئے لازم ہے۔ اور شریک اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ اور یہ آزادی لازم کر دے نہ کہ مشروط۔ تو وہ پورا غلام اس کے مال کے ثلث میں سے آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ اس شخص کی مانند نہیں جس نے اپنی موت کے وقت اپنے غلام کے $\frac{1}{3}$ کو آزاد کیا تھا کیونکہ ایسا کرنے والا اگر زندہ رہے تو رجوع کر سکتا ہے اور اس کا عتق ابھی نافذ نہیں ہوا (کیونکہ مشروط ہے) اور جب غلام کو

اس کا مالک اپنی بیماری میں غیر مشروط طور پر آزاد کر دے، اگر وہ زندہ بھی رہے تو سارا غلام اس پر آزاد ہے۔ اور اگر وہ مر جائے تو لپٹے مال میں آزاد ہے۔ کیونکہ میّت کا حکم ثلث میں بھی جاری ہوگا۔ جیسا کہ تندرست کا حکم اس کے سارے مال میں جاری ہوتا ہے۔

۲۔ بَابُ الشَّرْطِ فِي الْعِتْقِ

عتق میں شرط کا باب

۱۲۶۵۔ قَالَ مَالِكٌ: مَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا لَهُ فَبَتَّ عِتْقَهُ، حَتَّى تَجُوزَ شَهَادَتُهُ وَتَتِمَّ حُرْمَتُهُ وَيَثْبُتَ مِيرَاثُهُ، فَلَيْسَ لِسَيِّدِهِ أَنْ يَشْتَرِطَ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا يَشْتَرِطُ عَلَى عَبْدِهِ مِنْ مَالٍ أَوْ خِدْمَةٍ. وَلَا يَحْمِلَ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنَ الرِّقِّ. لِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ قُوِّمَ عَلَيْهِ قِيمَةَ الْعَدْلِ. فَأَعْطَى شُرَكَاءَهُ حِصَصَهُمْ. وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ."

قَالَ مَالِكٌ: فَهُوَ، إِذَا كَانَ لَهُ الْعَبْدُ خَالِصًا. أَحَقُّ بِاسْتِكْمَالِ عَتَاقَتِهِ. وَلَا يَخْلِطُهَا بِشَيْءٍ مِنَ الرِّقِّ.

ترجمہ: مالک نے کہا کہ جس نے اپنا غلام غیر مشروط طور پر آزاد کیا ہو، حتیٰ کہ اس کی شہادت جائز ہو جائے (آزاد ہونے کے باعث) اور اس کی میراث ثابت ہو جائے اور اس کی حرمت پوری ہو جائے (کہ اب وہ بک نہیں سکتا) تو اب اس کے آقا کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس پر ایسے طریقے سے شرط لگائے جیسی کہ اپنے غلام پر لگا سکتا ہے اور وہ اس پر غلامی کی کوئی چیز بھی لاد نہیں سکتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی غلام میں اپنا حصہ آزاد کیا تو اس کی عادلانہ قیمت لگائی جائے گی اور آزاد کنندہ کے مال سے دوسرے شریکوں کو ان کے حصے دیئے جائیں گے۔ اور غلام اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا۔
مالک نے کہا کہ جب غلام اس شخص کا ہی ہو (کسی اور کا اس میں حصہ نہ ہو) تو اس کی آزادی کو پورا کرنے کا یہی زیادہ حقدار ہے۔ اور وہ اسے غلامی کی کسی چیز کے ساتھ خلط ملط نہیں کر سکتا۔

۳۔ بَابُ مَنْ أَعْتَقَ رَقِيقًا لَا يَمْلِكُ مَالًا غَيْرَهُمْ

جو شخص غلاموں کو آزاد کرے اور ان کے سوا کوئی اور مال نہ رکھے

۱۲۶۶۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، وَعَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ. أَنَّ رَجُلًا فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ اَعْتَقَ عَبِيدًا لَهُ، سِتَّةً عِنْدَ مَوْتِهِ. فَأَسْهَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ. فَأَعْتَقَ ثُلُثَ تِلْكَ الْعَبِيدِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَبَلَغَنِي أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِذٰلِكَ الرَّجُلِ مَالٌ غَيْرُهُمْ۔

ترجمہ: الحسن بن ابی الحسنؒ بصری اور محمد بن سیرینؒ سے روایت ہے (مرسلاً جسے نسائی نے موصول کیا ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کے وقت اپنے چھ غلام آزاد کر دیئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں قرعہ اندازی فرمائی پس ان کے تیسرے حصے (یعنی دو) کو آزاد کر دیا۔ (وہ شخص ایسا کرنے کا مجاز نہ تھا) وصیت ⅓ میں ہو سکتی تھی۔ اس لئے اس کی وصیت کی غلطی کو درست فرما دیا گیا۔ اور فیصلے کی کوئی اور صورت اس کے سوا نہ تھی۔ لہٰذا قرعہ اندازی کی گئی۔ یہ غلام سب زنگی تھے اور قیمت میں برابر تھے۔

مالکؒ نے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ اس آدمی کا ان کے علاوہ کوئی اور مال نہ تھا۔

۱۲۶۷۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ رَجُلًا فِي إِمَارَةِ أَبَانَ ابْنِ عُثْمَانَ أَعْتَقَ رَقِيقًا لَهُ، كُلُّهُمْ جَمِيعًا. وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ. فَأَمَرَ أَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ بِتِلْكَ الرَّقِيقِ فَقُسِمَتْ أَثْلَاثًا. ثُمَّ أَسْهَمَ عَلَى أَيِّهِمْ يَخْرُجُ سَهْمُ الْمَيِّتِ فَيَعْتِقُونَ. فَوَقَعَ السَّهْمُ عَلَى أَحَدِ الْأَثْلَاثِ. فَعَتَقَ الثُّلُثُ الَّذِي وَقَعَ عَلَيْهِ السَّهْمُ۔

ترجمہ: ربیعۃ الرائیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابان بن عثمانؓ کی امارت میں اپنے سب غلام آزاد کر دیئے اور ان کے سوا اس کا کوئی مال نہ تھا۔ پس ابان بن عثمانؓ نے حکم دیا کہ ان غلاموں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ پھر قرعہ اندازی کی۔ اور قرعہ تین حصوں میں سے ایک حصے کے نام پر نکل آیا تو اسے انہوں نے آزاد کر دیا اور وہ شخص مر چکا تھا۔

۴۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي مَالِ الْعَبْدِ إِذَا عَتَقَ

آزاد شدہ غلام کے مال کا باب

جب کوئی شخص غلام کو آزاد کرے تو غلامی کی حالت میں غلام کا جو مال تھا وہ آقا کا ہے۔ یہی ابن مسعودؓ۔ ابو ایوبؓ، انس بن مالکؓ سے مروی ہوا ہے اور یہی قول قتادہؒ، الحکمؒ، ثوریؒ، شافعیؒ، ابو حنیفہؒ و اصحاب ابو حنیفہؒ کا ہے۔ امام مالکؒ اور دیگر کچھ علماء کے نزدیک غلام کا مال اس کے ساتھ گیا۔ آقا کا اس پر حق نہیں رہا۔

۱۲۶۸۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: مَضَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا عَتَقَ تَبِعَهُ مَالُهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَمِمَّا يُبَيِّنُ ذٰلِكَ أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَعْتَقَ تَبِعَهُ مَالُهُ، أَنَّ الْمُكَاتَبَ إِذَا كُوتِبَ تَبِعَهُ مَالُهُ. وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطْهُ. وَذٰلِكَ أَنَّ عَقْدَ الْكِتَابَةِ هُوَ عَقْدُ الْوَلَاءِ. إِذَا تَمَّ ذٰلِكَ. وَلَيْسَ مَالُ الْعَبْدِ وَالْمُكَاتَبِ بِمَنْزِلَةِ مَا كَانَ لَهُمَا مِنْ وَلَدٍ. إِنَّمَا أَوْلَادُهُمَا بِمَنْزِلَةِ رِقَابِهِمَا لَيْسُوا بِمَنْزِلَةِ أَمْوَالِهِمَا. لِأَنَّ السُّنَّةَ الَّتِي لَا اخْتِلَافَ فِيهَا، أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَعْتَقَ تَبِعَهُ مَالُهُ، وَلَمْ يَتْبَعْهُ وَلَدُهُ. وَأَنَّ الْمُكَاتَبَ إِذَا كُوتِبَ، تَبِعَهُ مَالُهُ وَلَمْ يَتْبَعْهُ وَلَدُهُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَمِمَّا يُبَيِّنُ ذٰلِكَ أَيْضًا، أَنَّ الْعَبْدَ وَالْمُكَاتَبَ إِذَا أَفْلَسَا أُخِذَتْ أَمْوَالُهُمَا وَأُمَّهَاتُ أَوْلَادِهِمَا وَلَمْ تُؤْخَذْ أَوْلَادُهُمَا. لِأَنَّهُمْ لَيْسُوا بِأَمْوَالٍ لَهُمَا.

قَالَ مَالِكٌ: وَمِمَّا يُبَيِّنُ ذٰلِكَ أَيْضًا، أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا بِيعَ وَاشْتَرَطَ الَّذِي ابْتَاعَهُ، مَالَهُ لَمْ يَدْخُلْ وَلَدُهُ فِي مَالِهِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَمِمَّا يُبَيِّنُ ذٰلِكَ أَيْضًا، أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا جَرَحَ. أُخِذَ هُوَ وَمَالُهُ. وَلَمْ يُؤْخَذْ وَلَدُهُ.

ترجمہ: مالکؒ نے ابن شہابؒ کو کہتے سُنا کہ جب غلام آزاد ہو تو اس کا مال بھی اس کے پیچھے جائے گا۔ یہی طریقہ چلا آتا ہے۔
مالکؒ نے کہا کہ آزاد ہونے والے غلام کے مال کے اسی کے ساتھ جانے کو یہ بات واضح کرتی ہے کہ مکاتب کو مکاتب بنایا جائے تو اس کا مال اس کے ساتھ جاتا ہے۔ چاہے وہ یہ شرط نہ کرے۔ اور یہ قیاس اس لئے صحیح ہے کہ عقدِ کتابت بعینہٖ عقدِ ولاء ہے۔ جبکہ وہ پوری طرح آزاد ہو جائے اور غلام اور مکاتب کا مال ان کی اولاد جیسا نہیں۔ کیونکہ ان کی اولاد ان کی اپنی جانوں کی مانند ہے۔ اور وہ ان کے اموال کی مانند نہیں۔ کیونکہ وہ طریقہ جس میں اختلاف نہیں۔ وہ یہ ہے کہ جب غلام آزاد ہو تو اس کا مال اس کے تابع ہوتا ہے اور اس کی اولاد اس کے تابع نہیں ہوتی اور مکاتب کو جب مکاتب بنایا جائے تو اس کا مال اس کے تابع ہوتا ہے، اولاد نہیں ہوتی۔
اور مالک نے کہا کہ اسے یہ بات بھی واضح کرتی ہے کہ غلام اور مکاتب جب مفلس ہو جائیں تو ان کے مال اور ان کی اُمہاتِ اولاد لے لی جاتی ہیں اور ان کی اولاد کو نہیں لیا جاتا۔ کیونکہ وہ ان کے مال نہیں ہیں۔
مالکؒ نے کہا کہ اس کی وضاحت یہ چیز بھی کرتی ہے کہ غلام جب بِک جائے اور خریدار اس کے مال کو بھی شرط کرلے تو اس کی اولاد اس کے مال میں داخل نہیں ہے۔
مالکؒ نے کہا کہ یہ چیز بھی اسے واضح کرتی ہے غلام جب کسی کو زخمی کرے تو اسی کو پکڑا جاتا ہے اور اس کے مال کو۔ اور اس کی

اولاد کو نہیں پکڑا جاتا۔ (امام مالک کی ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ مال تو غلام کی ملکیت ہے، لہٰذا اس کے تابع رہے گا۔ اور اولاد کا یہ حال نہیں۔ لیکن دوسرے حضرات کا قول یہ ہے کہ غلام اس وقت تک غلام ہی ہے جب تک کہ آزاد نہ ہو جائے اور جب غلام ہے تو وہ اور اس کا مال آقا کی ملکیت ہے۔

۵- بَابُ عِتْقِ أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ وَجَامِعِ الْقَضَاءِ فِي الْعَتَاقَةِ

اُمہات الاولاد کی آزادی کا باب اور عتاقہ کے متفرق احکام

۱۲۶۹- حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: أَيُّمَا وَلِيدَةٍ وَلَدَتْ مِنْ سَيِّدِهَا، فَإِنَّهُ لَا يَبِيعُهَا وَلَا يَهَبُهَا وَلَا يُوَرِّثُهَا، وَهُوَ يَسْتَمْتِعُ بِهَا، فَإِذَا مَاتَ فَهِيَ حُرَّةٌ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ جس لونڈی کے ہاں اس کے آقا کی اولاد ہوئی تو وہ اسے نہ بیچے نہ ہبہ کرے اور نہ وہ وراثت میں کسی کو ملے گی۔ اور وہ اس سے نفع اٹھائے اور جب وہ مرے تو وہ آزاد ہوگی۔ (البتہ مریسی اور بعض ظاہر کے علاوہ باقی سب صحابہؓ و تابعین و اتباع تابعین و ائمہ فقہ کا یہی مذہب ہے۔)

۱۲۷۰- وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَتَتْهُ وَلِيدَةٌ قَدْ ضَرَبَهَا سَيِّدُهَا بِنَارٍ، أَوْ أَصَابَهَا بِهَا، فَأَعْتَقَهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، أَنَّهُ لَا تَجُوزُ عَتَاقَةُ رَجُلٍ، وَعَلَيْهِ دَيْنٌ يُحِيطُ بِمَالِهِ، وَأَنَّهُ لَا تَجُوزُ عَتَاقَةُ الْغُلَامِ حَتَّى يَحْتَلِمَ، أَوْ يَبْلُغَ مَبْلَغَ الْمُحْتَلِمِ، وَأَنَّهُ لَا تَجُوزُ عَتَاقَةُ الْمُوَلَّى عَلَيْهِ فِي مَالِهِ، وَإِنْ بَلَغَ الْحُلُمَ، حَتَّى يَلِيَ مَالَهُ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس ایک لونڈی آئی، جس کو اس کے آقا نے آگ سے پیٹا یا آگ سے سزا دی پس انہوں نے اسے آزاد کر دیا۔ (یعنی بحیثیت امیر المومنین ہوتے کے انہیں جو خاص امتیاز و اختیار تھا، اس کے پیش نظر ایسا کیا یا لونڈی کی شکایت پر یہ فیصلہ فرمایا۔ جیسا کہ مصنف عبدالرزاق، المحلی، دارقطنی اور مستدرک میں ہے۔)

امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک علماء کا اتفاق اس پر ہے کہ اس شخص کا عتاقہ (آزاد کرنا) جائز نہیں جس پر اتنا قرض ہو کہ اس کے مال کو محیط ہے اور لڑکے کا آزاد کرنا صحیح نہیں۔ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے۔ یعنی احتلام سے یا کسی اور سبب سے۔ اور جس کا مال کسی اور کی تولیت میں ہو جب تک وہ اپنے مال کا خود مالک نہ ہو۔ اس کا غلام آزاد کرنا بھی جائز نہیں۔ (پہلی صورت میں قرضخواہوں کی حق تلفی ہے۔ دوسری صورت میں وہ نابالغ ہے جس کا تصرف جائز نہیں اور تیسری صورت میں وہ اپنے مال کا

بالفعل مالک نہیں بلکہ اسے اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دیا گیا ہے۔)

۶۔ بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الْعِتْقِ فِي الرِّقَابِ الْوَاجِبَةِ

نذر اور کفاروں عتق کا باب

۱۲۷۱۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ أُسَامَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ أَنَّهُ قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ جَارِيَةً لِي كَانَتْ تَرْعَى غَنَمًا لِي. فَجِئْتُهَا وَقَدْ فُقِدَتْ شَاةٌ مِنَ الْغَنَمِ. فَسَأَلْتُهَا عَنْهَا فَقَالَتْ: أَكَلَهَا الذِّئْبُ. فَأَسِفْتُ عَلَيْهَا، وَكُنْتُ مِنْ بَنِي آدَمَ فَلَطَمْتُ وَجْهَهَا. وَعَلَيَّ رَقَبَةٌ. أَفَأُعْتِقُهَا؟ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَيْنَ اللهُ" فَقَالَتْ فِي السَّمَاءِ. فَقَالَ "مَنْ أَنَا"؟ فَقَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَعْتِقْهَا"۔

ترجمہ: عمر بن الحکمؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس گیا اور کہا یا رسول اللہؐ میری ایک لونڈی میری بکریاں چراتی تھی۔ میں اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ ریوڑ میں سے ایک بکری گم ہے۔ میں نے اس سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا کہ اُسے بھیڑیا کھا گیا ہے۔ مجھے اس کا افسوس ہوا۔ اور آخر میں ایک آدمی ہی تھا۔ پس میں نے اسے تھپڑ مارا۔ اور میرے ذمے ایک گردن کی آزادی واجب ہے۔ پس کیا میں اسے آزاد کردوں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا، اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں۔ پھر فرمایا میں کون ہوں؟ وہ بولی آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کو آزاد کردو۔

شرح: عمر بن الحکم کسی صحابی کا نام نہیں بلکہ نام دراصل معاویہ بن الحکمؓ ہے۔ عمر بن الحکم انصاری بقول حافظ ابن حجر ایک تابعی تھے۔ اور اس حدیث میں راوی کا یہ بیان کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے کہا الخ صراحتہً یہ تقاضا کرتا ہے کہ بیان کرنے والا صحابی ہو نہ کہ تابعی۔ پس اس نام میں غلطی ہوئی ہے۔ اور راوی کا یہ قول کہ "مجھ پر ایک گردن واجب ہے"۔ یا تو کسی اور کفارے کا ذکر ہے اور یا اس لونڈی کو مار کر پچھتانے کے بعد یہ سمجھنا مراد ہے کہ مجھ سے غلطی ہوئی اور اس کا کفارہ اس لونڈی کی آزادی ہی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں گردن کی آزادی مستحب تھی نہ کہ واجب۔ لونڈی کا یہ قول کہ "اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے"۔ اس سے مراد ذاتِ الٰہی کا علو ہے نہ کہ اس کا کسی ایک جہت یا مکان کے ساتھ مخصوص ہونا اور عوام سے فی الجملہ ہی عقائد کے باب میں یقین رکھنے کا مطالبہ ہوتا ہے۔ جن گہرائیوں میں وہ نہیں جا سکتے وہ نہ ان سے پوچھی جاتی ہیں اور نہ ان کا علم ان سے مطلوب ہے۔ اور اس لونڈی کے قول کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ زمینی جھوٹے خداؤں کی نفی کر رہی تھی اور "مالک الارض و السماء" کا اقرار کر رہی تھی۔ حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسالت پر ایمان کے بغیر توحید پر ایمان ممکن نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کی توحید کا وہی عقیدہ برحق ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ فرمایا تھا۔ اس توحید

کو چھوڑ کر اگر کوئی توحید پر بظاہر ایمان لاتا بھی ہے تو وہ شرعاً معتبر نہیں پس ایمان کی بنیاد عقیدہ توحید و رسالت پر صحیح یقین اور اس کا اقرار ہے۔

۱۲۷۲۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، اَنَّ رَجُلاً مِنَ الْاَنْصَارِ جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَارِيَةٍ لَهُ سَوْدَاءَ۔ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عَلَيَّ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً فَاِنْ كُنْتَ تَرَاهَا مُؤْمِنَةً اُعْتِقُهَا۔ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَتَشْهَدِيْنَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ؟" قَالَتْ: نَعَمْ۔ قَالَ اَتَشْهَدِيْنَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ؟" قَالَتْ: نَعَمْ۔ قَالَ "اَتُوْقِنِيْنَ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ؟" قَالَتْ: نَعَمْ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَعْتِقْهَا"۔

ترجمہ: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سیاہ لونڈی کو لایا اور بولا یا رسول اللہؐ میرے اوپر ایک مومن گردن کا آزاد کرنا واجب ہے۔ کیا میں اس کو آزاد کر دوں؟ اگر آپ اسے مومن سمجھتے ہوں۔ تو میں اسے آزاد کر دوں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا، کیا تو گواہی دیتی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا کیا تو گواہی دیتی ہے کہ محمدؐ اللہ کا رسول ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کیا تو مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان رکھتی ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے آزاد کر دو۔

شرح: یہ روایت تو مرسل ہے مگر مسند احمد کی روایت میں موصول بیان ہوئی ہے۔ پچھلی حدیث کا قصہ معاویہ بن الحکم السلمی کا ہے۔ اور اس حدیث میں یہ کسی انصاری کا قصہ بیان ہوا ہے۔ نیز حضورؐ کا سوال بھی دونوں میں مختلف انداز میں آیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں بیان ہونے والا واقعہ اور ہے اور پچھلی حدیث کا اور۔

۱۲۷۳۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ اَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، اَنَّهُ قَالَ: سُئِلَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ الرَّجُلِ تَكُوْنُ عَلَيْهِ رَقَبَةٌ۔ هَلْ يُعْتِقُ فِيْهَا ابْنَ زِنًا؟ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: نَعَمْ۔ ذٰلِكَ يُجْزِئُ عَنْهُ۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جس پر غلام آزاد کرنا واجب ہو کیا وہ زنا کی اولاد کو آزاد کر سکتا ہے؟ ابوہریرہؓ نے کہا کہ ہاں وہ اسے کافی ہے۔ (کیونکہ اس کے خلاف کوئی شرعی دلیل موجود نہیں۔)

۱۲۷۴۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، اَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ۔ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ تَكُوْنُ عَلَيْهِ رَقَبَةٌ۔ هَلْ يَجُوْزُ لَهُ اَنْ يُعْتِقَ وَلَدَ زِنًا؟ قَالَ: نَعَمْ۔ ذٰلِكَ يُجْزِئُ عَنْهُ

ترجمہ: مالک کو خبر پہنچی ہے کہ فضالہ بن زید انصاری صحابیؓ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس پر گردن آزاد کرنا واجب ہو، کیا اس کے لئے جائز ہے کہ ولد الزنا کو آزاد کرے؟ اس نے کہا کہ ہاں! وہ اس کے لئے کافی ہے۔ (جمہور کا یہی مذہب ہے)

۷۔ بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ الْعِتْقِ فِي الرِّقَابِ الْوَاجِبَةِ

واجب کفاروں میں جو آزادی جائز نہیں

۱۲۷۵۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ سُئِلَ عَنِ الرَّقَبَةِ الْوَاجِبَةِ هَلْ تُشْتَرَى بِشَرْطٍ؟ فَقَالَ: لَا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَذٰلِكَ أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِي الرِّقَابِ الْوَاجِبَةِ۔ أَنَّهُ لَا يَشْتَرِيهَا الَّذِي يُعْتِقُهَا فِيمَا وَجَبَ عَلَيْهِ۔ بِشَرْطٍ عَلَى أَنْ يُعْتِقَهَا۔ لِأَنَّهُ إِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ فَلَيْسَتْ بِرَقَبَةٍ تَامَّةٍ۔ لِأَنَّهُ يَضَعُ مِنْ ثَمَنِهَا لِلَّذِي يَشْتَرِطُ مِنْ عِتْقِهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا بَأْسَ أَنْ يَشْتَرِيَ الرَّقَبَةَ فِي التَّطَوُّعِ۔ وَيَشْتَرِطَ أَنْ يُعْتِقَهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: إِنَّ أَحْسَنَ مَا سُمِعَ فِي الرِّقَابِ الْوَاجِبَةِ، أَنَّهُ لَا يَجُوزُ أَنْ تُعْتَقَ فِيهَا نَصْرَانِيٌّ وَلَا يَهُودِيٌّ۔ وَلَا يُعْتَقُ فِيهَا مُكَاتَبٌ وَلَا مُدَبَّرٌ وَلَا أُمُّ وَلَدٍ۔ وَلَا مُعْتَقٌ إِلَى سِنِينَ۔ وَلَا أَعْمَى۔ وَلَا بَأْسَ أَنْ يُعْتَقَ النَّصْرَانِيُّ وَالْيَهُودِيُّ وَالْمَجُوسِيُّ تَطَوُّعًا۔ لِأَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ فِي كِتَابِهِ ـــ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً ـــ فَالْمَنُّ الْعَتَاقَةُ۔

قَالَ مَالِكٌ: فَأَمَّا الرِّقَابُ الْوَاجِبَةُ الَّتِي ذَكَرَ اللّٰهُ فِي الْكِتَابِ۔ فَإِنَّهُ لَا يُعْتَقُ فِيهَا إِلَّا رَقَبَةٌ مُؤْمِنَةٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَكَذٰلِكَ فِي إِطْعَامِ الْمَسَاكِينِ فِي الْكَفَّارَاتِ۔ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُطْعَمَ فِيهَا إِلَّا الْمُسْلِمُونَ۔ وَلَا يُطْعَمُ فِيهَا أَحَدٌ عَلَى غَيْرِ دِينِ الْإِسْلَامِ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ واجب کفارے میں کیا غلام کو کسی شرط کے ساتھ خریدا جا سکتا ہے تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ مالکؒ نے کہا کہ واجب کفاروں میں یہ بہترین بات ہے جو میں نے سنی کہ آزاد کرنے والا یہ شرط کرکے نہ خریدے کہ وہ اسے آزاد کرے گا۔ کیونکہ جب اس نے ایسا کیا تو یہ پورا غلام آزاد کرنا نہ رہا۔ کیونکہ جب آزادی کی شرط

پر خریدے گا تو بیچنے والا اس کی کم قیمت وصول کرے گا۔ (حافظ عینیؒ نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خریدار کہے، اگر میں یہ غلام تم سے خریدوں تو وہ آزاد ہے۔ پس اگر وہ یہ نہ کہے بلکہ یوں کہے کہ اگر یہ غلام میری ملک ہوگا تو میں اسے آزاد کر دوں گا، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ نفلی طور پر آزاد کرنے کے لئے غلام خریدتے وقت آزاد کرنے کی شرط لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے (اس پر علماء میں اختلاف ہے۔ حنفیہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "بیع اور شرط" سے منع فرمایا۔ لہٰذا یہ عقد فاسد ہے۔ لیکن خریدار اگر اس شرط پر خرید کر آزاد کرے تو عتق صحیح ہے اور بیع بھی نافذ ہو گئی۔)

مالکؒ نے کہا کہ واجب کفاروں میں جو احسن بات میں نے سُنی وہ یہ ہے کہ ان میں کسی عیسائی یا یہودی کو آزاد نہ کیا جائے نہ کسی مدبر کو یا مکاتب کو اور نہ کسی ایسے غلام کو آزاد کیا جائے، جس کی آزادی کی مدت مقرر ہے۔ (مثلاً یہ کہ وہ دو سال کے بعد آزاد ہے۔) اور نہ اُمّ ولد کو، نہ اندھے کو آزاد کیا جائے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ نفلی طور پر نصرانی اور یہودی اور مجوسی کو آزاد کیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے، پھر اس کے بعد یا احسان کرنا ہے یا فدیہ لینا۔ اور احسان یہ ہے کہ اُسے آزاد کیا جائے۔ (فدیہ کی ایک صورت اشخاص کو اشخاص کے بدلے چھوڑنا ہے۔ اور دوسری صورت اشخاص کو مال کے بدلے رہا کرنا ہے۔ پہلی صورت میں علماء کی اکثریت کا اتفاق ہے اور دوسری صورت میں بعض فروع کے اندر اختلاف بھی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک احسان کر کے کافر قیدیوں کو چھوڑنا منسوخ ہے۔ کیونکہ یہ حکم سورہ محمدؐ میں نازل ہوا تھا اور اس کے بعد سورہ برأت میں منسوخ ہو گیا تھا۔ اہل تفسیر اس پر متفق ہیں کہ سورہ برأت کا نزول بعد میں ہوا تھا۔ لہٰذا اس کے احکام و قوانین آخری ہیں کفارات میں سے کفارہ قتل میں کافر غلام کا آزاد کرنا اجماعاً جائز نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن نے اس میں ایمان کی شرط لگائی ہیں۔ مالکؒ اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک دیگر واجب کفاروں کا بھی یہی حکم ہے۔ مگر حنفیہ کے نزدیک ان میں مومن کی شرط نہیں لگائی گئی۔ لہٰذا کافر غلام کو آزاد کر دینا بھی جائز ہے۔ مکاتب، مدبر اور اُمّ ولد کے مسئلہ میں حنفیہ کا مسلک بھی وہی ہے جو امام مالکؒ نے بیان کیا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ واجب کفاروں میں، جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے، ان میں صرف مومن غلام ہی آزاد کیا جائے گا۔ (اوپر گزرا کہ جہاں جہاں ایمان کی شرط نہیں لگائی گئی۔ حنفیہ کے نزدیک کافر غلام کا آزاد کرنا بھی جائز ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اس طرح کفاروں میں صرف مسلم محتاجوں کو کھانا کھلانا جائز ہے اور کسی غیر مسلم کو جائز نہیں۔ (حنفیہ اور ابو ثورؒ نے کہا کہ مساکین کا لفظ مطلق ہے۔ لہٰذا غیر مسلم کو بھی کھلانا جائز ہے۔ لیکن اس میں ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے اور فتویٰ انہی کے قول پر ہے۔)

۸۔ بَابُ عِتْقِ الْحَيِّ عَنِ الْمَيِّتِ

میّت کی طرف سے زندہ غلام کو آزاد کرنا

حافظ ابن عبد البرؒ نے اس مسئلہ پر اجماع نقل کیا ہے کہ میّت کی طرف سے صدقہ کرنا اور غلام آزاد کرنا جائز ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے نزدیک اس صورت میں ولاء اس کی ہوگی، جس نے غلام آزاد کیا۔ داؤد ظاہری کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کے ہاں بھی بقول زرقانی ولاء اس کی ہوگی جو آزاد کرے۔

۱۲۷۶۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ أُمَّهُ أَرَادَتْ أَنْ

تُوصِيَ۔ ثُمَّ اَخَّرَتْ ذٰلِكَ اِلٰى اَنْ تُصْبِحَ۔ فَهَلَكَتْ، وَقَدْ كَانَتْ هَمَّتْ بِاَنْ تُعْتِقَ۔ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، اَيَنْفَعُهَا اَنْ اُعْتِقَ عَنْهَا؟ فَقَالَ الْقَاسِمُ: اِنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اُمِّيْ هَلَكَتْ۔ فَهَلْ يَنْفَعُهَا اَنْ اُعْتِقَ عَنْهَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَعَمْ"۔

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابی عمرہؓ انصاری کی ماں نے وصیت کرنے کا ارادہ کیا مگر پھر اسے صبح تک مؤخر کر دیا۔ پس وہ فوت ہو گئی اور وہ غلام آزاد کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے القاسم بن محمدؒ سے کہا کہ اگر میں اس کی طرف سے آزاد کر دوں تو کیا اسے فائدہ ہو گا؟ القاسمؒ نے کہا کہ سعد بن عبادہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ میری ماں ہلاک ہو گئی ہے۔ کیا اگر میں اس کی طرف سے غلام آزاد کر دوں تو اسے نفع ہو گا؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔

شرح: اس حدیث کی اکثر روایات میں صدقہ کا ذکر آیا ہے مالکؒ کی روایت میں عتق کا ذکر وضاحت سے آیا ہے۔ لہٰذا دوسری روایات کے صدقہ سے یہی مراد لینا انسب ہے کہ سعد بن عبادہؓ اپنی والدہ کی طرف سے غلام آزاد کر کے ایصالِ ثواب چاہتے تھے۔ جس کی حضورؐ نے توثیق فرمائی۔

۱۲۷۷۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، اَنَّهُ قَالَ: تُوُفِّيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ فِيْ نَوْمٍ نَامَهُ۔ فَاَعْتَقَتْ عَنْهُ عَائِشَةُ، زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رِقَابًا كَثِيْرَةً۔ قَالَ مَالِكٌ: وَهٰذَا اَحَبُّ مَا سَمِعْتُ اِلَيَّ فِيْ ذٰلِكَ۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعیدؒ نے کہا کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی وفات نیند میں واقع ہو گئی۔ پس ان کی طرف سے حضرت عائشہؓ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مکرمہ نے بہت سے غلام آزاد کئے۔
مالکؒ نے کہا کہ اس مسئلہ میں یہ احسن بات ہے جو میں نے سُنی

شرح: امام محمدؒ نے مؤطا میں لکھا ہے کہ میت کی طرف سے غلام آزاد کرنا جائز ہے۔ اگر اس نے اس کی وصیت کی ہو تو ولاء بھی میت کے لئے ہو گی۔ ورنہ ثواب میت کو ہو گا اور ولاء آزاد کرنے والے کی۔ عبدالرحمٰنؓ کی وفات مکہ کے راستے میں اچانک ۵۳ھ میں واقع ہوئی تھی۔ امام سرخسیؒ نے فرمایا کہ شاید انہوں نے اپنی ہمشیرہ امّ المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی، لہٰذا انہوں نے یہ کام نیابتہً سرانجام دیا۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ حضرت امّ المومنین نے ایصالِ ثواب کے لئے ایسا کیا تھا۔

۹۔ بَابُ فَضْلِ عِتْقِ الرِّقَابِ وَعِتْقِ الزَّانِيَةِ وَابْنِ الزِّنَا

غلام آزاد کرنے کی فضیلت اور زانیہ اور ولد الزنا کو آزاد کرنا

۱۲۷۸۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الرِّقَابِ، أَيُّهَا أَفْضَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَغْلَاهَا ثَمَنًا، وَأَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا"۔

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واجب رقاب (غلام) کے بارے میں سوال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: وہ جس کی قیمت زیادہ ہو اور مالکوں کے نزدیک نفیس تر ہو، وہ افضل ہے۔

شرح: موطا کے مصری نسخوں میں یہ لفظ نہیں ہے کہ "واجب رقاب" کے بارے میں سوال ہوا تھا۔ وہاں صرف غلام آزاد کرنے کا ذکر ہے کہ کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے۔ بخاری کے الفاظ یہ ہیں کہ ابوذرؓ نے پوچھا، کون سا غلام افضل ہے۔

۱۲۷۹۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ أَعْتَقَ وَلَدَ زِنًا، وَأُمَّهُ۔

ترجمہ: نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ولد الزنا اور اس کی ماں کو آزاد کیا۔

شرح: بعض احادیث میں اس کی کراہت مروی ہے مگر دنیوی احکام مثلاً بیع و شراء اور آزادی میں ولد الزنا اور دوسرے غلام میں کوئی فرق نہیں۔ یہی جمہور کا مذہب ہے۔ ہاں جو غلام ایسا نہ ہو، اس کی آزادی میں فضیلت ضرور ہے۔

۱۰۔ بَابُ مَصِيرِ الْوَلَاءِ لِمَنْ أَعْتَقَ

ولاء اسی کی ہے جو آزاد کرے

۱۲۸۰۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: جَاءَتْ بَرِيرَةُ فَقَالَتْ: إِنِّي كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ. فِي كُلِّ عَامٍ أُوقِيَّةٌ. فَأَعِينِينِي. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ عَنْكِ، عَدَدْتُهَا وَيَكُونَ لِي وَلَاؤُكِ، فَعَلْتُ. فَذَهَبَتْ بَرِيرَةُ إِلَى أَهْلِهَا. فَقَالَتْ لَهُمْ ذٰلِكَ. فَأَبَوْا عَلَيْهَا. فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِ أَهْلِهَا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ. فَقَالَتْ لِعَائِشَةَ: إِنِّي قَدْ

عَرَضْتُ عَلَيْهِمْ ذٰلِكَ فَأَبَوْا عَلَيَّ. إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ. فَسَمِعَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهَا. فَأَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "خُذِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ. فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ" فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ. ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ. فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَىٰ عَلَيْهِ. ثُمَّ قَالَ: "(أَمَّا بَعْدُ) فَمَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ؟ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ. وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ. قَضَاءُ اللّٰهِ أَحَقُّ. وَشَرْطُ اللّٰهِ أَوْثَقُ. وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ".

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ بریرہؓ آئی اور کہنے لگی کہ میں نے ۹ اوقیہ چاندی سالانہ ادا کرنے پر اپنے مالکوں سے مکاتبت کرلی ہے، آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر تمہارے مالک چاہیں تو میں رقم ادا کر دوں اور آزادی کے بعد تمہاری ولاء میرے لئے ہو۔ تو میں ایسا کر دوں گی پس بریرہؓ اپنے مالکوں کے پاس واپس گئی اور ان سے یہ کہا تو انہوں نے انکار کیا۔ وہ پھر واپس آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ پس حضرت عائشہ نے کہا کہ میں نے انہیں یہ پیش کش کی ہے۔ مگر انہوں نے انکار کیا ہے۔ صرف اس شرط پر مانتے ہیں کہ ولاء ان کی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہؓ کی بات سُنی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سلسلہ میں بتایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو بریرہ کو لے لے اور ولاء کی شرط بھی ان کے لئے مان لے۔ (یہ تو ایک قاعدہ ہے کہ) ولاء آزاد کرنے والے کی ہوتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے ایسا ہی کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر فرمایا حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ بعض لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو خدا کی کتاب میں نہیں ہیں۔ جو شرط اللہ کی کتاب میں نہ ہو وہ باطل ہے۔ اگرچہ وہ سو شرطیں ہوں۔ اللہ کا فیصلہ برحق ہے اور اللہ کی شرط سب سے پکّی ہے اور ولاء صرف اس کی ہے جو آزاد کرے۔

شرح: چونکہ ایک انسان (مسلم انسان) کی آزادی کا سوال تھا۔ لہٰذا حضورؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ بریرہؓ کے مالکوں کی شرط مان لو۔ ظاہر ہے کہ وہ شرط باطل تھی اور اس کے ماننے یا نہ ماننے سے آزادی میں فرق نہ آتا تھا پس ایک اہم قربات کی خاطر یہ فرمایا گیا کہ فی الحال یہ باطل شرط قبول کرلو۔ ورنہ اس کا قبول و عدم قبول برابر ہے۔ بریرہؓ کے مالک جانتے تھے کہ ان کا اصرار غلط ہے۔ لہٰذا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضورؐ نے بطور تہدید حضرت عائشہ کو ان شرط ماننے کا اذن دیا تھا۔ اس کی مثال قرآن کی یہ آیت ہے اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انہیں من مانی کرنے کی کھلی چھٹی دی گئی تھی۔

۱۲۸۱- وَحَدَّثَنِی مَالِكٌ: عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِیَ جَارِیَةً تُعْتِقُهَا۔ فَقَالَ اَهْلُهَا: نَبِیْعُكِهَا عَلٰی اَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا۔ فَذَكَرَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "لَا یَمْنَعَنَّكِ ذٰلِكَ۔ فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے ہے کہ عائشہ اُمّ المؤمنینؓ نے ایک لونڈی کو خرید کر اسے آزاد کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے آقاؤں نے کہا کہ ہم اسے اس شرط پر آپ کے ہاتھ بیچتے ہیں کہ اس کی ولاء ہمارے لئے ہوگی۔ پس عائشہؓ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو حضورؐ نے فرمایا، یہ بات تجھے اس بات سے نہ روکے۔ کیونکہ ولاء اس کی ہے جو آزاد کرے۔

شرح: یا تو اُوپر کی حدیث میں اور یا اس میں روایت بالمعنیٰ ہوئی ہے۔ کیونکہ ہر دو کے الفاظ اور مضمون کا کچھ اختلاف یہی ظاہر کرتا ہے۔ بقول زرقانی اس حدیث میں وہ اشکال نہیں ہے جو اوپر کی حدیث میں ہے۔ شاید اوپر کی حدیث کے الفاظ کہ "ان کے یہ شرط کرلے"، ہشام یا عروہ نے بطورِ معنی ادا کئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۱۲۸۲- وَحَدَّثَنِی مَالِكٌ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ بَرِیْرَةَ جَاءَتْ تَسْتَعِیْنُ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: اِنْ اَحَبَّ اَهْلُكِ اَنْ اَصُبَّ لَهُمْ ثَمَنَكِ صَبَّةً وَاحِدَةً، وَ اُعْتِقَكِ، فَعَلْتُ۔ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ بَرِیْرَةُ لِاَهْلِهَا۔ فَقَالُوْا: لَا۔ اِلَّا اَنْ یَكُوْنَ لَنَا وَلَاؤُكِ۔

قَالَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ: فَزَعَمَتْ عَمْرَةُ اَنَّ عَائِشَةَ ذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اشْتَرِیْهَا وَاَعْتِقِیْهَا۔ فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ"۔

ترجمہ: عمرہ بنت عبدالرحمٰنؒ سے روایت ہے کہ بریرہؓ حضرت عائشہ اُمّ المؤمنینؓ کے پاس مدد مانگنے آئی تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر تیرے مالک چاہیں تو تیری قیمت ان کو بیک مُشت ادا کر دوں اور تجھے آزاد کردوں، میں اس کے لئے تیار ہوں۔ پس بریرہ نے یہ بات اپنے مالکوں سے بیان کی تو انہوں نے کہا کہ نہیں، مگر اس شرط پر کہ تیری ولاء ہمارے لئے ہے۔ عمرہ نے کہا کہ حضرت عائشہؓ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو اسے خرید اور آزاد کردے۔ کیونکہ ولاء تو آزاد کرنے والے کی ہوتی ہے۔

شرح: یہ روایت یہاں بظاہر مرسل ہے مگر بخاری میں موصول آئی ہے۔ اور یہاں مؤطا میں اس کا آخری حصہ بھی پہلی سند کے ساتھ بقولِ حافظ ابن حجر موصول ہے۔

۱۲۸۳- وَحَدَّثَنِی مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْعَبْدِ يَبْتَاعُ نَفْسَهٗ مِنْ سَيِّدِهٖ، عَلٰى اَنَّهٗ يُوَالِيْ مَنْ شَاءَ: اِنَّ ذٰلِكَ لَا يَجُوْزُ، وَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ۔ وَلَوْ اَنَّ رَجُلًا اَذِنَ لِمَوْلَاهُ اَنْ يُّوَالِيَ مَنْ شَاءَ، مَا جَازَ ذٰلِكَ۔ لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ" وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ۔ فَاِذَا جَازَ لِسَيِّدِهٖ اَنْ يَّشْتَرِطَ ذٰلِكَ لَهٗ، وَاَنْ يَّاْذَنَ لَهٗ، اَنْ يُّوَالِيَ مَنْ شَاءَ، فَتِلْكَ الْهِبَةُ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کی بیع سے منع فرمایا اور اس کے ہبہ سے بھی مالکؒ نے اس غلام کے متعلق کہا جو اپنی جان کو اپنے مالک سے خرید لے، اس شرط پر کہ وہ جس سے چاہے موالات کرے یہ جائز نہیں۔ اور ولاء اس کی ہے جو آزاد کرے۔ اور اگر کوئی آدمی اپنے غلام کو اجازت دے دے کہ جس کی موالات چاہے اختیار کرلے۔ تو یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ولاء اس کی ہے جو آزاد کرے اور آپ نے ولاء کی بیع اور ہبہ سے منع فرمایا۔ سو جب اس کے مالک کے لئے جائز سمجھا جائے کہ وہ غلام سے یہ شرط کرے یا اسے اجازت دے کہ جس سے چاہے موالات کرے تو یہ ہبہ ہے۔

شرح: ولاء کا معنیٰ امارت و سیادت ہے اور ولاء کا معنیٰ وہ تعلق ہے جو آزاد کنندہ اور آزاد شدہ کے درمیان قائم ہوتا ہے۔ شرعی دلائل سے ثابت ہے کہ ولاء بھی نسب کی طرح ہے۔ جو بیع یا ہبہ سے منتقل نہیں ہوسکتی۔ یہ مسئلہ تو اجماعی ہے کہ نسب کے انتقال کی کوئی صورت نہیں۔ پس ولاء منتقل نہیں ہوسکتی۔ زمانۂ جاہلیت میں اس کی بیع وغیرہ جائز نہ تھی۔

۱۱۔ بَابُ جَرِّ الْعَبْدِ الْوَلَاءَ اِذَا اُعْتِقَ

آزاد ہونے پر غلام کا ولاء کو متعدی کرنا

جرِ ولاء کا مسئلہ اجماعی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص نے اپنی لونڈی کو آزاد کیا مگر اس نے کسی غلام سے شادی کرلی تو ان کی اولاد آزاد ہے۔ مگر ان کا ولی ان کی ماں کا آزاد کنندہ ہے۔ کیونکہ ماں کی ولاء بھی اسی کی تھی۔ وہی ان کے تاوان ادا کرے گا۔ اور وہی ان کا وارث ہوگا۔ لیکن ان کے باپ کا آقا اگر اسے آزاد کردے تو اب ولاء اس کی ہوگی۔ اور یہ ولاء کھینچ کر اس کی طرف آجاتے گی۔

۱۲۸۴۔ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَنَّ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ اشْتَرٰى عَبْدًا فَاَعْتَقَهٗ۔ وَلِذٰلِكَ الْعَبْدِ بَنُوْنَ مِنِ امْرَاَةٍ حُرَّةٍ۔ فَلَمَّا اَعْتَقَهُ الزُّبَيْرُ قَالَ: هُمْ مَوَالِيَّ۔ وَقَالَ مَوَالِيْ اُمِّهِمْ۔ بَلْ هُمْ مَوَالِيْنَا۔ فَاخْتَصَمُوْا اِلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ۔ فَقَضٰى عُثْمَانُ لِلزُّبَيْرِ بِوَلَائِهِمْ

ترجمہ: زبیر بن العوامؓ نے ایک غلام خرید کر اسے آزاد کیا۔ اس غلامؓ کے ایک آزاد عورت کے بطن سے کچھ لڑکے تھے پس جب زبیرؓ نے غلام کو آزاد کیا تو کہا کہ اس کے بیٹے میرے موالی ہیں اور ان کی ماں کے موالی نے کہا کہ نہیں بلکہ ان کی ولا ہمارے لئے ہے۔ پس وہ یہ مقدمہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس لے گئے تو حضرت عثمانؓ نے فیصلہ فرمایا کہ ان کی ولاء زبیرؓ کے لئے ہے۔ (لیکن حضرت عثمانؓ سے جو مشہور روایت ہے وہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ولاء اس آزاد شدہ غلام کی ہے اور اس کی آزادی سے قبل حضرت زبیرؓ کی تھی۔)

وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ سُئِلَ عَنْ عَبْدٍ لَهُ وَلَدٌ مِنِ امْرَأَةٍ حُرَّةٍ، لِمَنْ وَلَاؤُهُمْ؟ فَقَالَ سَعِيدٌ: إِنْ مَاتَ أَبُوهُمْ، وَهُوَ عَبْدٌ لَمْ يُعْتَقْ، فَوَلَاؤُهُمْ لِمَوَالِي أُمِّهِمْ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَمَثَلُ ذٰلِكَ، وَلَدُ الْمُلَاعَنَةِ وَالْمَوَالِي. يُنْسَبُ إِلَى مَوَالِي أُمِّهِ. فَيَكُونُونَ هُمْ مَوَالِيَهُ. إِنْ مَاتَ وَرِثُوهُ. وَإِنْ جَرَّ جَرِيرَةً عَقَلُوا عَنْهُ. فَإِنِ اعْتَرَفَ بِهِ أَبُوهُ أُلْحِقَ بِهِ. وَصَارَ وَلَاؤُهُ إِلَى مَوَالِي أَبِيهِ. وَكَانَ مِيرَاثُهُ لَهُمْ وَعَقْلُهُ عَلَيْهِمْ. وَيُجْلَدُ أَبُوهُ الْحَدَّ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَكَذٰلِكَ الْمَرْأَةُ الْمُلَاعَنَةُ مِنَ الْعَرَبِ. إِذَا اعْتَرَفَ زَوْجُهَا، الَّذِي لَاعَنَهَا بِوَلَدِهَا صَارَ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْمَنْزِلَةِ. إِلَّا أَنَّ بَقِيَّةَ مِيرَاثِهِ، بَعْدَ مِيرَاثِ أُمِّهِ وَإِخْوَتِهِ لِأُمِّهِ، لِعَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ. مَا لَمْ يُلْحَقْ بِأَبِيهِ. وَإِنَّمَا وَرَّثَ وَلَدُ الْمُلَاعَنَةِ، الْمُوَالَاةَ، مَوَالِيَ أُمِّهِ. قَبْلَ أَنْ يَعْتَرِفَ بِهِ أَبُوهُ. لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ نَسَبٌ وَلَا عَصَبَةٌ. فَلَمَّا ثَبَتَ نَسَبُهُ صَارَ إِلَى عَصَبَتِهِ۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا فِي وَلَدِ الْعَبْدِ مِنِ امْرَأَةٍ حُرَّةٍ. وَأَبُو الْعَبْدِ حُرٌّ: أَنَّ الْجَدَّ أَبَا الْعَبْدِ يَجُرُّ وَلَاءَ وَلَدِ ابْنِهِ الْأَحْرَارِ مِنِ امْرَأَةٍ حُرَّةٍ. يَرِثُهُمْ مَا دَامَ أَبُوهُمْ عَبْدًا فَإِنْ عَتَقَ أَبُوهُمْ رَجَعَ الْوَلَاءُ إِلَى مَوَالِيهِ. وَإِنْ مَاتَ وَهُوَ عَبْدٌ كَانَ الْمِيرَاثُ وَالْوَلَاءُ لِلْجَدِّ. وَإِنِ الْعَبْدُ كَانَ لَهُ ابْنَانِ حُرَّانِ. فَمَاتَ أَحَدُهُمَا. وَأَبُوهُ عَبْدٌ. جَرَّ الْجَدُّ، أَبُو الْأَبِ، الْوَلَاءَ وَالْمِيرَاثَ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْأَمَةِ تُعْتَقُ وَهِيَ حَامِلٌ. وَزَوْجُهَا مَمْلُوكٌ. ثُمَّ يُعْتَقُ زَوْجُهَا قَبْلَ أَنْ

تَضَعَ حَمْلَهَا. أَوْ بَعْدَ مَا تَضَعُ: إِنَّ وَلَاءَ مَا كَانَ فِي بَطْنِهَا لِلَّذِي أَعْتَقَ أُمَّهُ. لِأَنَّ ذٰلِكَ الْوَلَدَ قَدْ كَانَ أَصَابَهُ الرِّقُّ. قَبْلَ أَنْ تُعْتَقَ أُمُّهُ. وَلَيْسَ هُوَ بِمَنْزِلَةِ الَّذِي تَحْمِلُ بِهِ بَعْدَ الْعَتَاقَةِ. لِأَنَّ الَّذِي تَحْمِلُ بِهِ أُمُّهُ بَعْدَ الْعَتَاقَةِ، إِذَا أُعْتِقَ أَبُوهُ جَرَّ وَلَاءَهُ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْعَبْدِ يَسْتَأْذِنُ سَيِّدَهُ أَنْ يُعْتِقَ عَبْدًا لَهُ. فَيَأْذَنُ لَهُ سَيِّدُهُ. إِنَّ وَلَاءَ الْعَبْدِ الْمُعْتَقِ، لِسَيِّدِ الْعَبْدِ، لَا يَرْجِعُ وَلَاؤُهُ لِسَيِّدِهِ الَّذِي أَعْتَقَهُ. وَإِنْ عَتَقَ.

مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ سعید بن المسیبؒ سے ایک غلام کے متعلق سوال کیا گیا جس کی ایک آزاد عورت سے اولاد تھی، کہ اس اولاد کی ولاء کس کے لیئے ہے۔ سعید نے کہا کہ اگر ان کا باپ بحالت غلامی مرگیا تو ان کی ولاء ان کی ماں کے موالی کو ملے گی۔ (اور اگر وہ موت سے قبل آزاد ہوگیا تو ولاء اس کی ہوگی۔)

مالکؒ نے کہا کہ اسی طرح لعان کرنے والی عورت کی اولاد موالی میں سے ہوگی۔ جو اپنی ماں کی موالی کی طرف منسوب ہوگی۔ پس وہی اس کے موالی (ولی) ہوں گے اور اگر وہ مرگیا تو اس کے وارث ہوں گے۔ اور اگر وہ جرم کرے گا تو تاوان وہ بھریں گے۔ اور اگر اسی اولاد کا باپ اعتراف کرلے تو اس اولاد کو اس کے ساتھ ملحق کیا جائے گا۔ اور اس صورت میں اس کی ولاء اس کے باپ کے موالی کی ہوگی۔ اگر وہ مرجائے تو وارث وہ ہوں گے۔ اور اس کا تاوان ان کے ذمّے ہوگا۔ اور اس اولاد کے باپ کو حدِ قذف لگائی جائے گی۔ (کیونکہ اس نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی اور پھر لعان کے بعد اس قذف سے منحرف ہوگیا۔)

مالکؒ نے کہا کہ اس طرح لعان کرنے والی عرب عورت کا خاوند جس نے اس سے لعان کیا۔ اس کے بیٹے کا اعتراف کرے کہ وہ اس کا ہے تو وہ بھی اسی طرح ہوگا۔ لیکن اس کی میراث ماں بہن اور بھائیوں کا حصّہ دینے کے بعد جو بچ رہے گی وہ عام مسلمانوں کی ہے (بیت المال میں جائے گی) جب تک کہ وہ اپنے باپ سے ملحق نہ ہو۔ لعان کرنے والی کی اولاد اپنی ماں کے لوگوں کو اس وقت وارث بنائے گی جب تک کہ اس کے باپ نے اس کا اعتراف نہ کیا ہو۔ کیونکہ اس اولاد کا کوئی نسب نہ تھا اور نہ کوئی عصبہ تھا۔ پس جب اس کا نسب ثابت ہوگیا۔ تو اس کی میراث اس کے عصبہ کو ملے گی۔ اور وہ اپنے عصبات سے جا ملے گا۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اجماعی مسئلہ یہ ہے کہ غلام کی اولاد جو آزاد عورت سے ہو اور اس کی اولاد کا دادا آزاد ہو تو وہ دادا اپنے آزاد پوتوں کی ولاء کو کھینچ کر اپنی طرف لے جاتا ہے جب تک کہ ان لڑکوں کا باپ غلام ہے۔ پھر اگر ان کا باپ آزاد ہو جائے تو ولاء اس کے موالی کی طرف کھینچ آتی ہے۔ اور اگر وہ غلامی کی حالت میں مرجائے تو ولاء اور میراث دادا کی ہے۔ اور اگر اس غلام کے دو آزاد بیٹے ہوں اور ان میں سے ایک مرجائے، درآنحالیکہ اس کا باپ غلام ہو تو دادا میراث کو اور ولاء کو کھینچ کر لے جائے گا۔

مالکؒ نے اس لونڈی کے متعلق کہا جو بحالت حمل آزاد ہو اور اس کا خاوند غلام ہو، پھر اس کا خاوند بھی آزاد ہوجائے قبل اس کے کہ اس کے ہاں اولاد پیدا ہو یا اولاد کی پیدائش کے بعد، تو اس کے پیٹ کی اولاد کی ولاء اس کی ہے جس نے اس کی ماں کو آزاد کیا۔ کیونکہ اس بچے کو غلامی اس وقت پہنچ چکی تھی۔ جب کہ اس کی ماں ابھی آزاد نہ تھی۔ اور یہ اس بچے کی مانند نہیں، جس کا حمل اس بچے کی ماں کو آزادی کے بعد ہو۔ کیونکہ آزادی کے بعد وہ عورت جس بچے سے حاملہ ہوگی، جب اس کا باپ آزاد ہوجائے گا تو اس کی ولاء کو کھینچ لے گا۔

مالک نے کہا کہ جو غلام اپنے آقا سے اپنا غلام آزاد کرنے کی اجازت لے تو آزاد شدہ غلام کی ولاء غلام کے آقا کی ہے۔ اور اس کے آزاد کرنے والے کی نہیں۔ اگرچہ وہ بھی اس کے بعد آزاد ہو جائے۔ (سبب اس کا یہ ہے کہ وہ غلام اپنے آقا کی اجازت سے آزاد ہوا تھا پس حقیقت میں آزاد کنندہ وہ تھا، جس نے اجازت دی تھی)

۱۲۔ بَابُ مِيرَاثِ الْوَلَاءِ

ولا کے باعث میراث کا باب

۱۲۸۵۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ۔ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْعَاصِيَ بْنَ هِشَامٍ هَلَكَ۔ وَتَرَكَ بَنِينَ لَهُ ثَلَاثَةً۔ اِثْنَانِ لِأُمٍّ، وَرَجُلٌ لِعَلَّةٍ۔ فَهَلَكَ أَحَدُ اللَّذَيْنِ لِأُمٍّ۔ وَتَرَكَ مَالًا وَمَوَالِيَ۔ فَوَرِثَهُ أَخُوهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ، مَالَهُ وَوَلَاءَهُ مَوَالِيهِ۔ ثُمَّ هَلَكَ الَّذِي وَرِثَ الْمَالَ وَوَلَاءَ الْمَوَالِي۔ وَتَرَكَ ابْنَهُ وَأَخَاهُ لِأَبِيهِ۔ فَقَالَ ابْنُهُ: قَدْ أَحْرَزْتُ مَا كَانَ أَبِي أَحْرَزَ مِنَ الْمَالِ وَوَلَاءِ الْمَوَالِي۔ وَقَالَ أَخُوهُ: لَيْسَ كَذٰلِكَ۔ إِنَّمَا أَحْرَزْتَ الْمَالَ۔ وَأَمَّا وَلَاءُ الْمَوَالِي، فَلَا أَرَأَيْتَ لَوْ هَلَكَ أَخِي الْيَوْمَ أَلَسْتُ أَرِثُهُ أَنَا؟ فَاخْتَصَمَا إِلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَقَضٰى لِأَخِيهِ بِوَلَاءِ الْمَوَالِي۔

ترجمہ: عاصی بن ہشام (ابوجہل کا بھائی) ہلاک ہوا۔ (جنگ بدر میں کافر قتل ہوا) اور تین بیٹے چھوڑ گیا۔ دو حقیقی تھے اور ایک صرف باپ کی طرف سے۔ پھر ان دو سگے بھائیوں میں سے ایک مر گیا اور کچھ مال اور موالی چھوڑ گیا۔ پس اس کا سگا بھائی اس کے مال کا اور اس کے موالی کی میراث کا وارث ہوا۔ پھر یہ مال اور موالی کا وارث بننے والا ہلاک ہو گیا۔ اور ایک بیٹا اور ایک علاتی (صرف باپ کی طرف سے) بھائی چھوڑ گیا۔ پس اس کے بیٹے نے کہا کہ میرا باپ جس مال اور جس ولاء کا مالک ہوا تھا۔ اب اس کا مالک میں ہوں اور مرنے والے کے علاتی بھائی نے کہا کہ یوں نہیں ہے۔ تو مال کا مالک تو ضرور ہے مگر موالی کی ولاء کا نہیں مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میرا بھائی (جو پہلے مر گیا تھا) تو میں اس کا وارث ہوتا یا نہیں؟ پس وہ دونوں یہ مقدمہ عثمان بن عفانؓ کے پاس لے گئے تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ موالی کی ولاء مرنے والے کے علاتی بھائی کی ہے۔ (امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ مؤطائے امام محمد باب میراث الولاء)

۱۲۸۶۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَبُوهُ۔ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا عِنْدَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ۔ فَاخْتَصَمَ إِلَيْهِ نَفَرٌ مِنْ جُهَيْنَةَ وَنَفَرٌ مِنْ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ

وَكَانَتِ امْرَأَةٌ مِنْ جُهَيْنَةَ عِنْدَ رَجُلٍ مِنْ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ. يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ كُلَيْبٍ فَمَاتَتِ الْمَرْأَةُ. وَتَرَكَتْ مَالًا وَمَوَالِيَ. فَوَرِثَهَا ابْنُهَا وَزَوْجُهَا. ثُمَّ مَاتَ ابْنُهَا. فَقَالَ وَرَثَتُهُ: لَنَا وَلَاءُ الْمَوَالِي. قَدْ كَانَ ابْنُهَا أَحْرَزَهُ. فَقَالَ الْجُهَنِيُّونَ: لَيْسَ كَذَلِكَ. إِنَّمَا هُمْ مَوَالِي صَاحِبَتِنَا. فَإِذَا مَاتَ وَلَدُهَا فَلَنَا وَلَاؤُهُمْ. وَنَحْنُ نَرِثُهُمْ. فَقَضَى أَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ لِلْجُهَنِيِّينَ بِوَلَاءِ الْمَوَالِي.

ترجمہ: ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزمؒ نے بتایا کہ ابان بن عثمانؒ کے پاس بیٹھا تھا تو قبیلۂ جہینہ کے کچھ لوگ اور بنی الحارث بن الخزرج کے لوگ ایک جھگڑا لے کر آئے۔ اور جہینہ کی ایک عورت بنی الحارث بن الخزرج کے ایک آدمی کی بیوی تھی جسے ابراہیم بن کلیب کہتے تھے۔ پس وہ عورت مرگئی اور کچھ مال اور موالی چھوڑ گئی۔ اور اس کا وارث اس کا خاوند اور بیٹا ہوا۔ پھر اس کا بیٹا مرگیا تو اس کے وارثوں نے کہا کہ موالی کی ولاء بھی ہمارے لئے ہے۔ کیونکہ اس کا مالک اس عورت کا بیٹا ہوا تھا۔ اور جہینہ والوں نے کہا کہ یوں نہیں وہ تو ہماری عورت کے موالی ہیں۔ جب اس کا لڑکا مرگیا ہے تو اس کی ولاء ہمارے لئے ہے اور ہم ہی ان کے وارث ہیں۔ پس ابان بن عثمانؒ نے موالی کی ولاء کا فیصلہ جہینہ والوں کے حق میں دیا۔ (اس اثر پر امام محمدؒ نے لکھا ہے کہ ہم اسے بھی اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ جب اس عورت کی مذکر اولاد مرگئی تو ولاء اور اس کے بعد مرنے والے موالی کی میراث عورت کے عورت کے عصبہ کی طرف لوٹ آئی۔ یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ باب میراث الولاء)

١٢٠٧۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ، فِي رَجُلٍ هَلَكَ وَتَرَكَ بَنِينَ لَهُ، ثَلَاثَةً. وَتَرَكَ مَوَالِيَ أَعْتَقَهُمْ هُوَ عَتَاقَةً. ثُمَّ إِنَّ الرَّجُلَيْنِ مِنْ بَنِيهِ هَلَكَا. وَتَرَكَا أَوْلَادًا. فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: يَرِثُ الْمَوَالِيَ، الْبَاقِي مِنَ الثَّلَاثَةِ. فَإِذَا هَلَكَ هُوَ، فَوَلَدُهُ وَوَلَدُ إِخْوَتِهِ فِي وَلَاءِ الْمَوَالِي، شَرَعٌ، سَوَاءٌ.

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ کا قول ہے کہ ایک شخص ہلاک ہوگیا اور تین بیٹے چھوڑ گیا اور کچھ موالی چھوڑ گیا، جنہیں اس نے آزاد کیا تھا۔ پھر اس کے بیٹوں میں سے دو شخص مرگئے اور اولاد چھوڑ گئے۔ سعید نے کہا کہ موالی کی ولاء کا وارث وہ ہوگا جو ان تینوں میں سے باقی ہے۔ جب وہ مرجائے تو اس کی اولاد اور اس کے بھائیوں کی اولاد کا حق موالی پر برابر برابر ہے۔ (جمہور کا مذہب یہی ہے۔)

۱۳- بَابُ مِيرَاثِ السَّائِبَةِ وَوَلَاءِ مَنْ أَعْتَقَ الْيَهُودِيُّ وَالنَّصْرَانِيُّ

سائبہ کی میراث کا اور یہودی و نصرانی کو آزاد کرنے والے کی ولاء کا بیان

ائمہ اربعہ کے نزدیک سائبہ کا معنیٰ آزاد کردہ غلام ہے، جسے زمانۂ جاہلیت میں سائبہ بھی کہتے تھے۔ اور جاہلی محاورے کے باعث مالکؒ نے اس لفظ کو مکروہ جانا ہے۔ آزاد شدہ غلام کی عورت پر اگر اس کا کوئی اور وارث نہ ہو تو وارث آزاد کرنے والا ہوگا۔ بشرطیکہ دونوں کا دین واحد ہو، یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ جہاں تک ولاء کا سوال ہے، مسلمان اگر غیر مسلم غلام کو آزاد کرے تو ولی وہی آزاد کرنے والا ہوگا لیکن ان میں وراثت نہیں چل سکتی کیونکہ دین مختلف ہیں۔ پس آزاد شدہ مرنے والے کا اگر کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال بیت المال میں جائے گا۔ اس مسئلے کی فروع میں کچھ فقہی اختلاف بھی ہے۔

۱۲۸۸- وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ شِهَابٍ عَنِ السَّائِبَةِ؟ قَالَ: يُوَالِي مَنْ شَاءَ. فَإِنْ مَاتَ وَلَمْ يُوَالِ أَحَدًا، فَمِيرَاثُهُ لِلْمُسْلِمِينَ. وَعَقْلُهُ عَلَيْهِمْ.

قَالَ مَالِكٌ، إِنَّ أَحْسَنَ مَا سُمِعَ فِي السَّائِبَةِ أَنَّهُ لَا يُوَالِي أَحَدًا. وَأَنَّ مِيرَاثَهُ لِلْمُسْلِمِينَ وَعَقْلَهُ عَلَيْهِمْ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ يُسْلِمُ عَبْدُ أَحَدِهِمَا فَيُعْتِقُهُ قَبْلَ أَنْ يُبَاعَ عَلَيْهِ: إِنَّ وَلَاءَ الْعَبْدِ الْمُعْتَقِ لِلْمُسْلِمِينَ. وَإِنْ أَسْلَمَ الْيَهُودِيُّ أَوِ النَّصْرَانِيُّ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمْ يَرْجِعْ إِلَيْهِ الْوَلَاءُ أَبَدًا.

قَالَ: وَلٰكِنْ إِذَا أَعْتَقَ الْيَهُودِيُّ أَوِ النَّصْرَانِيُّ عَبْدًا عَلَى دِينِهِمَا. ثُمَّ أَسْلَمَ الْمُعْتَقُ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ الْيَهُودِيُّ أَوِ النَّصْرَانِيُّ الَّذِي أَعْتَقَهُ. ثُمَّ أَسْلَمَ الَّذِي أَعْتَقَهُ. رَجَعَ إِلَيْهِ الْوَلَاءُ. لِأَنَّهُ قَدْ كَانَ ثَبَتَ لَهُ الْوَلَاءُ يَوْمَ أَعْتَقَهُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنْ كَانَ لِلْيَهُودِيِّ أَوِ النَّصْرَانِيِّ وَلَدٌ مُسْلِمٌ، وَرِثَ مَوَالِيَ أَبِيهِ الْيَهُودِيِّ أَوِ النَّصْرَانِيِّ، إِذَا أَسْلَمَ الْمَوْلَى الْمُعْتَقُ. قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ الَّذِي أَعْتَقَهُ. وَإِنْ كَانَ الْمُعْتَقُ، حِينَ أُعْتِقَ، مُسْلِمًا. لَمْ يَكُنْ لِوَلَدِ النَّصْرَانِيِّ أَوِ الْيَهُودِيِّ الْمُسْلِمِينَ، مِنْ وَلَاءِ الْعَبْدِ الْمُسْلِمِ شَيْءٌ. لِأَنَّهُ لَيْسَ لِلْيَهُودِيِّ وَلَا لِلنَّصْرَانِيِّ وَلَاءٌ. فَوَلَاءُ الْعَبْدِ الْمُسْلِمِ لِجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ.

ترجمہ: مالکؒ نے ابن شہابؒ سے سائبہ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ جس سے چاہے موالات کرے۔ اگر اس نے کسی کے ساتھ موالات نہ کی اور اس حال میں مر گیا تو اس کی میراث مسلمانوں کے لئے ہے (بیت المال میں ہے اور اس کا تاوان اور جرم بھی انہی پر ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ سائبہ کے متعلق بہترین سُنی جانے والی بات یہ ہے کہ وہ کسی کے ولا میں نہ ہو۔ اور اس کی میراث مسلمانوں کے لئے ہے۔ اور اس کا جُرم بھی انہی پر ہے۔ (یعنی دیت بھی بیت المال سے ہو گی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سائبہ کا معنی امام مالک کے نزدیک کیا ہے؟ سائبہ وہ ہے، جسے کسی نے آزاد کیا ہو اور کہہ دیا ہو کہ تُو جس سے چاہے موالات کر لے۔ اسی طرح کافر جب کسی مسلم کو آزاد کرے تو وہ چاہے اس کی ملک میں اسلام لایا ہو، چاہے اس سے قبل ہی مسلم ہو تو اس کی ولاء کافر کو نہیں ملے گی۔ اور وہ سائبہ ہو گا۔)

مالکؒ نے یہودی اور عیسائی کے متعلق کہا، جن کا غلام مسلمان ہو جائے اور قبل اس کے کہ وہ اس کی طرف سے بیچا جائے (کیونکہ مسلم کسی کافر کی ملک میں نہیں رہ سکتا) وہ اسے آزاد کر دے تو آزاد شدہ کی ولاء مسلمانوں کے لئے ہے۔ اگر اس کے بعد وہ یہودی یا عیسائی مسلم ہو جائے تو ولاء اس کی طرف کبھی نہ لوٹے گی لیکن جب یہودی یا نصرانی نے ایسا غلام بیچا، جو ان کے دین پر تھا، پھر وہ آزاد کیا جانے والا اسلام لے آیا قبل اس کے کہ وہ یہودی یا عیسائی اسلام لائے جس نے اس کو آزاد کیا۔ پھر اس کے اسلام کے بعد آزاد کنندہ بھی مسلم ہو جائے تو ولاء اس کی طرف لوٹ آئے گی۔ کیونکہ جس دن اس نے اسے فروخت کیا تھا، ولاء اس کے لئے ثابت تھی۔ (دونوں کا دین واحد تھا۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر یہودی یا نصرانی کا کوئی بچّہ مسلم ہو (اور اس کے باپ نے کوئی غلام آزاد کیا ہو۔ جو یہودی یا نصرانی ہو) تو جب آزاد کیا ہوا غلام اسلام لے آئے، قبل اس کے کہ آزاد کنندہ مسلم ہو تو مسلم بچّہ اپنے یہودی یا عیسائی باپ کے موالی کا وارث ہو گا۔ (یعنی ان کی ولاء اسے ملے گی۔) اور آزاد شدہ بحالتِ آزادی اگر مسلم تھا، تو یہودی یا نصرانی کے لڑکوں اس کی ولاء سے کچھ نہ ملے گا۔ کیونکہ یہودی اور نصرانی کی کوئی ولاء نہیں۔ بس اس حالت میں مسلم غلام کی ولاء مسلم جماعت کی ہو گی۔ (کیونکہ وہ سائبہ ہے۔)

كِتَابُ الْمُكَاتَبِ

١۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي الْمُكَاتَبِ

مکاتب کے متعلق فیصلہ

مال کی شرط پر آزادی پانے والا مکاتب ہے۔ عقدِ کتابت دورِ جاہلیت میں بھی تھا اور اسلام نے بھی اسے باقی رکھا تھا۔ اسلام میں سب سے پہلا مکاتب سلمان فارسیؓ مردوں میں سے اور بریرہؓ عورتوں میں سے تھی۔

۱۲۸۹۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ: الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهِ شَيْءٌ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے کہ مکاتب غلام ہے، جب تک کہ اس کے ذمہ اس کی کتابت میں سے کچھ باقی ہو۔ (یہ اثر موطائے امام محمدؒ کے باب المکاتب میں مروی ہے اور امام محمدؒ نے اس پر لکھا ہے کہ یہی ہمارا مختار ہے اور یہی ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ اور مکاتب اپنی شہادت اور حدود اور دیگر سب معاملات میں غلام کی مانند ہے۔ لیکن جب تک وہ مکاتب ہے اس کا آقا اس کے مال کا مالک نہیں۔) یہ اثر کتب حدیث میں مرفوع بھی وارد ہے۔ بخاریؒ نے اسے تعلیقاً روایت کیا ہے اور ابوداؤد، نسائی اور الحاکم نے اسے مرفوع روایت کیا ہے۔

۱۲۹۰۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ أَنَّهُ بَلَغَهُ، أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ، كَانَا يَقُولَانِ: الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهِ شَيْءٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَهُوَ رَأْيِي۔

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنْ هَلَكَ الْمُكَاتَبُ، وَتَرَكَ مَالًا أَكْثَرَ مِمَّا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهِ، وَلَهُ وَلَدٌ وُلِدُوا فِي كِتَابَتِهِ، أَوْ كَاتَبَ عَلَيْهِمْ، وَرِثُوا مَا بَقِيَ مِنَ الْمَالِ، بَعْدَ قَضَاءِ كِتَابَتِهِ۔

بُغیۃُ السّالِک

یعنی

مُؤطّا اِمام مالِک مترجم

عَنبرہٗ

کا

مُکمّل عربی متن

مع بامحاورہ اُردو ترجمہ

وعام فہم مفصل شرح مبنی براوجز المسالک مرتبہ شیخ الحدیث حضرت العلّامہ مُحمّد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوم

از

مولانا منظور احمد دامت فیوضہم

مُہتمِم وشیخ الحدیث دارُالعُلوم الشّہابیہ سیالکوٹ

المصباح

۱۶- اُردو بازار. لاہور

کِتَابُ الْمُكَاتَبِ

١- بَابُ الْقَضَاءِ فِي الْمُكَاتَبِ

مکاتب کے متعلق فیصلہ

مال کی شرط پر آزادی پانے والا مکاتب ہے۔ عقدِ کتابت دورِ جاہلیت میں بھی تھا اور اسلام نے بھی اسے باقی رکھا تھا۔ اسلام میں سب سے پہلا مکاتب سلمان فارسیؓ مردوں میں سے اور بریرہؓ عورتوں میں سے تھی۔

۱۲۸۹۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ: الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهِ شَيْءٌ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے کہ مکاتب غلام ہے، جب تک کہ اس کے ذمہ اس کی کتابت میں سے کچھ باقی ہو۔ (یہ اثر موطائے امام محمدؒ کے باب المکاتب میں مروی ہے اور امام محمدؒ نے اس پر لکھا ہے کہ یہی ہمارا مختار ہے اور یہی ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ اور مکاتب اپنی شہادت اور حدود اور دیگر سب معاملات میں غلام کی مانند ہے۔ لیکن جب تک وہ مکاتب ہے اس کا آقا اس کے مال کا مالک نہیں۔) یہ اثر کتب حدیث میں مرفوع بھی وارد ہے۔ بخاریؒ نے اسے تعلیقاً روایت کیا ہے اور ابوداؤد، نسائی اور الحاکم نے اسے مرفوع روایت کیا ہے۔

۱۲۹۰۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ أَنَّهُ بَلَغَهُ، أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ، وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ، كَانَا يَقُولَانِ: الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهِ شَيْءٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَهُوَ رَأْيِي۔

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنْ هَلَكَ الْمُكَاتَبُ، وَتَرَكَ مَالًا أَكْثَرَ مِمَّا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهِ۔ وَلَهُ وَلَدٌ وُلِدُوا فِي كِتَابَتِهِ۔ أَوْ كَاتَبَ عَلَيْهِمْ۔ وَرِثُوا مَا بَقِيَ مِنَ الْمَالِ۔ بَعْدَ قَضَاءِ كِتَابَتِهِ۔

ترجمہ: عروہ بن زبیرؓ اور سلیمان بن یسارؒ کہتے تھے کہ جب تک مکاتب کی کتابت کا کوئی حصہ باقی ہے وہ غلام ہے۔ امام مالکؒ نے کہا کہ یہی میری رائے ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر مکاتب ہلاک ہو جائے اور اپنی کتابت کے باقی ماندہ حصے سے زیادہ چھوڑ جائے۔ اور اس کی کچھ اولاد ہو، جو حالت کتابت میں پیدا ہوتی ہو۔ یا اس نے انہیں مکاتب کیا ہو تو اس کا بدل کتابت ادا کرکے جو کچھ بچ جائے وہ اس کے وارث ہوں گے۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ عقد کتابت موت سے باطل نہیں ہوتا۔ اور یہی ابو حنیفہ کا قول بھی ہے۔)

۱۲۹۱۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ قَيْسٍ الْمَكِّيِّ، اَنَّ مُكَاتَبًا كَانَ لِابْنِ الْمُتَوَكِّلِ هَلَكَ بِمَكَّةَ. وَتَرَكَ عَلَيْهِ بَقِيَّةً مِنْ كِتَابَتِهِ. وَدُيُوْنًا لِلنَّاسِ. وَتَرَكَ ابْنَتَهُ. فَاَشْكَلَ عَلٰى عَامِلِ مَكَّةَ الْقَضَاءُ فِيْهِ. فَكَتَبَ اِلٰى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ يَسْاَلُهُ عَنْ ذٰلِكَ. فَكَتَبَ اِلَيْهِ عَبْدُ الْمَلِكِ: اَنِ ابْدَاْ بِدُيُوْنِ النَّاسِ. ثُمَّ اقْضِ مَا بَقِيَ مِنْ كِتَابَتِهِ. ثُمَّ اقْسِمْ مَا بَقِيَ مِنْ مَالِهِ بَيْنَ ابْنَتِهِ وَمَوْلَاهُ.

قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا: اَنَّهُ لَيْسَ عَلٰى سَيِّدِ الْعَبْدِ اَنْ يُكَاتِبَهُ اِذَا سَاَلَهُ ذٰلِكَ. وَلَمْ اَسْمَعْ اَنَّ اَحَدًا مِنَ الْاَئِمَّةِ اَكْرَهَ رَجُلًا عَلٰى اَنْ يُكَاتِبَ عَبْدَهُ. وَقَدْ سَمِعْتُ بَعْضَ اَهْلِ الْعِلْمِ اِذَا سُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ فَقِيْلَ لَهُ: اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ — فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا — يَتْلُوْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ — وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا — فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ —

قَالَ مَالِكٌ: وَاِنَّمَا ذٰلِكَ اَمْرٌ اَذِنَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهِ لِلنَّاسِ. وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ عَلَيْهِمْ.

قَالَ مَالِكٌ: وَسَمِعْتُ بَعْضَ اَهْلِ الْعِلْمِ يَقُوْلُ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى — وَاٰتُوْهُمْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِيْ اٰتَاكُمْ — اِنَّ ذٰلِكَ اَنْ يُكَاتِبَ الرَّجُلُ غُلَامَهُ. ثُمَّ يَضَعُ عَنْهُ مِنْ اٰخِرِ كِتَابَتِهِ شَيْئًا مُسَمًّى.

قَالَ مَالِكٌ: فَهٰذَا الَّذِيْ سَمِعْتُ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ. وَاَدْرَكْتُ عَمَلَ النَّاسِ عَلٰى ذٰلِكَ عِنْدَنَا.

قَالَ مَالِكٌ: وَقَدْ بَلَغَنِيْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَاتَبَ غُلَامًا لَهُ عَلٰى خَمْسَةٍ وَثَلَاثِيْنَ

اَلْفِ دِرْهَمٍ. ثُمَّ وَضَعَ عَنْهُ مِنْ اٰخِرِ كِتَابَتِهٖ خَمْسَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ.

قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا، اَنَّ الْمُكَاتَبَ اِذَا كَاتَبَهٗ سَيِّدُهٗ تَبِعَهٗ مَالُهٗ. وَلَمْ يَتْبَعْهُ وَلَدُهٗ اِلَّا اَنْ يَشْتَرِطَهُمْ فِيْ كِتَابَتِهٖ.

قَالَ يَحْيٰى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُوْلُ، فِي الْمُكَاتَبِ يُكَاتِبُهٗ سَيِّدُهٗ وَلَهٗ جَارِيَةٌ بِهَا حَبَلٌ مِنْهُ. لَمْ يَعْلَمْ بِهٖ هُوَ وَلَا سَيِّدُهٗ يَوْمَ كِتَابَتِهٖ. فَاِنَّهٗ لَا يَتْبَعُهٗ ذٰلِكَ الْوَلَدُ. لِاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ دَخَلَ فِيْ كِتَابَتِهٖ. وَهُوَ لِسَيِّدِهٖ. فَاَمَّا الْجَارِيَةُ فَاِنَّهَا لِلْمُكَاتَبِ لِاَنَّهَا مِنْ مَالِهٖ.

قَالَ مَالِكٌ، فِيْ رَجُلٍ وَرِثَ مُكَاتَبًا مِنِ امْرَاَتِهٖ هُوَ وَابْنُهَا: اِنَّ الْمُكَاتَبَ اِنْ مَاتَ قَبْلَ اَنْ يَقْضِيَ كِتَابَتَهٗ، اقْتَسَمَا مِيْرَاثَهٗ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ. وَاِنْ اَدّٰى كِتَابَتَهٗ ثُمَّ مَاتَ. فَمِيْرَاثُهٗ لِابْنِ الْمَرْاَةِ. وَلَيْسَ لِلزَّوْجِ مِنْ مِيْرَاثِهٖ شَيْءٌ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْمُكَاتَبِ يُكَاتِبُ عَبْدَهٗ قَالَ: يُنْظَرُ فِيْ ذٰلِكَ. فَاِنْ كَانَ اِنَّمَا اَرَادَ الْمُحَابَاةَ لِعَبْدِهٖ، وَعُرِفَ ذٰلِكَ مِنْهُ بِالتَّخْفِيْفِ عَنْهُ. فَلَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ وَاِنْ كَانَ اِنَّمَا كَاتَبَهٗ عَلٰى وَجْهِ الرَّغْبَةِ وَطَلَبِ الْمَالِ. وَابْتِغَاءِ الْفَضْلِ وَالْعَوْنِ عَلٰى كِتَابَتِهٖ. فَذٰلِكَ جَائِزٌ لَهٗ.

قَالَ مَالِكٌ: فِيْ رَجُلٍ وَطِئَ مُكَاتَبَةً لَهٗ: اِنَّهَا اِنْ حَمَلَتْ فَهِيَ بِالْخِيَارِ. اِنْ شَاءَتْ كَانَتْ اُمَّ وَلَدٍ. وَاِنْ شَاءَتْ قَرَّتْ عَلٰى كِتَابَتِهَا. فَاِنْ لَمْ تَحْمِلْ، فَهِيَ عَلٰى كِتَابَتِهَا.

قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا فِي الْعَبْدِ يَكُوْنُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ، اِنَّ اَحَدَهُمَا لَا يُكَاتِبُ نَصِيْبَهٗ مِنْهُ. اَذِنَ لَهٗ بِذٰلِكَ صَاحِبُهٗ اَوْ لَمْ يَاْذَنْ. اِلَّا اَنْ يُكَاتِبَاهُ جَمِيْعًا. لِاَنَّ ذٰلِكَ يَعْقِدُ لَهٗ عِتْقًا. وَيَصِيْرُ اِذَا اَدَّى الْعَبْدُ مَا كُوْتِبَ عَلَيْهِ. اِلٰى اَنْ يَعْتِقَ نِصْفُهٗ. وَلَا يَكُوْنُ عَلَى الَّذِيْ كَاتَبَ بَعْضَهٗ، اَنْ يَسْتَتِمَّ عِتْقَهٗ. فَذٰلِكَ خِلَافُ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَهٗ فِيْ عَبْدٍ قُوِّمَ عَلَيْهِ قِيْمَةَ الْعَدْلِ".

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنْ جَهِلَ ذٰلِكَ حَتّٰى يُؤَدِّيَ الْمُكَاتَبُ. أَوْ قَبْلَ أَنْ يُؤَدِّيَ. رَدَّ إِلَيْهِ الَّذِي كَاتَبَهُ مَا قَبَضَ مِنَ الْمُكَاتَبِ. فَاقْتَسَمَهُ هُوَ وَشَرِيكُهُ عَلٰى قَدْرِ حِصَصِهِمَا. وَبَطَلَتْ كِتَابَتُهُ. وَكَانَ عَبْدًا لَهُمَا عَلٰى حَالِهِ الْأُولٰى.

قَالَ مَالِكٌ، فِي مُكَاتَبٍ بَيْنَ رَجُلَيْنِ. فَأَنْظَرَهُ أَحَدُهُمَا بِحَقِّهِ الَّذِي عَلَيْهِ. وَأَبَى الْآخَرُ أَنْ يُنْظِرَهُ. فَاقْتَضَى الَّذِي أَبٰى أَنْ يُنْظِرَهُ، بَعْضَ حَقِّهِ. ثُمَّ مَاتَ الْمُكَاتَبُ. وَتَرَكَ مَالًا لَيْسَ فِيهِ وَفَاءٌ مِنْ كِتَابَتِهِ.

قَالَ مَالِكٌ: يَتَحَاصَّانِ بِقَدْرِ مَا بَقِيَ لَهُمَا عَلَيْهِ. يَأْخُذُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِقَدْرِ حِصَّتِهِ فَإِنْ تَرَكَ الْمُكَاتَبُ فَضْلًا عَنْ كِتَابَتِهِ، أَخَذَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَا بَقِيَ مِنَ الْكِتَابَةِ. وَكَانَ مَا بَقِيَ بَيْنَهُمَا بِالسَّوَاءِ. فَإِنْ عَجَزَ الْمُكَاتَبُ، وَقَدِ اقْتَضَى الَّذِي لَمْ يُنْظِرْهُ أَكْثَرَ مِمَّا اقْتَضٰى صَاحِبُهُ، كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ. وَلَا يَرُدُّ عَلٰى صَاحِبِهِ فَضْلَ مَا اقْتَضٰى. لِأَنَّهُ إِنَّمَا اقْتَضَى الَّذِي لَهُ بِإِذْنِ صَاحِبِهِ. وَإِنْ وَضَعَ عَنْهُ أَحَدُهُمَا الَّذِي لَهُ. ثُمَّ اقْتَضٰى صَاحِبُهُ بَعْضَ الَّذِي لَهُ عَلَيْهِ. ثُمَّ عَجَزَ فَهُوَ بَيْنَهُمَا. وَلَا يَرُدُّ الَّذِي اقْتَضٰى عَلٰى صَاحِبِهِ شَيْئًا. لِأَنَّهُ إِنَّمَا اقْتَضَى الَّذِي لَهُ عَلَيْهِ. وَذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ الدَّيْنِ لِلرَّجُلَيْنِ. بِكِتَابٍ وَاحِدٍ عَلٰى رَجُلٍ وَاحِدٍ. فَيُنْظِرُهُ أَحَدُهُمَا. وَيَشِحُّ الْآخَرُ فَيَقْتَضِي بَعْضَ حَقِّهِ. ثُمَّ يُفْلِسُ الْغَرِيمُ. فَلَيْسَ عَلَى الَّذِي اقْتَضٰى، أَنْ يَرُدَّ شَيْئًا مِمَّا أَخَذَ.

ترجمہ: ابن المتوکل کا ایک مکاتب تھا۔ جو مکہ میں فوت ہوگیا اور اپنی کتابت میں سے کچھ باقی چھوڑ گیا اور اپنے ذمہ لوگوں کے کچھ قرض چھوڑ گیا اور ایک لڑکی بھی چھوڑ گیا۔ پس مکہ کے حاکم پہ اس کا فیصلہ مشکل ہوگیا۔ پس اس نے عبدالملک بن مروان سے یہ دریافت کر بھیجا۔ تو عبدالملک بن مروان نے اسے لکھا کہ لوگوں کے قرض سے ابتدا کر۔ پھر اس کی کتابت کا جو حصہ باقی ہے اسے ادا کر۔ پھر اس کا مال اس کی بیٹی اور اس کے مولیٰ (آزاد کنندہ) کے درمیان تقسیم کر دے۔ (امام محمدؒ نے اپنے موطا میں یہ اثر روایت کر کے لکھا ہے کہ ہم اسی کو اخذ کرتے ہیں اور یہی قول ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا ہے کہ پہلے اس کے مال میں سے لوگوں کے قرض ادا کئے جائیں گے۔ پھر اس کا بقیہ بدلِ کتابت ادا کریں گے۔ پھر جو کچھ بچے گا وہ اس کے آزاد وارثوں کا

ہے وہ جو بھی ہوں۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک عملدر آمد اس پر ہے کہ غلام کے آقا پر واجب نہیں کہ اسے مکاتب بنائے جب کہ وہ اس سے مطالبہ کرے۔ اور میں نے نہیں سُنا کہ ائمہ میں سے کسی نے کسی آقا کو اپنا غلام مکاتب کرنے پر مجبور کیا ہو۔ جب کہ غلام اس کا مطالبہ کرے۔ اور میں نے بعض اہل علم سے یہ سوال ہوتے سُنا ہے کہ اس سے یہ کہا گیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔ پس انہیں مکاتب بناؤ اگر تم ان میں خیر جانو۔ یہ دونوں آیات اس عالم نے جواب میں پڑھیں۔ اور یہی کہ جب تم حلال ہو تو شکار کرو۔ اور جب نماز ادا ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ مالکؒ نے کہا کہ ان آیات کا صیغۂ امر اذن کے معنی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان کاموں کی اجازت دی ہے اور یہ ان پر واجب نہیں۔ (یعنی امر کا صیغہ ہمیشہ وجوب کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ اباحت و اذن کا معنیٰ بھی دیتا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ میں نے بعض اہل علم کو یہ کہتے سُنا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول "ان کو اللہ کے اس مال میں سے دو، جو اس نے تمہیں دیا ہے"۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ آدمی اپنے غلام کو مکاتب بنائے پھر اس کی کتابت کے آخر سے کچھ مقرر (مثلاً آخری جزء) چھوڑ دے۔

مالکؒ نے کہا کہ یہ بہترین بات ہے جو میں نے اہلِ علم سے سُنی اور ہمارے ہاں مدینہ میں مَیں نے اس پر لوگوں کا عمل دیکھا۔

مالکؒ نے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے ایک غلام کو ۳۵ ہزار درہم پر مکاتب بنایا، پھر اس کی کتابت کے آخر سے ۵ ہزار درہم چھوڑ دیا۔

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اس پر عمل ہے کہ مکاتب کے ساتھ جب اس کا مالک عقد کتابت کرے تو اس کا مال اس کے پیچھے جاتا ہے۔ اور اس کی اولاد اس کے پیچھے نہیں جاتی۔ مگر اس صورت میں کہ وہ اپنی کتابت میں ان کی بھی شرط کرے (ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک مال عقد کتابت میں داخل نہیں ہوتا۔ اوزاعیؒ کے نزدیک اگر شرط کی جائے تو ہوتا ہے ورنہ نہیں۔)

مالکؒ نے کہا کہ جو مکاتب اپنے آقا کے ساتھ مکاتبت کرے اور اس کی (مکاتب کی) ایک لونڈی ہو، جس کو اس سے حمل ہو۔ جس کا کتابت کے وقت نہ اُسے علم ہو نہ اس کے مالک کو، تو وہ بچہ عقدِ کتابت میں داخل نہیں۔ کیونکہ وہ عقد کے وقت داخل عقدِ کتابت نہ تھا اور وہ مالکؒ کا ہے۔ رہی لونڈی تو وہ مکاتب کی ہے کیونکہ وہ اس کا مال ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ جو مرد اپنی بیوی سے وراثت میں ایک مکاتب پائے اور اس میں اس میّت کا بیٹا بھی شریک ہو تو مکاتب اگر اپنی کتابت پوری کرنے سے پہلے مر جائے تو خاوند اور بیٹا اس مکاتب کی میراث کو کتاب اللہ کے مطابق بانٹ لیں گے۔ اور اگر اس نے بدلِ کتابت ادا کر دیا اور پھر مر گیا تو اس کی میراث عورت کے لڑکے کو ملے گی۔ خاوند کا اس میں کچھ نہیں۔ (یعنی عصبہ لڑکا ہے نہ کہ خاوند اور یہ میراث عصبہ ہونے کی بنا پر ہے۔ سب فقہائے امصار کا یہی مذہب ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جو مکاتب اپنے غلام کو مکاتب بنائے تو اس پر غور کریں گے۔ اگر اس نے اپنے غلام پر محض نرمی اور شفقت کی ہے اور یہ اس کی تخفیف سے معلوم ہو رہا ہے، تو یہ جائز نہیں۔ اور اگر اس نے بطور رغبت اور طلب مال اور اپنی کتابت میں مدد حاصل کرنے کی خاطر ایسا کیا ہو تو یہ اس کے لئے جائز ہے (کتابت چونکہ ایک قسم کی آزادی ہے۔ لہذا مکاتب خود غلام ہوتے ایسا نہیں کر سکتا۔ مگر اپنے آقا کی اجازت کے ساتھ۔ مالکؒ کے علاوہ ثوریؒ، شافعیؒ اور حنفی فقہا کا بھی یہی قول ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس شخص نے اپنی مکاتب لونڈی سے وطی کی تو اگر اسے حمل ہو گیا تو اسے اختیار ہے چاہے تو اُمِّ ولد بن جائے

اور چاہے تو اپنی کتابت پر قائم رہے اور حمل نہ ہونے کی صورت میں تو وہ مکاتبت پر ہی قائم رہے گی۔ (و لیسے مکاتبہ سے وطی جائز نہیں جب تک کہ بوقت عقد کتابت اس کی شرط نہ کر لی ہو۔ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔م)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک دو مردوں میں مشترک غلام کے متعلق اجماعی امر یہ ہے کہ ان میں سے ایک اپنا حصہ مکاتب نہیں کر سکتا۔ خواہ اس کا شریک اجازت دے خواہ نہ دے۔ اگر دونوں مل کر اسے مکاتب کریں تو درست ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ اس غلام کی آزادی کا عقد ہو جائے گا۔ اور ایک کے مال کی ادائیگی پر اس کا نصف آزاد ہو جائے گا (جو ایک کا حصہ ہوگا) اور صرف نصف جان کی کتابت کی صورت میں وہ آزاد نہیں ہوتا۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے خلاف ہے جو آپؐ نے فرمایا کہ جس نے ایک غلام میں اپنا حصہ آزاد کیا تو اس کے حساب میں غلام کی عادلانہ قیمت لگائی جائے گی۔ (اور وہ قیمت آزاد کنندہ پر ڈال کر دوسرے شریک کا حصہ اس سے دلوایا جائے گا۔ اور کتابت کی صورت میں لگانا خارج از بحث ہے)

مالکؒ نے کہا کہ اگر وہ اس سے ناواقف تھا حتیٰ کہ مکاتب نے بدل کتابت ادا کر دیا اور ادائیگی سے قبل بھی، تو وہ کتابت کرنے والا وہ رقم واپس کرے گا جو اس نے اس مکاتب سے لی ہے اور وہ اور اس کا شریک اپنے حصوں کے حساب سے اسے تقسیم کریں گے۔ اور کتابت باطل ہوگی۔ اور وہ پہلی حالت کی مانند ان دونوں کا غلام ہوگا۔

مالکؒ نے کہا کہ جو مکاتب دو شخصوں کے درمیان ہو۔ ایک شخص نے اسے اپنا حصہ ادا کرنے کی مہلت دی ہو۔ اور دوسرے نے اسے مہلت دینے سے انکار کیا ہو اور اس انکار کرنے والے نے اپنا کچھ حصہ لے لیا ہو۔ پھر وہ مکاتب مر جائے اور اتنا مال چھوڑ جائے، جس میں اس کی کتابت کی ادائیگی پوری نہیں ہوئی تو مالکؒ نے کہا کہ وہ دونوں اپنے اپنے حصے کے مطابق لیں گے جو ان کا اس مکاتب کے ذمہ ہے۔ اور اگر مکاتب اپنے بدل کتابت سے زائد چھوڑ گیا ہو تو وہ دونوں پہلے تو اپنی اپنی کتابت کے لحاظ سے لیں گے اور جو کچھ باقی ہوگا وہ آپس میں برابر تقسیم کریں گے۔ اگر مکاتب بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز آگیا اور اسے مہلت نہ دینے والا دوسرے شریک سے زیادہ رقم لے چکا ہو۔ تو غلام ان کے درمیان نصف نصف ہوگا اور وہ کچھ زائد جو لے چکا ہے، اپنے ساتھی کو اس کا حصہ نہیں دے گا۔ کیونکہ اس نے جو کچھ لیا ہے وہ اپنے ساتھی کے اذن سے لیا ہے۔ اور اگر ایک شریک اپنا حصہ اس مکاتب کو چھوڑ دے۔ پھر اس کا دوسرا ساتھی اپنا دوسرا مال وصول کرے اور پھر مکاتب عاجز ہو جائے تو غلام ان دونوں کے درمیان ہے اور جو لے چکا ہے وہ اپنے ساتھی کو کچھ نہ دے گا۔ کیونکہ اس نے جو کچھ لیا وہ اپنا حق لیا ہے۔ (جبکہ دوسرا معاف کر چکا تھا۔ اور یہ اسی طرح ہے جیسے کہ دو آدمیوں کا قرض ایک دستاویز کے ساتھ ہو، اور ایک شخص کے ذمہ ہو۔ پس ان میں سے ایک تو اسے مہلت دے دے۔ اور دوسرا اس سے کترائے۔ پس مقروض اس کا کچھ حق ادا کرے اور پھر مفلس ہو جائے تو لینے والے پر یہ واجب نہیں کہ حاصل کردہ رقم میں سے کچھ واپس کرے۔

۲۔ بَابُ الْحَمَالَةِ فِي الْكِتَابَةِ

کتابت میں کفالت کا باب

۱۲۹۲۔ قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، اَنَّ الْعَبِيْدَ اِذَا كُوْتِبُوْا جَمِيْعًا۔ كِتَابَةً وَاحِدَةً۔ فَاِنَّ بَعْضَهُمْ حُمَلَاءُ عَنْ بَعْضٍ۔ وَاِنَّهُ لَا يُوْضَعُ عَنْهُمْ۔ لِمَوْتِ اَحَدِهِمْ شَيْءٌ۔

وَإِنْ قَالَ أَحَدُهُمْ: قَدْ عَجَزْتُ. وَأَلْقَىٰ بِيَدَيْهِ. فَإِنَّ لِأَصْحَابِهِ أَنْ يَسْتَعْمِلُوهُ فِيمَا يُطِيقُ مِنَ الْعَمَلِ. وَيَتَعَاوَنُونَ بِذٰلِكَ فِي كِتَابَتِهِمْ. حَتَّىٰ يَعْتِقَ بِعِتْقِهِمْ. إِنْ عَتَقُوا. وَيَرِقَّ بِرِقِّهِمْ إِنْ رَقُّوا.

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا كَاتَبَهُ سَيِّدُهُ. لَمْ يَنْبَغِ لِسَيِّدِهِ أَنْ يَتَحَمَّلَ لَهُ، بِكِتَابَةِ عَبْدِهِ، أَحَدٌ. إِنْ مَاتَ الْعَبْدُ أَوْ عَجَزَ. وَلَيْسَ هٰذَا مِنْ سُنَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَذٰلِكَ أَنَّهُ إِنْ تَحَمَّلَ رَجُلٌ لِسَيِّدِ الْمُكَاتَبِ، بِمَا عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهِ. ثُمَّ اتَّبَعَ ذٰلِكَ سَيِّدُ الْمُكَاتَبِ قِبَلَ الَّذِي تَحَمَّلَ لَهُ. أَخَذَ مَالَهُ بَاطِلًا. لَا هُوَ ابْتَاعَ الْمُكَاتَبَ. فَيَكُونُ مَا أُخِذَ مِنْهُ مِنْ ثَمَنِ شَيْءٍ لَهُ. وَلَا الْمُكَاتَبُ عَتَقَ، فَيَكُونُ فِي ثَمَنِ حُرْمَةٍ ثَبَتَتْ لَهُ. فَإِنْ عَجَزَ الْمُكَاتَبُ رَجَعَ إِلَىٰ سَيِّدِهِ. وَكَانَ عَبْدًا مَمْلُوكًا لَهُ. وَذٰلِكَ أَنَّ الْكِتَابَةَ لَيْسَتْ بِدَيْنٍ ثَابِتٍ يُتَحَمَّلُ لِسَيِّدِ الْمُكَاتَبِ بِهَا. إِنَّمَا هِيَ شَيْءٌ. إِنْ أَدَّاهُ الْمُكَاتَبُ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، لَمْ يُحَاصَّ الْغُرَمَاءَ سَيِّدُهُ بِكِتَابَتِهِ. وَكَانَ الْغُرَمَاءُ أَوْلَىٰ بِذٰلِكَ مِنْ سَيِّدِهِ. وَإِنْ عَجَزَ الْمُكَاتَبُ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ لِلنَّاسِ. رُدَّ عَبْدًا مَمْلُوكًا لِسَيِّدِهِ. وَكَانَتْ دُيُونُ النَّاسِ فِي ذِمَّةِ الْمُكَاتَبِ. لَا يَدْخُلُونَ مَعَ سَيِّدِهِ فِي شَيْءٍ مِنْ ثَمَنِ رَقَبَتِهِ.

قَالَ مَالِكٌ: إِذَا كَاتَبَ الْقَوْمُ جَمِيعًا كِتَابَةً وَاحِدَةً. وَلَا رَحِمَ بَيْنَهُمْ يَتَوَارَثُونَ بِهَا، فَإِنَّ بَعْضَهُمْ حُمَلَاءُ عَنْ بَعْضٍ. وَلَا يَعْتِقُ بَعْضُهُمْ دُونَ بَعْضٍ. حَتَّىٰ يُؤَدُّوا الْكِتَابَةَ كُلَّهَا. فَإِنْ مَاتَ أَحَدٌ مِنْهُمْ وَتَرَكَ مَالًا هُوَ أَكْثَرُ مِنْ جَمِيعِ مَا عَلَيْهِمْ. أُدِّيَ عَنْهُمْ جَمِيعُ مَا عَلَيْهِمْ. وَكَانَ فَضْلُ الْمَالِ لِسَيِّدِهِ. وَلَمْ يَكُنْ لِمَنْ كَاتَبَ مَعَهُ مِنْ فَضْلِ الْمَالِ شَيْءٌ. وَيَتْبَعُهُمُ السَّيِّدُ بِحِصَصِهِمُ الَّتِي بَقِيَتْ عَلَيْهِمْ أَنْ يُؤَدُّوا مَا عَتَقُوا بِهِ مِنْ مَالِهِ. وَإِنْ لِلْمُكَاتَبِ الْهَالِكِ وَلَدٌ حُرٌّ لَمْ يُولَدْ فِي الْكِتَابَةِ. وَلَمْ يُكَاتَبْ عَلَيْهِ. لَمْ يَرِثْهُ. لِأَنَّ الْمُكَاتَبَ لَمْ يُعْتَقْ حَتَّىٰ مَاتَ.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اجماعی امر یہ ہے کہ کچھ غلاموں کی کتابت جب اکٹھی ہو، ایک ہی کتابت کے ذریعے سے، تو ان میں سے ہر ایک دوسروں کا کفیل و ضامن ہے۔ ایک کی موت کے باعث ان سے کوئی چیز کم نہ کی جائے گی۔ اگر ان میں سے ایک کہہ دے کہ میں عاجز ہو چکا ہوں اور کوشش کرنا چھوڑ دے تو اس کے ساتھیوں پر ضروری ہے کہ اس سے وہ کام کرائیں جس کی اس کو طاقت ہو۔ اور اس طرح وہ اپنی کتابت کے لئے ایک دوسرے کی مدد کریں حتیٰ کہ وہ سب کے سب آزاد ہو جائیں۔ اگر وہ آزاد ہوں، اور اگر وہ غلام ہی رہیں تو وہ بھی غلام ہی رہ جائے۔ (اکثر علماء کے نزدیک یہ مشترک عقد جائز ہے۔ کہا گیا ہے کہ شافعیؒ کے اس میں دو قول ہیں۔ پھر ان کی ایک دوسرے کے لئے ضمانت کی اگر باہم شرط ہوگی تو فبہا، ورنہ وہ ایک دوسرے کے ضامن نہ ہوں گے۔ حنفیہ کا یہی قول ہے۔ شافعیؒ نے کہا کہ شرط ہو یا نہ ہو، یہ کفالت بالکل جائز نہیں۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک مدینہ میں یہ ایک اجماعی امر ہے کہ غلام کو جب اس کا مالک مکاتب بنائے تو مالک کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے غلام کی کتابت کا ضامن کسی اور کو بنائے کہ اگر غلام مرگیا یا عاجز ہو گیا تو فلاں اس کا کفیل ہوگا۔ یہ مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے۔ یہ اس لئے کہ اگر کسی شخص نے مکاتب کے آقا کے لئے ذمہ داری لی، اس مال کتابت کی جو مکاتب کے ذمہ ہے۔ پھر مکاتب کے آقا نے اس ذمہ داری لینے والے کا پیچھا کیا اور مال لے لیا تو اس نے وہ مال ناجائز طور پر لیا ہے۔ کیونکہ ضامن نے نہ تو مکاتب کو خریدا ہے کہ جس کی قیمت وہ آقا کھاتا ہے اور نہ مکاتب آزاد ہوا ہے کہ جس کی آزادی کی قیمت یہ ہے جو ثابت ہو۔ پس اگر مکاتب عاجز ہو گیا تو اپنے مالک کی طرف واپس لوٹے گا۔ اور اس کا مملوک غلام ہوگا۔ اور یہ اس لئے کہ کتابت کوئی ثابت شدہ قرض نہیں کہ آقا مکاتب سے اس کی ضمانت لے۔ یہ تو فقط ایک چیز ہے کہ مکاتب اگر ادا کر دے تو آزاد ہو گا۔ اور اگر مکاتب مرگیا اور اس پر قرض تھا تو اس کا آقا قرضخواہوں کے ساتھ کتابت میں حصہ کی تقسیم نہیں کر سکتا۔ اور قرضخواہ اس معاملہ میں آقا سے زیادہ حقدار ہوں گے۔ اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا، اس حال میں کہ اس پر قرض تھا تو وہ اپنے آقا کا مملوک غلام بن کر لوٹے گا۔ اور لوگوں کے قرض مکاتب کے ذمہ ہوں گے۔ اور اگر قرضخواہ غلام کی قیمت میں اس کے آقا کے ساتھ شامل نہ ہوں گے۔

مالکؒ نے کہا کہ جب کچھ لوگوں نے مل کر ایک کتابت کی اور ان کے درمیان کوئی رشتہ نہیں جس کی بنا پر وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہو سکیں تو وہ سب ایک دوسرے کے ضامن ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ بعض آزاد ہو جائیں اور بعض نہ ہوں۔ یہاں تک کہ وہ سب پوری کتابت ادا نہ کریں۔ پھر اگر ان میں سے ایک مرگیا اور اتنا مال چھوڑ گیا جو ان سب کے بدل کتابت سے زیادہ ہو تو ان سب کا بدل کتابت ادا کیا جائے گا اور جو مال بچ گیا وہ اس کے آقا کا ہے اور اس کے مکاتب ساتھیوں کا اس زائد مال میں کوئی حق نہیں۔ اور مالک ان سے وہ حصے وصول کرے گا جو ان کے بدل کتابت سے ابھی ان کے ذمہ تھا اور جو مرنے والے کے مال سے ادا ہوئے تھے۔ کیونکہ مرنے والے نے صرف ان کی طرف سے کفالت لی تھی۔ پس ان پر لازم ہے کہ جس مال کے بدلے وہ آزاد ہوئے ہیں، اسے ادا کریں۔ اور اگر مرنے والے مکاتب کا کوئی آزاد بچہ ہو، جو کتابت کے دوران میں پیدا نہیں ہوا اور اس پر کتابت نہیں ہوئی تو وہ اس کا وارث نہ ہوگا۔ کیونکہ مکاتب موت کے وقت آزاد نہ تھا۔ (یہ فقہا کے درمیان اختلافی مسئلہ ہے۔ حنفیہ کے نزدیک وہ بچہ وارث ہو گا۔)

۳- بَابُ الْقِطَاعَةِ فِي الْكِتَابَةِ

کتابت میں بالمقطع کچھ لے لینے کا باب

قطاعت یا مقاطعت کا معنی ہے کہ مکاتب کو جلدی آزاد کرنے کے لئے آقا کچھ نقدی وغیرہ لینے پر معاملہ کرلے اور یہ لے کر اسے آزاد کردے۔

۱۲۹۳۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ تُقَاطِعُ مُكَاتَبِيهَا بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا فِي الْمُكَاتَبِ يَكُونُ بَيْنَ الشَّرِيكَيْنِ. فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ لِأَحَدِهِمَا أَنْ يُقَاطِعَهُ عَلَى حِصَّتِهِ. إِلَّا بِإِذْنِ شَرِيكِهِ. وَذَلِكَ أَنَّ الْعَبْدَ وَمَالَهُ بَيْنَهُمَا. فَلَا يَجُوزُ لِأَحَدِهِمَا أَنْ يَأْخُذَ شَيْئًا مِنْ مَالِهِ إِلَّا بِإِذْنِ شَرِيكِهِ. وَلَوْ قَاطَعَهُ أَحَدُهُمَا دُونَ صَاحِبِهِ ثُمَّ حَازَ ذَلِكَ. ثُمَّ مَاتَ الْمُكَاتَبُ وَلَهُ مَالٌ. أَوْ عَجَزَ. لَمْ يَكُنْ لِمَنْ قَاطَعَهُ شَيْءٌ مِنْ مَالِهِ. وَلَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَرُدَّ مَا قَاطَعَهُ عَلَيْهِ. وَيَرْجِعَ حَقُّهُ فِي رَقَبَتِهِ. وَلَكِنْ مَنْ قَاطَعَ مُكَاتَبًا بِإِذْنِ شَرِيكِهِ. ثُمَّ عَجَزَ الْمُكَاتَبُ. فَإِنْ أَحَبَّ الَّذِي قَاطَعَهُ أَنْ يَرُدَّ الَّذِي أَخَذَ مِنْهُ مِنَ الْقِطَاعَةِ. وَيَكُونُ عَلَى نَصِيبِهِ مِنْ رَقَبَةِ الْمُكَاتَبِ. كَانَ ذَلِكَ لَهُ. وَإِنْ مَاتَ الْمُكَاتَبُ. وَتَرَكَ مَالًا. اسْتَوْفَى الَّذِي بَقِيَتْ لَهُ الْكِتَابَةُ. حَقَّهُ الَّذِي بَقِيَ لَهُ عَلَى الْمُكَاتَبِ مِنْ مَالِهِ. ثُمَّ كَانَ مَا بَقِيَ مِنْ مَالِ الْمُكَاتَبِ بَيْنَ الَّذِي قَاطَعَهُ وَبَيْنَ شَرِيكِهِ. عَلَى قَدْرِ حِصَصِهِمَا فِي الْمُكَاتَبِ. وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا قَاطَعَهُ وَتَمَاسَكَ صَاحِبُهُ بِالْكِتَابَةِ. ثُمَّ عَجَزَ الْمُكَاتَبُ. قِيلَ لِلَّذِي قَاطَعَهُ: إِنْ شِئْتَ أَنْ تَرُدَّ عَلَى صَاحِبِكَ نِصْفَ الَّذِي أَخَذْتَ وَيَكُونُ الْعَبْدُ بَيْنَكُمَا شَطْرَيْنِ. وَإِنْ أَبَيْتَ، فَجَمِيعُ الْعَبْدِ لِلَّذِي تَمَسَّكَ بِالرِّقِّ خَالِصًا۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْمُكَاتَبِ يَكُونُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ، فَيُقَاطِعُهُ أَحَدُهُمَا بِإِذْنِ صَاحِبِهِ. ثُمَّ يَقْتَضِي الَّذِي تَمَسَّكَ بِالرِّقِّ مِثْلَ مَا قَاطَعَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ. أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ. ثُمَّ يَعْجِزُ الْمُكَاتَبُ.

قَالَ مَالِكٌ: فَهُوَ بَيْنَهُمَا، لِأَنَّهُ إِنَّمَا اقْتَضَى الَّذِي لَهُ عَلَيْهِ. وَإِنِ اقْتَضَى أَقَلَّ مِمَّا أَخَذَ

الَّذِي قَاطَعَهُ، ثُمَّ عَجَزَ الْمُكَاتَبُ، فَأَحَبَّ الَّذِي قَاطَعَهُ أَنْ يَرُدَّ عَلَى صَاحِبِهِ نِصْفَ مَا تَفَضَّلَهُ بِهِ، وَيَكُونُ الْعَبْدُ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ، فَذَلِكَ لَهُ. وَإِنْ أَبَى، فَجَمِيعُ الْعَبْدِ لِلَّذِي لَمْ يُقَاطِعْهُ. وَإِنْ مَاتَ الْمُكَاتَبُ وَتَرَكَ مَالًا. فَأَحَبَّ الَّذِي قَاطَعَهُ أَنْ يَرُدَّ عَلَى صَاحِبِهِ نِصْفَ مَا تَفَضَّلَهُ بِهِ. وَيَكُونُ الْمِيرَاثُ بَيْنَهُمَا. فَذَلِكَ لَهُ. وَإِنْ كَانَ الَّذِي تَمَسَّكَ بِالْكِتَابَةِ قَدْ أَخَذَ مِثْلَ مَا قَاطَعَ عَلَيْهِ شَرِيكُهُ. أَوْ أَفْضَلَ. فَالْمِيرَاثُ بَيْنَهُمَا بِقَدْرِ مِلْكِهِمَا. لِأَنَّهُ إِنَّمَا أَخَذَ حَقَّهُ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْمُكَاتَبِ يَكُونُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ. فَيُقَاطِعُ أَحَدُهُمَا عَلَى نِصْفِ حَقِّهِ بِإِذْنِ صَاحِبِهِ. ثُمَّ يَقْبِضُ الَّذِي تَمَسَّكَ بِالرِّقِّ أَقَلَّ مِمَّا قَاطَعَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ. ثُمَّ يَعْجِزُ الْمُكَاتَبُ.

قَالَ مَالِكٌ: إِنْ أَحَبَّ الَّذِي قَاطَعَ الْعَبْدَ أَنْ يَرُدَّ عَلَى صَاحِبِهِ نِصْفَ مَا تَفَضَّلَهُ بِهِ، كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَهُمَا شَطْرَيْنِ. وَإِنْ أَبَى أَنْ يَرُدَّ، فَلِلَّذِي تَمَسَّكَ بِالرِّقِّ حِصَّةُ صَاحِبِهِ الَّذِي كَانَ قَاطَعَ عَلَيْهِ الْمُكَاتَبَ.

قَالَ مَالِكٌ: وَتَفْسِيرُ ذَلِكَ، أَنَّ الْعَبْدَ يَكُونُ بَيْنَهُمَا شَطْرَيْنِ. فَيُكَاتِبَانِهِ جَمِيعًا. ثُمَّ يُقَاطِعُ أَحَدُهُمَا الْمُكَاتَبَ عَلَى نِصْفِ حَقِّهِ. بِإِذْنِ صَاحِبِهِ. وَذَلِكَ الرُّبُعُ مِنْ جَمِيعِ الْعَبْدِ. ثُمَّ يَعْجِزُ الْمُكَاتَبُ. فَيُقَالُ لِلَّذِي قَاطَعَهُ: إِنْ شِئْتَ فَارْدُدْ عَلَى صَاحِبِكَ نِصْفَ مَا فَضَلْتَهُ بِهِ. وَيَكُونُ الْعَبْدُ بَيْنَكُمَا شَطْرَيْنِ. وَإِنْ أَبَى، كَانَ لِلَّذِي تَمَسَّكَ بِالْكِتَابَةِ رُبُعُ صَاحِبِهِ الَّذِي قَاطَعَ الْمُكَاتَبَ عَلَيْهِ خَالِصًا. وَكَانَ لَهُ نِصْفُ الْعَبْدِ. فَذَلِكَ ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِ الْعَبْدِ. وَكَانَ لِلَّذِي قَاطَعَ رُبُعُ الْعَبْدِ. لِأَنَّهُ أَبَى أَنْ يَرُدَّ ثَمَنَ رُبُعِهِ الَّذِي قَاطَعَ عَلَيْهِ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْمُكَاتَبِ يُقَاطِعُهُ سَيِّدُهُ. فَيُعْتَقُ. وَيَكْتُبُ عَلَيْهِ مَا بَقِيَ مِنْ قَطَاعَتِهِ دَيْنًا عَلَيْهِ. ثُمَّ يَمُوتُ الْمُكَاتَبُ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ لِلنَّاسِ.

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنَّ سَيِّدَهُ لَا يُحَاصُّ غُرَمَاءَهُ بِالَّذِي عَلَيْهِ مِنْ قَطَاعَتِهِ. وَلِغُرَمَائِهِ أَنْ

يُبَدَّ ذُا عَلَيْهِ۔
قَالَ مَالِكٌ: لَيْسَ لِلْمُكَاتَبِ اَنْ يُقَاطِعَ سَيِّدَهٗ اِذَا كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ لِلنَّاسِ۔ فَيَعْتِقُ وَ
يَصِيْرَ لَا شَيْءَ لَهٗ۔ لِاَنَّ اَهْلَ الدَّيْنِ اَحَقُّ بِمَالِهٖ مِنْ سَيِّدِهٖ۔ فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِجَائِزٍ لَهٗ۔
قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا فِي الرَّجُلِ يُكَاتِبُ عَبْدَهٗ۔ ثُمَّ يُقَاطِعُهٗ بِالذَّهَبِ۔ فَيَضَعُ عَنْهُ
مَّا عَلَيْهِ مِنَ الْكِتَابَةِ۔ عَلٰى اَنْ يُعَجِّلَ لَهٗ مَا قَاطَعَهٗ عَلَيْهِ: اَنَّهٗ لَيْسَ بِذٰلِكَ بَاْسٌ۔ وَاِنَّمَا
كَرِهَ ذٰلِكَ مَنْ كَرِهَهٗ، لِاَنَّهٗ اَنْزَلَهٗ بِمَنْزِلَةِ الدَّيْنِ، يَكُوْنُ لِلرَّجُلِ عَلَى الرَّجُلِ اِلٰى اَجَلٍ
فَيَضَعُ عَنْهُ، وَيَنْقُدُهٗ۔ وَلَيْسَ هٰذَا مِثْلَ الدَّيْنِ۔ اِنَّمَا كَانَتْ قَطَاعَةُ الْمُكَاتَبِ سَيِّدَهٗ، عَلٰى
اَنْ يُعْطِيَهٗ مَالًا فِي اَنْ يَتَعَجَّلَ الْعِتْقَ۔ فَيَجِبُ لَهُ الْمِيْرَاثُ وَالشَّهَادَةُ وَالْحُدُوْدُ۔ وَتَثْبُتُ
لَهٗ حُرْمَةُ الْعَتَاقَةِ۔ وَلَمْ يَشْتَرِ دَرَاهِمَ بِدَرَاهِمَ۔ وَلَا ذَهَبًا بِذَهَبٍ۔ وَاِنَّمَا مَثَلُ رَجُلٍ
قَالَ لِغُلَامِهٖ: ائْتِنِيْ بِكَذَا وَكَذَا دِيْنَارًا۔ وَاَنْتَ حُرٌّ۔ فَوَضَعَ عَنْهُ مِنْ ذٰلِكَ فَاَنْتَ حُرٌّ۔
فَلَيْسَ هٰذَا دَيْنًا ثَابِتًا۔ وَلَوْ كَانَ دَيْنًا ثَابِتًا لَحَاصَّ بِهِ السَّيِّدُ غُرَمَاءَ الْمُكَاتَبِ، اِذَا مَاتَ
اَوْ اَفْلَسَ۔ فَدَخَلَ مَعَهُمْ فِي مَالِ مُكَاتَبِهٖ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مکرمہ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے مکاتبوں
کے ساتھ سونے اور چاندی پر بالمقطع فیصلہ کرلیتی تھیں۔ جمہور علما کے نزدیک یہ صورت جائز ہے اور بقولِ ابن رشدؒ اسے
قطاعہ کہتے ہیں نہ کہ کتابت۔

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک مدینہ میں یہ امر اجماعی ہے کہ جو مکاتب دو شریکوں کے درمیان ہو۔ ایک کے لئے
جائز نہیں کہ دوسرے کی اجازت کے بغیر اس سے اپنا حصہ یک مُشت لے لے۔ کیونکہ غلام اور اس کا مال ان دونوں کا
ہے۔ لہٰذا ایک کے لئے جائز نہیں کہ اس کا مال شریک کی اجازت کے بغیر لے لے۔ اگر ایک نے دوسرے کے بغیر مکاتب
سے بالمقطع معاملہ کرلیا اور لے بھی لیا۔ پھر مکاتب مرگیا اور اس کا کچھ مال تھا، یا وہ عاجز ہوگیا تو بالمقطع لینے والے کو
اس کے مال میں سے کچھ نہ ملے گا۔ نہ اس کو یہ اجازت ہوگی کہ یک مُشت لی ہوئی رقم واپس کرے اور مکاتب کی جان میں اپنا
حق پھر حاصل کرے۔ لیکن جس نے اپنے شریک کی اجازت سے مکاتب کے ساتھ یک مشت معاملہ کیا۔ پھر مکاتب عاجز ہوگیا
تو اگر وہ چاہے کہ یک مشت لی ہوئی رقم واپس کردے اور مکاتب کی گردن میں اپنا حق قائم رکھے تو یہ اس کے لئے جائز
ہے۔ اگر مکاتب مرگیا اور مال چھوڑ گیا، تو جس کی کتابت ابھی باقی تھی تو مکاتب کے ذمہ پر اپنا باقی ماندہ حق لے لے گا۔ پھر

پھر مکاتب کا جو مال بچے گا وہ دونوں شریکوں کے حصہ کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ اور اگر ایک نے اپنا حصہ بالمقطع لے لیا اور دوسرے نے کتابت کو قائم رکھا۔ پھر مکاتب عاجز ہو گیا تو جس شخص نے اپنا حصہ کتابت بالمقطع لے لیا تھا۔ تو اس سے کہا جائے گا کہ اگر تو چاہے تو جو کچھ لے چکا ہے اس کا نصف اپنے شریک کو دے دے اور غلام تمہارے درمیان دو برابر حصوں میں رہے گا۔ اور اگر تو انکار کرے تو غلام سارا اس کا ہے جس نے بدلِ کتابت نہیں لیا تھا۔

مالکؒ نے کہا کہ جو مکاتب دو آدمیوں کا ہو اور ان میں سے ایک نے دوسرے کی اجازت سے اپنا حصہ بدل کتابت یک مشت لے لیا۔ پھر دوسرا آدمی جس نے کہ بدل کتابت نہیں لیا وہ بھی اسی قدر اپنے ساتھی جیسی رقم یا اس سے زیادہ لے لے۔ (لیکن ابھی پورا بدلِ کتابت ادا نہیں ہوا۔ نہ دوسرے نے یہ وعدہ کیا کہ اتنی رقم پر تو آزاد ہے۔ پھر مکاتب عاجز ہو گیا تو مالک نے کہا کہ وہ غلام ان دونوں کا ہے کیونکہ پہلا شخص اپنا حق لے چکا ہے۔ اور اگر دوسرے نے پہلے سے کم لیا ہے، پھر مکاتب عاجز ہوا۔ اور یک مشت لینے والے نے چاہا کہ اپنے ساتھی کو زیادہ لئے ہوئے مال کا نصف دے دے اور غلام ان دونوں کا ہو جائے تو اس کو اس کی اجازت ہے۔ اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارا غلام اس کا ہے جس نے یک مشت رقم نہیں لی۔ اور اگر مکاتب مر گیا اور کچھ مال چھوڑ گیا تو یک مشت لینے والے نے چاہا کہ جتنا وہ زیادہ لے چکا ہے اس کا نصف اپنے ساتھی کو دے دے۔ اور غلام کی میراث دونوں کی ہو تو اسے اس کی اجازت ہے اور اگر کتابت کو قائم رکھنے والا اتنا لے چکا ہے جتنا اس کا شریک بالمقطع لے چکا ہے یا زیادہ لے چکا ہے تو میراث میں دونوں شریک ہیں۔ کیونکہ اس نے صرف اپنا حق لیا ہے۔ (مسئلے کی تفصیلات میں فقہا کا اختلاف بھی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ایک مکاتب جب دو آدمیوں میں مشترک ہو اور ایک نے دوسرے کی اجازت سے اپنے نصف حق پر یک مشت معاملہ کر لیا۔ پھر کتابت کو قائم رکھنے والا اپنے شریک ساتھی سے کم رقم وصول کرے (یعنی مکاتب سے) پھر مکاتب عاجز آ جائے۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر قطاعہ کرنے والا چاہے کہ جو کچھ وہ لے چکا ہے اس کا نصف دے کر غلام میں حصہ قائم رکھے تو یہ اس کے لئے جائز ہے۔ اور اگر وہ اس سے انکار کرے تو بالمقطع لینے والا جو کچھ لے چکا ہے، اسے نکال کر کتابت کی باقی رقم کا حقدار دوسرا ہے جس نے کتابت کو قائم رکھا۔

مالکؒ نے کہا کہ اس کی شرح یہ ہے کہ غلام ان دونوں کا تھا۔ دونوں نے اسے مکاتب بنایا۔ پھر ایک نے اپنے ساتھی کی اجازت سے مکاتب میں اپنے نصف حق پر قطاعہ کا معاملہ کر لیا۔ اور یہ مثلاً تمام غلام کا ¼ تھا۔ پھر مکاتب عاجز ہو گیا تو قطاعہ کرنے والے سے کہا جائے گا کہ اگر تو چاہے جتنا اپنے ساتھی کی نسبت زائد لے چکا ہے اس کا نصف اپنے ساتھی کو دے دے تو غلام تمہارے درمیان دو برابر حصوں میں رہے۔ وہ ایسا کرے تو بہتر، ورنہ جس شخص نے کتابت کو قائم رکھا ہے، اسے غلام کا ¾ ملے گا کیونکہ قطاعہ کرنے والا اپنا ¼ لے چکا ہے۔ اور اس میں نصف واپس کرنے سے انکاری ہے۔ (اس سے ملتا جلتا مگر کچھ مختلف مسئلہ اوپر بھی گزر چکا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر مکاتب کا آقا اس سے کچھ بالمقطع لے لے تاکہ وہ آزاد ہو جائے۔ (مگر قطاعہ میں سے کچھ اس کے ذمہ رہ جائے) اور آقا باقی قطاعہ کو اس کے ذمہ قرض لکھ دے۔ پھر مکاتب مر جائے اور اس کے ذمہ لوگوں کا کچھ قرض ہو تو مالکؒ نے کہا کہ آقا دوسرے قرضخواہوں کے ساتھ اپنے حصے کے قرض کی وصولی میں شامل نہ ہوگا۔ بلکہ قرض خواہ اپنا قرض پہلے وصول کریں گے۔ (اکثر علما کا یہی قول ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ مکاتب کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مالک کے ساتھ یک مشت معاملہ کرے جبکہ اس کے ذمے لوگوں کا قرض ہو۔ پس وہ اس حال میں آزاد ہو کہ اس کے پاس کچھ نہ ہو۔ کیونکہ قرضخواہ اس کے مال کے اس کے آقا کی نسبت زیادہ حقدار ہیں۔ لہذا یہ اس کے لئے جائز نہیں۔ (گویا امام مالکؒ کے نزدیک ایسا مکاتب مفلس ہے۔ جمہور کے نزدیک جب تک اس کے خلاف افلاس (دیوالیہ پن) کا فیصلہ نہ ہو جائے، وہ اپنے اموال میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک عمل اس پر ہے کہ جو آدمی اپنے غلام سے مکاتبت کرے، پھر اسے سونا (نقدی) دینے پر یک مشت معاملہ کرے۔ اور بدلِ کتابت کو کم کر دے۔ تاکہ وہ مکاتب ادائگی جلدی کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جن لوگوں نے اسے مکروہ جانا، وہ اس بنا پر جانا کہ انہوں نے اسے قرض کی مانند جانا، جو ایک شخص کا دوسرے پر ہو اور مدّت مقرر ہو۔ تو وہ اس پر اس شرط میں کمی کر دے کہ مقروض جلدی ادا کر دے۔ اور وہ قرض کی مانند نہیں ہے۔ یہ تو مکاتب کا یک مشت ادا کرنے کا معاملہ ہے کہ وہ اپنے آقا کو جلد مال ادا کر دے۔ تاکہ آزاد ہو جائے اور اس کے میراث اور حدود واجب ہو جائیں۔ اور اس کے آزادی کی حُرمت (عزت و احترام) ثابت ہو جائے۔ اس نے دراہم کو دراہم سے نہیں خریدا اور سونے کو سونے سے۔ اس کی مثال تو یوں ہے کہ ایک شخص اپنے غلام سے کہے کہ تم مجھے اتنے دینار لا دو تو تم آزاد ہو۔ پھر اس مقدار سے کچھ کم کر دے۔ اور کہے کہ اگر تم اس پہلی مقدار سے اتنے کم لا دو تو تم آزاد ہو۔ پس یہ ثابت شدہ دَین نہیں ہے کہ اس کے اندر آقا و مکاتب کے قرضخواہوں کے ساتھ اس کی موت پر یا دیوالیہ ہو جانے پر حصہ بٹائے اور ان کے ساتھ وہ اپنے مکاتب کے مال میں حصہ دار بنے۔

۳۔ بَابُ جِرَاحِ الْمُكَاتَبِ

مکاتب کے کسی کو زخمی کرنے کا باب

یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ امام سرخسی حنفیؒ نے فرمایا کہ اگر مکاتب خطا سے کوئی جرم کرے تو اس کی قیمت اور جرم کے تاوان میں سے جو کم مقدار میں ہو، وہ اس کے ادا کرنے کی کوشش کرے گا۔ پھر اگر وہ دوسرا جرم بھی اسی طرح کرے تو وہ پہلا تاوان اس پر قرض ہو گا۔ اور دوسرے کی ادائیگی یا اپنی قیمت کی ادائیگی کے لئے سعی کرے۔ امام زُفرؒ کا قول یہ ہے کہ ہر جرم کے ولی کو اس کی علیحدہ علیحدہ قیمت دلوائی جائے گی۔

۱۲۹۴۔ قَالَ مَالِكٌ: أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِي الْمُكَاتَبِ يَجْرَحُ الرَّجُلَ جَرْحًا يَقَعُ فِيهِ الْعَقْلُ عَلَيْهِ: أَنَّ الْمُكَاتَبَ إِنْ قَوِيَ عَلَى أَنْ يُؤَدِّيَ عَقْلَ ذٰلِكَ الْجَرْحِ مَعَ كِتَابَتِهِ، أَدَّاهُ، وَكَانَ عَلَى كِتَابَتِهِ. فَإِنْ لَمْ يَقْوَ عَلَى ذٰلِكَ، فَقَدْ عَجَزَ عَنْ كِتَابَتِهِ. وَذٰلِكَ أَنَّهُ يَنْبَغِي أَنْ يُؤَدِّيَ عَقْلَ ذٰلِكَ الْجَرْحِ قَبْلَ الْكِتَابَةِ. فَإِنْ هُوَ عَجَزَ عَنْ أَدَاءِ عَقْلِ ذٰلِكَ الْجَرْحِ، خُيِّرَ سَيِّدُهُ. فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يُؤَدِّيَ عَقْلَ ذٰلِكَ الْجَرْحِ، فَعَلَ. وَأَمْسَكَ غُلَامَهُ. وَصَارَ عَبْدًا مَمْلُوكًا. وَإِنْ شَاءَ أَنْ يُسْلِمَ الْعَبْدَ إِلَى الْمَجْرُوحِ أَسْلَمَهُ. وَلَيْسَ عَلَى السَّيِّدِ أَكْثَرُ مِنْ

أَنْ يُسَلِّمَ عَبْدَهُ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْقَوْمِ يُكَاتَبُونَ جَمِيعًا۔ فَيَجْرَحُ أَحَدُهُمْ جَرْحًا فِيهِ عَقْلٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: مَنْ جَرَحَ مِنْهُمْ جَرْحًا فِيهِ عَقْلٌ، قِيلَ لَهُ وَلِلَّذِينَ مَعَهُ فِي الْكِتَابَةِ: أَدُّوا جَمِيعًا عَقْلَ ذٰلِكَ الْجَرْحِ۔ فَإِنْ أَدَّوْا ثَبَتُوا عَلَى كِتَابَتِهِمْ۔ وَإِنْ لَمْ يُؤَدُّوا فَقَدْ عَجَزُوا وَيُخَيَّرُ سَيِّدُهُمْ۔ فَإِنْ شَاءَ أَدَّى عَقْلَ ذٰلِكَ الْجَرْحِ وَرَجَعُوا عَبِيدًا لَهُ جَمِيعًا۔ وَإِنْ شَاءَ أَسْلَمَ الْجَارِحَ وَحْدَهُ، وَرَجَعَ الْآخَرُونَ عَبِيدًا لَهُ جَمِيعًا۔ بِعَجْزِهِمْ عَنْ أَدَاءِ عَقْلِ ذٰلِكَ الْجَرْحِ۔ الَّذِي جَرَحَ صَاحِبُهُمْ۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ عِنْدَنَا، أَنَّ الْمُكَاتَبَ إِذَا أُصِيبَ بِجَرْحٍ يَكُونُ لَهُ فِيهِ عَقْلٌ۔ أَوْ أُصِيبَ أَحَدٌ مِنْ وَلَدِ الْمُكَاتَبِ الَّذِينَ مَعَهُ فِي كِتَابَتِهِ۔ فَإِنَّ عَقْلَهُمْ عَقْلُ الْعَبِيدِ فِي قِيمَتِهِمْ۔ وَأَنَّ مَا أُخِذَ لَهُمْ مِنْ عَقْلِهِمْ يُدْفَعُ إِلَى سَيِّدِهِمُ الَّذِي لَهُ الْكِتَابَةُ وَيُحْسَبُ ذٰلِكَ لِلْمُكَاتَبِ فِي آخِرِ كِتَابَتِهِ۔ فَيُوضَعُ عَنْهُ مَا أَخَذَ سَيِّدُهُ مِنْ دِيَةِ جَرْحِهِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَتَفْسِيرُ ذٰلِكَ، أَنَّهُ كَأَنَّهُ كَاتَبَهُ عَلَى ثَلَاثَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ۔ وَكَانَ دِيَةُ جَرْحِهِ الَّذِي أَخَذَهَا سَيِّدُهُ أَلْفَ دِرْهَمٍ۔ فَإِذَا أَدَّى الْمُكَاتَبُ إِلَى سَيِّدِهِ أَلْفَيْ دِرْهَمٍ فَهُوَ حُرٌّ۔ وَإِنْ كَانَ الَّذِي بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهِ أَلْفَ دِرْهَمٍ۔ وَكَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنْ دِيَةِ جَرْحِهِ أَلْفَ دِرْهَمٍ۔ فَقَدْ عَتَقَ۔ وَإِنْ كَانَ عَقْلُ جَرْحِهِ أَكْثَرَ مِمَّا بَقِيَ عَلَى الْمُكَاتَبِ۔ أَخَذَ سَيِّدُ الْمُكَاتَبِ مَا بَقِيَ مِنْ كِتَابَتِهِ وَعَتَقَ۔ وَكَانَ مَا فَضَلَ بَعْدَ أَدَاءِ كِتَابَتِهِ لِلْمُكَاتَبِ۔ وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُدْفَعَ إِلَى الْمُكَاتَبِ شَيْءٌ مِنْ دِيَةِ جَرْحِهِ۔ فَيَأْكُلَهُ وَيَسْتَهْلِكَهُ۔ فَإِنْ عَجَزَ رَجَعَ إِلَى سَيِّدِهِ أَعْوَرَ أَوْ مَقْطُوعَ الْيَدِ أَوْ مَعْضُوبَ الْجَسَدِ۔ وَإِنَّمَا كَاتَبَهُ سَيِّدُهُ عَلَى مَالِهِ وَكَسْبِهِ۔ وَلَمْ يُكَاتِبْهُ عَلَى أَنْ يَأْخُذَ ثَمَنَ وَلَدِهِ وَلَا مَا أُصِيبَ مِنْ عَقْلِ جَسَدِهِ

نَّا كُلَّهُ وَيَسْتَهْلِكَهُ - وَلٰكِنْ عَقْلُ جِرَاحَاتِ الْمُكَاتَبِ وَوَلَدِهِ الَّذِيْنَ وُلِدُوْا فِيْ كِتَابَتِهِ - اَوْ كَاتَبَ عَلَيْهِمْ يُدْفَعُ اِلٰى سَيِّدِهِ - وَيُحْسَبُ ذٰلِكَ لَهٗ فِيْ اٰخِرِ كِتَابَتِهِ -

ترجمہ: امام مالکؒ نے فرمایا کہ مکاتب کے کسی کو زخمی کرنے میں بہترین بات میں نے یہ سُنی ہے کہ اگر زخم ایسا ہو، جس میں کہ عقل (تاوان) واجب ہو۔ تو مکاتب اگر اس زخم کا تاوان مع کتابت کے ادا کرنے پر قادر ہو تو اسے ادا کرے اور اس کی مکاتبت بحال رہے۔ اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو وہ اپنی کتابت سے بھی عاجز ہو گیا۔ یہ اس لئے کہ اس زخم کی عقل ادا کرنا بدلِ کتابت سے قبل واجب ہے۔ پس اگر وہ اس زخم کی عقل ادا کرنے سے عاجز ہے تو اس کے مالک کو اختیار دیا جائے گا۔ اگر وہ پسند کرے کہ یہ مکاتب اس زخم کی عقل ادا کرے تو وہ ایسا ہی کرے اور وہ مالک اپنے غلام کو روک لے گا۔ اور وہ مملوکہ غلام بن جائے۔ اور اگر وہ مکاتب کو مجروح کے سپرد کرنا چاہے تو سپرد کر دے۔ اور مالک کے ذمہ اس سپردگی سے زائد کچھ نہیں۔ (بقول سرخسیؒ حنفیہ کا مسلک بھی یہی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر کچھ لوگ اکٹھے مکاتب بنیں پھر ان میں سے ایک کسی کو ایسا زخم لگائے، جس میں عقل واجب ہے تو ان سب سے کہا جائے گا کہ اس زخم کی عقل ادا کرو۔ اگر وہ ادا کر دیں۔ تو ان کی مکاتبت بحال ہے۔ اور اگر ادا نہ کریں تو وہ عاجز ہوئے اور ان کے مالک کو اختیار دیا جائے گا کہ اگر چاہے تو اس زخم کی عقل ادا کرے اور وہ سب اس کے دوبارہ غلام بن جائیں گے۔ اور اگر چاہے تو صرف زخمی کرنے والے کو مجروح کے سپرد کر دیگا۔ اور باقی سب اس کے غلام ہوں گے۔ کیونکہ وہ اپنے ساتھی کی عقل ادا کرنے سے عاجز ثابت ہوئے ہیں۔ (اس میں دیگر علما کا اختلاف ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک وہ اجماعی معاملہ جس میں اختلاف نہیں، یہ ہے کہ مکاتب کو جب ایسا زخم پہنچے جس میں عقل واجب ہو۔ یا اس کی اولاد میں سے کسی کو ایسا زخم پہنچے۔ وہ اولاد جو عقدِ کتابت میں اس کے ساتھ شامل ہے۔ تو ان کی عقل غلاموں جیسی ہے۔ جو ان کی قیمت کے مطابق ہوتی ہے۔ اور ان کی عقل میں جو کچھ مجرم سے لیا جائے وہ ان کے آقا کو دیا جائے گا۔ جس کے ساتھ اس کی کتابت ہے۔ اور مکاتب اپنی کتابت کے آخر میں اس کا حساب کرکے جو کچھ آقا نے لیا تھا، بطور دیتِ زخم، وہ وضع کرلے گا۔

مالکؒ نے کہا کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ مثلاً اس نے آقا سے کتابت تین ہزار درہم پر کی تھی اور اس کے زخم کی دیت جو اس کے آقا نے لی تھی وہ ایک ہزار درہم تھی پس جب مکاتب اپنے آقا کو دو ہزار درہم دے چکے گا تو وہ آزاد ہے اور اگر اس کے ذمہ ابھی بدلِ کتابت ایک ہزار درہم باقی تھا اور مالک نے اس کے زخم کی دیت دو ہزار درہم وصول کرلی تھی تو وہ آزاد ہے۔ اور اگر اس کے زخم کی دیت اس رقم سے زیادہ تھی جو مکاتب کے ذمہ باقی تھی۔ تو مکاتب کا آقا اس کی کتابت کا بقایا لے گا اور وہ آزاد ہے۔ اور کتابت کے ادا کرنے کے بعد جو باقی بچے گا وہ مکاتب کا ہے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ مکاتب کو اس کے زخم کی دیت دی جائے تو وہ اسے کھا پی کر ہلاک کر دے۔ پھر وہ اگر عاجز ہو جائے تو مالک کی طرف یک چشم یا ہاتھ کٹا یا جسم کٹا ہو کر لوٹے۔ اور اس کے آقا نے اس سے جو مکاتبت کی تھی۔ وہ اس کے مال اور کسب پر تھی۔ اور اس بات پر نہ تھی کہ وہ اپنی اولاد کی قیمت حاصل کرے یا اس کے جسم کو جو نقصان پہنچا اس کی دیت لے کر کھالے اور ضائع کر دے۔ بلکہ مکاتب کے زخموں کی دیت اور اس کی اس اولاد کی دیت جو کتابت کے دوران پیدا

پیدا ہوئی یا جن پر عقدِ کتابت منعقد ہوا۔ اور وہ اس کے آقا کو دی جائے گی اور اس کا حساب کتابت کے آخر میں کر لیں گے

٥۔ باب بیع المکاتب

مکاتب کی کتابت کی بیع کا باب

١٢٩٥۔ قال مالک: إن أحسن ما سمع في الرجل يشتري مكاتب الرجل: أنه لا يبيعه إذا كان كاتبه بدنانير أو دراهم. إلا بعرض من العروض يعجله ولا يؤخره. لأنه إذا أخره كان دينا بدين. وقد نهي عن الكالئ بالكالئ.

قال: وإن كاتب المكاتب سيده بعرض من العروض: من الإبل أو البقر أو الغنم أو الرقيق. فإنه يصلح للمشتري أن يشتريه بذهب أو فضة أو عرض مخالف للعروض التي كاتبه سيده عليها. يعجل ذلك ولا يؤخره.

قال مالك: أحسن ما سمعت في المكاتب: أنه إذا بيع كان أحق باشتراء كتابته ممن اشتراها. إذا قوي أن يؤدي إلى سيده الثمن الذي باعه به نقدا. وذلك أن اشتراءه نفسه عتاقة. والعتاقة تبدأ على ما كان معها من الوصايا. وإن باع بعض من كاتب المكاتب نصيبه منه. فباع نصف المكاتب أو ثلثه أو ربعه. أو سهما من أسهم المكاتب. فليس للمكاتب فيما بيع منه شفعة. وذلك أنه يصير بمنزلة القطاعة. وليس له أن يقاطع بعض من كاتبه. إلا بإذن شركائه. وأن ما بيع منه شفعة. وذلك أنه يصير بمنزلة القطاعة. وليس له أن يقاطع بعض من كاتبه. إلا بإذن شركائه. وأن ما بيع منه ليست له به حرمة تامة. وأن ماله محجور عنه. وأن اشتراءه بعضه يخاف عليه منه العجز لما يذهب من ماله. وليس ذلك بمنزلة اشتراء المكاتب نفسه كاملا. إلا أن يأذن له من بقي له فيه كتابة. فإن أذنوا له كان أحق بما بيع منه.

قَالَ مَالِكٌ: لَا يَحِلُّ بَيْعُ نَجْمٍ مِنْ نُجُومِ الْمُكَاتَبِ. وَذٰلِكَ أَنَّهُ غَرَرٌ. إِنْ عَجَزَ الْمُكَاتَبُ بَطَلَ مَا عَلَيْهِ. وَإِنْ مَاتَ أَوْ أَفْلَسَ وَعَلَيْهِ دُيُونٌ لِلنَّاسِ. لَمْ يَأْخُذِ الَّذِي اشْتَرَى نَجْمَهُ بِحِصَّتِهِ مَعَ غُرَمَائِهِ شَيْئًا. وَإِنَّمَا الَّذِي يَشْتَرِي نَجْمًا مِنْ نُجُومِ الْمُكَاتَبِ. بِمَنْزِلَةِ سَيِّدِ الْمُكَاتَبِ. فَسَيِّدُ الْمُكَاتَبِ لَا يُحَاصُّ، بِمَا اجْتَمَعَ لَهُ مِنَ الْخَرَاجِ. غُرَمَاءَ غُلَامِهِ.

قَالَ مَالِكٌ: لَا بَأْسَ بِأَنْ يَشْتَرِيَ الْمُكَاتَبُ كِتَابَتَهُ بِعَيْنٍ أَوْ عَرْضٍ مُخَالِفٍ لِمَا كُوتِبَ بِهِ مِنَ الْعَيْنِ أَوِ الْعَرْضِ. أَوْ غَيْرِ مُخَالِفٍ مُعَجَّلٍ أَوْ مُؤَخَّرٍ.

قَالَ مَالِكٌ فِي الْمُكَاتَبِ يَهْلِكُ وَيَتْرُكُ أُمَّ وَلَدٍ، وَوَلَدًا لَهُ صِغَارًا. مِنْهَا أَوْ مِنْ غَيْرِهَا. فَلَا يَقْوَوْنَ عَلَى السَّعْيِ. وَيُخَافُ عَلَيْهِمُ الْعَجْزُ عَنْ كِتَابَتِهِمْ. قَالَ: تُبَاعُ أُمُّ وَلَدِ أَبِيهِمْ. إِذَا كَانَ فِي ثَمَنِهَا مَا يُؤَدَّى بِهِ عَنْهُمْ جَمِيعُ كِتَابَتِهِمْ. أُمَّهُمْ كَانَتْ أَوْ غَيْرَ أُمِّهِمْ. يُؤَدَّى عَنْهُمْ وَيَعْتِقُونَ. لِأَنَّ أَبَاهُمْ كَانَ لَا يَمْنَعُ بَيْعَهَا إِذَا خَافَ الْعَجْزَ عَنْ كِتَابَتِهِ. فَهٰؤُلَاءِ إِذَا خِيفَ عَلَيْهِمُ الْعَجْزُ بِيعَتْ أُمُّ وَلَدِ أَبِيهِمْ. فَيُؤَدَّى عَنْهُمْ ثَمَنُهَا. فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي ثَمَنِهَا مَا يُؤَدَّى عَنْهُمْ وَلَمْ تَقْوَ هِيَ وَلَا هُمْ عَلَى السَّعْيِ. رَجَعُوا جَمِيعًا رَقِيقًا لِسَيِّدِهِمْ.

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي الَّذِي يَبْتَاعُ كِتَابَةَ الْمُكَاتَبِ. ثُمَّ يَهْلِكُ الْمُكَاتَبُ قَبْلَ أَنْ يُؤَدِّيَ كِتَابَتَهُ: أَنَّهُ يَرِثُهُ الَّذِي اشْتَرَى كِتَابَتَهُ. وَإِنْ عَجَزَ فَلَهُ رَقَبَتُهُ. وَإِنْ أَدَّى الْمُكَاتَبُ كِتَابَتَهُ إِلَى الَّذِي اشْتَرَاهَا وَعَتَقَ. فَوَلَاؤُهُ لِلَّذِي عَقَدَ كِتَابَتَهُ. لَيْسَ لِلَّذِي اشْتَرَى كِتَابَتَهُ مِنْ وَلَائِهِ شَيْءٌ.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ جو شخص کسی کے مکاتب کی کتابت کو خرید لے، اس کے متعلق بہترین بات میں نے یہ سُنی تھی کہ مالک اسے نہیں بیچ سکتا جب کہ اس نے دراہم یا دنانیر پر کتابت کی ہو۔ (کیونکہ اس میں ربٰو ہوگا)۔ مگر وہ اسے اس وقت بیچ سکتا ہے جبکہ کسی سامان پر بیچے اور فوراً وصولی کرے، موخر نہ کرے۔ کیونکہ جب وہ اسے موخر کرے گا تو وہ دین کے بدلے دین ہوگا۔ (بدلِ کتابت تو پہلے ہی دین ہے۔ اب اس کا بدل بھی دین ہوا۔ تو یہ سودا ناجائز ہو گیا) کیونکہ ادھار کے بدلے

اُدھار سے منع فرمایا گیا ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر مالک نے مکاتب کے ساتھ کتابت کا معاملہ کسی غیر نقد چیز پر کیا تھا۔ مثلاً اُونٹ یا گائے یا بکریاں یا غلام، تو مشتری کے لئے جائز ہے کہ اسے سونے یا چاندی یا اس پہلے عروض کے خلاف کسی اور عروض کے ساتھ خریدے۔ بشرطیکہ سودا نقد ہو اُدھار نہ ہو۔ (یہ تو کتابت کا حکم ہے، مگر مکاتب کی بیع ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ایک قول میں ناجائز ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ مکاتب کے متعلق میں نے یہ اچھی بات سُنی ہے کہ جب مکاتب کی کتابت کو فروخت کیا گیا تو مشتری سے وہ خود اپنی کتابت کے خرید لینے کا زیادہ حقدار ہے۔ جب کہ وہ اس پر قادر ہو کہ اپنے مالک کو بیع کا مول نقد ادا کرے۔ اور یہ اس لئے کہ اس کا اپنے آپ کو خریدنا آزادی ہے اور آزادی کو ان وصایا پر مقدم کیا جاتا ہے جو اس کے ساتھ ہوں۔ اور اگر مکاتب کے ساتھ کتابت کرنے والا کوئی شخص اپنا حصہ فروخت کرے۔ مثلاً نصف یا ثلث یا رُبع یا اور کوئی حصہ تو مکاتب کو اس میں شفعہ کا حق نہیں۔ یہ اس لئے کہ یہ معاملہ ایک قسم کا قطاعہ ہو جاتا ہے اور مکاتب کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے شرکا کی اجازت کے بغیر وہ ایک شریک سے قطاعہ کرے۔ اور اس کی کتابت کا جو حصہ فروخت ہوا ہے، اس کے باعث اس کی پوری حُرمت (آزادی) نہیں ہوئی۔ اور اس کا مال ابھی تک پابند ہے۔ (وہ اس میں تصرف نہیں کر سکتا کیونکہ آزاد نہیں۔) اور اس کا اپنی کتابت کے بعض حصے کو خریدنا یہ خوف پیدا کرتا ہے کہ اس کا مال جاتا رہے۔ اور وہ عاجز ہو جائے۔ اور یہ اس طرح نہیں کہ مکاتب اپنی پوری جان (کتابت کو خرید لے۔ ہاں دوسرے مالکوں کی اجازت ہو تو وہ دوسرے خریداروں سے زیادہ حقدار ہے (علامہ ابن رشدؒ نے کہا کہ شافعیؒ اور ابوحنیفہؒ کے نزدیک کتابت کی بیع ناجائز ہے۔ اور مالکؒ کے نزدیک جائز ہے بلکہ اس میں مکاتب کو شفعہ کا حق بھی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ مکاتب کی قسطوں میں کسی قسط کی بیع حلال نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں دھوکا ہے۔ اگر مکاتب عاجز ہو گیا تو اس کی کتابت باطل ہو گئی۔ اور اگر مر گیا یا مفلس ہو گیا۔ درآنحالیکہ اس پر لوگوں کے قرض تھے۔ تو اس کی قسط خریدنے والا قرضخواہوں کے ساتھ کچھ بھی نہ لے سکے گا۔ اور جو آدمی مکاتب کی قسطوں میں سے کسی قسط کو خریدے، وہ مکاتب کے مالک کی مانند ہے۔ پس مکاتب کا مالک اپنے غلام کی کتابت کو قرض خواہوں کے ساتھ بحقہ رسدی تقسیم نہیں کر سکتا۔ اور اسی طرح خراج (مکاتب سے روزانہ وصول کی جانے والی رقم) جو غلام کے ذمہ جمع ہو جائے، اسے بھی قرض خواہوں کے ساتھ (موت کا افلاس کی صورت میں) بطور حصہ وصول نہیں کر سکتا۔

مالک نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ مکاتب اپنی کتابت کو نقد یا اس سامان پر خریدے جو نقدی یا سامان اس کی کتابت میں طے شدہ نقدی یا سامان کے خلاف یا مطابق ہو، ادھار ہو یا نقدی۔

مالکؒ نے کہا کہ جو مکاتب مر جائے اور ایک اُمّ ولد اور چھوٹے بچے چھوڑ جائے، خواہ اس عورت سے ہوں یا کسی اور سے اور وہ سعی کرنے پر قادر نہ ہوں اور یہ خوف ہو کہ وہ اپنی کتابت سے عاجز آ جائیں گے تو مالکؒ نے کہا کہ ان کے باپ کی اُمّ ولد کو بیچ دیا جائے گا کیونکہ ان کا باپ اگر اپنے بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز ہوتا تو اس کی بیع سے منع نہ کرتا۔ پس ان بچوں پر جب عاجزی کا خوف ہو تو ان کے باپ کی اُمّ ولد کو فروخت کیا جا سکتا ہے اور ان کا بدلِ کتابت ادا کیا جا سکتا ہے لیکن اگر اس کی قیمت اتنی ہو کہ ان کی بدل کتابت کو ادا کیا جا سکے اور نہ وہ اُمّ ولد اور نہ بچے سعی پر قادر ہوں تو یہ سب لوگ اپنے آقا کے غلام ہو جائیں گے۔ (امام شافعیؒ کا اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ اور حنفیہ کی رائے بھی اس کے خلاف ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ امر اجماعی ہے کہ جو شخص مکاتب کی کتابت کو خریدے پھر مکاتب ہلاک ہو جائے قبل اس کے کہ اپنا بدلِ کتابت ادا کرے۔ تو اس کا وارث وہ ہے جس نے اس کی کتابت خریدی۔ اور اگر وہ عاجز آ جائے تو اس کا مالک یہ خریدار ہے۔ اور اگر مکاتب اپنا بدل کتابت اس خریدار کو ادا کر دے اور آزاد ہو جائے تو ولاء اس کی ہے جس نے کتابت کا عقد کیا تھا۔ اس خریدار کو ولاء بالکل نہیں ملتی۔ (اوپر گزر چکا ہے کہ حنفیہ اور شافعیؒ کے نزدیک یہ خرید و فروخت ہی جائز نہیں۔)

۶۔ بَابُ سَعْیِ الْمُکَاتَبِ

مکاتب کی سعی کا باب

۱۲۹۶۔ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ سُئِلَا عَنْ رَجُلٍ كَاتَبَ عَلٰى نَفْسِهٖ وَعَلٰى بَنِيْهِ. ثُمَّ مَاتَ. هَلْ يَسْعٰى بَنُو الْمُكَاتَبِ فِیْ كِتَابَةِ اَبِيْهِمْ اَمْ هُمْ عَبِيْدٌ؟ فَقَالَا: بَلْ يَسْعَوْنَ فِیْ كِتَابَةِ اَبِيْهِمْ. وَلَا يُوْضَعُ عَنْهُمْ، لِمَوْتِ اَبِيْهِمْ، شَیْءٌ.

قَالَ مَالِكٌ: وَاِنْ كَانُوْا صِغَارًا لَا يُطِيْقُوْنَ السَّعْیَ. لَمْ يُنْتَظَرْ بِهِمْ اَنْ يَكْبَرُوْا. وَكَانُوْا رَقِيْقًا لِسَيِّدِ اَبِيْهِمْ. اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ الْمُكَاتَبُ تَرَكَ مَا يُؤَدّٰى بِهٖ عَنْهُمْ نُجُوْمُهُمْ. اِلٰى اَنْ يَتَكَلَّفُوا السَّعْیَ. فَاِنْ كَانَ فِيْمَا تَرَكَ مَا يُؤَدّٰى عَنْهُمْ. اُدِّیَ ذٰلِكَ عَنْهُمْ. وَتُرِكُوْا عَلٰى حَالِهِمْ حَتّٰى يَبْلُغُوا السَّعْیَ. فَاِنْ اَدَّوْا عَتَقُوْا. وَاِنْ عَجَزُوْا رَقُّوْا.

قَالَ مَالِكٌ، فِی الْمُكَاتَبِ يَمُوْتُ وَيَتْرُكُ مَالًا لَيْسَ فِيْهِ وَفَاءُ الْكِتَابَةِ. وَيَتْرُكُ وَلَدًا مَعَهٗ فِیْ كِتَابَتِهٖ. وَاُمَّ وَلَدٍ. فَاَرَادَتْ اُمُّ وَلَدِهٖ اَنْ تَسْعٰى عَلَيْهِمْ: اِنَّهٗ يُدْفَعُ اِلَيْهَا الْمَالُ. اِذَا كَانَتْ مَاْمُوْنَةً عَلٰى ذٰلِكَ، قَوِيَّةً عَلَى السَّعْیِ. وَاِنْ لَمْ تَكُنْ قَوِيَّةً عَلَى السَّعْیِ. وَلَا مَاْمُوْنَةً عَلَى الْمَالِ. لَمْ تُعْطَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ. وَرَجَعَتْ هِیَ وَوَلَدُ الْمُكَاتَبِ رَقِيْقًا لِسَيِّدِ الْمُكَاتَبِ.

قَالَ مَالِكٌ: اِذَا كَاتَبَ الْقَوْمُ جَمِيْعًا كِتَابَةً وَاحِدَةً. وَلَا رَحِمَ بَيْنَهُمْ. فَعَجَزَ بَعْضُهُمْ وَسَعٰى بَعْضُهُمْ حَتّٰى عَتَقُوْا جَمِيْعًا. فَاِنَّ الَّذِيْنَ سَعَوْا يَرْجِعُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ عَجَزُوْا. بِحِصَّةِ مَا اَدَّوْا عَنْهُمْ. لِاَنَّ بَعْضَهُمْ حُمَلَاءُ عَنْ بَعْضٍ.

ترجمہ: عروہ بن زبیرؓ اور سلیمان بن یسارؒ سے اس آدمی کے متعلق پوچھا گیا جس نے اپنے لیے اور اپنے بیٹوں کے لئے مکاتبت کی اور پھر مرگیا۔ تو آیا مکاتب کے بیٹے اپنے باپ کی کتابت میں سعی (محنت مزدوری) کریں گے یا وہ غلام ہوگئے؟ انہوں نے کہا کہ وہ اپنے باپ کی کتابت میں سعی کریں گے۔ اور ان کے باپ کی موت کے باعث اُن سے وضع کچھ نہ کیا جائے گا۔ (امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی حنفیہ کا قول ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر بچے اتنے چھوٹے ہوں کہ محنت نہ کر سکیں تو ان کے بڑے ہونے کا انتظار نہ کیا جائے گا۔ اور وہ اپنے باپ کے مالک کے غلام ہوں گے۔ مگر یہ کہ مکاتب اتنا مال چھوڑ جائے، جس سے کہ ان کی طرف سے اقساط ادا کی جا سکیں۔ حتّٰی کہ وہ خود محنت مزدوری کر سکیں۔ پس ان کی طرف سے قسطیں ادا ہوں گی۔ اور انہیں اس وقت چھوڑ دیں گے جب کہ وہ خود سعی کر سکیں اگر وہ ادا کریں تو آزاد ہوگئے ورنہ غلام رہ گئے۔

امام مالکؒ نے اس مکاتب کے متعلق فرمایا جو مرگیا اور اتنا مال چھوڑ گیا جس میں اس کی کتابت پوری نہیں ہوتی اور وہ بچے بھی چھوڑ گیا جو کتابت کے عقد میں شامل تھے۔ اور اُم ولد بھی۔ پس اُمّ ولد نے چاہا کہ ان کی خاطر محنت کرے تو وہ مال اسے دیا جائے بشرطیکہ لائق اعتماد ہو اور محنت بھی کر سکتی ہو۔ اور اگر وہ سعی کرنے کے قابل نہیں اور نہ مال پر لائق اعتماد ہے تو اسے کچھ نہ دیں گے اور وہ بھی اور مکاتب کی اولاد بھی مکاتب کے آقا کے غلام ہو جائیں گے۔ (حنفیہ کا مسلک بھی یہی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جب کچھ غلام مل کر اکٹھی ایک ہی مکاتبت کریں اور ان کے درمیان کوئی رشتہ نہ ہو۔ پس بعض عاجز ہو جائیں اور بعض محنت کریں۔ حتّٰی کہ سب آزاد ہو جائیں۔ تو جنہوں نے محنت کی تھی، وہ عاجز آنے والوں کا حصہ ان سے وصول کریں گے کیونکہ وہ سب ایک دوسرے کے ذمہ دار تھے۔ (حنفیہ کے نزدیک یہ مالک کی اجازت سے جائز ہوگا۔ کہ وہ بعض کو دوسروں کی طرف سے ادائیگی کی اجازت دے دے۔)

۔ بَابُ عِتْقِ الْمُكَاتَبِ إِذَا أَدَّى مَا عَلَيْهِ قَبْلَ مَحِلِّهِ

مکاتب اگر وقت سے پہلے رقم ادا کر دے تو آزاد ہوگا۔

۱۲۹۰۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ سَمِعَ رَبِيعَةَ بْنَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَغَيْرَهُ، يَذْكُرُونَ أَنَّ مُكَاتَبًا كَانَ لِلْفُرَافِصَةِ بْنِ عُمَيْرٍ الْحَنَفِيِّ، وَأَنَّهُ عَرَضَ عَلَيْهِ أَنْ يَدْفَعَ إِلَيْهِ جَمِيعَ مَا عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهِ. فَأَبَى الْفُرَافِصَةُ. فَأَتَى الْمُكَاتَبُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ. وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ. فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَدَعَا مَرْوَانُ الْفُرَافِصَةَ. فَقَالَ لَهُ ذٰلِكَ. فَأَبَى. فَأَمَرَ مَرْوَانُ بِذٰلِكَ الْمَالِ أَنْ يُقْبَضَ مِنَ الْمُكَاتَبِ. فَيُوضَعَ فِي بَيْتِ الْمَالِ. وَقَالَ لِلْمُكَاتَبِ: اذْهَبْ فَقَدْ عَتَقْتَ فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ الْفُرَافِصَةُ، قَبَضَ الْمَالَ.

قَالَ مَالِكٌ: فَالْأَمْرُ عِنْدَنَا، أَنَّ الْمُكَاتَبَ إِذَا أَدَّى جَمِيعَ مَا عَلَيْهِ مِنْ نُجُومِهِ قَبْلَ مَحِلِّهَا

جَازَ ذٰلِكَ لَهُ. وَلَمْ يَكُنْ لِسَيِّدِهِ أَنْ يَأْبَى ذٰلِكَ عَلَيْهِ. وَذٰلِكَ أَنَّهُ يَضَعُ عَنِ الْمُكَاتَبِ بِذٰلِكَ كُلَّ شَرْطٍ، أَوْ خِدْمَةٍ أَوْ سَفَرٍ. لِأَنَّهُ لَا تَتِمُّ عَتَاقَةُ رَجُلٍ وَعَلَيْهِ بَقِيَّةٌ مِنْ رِقٍّ. وَلَا تَتِمُّ حُرْمَتُهُ. وَلَا تَجُوزُ شَهَادَتُهُ. وَلَا يَجِبُ مِيرَاثُهُ. وَلَا أَشْبَاهُ هٰذَا مِنْ أَمْرِهِ. وَلَا يَنْبَغِي لِسَيِّدِهِ أَنْ يَشْتَرِطَ عَلَيْهِ خِدْمَةً بَعْدَ عَتَاقَتِهِ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي مُكَاتَبٍ مَرِضَ مَرَضًا شَدِيدًا. فَأَرَادَ أَنْ يَدْفَعَ نُجُومَهُ كُلَّهَا إِلَى سَيِّدِهِ. لِأَنْ يَرِثَهُ وَرَثَةٌ لَهُ أَحْرَارٌ. وَلَيْسَ مَعَهُ، فِي كِتَابَتِهِ، وَلَدٌ لَهُ.

قَالَ مَالِكٌ: ذٰلِكَ جَائِزٌ لَهُ. لِأَنَّهُ تَتِمُّ بِذٰلِكَ حُرْمَتُهُ. وَتَجُوزُ شَهَادَتُهُ. وَيَجُوزُ اعْتِرَافُهُ بِمَا عَلَيْهِ مِنْ دُيُونِ النَّاسِ. وَتَجُوزُ وَصِيَّتُهُ. وَلَيْسَ لِسَيِّدِهِ أَنْ يَأْبَى ذٰلِكَ عَلَيْهِ بِأَنْ يَقُولَ: فَرَّ مِنِّي بِمَالِهِ.

ترجمہ: فرافصہ بن عُمیر الحنفی کا ایک مکاتب تھا، جس نے پیش کش کی کہ وہ سارا بدلِ کتابت جو اس کے ذمہ تھا، ادا کر دے تو فرافصہ نے انکار کیا۔ مکاتب مروان بن الحکم کے پاس گیا، جو امیر مدینہ تھا۔ اور اسے یہ بتایا۔ مروان نے فرافصہ بن عمیر کو بلا کر اس سے رقم لینے کو کہا، مگر اس نے انکار کیا۔ مروان نے حکم دیا کہ وہ مال اس سے لے کر بیت المال میں جمع کر دیا جائے اور مکاتب سے کہا جا تو آزاد ہے۔ جب فرافصہ نے یہ دیکھا تو مال لے لیا۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارا معمول مدینہ میں یہ ہے کہ مکاتب جب وقت سے اپنی قسطیں ادا کر دے۔ تو جائز ہے اور مالک اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ یہ اس لئے کہ یہ وصولی مکاتب کی گردن سے ہر شرط، خدمت یا سفر ساقط کر دیتی ہے۔ کیونکہ کسی آدمی کی آزادی اس وقت تک کامل نہیں ہوتی، جب کہ اس پر غلامی کا کوئی حصہ ہے۔ اور اس وقت اس کی حرمت پوری نہیں ہوتی اس کی شہادت جائز نہیں ہوتی۔ اور نہ اس کے میراث وغیرہ جائز ہوتی ہے۔ اور مالک کے لئے جائز نہیں کہ اس کی آزادی کے بعد اس پر کوئی شرط لگائے یا خدمت لے۔ (لیکن اگر پہلے سے کوئی شرط چلی آتی ہو، جس کے ساتھ اس کی پوری آزادی مشروط ہو۔ تو بدل کتابت ادا کر دینے کے بعد بھی اس کا ایفا لازم ہوگا۔ دیگر فقہا کا یہ مسلک ہے۔)

امام مالک نے کہا کہ اگر مکاتب شدید بیمار ہو جائے اور چاہے کہ اپنی تمام قسطیں مالک کو ادا کر دے تاکہ موت کی صورت میں اس کے آزاد رشتہ دار اس کے وارث ہوں اور اس کی کتابت میں اس کے ساتھ اس کا کوئی بچّہ نہ ہو تو یہ اس کے لئے جائز ہے، کیونکہ اس سے اس کی حرمت پوری ہوتی ہے۔ شہادت جائز ہوتی ہے اور اس کے ذمّہ اگر لوگوں کے قرض ہوں تو ان کا اعتراف جائز ہوتا ہے اور اس کی وصیت جائز ہوتی ہے۔ اور مالک یہ کہہ کر اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ اپنا مال لے کر مجھ سے فرار ہو گیا ہے۔

۸۔ بَابُ مِيرَاثِ الْمُكَاتَبِ إِذَا عَتَقَ

مکاتب جب آزاد ہو جائے تو اس کی میراث کا بیان

۱۲۹۸ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ سُئِلَ عَنْ مُكَاتَبٍ كَانَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ. فَأَعْتَقَ أَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ. فَمَاتَ الْمُكَاتَبُ. وَتَرَكَ مَالًا كَثِيرًا. فَقَالَ يُؤَدَّى إِلَى الَّذِي تَمَاسَكَ بِكِتَابَتِهِ، الَّذِي بَقِيَ لَهُ. ثُمَّ يَقْتَسِمَانِ مَا بَقِيَ بِالسَّوِيَّةِ.

قَالَ مَالِكٌ: إِذَا كَاتَبَ الْمُكَاتَبُ فَعَتَقَ. فَإِنَّمَا يَرِثُهُ أَوْلَى النَّاسِ بِمَنْ كَاتَبَهُ مِنَ الرِّجَالِ، يَوْمَ تُوُفِّيَ الْمُكَاتَبُ، مِنْ وَلَدٍ أَوْ عَصَبَةٍ.

قَالَ وَهٰذَا أَيْضًا فِي كُلِّ مَنْ أُعْتِقَ. فَإِنَّمَا مِيرَاثُهُ لِأَقْرَبِ النَّاسِ مِمَّنْ أَعْتَقَهُ. مِنْ وَلَدٍ أَوْ عَصَبَةٍ مِنَ الرِّجَالِ. يَوْمَ يَمُوتُ الْمُعْتَقُ. بَعْدَ أَنْ يَعْتِقَ. وَيَصِيرُ مَوْرُوثًا بِالْوَلَاءِ.

قَالَ مَالِكٌ: الْإِخْوَةُ فِي الْكِتَابَةِ بِمَنْزِلَةِ الْوَلَدِ. إِذَا كُوتِبُوا جَمِيعًا كِتَابَةً وَاحِدَةً. إِذَا لَمْ يَكُنْ لِأَحَدٍ مِنْهُمْ وَلَدٌ. كَاتَبَ عَلَيْهِمْ. أَوْ وُلِدُوا فِي كِتَابَتِهِ. أَوْ كَاتَبَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ هَلَكَ أَحَدُهُمْ وَتَرَكَ مَالًا. أُدِّيَ عَنْهُمْ جَمِيعُ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ كِتَابَتِهِمْ. وَعَتَقُوا. وَكَانَ فَضْلُ الْمَالِ بَعْدَ ذٰلِكَ لِوَلَدِهِ دُونَ إِخْوَتِهِ.

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے ایک مکاتب کے متعلق پوچھا گیا جو آدمیوں کے درمیان تھا۔ پھر ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا۔ اور مکاتب مر گیا۔ اور بہت سا مال چھوڑ گیا۔ سعیدؒ نے کہا کہ جس نے اپنا حصہ آزاد نہ کیا تھا، اسے اس کی بقایا رقم دی جائے اور باقی رقم کو وہ دونوں برابر تقسیم کریں۔ (اس مسئلہ میں ائمہ حنفیہ میں بھی اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اپنا حصہ آزاد کرنے والا اگر مالدار ہو تو اس کا شریک اس سے نصف قیمت لینے کا مجاز ہے)

مالکؒ نے کہا کہ مکاتب جب آزاد ہو گیا تو اس کے وارث اس کے سابق مالک کے قریب ترین مرد رشتہ دار ہیں۔ جو مکاتب کی موت کے وقت موجود ہوں یعنی اولاد و عصبات۔ (یہ مسئلہ وَلاء سے متعلق ہے۔ اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں)

مالکؒ نے کہا کہ ہر آزاد کیے جانے والے کا یہی حکم ہے کہ اس کے وارث آزاد کرنے والے کی اولاد و عصبات ہیں۔ جو اس آزاد شدہ کی موت کے وقت موجود ہوں اور یہ وراثت ولاء کے باعث ہے۔ (ابن حزمؒ نے کہا کہ یہی ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے)

مالکؒ نے کہا کہ کتابت میں بھائی بھی اولاد کی طرح ہیں۔ جب کہ ان سب نے اکٹھی ایک ہی کتابت کی ہو۔ جب کہ ان میں

سے کسی اولاد نہ ہو جو کتابت میں پیدا ہوئی ہو یا اس مکاتب نے ان پر بھی کتابت کی ہو۔ کیونکہ بھائی آپس میں وارث ہوتے ہیں۔ اگر ان میں کسی کی اولاد ہو، جو کتابت میں پیدا ہوئی یا اس نے ان پر بھی کتابت کی۔ پھر ان میں سے کوئی مرگیا اور مال چھوڑ گیا تو اس سے ان سب کا بدلِ کتابت ادا کیا جائے گا۔ اور وہ سب آزاد ہوں گے۔ اور باقی مال اولاد کا ہوگا نہ کہ بھائیوں کا۔ (یعنی کتابت کی ادائیگی میں ایک کی طرف سے سب کی ادائیگی ہو سکتی ہے۔ مگر وراثت صرف اولاد کی ہے۔ کیونکہ وہ عصبہ ہیں۔)

۹- بَابُ الشَّرْطِ فِي الْمُكَاتَبِ

مکاتب کی کتابت میں شرط کا باب

۱۲۹۹ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ كَاتَبَ عَبْدَهُ بِذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ. وَاشْتَرَطَ عَلَيْهِ فِي كِتَابَتِهِ سَفَرًا أَوْ خِدْمَةً أَوْ ضَحِيَّةً: إِنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ سَمّٰى بِاسْمِهِ. ثُمَّ قَوِيَ الْمُكَاتَبُ عَلَىٰ أَدَاءِ نُجُومِهِ كُلِّهَا قَبْلَ مَحِلِّهَا.

قَالَ: إِذَا أَدّٰى نُجُومَهُ كُلَّهَا. وَعَلَيْهِ هٰذَا الشَّرْطُ عَتَقَ. فَتَمَّتْ حُرْمَتُهُ. وَنُظِرَ إِلَىٰ مَا شَرَطَ عَلَيْهِ مِنْ خِدْمَةٍ أَوْ سَفَرٍ أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِمَّا يُعَالِجُهُ هُوَ بِنَفْسِهِ. فَذٰلِكَ مَوْضُوعٌ عَنْهُ. لَيْسَ لِسَيِّدِهِ فِيهِ شَيْءٌ. وَمَا كَانَ مِنْ ضَحِيَّةٍ أَوْ كِسْوَةٍ أَوْ شَيْءٍ يُؤَدِّيهِ. فَإِنَّمَا هُوَ بِمَنْزِلَةِ الدَّنَانِيرِ وَالدَّرَاهِمِ. يُقَوَّمُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ. فَيَدْفَعُهُ مَعَ نُجُومِهِ. وَلَا يَعْتِقُ حَتّٰى يَدْفَعَ ذٰلِكَ مَعَ نُجُومِهِ.

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ، أَنَّ الْمُكَاتَبَ بِمَنْزِلَةِ عَبْدٍ أَعْتَقَهُ سَيِّدُهُ. بَعْدَ خِدْمَةِ عَشْرِ سِنِينَ. فَإِذَا هَلَكَ سَيِّدُهُ الَّذِي أَعْتَقَهُ قَبْلَ عَشْرِ سِنِينَ فَإِنَّ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ خِدْمَتِهِ، لِوَرَثَتِهِ. وَكَانَ وَلَاؤُهُ لِلَّذِي عَقَدَ عِتْقَهُ. وَلِوَلَدِهِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الْعَصَبَةِ.

قَالَ مَالِكٌ فِي الرَّجُلِ يَشْتَرِطُ عَلَىٰ مُكَاتَبِهِ أَنَّكَ لَا تُسَافِرُ وَلَا تَنْكِحُ وَلَا تَخْرُجُ مِنْ أَرْضِي إِلَّا بِإِذْنِي. فَإِنْ فَعَلْتَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ بِغَيْرِ إِذْنِي، فَمَحْوُ كِتَابَتِكَ بِيَدِي.
قَالَ مَالِكٌ: لَيْسَ مَحْوُ كِتَابَتِهِ بِيَدِهِ، إِنْ فَعَلَ الْمُكَاتَبُ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ. وَلْيَرْفَعْ سَيِّدُهُ

ذٰلِكَ إِلَى السُّلْطَانِ. وَلَيْسَ لِلْمُكَاتَبِ أَنْ يَنْكِحَ وَلَا يُسَافِرَ وَلَا يَخْرُجَ مِنْ أَرْضِ سَيِّدِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ. اشْتَرَطَ ذٰلِكَ أَوْ لَمْ يَشْتَرِطْهُ. وَذٰلِكَ أَنَّ الرَّجُلَ يُكَاتِبُ عَبْدَهُ بِمِائَةِ دِينَارٍ. وَلَهُ أَلْفُ دِينَارٍ أَوْ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ. فَيَنْطَلِقُ فَيَنْكِحُ الْمَرْأَةَ. فَيُصْدِقُهَا الصَّدَاقَ الَّذِي يُجْحِفُ بِمَالِهِ. وَيَكُونُ فِيهِ عَجْزُهُ. فَيَرْجِعُ إِلَى سَيِّدِهِ عَبْدًا لَا مَالَ لَهُ. أَوْ يُسَافِرُ فَتَحِلُّ نُجُومُهُ وَهُوَ غَائِبٌ. فَلَيْسَ ذٰلِكَ لَهُ. وَلَا عَلَى ذٰلِكَ كَاتَبَهُ. وَذٰلِكَ بِيَدِ سَيِّدِهِ. إِنْ شَاءَ أَذِنَ لَهُ فِي ذٰلِكَ وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُ.

ترجمہ: امام مالکؒ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے اپنے غلام کو سونے یا چاندی پر مکاتب بنایا اور اس کی کتابت میں اس پر یہ شرط لگائی کہ وہ فلاں سفر کرے یا اس کی فلاں خدمت انجام دے یا قربانی کا جانور لا کر دے۔ ان میں سے جو چیز بھی تھی اسے متعین کیا۔ پھر مکاتب اپنی قسطوں کے ادا کرنے پر قادر ہوگیا۔ اور وقت سے پہلے انہیں ادا کر دیا۔ مگر شرط ابھی باقی تھی تو وہ آزاد ہے۔ اور اس کی حرمت کامل ہوگئی۔ اور جتنی شرطیں مالک نے لگائی تھیں، جو مکاتب خود ادا کرتا وہ سب باطل ہوئیں۔ اور جو قربانی یا لباس یا ادا کرنے کی چیز تھی تو وہ بمنزلہ نقد رقم ہے، وہ اس پر قائم ہے اور وہ اسے قسطوں کے ساتھ ادا کرے گا۔ جب تک قسطوں کے ساتھ اسے بھی ادا نہ کرے وہ آزاد نہ ہوگا۔ (گویا امام مالکؒ نے شرائط کی تقسیم کی ہے جو از قسم مال ہیں، وہ لازم اور دوسری لازم نہیں۔ اور یہ گزر چکا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا قول اس کے خلاف ہے۔ اور اس کا ثبوت حضرت عمرؓ فاروق سے بھی مروی ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ امر اجماعی ہے اور اس میں اختلاف نہیں کہ مکاتب اس غلام کی مانند ہے جس کو مالک نے دس سال خدمت کرنے کی شرط پر مکاتب کیا ہو تو جب مالک دس سال قبل مر جائے تو غلام کے ذمہ صرف باقی عرصہ کی خدمت ہوگی جو وہ مالک کے وارثوں کی کرے گا۔ اور اس کی ولاء اس مالک کی ہے جس نے آزادی کا عقد کیا تھا۔ اور اس کے بیٹوں یا عصبات کی ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ جو مالک اپنے مکاتب پر یہ شرط عائد کرے کہ سفر نہ کرے گا نہ نکاح کرے گا اور نہ میری زمین سے میری اجازت کے بغیر باہر جائے گا۔ اگر تو نے ان میں سے کوئی کام کیا تو تیری کتابت کو مٹا دینا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر مکاتب ان میں سے کوئی کام کرے تو مکاتب کی کتابت کو مٹانا مالک کے ہاتھ میں نہیں۔ مالک حاکم کے ہاں مقدمہ لے جائے۔ (فیصلہ کرے گا کہ کون سی شرط جائز تھی اور کون سی ناجائز۔ مگر کتابت فسخ نہ ہو سکے گی۔) اور مالک خواہ شرط کرے یا نہ کرے، مکاتب ویسے بھی اس کی اجازت کے بغیر نکاح، سفر اور اس کی سرزمین سے خروج نہیں کر سکتا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مثلاً مالک نے مکاتب سے ایک سو دینار پر کتابت کرتا ہے اور اس کے پاس ہزار دینار ہیں یا اس سے زیادہ۔ پس وہ جائے اور عورت سے نکاح کرے اور اسے اتنا حق مہر دے دے جس سے اس کا مال بہت کم ہو جائے اور وہ عاجز ہو جائے۔ پھر وہ اپنے مالک کی طرف غلام بن کر لوٹے۔ درآنحالیکہ اس کے پاس کوئی مال نہ ہو۔ یا وہ سفر کرے اور اس کی قسطوں کا وقت آ جائے اور وہ غائب ہو۔ لہٰذا یہ اس

کے لئے جائز نہیں اور نہ اس پر اس نے کتابت کی تھی۔ اور یہ اس کے مالک کے ہاتھ میں ہے کہ چاہے تو اس کو اذن دے اور چاہے تو نہ دے۔ (عدم سفر کی شرط ابوحنیفہؒ اور دیگر کئی فقہا کے نزدیک باطل ہے لیکن نکاح وہ بہر حال مالک کے اذن سے ہی کر سکتا ہے)

۱۰۔ بَابُ وَلَاءِ الْمُكَاتَبِ إِذَا أَعْتَقَ

مکاتب آزاد کرے تو اس کی ولا کا باب

۱۳۰۰۔ قَالَ مَالِكٌ: إِنَّ الْمُكَاتَبَ إِذَا أَعْتَقَ عَبْدَهُ، إِنَّ ذٰلِكَ غَيْرُ جَائِزٍ لَهُ. إِلَّا بِإِذْنِ سَيِّدِهِ فَإِنْ أَجَازَ ذٰلِكَ سَيِّدُهُ لَهُ. ثُمَّ عَتَقَ الْمُكَاتَبُ. كَانَ وَلَاؤُهُ لِلْمُكَاتَبِ. وَإِنْ مَاتَ الْمُكَاتَبُ قَبْلَ أَنْ يُعْتَقَ. كَانَ وَلَاءُ الْمُعْتَقِ لِسَيِّدِ الْمُكَاتَبِ. وَإِنْ مَاتَ الْمُعْتَقُ قَبْلَ أَنْ يُعْتَقَ الْمُكَاتَبُ وَرِثَهُ سَيِّدُ الْمُكَاتَبِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَكَذٰلِكَ أَيْضًا لَوْ كَاتَبَ الْمُكَاتَبُ عَبْدًا. فَعَتَقَ الْمُكَاتَبُ الْآخَرُ قَبْلَ سَيِّدِهِ الَّذِي كَاتَبَهُ. فَإِنَّ وَلَاءَهُ لِسَيِّدِ الْمُكَاتَبِ. مَا لَمْ يَعْتِقِ الْمُكَاتَبُ الْأَوَّلُ الَّذِي كَاتَبَهُ. فَإِنْ عَتَقَ الَّذِي كَاتَبَهُ. رَجَعَ إِلَيْهِ وَلَاءُ مُكَاتَبِهِ الَّذِي كَانَ عَتَقَ قَبْلَهُ. وَإِنْ مَاتَ الْمُكَاتَبُ الْأَوَّلُ قَبْلَ أَنْ يُؤَدِّيَ. أَوْ عَجَزَ عَنْ كِتَابَتِهِ، وَلَهُ وَلَدٌ أَحْرَارٌ، لَمْ يَرِثُوا وَلَاءَ مُكَاتَبِ أَبِيهِمْ. لِأَنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ لِأَبِيهِمُ الْوَلَاءُ. وَلَا يَكُونُ لَهُ الْوَلَاءُ حَتَّى يَعْتِقَ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْمُكَاتَبِ يَكُونُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ. فَيَتْرُكُ أَحَدُهُمَا لِلْمُكَاتَبِ الَّذِي لَهُ عَلَيْهِ وَيَشِحُّ الْآخَرُ. ثُمَّ يَمُوتُ الْمُكَاتَبُ. وَيَتْرُكُ مَالًا.

قَالَ مَالِكٌ: يَقْضِي الَّذِي لَمْ يَتْرُكْ لَهُ شَيْئًا مَا بَقِيَ لَهُ عَلَيْهِ. ثُمَّ يَقْتَسِمَانِ الْمَالَ كَهَيْئَتِهِ لَوْ مَاتَ عَبْدًا. لِأَنَّ الَّذِي صَنَعَ لَيْسَ بِعَتَاقَةٍ. وَإِنَّمَا تَرَكَ مَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَمِمَّا يُبَيِّنُ ذٰلِكَ، أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا مَاتَ وَتَرَكَ مُكَاتَبًا. وَتَرَكَ بَنِينَ رِجَالًا وَنِسَاءً. ثُمَّ أَعْتَقَ أَحَدُ الْبَنِينَ نَصِيبَهُ مِنَ الْمُكَاتَبِ: إِنَّ ذٰلِكَ لَا يُثْبِتُ لَهُ مِنَ الْوَلَاءِ شَيْئًا وَلَوْ كَانَتْ عَتَاقَةً. لَثَبَتَ الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ مِنْهُمْ، مِنْ رِجَالِهِمْ وَنِسَائِهِمْ.

قَالَ مَالِكٌ: وَمِمَّا يُبَيِّنُ ذٰلِكَ أَيْضًا، أَنَّهُمْ إِذَا أَعْتَقَ أَحَدُهُمْ نَصِيبَهُ. ثُمَّ عَجَزَ الْمُكَاتَبُ لَمْ يُقَوَّمْ، عَلَى الَّذِي أَعْتَقَ نَصِيبَهُ. مَا بَقِيَ مِنَ الْمُكَاتَبِ. وَلَوْ كَانَتْ عَتَاقَةً. قُوِّمَ عَلَيْهِ حَتّٰى يَعْتِقَ فِي مَالِهِ. كَمَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ قُوِّمَ عَلَيْهِ قِيمَةَ الْعَدْلِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ".

قَالَ مَالِكٌ: وَمِمَّا يُبَيِّنُ ذٰلِكَ أَيْضًا، أَنَّ مِنْ سُنَّةِ الْمُسْلِمِينَ الَّتِي لَا اخْتِلَافَ فِيهَا، أَنَّ مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي مُكَاتَبٍ. لَمْ يُعْتَقْ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ. وَلَوْ عَتَقَ عَلَيْهِ كَانَ الْوَلَاءُ لَهُ دُونَ شُرَكَائِهِ وَمِمَّا يُبَيِّنُ ذٰلِكَ أَيْضًا، أَنَّ مِنْ سُنَّةِ الْمُسْلِمِينَ، أَنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ عَقَدَ الْكِتَابَةَ. وَأَنَّهُ لَيْسَ لِمَنْ وَرِثَ سَيِّدَ الْمُكَاتَبِ، مِنَ النِّسَاءِ، مِنْ وَلَاءِ الْمُكَاتَبِ، وَإِنْ أَعْتَقْنَ نَصِيبَهُنَّ، شَيْءٌ. إِنَّمَا وَلَاؤُهُ لِوَلَدِ سَيِّدِ الْمُكَاتَبِ الذُّكُورِ. أَوْ عَصَبَتِهِ مِنَ الرِّجَالِ.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ مکاتب کا اپنے غلام کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔ مگر یہ کہ اس کے آقا کی اجازت ہو۔ اگر آقا اجازت دے دے اور مکاتب خود بھی آزاد ہو جائے تو اس کے آزاد کردہ غلام کی ولاء اس کی ہوگی۔ اور اگر مکاتب آزاد ہونے سے پہلے مرجائے تو اس کے آزاد کردہ غلام کی ولاء آقا کی ہوگی۔ اور اگر آزاد شدہ غلام مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے مرجائے تو اس کا وارث مکاتب کا آقا ہے۔ (کیونکہ مکاتب آزاد نہ ہوا تھا۔ پس اس کے آزاد کردہ غلام کی ولاء اور وراثت آقا کی ہوگی اس میں اختلاف نہیں ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر مکاتب کسی غلام کو مکاتب بنالے تو اس کا مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔ اگر دوسرا مکاتب اپنے آزاد کرنے والے آقا مکاتب سے پہلے آزاد ہو جائے تو اس کی ولاء پہلے مکاتب کے آقا کی ہے جب تک کہ پہلا مکاتب آزاد نہ ہو جب وہ آزاد ہو تو یہ ولاء اس کی طرف لوٹ آئے گی۔ اگر مکاتب بدلِ کتابت ادا کرنے سے پہلے مرجائے یا اپنی کتابت کی ادائیگی سے عاجز ہو جائے اور اس کی آزاد اولاد ہو تو اپنے باپ کے مکاتب کی ولاء کے وارث نہ ہوں گے۔ کیونکہ ان کے باپ کے لئے وَلاء (بوجہ غلامی) ثابت نہیں ہوئی۔ اور جب تک وہ آزاد نہ ہو، اسے ولاء نہیں مل سکتی۔ (یہ مسئلہ بھی واضح ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جو مکاتب دو شخصوں میں مشترک ہو۔ پھر ایک آدمی اپنا حصہ جو مکاتب پر ہے، چھوڑ دے اور دوسرا اُجل کرے۔ (نہ چھوڑے) پھر مکاتب مرجائے اور کچھ مال چھوڑ جائے۔ مالکؒ نے کہا کہ فیصلہ یہ کیا جائے گا کہ جس نے مکاتب کو کچھ نہ معاف کیا تھا، اسے اس کا بقیہ حصہ دیا جائے گا۔ پھر وہ مال کو باہم تقسیم کریں گے۔ اس طرح کہ اگر وہ غلامی میں مرتا کیونکہ جس نے اس کے ساتھ نیکی کی، وہ اس کی وجہ سے آزاد نہیں ہوا۔ اس نے تو اسے صرف اپنا حق معاف کیا تھا۔

مالکؒ نے کہا کہ اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ آدمی اگر مرجائے اور ایک مکاتب چھوڑ جائے اور مؤنث و مذکر

اولاد بھی چھوڑ جائے۔ پھر ایک لڑکا مکاتب میں سے آزاد کر دے تو اس سے اُسے ولاء نہیں مل جاتی۔ اگر یہ عتاقہ ہوتا تو ان میں سے جو اپنا حصہ آزاد کرتا اسے ولاء ملتی، مرد ہوتا یا عورت۔ (یہ اختلافی مسئلہ ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ ان میں سے کوئی جب اپنا حصہ آزاد کر دے۔ پھر مکاتب عاجز ہو جائے تو اس کی قیمت اس پر نہ ڈالی جائے گی جس نے آزاد کیا۔ اگر یہ عتاقہ ہوتا تو اس کی قیمت ڈال کر اس کے مال میں سے اسے آزاد کیا جاتا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے کسی غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کیا تو معتدل طور پر اس کی قیمت ڈال کر سارے غلام کی قیمت اس سے لے لی جائے گی۔ بشرطیکہ اس کا مال ہو اور اگر اس کا مال نہ ہو تو جتنا غلام آزاد ہو گیا سو ہو گیا۔

مالک نے کہا کہ اس کی وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا اجماعی طریقہ یہ ہے کہ جو آدمی کسی مکاتبت میں سے اپنا حصہ ادا کر دے تو وہ اس کے مال سے آزاد نہ ہوگا۔ (یعنی باقی کے حصے اس سے نہ ولوائے جائیں گے۔) اور مکاتب کے آقا کے وارثوں میں جو عورتیں ہیں انہیں مکاتب کی ولاء نہیں ملتی۔ گو وہ اپنا حصہ آزاد کر دیں۔ اس کی ولاء صرف آقا کی نرینہ اولاد یا نرینہ عصبہ کو ملتی ہے۔ (اس مسئلہ میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔)

۱۱۔ بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنْ عِتْقِ الْمُكَاتَبِ

کن احوال میں مکاتب کی آزادی جائز نہیں

۱۳۰۱۔ قَالَ مَالِكٌ: إِذَا كَانَ الْقَوْمُ جَمِيعًا فِي كِتَابَةٍ وَاحِدَةٍ. لَمْ يُعْتِقْ سَيِّدُهُمْ أَحَدًا مِنْهُمْ دُونَ مُوَامَرَةِ أَصْحَابِهِ الَّذِينَ مَعَهُ فِي الْكِتَابَةِ، وَرِضًا مِنْهُمْ وَإِنْ كَانُوا صِغَارًا فَلَيْسَ مُوَامَرَتُهُمْ بِشَيْءٍ. وَلَا يَجُوزُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ.

قَالَ: وَذَلِكَ أَنَّ الرَّجُلَ رُبَّمَا كَانَ يَسْعَى عَلَى جَمِيعِ الْقَوْمِ. وَيُؤَدِّي عَنْهُمْ كِتَابَتَهُمْ لِتَتِمَّ بِهِ عِتَاقَتُهُمْ. فَيَعْمِدُ السَّيِّدُ إِلَى الَّذِي يُؤَدِّي عَنْهُمْ. وَبِهِ نَجَاتُهُمْ مِنَ الرِّقِّ. فَيُعْتِقُهُ، فَيَكُونُ ذَلِكَ عَجْزًا لِمَنْ بَقِيَ مِنْهُمْ. وَإِنَّمَا أَرَادَ بِذَلِكَ، الْفَضْلَ وَالزِّيَادَةَ لِنَفْسِهِ. فَلَا يَجُوزُ ذَلِكَ عَلَى مَنْ بَقِيَ مِنْهُمْ. وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ" وَهَذَا أَشَدُّ الضَّرَرِ.

قَالَ مَالِكٌ: فِي الْعَبِيدِ يُكَاتَبُونَ جَمِيعًا: إِنَّ لِسَيِّدِهِمْ أَنْ يُعْتِقَ مِنْهُمُ الْكَبِيرَ الْفَانِيَ وَالصَّغِيرَ. الَّذِي لَا يُؤَدِّي وَاحِدٌ مِنْهُمَا شَيْئًا. وَلَيْسَ عِنْدَ وَاحِدٍ مِنْهُمَا، عَوْنٌ وَلَا قُوَّةٌ فِي كِتَابَتِهِمْ. فَذَلِكَ جَائِزٌ لَهُ.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ جب کچھ لوگ اکٹھے ایک ہی کتابت میں ہوں تو ان کا آقا ان میں سے کسی ایک کو اس کے دوسرے ساتھیوں کے مشورے اور رضا کے بغیر آزاد نہیں کر سکتا اور اگر وہ نابالغ ہوں تو ان کا مشورہ کوئی چیز نہیں۔ اور نہ اس کا کوئی اثر ہے۔ مالکؒ نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص (جسے آزاد کیا جائے) ہو سکتا ہے کہ ان سب کے لئے محنت مزدوری کرکے ان کا بدلِ کتابت ادا کر دے۔ تاکہ وہ بھی آزاد ہو جائیں۔ پس یہ درست نہیں کہ آقا اس ادا کر سکنے والے کو جو ان کی نجات کا باعث ہے آزاد کر دے۔ اور یہ چیز باقی لوگوں کے لئے عجز کا سبب ہو۔ پس آقا نے اس طرح اپنے لئے ایک اضافے اور زیادتی کا ارادہ کیا ہے (کہ دوسرے سب اس کے غلام رہیں) لہٰذا باقی لوگوں کے حق میں یہ جائز نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے، نہ کسی کو نقصان دو۔ نہ اس کے ضرر کے بدلے میں اسے نقصان پہنچاؤ۔ اور یہ شدید ترین ضرر ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ جب کئی غلام مل کر اکٹھی کتابت کریں، تو ان کے لئے جائز ہے کہ ان میں سے نہایت بوڑھے اور بہت چھوٹے کو جو کچھ بھی ادا نہیں کر سکتے نہ کسی دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں، تو یہ جائز ہے۔

۱۴۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي عِتْقِ الْمُكَاتَبِ وَأُمِّ وَلَدِهٖ

مکاتب اور اس کی اُمّ ولد کی آزادی کے بعض فرعی مسائل

۱۳۰۲۔ قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يُكَاتِبُ عَبْدَهُ. ثُمَّ يَمُوتُ الْمُكَاتَبُ وَيَتْرُكُ أُمَّ وَلَدِهِ. وَقَدْ بَقِيَتْ عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهِ بَقِيَّةٌ. وَيَتْرُكُ وَفَاءً بِمَا عَلَيْهِ: إِنَّ أُمَّ وَلَدِهِ أَمَةٌ مَمْلُوكَةٌ حِينَ لَمْ يُعْتَقِ الْمُكَاتَبُ حَتَّى مَاتَ. وَلَمْ يَتْرُكْ وَلَدًا فَيُعْتَقُونَ بِأَدَاءِ مَا بَقِيَ. فَتُعْتَقُ أُمُّ وَلَدِ أَبِيهِمْ. بِعِتْقِهِمْ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْمُكَاتَبِ يُعْتِقُ عَبْدًا لَهُ. أَوْ يَتَصَدَّقُ بِبَعْضِ مَالِهِ. وَلَمْ يَعْلَمْ بِذٰلِكَ سَيِّدُهُ. حَتَّى عَتَقَ الْمُكَاتَبُ.

قَالَ مَالِكٌ: يَنْفُذُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ. وَلَيْسَ لِلْمُكَاتَبِ أَنْ يَرْجِعَ فِيهِ. فَإِنْ عَلِمَ سَيِّدُ الْمُكَاتَبِ قَبْلَ أَنْ يَعْتِقَ الْمُكَاتَبُ، فَرَدَّ ذٰلِكَ وَلَمْ يُجِزْهُ، فَإِنَّهُ، إِنْ عَتَقَ الْمُكَاتَبُ، وَذٰلِكَ فِي يَدِهِ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ أَنْ يُعْتِقَ ذٰلِكَ الْعَبْدَ. وَلَا أَنْ يُخْرِجَ تِلْكَ الصَّدَقَةَ. إِلَّا أَنْ يَفْعَلَ ذٰلِكَ طَائِعًا مِنْ عِنْدِ نَفْسِهِ.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ایک شخص اگر اپنے غلام کو مکاتب بنائے۔ پھر مکاتب مرجائے اور اپنی اُمّ ولد چھوڑ جائے اور اس کے بدلِ کتابت کا بھی کچھ بقیہ اس کے ذمہ ہو۔ اور اتنا مال بھی چھوڑ جائے جس سے وہ ادا ہو سکے۔ مالکؒ نے کہا کہ اس کی

اُمّ ولد مل کہ لونڈی ہے۔ جب کہ مکاتب موت تک آزاد نہ ہوا اور وہ کوئی اولاد بھی نہ چھوڑے کہ بقایا کتابت کی ادائیگی سے اولاد آزاد ہوتی۔ اور ان کے باپ کی اُمّ ولد ان کی آزادی کے باعث ہو جاتی۔

مالکؒ نے کہا کہ مکاتب جب اپنے کسی غلام کو آزاد کرے یا اپنا مال صدقہ کر دے۔ اور اس کی (مکاتب کی) آزادی تک اس کے آقا کو اس کا پتہ نہ چلے۔ مالکؒ نے کہا کہ یہ آزادی اور صدقہ نافذ ہے اور مکاتب اس میں رجوع نہیں کر سکتا۔ اور اگر مکاتب کی آزادی سے قبل اس کا آقا یہ معلوم کرے اور اسے ردّ کر دے اور جائز نہ رکھے تو جب مکاتب آزاد ہوگا تو اس پر اس غلام کو آزاد نہ کرنا اور نہ وہ صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ ہاں اگر وہ بطور نفل خوشی سے ایسا کرے تو جائز ہے۔ (کیونکہ اب تو وہ اپنے معاملات کا مالک ہے مگر پہلے نہ تھا۔ اور مالک نے اس کا عتق اور صدقہ ردّ کر دیا تھا لہٰذا نافذ نہ تھا)

۱۳۔ بَابُ الْوَصِيَّةِ فِي الْمُكَاتَبِ

مکاتب کے باب میں وصیّت کا باب

۱۳۰۳۔ قَالَ مَالِكٌ: إِنَّ أَحْسَنَ مَا سَمِعْتُ فِي الْمُكَاتَبِ يُعْتِقُهُ سَيِّدُهُ عِنْدَ الْمَوْتِ: أَنَّ الْمُكَاتَبَ يُقَامُ عَلَى هَيْئَتِهِ تِلْكَ. الَّتِي لَوْ بِيعَ كَانَ ذٰلِكَ الثَّمَنَ الَّذِي يَبْلُغُ. فَإِنْ كَانَتِ الْقِيمَةُ أَقَلَّ مِمَّا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنَ الْكِتَابَةِ. وُضِعَ ذٰلِكَ فِي ثُلُثِ الْمَيِّتِ. وَلَمْ يُنْظَرْ إِلَى عَدَدِ الدَّرَاهِمِ الَّتِي بَقِيَتْ عَلَيْهِ وَ ذٰلِكَ أَنَّهُ لَوْ قُتِلَ لَمْ يَغْرَمْ قَاتِلُهُ. إِلَّا قِيمَتَهُ. وَلَوْ جُرِحَ لَمْ يَغْرَمْ جَارِحُهُ إِلَّا دِيَةَ جَرْحِهِ يَوْمَ جَرَحَهُ. وَلَا يُنْظَرُ فِي شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ إِلَى مَا كُوتِبَ عَلَيْهِ. مِنَ الدَّنَانِيرِ وَالدَّرَاهِمِ. لِأَنَّهُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهِ شَيْءٌ. وَإِنْ كَانَ الَّذِي بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهِ أَقَلَّ مِنْ قِيمَتِهِ، لَمْ يُحْسَبْ فِي ثُلُثِ الْمَيِّتِ. إِلَّا مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهِ. وَذٰلِكَ أَنَّهُ إِنَّمَا تَرَكَ الْمَيِّتُ لَهُ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهِ. فَصَارَتْ وَصِيَّةً أَوْصَى بِهَا.

قَالَ مَالِكٌ: وَتَفْسِيرُ ذٰلِكَ، لَوْ كَانَتْ قِيمَةُ الْمُكَاتَبِ أَلْفَ دِرْهَمٍ. وَلَمْ يَبْقَ مِنْ كِتَابَتِهِ إِلَّا مِائَةُ دِرْهَمٍ. فَأَوْصَى سَيِّدُهُ لَهُ بِالْمِائَةِ دِرْهَمٍ الَّتِي بَقِيَتْ عَلَيْهِ. حُسِبَتْ لَهُ فِي ثُلُثِ سَيِّدِهِ. فَصَارَ حُرًّا بِهَا.

قَالَ مَالِكٌ فِي رَجُلٍ كَاتَبَ عَبْدَهُ عِنْدَ مَوْتِهِ، إِنَّهُ يُقَوَّمُ عَبْدًا. فَإِنْ كَانَ فِي ثُلُثِهِ سَعَةٌ لِثَمَنِ الْعَبْدِ، جَازَ لَهُ ذٰلِكَ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْمُكَاتَبِ يَكُونُ لِسَيِّدِهِ عَلَيْهِ عَشَرَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ. فَيَضَعُ عَنْهُ عِنْدَ مَوْتِهِ أَلْفَ دِرْهَمٍ.

قَالَ مَالِكٌ: يُقَوَّمُ الْمُكَاتَبُ. فَيُنْظَرُ كَمْ قِيمَتُهُ؟ فَإِنْ كَانَتْ قِيمَتُهُ أَلْفَ دِرْهَمٍ. فَالَّذِي وُضِعَ عَنْهُ عُشْرُ الْكِتَابَةِ. وَذٰلِكَ فِي الْقِيمَةِ مِائَةُ دِرْهَمٍ. وَهُوَ عُشْرُ الْقِيمَةِ. فَيُوضَعُ عَنْهُ عُشْرُ الْكِتَابَةِ. فَيَصِيرُ ذٰلِكَ إِلَى عُشْرِ الْقِيمَةِ نَقْدًا. وَإِنَّمَا ذٰلِكَ كَهَيْئَتِهِ لَوْ وُضِعَ عَنْهُ جَمِيعُ مَا عَلَيْهِ. وَلَوْ فَعَلَ ذٰلِكَ لَمْ يُحْسَبْ فِي ثُلُثِ مَالِ الْمَيِّتِ. إِلَّا قِيمَةُ الْمُكَاتَبِ أَلْفُ دِرْهَمٍ. وَإِنْ كَانَ الَّذِي وُضِعَ عَنْهُ نِصْفُ الْكِتَابَةِ. حُسِبَ فِي ثُلُثِ مَالِ الْمَيِّتِ نِصْفُ الْقِيمَةِ. وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ أَوْ أَكْثَرَ، فَهُوَ عَلَى هٰذَا الْحِسَابِ.

قَالَ مَالِكٌ: إِذَا وَضَعَ الرَّجُلُ عَنْ مُكَاتَبِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ أَلْفَ دِرْهَمٍ مِنْ عَشَرَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ. وَلَمْ يُسَمِّ أَنَّهَا مِنْ أَوَّلِ كِتَابَتِهِ أَوْ مِنْ آخِرِهَا. وُضِعَ عَنْهُ مِنْ كُلِّ نَجْمٍ عُشْرُهُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَإِذَا وَضَعَ الرَّجُلُ عَنْ مُكَاتَبِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ أَلْفَ دِرْهَمٍ. مِنْ أَوَّلِ كِتَابَتِهِ أَوْ مِنْ آخِرِهَا. وَكَانَ أَصْلُ الْكِتَابَةِ عَلَى ثَلَاثَةِ آلَافِ دِرْهَمٍ. قُوِّمَ الْمُكَاتَبُ قِيمَةَ النَّقْدِ. ثُمَّ قُسِمَتْ تِلْكَ الْقِيمَةُ. فَجُعِلَ لِتِلْكَ الْأَلْفِ الَّتِي مِنْ أَوَّلِ الْكِتَابَةِ حِصَّتُهَا مِنْ تِلْكَ الْقِيمَةِ بِقَدْرِ قُرْبِهَا مِنَ الْأَجَلِ. وَفَضْلِهَا. ثُمَّ الْأَلْفُ الَّتِي تَلِي الْأَلْفَ الْأُولَى. بِقَدْرِ فَضْلِهَا أَيْضًا. ثُمَّ الْأَلْفُ الَّتِي تَلِيهَا. بِقَدْرِ فَضْلِهَا أَيْضًا. حَتَّى يُؤْتَى عَلَى آخِرِهَا. تَفْضُلُ كُلُّ أَلْفٍ بِقَدْرِ مَوْضِعِهَا. فِي تَعْجِيلِ الْأَجَلِ وَتَأْخِيرِهِ. لِأَنَّ مَا اسْتَأْخَرَ مِنْ ذٰلِكَ كَانَ أَقَلَّ فِي الْقِيمَةِ. ثُمَّ يُوضَعُ فِي ثُلُثِ الْمَيِّتِ، قَدْرُ مَا أَصَابَ تِلْكَ الْأَلْفَ مِنَ الْقِيمَةِ. عَلَى تَفَاضُلِ ذٰلِكَ. إِنْ قَلَّ أَوْ كَثُرَ. فَهُوَ عَلَى هٰذَا الْحِسَابِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَتَفْسِيرُ ذٰلِكَ، أَنْ تَكُونَ قِيمَةُ الْعَبْدِ أَلْفَ دِينَارٍ، فَيُكَاتِبُهُ سَيِّدُهُ عَلَى

مِائَتَىْ دِيْنَارٍ عِنْدَ مَوْتِهِ - فَيَكُوْنُ ثُلُثُ مَالِ سَيِّدِهِ اَلْفَ دِيْنَارٍ - فَذٰلِكَ جَائِزٌ لَهُ - وَ اِنَّمَا هِيَ وَصِيَّةٌ اَوْصٰى لَهُ بِهَا فِيْ ثُلُثِهِ - فَاِنْ كَانَ السَّيِّدُ قَدْ اَوْصٰى لِقَوْمٍ بِوَصَايَا - وَلَيْسَ فِي الثُّلُثِ فَضْلٌ عَنْ قِيْمَةِ الْمُكَاتَبِ - بُدِئَ بِالْمُكَاتَبِ - لِاَنَّ الْكِتَابَةَ عَتَاقَةٌ - وَالْعَتَاقَةُ تُبَدَّاُ عَلَى الْوَصَايَا - ثُمَّ تُجْعَلُ تِلْكَ الْوَصَايَا فِيْ كِتَابَةِ الْمُكَاتَبِ - يَتْبَعُوْنَهُ بِهَا - وَيُخَيَّرُ وَرَثَةُ الْمُوْصِيْ فَاِنْ اَحَبُّوْا اَنْ يُعْطُوْا اَهْلَ الْوَصَايَا وَصَايَاهُمْ كَامِلَةً - وَتَكُوْنُ كِتَابَةُ الْمُكَاتَبِ لَهُمْ - فَذٰلِكَ لَهُمْ وَاِنْ اَبَوْا وَاَسْلَمُوا الْمُكَاتَبَ وَمَا عَلَيْهِ اِلٰى اَهْلِ الْوَصَايَا - فَذٰلِكَ لَهُمْ - لِاَنَّ الثُّلُثَ صَارَ فِي الْمُكَاتَبِ - وَلِاَنَّ كُلَّ وَصِيَّةٍ اَوْصٰى بِهَا اَحَدٌ - فَقَالَ الْوَرَثَةُ: الَّذِيْ اَوْصٰى بِهِ صَاحِبُنَا اَكْثَرُ مِنْ ثُلُثِهِ - وَ اَخَذَ مَا لَيْسَ لَهُ - قَالَ: فَاِنَّ وَرَثَتَهُ يُخَيَّرُوْنَ - فَيُقَالُ لَهُمْ: قَدْ اَوْصٰى صَاحِبُكُمْ بِمَا قَدْ عَلِمْتُمْ - فَاِنْ اَحْبَبْتُمْ اَنْ تُنَفِّذُوْا ذٰلِكَ لِاَهْلِهِ - عَلٰى مَا اَوْصٰى بِهِ الْمَيِّتُ - وَ اِلَّا فَاَسْلِمُوْا اَهْلَ الْوَصَايَا ثُلُثَ مَالِ الْمَيِّتِ كُلِّهِ -

قَالَ فَاِنْ اَسْلَمَ الْوَرَثَةُ الْمُكَاتَبَ اِلٰى اَهْلِ الْوَصَايَا - كَانَ لِاَهْلِ الْوَصَايَا مَا عَلَيْهِ مِنَ الْكِتَابَةِ - فَاِنْ اَدّٰى الْمُكَاتَبُ مَا عَلَيْهِ مِنَ الْكِتَابَةِ اَخَذُوْا ذٰلِكَ فِيْ وَصَايَاهُمْ - عَلٰى قَدْرِ حِصَصِهِمْ - وَاِنْ عَجَزَ الْمُكَاتَبُ - كَانَ عَبْدًا لِاَهْلِ الْوَصَايَا - لَا يَرْجِعُ اِلٰى اَهْلِ الْمِيْرَاثِ - لِاَنَّهُمْ تَرَكُوْهُ حِيْنَ خُيِّرُوْا - وَلِاَنَّ اَهْلَ الْوَصَايَا حِيْنَ اُسْلِمَ اِلَيْهِمْ ضَمِنُوْهُ - فَلَوْ مَاتَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَلَى الْوَرَثَةِ شَيْءٌ - وَاِنْ مَاتَ الْمُكَاتَبُ قَبْلَ اَنْ يُؤَدِّيَ كِتَابَتَهُ - وَتَرَكَ مَالًا هُوَ اَكْثَرُ مِمَّا عَلَيْهِ - فَمَالُهُ لِاَهْلِ الْوَصَايَا - وَاِنْ اَدّٰى الْمُكَاتَبُ مَا عَلَيْهِ، عَتَقَ - وَرَجَعَ وَلَاؤُهُ اِلٰى عَصَبَةِ الَّذِيْ عَقَدَ كِتَابَتَهُ -

قَالَ مَالِكٌ فِيْ رَجُلٍ اَوْصٰى لِرَجُلٍ بِرُبُعِ مُكَاتَبٍ - اَوْ اَعْتَقَ رُبُعَهُ فَهَلَكَ الرَّجُلُ - ثُمَّ هَلَكَ الْمُكَاتَبُ - وَتَرَكَ مَالًا كَثِيْرًا اَكْثَرَ مِمَّا بَقِيَ عَلَيْهِ -

قَالَ مَالِكٌ: يُعْطِي وَرَثَةُ السَّيِّدِ وَالَّذِي أَوْصَى لَهُ بِرُبُعِ الْمُكَاتَبِ، مَا بَقِيَ لَهُمْ عَلَى الْمُكَاتَبِ ثُمَّ يَقْتَسِمُونَ مَا فَضَلَ. فَيَكُونُ، لِلْمُوصَى لَهُ بِرُبُعِ الْمُكَاتَبِ، ثُلُثُ مَا فَضَلَ بَعْدَ أَدَاءِ الْكِتَابَةِ وَلِوَرَثَةِ سَيِّدِهِ، الثُّلُثَانِ. وَذٰلِكَ أَنَّ الْمُكَاتَبَ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهِ شَيْءٌ. فَإِنَّمَا يُورَثُ بِالرِّقِّ.

قَالَ مَالِكٌ: فِي مُكَاتَبٍ أَعْتَقَهُ سَيِّدُهُ عِنْدَ الْمَوْتِ. قَالَ: إِنْ لَمْ يَحْمِلْهُ ثُلُثُ الْمَيِّتِ عَتَقَ مِنْهُ قَدْرُ مَا حَمَلَ الثُّلُثُ. وَيُوضَعُ عَنْهُ مِنَ الْكِتَابَةِ قَدْرُ ذٰلِكَ. إِنْ كَانَ عَلَى الْمُكَاتَبِ خَمْسَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ. وَكَانَتْ قِيمَتُهُ أَلْفَيْ دِرْهَمٍ نَقْدًا. وَيَكُونُ ثُلُثُ الْمَيِّتِ أَلْفَ دِرْهَمٍ. عَتَقَ نِصْفُهُ. وَيُوضَعُ عَنْهُ شَطْرُ الْكِتَابَةِ.

قَالَ مَالِكٌ: فِي رَجُلٍ قَالَ فِي وَصِيَّتِهِ: غُلَامِي فُلَانٌ حُرٌّ. وَكَاتِبُوا فُلَانًا: تُبَدَّأُ الْعَتَاقَةُ عَلَى الْكِتَابَةِ.

ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا کہ جس مکاتب کو اس کا مالک موت کے وقت آزاد کر دے، اس کے متعلق احسن بات میں نے یہ سنی ہے کہ مکاتب کو اسی دن کے لحاظ سے اس کی قیمت لگائی جائے گی۔ اگر وہ قیمت اس کی بقیہ کتابت سے کم ہے تو اسے میّت کے مال کے ⅓ میں سے وضع کیا جائے گا۔ اور دراہم کے عدد کی طرف نہ دیکھا جائے گا۔ جو اس کی کتابت میں سے باقی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ قتل ہو جائے تو اس کا قاتل اس قیمت کا ذمہ دار ہے جو قتل کے وقت تھی۔ اور اگر کوئی اسے زخمی کرے تو اس وقت کے حساب سے دیت دے گا جس وقت زخم لگایا اور ان میں سے کسی بات میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس کی مکاتبت کتنے دینار یا کتنے درہم پر ہوئی تھی۔ کیونکہ جب تک اس کے ذمّے کچھ باقی ہے وہ غلام ہے۔ اگر اس کی کتابت کا بقیہ اس کی قیمت سے کم ہے تو میّت کے مال کے ⅓ میں صرف وہی شمار ہو گا جو اس کی کتابت میں سے باقی ہے کیونکہ میّت نے اپنی وصیت کے ذریعے سے اسے صرف وہی معاف کیا ہے جو اس کی کتابت میں اب باقی تھا۔

مالکؒ نے کہا کہ اس کی تشریح یہ ہے کہ اگر مکاتب کی قیمت ایک ہزار درہم تھی اور اس کی کتابت میں سے صرف ایک سو درہم باقی ہیں۔ پس اس کے مالک نے اس کے لئے ان ایک سو دراہم کی وصیت کی، جو باقی ہیں۔ تو اس رقم کو اس کے مالک کے ⅓ حصے سے شمار کر کے اس مکاتب کو آزاد کر دیا جائے گا۔

مالکؒ نے کہا کہ جس شخص نے اپنے غلام کو اپنی موت کے وقت مکاتب بنایا تو اسے غلام شمار کر کے قیمت لگائی جائے گی۔ پس اگر اس کے مال کے ⅓ میں غلام کی قیمت کی گنجائش ہو تو یہ جائز ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ غلام کی قیمت اگر ایک ہزار دینار ہو اور اس کا مالک اسے موت کے وقت دو ہزار

دینار پر مکاتب بنائے تو اگر مالک کے مال کا ⅓ ایک ہزار دینار ہو تو یہ جائز ہے۔ اور یہ صرف وصیت ہے جو اس نے غلام کے لئے اپنے مال کے ⅓ میں کی ہے۔ اگر آقا نے کچھ اور لوگوں کے لئے بھی وصیتیں کی ہوں اور اس کے حصہ ثلث مال میں مکاتب کی قیمت سے زائد کچھ نہیں۔ تو مکاتب سے شروع کیا جائے گا۔ کیونکہ کتابت بھی عتاقہ ہے اور عتاقہ کو وصیتوں پر اولیت حاصل ہے پھر باقی وصیتیں مکاتب سے پوری کی جائیں گی۔ اور وصیت والے وصول کریں گے۔ اور وصیت کرنے والے کے وارثوں کو ان دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہوگا۔ اگر وہ چاہیں تو وصیت والوں کو ان کی وصیتیں پوری کردیں۔ اور مکاتب کی کتابت وارثوں کی ہوگی۔ اگر وہ اس سے انکار کردیں اور مکاتب اور اس کی ذمہ داریاں وصیت والوں کو دے دیں۔ تو وہ ایسا بھی کرسکتے ہیں۔ کیونکہ ثلث تو مکاتب میں لگانے کے لئے ٹھہرگیا اور اس لئے کہ جو وصیت بھی کوئی کرے اور وارث کہیں کہ ہمارے بزرگ نے جو وصیت کی تھی وہ ثلث سے زیادہ ہے اور مرنے والا جو کچھ کرگیا ہے وہ اسے نہ کرنا چاہیئے تھا۔ مالکؒ نے کہا کہ اس کے وارثوں کو اختیار دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا کہ تمہارے آدمی نے جو وصیت کی وہ تمہیں معلوم ہے۔ اگر تم چاہو تو اس وصیت کو نافذ کرو۔ ورنہ وصیت والوں کے لئے میت کے ترکے کا ⅓ حوالے کردو۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر وارث مکاتب کو وصیت والوں کے سپرد کردیں تو جو کچھ کتابت میں سے اس پر جاتی ہے وہ وصیت والوں کا ہے۔ پس اگر مکاتب کتابت کا بقیہ ادا کردے تو وہ اسے اپنے حصوں کے مطابق اپنی وصیتوں میں لے لیں۔ اور اگر مکاتب عاجز آجائے تو وہ وصیت والوں کا غلام ہوگا۔ وہ وارثوں کی طرف نہیں لوٹے گا۔ کیونکہ جب انہیں اختیار دیا گیا تھا تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا تھا اور جب اسے وصیت والوں کے سپرد کیا گیا تو انہوں نے اسے اپنی ضمانت میں لے لیا تھا۔ اگر وہ مرجائے تو ان کا وارثوں کے ذمہ کچھ نہیں۔ اور اگر مکاتب اپنا بدل کتابت ادا کرنے سے قبل مرجائے اور اپنے ذمہ بدل کتابت کی نسبت زیادہ مال چھوڑ جائے تو اس کا مال وصیت والوں کے لئے ہے اور اگر مکاتب وہ رقم ادا کردے جو اس کے ذمے ہے تو وہ آزاد ہے اور اس کی ولاء اس شخص کے عصبہ کی طرف لوٹ گئی جس نے اس سے عقد کتابت کیا تھا۔ (وصیت کے مسئلہ میں دیگر علما کا مالکؒ کے ساتھ اختلاف ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ جس مکاتب کے ذمہ آقا کا دس ہزار درہم ہو اور وہ اپنی موت کے وقت اسے ایک ہزار درہم چھوڑ دے۔ مالکؒ نے کہا کہ مکاتب کی قیمت لگوائی جائے گی۔ اگر اس کی قیمت مثلاً ایک ہزار درہم ہے تو اس سے جو نکہ کتابت کا ⅒ وضع کیا گیا ہے۔ لہذا قیمت کے لحاظ سے وہ ایک سو درہم ہوگیا۔ جو قیمت کا ⅒ ہے۔ اور اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر مالک اسے سارا بدل کتابت معاف کردیتا تو میت کے مال کے ثلث میں صرف ایک ہزار درہم شمار ہوگا۔ جو مکاتب کی قیمت ہے اور اگر اس نے مکاتب کی نصف کتابت معاف کی ہے تو اس کی قیمت کو میت کے ⅓ میں محسوب کیا جائے گا۔ اور اگر اس سے کم یا زیادہ ہو تو بھی اسی حساب سے ہوگا۔

مالکؒ نے کہا کہ جب کوئی آدمی اپنے مکاتب سے اپنی موت کے وقت دس ہزار درہم وضع کرے اور یہ تعین نہ کرے کہ کتابت کے شروع میں یا آخر میں وضع کرتا ہے تو ہر قسط کے ساتھ دس درہم وضع کئے جائیں گے۔

اور مالکؒ نے کہا کہ جب آدمی اپنے مکاتب سے اپنی موت کے وقت ہزار درہم اس کی کتابت کے اول سے یا آخر سے وضع کردے اور اصل کتابت تین ہزار درہم ہو تو مکاتب کی نقد قیمت لگائی جائے گی۔ پھر اس قیمت کو تقسیم کیا جائے گا اور اس ہزار کے لئے جو کتابت کی ابتدا سے ہے، اس قیمت میں سے حصہ نکالا جائے گا۔ اس کا مدت سے قرب کی مقدار

اور اس کے اضافے پر، پھر اگلے ہزار کا حصہ اس کے اضافے کے بقدر پھر اس سے اگلے ہزار کا حصّہ اس کے اضافے کے بقدر۔ مدّت کی تعجیل اور تاخیر کے لحاظ سے ہر ہزار کے موضع کا اضافہ نکالا جائے گا۔ (یعنی کتابت کو قسطوں پر تقسیم کرکے مکاتب کی قیمت کو ان قسطوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ پس ہر قسط کے مقابل میں جو قیمت آئے وہ اس قسط کی قیمت ہوگی۔ دوسرے ائمہ نے اس سے اختلاف کیا ہے۔) مدّت کی جلدی اور تاخیر کو مدِّنظر رکھتے ہوئے کیونکہ جو قسط مؤخر ہوگی اس کی قیمت کم ہوگی۔ پھر اس ہزار نے جو قیمت میں لے لیا ہے (اس کے مقابل میں آتی ہے۔) اس کو میّت کے ثلثِ مال میں سے وضع کردیں گے۔ (کیونکہ مالک نے اتنا اسے معاف کردیا تھا۔)

مالکؒ نے اس شخص کے متعلق کہا جس نے اپنے ایک مکاتب کے ۱/۴ کی وصیّت ایک شخص کے لئے کردی یا اس کا ۱/۴ آزاد کردیا۔ پھر وہ آدمی مرگیا اور پھر مکاتب مرگیا۔ مکاتب بہت مال چھوڑ گیا جو اس کی بقیہ کتابت سے زائد ہے۔ مالکؒ نے کہا مالک کے وارثوں کو اور اس کو جس کے لئے وہ وصیت کرگیا ہے، وہ کچھ دے دیا جو ان کا مکاتب کے ذمّہ ہے۔ پھر جو باقی ہوگا، اسے وہ تقسیم کریں گے پس جس کے حق میں ۱/۴ مکاتب کی وصیّت ہے، کتابت ادا کرنے کے بعد جو بچا، اس کا ثلث ہوگا اور مالک کے وارثوں کے ۳/۴ ہوں گے۔ یہ اس لئے کہ مکاتب کے ذمّے جب تک کچھ ہے وہ غلام ہے۔ اور غلامی کے باعث ان لوگوں کے حقّے کے بعد جو بچے گا وہ اسے حاصل کرے گا۔

مالکؒ نے کہا کہ جس مکاتب کو اس کا آقا موت کے وقت آزاد کرے تو اگر میّت کا ثلث اسے برداشت نہ کرے۔ تو جتنا برداشت کرے، اتنا اس میں سے آزاد ہو جائے گا اور اس کی مقدار پر اس کی کتابت میں سے گھٹا دیا جائے گا۔ اگر غلام کے ذمّہ ۵ ہزار درہم ہوں اور اس کی قیمت دو ہزار درہم نقد ہو اور میّت کا ثلث ایک ہزار درہم ہو تو اس کا نصف آزاد ہے۔ اور اس کی کتابت کا نصف اس سے دُور کردیا جائے گا۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر ایک شخص نے اپنی وصیّت میں کہا کہ فلاں غلام آزاد ہے اور فلاں کو مکاتب بنا لو۔ مالکؒ نے کہا کہ آزادی کو کتابت پر مقدم کیا جائے گا۔ (یعنی جو کچھ ہوگا اس کے ثلث مال میں سے ہوگا اور اگر غلام آزاد ہوسکے تو پہلے اسے آزاد کریں گے۔)

كِتَابُ الْمُدَبَّرِ

١- بَابُ الْقَضَاءِ فِي الْمُدَبَّرِ

مُدبّر عورت کی اولاد کا فیصلہ

١٣٠٤- حَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ قَالَ: اَلْأَمْرُ عِنْدَنَا فِيمَنْ دَبَّرَ جَارِيَةً لَهُ. فَوَلَدَتْ أَوْلَادًا بَعْدَ تَدْبِيرِهِ إِيَّاهَا. ثُمَّ مَاتَتِ الْجَارِيَةُ قَبْلَ الَّذِي دَبَّرَهَا: إِنَّ وَلَدَهَا بِمَنْزِلَتِهَا. قَدْ ثَبَتَ لَهُمْ مِنَ الشَّرْطِ مِثْلُ الَّذِي ثَبَتَ لَهَا. وَلَا يَضُرُّهُمْ هَلَاكُ أُمِّهِمْ. فَإِذَا مَاتَ الَّذِي كَانَ دَبَّرَهَا، فَقَدْ عَتَقُوا. إِنْ وَسِعَهُمُ الثُّلُثُ.

وَقَالَ مَالِكٌ: كُلُّ ذَاتِ رَحِمٍ فَوَلَدُهَا بِمَنْزِلَتِهَا. إِنْ كَانَتْ حُرَّةً، فَوَلَدَتْ بَعْدَ عِتْقِهَا فَوَلَدُهَا أَحْرَارٌ. وَإِنْ كَانَتْ مُدَبَّرَةً، أَوْ مُكَاتَبَةً، أَوْ مُعْتَقَةً إِلَى سِنِينَ، أَوْ مُخْدَمَةً، أَوْ بَعْضُهَا حُرًّا. أَوْ مَرْهُونَةً، أَوْ أُمَّ وَلَدٍ، فَوَلَدُ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ عَلَى مِثَالِ حَالِ أُمِّهِ. يَعْتِقُونَ بِعِتْقِهَا وَيَرِقُّونَ بِرِقِّهَا.

قَالَ مَالِكٌ، فِي مُدَبَّرَةٍ دُبِّرَتْ وَهِيَ حَامِلٌ: إِنَّ وَلَدَهَا بِمَنْزِلَتِهَا. وَإِنَّمَا ذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ رَجُلٍ أَعْتَقَ جَارِيَةً لَهُ وَهِيَ حَامِلٌ. وَلَمْ يَعْلَمْ بِحَمْلِهَا.

قَالَ مَالِكٌ: فَالسُّنَّةُ فِيهَا أَنَّ وَلَدَهَا يَتْبَعُهَا وَيَعْتِقُ بِعِتْقِهَا.

قَالَ مَالِكٌ، وَكَذٰلِكَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا ابْتَاعَ جَارِيَةً وَهِيَ حَامِلٌ، فَالْوَلِيدَةُ وَمَا فِي بَطْنِهَا لِمَنِ ابْتَاعَهَا. اشْتَرَطَ ذٰلِكَ الْمُبْتَاعُ، أَوْ لَمْ يَشْتَرِطْهُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا يَحِلُّ لِلْبَائِعِ اَنْ يَسْتَثْنِيَ مَا فِي بَطْنِهَا۔ لِاَنَّ ذٰلِكَ غَرَرٌ يَضَعُ مِنْ ثَمَنِهَا، وَلَا يَدْرِي اَيَصِلُ ذٰلِكَ اِلَيْهِ اَمْ لَا۔ وَاِنَّمَا ذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ مَالَوْ بَاعَ جَنِيْنًا فِي بَطْنِ اُمِّهٖ۔ وَذٰلِكَ لَا يَحِلُّ لَهٗ۔ لِاَنَّهٗ غَرَرٌ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي مُكَاتَبٍ اَوْ مُدَبَّرٍ ابْتَاعَ اَحَدُهُمَا جَارِيَةً۔ فَوَطِئَهَا۔ فَحَمَلَتْ مِنْهُ وَوَلَدَتْ۔ قَالَ: وَلَدُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ جَارِيَتِهٖ بِمَنْزِلَتِهٖ۔ يَعْتِقُوْنَ بِعِتْقِهٖ۔ وَيَرِقُّوْنَ بِرِقِّهٖ۔

قَالَ مَالِكٌ: فَاِذَا اُعْتِقَ هُوَ۔ فَاِنَّمَا اُمُّ وَلَدِهٖ مَالٌ مِنْ مَالِهٖ۔ يُسَلَّمُ اِلَيْهِ اِذَا اُعْتِقَ۔

ترجمہ: مالک نے کہا کہ ہمارے نزدیک معمول یہ ہے کہ جو شخص اپنی لونڈی کو مدبّر بنائے (اسے کہے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے۔) اور اس کے مدبّر بنائے جانے کے بعد اس کے ہاں اولاد ہوئی۔ پھر آقا کی موت سے پہلے لونڈی مر گئی۔ تو اس کی اولاد کے لئے وہی شرط ہے، جو ان کی ماں کے لئے تھی اور ان کی ماں کی موت انہیں نقصان نہیں دیتی۔ (یعنی آزادی میں رکاوٹ نہیں بنتی۔) پس جب مدبّر بنانے والا مر جائے تو وہ سب آزاد ہیں۔ اگر ثلثِ میّت میں اس کی گنجائش ہو۔ (اکثر اہل علم کے قول میں جس بچّے کا حمل تدبیر کے عقد کے بعد ہوا ہو، اس کا یہی حکم ہے۔ اور اس میں یہ شرط بھی نہیں کہ میّت کا ثلث اس کا متحمل ہو۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہماں کی اولاد کا حکم وہی ہے جو ماں کا ہے۔ اگر ماں آزاد ہے تو اولاد بھی آزاد۔ اگر غلامی سے آزادی کے بعد اولاد ہوئی تو بھی آزاد ہے۔ اگر ماں مدبّر یا مکاتب یا آزاد ہے چند سال کے بعد، یا اس سے خدمت لی جا رہی ہے اور وہ بعد میں آزاد ہوگی۔ یا اس کا بعض حصّہ آزاد ہوا یا رہن میں ہے یا وہ اُمِّ ولد ہے۔ پس ان میں سے ہر ایک کی اولاد کا حال ان کی ماں جیسا ہے۔ آزادی میں بھی غلامی میں بھی۔

مالکؒ نے مُدبّر عورت کے متعلق کہا، جو حاملہ تھی کہ اس کا بچّہ اسی جیسا ہے اور اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ ایک آدمی لونڈی آزاد کرے جبکہ وہ حاملہ ہو اور اسے اس کے حمل کا علم نہ ہو۔ تو وہ بھی اس کے پیچھے جائے گا۔ اور اس کی آزادی کے ساتھ آزاد ہو جائے گا۔

مالکؒ نے کہا کہ اس طرح اگر کسی نے لونڈی خریدی اور حاملہ تھی۔ پس لونڈی اور اس کے پیٹ کا بچہ خریدار کا ہے۔ وہ اس کی شرط کرے یا نہ کرے۔ (اس پر اجماع ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ فروخت کنندہ کے لئے حلال نہیں کہ اس کے حمل کو بیع سے مستثنیٰ کرے۔ کیونکہ یہ دھوکا ہے۔ وجہ یہ کہ بائع اس شرط کی وجہ سے اس کی قیمت میں کمی کرے گا۔ اور وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ آیا وہ حمل کا بچہ اسے ملے گا بھی یا نہیں۔ (کیونکہ اسقاط بھی ممکن ہے۔ فوری موت بھی ممکن ہے وغیرہ وغیرہ)۔ اور یہ تو اسی طرح ہے کہ وہ ماں کے پیٹ کے بچے کی بیع کرے جو غرر ہونے کے باعث حلال نہیں۔ اکثر علما کا یہی قول ہے۔)۔

مالکؒ نے کہا کہ کوئی مکاتب یا مدبّر اگر لونڈی خریدے، اس سے وطی کرے اور وہ اس سے حاملہ ہو جائے اور بچہ جنے تو بچہ بھی اپنے باپ کے ساتھ ہی آزاد ہو جائے گا۔ اور اس کی غلامی کے ساتھ غلام۔ جب وہ آزاد ہوگا تو اس کی اُمِّ ولد اس کا

مال ہے جو اس کے سپرد کیا جائے گا۔ (اکثر کا قول یہی ہے۔)

۲۔ بَابُ جَامِعِ مَا فِي التَّدْبِيرِ

مدبّر بنانے کے متفرق احکام کا باب

۱۳۰۵۔ قَالَ مَالِكٌ، فِي مُدَبَّرٍ قَالَ لِسَيِّدِهِ: عَجِّلْ لِيَ الْعِتْقَ۔ وَأُعْطِيكَ خَمْسِينَ مِنْهَا مُنَجَّمَةً عَلَيَّ۔ فَقَالَ سَيِّدُهُ: نَعَمْ۔ أَنْتَ حُرٌّ وَعَلَيْكَ خَمْسُونَ دِينَارًا۔ تُؤَدِّي إِلَيَّ كُلَّ عَامٍ عَشَرَةَ دَنَانِيرَ فَرَضِيَ بِذَلِكَ الْعَبْدُ۔ ثُمَّ هَلَكَ السَّيِّدُ بَعْدَ ذَلِكَ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ۔

قَالَ مَالِكٌ: يَثْبُتُ لَهُ الْعِتْقُ۔ وَصَارَتِ الْخَمْسُونَ دِينَارًا دَيْنًا عَلَيْهِ۔ وَجَازَتْ شَهَادَتُهُ وَثَبَتَتْ حُرْمَتُهُ۔ وَمِيرَاثُهُ وَحُدُودُهُ۔ وَلَا يَضَعُ عَنْهُ، مَوْتُ سَيِّدِهِ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ الدَّيْنِ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَبَّرَ عَبْدًا لَهُ۔ فَمَاتَ السَّيِّدُ۔ وَلَهُ مَالٌ حَاضِرٌ وَمَالٌ غَائِبٌ۔ فَلَمْ يَكُنْ فِي مَالِهِ الْحَاضِرِ مَا يَخْرُجُ فِيهِ الْمُدَبَّرُ۔

قَالَ: يُوقَفُ الْمُدَبَّرُ بِمَالِهِ۔ وَيُجْمَعُ خَرَاجُهُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ مِنَ الْمَالِ الْغَائِبِ۔ فَإِنْ كَانَ فِيمَا تَرَكَ سَيِّدُهُ، مِمَّا يَحْمِلُهُ الثُّلُثُ عَتَقَ بِمَالِهِ۔ وَبِمَا جُمِعَ مِنْ خَرَاجِهِ۔ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيمَا تَرَكَ سَيِّدُهُ مَا يَحْمِلُهُ، عَتَقَ مِنْهُ قَدْرُ الثُّلُثِ۔ وَتُرِكَ مَالُهُ فِي يَدَيْهِ۔

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ جو مدبّر اپنے آقا سے کہے کہ تو مجھے جلدی آزاد کر دے اور میں تجھے پچاس دینار بالاقساط دوں گا اس کے مالک نے کہا کہ ہاں تو آزاد ہے اور تیرے ذمے مجھے پچاس دینار ادا کرنا ہے مگر ہر سال دس دینار۔ پس غلام بھی اس پر راضی ہوگیا۔ پھر مالک اس کے دو تین دن ہلاک ہوگیا۔ مالکؒ نے کہا کہ اس کے لئے آزادی ثابت ہوگئی۔ اور پچاس دینار اس پر قرض ہوگئے۔ اور اس کی گواہی جائز ہے۔ اور اس کی حرمت اور میراث اور حدود ثابت ہیں۔ اور اس کے مالک کی موت اس قرض میں سے کچھ وضع نہیں کرسکتی۔ (یہ گویا کتابت اور اعتاق کی صورت ہوگئی جس کے باعث وہ آزاد ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ایک آدمی نے اپنا ایک غلام مدبّر بنایا۔ پھر آقا مر گیا۔ اور اس کا کچھ مال تو اس کے پاس حاضر تھا اور کچھ مال غائب تھا۔ اور اس کے حاضر مال کا ایک ثلث مدبّر کی قیمت کے برابر نہیں۔ مالکؒ نے کہا کہ مدبّر کو اس کے مال سمیت پابند رکھا جائے گا۔ اور اس کا خراج (محنت مزدوری کا معاوضہ) جمع کیا جائے گا۔ حتی کہ غائب مال واضح ہو جائے۔ پس اگر اس کے مالک کے ورثے میں اتنا مال ہے کہ اس کے ثلث سے اور مدبّر کے مال اور جمع شدہ خراج سے وہ آزاد ہو سکے تو وہ آزاد ہے لیکن اگر میت کا ترکہ یہ برداشت نہیں کرتا کہ اس کا ثلث اس مدبّر کو آزاد کر سکے تو مدبّر کا ثلث آزاد ہے اور اس کا مال اسے دے دیا جائے گا۔

۳- بَابُ الْوَصِيَّةِ فِي التَّدْبِيرِ

مدبّر بنانے کی وصیّت کا باب

۱۳۰۶- قَالَ مَالِكٌ: اَلْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا. أَنَّ كُلَّ عَتَاقَةٍ أَعْتَقَهَا رَجُلٌ. فِي وَصِيَّةٍ أَوْصَى بِهَا، فِي صِحَّةٍ أَوْ مَرَضٍ: أَنَّهُ يَرُدُّهَا مَتَى شَاءَ. وَيُغَيِّرُهَا مَتَى شَاءَ. مَا لَمْ يَكُنْ تَدْبِيرًا. فَإِذَا دَبَّرَ، فَلَا سَبِيلَ لَهُ إِلَى رَدِّ مَا دَبَّرَ.

قَالَ مَالِكٌ: وَكُلُّ وَلَدٍ وَلَدَتْهُ أَمَةٌ، أَوْصَى بِعِتْقِهَا وَلَمْ تُدَبَّرْ. فَإِنَّ وَلَدَهَا لَا يَعْتِقُونَ مَعَهَا إِذَا عَتَقَتْ. وَذٰلِكَ أَنَّ سَيِّدَهَا يُغَيِّرُ وَصِيَّتَهُ إِنْ شَاءَ. وَيَرُدُّهَا مَتَى شَاءَ. وَلَمْ يَثْبُتْ لَهَا عَتَاقَةٌ. وَإِنَّمَا هِيَ بِمَنْزِلَةِ رَجُلٍ قَالَ لِجَارِيَتِهِ. إِنْ بَقِيَتْ عِنْدِي فُلَانَةُ حَتَّى أَمُوتَ، فَهِيَ حُرَّةٌ.

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنْ أَدْرَكَتْ ذٰلِكَ، كَانَ لَهَا ذٰلِكَ. وَإِنْ شَاءَ قَبْلَ ذٰلِكَ، بَاعَهَا وَوَلَدَهَا. لِأَنَّهُ لَمْ يُدْخِلْ وَلَدَهَا فِي شَيْءٍ مِمَّا جَعَلَ لَهَا.

قَالَ: وَالْوَصِيَّةُ فِي الْعَتَاقَةِ مُخَالِفَةٌ لِلتَّدْبِيرِ. فَرَقَ بَيْنَ ذٰلِكَ، مَا مَضَى مِنَ السُّنَّةِ.

قَالَ: وَلَوْ كَانَتِ الْوَصِيَّةُ بِمَنْزِلَةِ التَّدْبِيرِ كَانَ كُلُّ مُوصٍ لَا يَقْدِرُ عَلَى تَغْيِيرِ وَصِيَّتِهِ وَمَا ذُكِرَ فِيهَا مِنَ الْعَتَاقَةِ. وَكَانَ قَدْ حَبَسَ عَلَيْهِ مِنْ مَالِهِ مَا لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَنْتَفِعَ بِهِ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَبَّرَ رَقِيقًا لَهُ جَمِيعًا فِي صِحَّتِهِ. وَلَيْسَ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ: إِنْ كَانَ دَبَّرَ بَعْضَهُمْ قَبْلَ بَعْضٍ، بُدِئَ بِالْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ. حَتَّى يَبْلُغَ الثُّلُثَ. وَإِنْ كَانَ دَبَّرَهُمْ جَمِيعًا فِي مَرَضِهِ. فَقَالَ فُلَانٌ حُرٌّ. وَفُلَانٌ حُرٌّ. وَفُلَانٌ حُرٌّ فِي كَلَامٍ وَاحِدٍ. إِنْ حَدَثَ بِي فِي مَرَضِي هٰذَا حَدَثُ مَوْتٍ. أَوْ دَبَّرَهُمْ جَمِيعًا فِي كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ. تَحَاصُّوا فِي الثُّلُثِ. وَلَمْ يُبَدَّأْ أَحَدٌ مِنْهُمْ قَبْلَ صَاحِبِهِ. وَإِنَّمَا هِيَ وَصِيَّةٌ. وَإِنَّمَا لَهُمُ الثُّلُثُ. يُقْسَمُ بَيْنَهُمْ بِالْحِصَصِ. ثُمَّ

يَعْتِقُ مِنْهُمُ الثُّلُثُ. بَالِغًا مَا بَلَغَ.

قَالَ: وَلَا يُبَدَّأُ أَحَدٌ مِنْهُمْ إِذَا كَانَ ذٰلِكَ كُلُّهُ فِي مَرَضِهِ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَبَّرَ غُلَامًا لَهُ. فَهَلَكَ السَّيِّدُ وَلَا مَالَ لَهُ إِلَّا الْعَبْدُ الْمُدَبَّرُ. وَلِلْعَبْدِ مَالٌ. قَالَ يُعْتَقُ ثُلُثُ الْمُدَبَّرِ. وَيُوقَفُ مَالُهُ بِيَدَيْهِ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي مُدَبَّرٍ كَاتَبَهُ سَيِّدُهُ فَمَاتَ السَّيِّدُ وَلَمْ يَتْرُكْ مَالًا غَيْرَهُ.

قَالَ مَالِكٌ، يُعْتَقُ مِنْهُ ثُلُثُهُ. وَيُوضَعُ عَنْهُ ثُلُثُ كِتَابَتِهِ. وَيَكُونُ عَلَيْهِ ثُلُثَاهَا.

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ أَعْتَقَ نِصْفَ عَبْدٍ لَهُ وَهُوَ مَرِيضٌ. فَبَتَّ عِتْقَ نِصْفِهِ. أَوْ بَتَّ عِتْقَهُ كُلَّهُ. وَقَدْ كَانَ دَبَّرَ عَبْدًا لَهُ آخَرَ قَبْلَ ذٰلِكَ.

قَالَ: يُبَدَّأُ بِالْمُدَبَّرِ قَبْلَ الَّذِي أَعْتَقَهُ وَهُوَ مَرِيضٌ. وَذٰلِكَ أَنَّهُ لَيْسَ لِلرَّجُلِ أَنْ يَرُدَّ مَا دَبَّرَ. وَلَا أَنْ يَتَعَقَّبَهُ بِأَمْرٍ يَرُدُّهُ بِهِ. فَإِذَا عَتَقَ الْمُدَبَّرُ. فَلْيَكُنْ مَا بَقِيَ مِنَ الثُّلُثِ فِي الَّذِي أَعْتَقَ شَطْرَهُ. حَتَّى يَسْتَتِمَّ عِتْقُهُ كُلُّهُ. فِي ثُلُثِ مَالِ الْمَيِّتِ. فَإِنْ لَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ فَضْلُ الثُّلُثِ عَتَقَ مِنْهُ مَا بَلَغَ فَضْلُ الثُّلُثِ. بَعْدَ عِتْقِ الْمُدَبَّرِ الْأَوَّلِ.

ترجمہ امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اجماعی امر یہ ہے کہ ہر آزادی جسے کوئی بطور وصیت کرے۔ خواہ صحت میں خواہ بیماری میں، وہ اسے جب چاہے رد کر سکتا ہے اور جب چاہے تبدیل کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ تدبیر (مدبّر بنانا) نہ ہو۔ کیونکہ جب اس نے کسی کو مدبّر بنا دیا تو معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ (حنفیہ کا یہی مذہب ہے۔ دوسرے علما کا اس میں اختلاف ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جو بچہ اس لونڈی کے ہاں پیدا ہو، جس کی وصیت مالک نے کی ہو، لیکن اسے مدبّر نہ بنایا ہو تو وہ بچہ یا اس کی اور اولاد اس کی آزادی کے ساتھ آزاد نہ ہوگی۔ یہ اس لئے کہ اگر مالک چاہے تو وصیّت کو تبدیل کر سکتا ہے اور جب چاہے اسے رد کر سکتا ہے۔ اور اس لونڈی کی آزادی ثابت نہیں ہوئی۔ اور اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنی لونڈی سے کہے، اگر فلاں لونڈی میرے پاس رہی تو میں جب مر جاؤں وہ آزاد ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر وہ اس وقت کو پالے تو آزاد ہے لیکن اس سے قبل وہ چاہے تو اسے بیچ سکتا ہے۔ (اگر کی شرط کے باعث) اور اس کی اولاد کو بھی۔ کیونکہ جو کچھ مالک نے لونڈی سے کہا تھا اس میں اولاد کو داخل نہیں کیا۔ مالکؒ نے کہا کہ آزادی کی وصیت اور تدبیر میں فرق ہے۔ چلی آتی سُنت نے ان دونوں میں فرق کیا ہے مالکؒ نے کہا کہ اگر وصیت بھی تدبیر کی مانند ہوتی تو ہر وصیّت کرنے والا اس میں تبدیلی کر سکنے پر قادر نہ ہوتا اور نہ اس عتاقہ کو جسے وصیت میں بیان کیا گیا ہے، تبدیل کر سکتا اور اس کا مال محبوس ہو گیا جس سے وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ (تدبیر میں اجماعًا تبدیلی نہیں

ہو سکتی، جب کہ وصیت میں ہو سکتی ہے۔)
مالکؒ نے کہا کہ جو شخص اپنی صحت کے زمانے میں اپنے تمام غلاموں کو مدبّر بنا دے اور ان کے سوا اس کا کوئی مال بھی نہیں۔
مالکؒ نے کہا کہ اگر اس نے ان کو یکے بعد دیگرے مدبّر کیا تو انہیں اسی ترتیب سے رکھ کر اس کے ثلثِ مال تک پہنچائیں گے۔ اور اگر ان کو اس نے بیماری کے دنوں میں اکٹھا مدبّر کیا تھا اور ایک ہی سلسلہ میں کہا کہ فلاں آزاد ہے اور فلاں آزاد ہے اگر اس بیماری میں مجبور پر بیماری کا حادثہ آ پڑے یا ان سب کو ایک ہی لفظ کے ساتھ مدبّر کیا تھا تو وہ سب ثلثِ مال میں شریک ہوں گے اور انہیں یکے بعد دیگرے نہ رکھا جائے گا اور اسے صرف وصیت سمجھیں گے۔ ان کا صرف ایک ثمث ہوگا جسے وہ اپنے حصوں پر تقسیم کریں گے۔ پھر ثلثِ مال میں ان کا جس قدر حصہ آزاد ہوگا کیا جائے گا۔ جب یہ مرض میں ہو تو ان میں ترتیب ملحوظ نہ ہوگی۔ (اس مسئلہ میں ابوحنیفہؒ کا مسلک بھی یہی ہے۔ بعض کے نزدیک قرعہ اندازی ہوگی۔)
مالکؒ نے کہا کہ اگر ایک آدمی نے اپنا غلام مدبّر بنایا۔ پھر مالک مرگیا اور مدبّر کے سوا اس کا کوئی مال نہیں، مگر مدبّر مالدار ہو تو مدبّر کا ثلث آزاد ہے۔ اور اس کا مال اسے دیا جائے گا۔
مالکؒ نے کہا کہ جس مدبّر کو آقا نے تدبیر کے بعد مکاتب بنا لیا اور مالک مرگیا اور اس کے سوا کوئی مال نہ چھوڑا۔
مالکؒ نے کہا کہ اس کا ثلث آزاد ہے اور اس کی کتابت کا اسے معاف اور ثلث اس پر واجب ہے۔
مالکؒ نے کہا کہ جس شخص نے بیماری میں اپنا نصف غلام آزاد کیا۔ پھر اس کی پوری یا نصف آزادی کو پختہ کر دیا اور وہ اس سے پہلے اپنے ایک غلام کو مدبّر بنا چکا تھا۔ مالکؒ نے کہا کہ مدبّر کو اولیت دی جائے گی، اس غلام سے پہلے جسے اس نے مرض میں آزاد کیا اور یہ اس لئے کہ وہ آدمی اپنے مدبّر والے فیصلے کو رد نہیں کر سکتا۔ نہ اس کے بعد کوئی ایسا کام کر سکتا ہے جو اسے رد کرے۔ پس جب ثلث میں سے مدبّر آزاد ہو جائے تو ثلث کا بقیہ اس میں جائے گا، جس کا نصف آزاد کیا تھا۔ حتیٰ کہ آزادی تمام ہو جائے اور یہ میت کے مال کے ثلث میں ہوگا۔ اگر ثلث کے بقیہ میں دوسرا غلام آزاد نہ ہو سکے تو ثلث سے جس قدر وہ آزاد ہو، اسے پہلے مدبّر کے بعد آزاد کیا جائے گا۔ (ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جو شخص اپنے غلام کا کوئی حصہ آزاد کرے تو غلام پورا آزاد ہے مگر امام ابوحنیفہؒ کا اس میں اختلاف ہے۔)

۴۔ بَابُ مَسِّ الرَّجُلِ وَلِيْدَتَهُ إِذَا دَبَّرَهَا
لونڈی کو مدبّر کرنے کے بعد چھونا

۱۳۰۷۔ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ دَبَّرَ جَارِيَتَيْنِ لَهُ. فَكَانَ يَطَؤُهُمَا وَهُمَا مُدَبَّرَتَانِ۔
ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی دو لونڈیوں کو مدبّر بنایا اور اس کے بعد وہ ان سے وطی کرتے تھے۔ (جمہور کا مسلک یہی ہے۔)

۱۳۰۸۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ كَانَ يَقُوْلُ: إِذَا دَبَّرَ

الرَّجُلُ جَارِيَتَهُ. فَإِنَّ لَهُ أَنْ يَطَأَهَا. وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَبِيعَهَا وَلَا يَهَبَهَا. وَوَلَدُهَا بِمَنْزِلَتِهَا.

ترجمہ: سعید ابن المسیبؒ کہتے تھے کہ مرد جب اپنی لونڈی کو مدبر بنائے تو اس سے وطی کر سکتا ہے۔ مگر اس کی بیع اور ہبہ نہیں کر سکتا۔ اور اس کی اولاد بھی اس کے حکم میں ہے۔ (امام محمدؒ نے یہ اثر باب بیع المدبر میں روایت کیا ہے اور اس میں یہ لفظ بھی ہیں کہ وہ اس کا نکاح بھی کر سکتا ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ اور یہی ابو حنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔)

۵۔ بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ

مدبر کی بیع کا باب

بقول علامہ ابن رشدؒ مدبر کے متعلق مشہور ترین مسئلہ یہی ہے کہ آیا مالک اس کی بیع کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ اور کوفہ کے فقہا کی ایک جماعت کے نزدیک مدبر کی بیع جائز نہیں۔ دوسرے علما اسے جائز کہتے ہیں۔

۳۰۹۔ قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا فِي الْمُدَبَّرِ. أَنَّ صَاحِبَهُ لَا يَبِيعُهُ. وَلَا يُحَوِّلُهُ عَنْ مَوْضِعِهِ الَّذِي وَضَعَهُ فِيهِ. وَأَنَّهُ إِنْ رَهِقَ سَيِّدَهُ دَيْنٌ. فَإِنَّ غُرَمَاءَهُ لَا يَقْدِرُونَ عَلَى بَيْعِهِ. مَا عَاشَ سَيِّدُهُ. فَإِنْ مَاتَ سَيِّدُهُ وَلَا دَيْنَ عَلَيْهِ فَهُوَ فِي ثُلُثِهِ. لِأَنَّهُ اسْتَثْنَى عَلَيْهِ عَمَلَهُ مَا عَاشَ. فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَخْدُمَهُ حَيَاتَهُ. ثُمَّ يُعْتِقَهُ عَلَى وَرَثَتِهِ إِذَا مَاتَ مِنْ رَأْسِ مَالِهِ. وَإِنْ مَاتَ سَيِّدُ الْمُدَبَّرِ وَلَا مَالَ لَهُ غَيْرُهُ. عَتَقَ ثُلُثُهُ. وَكَانَ ثُلُثَاهُ لِوَرَثَتِهِ. فَإِنْ مَاتَ سَيِّدُ الْمُدَبَّرِ. وَعَلَيْهِ دَيْنٌ مُحِيطٌ بِالْمُدَبَّرِ. بِيعَ فِي دَيْنِهِ. لِأَنَّهُ إِنَّمَا يَعْتِقُ فِي الثُّلُثِ.

قَالَ فَإِنْ كَانَ الدَّيْنُ لَا يُحِيطُ إِلَّا بِنِصْفِ الْعَبْدِ. بِيعَ نِصْفُهُ لِلدَّيْنِ. ثُمَّ عَتَقَ ثُلُثُ مَا بَقِيَ بَعْدَ الدَّيْنِ.

قَالَ مَالِكٌ: لَا يَجُوزُ بَيْعُ الْمُدَبَّرِ. وَلَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ أَنْ يَشْتَرِيَهُ. إِلَّا أَنْ يَشْتَرِيَ الْمُدَبَّرُ نَفْسَهُ مِنْ سَيِّدِهِ. فَيَكُونُ ذَلِكَ جَائِزًا لَهُ. أَوْ يُعْطِيَ أَحَدٌ سَيِّدَ الْمُدَبَّرِ مَالًا. وَيُعْتِقُهُ سَيِّدُهُ الَّذِي دَبَّرَهُ. فَذَلِكَ يَجُوزُ لَهُ أَيْضًا.

قَالَ مَالِكٌ: وَوَلَاؤُهُ لِسَيِّدِهِ الَّذِي دَبَّرَهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: لَا يَجُوزُ بَيْعُ خِدْمَةِ الْمُدَبَّرِ. لِأَنَّهُ غَرَرٌ. إِذْ لَا يُدْرَى كَمْ يَعِيشُ سَيِّدُهُ، فَذَلِكَ غَرَرٌ لَا يَصْلُحُ۔

وَقَالَ مَالِكٌ، فِي عَبْدٍ يَكُونُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ. فَيُدَبِّرُ أَحَدُهُمَا حِصَّتَهُ: إِنَّهُمَا يَتَقَاوَمَانِهِ. فَإِنِ اشْتَرَاهُ الَّذِي دَبَّرَهُ، كَانَ مُدَبَّرًا كُلَّهُ. وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِهِ، انْتَقَضَ تَدْبِيرُهُ. إِلَّا أَنْ يَشَاءَ الَّذِي بَقِيَ لَهُ فِيهِ الرِّقُّ. أَنْ يُعْطِيَهُ شَرِيكَهُ الَّذِي دَبَّرَهُ بِقِيمَتِهِ. فَإِنْ أَعْطَاهُ إِيَّاهُ بِقِيمَتِهِ، لَزِمَهُ ذَلِكَ. وَكَانَ مُدَبَّرًا كُلَّهُ۔

وَقَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ نَصْرَانِيٍّ دَبَّرَ عَبْدًا لَهُ نَصْرَانِيًّا، فَأَسْلَمَ الْعَبْدُ

قَالَ مَالِكٌ، يُحَالُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْعَبْدِ. وَيُخَارَجُ عَلَى سَيِّدِهِ النَّصْرَانِيِّ. وَلَا يُبَاعُ عَلَيْهِ حَتَّى يَتَبَيَّنَ أَمْرُهُ. فَإِنْ هَلَكَ النَّصْرَانِيُّ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، قُضِيَ دَيْنُهُ مِنْ ثَمَنِ الْمُدَبَّرِ. إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي مَالِهِ مَا يَحْمِلُ الدَّيْنَ فَيَعْتِقُ الْمُدَبَّرُ۔

ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے کہ مدبّر کا مالک اسے فروخت نہیں کر سکتا اور نہ اس کی تدبیر کو فسخ کر سکتا ہے۔ اور اگر مالک پر قرض کا بے پناہ بوجھ پڑ جائے تو اس کے قرضخواہ مالک کی زندگی میں اسے نہیں بیچ سکتے اگر مالک مر جائے اور اس پر کوئی قرض نہ ہو تو مدبر اس کے ثلث میں آزاد ہوگا۔ کیونکہ زندگی بھر کے لیے اس نے اس کے کام اور خدمت وغیرہ کو مستثنیٰ کر رکھا تھا۔ پس یہ جائز نہیں کہ زندگی بھر تو مالک کی خدمت کرتا رہے۔ اور آزاد ہو تو اس کا بوجھ وارثوں پر پڑے اور وہ راس المال میں سے آزاد ہو۔ اور اگر آقا مر جائے اور مدبر کے سوا اس کا کوئی مال نہ ہو تو اس کا ثلث آزاد ہے۔ اور دو ثلث وارثوں کے ہیں۔ اگر آقا اس حال میں مر جائے کہ اس کا قرض مدبّر کو بھی محیط ہو۔ تو اسے مالک کے قرض میں فروخت کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ تو صرف ⅓ میں آزاد ہوتا ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر قرض اس کے نصف مال کو محیط ہو تو اس کا نصف قرض میں محیط ہوگا۔ پھر اس کے بعد اس کے بقیہ کا ⅓ آزاد ہے۔ (حنفیہ نے کہا کہ اگر قرض مدبّر کی قیمت سے کم ہو تو مدبر محنت مزدوری کر کے اسے ادا کرے گا۔)

مالکؒ نے کہا کہ مدبّر کی بیع جائز نہیں اور کسی کو اس کا خریدنا جائز نہیں۔ ہاں اگر مدبّر اپنے آپ کو خود ہی مالک سے خرید لے تو جائز ہے۔ یا کوئی اور شخص مالک کو اگر مال دے دے اور مدبر کا مالک اسے آزاد کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ اس کی وَلاء اس آقا کی ہے جس نے اسے مدبر بنایا۔

مالک نے کہا کہ مدبر کی خدمت کی بیع جائز نہیں کیونکہ یہ دھوکا ہے معلوم نہیں مالک کب تک زندہ رہے گا، یہ دھوکا ہے اور جائز نہیں ہے؟

مالکؒ نے کہا کہ جو غلام دو آدمیوں کے درمیان ہو اور ایک اپنا حصہ مدبر بنا دے تو وہ دونوں اس کی قیمت لگائیں۔ اگر وہ شخص خریدے جس نے اپنا حصہ آزاد کیا تھا تو غلام پورا مدبر ہوگیا۔ اور اگر وہ نہ خریدے تو اس کی تدبیر ٹوٹ گئی مگر یہ کہ جس کا حصہ غلام ہے۔ اس کو مدبر بنانے والا اس کے حصے کی قیمت ادا کردے، اگر اس نے ایسا کیا تو غلام پورا مدبر ہوگیا۔ (امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر مدبر بنانے والا شریک مالدار ہو تو تدبیر اس کے حصے میں بھی سرایت کر جائے گی۔ اگر وہ مالدار نہ ہو تو غلام سے محنت مزدوری کرائے گا اور قیمت پوری ہو جانے پر وہ مدبر ہوگا۔)

مالکؒ نے کہا کہ ایک عیسائی اگر اپنے عیسائی غلام کو مدبر بنائے اور پھر غلام مسلم ہو جائے تو اسے عیسائی کے قبضہ سے نکالا جائے گا۔ اور اس پر خراج مقرر کرکے اس کے عیسائی مالک کو دیا جائے۔ اور اسے فروخت نہ کیا جائے گا جب تک کہ اس کا معاملہ واضح نہ ہو جائے۔ پس اگر عیسائی ہلاک ہوگیا اور اس پر قرض ہو تو اس کا قرض مدبر کی قیمت سے ادا کریں گے۔ مگر یہ کہ اس کے مال میں قرض ادا کرنے کی طاقت ہو۔ اس صورت میں مدبر آزاد ہے۔ (حنفیہ نے کہا کہ غلام کے مسلم ہو جانے پر اس کی قیمت لگا کر محنت مزدوری کرائی جائے اور اس کی قیمت اس کی محنت سے ادا کی جائے۔)

٦- بَابُ الْجِرَاحِ الْمُدَبَّرِ

جب مدبر کسی کو زخمی کردے تو کیا کریں؟

۱۳۱۰ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ، اَنَّ عُمَرَبْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَضٰى فِی الْمُدَبَّرِ اِذَا جَرَحَ۔ اَنَّ لِسَيِّدِهٖ اَنْ يُّسَلِّمَ مَا يَمْلِكُ مِنْهُ اِلَى الْمَجْرُوْحِ۔ فَيَخْتَدِمُهُ الْمَجْرُوْحُ۔ وَيُقَاصُّهٗ بِجِرَاحِهٖ مِنْ دِيَةِ جَرْحِهٖ۔ فَاِنْ اَدّٰى قَبْلَ اَنْ يَّهْلِكَ سَيِّدُهٗ، رَجَعَ اِلٰى سَيِّدِهٖ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْاَمْرُ عِنْدَنَا فِی الْمُدَبَّرِ اِذَا جَرَحَ۔ ثُمَّ هَلَكَ سَيِّدُهٗ۔ وَلَيْسَ لَهٗ مَالٌ غَيْرُهٗ۔ اَنَّهٗ يُعْتَقُ ثُلُثُهٗ۔ ثُمَّ يُقْسَمُ عَقْلُ الْجَرْحِ اَثْلَاثًا۔ فَيَكُوْنُ ثُلُثُ الْعَقْلِ عَلَى الثُّلُثِ الَّذِیْ عَتَقَ مِنْهُ۔ وَيَكُوْنُ ثُلُثَاهُ عَلَى الثُّلُثَيْنِ اللَّذَيْنِ بِاَيْدِی الْوَرَثَةِ۔ اِنْ شَاءُوْا اَسْلَمُوا الَّذِیْ لَهُمْ مِنْهُ اِلٰى صَاحِبِ الْجَرْحِ۔ وَاِنْ شَاءُوْا اَعْطَوْهُ ثُلُثَیِ الْعَقْلِ۔ وَاَمْسَكُوْا نَصِيْبَهُمْ مِنَ الْعَبْدِ۔ وَذٰلِكَ اَنَّ عَقْلَ ذٰلِكَ الْجَرْحِ۔ اِنَّمَا كَانَتْ جِنَايَتُهٗ مِنَ الْعَبْدِ۔ وَلَمْ تَكُنْ دَيْنًا عَلَى السَّيِّدِ۔ فَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ الَّذِیْ اَحْدَثَ الْعَبْدُ۔ بِالَّذِیْ يُبْطِلُ مَا صَنَعَ السَّيِّدُ مِنْ عِتْقِهٖ وَتَدْبِيْرِهٖ۔ فَاِنْ كَانَ عَلٰى سَيِّدِ

الْعَبْدِ دَيْنٌ لِلنَّاسِ۔ مَعَ جِنَايَةِ الْعَبْدِ۔ بِيعَ مِنَ الْمُدَبَّرِ بِقَدْرِ عَقْلِ الْجَرْحِ۔ وَقَدْرِ الدَّيْنِ ثُمَّ يُبَدَّأُ بِالْعَقْلِ الَّذِي كَانَ فِي جِنَايَةِ الْعَبْدِ۔ فَيُقْضَى مِنْ ثَمَنِ الْعَبْدِ ثُمَّ يُقْضَى دَيْنُ سَيِّدِهِ۔ ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى مَا بَقِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنَ الْعَبْدِ۔ فَيُعْتَقُ ثُلُثُهُ۔ وَيَبْقَى ثُلُثَاهُ لِلْوَرَثَةِ۔ وَذٰلِكَ أَنَّ جِنَايَةَ الْعَبْدِ هِيَ أَوْلَى مِنْ دَيْنِ سَيِّدِهِ۔ وَذٰلِكَ أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا هَلَكَ۔ وَتَرَكَ عَبْدًا مُدَبَّرًا قِيمَتُهُ خَمْسُونَ وَمِائَةُ دِينَارٍ۔ وَكَانَ الْعَبْدُ قَدْ شَجَّ رَجُلًا حُرًّا مُوضِحَةً۔ عَقْلُهَا خَمْسُونَ دِينَارًا وَكَانَ عَلَى سَيِّدِ الْعَبْدِ مِنَ الدَّيْنِ خَمْسُونَ دِينَارًا۔

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنَّهُ يُبْدَأُ بِالْخَمْسِينَ دِينَارًا۔ الَّتِي فِي عَقْلِ الشَّجَّةِ۔ فَتُقْضَى مِنْ ثَمَنِ الْعَبْدِ۔ ثُمَّ يُقْضَى دَيْنُ سَيِّدِهِ۔ ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى مَا بَقِيَ مِنَ الْعَبْدِ۔ فَيُعْتَقُ ثُلُثُهُ۔ وَيَبْقَى ثُلُثَاهُ لِلْوَرَثَةِ۔ فَالْعَقْلُ أَوْجَبُ فِي رَقَبَتِهِ مِنْ دَيْنِ سَيِّدِهِ وَدَيْنُ سَيِّدِهِ أَوْجَبُ مِنَ التَّدْبِيرِ الَّذِي إِنَّمَا هُوَ وَصِيَّةٌ فِي ثُلُثِ مَالِ الْمَيِّتِ۔ فَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَجُوزَ شَيْءٌ مِنَ التَّدْبِيرِ۔ وَعَلَى سَيِّدِ الْمُدَبَّرِ دَيْنٌ لَمْ يُقْضَ۔ وَإِنَّمَا هُوَ وَصِيَّةٌ۔ وَذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ۔ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ۔

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنْ كَانَ فِي ثُلُثِ الْمَيِّتِ مَا يُعْتَقُ فِيهِ الْمُدَبَّرُ كُلُّهُ، عَتَقَ۔ وَكَانَ عَقْلُ جِنَايَتِهِ دَيْنًا عَلَيْهِ۔ يُتَّبَعُ بِهِ بَعْدَ عِتْقِهِ۔ وَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ الْعَقْلُ الدِّيَةَ كَامِلَةً۔ وَذٰلِكَ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى سَيِّدِهِ دَيْنٌ۔

وَقَالَ مَالِكٌ، فِي الْمُدَبَّرِ إِذَا جَرَحَ رَجُلًا فَأَسْلَمَهُ سَيِّدُهُ إِلَى الْمَجْرُوحِ۔ ثُمَّ هَلَكَ سَيِّدُهُ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ۔ وَلَمْ يَتْرُكْ مَالًا غَيْرَهُ۔ فَقَالَ الْوَرَثَةُ: نَحْنُ نُسَلِّمُهُ إِلَى صَاحِبِ الْجَرْحِ۔ وَقَالَ صَاحِبُ الدَّيْنِ، أَنَا أَزِيدُ عَلَى ذٰلِكَ، إِنَّهُ إِذَا زَادَ الْغَرِيمُ شَيْئًا فَهُوَ أَوْلَى بِهِ۔ وَيُحَطُّ عَنِ الَّذِي عَلَيْهِ الدَّيْنُ، قَدْرُ مَا زَادَ الْغَرِيمُ عَلَى دِيَةِ الْجَرْحِ۔ فَإِنْ لَمْ يَزِدْ شَيْئًا، لَمْ يَأْخُذِ الْعَبْدَ۔

وَقَالَ مَالِكٌ، فِي الْمُدَبَّرِ إِذَا جَرَحَ وَلَهُ مَالٌ۔ فَأَبَى سَيِّدُهُ أَنْ يَفْتَدِيَهُ۔ فَإِنَّ الْمَجْرُوحَ

یَأْخُذُ مَالَ الْمُدَبَّرِ فِي دِيَةِ جَرْحِهِ۔ فَإِنْ كَانَ فِيهِ وَفَاءٌ، اسْتَوْفَى الْمَجْرُوحُ دِيَةَ جُرْحِهِ، وَ رَدَّ الْمُدَبَّرَ إِلَى سَيِّدِهِ۔ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ وَفَاءٌ، اقْتَضَاهُ مِنْ دِيَةِ جُرْحِهِ، وَاسْتَعْمَلَ الْمُدَبَّرَ بِمَا بَقِيَ لَهُ مِنْ دِيَةِ جُرْحِهِ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فیصلہ فرمایا کہ مدبر اگر کسی کو زخم لگا دے تو اس کا آقا اس کی خدمت مجروح کے سپرد کر دے۔ پس وہ اس سے خدمت لے اور اس خدمت کو اپنے زخم کی دیت بنائے۔ اگر وہ مدبر اس کا حق ادا کر دے تو مالک کی زندگی کی صورت میں وہ آقا کی طرف لوٹ آئے گا۔ (اگر مدبر کا کچھ مال ہو، جو دیت پوری کر سکے تو اس سے مال دلوایا جائے گا۔ ورنہ مالک اس کی دیت ادا کرے یا اسے مجروح کے سپرد کر دے۔ حنفیہ کی رائے ہیں اگر دیت مدبر کی قیمت سے کم ہو، تو مالک سے وصول کی جائے گی۔ اس میں ایک فیصلہ حضرت ابوعبیدہؓ کا مروی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ مدبر کے کسی کو زخم کرنے میں ہمارے نزدیک معمول یہ ہے کہ اگر جراح کے بعد آقا ہلاک ہو جائے اور اس مدبر کے علاوہ اس کا کوئی مال بھی نہ ہو تو اس کا ⅓ حصّہ آزاد ہے۔ پھر زخم کی دیت کے تین حصے کئے جائیں گے۔ تیسرا حصہ اس ثلث پر ہو گا۔ جو آزاد ہوا ہے۔ اور دو ثلث ان دو حصوں پر ہیں جو وارثوں کے ہاتھ میں ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو مجروح کو ⅔ حصہ سپرد کر دیں۔ اور چاہیں تو دیت کا ⅔ دے کر غلام میں اپنا حصہ قائم رکھیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ زخم غلام کا گناہ تھا مالک پر دین نہ تھا۔ پس اس کا جرم مالک کے اس فعل آزادی و تدبیر کو باطل نہیں کر سکتا۔ پس اگر غلام کے جرم کے ساتھ ساتھ مالک پر لوگوں کا قرض بھی ہو تو مدبر کا اس قدر حصہ فروخت کریں گے جو زخم کی دیت اور قرض کو کفایت کرے۔ پھر پہلے تو غلام کے جرم کی دیت ادا کریں گے۔ اور پھر مالک کا قرض۔ پھر جو کچھ غلام میں سے باقی بچے گا۔ اس کا ⅓ آزاد ہے۔ اور ⅔ وارثوں کے ہیں۔ اور اس کا باعث یہ ہے کہ غلام کی دیت مالک کے قرض پر مقدم ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ آدمی جب مر گیا اور ۱۵۰ دینار کی قیمت کا مدبر غلام چھوڑ گیا۔ اور غلام نے ایک آزاد شخص کو موضحہ زخم لگایا تھا جس کی دیت ۵۰ دینار تھی۔ اور آقا پر ۵۰ دینار قرض تھا۔ تو امام مالکؒ نے کہا کہ سب سے پہلے زخم کی دیت ۵۰ دینار ادا کریں گے۔ جو غلام کی قیمت میں سے ہو گی۔ پھر اس کے آقا کا قرض ادا کیا جائے گا۔ پھر دیکھیں گے کہ غلام کا کتنا حصہ باقی ہے۔ پس اس میں ⅓ آزاد ہو گا۔ اور ⅔ وارثوں کے لئے رہ جائے گا۔ پس دیت آقا کے قرض پر مقدم ہے اور یہ قرض تدبیر پر مقدم ہے جو ایک وصیت تھی میت کے مال کے ⅓ میں۔ پس کوئی تدبیر جائز نہیں جب تک کہ مدبر کے مالک پر قرض ہو جو ادا نہیں ہوا۔ اور تدبیر تو صرف ایک وصیت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ۔ (اور اس پر اجماع ہے کہ دَین وصیت پر مقدم ہے۔ اوپر کا مسئلہ مالک کے مذہب پر ہے۔ حنفیہ کے نزدیک مقروض کا مدبر پہلے اپنی قیمت کی ادائگی میں سعی کرے گا۔ اس میں کسی کا بھی نقصان نہیں۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر میت کے ⅓ میں مدبر کی پوری آزادی کی گنجائش ہو تو وہ آزاد ہے۔ اس صورت میں اس کے جرم کی دیت اس پر دین ہو گی۔ جو آزادی کے بعد وصول ہو گی۔ اگرچہ دیت پوری دیت ہو اور یہ تب ہے کہ اس کے آقا پر قرض نہ ہو۔

مالکؒ نے کہا کہ مدبر جب کسی کو زخم لگائے اور اس کا آقا مجروح کے سپرد کر دے۔ پھر وہ مر جائے اور مدبر کے سوا اس کا کوئی مال نہ ہو۔ پس وارث کہیں کہ ہم اسے مجروح کے سپرد کرتے ہیں۔ اور قرض خواہ نے کہا کہ میں غلام کی قیمت اس

سے زیادہ دیتا ہوں جتنی مجروح نے لگائی ہے۔ اگر قرضخواہ زیادہ قیمت لگا دے۔ تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔ اور مقروض آقا سے اتنی مقدار کم کر دی جائے گی جتنی قرضخواہ نے قیمت زیادہ لگائی ہے مجروح کی دیت پر۔ اگر وہ کچھ نہ بڑھائے تو غلام کو لے سکے گا۔ (حنفیہ کے نزدیک مدبر کے جرائم کی دیت مالک کے ذمہ ہے۔ لہذا وہ اس مسئلے سے متفق نہیں۔)

مالکؒ نے کہا کہ جب مدبر کسی کو مجروح کر دے اور اس کا کچھ مال بھی ہے اور مالک نے اس سے انکار کیا کہ دیت اس کے مال سے دی جائے۔ مجروح پھر بھی مدبر کے مال سے دیت لے گا۔ اگر دیت پوری ہو گئی تو مدبر کو مالک کے سپرد کر دے گا۔ اور اگر پوری نہ ہوئی تو اتنی تو وہ لے لے گا مگر باقی دیت کے لئے مدبر سے مزدوری کرائے گا۔ (ظاہر ہے کہ اس میں حنفیہ کا اختلاف ہے۔)

۷۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي جِرَاحِ أُمِّ الْوَلَدِ

اُمّ الولد کا کسی کو زخم لگانا

حنفیہ کے نزدیک ام الولد کے جراح کا بھی مالک ذمہ دار ہے جیسے کہ وہ مدبر کے زخم لگانے کا بھی ذمہ دار ہے۔

۱۳۱۱۔ قَالَ مَالِكٌ، فِي أُمِّ الْوَلَدِ تَجْرَحُ: إِنَّ عَقْلَ ذٰلِكَ الْجَرْحِ ضَامِنٌ عَلَى سَيِّدِهَا فِي مَالِهِ. إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَقْلُ ذٰلِكَ الْجَرْحِ أَكْثَرَ مِنْ قِيمَةِ أُمِّ الْوَلَدِ. فَلَيْسَ عَلَى سَيِّدِهَا أَنْ يُخْرِجَ أَكْثَرَ مِنْ قِيمَتِهَا. وَذٰلِكَ أَنَّ رَبَّ الْعَبْدِ أَوِ الْوَلِيدَةِ. إِذَا أَسْلَمَ غُلَامَهُ أَوْ وَلِيدَتَهُ بِجُرْحٍ أَصَابَهُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا. فَلَيْسَ عَلَيْهِ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ، وَإِنْ كَثُرَ الْعَقْلُ. فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ سَيِّدُ أُمِّ الْوَلَدِ أَنْ يُسَلِّمَهَا، لِمَا مَضَى فِي ذٰلِكَ مِنَ السُّنَّةِ، فَإِنَّهُ إِذَا أَخْرَجَ قِيمَتَهَا فَكَأَنَّهُ أَسْلَمَهَا. فَلَيْسَ عَلَيْهِ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ۔

وَهٰذَا أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ. وَلَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يَحْمِلَ مِنْ جِنَايَتِهَا أَكْثَرَ مِنْ قِيمَتِهَا۔

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ اگر اُمّ الولد کسی کو زخمی کر دے۔ تو اس کی ذمہ داری مالک پر اس کے مال میں ہے۔ مگر یہ کہ اس زخم کی دیت امّ الولد کی قیمت سے زائد ہو۔ پس وہ اس کے مالک کے مال پر نہیں۔ یہ اس لئے کہ جب غلام یا لونڈی کا آقا ان میں سے کسی کے زخم کے عوض میں اسے مجروح کے سپرد کر دے تو اس کے ذمہ اس سے زیادہ کچھ نہیں اگرچہ دیت زیادہ ہو۔ پس جب اُمّ الولد کا آقا اسے سپرد کرنے کی استطاعت نہ رکھے۔ کیونکہ یہی طریقہ چلا آتا ہے (کہ اُمّ ولد کو ہبہ یا بیع وغیرہ کے ذریعے کسی کے سپرد نہیں کیا جا سکتا یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔) تو وہ اس کی قیمت سپرد کر دے۔ اس صورت میں گویا کہ اس نے اُمّ الولد کو ہی سپرد کیا اور اس کے ذمہ اس سے زائد کچھ نہیں۔ یہی میری سُنی ہوئی احسن بات ہے۔ اور وہ اس کی قیمت سے زیادہ کا بھی اس کی جنایت میں ذمہ دار نہیں ہے۔

عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَضَى أَحَدُهُمَا فِي امْرَأَةٍ

غَرَّتْ رَجُلًا بِنَفْسِهَا وَذَكَرَتْ اَنَّهَا حُرَّةٌ فَوَلَدَتْ لَهُ اَوْلَادًا فَقَضَى اَنْ يُفْدِيَ وَلَدَهُ بِمِثْلِهِمْ.

مالک کو خبر ملی ہے کہ حضرات عمر بن الخطابؓ اور عثمان بن عفانؓ میں سے ایک نے یہ فیصلہ فرمایا کہ جس عورت نے اپنے متعلق کسی کو فریب دیا اور بیان کیا کہ وہ آزاد ہے۔ اس نے اس سے نکاح کیا اور اولاد بھی پیدا ہو گئی تو وہ اس اولاد کی مانند لونڈی غلام دے کر انہیں آزاد کرالے۔ مالکؒ نے کہا کہ اس باب میں قیمت ادا کرنا انشاء اللہ زیادہ بہتر ہے۔ (یہ اثر کتاب الاقضیہ کے باب الحاق الولد بابیہ میں آئے گا اور انشاء اللہ وہیں اس پر بات ہو گی۔)

کِتَابُ الْبُیُوْعِ

بیوع جمع ہے بیع کی۔ خرید و فروخت کی مختلف انواع کے پیش نظر اس کی جمع بیوع ہے اور بیع یہاں پر اسم مصدر ہے نہ کہ مصدر، کیونکہ مصدر کی جمع نہیں آتی۔ یہ لفظ خرید و فروخت ہر دو کے معنی میں ہے۔ اس کا مدِّ مقابل شراء ہے اور وہ بھی کبھی خرید کے لئے اور کبھی فروخت کے لئے بولا جاتا ہے۔ بیع کی کئی اقسام ہیں۔ ایک طرف نقدی اور دوسری طرف کوئی اور چیز ہو تو وہ بیع ہے۔ دونوں طرف نقدی ہو، مثلاً سونے کی بیع چاندی سے، تو یہ مقایضہ ہے۔ ایک طرف نقدی اور دوسری طرف دین ہو تو وہ سَلَم ہے۔ اشیاء کا اشیاء سے تبادلہ صرف ہے۔ اشیاء کا تبادلہ اشیاء سے اضافہ کے ساتھ مرابحہ ہے۔ یہی بیع اگر اضافہ کے بغیر ہو تو تولیت ہے۔ اگر نقصان کے ساتھ ہو تو وضیعہ ہے۔ بیع جب تام ہو جائے تو لازم کہلاتی ہے۔ اگر اس کی واپسی کا اختیار ہو تو غیر لازم ہے۔ اسی طرح بیع کی اقسام میں سے بعض صحیح، بعض فاسد، بعض باطل اور بعض مکروہ ہیں۔ خرید و فروخت کے بغیر انسانی کاروبار نہیں چل سکتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ بیع کو حلال قرار دے۔ بیع کا لفظ باع سے نکلا ہے جس کا معنیٰ ہے بازو۔ خریدار اور دکاندار ہر دو بازو بڑھا کر چیز یا قیمت پکڑتے ہیں۔ لہذا اس فعل کا نام بیع رکھا گیا۔ بیع کا معنیٰ مصافحہ بھی ہے۔ سودا تام ہو جانے کے بعد ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرتے تھے۔ اس لئے اس کا یہ نام رکھا گیا۔ اسی لئے اسے صفقہ بھی کہتے ہیں۔ صفقہ کا اصل معنیٰ ہے ہاتھ پر ہاتھ مارنا۔ یہیں سے لفظ بیعت نکلا ہے جو ہاتھ میں ہاتھ لے کر کی جاتی ہے۔ بیع اور بیعت دونوں میں پختہ وعدے کا تصور موجود ہے اور ہماری زبان میں "ہاتھ پر ہاتھ مارنا" وعدہ کرنے کا مترادف سمجھا جاتا ہے۔

۱۔ بَابُ مَاجَاءَ فِیْ بَیْعِ الْعُرْبَانِ

بیعِ عربان کا باب:

یہ لفظ عُربان، عُربون، عَربون، اُربان، اُربون، اَربون چھ طرح سے بولا گیا ہے۔ اس سے مراد وہ پیشگی رقم ہے، جو گاہک مال والے کو اس شرط پر دیتا ہے کہ اگر سودا ہو گیا تو اسے قیمت میں شمار کیا جائے گا ورنہ یہ بائع لے جائے گا۔ آگے امام مالکؒ سے یہی تفسیر آ رہی ہے۔ احمد بن حنبلؒ کے علاوہ تمام ائمہ نے اسے ناجائز کہا ہے۔ احمدؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور مالک نے اسے بلاغاً روایت کیا ہے۔ اور یہ منقطع ہے۔ مگر دیگر ائمہ فقہ و حدیث نے اس روایت کو لائق احتجاج ٹھیرایا ہے۔

۱۳۱۲ ۔ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِکٍ، عَنِ الثِّقَةِ عِنْدَهٗ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ، عَنْ اَبِیْهِ،

عَنْ جَدِّہٖ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ بَیْعِ الْعُرْبَانِ۔

قَالَ مَالِکٌ: وَذٰلِکَ، فِیْمَا نُرٰی، وَاللّٰہُ اَعْلَمُ، اَنْ یَّشْتَرِیَ الرَّجُلُ الْعَبْدَ اَوِالْوَلِیْدَۃَ۔ اَوْ یَتَکَارَی الدَّابَّۃَ۔ ثُمَّ یَقُوْلُ لِلَّذِیْ اشْتَرٰی مِنْہُ، اَوْتَکَارٰی مِنْہُ: اُعْطِیْکَ دِیْنَارًا اَوْدِرْھَمًا اَوْ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ اَوْاَقَلَّ۔ عَلٰی اَنِّیْ اِنْ اَخَذْتُ السِّلْعَۃَ، اَوْرَکِبْتُ مَا تَکَارَیْتُ مِنْکَ، فَالَّذِیْ اَعْطَیْتُکَ ھُوَمِنْ ثَمَنِ السِّلْعَۃِ۔ اَوْمِنْ کِرَاءِ الدَّابَّۃِ: وَاِنْ تَرَکْتُ ابْتِیَاعَ السِّلْعَۃِ، اَوْکِرَاءَ الدَّابَّۃِ فَمَا اَعْطَیْتُکَ، لَکَ بَاطِلٌ بِغَیْرِشَیْءٍ۔

قَالَ مَالِکٌ: وَالْاَمْرُعِنْدَنَا، اَنَّہٗ لَابَاْسَ بِاَنْ یَّبْتَاعَ الْعَبْدَالتَّاجِرَالْفَصِیْحَ۔ بِالْاَعْبُدِ مِنَ الْحَبَشَۃِ۔ اَوْ مِنْ جِنْسٍ مِنَ الْاَجْنَاسِ۔ لَیْسُوْا مِثْلَہٗ فِی الْفَصَاحَۃِ وَلَا فِی التِّجَارَۃِ، وَالنَّفَاذِ وَ الْمَعْرِفَۃِ۔ لَابَاْسَ بِھٰذَا اَنْ تَشْتَرِیَ مِنْہُ الْعَبْدَ بِالْعَبْدَیْنِ۔ اَوْبِالْاَعْبُدِ۔ اِلٰی اَجَلٍ مَعْلُوْمٍ۔ اِذَا اخْتَلَفَ فَبَانَ اخْتِلَافُہٗ۔ فَاِنْ اَشْبَہَ بَعْضُ ذٰلِکَ بَعْضًا حَتّٰی یَتَقَارَبَ، فَلَا یَاْخُذْ مِنْہُ اثْنَیْنِ بِوَاحِدٍ اِلٰی اَجَلٍ۔ وَاِنِ اخْتَلَفَتْ اَجْنَاسُھُمْ۔

قَالَ مَالِکٌ: وَلَابَاْسَ بِاَنْ تَبِیْعَ مَا اشْتَرَیْتَ مِنْ ذٰلِکَ قَبْلَ اَنْ تَسْتَوْفِیَہٗ۔ اِذَا انْتَقَدْتَ ثَمَنَہٗ مِنْ غَیْرِصَاحِبِہِ الَّذِی اشْتَرَیْتَہٗ مِنْہُ۔

قَالَ مَالِکٌ: لَایَنْبَغِیْ اَنْ یُّسْتَثْنٰی جَنِیْنٌ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ، اِذَا بِیْعَتْ۔ لِاَنَّ ذٰلِکَ غَرَرٌ۔ لَا یُدْرٰی اَذَکَرٌ ھُوَاَمْ اُنْثٰی۔ اَحَسَنٌ اَمْ قَبِیْحٌ۔ اَوْنَاقِصٌ اَوْتَامٌّ۔ اَوْحَیٌّ اَوْمَیِّتٌ۔ وَذٰلِکَ یَضَعُ مِنْ ثَمَنِھَا۔

قَالَ مَالِکٌ، فِی الرَّجُلِ یَبْتَاعُ الْعَبْدَ اَوِالْوَلِیْدَۃَ بِمِائَۃِ دِیْنَارٍ اِلٰی اَجَلٍ۔ ثُمَّ یَنْدَمُ الْبَائِعُ۔ فَیَسْاَلُ الْمُبْتَاعَ اَنْ یُّقِیْلَہٗ بِعَشَرَۃِ دَنَانِیْرَ، یَدْفَعُھَا۔ اِلَیْہِ نَقْدًا۔ اَوْاِلٰی اَجَلٍ۔ وَ یَمْحُوْعَنْہُ الْمِائَۃَ دِیْنَارِالَّتِیْ لَہٗ۔

قَالَ مَالِكٌ: لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ. وَإِنْ نَدِمَ الْمُبْتَاعُ، فَسَأَلَ الْبَائِعَ أَنْ يُقِيلَهُ فِي الْجَارِيَةِ أَوِ الْعَبْدِ، وَيَزِيدَهُ عَشَرَةَ دَنَانِيرَ نَقْدًا أَوْ إِلَى أَجَلٍ. أَبْعَدَ مِنَ الْأَجَلِ الَّذِي اشْتَرَى إِلَيْهِ الْعَبْدَ أَوِ الْوَلِيدَةَ. فَإِنَّ ذٰلِكَ لَا يَنْبَغِي. وَإِنَّمَا كُرِهَ ذٰلِكَ لِأَنَّ الْبَائِعَ كَأَنَّهُ بَاعَ مِنْهُ مِائَةَ دِينَارٍ لَهُ، إِلَى سَنَةٍ قَبْلَ أَنْ تَحِلَّ. بِجَارِيَةٍ وَبِعَشَرَةِ دَنَانِيرَ نَقْدًا. أَوْ إِلَى أَجَلٍ أَبْعَدَ مِنَ السَّنَةِ. فَدَخَلَ فِي ذٰلِكَ بَيْعُ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ إِلَى أَجَلٍ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَبِيعُ مِنَ الرَّجُلِ الْجَارِيَةَ بِمِائَةِ دِينَارٍ إِلَى أَجَلٍ. ثُمَّ يَشْتَرِيهَا بِأَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ الثَّمَنِ الَّذِي بَاعَهَا بِهِ إِلَى أَبْعَدَ مِنْ ذٰلِكَ الْأَجَلِ. الَّذِي بَاعَهَا إِلَيْهِ. إِنَّ ذٰلِكَ لَا يَصْلُحُ. وَتَفْسِيرُ مَا كُرِهَ مِنْ ذٰلِكَ، أَنْ يَبِيعَ الرَّجُلُ الْجَارِيَةَ إِلَى أَجَلٍ. ثُمَّ يَبْتَاعُهَا إِلَى أَجَلٍ أَبْعَدَ مِنْهُ. يَبِيعُهَا بِثَلَاثِينَ دِينَارًا إِلَى شَهْرٍ. ثُمَّ يَبْتَاعُهَا بِسِتِّينَ دِينَارًا إِلَى سَنَةٍ. أَوْ عَلَى نِصْفِ سَنَةٍ. فَصَارَ، إِنْ رَجَعَتْ إِلَيْهِ سِلْعَتُهُ بِعَيْنِهَا، وَأَعْطَاهُ صَاحِبُهُ ثَلَاثِينَ دِينَارًا، إِلَى شَهْرٍ، بِسِتِّينَ دِينَارًا إِلَى سَنَةٍ، أَوْ عَلَى نِصْفِ سَنَةٍ. فَهٰذَا لَا يَنْبَغِي.

ترجمہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عُربان سے منع فرمایا (امام احمد بن حنبلؒ سے ابوداؤدؒ نے روایت کی ہے کہ محدثین جب چاہیں "عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ" کی سند کو معتبر قرار دیتے ہیں اور جب چاہیں نامعتبر ٹھیراتے ہیں لیکن اکثر اصحاب الحدیث اسے معتبر جانتے ہیں۔ ورنہ کتب حدیث کا ایک معتد بہ حصہ ہوا میں اُڑ جاتا ہے۔ مالکؒ کی بلاغیات میں بھی گفتگو ہوئی ہے، مگر اصحاب الحدیث انہیں صحیح کہا ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے خیال میں، واللہ اعلم، عُربان کا معنیٰ یہ ہے کہ آدمی غلام یا لونڈی خرید ے یا جانور کرائے پر لے اور بائع کو یا جانور کے مالک کو کہے کہ میں تجھے ایک دینار یا درہم یا اس سے کم و بیش دیتا ہوں۔ اگر میں نے یہ مال خرید لیا یا جانور کرائے پر لے لیا تو یہ پیشگی رقم قیمت میں شمار ہوگی۔ اور اگر میں نے سودا نہ خریدا یا جانور کرائے پر نہ لیا تو یہ پیشگی تیری ہے۔ (ہمارے ملک میں بھی اس طریقے کا رواج ہے اور جو کچھ پیشگی دیتے ہیں اُسے سائی کہا جاتا ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک معمول یہ ہے کہ اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ کسی تاجر فصیح غلام کو کسی حبشی غلام کے عوض یا کسی اور جنس کے عوض خریدے جو فصاحت، تجارت، ہوشیاری اور معرفت میں اس کی مانند نہ ہوں۔ اس قسم کے غلام کا دو غلاموں کے یا کئی غلاموں کے عوض مدتِ معلوم تک خریدنے میں کوئی حرج نہیں۔ جب کہ ان کے اوصاف

اختلاف بالکل واضح ہو۔ اور اگر وہ ایک دوسرے کی مانند ہوں جتنی کہ قریب قریب ہوں تو ان میں سے دو کو ایک کے عوض میں بالکل نہ لے۔ اگرچہ ان کی اجناس مختلف ہوں۔ (امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی یہ بیع حاضر اور فوری شرط سے جائز ہے، ورنہ نہیں۔)

مالکؒ نے کہا کہ اس قسم کے سودے میں غلام کو قبضہ میں لینے سے قبل ہی اس کی بیع بھی جائز ہے۔ جب کہ تُو اس کی قیمت وصول کرلے اور جس سے خریدا ہے اس کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ بیچے۔ (جن لوگوں نے قبضہ سے قبل دوسرے سودے کو جائز نہیں رکھا، ان کے نزدیک انہی کا تعلق صرف کھانے پینے کی چیزوں مثلاً غلے پھل، سبزی وغیرہ کے ساتھ ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ماں کے پیٹ کے بچے کو بیع سے مستثنیٰ کرنا، جب کہ لونڈی کو بیچا جائے، جائز نہیں۔ کیونکہ یہ دھوکا ہے معلوم نہیں وہ مذکر ہے یا مؤنث، خوبصورت ہے یا بدصورت، ناقص ہے یا تام، زندہ ہے یا مُردہ ہے۔ اور اس کے باعث لونڈی کی قیمت کم ہو جائے گی۔ (یہی قول امام ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کا ہے۔)

مالک نے کہا کہ ایک شخص اگر ایک سو دینار میں غلام یا لونڈی ایک مدت کے وعدۂ ادا پر خریدے۔ پھر بائع شرمندہ ہو جائے۔ اور خریدار سے کہے کہ دس دینار پر یہ سودا طے کردے۔ یہ دینار نقد دے یا اُدھار رکھے اور اس کو وہ سو دینار معاف کردے جو بائع کے مشتری پر ہیں، مالکؒ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر مشتری نادم ہو اور بائع سے غلام یا لونڈی کی بیع فسخ کرانی چاہے اور کہے کہ وہ اُسے دس دینار نقد یا فلاں مدت تک دے گا۔ یہ مدت سے بعید تر ہو جو غلام اور لونڈی پر مقرر ہوئی تھی۔ تو یہ جائز نہیں۔ اور یہ ناجائز اس لئے ہے کہ گویا بائع نے اس مشتری سے ایک سو دینار کا سودا کیا۔ ایک سال تک۔ قبل اس کے کہ سال آ جائے، ایک لونڈی کے بدلے میں۔ اور نقدی کی صورت میں دس دینار پر یا ایسی مدت پر جو سال بھر سے دُور ہے۔ پس اس میں وہ بیع داخل ہو گئی، جو سونے کی سونے کے ساتھ ہے اُدھار پر۔ (حنفیہ اور شافعیہ کا اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ جو امام مالکؒ نے اس عبارت کی ابتدا میں بیان کیا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ایک آدمی اگر دوسرے کے پاس سو دینار پر لونڈی فروخت کرے ایک مدت کے وعدے پر۔ پھر اس سے اس لونڈی کو پہلی قیمت فروخت سے زیادہ رقم پر پہلی مدت سے بعید تر مدت تک خریدے تو یہ جائز نہیں۔ اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ آدمی لونڈی کو ایک مدت کے وعدے پر فروخت کرے پھر اس سے زیادہ پر خریدے۔ مثلاً ایک ماہ کی مدت کے لئے تیس دینار پر فروخت کرے۔ پھر ایک سال کی مدت پر ساٹھ دینار میں خرید لے یا نصف سال کی مدت پر تو اس کی صورت یہ ہو گئی کہ اس کا سامان بعینہٖ اس کے پاس واپس آ گیا اور اس کے اپنے ساتھی کو تیس دینار ایک ماہ کے وعدے پر ساٹھ دینار کے بدلے میں ایک سال یا نصف سال کی مدت تک کے لئے فروخت کئے اور یہ جائز نہیں ہے۔ (کیونکہ اس میں ربٰو پایا جاتا ہے حنفیہ اور احمدؒ کے علاوہ اور اکثر علما کی بھی یہی رائے ہے۔)

۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي مَالِ الْمَمْلُوكِ

غلام فروخت ہو تو اس کا مال کس کا ہے؟

۱۳۱۳۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ:

مَنْ بَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ. فَمَالُهُ لِلْبَائِعِ. إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ.

قَالَ مَالِكٌ: اَلْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، أَنَّ الْمُبْتَاعَ إِنِ اشْتَرَطَ مَالَ الْعَبْدِ فَهُوَ لَهُ. نَقْدًا كَانَ أَوْ دَيْنًا أَوْ عَرْضًا. يُعْلَمُ أَوْ لَا يُعْلَمُ. وَإِنْ كَانَ لِلْعَبْدِ مِنَ الْمَالِ أَكْثَرُ مِمَّا اشْتَرَى بِهِ، كَانَ ثَمَنُهُ نَقْدًا أَوْ دَيْنًا أَوْ عَرْضًا. وَذٰلِكَ أَنَّ مَالَ الْعَبْدِ لَيْسَ عَلَى سَيِّدِهِ فِيهِ زَكٰوةٌ. وَإِنْ كَانَتْ لِلْعَبْدِ جَارِيَةٌ اسْتَحَلَّ فَرْجَهَا بِمِلْكِهِ إِيَّاهَا. وَإِنْ عَتَقَ الْعَبْدُ، أَوْ كَاتَبَ تَبِعَهُ مَالُهُ. وَإِنْ أَفْلَسَ أَخَذَ الْغُرَمَاءُ مَالَهُ. وَلَمْ يُتْبَعْ سَيِّدُهُ بِشَيْءٍ مِنْ دَيْنِهِ.

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا، جس نے غلام فروخت کیا اور غلام کا کچھ مال تھا، تو وہ بائع کا ہے۔ مگر یہ کہ خریدار اس کے لینے کی شرط کرلے۔ (یہ حدیث نافعؒ نے موقوف اور سالمؒ نے مرفوع روایت کی ہے۔ مرفوع روایت عبداللہ بن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے موصول بیان کی ہے اور متفق علیہ ہے۔ غلام کا مال کا مالک کے اذن سے ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اس کا مال آقا کا مال ہے۔ قرآن نے کہا ہے عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ۔ شرط کی صورت میں آقا راضی ہے لہٰذا جائز ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اجماعی امر یہ ہے کہ خریدار اگر غلام کے مال کی شرط کرلے تو وہ اس کا ہے۔ نقد ہو یا دَین یا سامان، معلوم ہو یا نامعلوم۔ اگرچہ غلام کا مال اس کی قیمت خرید سے زائد ہو اور اس کی قیمت نقد ہو یا دین ہو یا سامان ہو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام کے مال میں اس کے آقا پر زکوٰۃ نہیں۔ اور اگر اس کی کوئی لونڈی ہو تو اس کے ملک کے باعث اس کے لئے اس کی شرم گاہ حلال ہوگی۔ اور اگر غلام آزاد ہوجائے تو یا مکاتب ہوجائے تو اس کا مال اس کے پیچھے جائے گا۔ اور اگر وہ دیوالیہ ہوجائے تو قرضخواہ اس کا مال لے لیں گے اور اس کا آقا اس کے قرض میں سے کسی چیز کا ذمہ وار نہیں ہے۔ (یہ سب دلائل امام مالکؒ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے دیئے ہیں کہ غلام فی الجملہ اپنے مال کا مالک ہوتا ہے ورنہ وہ یہ تصرفات نہ کرسکتا۔ مالکؒ اور قولِ قدیم کے مطابق شافعیؒ اس کے قائل ہیں کہ غلام اپنے مال کا مالک ہے۔ جمہور علما اور قولِ جدید میں شافعیؒ کہتے ہیں کہ غلام آقا کی اجازت سے مال کا مالک ہوسکتا ہے۔ مال کی نسبت جو اس کی طرف کی جاتی ہے وہ مجازی ہے۔ کیونکہ مالک وہ مال اس سے لے سکتا ہے۔)

۳۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعُهْدَةِ

غلام میں عیب کی ذمہ داری کا باب

۱۳۱۴ حَدَّثَنِي يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، أَنَّ أَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ، وَهِشَامَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ، كَانَا يَذْكُرَانِ فِي خُطْبَتِهِمَا عُهْدَةَ الرَّقِيقِ

فِی الْاَیَّامِ الثَّلَاثَۃِ مِنْ حِیْنَ یُشْتَرَی الْعَبْدُ اَوِ الْوَلِیْدَۃُ۔ وَعُھْدَۃُ السَّنَۃِ۔

قَالَ مَالِکٌ: مَا اَصَابَ الْعَبْدُ اَوِ الْوَلِیْدَۃُ فِی الْاَیَّامِ الثَّلَاثَۃِ، مِنْ حِیْنَ یُشْتَرَیَانِ حَتّٰی تَنْقَضِیَ الْاَیَّامُ الثَّلَاثَۃُ۔ فَھُوَ مِنَ الْبَائِعِ۔ وَاِنَّ عُھْدَۃَ السَّنَۃِ مِنَ الْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَالْبَرَصِ۔ فَاِذَا مَضَتِ السَّنَۃُ۔ فَقَدْ بَرِئَ الْبَائِعُ مِنَ الْعُھْدَۃِ کُلِّھَا۔

قَالَ مَالِکٌ: وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا اَوْ وَلِیْدَۃً مِنْ اَھْلِ الْمِیْرَاثِ، اَوْ غَیْرِھِمْ بِالْبَرَاءَۃِ، فَقَدْ بَرِئَ مِنْ کُلِّ عَیْبٍ وَلَا عُھْدَۃَ عَلَیْہِ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ عَلِمَ عَیْبًا فَکَتَمَہٗ۔ فَاِنْ کَانَ عَلِمَ عَیْبًا فَکَتَمَہٗ، لَمْ تَنْفَعْہُ الْبَرَاءَۃُ۔ وَکَانَ ذٰلِکَ الْبَیْعُ مَرْدُوْدًا۔ وَلَا عُھْدَۃَ عِنْدَنَا اِلَّا فِی الرَّقِیْقِ۔

ترجمہ: ابان بن عثمانؒ اور ہشام بن اسمٰعیلؒ اپنے خطبے میں بیان کرتے ہیں کہ غلام کی ذمہ داری تین دن تک ہے۔ جب کہ کوئی غلام یا لونڈی کو خریدے۔ (یعنی اس عرصے میں کوئی عیب ظاہر ہو تو ذمہ داری بائع پر ہے) اور یہ مشہور معاملہ ہے جس پر عمل ہے۔ (یا اس کا یہ مطلب ہے کہ بعض عیوب میں ایک سال تک کی ذمہ داری ہے۔ جیسا کہ آگے امام مالکؒ کا قول آتا ہے۔ اس اثر کو امام محمدؒ نے بھی موطا کے باب عُھْدَۃَ الثَّلَاثِ وَالسَّنَۃِ میں کچھ لفظی اختلاف کے ساتھ روایت کیا۔ اور فرمایا کہ ہم تین دن یا ایک سال کے عہدہ کو نہیں پہچانتے۔ مگر اس صورت میں کہ آدمی تین یا ایک سال کی ذمہ داری کی شرط کر لے۔ سو وہ اس کی شرط کے مطابق ہوگا۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے قول میں رد کرنے کا اختیار صرف تین کا ہوتا ہے زیادہ نہیں۔)

امام مالکؒ نے فرمایا کہ غلام اور لونڈی کی فروخت کے بعد ان میں جو عیب تین دن تک پیدا ہو، وہ بائع کی ذمہ داری ہے اور سال کی ذمہ داری جنون اور کوڑھ اور برص کی صورت میں ہے۔ جب ایک سال گزر گیا تو بائع ہر ذمہ داری سے بری ہوگیا مالکؒ نے کہا کہ جس شخص نے کوئی غلام یا لونڈی فروخت کی اور بائع اہل میراث میں ہو یا کوئی اور ہو اور اس نے یہ شرط کی ان میں کوئی عیب نہیں تو وہ ہر ذمہ داری سے بری ہوگیا۔ اور اس پر کوئی ذمہ داری نہ رہی۔ مگر یہ کہ وہ کسی عیب کو جانتا ہو اور اسے چھپائے تو اس صورت میں براۃ کی شرط بے کار ہے۔ اور بیع کو لوٹایا جائے گا۔ اور ہمارے نزدیک ذمہ داری صرف غلاموں میں ہے۔ ابوحنیفہؒ کے نزدیک براءت کی شرط کے ساتھ بیع جائز ہے۔ یہی ابوثورؒ اور شافعیؒ کا قول ہے۔)

۴۔ بَابُ الْعَيْبِ فِي الرَّقِيقِ

غلام میں عیب کا باب

یعنی خریدار بیع کے بعد اگر کوئی عیب پائے تو کیا کرے۔

۱۳۱۵۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ بَاعَ غُلَامًا لَهُ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ. وَبَاعَهُ بِالْبَرَاءَةِ. فَقَالَ الَّذِي ابْتَاعَهُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ: بِالْغُلَامِ دَاءٌ لَمْ تُسَمِّهِ لِي. فَاخْتَصَمَا إِلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ. فَقَالَ الرَّجُلُ بَاعَنِي عَبْدًا وَبِهِ دَاءٌ لَمْ يُسَمِّهِ. وَقَالَ عَبْدُ اللهِ: بِعْتُهُ بِالْبَرَاءَةِ. فَقَضَى عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنْ يَحْلِفَ لَهُ، لَقَدْ بَاعَهُ الْعَبْدَ وَمَا بِهِ دَاءٌ يَعْلَمُهُ. فَأَبَى عَبْدُ اللهِ أَنْ يَحْلِفَ. وَارْتَجَعَ الْعَبْدَ. فَصَحَّ عِنْدَهُ. فَبَاعَهُ عَبْدُ اللهِ بَعْدَ ذَلِكَ بِأَلْفٍ وَخَمْسِمِائَةِ دِرْهَمٍ.

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا. أَنَّ كُلَّ مَنِ ابْتَاعَ وَلِيدَةً فَحَمَلَتْ، أَوْ عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ. وَكُلَّ أَمْرٍ دَخَلَهُ الْفَوْتُ حَتَّى لَا يُسْتَطَاعَ رَدُّهُ. فَقَامَتِ الْبَيِّنَةُ، إِنَّهُ قَدْ كَانَ بِهِ عَيْبٌ عِنْدَ الَّذِي بَاعَهُ. أَوْ عُلِمَ ذَلِكَ بِاعْتِرَافٍ مِنَ الْبَائِعِ أَوْ غَيْرِهِ. فَإِنَّ الْعَبْدَ أَوِ الْوَلِيدَةَ يُقَوَّمُ وَبِهِ الْعَيْبُ الَّذِي كَانَ بِهِ يَوْمَ اشْتَرَاهُ. فَيُرَدُّ مِنَ الثَّمَنِ قَدْرُ مَا بَيْنَ قِيمَتِهِ صَحِيحًا وَقِيمَتِهِ وَبِهِ ذَلِكَ الْعَيْبُ.

قَالَ مَالِكٌ، الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا فِي الرَّجُلِ يَشْتَرِي الْعَبْدَ، ثُمَّ يَظْهَرُ مِنْهُ عَلَى عَيْبٍ يَرُدُّهُ مِنْهُ، وَقَدْ حَدَثَ بِهِ عِنْدَ الْمُشْتَرِي عَيْبٌ آخَرُ: إِنَّهُ، إِذَا كَانَ الْعَيْبُ الَّذِي حَدَثَ بِهِ مُفْسِدًا، مِثْلُ الْقَطْعِ أَوِ الْعَوَرِ أَوْ مَا أَشْبَهَ ذَلِكَ مِنَ الْعُيُوبِ الْمُفْسِدَةِ. فَإِنَّ الَّذِي اشْتَرَى الْعَبْدَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ. إِنْ أَحَبَّ أَنْ يُوضَعَ عَنْهُ مِنْ ثَمَنِ الْعَبْدِ بِقَدْرِ الْعَيْبِ الَّذِي كَانَ بِالْعَبْدِ يَوْمَ اشْتَرَاهُ، وُضِعَ عَنْهُ. وَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَغْرَمَ قَدْرَ مَا أَصَابَ الْعَبْدَ مِنَ الْعَيْبِ عِنْدَهُ، ثُمَّ يَرُدُّ الْعَبْدَ. فَذَلِكَ لَهُ. وَإِنْ مَاتَ الْعَبْدُ عِنْدَ الَّذِي اشْتَرَاهُ

اُقِيْمَ الْعَبْدُ وَبِهِ الْعَيْبُ الَّذِي كَانَ بِهِ يَوْمَ اشْتَرَاهُ. فَيُنْظَرُ كَمْ ثَمَنُهُ؟ فَإِنْ كَانَتْ قِيمَةُ الْعَبْدِ يَوْمَ اشْتَرَاهُ بِغَيْرِ عَيْبٍ، مِائَةَ دِينَارٍ. وَقِيمَتُهُ يَوْمَ اشْتَرَاهُ وَبِهِ الْعَيْبُ، ثَمَانُونَ دِينَارًا. وَ صُنِعَ عَنِ الْمُشْتَرِي مَا بَيْنَ الْقِيمَتَيْنِ. وَإِنَّمَا تَكُونُ الْقِيمَةُ يَوْمَ اشْتُرِيَ الْعَبْدُ.

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا. أَنَّ مَنْ رَدَّ وَلِيدَةً مِنْ عَيْبٍ وَجَدَهُ بِهَا. وَكَانَ قَدْ أَصَابَهَا: أَنَّهَا إِنْ كَانَتْ بِكْرًا فَعَلَيْهِ مَا نَقَصَ مِنْ ثَمَنِهَا. وَإِنْ كَانَتْ ثَيِّبًا فَلَيْسَ عَلَيْهِ فِي إِصَابَتِهِ إِيَّاهَا شَيْءٌ. لِأَنَّهُ كَانَ ضَامِنًا لَهَا.

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا. فِيمَنْ بَاعَ عَبْدًا أَوْ وَلِيدَةً أَوْ حَيَوَانًا بِالْبَرَاءَةِ. مِنْ أَهْلِ الْمِيرَاثِ أَوْ غَيْرِهِمْ. فَقَدْ بَرِئَ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ فِيمَا بَاعَ. إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَلِمَ فِي ذٰلِكَ عَيْبًا فَكَتَمَهُ. فَإِنْ كَانَ عَلِمَ عَيْبًا فَكَتَمَهُ، لَمْ تَنْفَعْهُ تَبْرِئَتُهُ. وَكَانَ مَا بَاعَ مَرْدُودًا عَلَيْهِ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْجَارِيَةِ تُبَاعُ بِالْجَارِيَتَيْنِ، ثُمَّ يُوجَدُ بِإِحْدَى الْجَارِيَتَيْنِ عَيْبٌ تُرَدُّ مِنْهُ. قَالَ: تُقَامُ الْجَارِيَةُ الَّتِي كَانَتْ قِيمَةَ الْجَارِيَتَيْنِ. فَيُنْظَرُ كَمْ ثَمَنُهَا؟ ثُمَّ تُقَامُ الْجَارِيَتَانِ بِغَيْرِ الْعَيْبِ الَّذِي وُجِدَ بِإِحْدَاهُمَا. تُقَامَانِ صَحِيحَتَيْنِ سَالِمَتَيْنِ. ثُمَّ يُقْسَمُ ثَمَنُ الْجَارِيَةِ الَّتِي بِيعَتْ بِالْجَارِيَتَيْنِ عَلَيْهِمَا، بِقَدْرِ ثَمَنِهِمَا. حَتَّى يَقَعَ عَلَى كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا حِصَّتُهَا مِنْ ذٰلِكَ. عَلَى الْمُرْتَفِعَةِ بِقَدْرِ ارْتِفَاعِهَا. وَعَلَى الْأُخْرَى بِقَدْرِهَا. ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى الَّتِي بِهَا الْعَيْبُ. فَيُرَدُّ بِقَدْرِ الَّذِي وَقَعَ عَلَيْهَا مِنْ تِلْكَ الْحِصَّةِ. إِنْ كَانَتْ كَثِيرَةً أَوْ قَلِيلَةً. وَإِنَّمَا تَكُونُ قِيمَةُ الْجَارِيَتَيْنِ عَلَيْهِ يَوْمَ قَبْضِهِمَا.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَشْتَرِي الْعَبْدَ فَيُؤَاجِرُهُ بِالْإِجَارَةِ الْعَظِيمَةِ، أَوِ الْغَلَّةِ الْقَلِيلَةِ. ثُمَّ يَجِدُ بِهِ عَيْبًا يُرَدُّ مِنْهُ: إِنَّهُ يَرُدُّهُ بِذٰلِكَ الْعَيْبِ. وَتَكُونُ لَهُ إِجَارَتُهُ

وَ غَلَّتُهُ. وَهٰذَا الْاَمْرُ الَّذِیْ کَانَتْ عَلَیْهِ الْجَمَاعَةُ بِبَلَدِنَا. وَذٰلِكَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا ابْتَاعَ عَبْدًا فَبَنٰی لَهٗ دَارًا قِیْمَةُ بِنَائِهَا ثَمَنُ الْعَبْدِ اَضْعَافًا. ثُمَّ وَجَدَ بِهٖ عَیْبًا یُرَدُّ مِنْهُ، وَرَدَّهٗ. وَلَا یُحْسَبُ لِلْعَبْدِ عَلَیْهِ اِجَارَةٌ فِیْمَا عَمِلَ لَهٗ. فَکَذٰلِكَ تَکُوْنُ لَهٗ اِجَارَتُهٗ، اِذَا اٰجَرَهٗ مِنْ غَیْرِهٖ. لِاَنَّهٗ ضَامِنٌ لَهٗ. وَهٰذَا الْاَمْرُ عِنْدَنَا.

قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا، فِیْمَنِ ابْتَاعَ رَقِیْقًا فِیْ صَفْقَةٍ وَاحِدَةٍ. فَوَجَدَ فِیْ ذٰلِكَ الرَّقِیْقِ عَبْدًا مَسْرُوْقًا. اَوْ وَجَدَ بِعَبْدٍ مِنْهُمْ عَیْبًا. اِنَّهٗ یُنْظَرُ فِیْمَا وُجِدَ مَسْرُوْقًا. اَوْ وَجَدَ بِهٖ عَیْبًا. فَاِنْ کَانَ هُوَ وَجْهَ ذٰلِكَ الرَّقِیْقِ. اَوْ اَکْثَرَهٗ ثَمَنًا. اَوْ مِنْ اَجْلِهٖ اشْتَرٰی. وَهُوَ الَّذِیْ فِیْهِ الْفَضْلُ فِیْمَا یَرَی النَّاسُ. کَانَ ذٰلِكَ الْبَیْعُ مَرْدُوْدًا کُلُّهٗ. وَاِنْ کَانَ الَّذِیْ وُجِدَ مَسْرُوْقًا. اَوْ وُجِدَ بِهِ الْعَیْبُ مِنْ ذٰلِكَ الرَّقِیْقِ فِی الشَّیْءِ الْیَسِیْرِ مِنْهُ. لَیْسَ هُوَ وَجْهَ ذٰلِكَ الرَّقِیْقِ. وَلَا مِنْ اَجْلِهِ اشْتُرِیَ. وَلَا فِیْهِ الْفَضْلُ فِیْمَا یَرَی النَّاسُ. رُدَّ ذٰلِكَ الَّذِیْ وُجِدَ بِهِ الْعَیْبُ. اَوْ وُجِدَ مَسْرُوْقًا بِعَیْنِهٖ، بِقَدْرِ قِیْمَتِهٖ مِنَ الثَّمَنِ الَّذِی اشْتَرٰی بِهٖ اُوْلٰئِكَ الرَّقِیْقَ.

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ نے اپنا ایک غلام تمام عیوب سے بری ہونے کی شرط پر آٹھ سو درہم میں فروخت کیا۔ بعد میں خریدار نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ غلام کو ایک بیماری ہے جو آپ نے مجھے نہیں بتائی تھی۔ دونوں اپنا مقدمہ عثمان بن عفانؓ کے پاس لے گئے پس خریدار نے کہا کہ انہوں نے میرے پاس ایک غلام فروخت کیا جسے ایک بیماری تھی اور انہوں نے وہ مجھے نہیں بتائی۔ عبداللہؓ نے کہا کہ میں نے اسے برأت کی شرط پر بیچا تھا۔ پس حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن عمرؓ کے خلاف یہ فیصلہ کیا کہ وہ قسم کھائیں کہ انہیں اس عیب کا علم نہ تھا۔ عبداللہؓ نے قسم کھانے سے انکار کیا اور بیع کو فسخ کر دیا وہ غلام ان کے پاس تندرست ہو گیا تو انہوں نے اسے اس کے بعد پندرہ سو درہم میں فروخت کیا۔ (امام محمدؒ نے یہ اثر باب بَیْعِ الْبَرَاءَةِ میں روایت کیا اور کہا کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ زید بن ثابتؓ نے کہا کہ جس شخص نے براءت کی شرط پر غلام بیچا تو وہ ہر عیب سے بری ہے۔ اور اسی طرح عبداللہ بن عمرؓ نے براءۃ کی شرط پر بیع کی اور اسے جائز سمجھا۔ پس ہم زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے قول کو اختیار کرتے ہیں۔ جس نے غلام یا اور کوئی چیز فروخت کی۔ اور ہر عیب سے براءت کا اظہار کیا اور خریدار اس پر راضی ہوا۔ اور اس مبیع پر قبضہ کر لیا۔ تو وہ ہر عیب سے بری ہے۔ وہ اسے جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ کیونکہ مشتری نے اسے ہر عیب سے بری مانا ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ اجماعی امر ہے کہ جس شخص نے لونڈی خریدی اور وہ اس سے حاملہ ہوگئی۔ یا غلام خریدا اور اس نے اسے آزاد کر دیا۔ (پھر ان کا عیب ظاہر ہوا۔) اور اس طرح ہر وہ امر جو فوت ہو گیا اور اب واپس نہیں آسکتا۔ مگر شہادت قائم ہو گئی کہ بائع کے پاس اس میں عیب تھا، یا وہ اسے جانتا تھا۔ اس کے اعتراف سے یا اور طرح سے یہ پتہ چلا تو اس غلام یا لونڈی کی قیمت خریداری کے وقت اس عیب سمیت لگائی جائے گی، اور ادا شدہ قیمت میں اور اس قیمت میں جو فرق نکلے، اُسے واپس کرایا جائے گا۔ (ابن حزمؒ نے کہا کہ یہی ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں اجماعی امر یہ ہے کہ جس شخص نے غلام خریدا اور اس میں کسی عیب کا پتہ چل گیا جس کے باعث بیع کو رد کیا جا سکتا ہو۔ اور مشتری کے پاس اس میں ایک اور عیب پیدا ہو گیا۔ تو اگر یہ بعد والا عیب مفسد ہو جیسے کسی عضو کا کٹ جانا یا یک چشم ہونا یا اسی قسم کا کوئی اور مفسد عیب تو یہ خریدار دو باتوں میں سے جو چاہے پسند کرے۔ ایک یہ کہ جب اس نے غلام خریدا تھا، اس دن کے عیب کے حساب سے قیمت میں کمی کرالے، یا جو عیب اس کے پاس پیدا ہوا ہے، اس کا تاوان دے کر بیع رد کر دے۔ اور اگر غلام مشتری کے پاس مر جائے تو خریداری کے وقت عیب دار ہونے کی حالت میں اس کی قیمت لگائی جائے اور دیکھا جائے کہ مثلاً اگر بے عیب غلام کی خریداری کے وقت سو دینار تھی اور عیب دار کی اسی دینار۔ تو مشتری سے دونوں قیمتوں کا فرق واضح کر دیا جائے گا۔ اور قیمت کا حساب اس دن سے ہو گا جس دن سودا ہو گیا تھا۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اجماعی امر یہ ہے کہ جس نے کسی لونڈی میں عیب پایا اور اسے رد کر دیا اور وہ اس سے وطی کر چکا ہو۔ تو اگر وہ دوشیزہ تھی، تو اس نے اس کی جتنی قیمت گھٹا دی ہو وہ اس کے ذمہ ہو گی۔ اور اگر ثیبہ تھی تو اس وطی کے باعث اس کے ذمہ کچھ نہ ہو گا۔ کیونکہ وہ اس کا ضامن تھا۔ (اور اسے خدمت کا حق حاصل تھا۔ وطی بھی خدمت کا حصہ تھا۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اجماعی امر یہ ہے کہ جس نے کوئی غلام یا لونڈی یا حیوان براءۃ کی شرط پر بیچا، خواہ وہ اہل میراث میں سے ہو یا اور کوئی۔ تو وہ ہر عیب سے بری ہو گیا۔ مگر یہ کہ وہ اس میں کوئی عیب جانتا ہو اور اسے چھپا لے۔ اس صورت میں اس کی براءت مفید نہ ہو گی۔ اور اس کی فروخت کردہ چیز واپس کی جائے گی۔ (یہ مسئلہ پہلے گزر چکا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جب ایک لونڈی دو کے عوض بیچی جائے۔ پھر ان دو میں سے ایک میں کوئی عیب پایا جائے۔ جس کے باعث اسے رد کیا جا سکے تو جو لونڈی دو لونڈیوں کے بدلے میں تھی، اس کی قیمت لگائی جائے کہ کتنی ہے۔ پھر دو لونڈیوں کو بے عیب فرض کر کے ان کی قیمت لگائی جائے۔ پھر اس لونڈی کی قیمت کو ان دو پر بانٹا جائے، بے عیب کو اس کے مطابق اور عیب دار کو اس کی حالت کے مطابق۔ پھر عیب دار لونڈی میں عیب کے باعث جو فرق ہو، زیادہ ہو یا کم اس کے باعث اسے رد کیا جائے اور لونڈیوں کی قیمت کا حساب اس دن سے شمار ہو گا، جس دن ان پر قبضہ کیا تھا۔ (اس طرح کے بعض مسائل اوپر گزر چکے ہیں۔)

مالکؒ نے کہا کہ جو آدمی غلام خریدے اور اسے کسی بڑی مزدوری یا معمولی کام میں لگا دے۔ پھر اس میں کوئی عیب پائے جس کے باعث اسے رد کیا جا سکتا ہو۔ تو اسے رد کر دے اور اس کی مزدوری اور محنت کا معاوضہ اسی کا ہو گا یہی وہ امر ہے جس پر ہمارے شہر کی جماعت تھی۔ اور وہ یہ کہ جس شخص نے غلام خریدا، جس کی قیمت سے کئی گنا زیادہ کا (زیادہ اجرت کا) مکان اس نے بنوایا۔ پھر اس میں کوئی عیب پایا، جس کے باعث اسے لوٹایا جا سکے، تو اسے لوٹا یا جائے گا اور غلام کی مزدوری کا شمار نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اس کا ضامن تھا۔ مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں یہی معمول تھا۔ (امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ مشتری کے

پاس آکر مبیع میں جو اضافے ہوئے وہ اس کے رد سے مانع ہو گئے ہیں۔ کیونکہ اس کے بغیر اصل کا رد کرنا ممکن نہیں رہا۔ مالکؒ نے کہا کہ جس نے ایک سودے میں غلام خریدے اور ان میں سے ایک غلام چوری کا پایا، یا ان میں سے کسی میں کوئی عیب پایا گیا تو دیکھا جائے گا۔ اگر وہی چوری کا غلام یا عیب دار ان سب میں اعلیٰ تھا اور زیادہ قیمتی تھا کہ اسی کے باعث سودا طے ہوا تھا۔ وہ ساری بیع رد کی جائے گی۔ کیونکہ اس میں اضافہ تھا اور اسی کے باعث بیع ہوئی تھی۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر وہ چرایا ہوا یا عیب دار غلام ان میں سے معمولی تھا کہ اس کے باعث بیع نہ ہوئی تھی۔ اور نہ اس میں فضیلت تھی تو صرف اس چوری کے غلام یا عیب دار کو اس کی قیمت کے حساب سے واپس کیا جائے گا۔

۵۔ بَابُ مَا يُفْعَلُ فِي الْوَلِيدَةِ إِذَا بِيعَتْ وَالشَّرْطُ فِيهَا

اس لونڈی کا حکم جس کی بیع میں کوئی شرط ہو

۱۳۱۶۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَخْبَرَهُ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ ابْتَاعَ جَارِيَةً مِنِ امْرَأَتِهِ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةِ. وَاشْتَرَطَتْ عَلَيْهِ أَنَّكَ إِنْ بِعْتَهَا فَهِيَ لِي بِالثَّمَنِ الَّذِي تَبِيعُهَا بِهِ. فَسَأَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ عَنْ ذَلِكَ، عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ. فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: لَا تَقْرَبْهَا وَفِيهَا شَرْطٌ لِأَحَدٍ۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنی بیوی زینب ثقفیہؓ سے ایک لونڈی اس شرط پر خریدی کہ اگر عبداللہ اسے فروخت کریں تو اسی قیمت پر جس پر بیع کریں، زینبؓ کو واپس کر دیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ مسئلہ حضرت عمر بن الخطاب سے پوچھا، تو انہوں نے فرمایا کہ جب اس میں کسی کی شرط ہے تو اس کے قریب مت جاؤ۔ (امام محمدؒ نے یہ اثر موطا کے باب الاشتراط فی البیع الخ میں روایت کیا ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی ہمارا مذہب ہے کہ ہر وہ شرط جو بائع مشتری پر یا مشتری بائع پر لگائے اور وہ بیع کی شرطوں میں سے نہ ہو۔ اور اس میں بائع یا مشتری کا کوئی فائدہ ہو تو بیع فاسد ہے۔ اور یہی قول ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے قول کا مطلب یہ تھا کہ بیع واپس کر دو اور اس سودے سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں اس روایت میں فرمایا ہے کہ عبداللہؓ نے بیع سے رجوع کر کے اسے رد کر دیا تھا۔ اگلا اثر اس کی تائید کرتا ہے۔

۱۳۱۷۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: لَا يَطَأُ الرَّجُلُ وَلِيدَةً، إِلَّا وَلِيدَةً، إِنْ شَاءَ بَاعَهَا. وَإِنْ شَاءَ وَهَبَهَا. وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا. وَإِنْ شَاءَ صَنَعَ بِهَا مَا شَاءَ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِيمَنِ اشْتَرٰى جَارِيَةً عَلٰى شَرْطِ اَنْ لَا يَبِيعَهَا وَلَا يَهَبَهَا اَوْ مَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الشُّرُوطِ، فَاِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِلْمُشْتَرِي اَنْ يَطَاَهَا. وَذٰلِكَ، اَنَّهُ لَا يَجُوزُ لَهُ اَنْ يَبِيعَهَا وَلَا اَنْ يَهَبَهَا. فَاِذَا كَانَ لَا يَمْلِكُ ذٰلِكَ مِنْهَا، فَلَمْ يَمْلِكْهَا مِلْكًا تَامًّا. لِاَنَّهُ قَدِ اسْتُثْنِيَ عَلَيْهِ فِيهَا مَا مَلَكَهُ بِيَدِ غَيْرِهِ. فَاِذَا دَخَلَ هٰذَا الشَّرْطُ، لَمْ يَصْلُحْ. وَكَانَ بَيْعًا مَكْرُوهًا۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ مرد کسی لونڈی سے وطی نہ کرے۔ مگر وہ لونڈی کہ اس کی بیع، ہبہ اور ردّ وغیرہ ہر چیز میں اسے پورا اختیار ہو۔ (یہ اثر امام محمدؒ نے بھی گزشتہ اثر کے بعد روایت کیا اور فرمایا کہ ہم اسے اختیار کرتے ہیں اور ابن عمرؓ کا یہ قول اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ غلام کے لئے لونڈی رکھنا جائز نہیں۔ کیونکہ آزاد آدمی کے ہبہ کی طرح اس کا ہبہ جائز نہیں یہی قول ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا ہے۔)

امام مالکؒ نے فرمایا کہ جس نے لونڈی اس شرط پر خریدی کہ وہ اس کی بیع و ہبہ وغیرہ نہ کرے گا۔ تو مشتری کے لئے جائز نہیں کہ اس سے وطی کرے۔ کیونکہ شرط کے مطابق اس کی بیع اور ہبہ وغیرہ جائز نہیں۔ اور جب وہ اس چیز کا اختیار نہ رکھے تو اس کی ملک تام نہ ہوئی۔ کیونکہ اس میں ایسا استثناء موجود ہے جو دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ پس اس شرط کے داخل ہونے کے باعث یہ مکروہ بیع ہے۔ (کیونکہ ایک فاسد شرط اس میں موجود ہے۔ پھر یا تو بیع فسخ ہوگی یا شرط باطل ہوگی۔ جیسا کہ بیع کی شرطوں میں آئے گا۔ یہ تو امام مالکؒ کا مذہب ہے۔ حنفیہ کا مسلک اوپر گزرا۔)

۶۔ بَابُ النَّهْيِ عَنْ اَنْ يَطَاَ الرَّجُلُ وَلِيدَةً وَلَهَا زَوْجٌ

خاوند والی لونڈی سے مالک وطی نہ کرے

۱۳۱۸۔ حَدَّثَنِي يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرٍ اَهْدٰى لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ جَارِيَةً. وَلَهَا زَوْجٌ. اِبْتَاعَهَا بِالْبَصْرَةِ. فَقَالَ عُثْمَانُ: لَا اَقْرَبُهَا حَتّٰى يُفَارِقَهَا زَوْجُهَا. فَاَرْضَى ابْنُ عَامِرٍ زَوْجَهَا، فَفَارَقَهَا۔

ترجمہ: عبداللہ بن عامرؓ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو ایک لونڈی ہدیہ کی، جو خاوند والی تھی اور عبداللہؓ نے بصرہ سے خریدی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا، میں اس کے قریب نہیں جا سکتا، جب تک اس کا خاوند اسے طلاق نہ دے دے۔ پس ابن عامرؓ نے اس کے خاوند کو راضی کر لیا اور اس نے طلاق دے دی۔ (اس سے ثابت ہوا کہ خاوند والی لونڈی کی بیع اس کی طلاق شمار نہیں ہو سکتی۔)

۱۳۱۹۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ

اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ اِبْتَاعَ وَلِيْدَةً۔ فَوَجَدَهَا ذَاتَ زَوْجٍ۔ فَرَدَّهَا۔

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن عوف نے ایک لونڈی خریدی اور معلوم ہوا کہ وہ خاوند والی ہے تو اس کی بیع کو رد کر دیا۔ (امام محمدؒ نے اس اثر کو موطّا کے باب الرجل یشتری الجاریۃ و لھا زوج الخ میں روایت کیا اور فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اس کی بیع ہی اس کی طلاق نہیں ہے۔ اور وہ خاوند والی ہے تو یہ ایک عیب ہے۔ جس کے باعث اسے رد کیا جاسکتا ہے اور یہی امام ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ اس کے بعد امام محمدؒ نے وہ اثر روایت کیا ہے جو اوپر نمبر ۱۳۱۸ میں ابھی گزرا۔)

۷۔ بَابُ مَا جَاءَ فِيْ ثَمَرِ الْمَالِ يُبَاعُ اَصْلُهٗ

جس درخت کو بیچا جائے اس کے پھل کا حکم

۱۳۲۰۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ اُبِّرَتْ فَثَمَرُهَا لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے پیوند کی ہوئی کھجور فروخت کی تو اس کا پھل بائع کا ہے۔ مگر یہ کہ شرط کرلے۔ (موطّا امام محمد میں اس اثر کے بعد حضرت عمر بن الخطابؓ کا اثر مروی ہے کہ جس نے غلام بیچا اور اس کا مال ہو تو وہ مال بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کرلے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ دوسرے اثر سے یہ فیصلہ بھی ہو گیا کہ غلام کا مال در اصل مالک کا مال ہے۔ اس پر کچھ گفتگو ہو چکی ہے۔

۸۔ بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا

صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع کی ممانعت

بعض احادیث میں صلاحیت ظاہر ہونے کا یہ مطلب آیا ہے کہ پھل کو کھایا جاسکے گو ابھی پکا ہوا نہ ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اس سے پھل کا پکنا مراد ہے۔ حنفیہ نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پھل کچا یا پکا استعمال ہوسکے مثلاً اچار یا چٹنی وغیرہ۔ اور فساد اور بیماریوں سے محفوظ ہو جائے۔ یعنی بہت چھوٹا اور بے مصرف پھل نہ ہو۔

۱۳۲۱۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا۔ نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ۔

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے ان کی بیع سے منع فرمایا۔ بائع اور مشتری دونوں کو منع فرمایا۔ (امام محمدؒ نے یہ حدیث موطّا کے باب ما یکرہ من بیع الثمار قبل ان

صلاحُھا میں روایت کی ہے۔)
شرح : امام محمدؒ نے اس حدیث کے بعد عمرہؒ کی روایت نقل کی کہ حضورؐ نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا۔حتیٰ کہ وہ آفت سے نجات پا جائیں۔امام محمدؒ نے فرمایا کہ کسی پھل کو اس شرط پر بیچنا جائز نہیں کہ وہ کھجور پر پک جائے۔مگر یہ کہ وہ سرخ ہو یا زرد ہو یا اس کا کچھ حصہ پک چکا ہو جب وہ ایسا ہو تو اس شرط پر بیچنا جائز ہے کہ پکنے تک اسے درخت پر رہنے دیا جائے۔ جب سرخ یا زرد نہ ہو بلکہ سبز یا گابھے ہو تو اس شرط پر خریدنے میں کوئی بھلائی نہیں کہ اسے پکنے تک رہنے دیا جائے۔ اور اس شرط پر بیچنے میں کوئی حرج نہیں کہ اسے کاٹ کر بیچ دیا جائے۔حسن بصریؒ نے کہا کہ ایسی صورت میں کاٹنے کی شرط پر بیچنے میں حرج نہیں۔ہم اس کو اختیار کرتے ہیں۔

۱۳۲۲۔وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ. فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا تُزْهِي؟ فَقَالَ: حِينَ تَحْمَرُّ" وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَعَ اللَّهُ الثَّمَرَ، فَبِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ؟"۔

ترجمہ : انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا۔جب تک وہ سرخ یا زرد نہ ہو جائیں۔لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ آپؐ کے ارشاد تُزْهِي کا مطلب کیا ہے؟ تو فرمایا کہ سرخ یا زرد ہو جائیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو اگر اللہ تعالیٰ پھل کو روک دے تو تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا مال کیوں کر لے لے گا؟ (حدیث کے آخری حصے کے مرفوع یا موقوف ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے۔)

۱۳۲۳۔وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الرِّجَالِ، مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَارِثَةَ، عَنْ أُمِّهِ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تَنْجُوَ مِنَ الْعَاهَةِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَبَيْعُ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا مِنْ بَيْعِ الْغَرَرِ۔

ترجمہ : عمرہ بنت عبدالرحمٰنؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا جب تک کہ وہ آفت سے محفوظ نہ ہو جائیں (یہ روایت مرسل ہے۔عمرہ بنت عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ صحابیہ نہ تھیں۔ مگر حافظ ابن عبدالبرؒ نے اسے موصول کہا ہے۔اور عمرہؒ کی روایت حضرت عائشہؓ سے ہے۔آفت سے محفوظ ہونے کا مطلب بھی صلاحیت کا ظہور ہے۔کیونکہ اس کے بعد غالباً پھل محفوظ رہتا ہے۔)
مالکؒ نے کہا کہ صلاحیت کی ابتداء سے پہلے پھلوں کی بیع دھوکے کی بیع میں شامل ہے۔

۱۳۲۴۔وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ زَيْدِ

بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّهُ كَانَ لَا يَبِيعُ ثِمَارَهُ حَتَّى تَطْلُعَ الثُّرَيَّا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي بَيْعِ الْبِطِّيخِ وَالْقِثَّاءِ وَالْخِرْبِزِ وَالْجَزَرِ، إِنَّ بَيْعَهُ إِذَا بَدَا صَلَاحُهُ حَلَالٌ جَائِزٌ. ثُمَّ يَكُونُ لِلْمُشْتَرِي مَا يَنْبُتُ حَتَّى يَنْقَطِعَ ثَمَرُهُ، وَيَهْلِكَ. وَلَيْسَ فِي ذَلِكَ وَقْتٌ يُؤَقَّتُ. وَذَلِكَ أَنَّ وَقْتَهُ مَعْرُوفٌ عِنْدَ النَّاسِ. وَرُبَّمَا دَخَلَتْهُ الْعَاهَةُ. فَقَطَعَتْ ثَمَرَتَهُ. قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَ ذَلِكَ الْوَقْتُ. فَإِذَا دَخَلَتْهُ الْعَاهَةُ، بِجَائِحَةٍ تَبْلُغُ الثُّلُثَ فَصَاعِدًا. كَانَ ذَلِكَ مَوْضُوعًا عَنِ الَّذِي ابْتَاعَهُ۔

ترجمہ: زید بن ثابتؓ اپنے پھل اس وقت تک نہ بیچتے تھے جب تک کہ ثریا ستارہ طلوع نہ ہو جاتا۔ (کیونکہ اس کے بعد پھل آفت سے نجات پا جاتے تھے۔)

مالک نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ معمول ہے کہ تربوز، ککڑی، خربوزہ اور گاجر کی بیع درست ہے، جب کہ اس کی صلاحیت ظاہر ہو جائے۔ پھر اس کے بعد جو پھل آئیں گے وہ مشتری کے ہوں گے۔ جب تک کہ پھل آنا ختم ہو جائے۔ اور اس میں کوئی مقرر وقت نہیں ہے۔ لوگوں کو اس کا وقت معلوم ہوتا ہے۔ اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ بیماری آپڑے اور پھل قبل از وقت منقطع ہو جائے۔ پس جب کوئی آفت آ جائے جو تہائی یا زیادہ تک ہو، تو اس قدر خریدار کو وضع کر دی جائے گی۔ (امام شافعی کے نزدیک گاجر، آلو وغیرہ کی اس قسم کی بیع جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک تربوز، خربوزہ وغیرہ کی بیع اس طرح جائز نہیں جس طرح امام مالکؒ نے بتایا۔ انہوں نے کہا کھیت والا خود انہیں اتار اتار کر فروخت کرتا ہے۔ کیونکہ دوسری صورت میں بیع غرر اور بیع معدوم ہوگی۔

۹- بَابُ مَا جَاءَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ

عریہ کی بیع کا باب

۱۳۲۵- حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْخَصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ أَنْ يَبِيعَهَا بِخَرْصِهَا۔

ترجمہ: زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عریہ والے کو اجازت دی کہ وہ اسے اس کے اندازے کے مطابق بیچ دے۔ (مالکؒ اور ابوحنیفہؒ کے قول میں یہ صرف صورۃً بیع ہے حقیقی بیع نہیں۔ شافعیؒ اور احمدؒ نے اسے حقیقی بیع کہا ہے۔ آگے دیکھئے۔)

۱۳۲۵ (الف) وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، مَوْلَى ابْنِ

أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْخَصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا، فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْ فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ.

يَشُكُّ دَاوُدُ قَالَ: خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ.

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنَّمَا تُبَاعُ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا مِنَ التَّمْرِ. يُتَحَرَّى ذٰلِكَ وَيُخْرَصُ فِي رُؤُسِ النَّخْلِ. وَإِنَّمَا أُرْخِصَ فِيهِ لِأَنَّهُ أُنْزِلَ بِمَنْزِلَةِ التَّوْلِيَةِ وَالْإِقَالَةِ وَالشِّرْكِ. وَلَوْ كَانَ بِمَنْزِلَةِ غَيْرِهِ مِنَ الْبُيُوعِ، مَا أَشْرَكَ أَحَدٌ أَحَدًا فِي طَعَامِهِ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ. وَلَا أَقَالَهُ مِنْهُ. وَلَا وَلَّاهُ أَحَدًا حَتّٰى يَقْبِضَهُ الْمُبْتَاعُ.

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے پانچ وسق سے کم میں یا پانچ وسق میں (داؤد راوی کو شک ہے) عرایا کی بیع کی رخصت دی۔ داؤد کو شک ہے کہ اس کے استاد نے پانچ وسق کہا یا پانچ وسق سے کم کہا۔ (آگے دیکھئے۔)

مالکؒ نے کہا کہ عرایا کو اندازے کھجور کے ساتھ سوچ کر اندازے سے درختوں کے اُوپر سے بیچا جاتا تھا اور اس کا کوئی ناپ تول نہیں۔ کیونکہ اس کو تولیت (قیمت خرید پر بیع کرنا) اور اقالہ (بیع فسخ کرنا) اور شرک (سودے میں دوسرے کو شریک کرنا) شمار کیا گیا ہے۔ اور اگر یہ کسی اور بیع کی مانند ہوتا تو کوئی کسی کو طعام میں شریک نہ کرتا۔ حتیٰ کہ اس پر پورا قبضہ کر لیتا اور نہ اس کا اقالہ کرسکتا۔ اور قبضے سے کسی اور کے ہاتھ فروخت نہ کرسکتا۔

شرح: یہ دونوں حدیثیں امام محمدؒ نے بھی اپنے موطا میں امام مالکؒ سے روایت کی ہیں اور کہا ہے کہ ہم انہی کو اختیار کرتے ہیں۔ اور کہا ہے کہ مالکؒ بن انسؒ نے بیان کیا کہ عریّہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی کچھ کھجوریں ہوں اور ان میں سے ایک دو کھجوروں کا پھل کسی اور کو دے ڈالے۔ تاکہ وہ اسے اپنے عیال کے لیے چُن لے۔ پھر اس کا بار بار باغ میں آنا اس پر شاق ہو اور اس سے کہے کہ تم ان کھجوروں کے پھل سے درگزر کرو۔ وہیں تمہیں ان کے برابر کھجوریں دے دوں گا، جب کہ کھجوروں کا پھل کاٹا جائے گا۔ پس اس میں ہمارے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ کھجور تر ہو یا خشک، وہ پہلے آدمی کی تھی، وہ اس میں سے جسے چاہے دے دے۔ اگر چاہے تو کھجور کا پھل دے دے اور چاہے تو اس کے برابر کھجور دے دے۔ کیونکہ یہ بیع نہیں ہے، اگر یہ بیع ہوتی تو کھجوروں کی بیع کھجور کے ساتھ ادھار جائز نہ ہوتی۔ (صرف نام کی بیع ہے ورنہ اصل میں عطیہ ہے کہ ایک چیز دے دی، پھر اس کے بجائے اتنی ہی دوسری دے دی۔)

۱۰۔ بَابُ الْجَائِحَةِ فِیْ بَیْعِ الثِّمَارِ وَالزَّرْعِ

پھلوں اور کھیتی کی بیع میں آفت کا باب

آفت (جائحہ) سے مراد قدرتی مصیبت ہے۔ جس میں آدمی کا دخل نہ ہو۔ مثلاً آندھی، اولے، ٹڈی دل وغیرہ۔ اس مسئلہ میں مالکیہ کے اندر بھی بہت اختلاف ہے۔ مالکؒ سمیت اہلِ مدینہ کا قول یہ ہے کہ نقصان بائع سے وضع کرایا جائے گا۔ شافعیؒ کا قولِ قدیم بھی یہی ہے۔ ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور شافعیؒ کے قولِ جدید میں یہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور بعض احادیث اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ واجب نہیں۔ مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ (عن ابی سعیدؓ) ایک شخص نے پھل خریدے اور انہیں آفت مار گئی۔ اس پر بہت قرض ہوگیا تو حضورؐ نے لوگوں کو بطور صدقہ اسے دینے کا حکم دیا۔ پھر بھی بات نہ بنی تو حضورؐ نے قرضخواہوں سے فرمایا یہی لے لو اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ پس اگر ذمہ داری بائع پر ہوتی تو اس سے وضع کرایا جاتا، نہ کہ قرضخواہوں سے۔

۱۳۲۶۔ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِی الرِّجَالِ، مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اُمِّهٖ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَنَّهٗ سَمِعَهَا تَقُوْلُ: اِبْتَاعَ رَجُلٌ ثَمَرَ حَائِطٍ فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. فَعَالَجَهٗ وَقَامَ فِیْهِ حَتّٰی تَبَیَّنَ لَهُ النُّقْصَانُ۔ فَسَاَلَ رَبَّ الْحَائِطِ اَنْ یَضَعَ لَهٗ اَوْ اَنْ یُقِیْلَهٗ۔ فَحَلَفَ اَنْ لَا یَفْعَلَ۔ فَذَهَبَتْ اُمُّ الْمُشْتَرِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَتْ لَهٗ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "تَاَلّٰی اَنْ لَا یَفْعَلَ خَیْرًا" فَسَمِعَ بِذٰلِكَ رَبُّ الْحَائِطِ. فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هُوَ لَهٗ۔

ترجمہ: عمرہ بنت عبدالرحمٰنؒ نے کہا کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک باغ کا پھل خریدا۔ پس اس نے اس میں محنت کی اور اس میں اصلاح کے لیے کام کیا حتیٰ کہ اس پر نقصان واضح ہوگیا۔ اس نے باغ کے مالک سے کہا کہ یا نقصان وضع کرے یا بیع فسخ کر دے۔ اس نے قسم کھائی کہ ایسا نہ کرے گا۔ پھر مشتری کی ماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی۔ اور آپ سے یہ بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس نے یہ قسم کھائی ہے کہ نیکی نہ کرے گا۔ باغ کے مالک نے یہ سُن لیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یارسول اللہؐ وہ اس کے لئے ہے۔ (امام مالکؒ نے عتبیہ میں کہا کہ مجھے نہیں معلوم اس سے مراد وضع کرنا تھا یا بیع کو فسخ کرنا۔ امام شافعیؒ نے اس حدیث کو مرسل ہونے کی بنا پر قبول نہیں کیا۔ مگر یہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے موصول آئی ہے۔ البتہ شافعیؒ کا یہ قول وزنی ہے کہ حضورؐ نے وضع کا حکم نہ دیا۔ صرف یہ فرمایا کہ اس نے نیکی نہ کرنے کی قسم کھائی ہے۔ پس وضع کرنا واجب نہ تھا۔ بلکہ مستحب تھا۔

۱۳۲۷۔ حَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ قَضٰی بِوَضْعِ الْجَائِحَةِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَعَلَىٰ ذٰلِكَ، اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا۔
قَالَ مَالِكٌ: وَالْجَائِحَةُ الَّتِي تُوضَعُ عَنِ الْمُشْتَرِي، اَلثُّلُثُ فَصَاعِدًا۔ وَلَا يَكُونُ مَا دُونَ ذٰلِكَ جَائِحَةً۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے جائحہ کے وضع کا فیصلہ کیا تھا۔
امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں یہی معمول ہے۔
امام مالکؒ نے کہا کہ وہ آفت جو مشتری سے وضع کی جائے وہ ثلث یا زائد ہے اور اس سے کم کا نقصان جائحہ نہیں ہوتا۔

۱۱۔ بَابُ مَا يَجُوزُ فِي اسْتِثْنَاءِ الثَّمَرِ

پھل میں استثناء کا جائز ہونا

جب اسی پھل میں بعض کا استثناء غیر مجہول، واضح اور متعین ہو تو بروئے احادیث جائز ہے، ورنہ نہیں۔ جہالت اور عدم تعیین کی صورت میں نزاع کا احتمال ہے۔ لہذا وہ ممنوع ہے۔

۱۳۲۸۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ كَانَ يَبِيعُ ثَمَرَ حَائِطِهِ، وَيَسْتَثْنِي مِنْهُ۔

ترجمہ: القاسم بن محمدؒ اپنے باغ کا پھل فروخت کرتے اور اس میں سے کچھ مستثنیٰ کرتے تھے۔ (موطا امام محمد میں بھی یہ اثر مروی ہے۔)

۱۳۲۹۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ، اَنَّ جَدَّهُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ بَاعَ ثَمَرَ حَائِطٍ لَهُ يُقَالُ لَهُ الْاَفْرَاقُ۔ بِاَرْبَعَةِ الْاٰفِ دِرْهَمٍ۔ وَاسْتَثْنَى مِنْهُ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ، تَمْرًا۔

ترجمہ: محمد بن عمرو بن حزمؒ نے ایک باغ کا پھل جسے افراق کہتے تھے، چار ہزار درہم پر بیچا اور اس میں سے آٹھ سو درہم کی کھجور مستثنیٰ کی۔ (امام محمدؒ نے مؤطا میں یہ اثر روایت کیا ہے۔)

۱۳۳۰۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي الرِّجَالِ، مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَارِثَةَ اَنَّ اُمَّهُ عَمْرَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ كَانَتْ تَبِيعُ ثِمَارَهَا وَتَسْتَثْنِي مِنْهَا۔
قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا بَاعَ ثَمَرَ حَائِطِهِ، اَنَّ لَهُ اَنْ

يَسْتَثْنِيَ مِنْ ثَمَرِ حَائِطِهِ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ ثُلُثِ الثَّمَرِ. لَا يُجَاوِزُ ذَلِكَ. وَمَا كَانَ دُونَ الثُّلُثِ فَلَا بَأْسَ بِذَلِكَ.

قَالَ مَالِكٌ: فَأَمَّا الرَّجُلُ يَبِيعُ ثَمَرَ حَائِطِهِ، وَيَسْتَثْنِي مِنْ ثَمَرِ حَائِطِهِ، ثَمَرَ نَخْلَةٍ أَوْ نَخَلَاتٍ يَخْتَارُهَا، وَيُسَمِّي عَدَدَهَا. فَلَا أَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا. بِأَنَّ رَبَّ الْحَائِطِ إِنَّمَا اسْتَثْنَى شَيْئًا مِنْ ثَمَرِ حَائِطِ نَفْسِهِ. وَإِنَّمَا ذَلِكَ شَيْءٌ احْتَبَسَهُ مِنْ حَائِطِهِ. وَأَمْسَكَهُ لَمْ يَبِعْهُ وَبَاعَ مِنْ حَائِطِهِ مَا سِوَى ذَلِكَ.

ترجمہ: عمرہ بنت عبدالرحمٰنؒ اپنے پھل فروخت کرتی اور اس میں سے کچھ مستثنیٰ کر لیتی تھیں۔ (یہ اثر بھی مؤطائے امام محمد میں بھی مروی ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اجماعی امر یہ ہے کہ آدمی جب اپنے باغ کا پھل بیچے تو پھل میں تیسرے حصّہ تک مستثنیٰ کر سکتا ہے۔ اس سے زائد نہیں۔ اور ثلث سے کم ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر آدمی اپنے باغ کا پھل بیچے اور اس کی کھجوروں میں سے ایک کھجور یا کئی کھجوروں کا پھل مستثنیٰ کر لے جنہیں وہ چن لے۔ اور ان کی تعداد بتا دے۔ تو میرے نزدیک اس میں حرج نہیں۔ کیونکہ باغ والے نے اپنے باغ کے پھل میں سے استثنا کیا ہے۔ گویا یہ چیز اس نے روک لی۔ اور اس کی بیع نہیں کی۔ اور اس کے سوا اس نے اپنے باغ کا پھل فروخت کر دیا۔ (امام محمدؒ نے باب الرجل یبیع لبعض الثمر الخ میں اوپر کی تین آثار کی روایت کرنے کے بعد فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی اپنا پھل بیچے اور اس کا کچھ حصہ مستثنیٰ کرے۔ مثلاً ⅓ یا ¼ یا ½۔)

۱۲۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ بَيْعِ الثَّمَرِ

پھل کی بیع میں مکروہ صورت کا بیان

۱۳۳۱ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "التَّمْرُ بِالتَّمْرِ مِثْلًا بِمِثْلٍ" فَقِيلَ لَهُ: إِنَّ عَامِلَكَ عَلَى خَيْبَرَ يَأْخُذُ الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: "ادْعُوهُ لِي" فَدُعِيَ لَهُ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَتَأْخُذُ الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ؟" فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا يَبِيعُونَنِي الْجَنِيبَ بِالْجَمْعِ صَاعًا بِصَاعٍ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بِعِ الْجَمْعَ

بِالدَّرَاهِمِ۔ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا۔

ترجمہ: عطاء بن یسار نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کھجور کے بدلے کھجور برابر بیچی جائے۔ آپؐ سے کہا گیا کہ خیبر پر آپ کا عامل ایک صاع کا سودا دو صاع کے ساتھ کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے میرے پاس بلاؤ۔ لوگوں نے اسے حضورؐ کے پاس بلایا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کیا تو ایک صاع دو صاع کے بدلے لیتا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہؐ وہ لوگ مجھے ملی جلی کھجور کے بدلے بہتر کھجور ایک صاع کے بدلے صاع نہیں دیتے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے مخلوط کھجور کو دراہم کے بدلے بیچ دے۔ پھر ان درہموں کے بدلے اچھی کھجور خرید لے۔

شرح: امام محمدؒ نے یہ حدیث باب الربٰو فیما یکال او یوزن میں روایت کی ہے اور عامل خیبر کے متعلق سندھی میں صراحت کی ہے کہ وہ انصاری تھا بنی عدی میں سے۔ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی بعض روایات موصول بھی ہوئی ہیں۔

۱۳۳۲۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ، وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰى خَيْبَرَ۔ فَجَاءَهٗ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ۔ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا؟" فَقَالَ: لَا، وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ اِنَّا لَنَاْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ۔ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ۔ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا"۔

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو خیبر کا حاکم بنایا۔ وہ آپ کے پاس جنیب نامی کھجور (کھجور ایک بہتر قسم) لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ اس نے نہیں یا رسول اللہ۔ واللہ ہیں اس کھجور کا ایک صاع دو صاع اور دو صاع تین صاع کے بدلے بیتا ہوں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسا مت کر۔ بلکہ گھٹیا کھجور کو دراہم کے بدلے بیچ دے اور پھر دراہم کے بدلے جنیب خرید لے۔ (کچھ لفظی اختلاف کے ساتھ یہ حدیث موطاء امام محمد میں مروی ہے۔ اور اس کے آخر میں ہے کہ: وَقَالَ فِي الْمِيْزَانِ مِثْلُ ذٰلِكَ۔ یعنی حضورؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وزن کی جانے والی چیزوں میں بھی یونہی کرو۔ کھجور اس وقت ناپ کر خرید و فروخت کرتے تھے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ (یعنی کیل اور وزن والی چیزوں میں جب جنس ایک ہو تو تفاضل اور ادھار جائز نہیں۔ فقہا کا علت نہی میں اختلاف ہے۔ مالکؒ نے سعید بن المسیبؒ سے روایت کی کہ علت کھانے پینے کی چیزوں میں کیل یا وزن ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک علتِ نہی کیلی یا وزنی

اشیا میں ہم جنس ہونا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک علت طعم اور جنس ہے۔ اس مسئلے میں تفصیلی بحث عون المعبود میں دیکھی جائے۔

۱۳۳۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ زَيْدًا أَبَا عَيَّاشٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَأَلَ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ عَنِ الْبَيْضَاءِ بِالسُّلْتِ؟ فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: أَيَّتُهُمَا أَفْضَلُ؟ قَالَ الْبَيْضَاءُ. فَنَهَاهُ عَنْ ذٰلِكَ. وَقَالَ سَعْدٌ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنِ اشْتِرَاءِ التَّمْرِ بِالرُّطَبِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيَنْقُصُ الرُّطَبُ إِذَا يَبِسَ؟" فَقَالُوا: نَعَمْ. فَنَهَى عَنْ ذٰلِكَ۔

ترجمہ: زید ابو عیاشؒ تابعیؒ نے سعد بن ابی وقاصؓ سے گندم کے سُلت کے ساتھ مقابلے کے متعلق پوچھا تو سعدؓ نے کہا کہ ان میں افضل کیا ہے؟ اس نے کہا گندم۔ پس سعدؓ نے اس کو اس سے منع کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال ہوتے سُنا تھا کہ آیا خشک کھجور تر کھجور کے بدلے میں خریدنا جائز ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تر کھجور خشک ہو کر کم ہو جاتی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ پس آپ نے اس سے منع فرمایا تھا۔

شرح: زید ابو عیاشؒ تابعی کو ابو حنیفہؒ کے علاوہ حافظ ابن حزمؒ، طحاویؒ، طبریؒ اور عبدالحق سب نے مجہول ٹھیرایا ہے۔ قاضی ابو الولید الباجیؒ نے کہا ہے کہ اس بیع میں کسی کے نزدیک حرج نہیں، جب کہ برابر سرابر اور ہاتھوں ہاتھ ہو۔ سُلت ایک اناج ہے، جو کہ گندم اور جو کے بین بین ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک گندم اور جو دو اجناس ہیں، ایک نہیں۔ حدیث سے ظاہر ہے کہ سعد نے ان دونوں چیزوں یعنی گندم اور سلت کو ایک جنس مان کر ان کا قیاس کھجور اور رطب پر کیا ہے۔

۱۳۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ

مزابنہ اور محاقلہ کا بیان

مزابنہ اور محاقلہ کی تفسیر　　روایات کے ضمن میں آرہی ہے۔

۱۳۳۴۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ۔ وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا۔ وَبَيْعُ الْكَرْمِ بِالزَّبِيبِ كَيْلًا۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا۔ اور مزابنہ یہ ہے کہ پھل کی بیع خشک کھجور کے ساتھ ناپ کر کی جائے اور انگور کی بیع کشمش کے ساتھ ناپ کی جائے۔ (یہ حدیث موطا امام محمد میں بھی مروی ہے، باب بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ میں۔ آگے دیکھئے۔)

۱۳۳۵۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ أَبِيْ سُفْيَانَ، مَوْلَى ابْنِ أَبِيْ أَحْمَدَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةُ اشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ فِيْ رُؤُوْسِ النَّخْلِ وَالْمُحَاقَلَةُ كِرَاءُ الْأَرْضِ بِالْحِنْطَةِ۔

ترجمہ: ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا۔ اور مزابنہ یہ ہے کہ کھجور کی بیع درختوں کے اوپر لگے ہوئے پھل سے کی جائے اور محاقلہ کا معنی ہے زمین کو گندم کے عوض میں کرائے پر دینا۔
(یہ حدیث مؤطائے امام محمدؒ میں مروی ہے باب بَیْعُ الْمُزَابَنَۃِ۔ محمدؒ کی روایت میں بِالْحِنْطَۃِ کا لفظ نہیں آیا۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک مزابنہ یہ ہے کہ کھجوروں کے اوپر والے پھل کو ناپی ہوئی کھجور کے عوض خریدا جائے۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ دی جانے والی کھجور زیادہ ہے یا کم۔ اور محاقلہ کا معنی ہے کہ اناج بالیوں میں ہو، مگر اس کی بیع ناپی ہوئی گندم سے کریں۔ یہ نہ معلوم ہو کہ کون سی کم یا زیادہ ہے اور یہ سب مکروہ ہے۔ جس کا کرنا جائز نہیں۔ یہی قول ابوحنیفہؒ اور ہمارے اکثر فقہا کا ہے۔ جہاں تک زمین کو بٹائی پر لینے دینے کا معاملہ ہے اس کی مثال وہ معاملہ ہے جو حضورؐ نے یہودِ خیبر سے کیا تھا۔ اس پر امام محمدؒ نے باب المُعَامَلَۃِ وَالْمُزَارَعَۃِ الخ میں فرمایا ہے کہ کھجوروں کا ثُلث و رُبع پر معاملہ کرنا اور سفید کو نصف یا ثُلث یا رُبع کی بٹائی پر لینا دینا جائز ہے۔ لیکن ابوحنیفہؒ اسے ممنوعہ مخابرہ کہہ کر مکروہ کہتے تھے۔ مزید گفتگو انشاء اللہ آئے گی۔ محاقلہ کی تفسیر اگر یہ کی جائے کہ کھڑی فصل کی بیع گندم کے عوض کرنا محاقلہ ہے تو یہ یقیناً ناجائز ہے۔ اور محاقلہ کی یہ تفسیر غالباً راوی نے کی ہے، جو اس حدیث کے آخر میں ہے۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ بٹائی کا معلوم حصہ مقرر نہ ہو، محض اندازے سے فصل کی بیع گندم سے کی جائے۔ یا ایک طرف کھڑی فصل ہو اور دوسری طرف معلوم وزن یا کیل کا غلہ ہو۔

۱۳۳۶۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ۔ وَالْمُزَابَنَةُ اشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ۔ وَالْمُحَاقَلَةُ اشْتِرَاءُ الزَّرْعِ بِالْحِنْطَةِ۔ وَاسْتِكْرَاءُ الْأَرْضِ بِالْحِنْطَةِ۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَسَأَلْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنِ اسْتِكْرَاءِ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ؟

فَقَالَ لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ۔ وَتَفْسِيْرُ الْمُزَابَنَةِ أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنَ الْجِزَافِ الَّذِيْ لَا يُعْلَمُ كَيْلُهُ وَلَا وَزْنُهُ وَلَا عَدَدُهُ، ابْتِيْعَ بِشَيْءٍ مُسَمًّى

مِنَ الْكَيْلِ ، أَوِ الْوَزْنِ ، أَوِ الْعَدَدِ . وَ ذٰلِكَ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ يَكُونُ لَهُ الطَّعَامُ الْمُصَبَّرُ الَّذِي لَا يُعْلَمُ كَيْلُهُ مِنَ الْحِنْطَةِ ، أَوِ التَّمْرِ ، أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْأَطْعِمَةِ . أَوْ يَكُونُ لِلرَّجُلِ السِّلْعَةُ مِنَ الْحِنْطَةِ ، أَوِ النَّوَى ، أَوِ الْقَضْبِ ، أَوِ الْعُصْفُرِ ، أَوِ الْكُرْسُفِ ، أَوِ الْكَتَّانِ ، أَوِ الْقَزِّ ، أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ السِّلَعِ . لَا يُعْلَمُ كَيْلُ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا وَزْنُهُ وَلَا عَدَدُهُ . فَيَقُولُ الرَّجُلُ لِرَبِّ تِلْكَ السِّلْعَةِ : كِلْ سِلْعَتَكَ هٰذِهِ ، أَوْ مُرْ مَنْ يَكِيلُهَا . أَوْ زِنْ مِنْ ذٰلِكَ مَا يُوزَنُ . أَوْ عُدَّ مِنْ ذٰلِكَ مَا كَانَ يُعَدُّ . فَمَا نَقَصَ عَنْ كَيْلِ كَذَا وَكَذَا صَاعًا ، لِتَسْمِيَةٍ يُسَمِّيهَا . أَوْ وَزْنِ كَذَا وَكَذَا رِطْلًا . أَوْ عَدَدِ كَذَا وَكَذَا ، فَمَا نَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ فَعَلَيَّ غُرْمُهُ لَكَ . حَتَّى أُوفِيَكَ تِلْكَ التَّسْمِيَةَ . فَمَا زَادَ عَلَى تِلْكَ التَّسْمِيَةِ فَهُوَ لِي . أَضْمَنُ مَا نَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ عَلَى أَنْ يَكُونَ لِي مَا زَادَ . فَلَيْسَ ذٰلِكَ بَيْعًا . وَلٰكِنَّهُ الْمُخَاطَرَةُ وَالْغَرَرُ . وَالْقِمَارُ يَدْخُلُ هٰذَا . لِأَنَّهُ لَمْ يَشْتَرِ مِنْهُ شَيْئًا بِشَيْءٍ أَخْرَجَهُ . وَلٰكِنَّهُ ضَمِنَ لَهُ مَا سُمِّيَ مِنْ ذٰلِكَ الْكَيْلِ ، أَوِ الْوَزْنِ ، أَوِ الْعَدَدِ عَلَى أَنْ يَكُونَ لَهُ مَا زَادَ عَلَى ذٰلِكَ . فَإِنْ نَقَصَتْ تِلْكَ السِّلْعَةُ عَنْ تِلْكَ التَّسْمِيَةِ ، أَخَذَ مِنْ مَالِ صَاحِبِهِ مَا نَقَصَ بِغَيْرِ ثَمَنٍ وَلَا هِبَةٍ ، طَيِّبَةٍ بِهَا نَفْسُهُ . فَهٰذَا يُشْبِهُ الْقِمَارَ . وَمَا كَانَ مِثْلُ هٰذَا مِنَ الْأَشْيَاءِ فَذٰلِكَ يَدْخُلُهُ .

قَالَ مَالِكٌ : وَمِنْ ذٰلِكَ أَيْضًا أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ ، لَهُ الثَّوْبُ : أَضْمَنُ لَكَ مِنْ ثَوْبِكَ هٰذَا كَذَا وَكَذَا ظِهَارَةَ قَلَنْسُوَةٍ . قَدْرُ كُلِّ ظِهَارَةٍ كَذَا وَكَذَا . لِشَيْءٍ يُسَمِّيهِ . فَمَا نَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ فَعَلَيَّ غُرْمُهُ حَتَّى أُوفِيَكَ . وَمَا زَادَ فَلِي . أَوْ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ : أَضْمَنُ لَكَ مِنْ ثِيَابِكَ هٰذِي كَذَا وَكَذَا قَمِيصًا . ذَرْعُ كُلِّ قَمِيصٍ كَذَا وَكَذَا . فَمَا نَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ فَعَلَيَّ غُرْمُهُ . وَمَا زَادَ عَلَى ذٰلِكَ فَلِي . أَوْ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ ، لَهُ الْجُلُودُ مِنْ جُلُودِ الْبَقَرِ ، أَوِ الْإِبِلِ . أُقَطِّعُ جُلُودَكَ هٰذِهِ نِعَالًا عَلَى إِمَامٍ يُرِيهِ إِيَّاهُ . فَمَا نَقَصَ مِنْ مِائَةِ زَوْجٍ

فَعَلَيَّ غُرْمُهُ۔ وَمَا زَادَ فَهُوَ لِي بِمَا ضَمِنْتُ لَكَ۔ وَمِمَّا يُشْبِهُ ذٰلِكَ، أَنْ يَقُوْلَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ عِنْدَهُ حَبُّ الْبَانِ: أُعْصُرْ حَبَّكَ هٰذَا۔ فَمَا نَقَصَ فَمَا نَقَصَ مِنْ كَذَا وَكَذَا رِطْلًا۔ فَعَلَيَّ أَنْ أُعْطِيَكَهُ وَمَا زَادَ فَهُوَ لِي۔ فَهٰذَا كُلُّهُ وَمَا أَشْبَهَهُ مِنَ الْأَشْيَاءِ، أَوْ ضَارَعَهُ، مِنَ الْمُزَابَنَةِ۔ الَّتِي لَا تَصْلُحُ وَلَا تَجُوْزُ وَكَذٰلِكَ أَيْضًا إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ لَهُ الْخَبَطُ أَوِ النَّوَى أَوِ الْكُرْسُفُ أَوِ الْكَتَّانُ أَوِ الْقَضْبُ أَوِ الْعُصْفُرُ: أَبْتَاعُ مِنْكَ هٰذَا الْخَبَطَ بِكَذَا وَكَذَا صَاعًا۔ مِنْ خَبَطٍ يُخْبَطُ مِثْلَ خَبَطِهِ۔ أَوْ هٰذَا النَّوَى بِكَذَا وَكَذَا صَاعًا مِنْ نَوًى مِثْلِهِ۔ وَفِي الْعُصْفُرِ وَالْكُرْسُفِ وَالْكَتَّانِ وَالْقَضْبِ مِثْلَ ذٰلِكَ۔ فَهٰذَا كُلُّهُ يَرْجِعُ إِلَى مَا وَصَفْنَا مِنَ الْمُزَابَنَةِ

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا اور مزابنہ پھل کو کھجور کے بدلے فروخت کرنا ہے اور محاقلہ کھیتی کو گندم کے بدلے خریدنا ہے۔ اور زمین کو گندم کے بدلے کرائے پر حاصل کرنا ہے۔ ابن شہابؒ نے کہا کہ میں نے سعید بن المسیبؒ نے زمین کو سونے چاندی کے کرائے پر لینے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (یہ پوری روایت مؤطائے امام محمدؒ میں بھی مروی ہے۔ گفتگو اوپر گزری ہے) امام محمدؒ نے محاقلہ کی جو تفسیر لکھی ہے۔ اس سے تمام روایات جمع ہو جاتی ہیں۔ ورنہ بظاہر خیبر والوں سے جو طے ہوا تھا وہ اس تفسیر کے خلاف ہے جو ان روایات میں آیا ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا، اور مزابنہ کی تفسیر یہ ہے کہ کوئی چیز اندازے کے ساتھ ناپ یا تول یا عدد کے بغیر ایسی چیز سے خریدی جائے۔ جو ناپ یا تول یا عدد میں معلوم ہو۔ اور وہ اس طرح ہے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس غلے کا ڈھیر ہو۔ جس کا ناپ معلوم نہیں۔ گندم ہو یا کھجور یا اسی طرح کی کھانے کی کوئی چیز۔ یا کسی شخص کے پاس کوئی سامان ہو، مثلاً چارہ ہو یا جھاڑے ہوئے پتے ہوں، یا گٹھلیاں ہوں یا گھاس ہو یا کسم یا روئی یا کتان یا ریشم یا اس طرح کا کوئی اور سامان ہو، ان میں سے کسی کا ناپ یا تول یا عدد معلوم نہ ہو۔ تو آدمی اس سامان والے سے کہے، اپنا یہ سامان ناپ، یا ناپنے والے کو ناپنے کا حکم دے۔ اگر وزنی چیز ہو تو اس کا وزن کر، اگر گننے کی چیز ہے تو اسے گن، تو اگر یہ اتنے صاع سے کم ہو ناپ میں، یا اتنے رطل سے کم ہو وزن میں یا تعداد اتنی کم ہو، تو جس قدر کم ہو، اس کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی اور وہ کمی میں پوری کروں گا۔ لیکن یہ اتنے اتنے سے بڑھ جائے تو وہ میرا ہے۔ کم کا میں ذمہ دار ہوں اور زیادہ میرا ہوگا۔ پس یہ بیع نہیں ہے بلکہ یہ قمار بازی ہے اور دھوکا ہے اس میں سودا اٹل ہے۔ کیونکہ وہ چیز کسی چیز کے عوض میں نہیں خریدی۔ بلکہ کمی کی ذمہ داری اٹھائی ہے اور زیادہ ہو تو اسے اپنا قرار دیا ہے۔ اگر وہ کم ہوا تو مالک نے بلا عوض اور بلا ہبہ حاصل کی۔ جس پر اس کا دل دینے والے کا خوش نہ تھا۔ پس یہ قمار بازی کی مانند ہے اور اس قسم کے سودوں میں قمار ہوتا ہے۔ اور یہ مزابنہ ہے۔

مالک نے کہا کہ اس طرح کی صورت یہ بھی ہے کہ ایک آدمی کپڑے والے سے کہے کہ میں اس بات کا ضامن ہوں کہ تیرے

کپڑے میں سے اتنی اور اتنی ٹوپیوں کا اوپر کا حصہ نکلے گا۔ اگر اس سے کم ہو تو اس کا تاوان مجھ پر اور زیادہ ہو تو وہ میرا۔ یا کوئی کپڑے والے سے کہے کہ تیرے کپڑے میں اتنی قمیصیں بنیں گی۔ ہر قمیص کا طول وعرض یہ ہوگا۔ اگر اس سے کم نکلے تو میری ذمہ داری اور زیادہ ہو تو وہ میرا ہوگا۔ یا کوئی آدمی کسی گائے یا اونٹ کے چمڑے والے سے کہے کہ میں تیرے چمڑے میں سے اس ناپ کے (ناپ دکھا کر کہے) اتنے جوتے بنیں گے۔ پس اگر مثلاً سو جوڑے کم ہوں تو یہ میرا ذمہ اور اس سے اگر زیادہ ہوں تو وہ میرے اور اسی طرح یہ مثال ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے کہے (جس کے پاس بکائن کے بیج ہوں) کہ میں تیرے ان بیجوں سے تیل نکالتا ہوں۔ اگر وہ اتنے رطل سے کم ہو تو میرے ذمہ اور اگر وہ زیادہ ہو تو وہ میرا۔ پس یہ سب اور اسی قسم کے اور سودے ناجائز مزابنہ کی مثالیں ہیں۔ اور اسی طرح یہ بھی ہے کہ آدمی دوسرے سے کہے، جس کے پاس پتے ہوں یا گٹھلیاں یا روئی یا کتان یا چارہ یا کسم، کہ مثلاً میں یہ پتے تجھ سے اتنی مقدار کے پتوں کے عوض لیتا ہوں۔ یا یہ گٹھلیاں اتنی مقدار کے اتنے صاع گٹھلی کے عوض لیتا ہوں اور کسم اور روئی اور کتان اور چارے میں بھی اس قسم کے معاملات ہوں تو یہ سب صورتیں مزابنہ کی ہیں۔ (بعض تو صریحاً قمار بازی ہیں اور بعض میں ثمن مجہول ہے۔)

۱۴۔ بَابُ جَامِعِ بَيْعِ الثَّمَرِ

پھلوں کی بیع کے متفرق احکام

۱۳۳۷۔ قَالَ مَالِكٌ: مَنِ اشْتَرٰى ثَمَرًا مِنْ نَخْلٍ مُسَمَّاةٍ، أَوْ حَائِطٍ مُسَمًّى، أَوْ لَبَنًا مِنْ غَنَمٍ مُسَمَّاةٍ: إِنَّهُ لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ۔ إِذَا كَانَ يُؤْخَذُ عَاجِلًا يَشْرَعُ الْمُشْتَرِي فِي أَخْذِهِ عِنْدَ دَفْعِهِ الثَّمَنَ۔ وَإِنَّمَا مَثَلُ ذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ رَاوِيَةِ زَيْتٍ۔ يَبْتَاعُ مِنْهَا رَجُلٌ بِدِينَارٍ أَوْ دِينَارَيْنِ وَيُعْطِيهِ ذَهَبَهُ۔ وَيَشْتَرِطُ عَلَيْهِ أَنْ يَكِيلَ لَهُ مِنْهَا۔ فَهٰذَا لَا بَأْسَ بِهِ۔ فَإِنِ انْشَقَّتِ الرَّاوِيَةُ فَذَهَبَ زَيْتُهَا، فَلَيْسَ لِلْمُبْتَاعِ إِلَّا ذَهَبُهُ۔ وَلَا يَكُونُ بَيْنَهُمَا بَيْعٌ۔ وَأَمَّا كُلُّ شَيْءٍ كَانَ حَاضِرًا يُشْتَرٰى عَلٰى وَجْهِهِ، مِثْلُ اللَّبَنِ إِذَا حُلِبَ، وَالرُّطَبِ يُسْتَجْنٰى، فَيَأْخُذُ الْمُبْتَاعُ يَوْمًا بِيَوْمٍ: فَلَا بَأْسَ بِهِ۔ فَإِنْ فَنِيَ قَبْلَ أَنْ يَسْتَوْفِيَ الْمُشْتَرِي مَا اشْتَرٰى، رَدَّ عَلَيْهِ الْبَائِعُ مِنْ ذَهَبِهِ، بِحِسَابِ مَا بَقِيَ لَهُ۔ أَوْ يَأْخُذُ مِنْهُ الْمُشْتَرِي سِلْعَةً بِمَا بَقِيَ لَهُ۔ يَتَرَاضَيَانِ عَلَيْهَا۔ وَلَا يُفَارِقُهُ حَتّٰى يَأْخُذَهَا۔ فَإِنْ فَارَقَهُ، فَإِنَّ ذٰلِكَ مَكْرُوهٌ۔ لِأَنَّهُ يَدْخُلُهُ الدَّيْنُ بِالدَّيْنِ۔ وَقَدْ نُهِيَ عَنِ الْكَالِئِ بِالْكَالِئِ۔ فَإِنْ وَقَعَ فِي بَيْعِهِمَا أَجَلٌ، فَإِنَّهُ مَكْرُوهٌ۔ وَلَا يَحِلُّ فِيهِ تَأْخِيرٌ وَلَا نَظِرَةٌ۔ وَلَا يَصْلُحُ إِلَّا بِصِفَةٍ مَعْلُومَةٍ، إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى فَيَضْمَنُ ذٰلِكَ الْبَائِعُ لِلْمُبْتَاعِ

وَلَا يُسَمِّي ذٰلِكَ فِي حَائِطٍ بِعَيْنِهِ. وَلَا فِي غَنَمٍ بِأَعْيَانِهَا.

وَسُئِلَ مَالِكٌ، عَنِ الرَّجُلِ يَشْتَرِي مِنَ الرَّجُلِ الْحَائِطَ. فِيهِ أَلْوَانٌ مِنَ النَّخْلِ. مِنَ الْعَجْوَةِ وَالْكَبِيسِ وَالْعَذْقِ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ أَلْوَانِ التَّمْرِ. فَيَسْتَثْنِي مِنْهَا ثَمَرَ النَّخْلَةِ أَوِ النَّخَلَاتِ، يَخْتَارُهَا مِنْ نَخْلِهِ؟ فَقَالَ مَالِكٌ: ذٰلِكَ لَا يَصْلُحُ. لِأَنَّهُ إِذَا صَنَعَ ذٰلِكَ، تَرَكَ ثَمَرَ النَّخْلَةِ مِنَ الْعَجْوَةِ. وَمَكِيلَةُ ثَمَرِهَا خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا. وَأَخَذَ مَكَانَهَا ثَمَرَ نَخْلَةٍ مِنَ الْكَبِيسِ. وَمَكِيلَةُ ثَمَرِهَا عَشَرَةُ أَصْوُعٍ. فَإِنْ أَخَذَ الْعَجْوَةَ الَّتِي فِيهَا خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا. وَتَرَكَ الَّتِي فِيهَا عَشَرَةُ أَصْوُعٍ مِنَ الْكَبِيسِ. فَكَأَنَّهُ اشْتَرَى الْعَجْوَةَ بِالْكَبِيسِ مُتَفَاضِلًا. وَذٰلِكَ مِثْلُ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ، بَيْنَ يَدَيْهِ صُبَرٌ مِنَ التَّمْرِ، قَدْ صَبَّرَ الْعَجْوَةَ فَجَعَلَهَا خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا. وَجَعَلَ صُبْرَةَ الْكَبِيسِ عَشَرَةَ أَصْعٍ. وَجَعَلَ صُبْرَةَ الْعَذْقِ اثْنَيْ عَشَرَ صَاعًا. فَأَعْطَى صَاحِبَ التَّمْرِ دِينَارًا عَلَى أَنَّهُ يَخْتَارُ. فَيَأْخُذُ أَيَّ تِلْكَ الصُّبَرِ شَاءَ.

قَالَ مَالِكٌ: فَهٰذَا لَا يَصْلُحُ.

وَسُئِلَ مَالِكٌ، عَنِ الرَّجُلِ يَشْتَرِي الرُّطَبَ مِنْ صَاحِبِ الْحَائِطِ. فَيُسْلِفُهُ الدِّينَارَ. مَاذَا لَهُ إِذَا ذَهَبَ رُطَبُ ذٰلِكَ الْحَائِطِ؟ قَالَ مَالِكٌ: يُحَاسِبُ صَاحِبَ الْحَائِطِ. ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ مِنْ دِينَارِهِ. إِنْ كَانَ أَخَذَ بِثُلُثَيْ دِينَارٍ رُطَبًا، أَخَذَ ثُلُثَ الدِّينَارِ. الَّذِي بَقِيَ لَهُ. وَإِنْ كَانَ أَخَذَ ثَلَاثَةَ أَرْبَاعِ دِينَارِهِ رُطَبًا. أَخَذَ الرُّبُعَ الَّذِي بَقِيَ لَهُ. أَوْ يَتَرَاضَيَانِ بَيْنَهُمَا. فَيَأْخُذُ بِمَا بَقِيَ لَهُ مِنْ دِينَارِهِ عِنْدَ صَاحِبِ الْحَائِطِ مَا بَدَا لَهُ. إِنْ أَحَبَّ أَنْ يَأْخُذَ تَمْرًا، أَوْ سِلْعَةً سِوَى التَّمْرِ أَخَذَهَا بِمَا فَضَلَ لَهُ. فَإِنْ أَخَذَ تَمْرًا أَوْ سِلْعَةً أُخْرَى فَلَا يُفَارِقْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ ذٰلِكَ مِنْهُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنَّمَا هٰذَا بِمَنْزِلَةِ أَنْ يُكْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ رَاحِلَةً بِعَيْنِهَا. أَوْ يُؤَاجِرَ غُلَامَهُ الْخَيَّاطَ أَوِ النَّجَّارَ أَوِ الْعَمَّالَ، لِغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْأَعْمَالِ أَوْ يُكْرِيَ مَسْكَنَهُ. وَيَسْتَلِفَ

إِجَارَةَ ذٰلِكَ الْغُلَامِ. أَوْ كِرَاءَ ذٰلِكَ الْمَسْكَنِ. أَوْ تِلْكَ الرَّاحِلَةِ. ثُمَّ يَحْدُثُ فِي ذٰلِكَ حَدَثٌ بِمَوْتٍ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ. فَيَرُدُّ رَبُّ الرَّاحِلَةِ أَوِ الْعَبْدِ أَوِ الْمَسْكَنِ إِلَى الَّذِي سَلَّفَهُ مَا بَقِيَ مِنْ كِرَاءِ الرَّاحِلَةِ أَوْ إِجَارَةِ الْعَبْدِ أَوْ كِرَاءِ الْمَسْكَنِ. يُحَاسِبُ صَاحِبَهُ بِمَا اسْتَوْفَى مِنْ ذٰلِكَ إِنْ كَانَ اسْتَوْفَى نِصْفَ حَقِّهِ، رَدَّ عَلَيْهِ النِّصْفَ الْبَاقِيَ الَّذِي لَهُ عِنْدَهُ. وَإِنْ أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ أَوْ أَكْثَرَ فَبِحِسَابِ ذٰلِكَ يَرُدُّ إِلَيْهِ مَا بَقِيَ لَهُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا يَصْلُحُ التَّسْلِيفُ فِي شَيْءٍ مِنْ هٰذَا يُسَلَّفُ فِيهِ بِعَيْنِهِ. إِلَّا أَنْ يَقْبِضَ الْمُسَلِّفُ مَا سَلَّفَ فِيهِ عِنْدَ دَفْعِهِ الذَّهَبَ إِلَى صَاحِبِهِ. يَقْبِضُ الْعَبْدَ أَوِ الرَّاحِلَةَ أَوِ الْمَسْكَنَ. أَوْ يَبْدَأُ فِيمَا اشْتَرَى مِنَ الرُّطَبِ فَيَأْخُذُ مِنْهُ عِنْدَ دَفْعِهِ الذَّهَبَ إِلَى صَاحِبِهِ. لَا يَصْلُحُ أَنْ يَكُونَ فِي شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ تَأْخِيرٌ وَلَا أَجَلٌ.

قَالَ مَالِكٌ: وَتَفْسِيرُ مَا كُرِهَ مِنْ ذٰلِكَ، أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ: أُسَلِّفُكَ فِي رَاحِلَتِكَ فُلَانَةَ أَرْكَبُهَا فِي الْحَجِّ. وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْحَجِّ أَجَلٌ مِنَ الزَّمَانِ. أَوْ يَقُولُ مِثْلَ ذٰلِكَ فِي الْعَبْدِ أَوِ الْمَسْكَنِ. فَإِنَّهُ إِذَا صَنَعَ ذٰلِكَ، كَانَ إِنَّمَا يُسَلِّفُهُ ذَهَبًا، عَلَى أَنَّهُ إِنْ وَجَدَ تِلْكَ الرَّاحِلَةَ صَحِيحَةً لِذٰلِكَ الْأَجَلِ الَّذِي سَمَّى لَهُ. فَهِيَ لَهُ بِذٰلِكَ الْكِرَاءِ. وَإِنْ حَدَثَ بِهَا حَدَثٌ مِنْ مَوْتٍ أَوْ غَيْرِهِ، رَدَّ عَلَيْهِ ذَهَبَهُ. وَكَانَتْ عَلَيْهِ عَلَى وَجْهِ السَّلَفِ عِنْدَهُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنَّمَا فَرَقَ بَيْنَ ذٰلِكَ، الْقَبْضُ. مَنْ قَبَضَ مَا اسْتَأْجَرَ أَوِ اسْتَكْرَى فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْغَرَرِ، وَالسَّلَفِ الَّذِي يُكْرَهُ. وَأَخَذَ أَمْرًا مَعْلُومًا. وَإِنَّمَا مَثَلُ ذٰلِكَ، أَنْ يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ الْعَبْدَ أَوِ الْوَلِيدَةَ فَيَقْبِضَهُمَا وَيَنْقُدَ أَثْمَانَهُمَا. فَإِنْ حَدَثَ بِهِمَا حَدَثٌ مِنْ عُهْدَةِ السَّنَةِ، أَخَذَ ذَهَبَهُ مِنْ صَاحِبِهِ الَّذِي ابْتَاعَ مِنْهُ. فَهٰذَا لَا بَأْسَ بِهِ. وَبِهٰذَا مَضَتِ السُّنَّةُ فِي بَيْعِ الرَّقِيقِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَمَنِ اسْتَأْجَرَ عَبْدًا بِعَيْنِهِ أَوْ تَكَارَى رَاحِلَةً بِعَيْنِهَا إِلَى أَجَلٍ. يَقْبِضُ الْعَبْدَ أَوِ الرَّاحِلَةَ إِلَى ذَلِكَ الْأَجَلِ. فَقَدْ عَمِلَ بِمَا لَا يَصْلُحُ. لَا هُوَ قَبَضَ مَا اسْتَكْرَى أَوِ اسْتَأْجَرَ وَلَا هُوَ سَلَّفَ فِي دَيْنٍ يَكُونُ ضَامِنًا عَلَى صَاحِبِهِ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ.

ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا کہ جس نے کسی معیّن درخت کا پھل خریدا یا معیّن باغ کا، یا معیّنہ بکریوں کا دودھ خریدا تو اس میں حرج نہیں، بشرطیکہ فوری طور پر لیا جائے۔ مشتری قیمت ادا کرتے ہی مال حاصل کرلے۔ اس کی مثال روغنِ زیتون کی مشک ہے۔ جس میں سے آدمی ایک یا دو دینار کا روغن خریدلے۔ قیمت دے اور چیز لے لے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر مشک پھٹ گئی اور اس کا تیل جاتا رہا۔ تو خریدار اپنی قیمت واپس لے لے۔ اور ان میں کوئی بیع نہ رہی۔

مالکؒ نے کہا کہ ہر چیز جو حاضر ہو اور معروف طور پر خریدا جاتا ہو، مثلاً دودھ جب دوھا گیا اور کھجور جب چُنی گئی اور خریدار اسے روزانہ لیتا رہے۔ تو اس میں حرج نہیں۔ اگر وہ چیز مشتری کے پورا لینے سے قبل فنا ہو جائے تو بائع حساب کرکے اس کی رقم واپس کرے یا مشتری باقی ماندہ رقم کی چیز حاصل کرے۔ وہ دونوں اس پر راضی ہوں اور چیز لینے دینے سے پہلے جدا نہ ہوں۔ اگر جُدا ہوجائیں تو یہ مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں دَین داخل ہو جائے گا، جو دَین کے بدلے ہوگا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلکالی بالکالی (اُدھار کے بدلے اُدھار) سے منع فرمایا ہے۔ پس اگر ان کی بیع میں مدت داخل ہوجائے تو مکروہ ہے۔ اس میں تاخیر یا مہلت جائز نہیں۔ اور وہ معلوم صفت کے ساتھ معلوم مدت تک ہی مناسب ہے۔ جس کا ذمّہ دار خریدار کے لئے بائع ہوگا۔ اور یہ مدت معیّن باغ میں یا معیّن بھیڑ بکری میں نہ کی جائے۔ (ممکن ہے پھل نہ آئے اور جانور مرجائے)

اور مالکؒ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی سے باغ خریدے، جس میں کئی قسم کی کھجور ہو، مثلاً عجوہ، کبیس اور عذق وغیرہ اور وہ اس میں ایک یا چند کھجوروں کا پھل مستثنیٰ کرے۔ جو وہ چُنے۔ مالکؒ نے کہا یہ جائز نہیں۔ کیونکہ جب اس نے ایسا کیا، تو وہ مثلاً عجوہ کے ایک درخت کا پھل چھوڑ دے۔ جس کا ناپ ۱۵ صاع ہے اور اس کی جگہ پر کبیس کا درخت لے لے۔ جس کے پھل کا ناپ دس صاع ہے تو گویا اس نے ۱۵ صاع کی بیع دس صاع کے ساتھ کی۔ (یہ وہ صورت ہے کہ مشتری یہ کام کرے۔ ورنہ پیچھے گزر چکا ہے کہ استثناء بالاجماع جائز ہے۔ جب کہ بائع کی طرف سے ہو۔)

مالکؒ نے کہا کہ اس کی مثال یوں ہے کہ ایک شخص کے سامنے کھجوروں کے ڈھیر ہوں، وہ دوسروں سے کہے کہ اس نے یہ ڈھیر ۱۵ صاع عجوہ کھجور کا لگایا ہے اور کبیس کا ۱۰ صاع کا اور عذاق کا ۱۲ صاع کا۔ تو مال کا مالک ایک دینار اس شرط پر دے کہ مشتری جون سا ڈھیر چاہے، لے لے۔ مالکؒ نے کہا یہ جائز نہیں۔ (اس میں دھوکا بھی ہوسکتا ہے۔ اور قمار بازی بھی ہے)

امام مالکؒ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو باغ والے سے تازہ کھجور خریدے اور ایک دینار دے تاکہ اس کے عوض میں کھجور لے لے۔ تو اگر اس باغ کی تر کھجور ضائع ہو جائے تو مشتری کیا لے گا؟ مالکؒ نے کہا کہ مشتری باغ والے سے حساب کرے اور اپنے دینار سے جو باقی رہ گیا ہے وہ لے لے۔ اگر اس نے ⅔ دینار کی تر کھجور لے لی ہو تو ⅓ واپس لے جو ابھی باقی ہے اگر اس نے ¾ دینار کی کھجور لے لی ہو تو ¼ واپس لے جو باقی ماندہ ہے۔ یا دونوں باہم راضی ہوجائیں اور وہ دینار میں سے جو کچھ بچا ہو، اس کے بدلے باغ والے سے کوئی پھل لے لے یا کھجور کے سوا کوئی اور سامان لے لے۔ اگر کھجور یا کوئی اور سامان لے تو

جب تک اس سے وصول نہ کر لے، جدا نہ ہو۔
مالکؒ نے کہا کہ یہ اسی طرح ہے جیسے ایک آدمی دوسرے کو اپنا ایک معین جانور کرائے پر دے۔ یا کسی کو اپنا بڑھئی غلام یا درزی غلام یا کوئی اور کام کرنے والا اجرت پر دے یا اپنا مکان کرائے پر دے۔ اور اس سے اس غلام کی اجرت یا مکان کا کرایہ پہلے لے لے یا اس سواری کا کرایہ پیشگی وصول کرے۔ پھر اس میں کوئی حادثہ پیش آجائے مثلاً موت وغیرہ۔ تو جانور کا مالک یا غلام کا مالک یا مکان والا سواری کا باقی کرایہ یا غلام کی باقی مزدوری یا مکان کا کرایہ اسے واپس کرے۔ اور اس کے ساتھ حساب کا تصفیہ کرے کہ وہ کتنا حق لے چکا ہے مثلاً نصف لے چکا ہے تو نصف واپس کر دے۔ اگر اس سے کم ہو یا زیادہ ہو تو بھی حساب کر کے باقی واپس کر دے۔

مالکؒ نے کہا ان امور میں پیشگی لینا دینا جائز نہیں۔ مگر اس حال میں کہ پیشگی دینے والا دیتے وقت غلام یا سواری یا مکان پر قبضہ کر لے یا جو کھجور خریدی ہو تو پیشگی قیمت، چیز کے مالک کو دیتے وقت اس پر قبضہ کر لے۔ ان میں سے کسی چیز میں تاخیر یا مدت یا مہلت جائز نہیں۔

مالکؒ نے کہا کہ اس میں مکروہ صورت کی وضاحت یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے، میں تمہاری سواری کے لئے تمہیں پیشگی دیتا ہوں تاکہ حج کے موقعہ پر اس پر سواری کروں۔ اور ابھی حج میں کافی وقت باقی ہے۔ یا اسی طرح کی بات غلام یا مکان کے متعلق کہے، تو اس نے گویا رقم اس شرط پر دی ہے کہ اس موقع پر اگر وہ اس سواری کو تندرست پائے گا۔ تو اس کا کرائے پر وہ اس کی ہوگی۔ اور اگر موت وغیرہ کا حادثہ پیش آگیا۔ تو وہ شخص اس کی رقم واپس کر دے گا۔ اور اتنی دیر تک یہ رقم اس کے پاس بطور پیشگی ہوگی۔

مالکؒ نے کہا کہ اس معاملے میں جائز و ناجائز کا فرق قبضے سے ہے کہ جس چیز کو اجارے پر لیا یا کرائے پر لیا تو اس پر قبضہ کر لیا تو وہ اس غرر یا پیشگی کی صورت سے نکل گیا جو مکروہ ہے اور وہ صورت ہو گئی جو شرعاً جائز ہے۔ اس کی مثال یہ ہے، کہ آدمی کوئی لونڈی یا غلام خریدے اور ان پر قبضہ کر لے۔ اور قیمت ادا کر دے پس اگر ایک سال کی ذمہ داری میں کوئی حادثہ پیش آگیا تو وہ اپنی رقم اس شخص سے واپس لے لے گا۔ جس سے خریدی تھی۔ اس میں حرج نہیں۔ غلاموں کی بیع میں یہی طریقہ چلا آتا ہے۔
(ذمہ داری کے ضمن میں اوپر گزر چکا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اس کی مدت شرط کے مطابق ہوتی ہے۔ خود بخود کوئی مدت مقرر نہیں)

مالکؒ نے کہا کہ جس نے ایک معین غلام مزدوری پر لیا یا ایک معین سواری کرائے پر لی کہ وہ مدت مقررہ پر غلام یا سواری پر قبضہ کرے گا تو ایک ناجائز کام کیا۔ کیونکہ نہ تو اس نے کرائے یا مزدوری پر لی ہوئی چیز پر قبضہ کر لیا اور نہ اس نے پیشگی بطور قرض دی کہ جس کا وہ ضامن ہوتا۔ اس وقت تک جب کہ وہ اس چیز پر قبضہ کرے گا۔

۱۵۔ بَابُ بَيْعِ الْفَاكِهَةِ

میووں کی بیع کا باب

۱۳۳۸۔ قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، اَنَّ مَنِ ابْتَاعَ شَيْئًا مِنَ الْفَاكِهَةِ، مِنْ رَطْبِهَا اَوْ يَابِسِهَا۔ فَاِنَّهُ لَا يَبِيعُهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ۔ وَلَا يُبَاعُ شَيْءٌ مِنْهَا بَعْضُهُ بِبَعْضٍ۔ اِلَّا يَدًا

بِیَدٍ۔ وَمَا كَانَ مِنْهَا مِمَّا يَيْبَسُ، فَيَصِيرُ فَاكِهَةً يَابِسَةً تُدَّخَرُ وَتُؤْكَلُ۔ فَلَا يُبَاعُ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ إِلَّا يَدًا بِيَدٍ۔ وَمِثْلًا بِمِثْلٍ۔ إِذَا كَانَ مِنْ صِنْفٍ وَاحِدٍ فَإِنْ كَانَ مِنْ صِنْفَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ، فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُبَاعَ مِنْهُ اثْنَانِ بِوَاحِدٍ۔ يَدًا بِيَدٍ۔ وَلَا يَصْلُحُ إِلَى أَجَلٍ۔ وَمَا كَانَ مِنْهَا مِمَّا لَا يَيْبَسُ وَلَا يُدَّخَرُ وَإِنَّمَا يُؤْكَلُ رَطْبًا۔ كَهَيْئَةِ الْبِطِّيخِ وَالْقِثَّاءِ وَالْخِرْبِزِ وَالْجَزَرِ وَالْأُتْرُجِّ وَالْمَوْزِ وَالرُّمَّانِ وَمَا كَانَ مِثْلَهُ۔ وَإِنْ يَبِسَ لَمْ يَكُنْ فَاكِهَةً بَعْدَ ذٰلِكَ۔ وَلَيْسَ هُوَ مِمَّا يُدَّخَرُ وَيَكُونُ فَاكِهَةً۔ قَالَ: فَأَرَاهُ حَقِيقًا أَنْ يُؤْخَذَ مِنْهُ مِنْ صِنْفٍ وَاحِدٍ، اثْنَانِ بِوَاحِدٍ۔ يَدًا بِيَدٍ۔ فَإِذَا لَمْ يَدْخُلْ فِيهِ شَيْءٌ مِنَ الْأَجَلِ، فَإِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ۔

ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک (مدینہ میں) جو شخص تر یا خشک میوے خریدے تو ان پر قبضہ کئے بغیر انہیں فروخت نہ کرے۔ اور میووں کی فروخت آپس میں بھی صرف ہاتھوں ہاتھ کی جائے۔ اور ان میں جو خشک ہو کر میوے بنیں، ان کا ذخیرہ کیا جائے اور انہیں کھایا جائے، تو انہیں بھی ہاتھوں ہاتھ برابر سرابر بیچا جائے، بشرطیکہ ایک جنس کے ہوں۔ اگر وہ دو مختلف جنسوں کے ہوں تو کوئی حرج نہیں کہ دو کو ایک کے عوض دست بدست بیچا جائے۔ اور اس میں کسی مدت تک کی قید نا جائز ہے۔ اور جو خشک نہ ہوں اور ان کا ذخیرہ نہ کیا جائے۔ اور وہ صرف تر کھائے جائیں۔ جیسے تربوز، ککڑی، خربوزہ نارنگی، کیلا اور گاجر اور انار وغیرہ۔ جو خشک ہو کر میوہ نہ کہلائیں اور ان کا ذخیرہ نہ کیا جائے، تو میرے نزدیک ان کی ایک جنس کو دست بدست ایک کے بدلے دو لینا دینا جائز ہے۔ جب ان میں مدت داخل نہ ہو تو ایسا کرنے میں حرج نہیں ہے۔ (امام مالکؒ کے نزدیک ربٰوا کی علت ذخیرہ کرنا ہے۔ یہ مسئلہ اسی بنیاد پر ہے۔ علت سے اختلاف کی بنا پر دوسرے ائمہ فقہ کا اس میں اختلاف ہے۔ جو شروع میں گزرا۔)

۱۶۔ بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْفِضَّةِ تِبْرًا وَعَيْنًا

سکے اور ڈلے کی شکل میں سونے کی بیع چاندی کے ساتھ

۱۳۳۹۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّعْدَيْنِ أَنْ يَبِيعَا آنِيَةً مِنَ الْمَغَانِمِ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ۔ فَبَاعَا كُلَّ ثَلَاثَةٍ بِأَرْبَعَةٍ عَيْنًا، أَوْ كُلَّ أَرْبَعَةٍ بِثَلَاثَةٍ عَيْنًا۔ فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَرْبَيْتُمَا فَرُدَّا"۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ اس نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوہ خیبر کے بعد) سعد بن ابی وقاص اور سعد بن عبادہ کو حکم دیا کہ مالِ غنیمت کے سونے چاندی کے برتن بیچ دیں۔ انہوں نے تین مثقال کے برتن چار مثقال (دینار) کے عوض یا چار مثقال کے برتن تین دینار کے عوض بیچا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم نے ربوٰ کا معاملہ کیا ہے اُسے رَدّ کرو۔ (یعنی جنس ایک تھی۔ لہذا اضافہ جائز نہ تھا۔)

۱۳۴۰۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوْسٰی بْنِ اَبِیْ تَمِیْمٍ، عَنْ اَبِی الْحُبَابِ سَعِیْدِ بْنِ یَسَارٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلدِّیْنَارُ بِالدِّیْنَارِ، وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ، لَا فَضْلَ بَیْنَهُمَا"۔

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دینار بدلے دینار کے اور درہم بدلے درہم کے، ان میں کوئی اضافہ نہ کیا جائے۔ (موطّائے امام محمدؒ میں بھی یہ حدیث مروی ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ اور یہی ابو حنیفہؒ اور عام فقہا کا قول ہے۔)

۱۳۴۱۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا تَبِیْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ، اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ۔ وَلَا تَبِیْعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ، اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ، وَلَا تَبِیْعُوْا مِنْهَا شَیْئًا غَائِبًا بِنَاجِزٍ"۔

ترجمہ: ابو سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کو سونے کے ساتھ مت بیچو مگر برابر برابر۔ اور ایک دوسرے پر کمی بیشی مت کرو۔ اور چاندی کو چاندی کے ساتھ مت بیچو، مگر برابر اور ایک دوسرے پر کمی بیشی مت کرو۔ اور ان میں سے غائب کو حاضر کے بدلے مت بیچو۔ (یہ حدیث بھی موطّائے امام محمد میں ابواب الربوٰ کے اندر وارد ہوئی ہے۔ غائب سے مراد مؤجل مؤخر ہے۔)

۱۳۴۲۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَیْدِ بْنِ قَیْسِ نِ الْمَكِّیِّ، عَنْ مُجَاهِدٍ، اَنَّهٗ قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ۔ فَجَاءَهٗ صَائِغٌ۔ فَقَالَ لَهٗ: یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اِنِّیْ اَصُوْغُ الذَّهَبَ ثُمَّ اَبِیْعُ الشَّیْءَ مِنْ ذٰلِكَ بِاَكْثَرَ مِنْ وَزْنِهٖ۔ فَاَسْتَفْضِلُ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ عَمَلِ یَدِیْ۔ فَنَهَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ ذٰلِكَ۔ فَجَعَلَ الصَّائِغُ یُرَدِّدُ عَلَیْهِ الْمَسْاَلَةَ۔ وَعَبْدُ اللّٰهِ یَنْهَاهُ۔ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ اَوْ اِلٰی دَابَّةٍ یُرِیْدُ اَنْ یَرْكَبَهَا۔ ثُمَّ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ:

اَلدِّیْنَارُ بِالدِّیْنَارِ۔ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ۔ لَا فَضْلَ بَیْنَهُمَا۔ هٰذَا عَهْدُ نَبِیِّنَا اِلَیْنَا۔ وَعَهْدُنَا اِلَیْكُمْ۔

ترجمہ: مجاہدؒ نے کہا کہ میں عبداللہ بن عمرؓ کے پاس تھا کہ ایک سُنار ان کے پاس آیا اور کہا: اے ابوعبدالرحمٰن میں سونے کے زیور بناتا ہوں۔ پھر ان سے کوئی چیز اس کے وزن سے زائد کے ساتھ بیچتا ہوں اور اپنے ہاتھوں کے عمل کے مطابق لیتا ہوں۔ عبداللہؓ نے اسے اس سے روکا، اور سُنار ان سے بار بار سوال کرتا رہا۔ اور عبداللہ بن عمرؓ منع کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ مسجد کے دروازے تک جا پہنچے یا اس سواری تک جس پر سوار ہونا چاہتے تھے۔ پھر عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ دینار بدلے دینار کے اور درہم بدلے درہم کے۔ ان میں کوئی اضافہ نہیں۔ یہ ہمارے نبیؐ کا عہد ہمارے ساتھ ہے اور ہمارا عہد تمہارے ساتھ ہے۔ (یعنی وہ سونے کے زیور کی بیع اس سے زیادہ وزن کے سونے کے ساتھ کرتا تھا۔ لہذا جنس ایک ہونے کے باعث وہ اس حدیث کی نہی میں داخل ہُوا۔ ورنہ اگر وہ دراہم کے حساب سے فروخت کرتا تو یہ صورت نہ ہوتی)

۱۳۴۳۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ عَنْ جَدِّهٖ مَالِكِ ابْنِ اَبِیْ عَامِرٍ، اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَبِیْعُوا الدِّیْنَارَ بِالدِّیْنَارَیْنِ۔ وَ لَا الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَیْنِ"۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفانؓ نے فرمایا کہ مجھ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دینار کو دو دیناروں کے بدلے اور درہم کو دو درہموں کے بدلے مت بیچو۔

۱۳۴۴۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ، اَنَّ مُعَاوِیَةَ بْنَ اَبِیْ سُفْیَانَ بَاعَ سِقَایَةً مِنْ ذَهَبٍ اَوْ وَرِقٍ بِاَكْثَرَ مِنْ وَزْنِهَا۔ فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْهٰی عَنْ مِثْلِ هٰذَا اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ۔ فَقَالَ لَهٗ مُعَاوِیَةُ: مَا اَرٰی بِمِثْلِ هٰذَا بَاْسًا۔ فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ، مَنْ یَعْذِرُنِیْ مِنْ مُعَاوِیَةَ؟ اَنَا اُخْبِرُهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ وَیُخْبِرُنِیْ عَنْ رَاْیِهٖ۔ لَا اُسَاكِنُكَ بِاَرْضٍ اَنْتَ بِهَا۔ ثُمَّ قَدِمَ اَبُو الدَّرْدَاءِ عَلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ۔ فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِلٰی مُعَاوِیَةَ۔ اَنْ لَا تَبِیْعَ ذٰلِكَ۔ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ۔ وَزْنًا بِوَزْنٍ۔

ترجمہ: معاویہ بن ابی سفیانؓ نے سونے یا چاندی کا ایک پانی پینے کا برتن اس کے وزن سے زیادہ سونے یا چاندی کے

ساتھ بیچا۔ تو حضرت ابوالدرداءؓ نے ان سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی بیع سے منع فرماتے سنا، مگر برابر برابر۔ پس معاویہؓ نے ان سے کہا کہ میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ ابوالدرداءؓ نے کہا کہ کون مجھے معاویہؓ سے معذور سمجھے گا؟ میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خبر دیتا ہوں اور وہ مجھے اپنی رائے بتاتا ہے۔ میں اس سرزمین میں نہیں رہوں گا جس میں تو ہے۔ پھر ابوالدرداءؓ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس آئے اور انہیں بتایا تو حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ اس قسم کی بیع برابر برابر اور ہم وزن کیا کریں۔

شرح: شاید امیر معاویہؓ کا یہ اجتہاد تھا کہ وہ اس قسم کی بیع میں نقد کی صورت میں تفاضل کو جائز سمجھتے تھے یا صیاغت (ڈھالنے اور سنار کی کاریگری) کو اس میں داخل کرکے اضافہ تجویز کرتے تھے۔ اگر وہ دلیل دے کر بات کرتے تو ابوالدرداءؓ ناراض نہ ہوتے، مگر انہوں نے بظاہر نص کے مقابلے میں رائے پیش کی، جسے ابوالدرداءؓ نے برا جانا۔ حضرت عمرؓ نے آئندہ کو ایسا کرنے سے منع فرمایا لیکن پہلی بیع کو رد کرنے کا حکم نہ دیا۔ کیونکہ امیر معاویہؓ نے جو کچھ کیا تھا، تاویل کے ساتھ کیا تھا۔ یہ روایت مؤطاء امام محمدؒ میں بھی موجود ہے۔)

١٣٤٥۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ. وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ. وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ. وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ. وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالذَّهَبِ، أَحَدُهُمَا غَائِبٌ، وَالْآخَرُ نَاجِزٌ. وَإِنِ اسْتَنْظَرَكَ إِلَى أَنْ يَلِجَ بَيْتَهُ فَلَا تُنْظِرْهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمُ الرَّمَاءَ. وَالرَّمَاءُ هُوَ الرِّبَا۔

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ سونے کو سونے کے ساتھ مت بیچو۔ مگر برابر برابر اور کمی بیشی مت کرو۔ اور چاندی کو چاندی کے ساتھ مت بیچو مگر برابر برابر اور کمی بیشی مت کرو۔ اور چاندی کو سونے کے ساتھ مت بیچو۔ جب کہ ان میں ایک غائب (موجل) ہو اور دوسری چیز حاضر ہو۔ اور اگر خریدار تم سے مہلت مانگے، حتیٰ کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو تو اسے مہلت دو۔ مجھے تم پر سود کا خوف ہے۔ (امام محمدؒ نے اس اثر کو کتاب الصرف و ابواب الربا میں روایت کیا ہے۔) اسی بنا پر حنفی فقہا نے کہا کہ جنس مختلف ہو تو تفاضل جائز مگر نسیئہ (موجل کرنا) جائز نہیں ہے۔)

١٣٤٦۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ۔ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ۔ وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ۔ وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ۔ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ۔ وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ۔ وَلَا تَبِيعُوا شَيْئًا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ وَإِنِ اسْتَنْظَرَكَ إِلَى أَنْ يَلِجَ بَيْتَهُ۔ فَلَا تُنْظِرْهُ۔ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمُ الرَّمَاءَ۔ وَالرَّمَاءُ

هُوَ الرِّبَا۔

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ سونے کو سونے کے ساتھ مت بیچو مگر برابر اور کمی بیشی مت کرو، اور چاندی کو چاندی کے ساتھ مت بیچو مگر برابر برابر اور کمی بیشی مت کرو۔ اور ان میں سے کسی حاضر چیز کو غائب (مؤجل) کے ساتھ مت بیچو اور اگر کوئی تم سے صرف اتنی مہلت مانگے کہ وہ گھر میں داخل ہو جائے (کہ رقم لے آئے) تو اسے مہلت نہ دو۔ مجھے تم پر رماء یعنی ربوٰ (سود) کا خوف ہے۔ (مؤطائے امام محمدؒ میں یہ اثر مروی ہے مگر وہاں رماء کا لفظ نہیں بلکہ صرف ربوٰ کا لفظ ہے۔)

۱۳۴۷۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: الدِّيْنَارُ بِالدِّيْنَارِ- وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ- وَالصَّاعُ بِالصَّاعِ- وَلَا يُبَاعُ كَالِئٌ بِنَاجِزٍ

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دینار کے بدلے دینار اور درہم بدلے درہم کے اور صاع کو بدلے صاع کے اور مؤجل کو حاضر کے عوض نہ بیچا جائے۔

۱۳۴۸۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ: لَا رِبَا إِلَّا فِيْ ذَهَبٍ أَوْ فِيْ فِضَّةٍ- أَوْ مَا يُكَالُ أَوْ يُوْزَنُ- بِمَا يُؤْكَلُ أَوْ يُشْرَبُ۔

وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ: عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ: قَطْعُ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ مِنَ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا بَأْسَ أَنْ يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ، وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ- جِزَافًا- إِذَا كَانَ تِبْرًا أَوْ حَلْيًا قَدْ صِيْغَ- فَأَمَّا الدَّرَاهِمُ الْمَعْدُوْدَةُ- وَالدَّنَانِيْرُ الْمَعْدُوْدَةُ- فَلَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ أَنْ يَشْتَرِيَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ جِزَافًا- حَتّٰى يُعْلَمَ وَيُعَدَّ- فَإِنِ اشْتُرِيَ ذٰلِكَ جِزَافًا، فَإِنَّمَا يُرَادُ بِهِ الْغَرَرُ، حِيْنَ يُتْرَكُ عَدُّهُ وَيُشْتَرَى جِزَافًا- وَلَيْسَ هٰذَا مِنْ بُيُوْعِ الْمُسْلِمِيْنَ- فَأَمَّا مَا كَانَ يُوْزَنُ مِنَ التِّبْرِ وَالْحَلْيِ- فَلَا بَأْسَ أَنْ يُبَاعَ ذٰلِكَ جِزَافًا، وَإِنَّمَا ابْتِيَاعُ ذٰلِكَ جِزَافًا، كَهَيْئَةِ الْحِنْطَةِ وَالتَّمْرِ وَنَحْوِهِمَا مِنَ الْأَطْعِمَةِ الَّتِيْ تُبَاعُ جِزَافًا، وَمِثْلُهَا يُكَالُ، فَلَيْسَ بِابْتِيَاعِ ذٰلِكَ جِزَافًا، بَأْسٌ۔

قَالَ مَالِكٌ، مَنِ اشْتَرَى مُصْحَفًا أَوْ سَيْفًا أَوْ خَاتَمًا - وَفِي شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ ذَهَبٌ أَوْ فِضَّةٌ بِدَنَانِيرَ أَوْ دَرَاهِمَ. فَإِنَّ مَا اشْتُرِيَ مِنْ ذٰلِكَ وَفِيهِ الذَّهَبُ بِدَنَانِيرَ، فَإِنَّهُ يُنْظَرُ إِلَى قِيمَتِهِ فَإِنْ كَانَتْ قِيمَةُ ذٰلِكَ الثُّلُثَيْنِ، وَقِيمَةُ مَا فِيهِ مِنَ الذَّهَبِ الثُّلُثَ، فَذٰلِكَ جَائِزٌ لَا بَأْسَ بِهِ. إِذَا كَانَ ذٰلِكَ يَدًا بِيَدٍ. وَلَا يَكُونُ فِيهِ تَأْخِيرٌ. وَمَا اشْتُرِيَ مِنْ ذٰلِكَ بِالْوَرِقِ، مِمَّا فِيهِ الْوَرِقُ، نُظِرَ إِلَى قِيمَتِهِ. فَإِنْ كَانَ قِيمَةُ ذٰلِكَ الثُّلُثَيْنِ، وَقِيمَةُ مَا فِيهِ مِنَ الْوَرِقِ الثُّلُثَ فَذٰلِكَ جَائِزٌ لَا بَأْسَ بِهِ. إِذَا كَانَ ذٰلِكَ يَدًا بِيَدٍ. وَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ عِنْدَنَا.

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ کہتے تھے کہ سونے چاندی اور کھانے پینے کے ناپ یا وزن والی چیزوں کے سوا کسی چیز میں ربوٰ نہیں ہے۔ (یہ ابن المسیبؒ کا اپنا فتویٰ ہے۔)

ایضاً۔ سعید بن المسیبؒ کہتے تھے کہ سونے چاندی کو قطع کرنا زمین میں فساد پھیلانا ہے۔ قطع کرنے کا معنیٰ یہ بھی ہے کہ سکے میں کھوٹ ملایا جائے۔ اور پچھلے زمانے میں درہم و دینار تول کر لیتے تھے۔ لہذا یہ معنیٰ بھی ہے کہ ہر سکے میں سے تھوڑا تھوڑا کاٹ لیا جائے جس کا لوگ زیادہ خیال نہیں کرتے۔ یا اصلی سکوں میں سے کچھ رگڑ رگڑ کر اتار لیا جائے۔ اور جہاں سکے عدد کے حساب سے چلتے ہوں، وہاں انہیں چلا دیا جائے۔ یہ سب خدا تعالیٰ کی زمین میں فساد پھیلانے میں آتا ہے۔ امام محمدؒ نے باب قطع الدراہم والدنانیر میں اس اثر کے بعد لکھا ہے کہ یہ ایک بے فائدہ ناجائز کام ہے۔

امام مالکؒ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی سونے کو چاندی کے ساتھ یا چاندی کو سونے کے عوض اندازے سے بیچے، جب کہ وہ ڈلا ہو یا ڈھال کر زیور بنایا گیا ہو۔ لیکن گنتی کے حساب سے چلنے والے دراہم و دینار کو کوئی اندازے سے نہ خریدے، جب تک کہ ان کی گنتی معلوم نہ ہو اور انہیں شمار نہ کر لیا جائے۔ اگر کوئی آدمی انہیں اندازے سے خریدے تو گنتی ترک کرنے کا سبب دھوکہ دینا ہے اور یہ مسلمانوں کے کاروبار میں سے نہیں۔ لیکن ڈلی یا زیور جو وزن سے لیتے دیتے ہیں۔ انہیں اندازے سے بیچ دینا جائز ہے اور ان کی مثال گندم یا جَو یا کھانے کی اور چیزیں ہیں۔ جنہیں اندازے سے بیچا جاتا ہے اور اسی طرح انہیں ناپ کر بھی بیچا جاتا ہے۔ ان کے اندازاً خریدنے میں حرج نہیں۔ (خلاصہ یہ کہ جہاں پر سُود کا خطرہ ہو وہاں اندازے سے کاروبار کرنا درست نہیں۔ اس مسئلے میں دوسرے فقہا بعض صورتوں میں امام مالکؒ سے متفق ہیں، بعض میں نہیں۔ اور بنیادی بات وہی سُود کا اندیشہ ہے۔ مسئلہ خالصًا اجتہادی ہے۔ لہذا اس میں اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس نے مُصحف خریدا یا تلوار یا انگوٹھی اور ان میں سے کسی میں کچھ سونا چاندی تھی۔ بیع دراہم یا دنانیر کے ساتھ ہوئی۔ پس اگر ان میں سونا تھا اور سودا دیناروں کے ساتھ ہوا تو اگر ان اشیا میں سے کسی کی قیمت ⅔ ہو اور اس کے اندر کے سونے کی قیمت ایک تہائی ہو تو یہ جائز ہے۔ اس میں حرج نہیں، جب کہ معاملہ دست بدست ہو اور ہمارے ہاں لوگ ہمیشہ ایسا کرتے رہے ہیں۔ (امام محمدؒ کے نزدیک یہ سودا بالکل جائز نہیں ہے اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب اصل چیز سونے چاندی کی نسبت زیادہ ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

۱۷۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّرْفِ

بیع صرف کا بیان

ہدایہ میں ہے کہ صرف وہ بیع ہے جس میں دونوں طرف کا عوض سونا یا چاندی ہو۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ اس بیع میں صرف ثمن ہی ہاتھوں میں پھرتا ہے۔ ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر۔ اور کسی بدل میں بذاتِ خود کوئی نفع اس کے سوا نہیں ہوتا کہ وہ دوسری اشیا کا بدل یا قیمت ہو سکتے ہیں۔ اور ان کی بیع وشراء میں ایک دوسرے سے کمی بیشی ہوتی ہے۔ صرف کا معنیٰ پھرنا اور کم وبیش ہونا ہے۔

۱۳۴۹۔ حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ النَّصْرِيِّ، أَنَّهُ الْتَمَسَ صَرْفًا بِمِائَةِ دِينَارٍ. قَالَ فَدَعَانِي طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ. فَتَرَاوَضْنَا حَتَّى اصْطَرَفَ مِنِّي وَأَخَذَ الذَّهَبَ يُقَلِّبُهَا فِي يَدِهِ. ثُمَّ قَالَ: حَتَّى يَأْتِيَنِي خَازِنِي مِنَ الْغَابَةِ. وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسْمَعُ. فَقَالَ عُمَرُ وَاللَّهِ لَا تُفَارِقُهُ حَتَّى تَأْخُذَ مِنْهُ. ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ" "وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ. وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ. وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ. وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

قَالَ مَالِكٌ: إِذَا اصْطَرَفَ الرَّجُلُ دَرَاهِمَ بِدَنَانِيرَ. ثُمَّ وَجَدَ فِيهَا دِرْهَمًا زَائِفًا فَأَرَادَ رَدَّهُ. انْتَقَضَ صَرْفُ الدِّينَارِ. وَرَدَّ إِلَيْهِ وَرِقَهُ. وَأَخَذَ إِلَيْهِ دِينَارَهُ. وَتَفْسِيرُ مَا كُرِهَ مِنْ ذَلِكَ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ" قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: وَإِنِ اسْتَنْظَرَكَ إِلَى أَنْ يَلِجَ بَيْتَهُ فَلَا تُنْظِرْهُ. وَهُوَ إِذَا رَدَّ عَلَيْهِ دِرْهَمًا مِنْ صَرْفٍ، بَعْدَ أَنْ يُفَارِقَهُ، كَانَ بِمَنْزِلَةِ الدَّيْنِ أَوِ الشَّيْءِ الْمُتَأَخِّرِ. فَلِذَلِكَ كُرِهَ ذَلِكَ. وَانْتَقَضَ الصَّرْفُ. وَإِنَّمَا أَرَادَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، أَنْ لَا يُبَاعَ الذَّهَبُ وَالْوَرِقُ وَالطَّعَامُ كُلُّهُ عَاجِلًا بِآجِلٍ. فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ تَأْخِيرٌ وَلَا نَظِرَةٌ. وَإِنْ كَانَ مِنْ صِنْفٍ وَاحِدٍ. أَوْ كَانَ مُخْتَلِفَةً أَصْنَافُهُ.

ترجمہ: مالک بن اوس بن حدثانؒ نصری سے روایت ہے کہ وہ سو دینار کے درہم چاہتا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھ کو طلحہ بن

عبید اللہ نے بلایا۔ پس ہم نے معاملے پر بات چیت کی، یہاں تک کہ بات طے ہو گئی اور وہ سونے کو اپنے ہاتھ میں الٹ پلٹ کرنے لگے۔ پھر کہا کہ جب میرا خزانچی آجائے گا، غابہ نامی مقام سے۔ اور حضرت عمر بن الخطاب سُن رہے تھے۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں واللہ تم اس سے جدا نہیں ہو سکتے۔ حتیٰ کہ اس سے رقم لے لو۔ پھر فرمایا کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سونے کے بدلے چاندی سُود ہے مگر دست بدست۔ اور گندم کے بدلے گندم سُود ہے مگر دست بدست، اور کھجور کے بدلے کھجور سُود ہے مگر دست بدست۔ اور جَو کے بدلے جَو سُود ہے مگر دست بدست اور نمک کے بدلے نمک سُود ہے مگر دست بدست۔ (موطائے امام محمدؒ کتاب الصرف میں اس حدیث کے آخر میں نمک کا ذکر نہیں ہے۔ اور نہ ابتدا میں گندم کا ذکر ہے۔)

شرح: جمہور علماء کا قول ہے کہ گندم اور جَو دو الگ الگ اجناس ہیں۔ امام مالکؒ دونوں کو ایک کہتے ہیں۔ اس حدیث سے جمہور کے قول کی تائید ہوتی۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ اس حدیث سے ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ نے بیعِ صرف میں مجلس کے اندر تقابض کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ مالکؒ کے نزدیک عقد پختہ ہوتے ہی تقابض شرط ہے، دیر جائز نہیں۔ گو مجلس کے اندر ہی ہو۔

ترجمہ: ایضاً۔ امام مالکؒ نے کہا کہ جب کوئی شخص دراہم کا تبادلہ دیناروں سے کرے۔ پھر ان میں ایک درہم کھوٹا پائے۔ تو جب اسے واپس کرے تو دینار کا سارا سودا توڑے اور اسے اس کی چاندی واپس کر کے اپنا دینار لے لے۔ اور اس میں جو کراہت ہے، اس کی تفسیر یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چاندی کے بدلے سونا سُود ہے مگر دست بدست۔ اور عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ اگر وہ تجھ سے گھر میں داخل ہونے کی مہلت مانگے تو اسے مہلت نہ دے۔ اور بیع صرف میں اس نے جب دوسرے سے جُدا ہونے کے بعد ایک درہم واپس کیا تو دَین کی مانند ہو گیا یا اُجرت پر لی ہوئی چیز کی طرح۔ اسی لئے یہ مکروہ ہے اور بیع صرف ٹوٹ گئی۔ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد یہ ہے کہ سونا اور چاندی اور کھانے کی اشیاء کو حاضر کو موخر کے بدلے نہ فروخت کیا جائے اور ان میں سے کسی چیز میں تاخیر یا مہلت نہ ہو۔ اگر وہ ایک صنف سے ہوں۔ یا مختلف اصناف سے ہوں۔ (راوی کی حدیث کے آخر میں ائمہ فقہ کا اس مسئلہ میں اختلاف مختصراً بیان ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بظاہر امام مالکؒ کے قول کی تائید میں ہے۔ مگر دیگر فقہا اسے مبالغے اور تاکید پر مبنی سمجھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جب تک آدھے درہم کھوٹے نہ ہوں، اس مسئلہ میں بیعِ صرف باطل نہیں ہوتی۔ احمدؒ نے کہا کہ کھوٹے درہم کم ہوں یا زیادہ، بیعِ صرف باطل نہیں ہوتی۔)

۱۸۔ بَابُ الْمُرَاطَلَةِ

مراطلہ کا بیان

بیع صرف کی وہ خاص قسم جس میں سونے کی بیع سونے کے ساتھ اور چاندی کی بیع چاندی کے ساتھ وزن کر کے ہوتی؟ مراطلہ کہلاتی ہے۔

۱۳۵۰۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُسَيْطٍ، أَنَّهُ رَأَى سَعِيدَ ابْنَ الْمُسَيَّبِ يُرَاطِلُ الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ. فَيُفْرِغُ ذَهَبَهُ فِي كِفَّةِ الْمِيزَانِ. وَيُفْرِغُ صَاحِبُهُ

الذي يراطله ذهبه في كفة الميزان الأخرى. فإذا اعتدل لسان الميزان أخذ وأعطى.

قال مالك: الأمر عندنا في بيع الذهب بالذهب، والورق بالورق، مراطلة: أنه لا بأس بذلك. أن يأخذ أحد عشر دينارا بعشرة دنانير يدا بيد. إذا كان وزن الذهبين سواء عينا بعين. وإن تفاضل العدد. والدراهم أيضا في ذلك بمنزلة الدنانير.

قال مالك: من راطل ذهبا بذهب. أو ورقا بورق. فكان بين الذهبين فضل مثقال أعطى صاحبه قيمته من الورق، أو من غيرها. فلا يأخذه. فإن ذلك قبيح. وذريعة إلى الربا. لأنه إذا جاز له أن يأخذ المثقال بقيمته. حتى كأنه اشتراه على حدته. جاز له أن يأخذ المثقال بقيمته مرارا. لأن يجيز ذلك البيع بينه وبين صاحبه.

قال مالك: ولو أنه باعه ذلك المثقال مفردا ليس معه غيره. لم يأخذه بعشر الثمن الذي أخذه به. لأن يجوز له البيع. فذلك الذريعة إلى إحلال الحرام. والأمر المنهي عنه.

قال مالك، في الرجل يراطل الرجل، ويعطيه الذهب العتق الجياد، ويجعل معها تبرا ذهبا غير جيدة. ويأخذ من صاحبه ذهبا كوفية مقطعة. وتلك الكوفية مكروهة عند الناس. فيتبايعان ذلك مثلا بمثل: إن ذلك لا يصلح.

قال مالك: وتفسير ما كره من ذلك، أن صاحب الذهب الجياد أخذ فضل عيون ذهبه في التبر الذي طرح مع ذهبه. ولولا فضل ذهبه على ذهب صاحبه، لم يراطله صاحبه بتبره ذلك، إلى ذهبه الكوفية. فامتنع. وإنما مثل ذلك كمثل رجل أراد أن يبتاع ثلاثة أصوع من تمر عجوة. بصاعين ومد من تمر كبيس. فقيل له: هذا لا يصلح. فجعل صاعين من كبيس، وصاعا من حشف. يريد أن يجيز بذلك بيعه. فذلك لا

يَصْلُحُ - لِاَنَّهُ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُ الْعَجْوَةِ لِيُعْطِيَهُ صَاعًا مِنَ الْعَجْوَةِ بِصَاعٍ مِنْ حَشَفٍ. وَاِنَّمَا اَعْطَاهُ ذٰلِكَ لِفَضْلِ الْكَبِيسِ - اَوْ اَنْ يَقُوْلَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ: بِعْنِيْ ثَلَاثَةَ اَصْوُعٍ مِنَ الْبَيْضَاءِ - بِصَاعَيْنِ وَنِصْفٍ مِنْ حِنْطَةٍ شَامِيَّةٍ - فَيَقُوْلُ: هٰذَا لَا يَصْلُحُ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ. فَيَجْعَلُ صَاعَيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ شَامِيَّةٍ - وَصَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ. يُرِيْدُ اَنْ يُجِيْزَ، بِذٰلِكَ، الْبَيْعَ فِيْمَا بَيْنَهُمَا فَهٰذَا لَا يَصْلُحُ لِاَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيُعْطِيَهُ بِصَاعٍ مِنْ شَعِيْرٍ، صَاعًا مِنْ حِنْطَةٍ بَيْضَاءَ، لَوْ كَانَ ذٰلِكَ الصَّاعُ مُفْرَدًا - وَاِنَّمَا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ لِفَضْلِ الشَّامِيَّةِ عَلَى الْبَيْضَاءِ - فَهٰذَا لَا يَصْلُحُ - وَهُوَ مِثْلُ مَا وَصَفْنَا مِنَ التِّبْرِ -

قَالَ مَالِكٌ: فَكُلُّ شَيْءٍ مِنَ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَالطَّعَامِ كُلِّهِ - الَّذِيْ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُبَاعَ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ فَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُجْعَلَ مَعَ الصِّنْفِ الْجَيِّدِ مِنَ الْمَرْغُوْبِ فِيْهِ، الشَّيْءُ الرَّدِيُّ الْمَسْخُوْطُ، لِيُجَازَ الْبَيْعُ - وَلِيُسْتَحَلَّ بِذٰلِكَ مَا نُهِيَ عَنْهُ مِنَ الْاَمْرِ الَّذِيْ لَا يَصْلُحُ، اِذَا جُعِلَ ذٰلِكَ مَعَ الصِّنْفِ الْمَرْغُوْبِ فِيْهِ - وَاِنَّمَا يُرِيْدُ صَاحِبُ ذٰلِكَ اَنْ يُدْرِكَ بِذٰلِكَ، فَضْلَ جَوْدَةِ مَا يَبِيْعُ - فَيُعْطِي الشَّيْءَ الَّذِيْ لَوْ اَعْطَاهُ وَحْدَهُ، لَمْ يَقْبَلْهُ صَاحِبُهُ - وَلَمْ يَهْمُمْ بِذٰلِكَ. وَاِنَّمَا يَقْبَلُهُ مِنْ اَجْلِ الَّذِيْ يَاْخُذُ مَعَهُ، لِفَضْلِ سِلْعَةِ صَاحِبِهِ عَلٰى سِلْعَتِهِ - فَلَا يَنْبَغِيْ لِشَيْءٍ مِنَ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَالطَّعَامِ اَنْ يَدْخُلَهُ شَيْءٌ مِنْ هٰذِهِ الصِّفَةِ - فَاِنْ اَرَادَ صَاحِبُ الطَّعَامِ الرَّدِيِّ اَنْ يَبِيْعَهُ بِغَيْرِهِ - فَلْيَبِعْهُ عَلٰى حِدَتِهِ - وَلَا يَجْعَلُ مَعَ ذٰلِكَ شَيْئًا - فَلَا بَاْسَ بِهِ اِذَا كَانَ كَذٰلِكَ -

ترجمہ: یزید بن عبداللہ بن قسیطؒ نے سعید بن المسیبؒ کو سونے کا سونے کے ساتھ مراطلہ کرتے دیکھا۔ پس وہ اپنا سونا ترازو کے ایک پلڑے میں ڈالتے اور دوسرا شخص اپنا سونا دوسرے پلڑے میں ڈالتا۔ جب ترازو سیدھا ہو جاتا تو لین دین کر لیتے۔ (المحلیٰ میں ہے کہ یہی ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ بطور مراطلہ سونے کی بیع سونے کے ساتھ کرنے اور چاندی کی بیع چاندی کے ساتھ کرنے میں ہمارے ہاں یہ معمول ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ گیارہ دینار کی بیع دس دینار حاضر کے ساتھ کی جائے جب

دونوں طرف کے سونے کا وزن برابر ہو۔ (سکے چھوٹے بڑے بھی ہوتے تھے) اگرچہ دیناروں اور درہموں کی تعداد کم وبیش ہو۔ دراہم کا حکم بھی دنانیر جیسا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ سونے کا سونے کے ساتھ اور چاندی کا چاندی کے ساتھ مراطلہ کیا اور سونے میں ایک طرف ایک مثقال زائد تھا۔ کم سونے والے نے اس کی قیمت چاندی کی صورت میں دے دی یا کسی اور چیز سے، تو دوسرا اُسے نہ لے۔ کیونکہ یہ قبیح ہے اور سُود کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ اگر اسے جائز کیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس زائد مثقال کی بیع الگ ہوئی ہے اور اس کے لئے کئی بار یہی معاملہ کرنا جائز ہے کہ مثقال کو قیمتاً فروخت کرے۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر وہ اس مثقال کی بیع الگ سے کرے۔ کوئی اور چیز ساتھ نہ ہو تو اتنی قیمت پر نہ دیتا جس پر اب بیع کو جائز کرنے کے لئے دیا ہے۔ پس یہ حرام کو حلال کرنے کا ذریعہ ہے جو ممنوع ہے۔ (ابوحنیفہ اور فقہائے عراق نے اسے اس بنا پر جائز کیا ہے کہ سونے کے بدلے برابر کا سونا ہے اور ایک طرف جو زائد ہے اس کے مقابلے میں چاندی یا کوئی چیز ہے، لہذا اس میں ربوٰ نہیں۔)

مالک نے کہا کہ جو شخص دوسرے کے ساتھ مراطلہ کرے اور اسے اعلیٰ درجے کا سونا دے مگر اس کے ساتھ کچھ گھٹیا سونے کا ڈلا ملا دے اور اپنے ساتھی سے گھٹیا سونے کے ٹکڑے لے، جسے لوگ ناپسند کرتے ہیں۔ اور وہ اس میں برابر برابر کا معاملہ کریں تو یہ جائز نہیں ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ اس کے مکروہ ہونے کی تفسیر یہ ہے کہ بہتر سونے والے شخص نے اپنے بہتر سونے کی کسر اس ڈلے میں نکالی لی ہے، جو اس نے گھٹیا سونے کی شکل میں بڑھیا سونے کے ساتھ ملایا تھا۔ اور اگر اس کا سونا اس کے ساتھی کے سونے سے بہتر نہ ہوتا، اس کا ساتھی اس کے اس ڈلے کے سبب سے اپنے گھٹیا سونے کا تبادلہ نہ کرتا۔ (یعنی ہر شخص نے دوسرے کے سونے پر نظر رکھی اور اپنا فائدہ مدِنظر رکھا۔ چونکہ کسی نہ کسی طرف سونے کا اضافہ ہوگیا۔ لہذا یہ سودا درست نہ رہا۔ اور یہ بات مجہول رہی کہ اصل میں فائدہ کس کا ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ جنس ایک ہے۔ لہذا گھٹیا اور بڑھیا کا اعتبار نہیں۔ حنفیہ کے نزدیک یہ سودا مباح ہے۔ سارے عراقی فقہا کا یہی قول ہے اور حدیث اَلذَّھَبُ بِالذَّھَبِ مِثْلاً بِمِثْلٍ اس کی دلیل ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو تین صاع عجوہ کھجور کو دو صاع اور دو مُد کبیس کھجور کے ساتھ خریدنا چاہے اور اسے کہا کہ یہ درست نہیں۔ (ایک ہی جنس کی مقدار کی کمی بیشی کے باعث) تو وہ دو صاع کبیس ایک صاع حشف کھجور کا لے کر اسے جائز بنانا چاہے، تو یہ جائز نہیں۔ کیونکہ عجوہ والا ایک صاع کھجور کو ایک صاع حشف کے بدلے نہ دیتا۔ اس نے صرف اس لئے ایسا کیا ہے کہ کبیس بہتر کھجور ہے۔ (مگر یہاں بھی اگر دونوں طرف کی مقدار برابر ہے تو حنفیہ کے نزدیک معاملہ جائز ہے۔) یا اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ مجھے تین صاع سفید گندم اڑھائی سیر شامی گندم کے بدلے دے دو۔ دوسرا کہے کہ یہ تو درست نہیں۔ مگر برابر برابر۔ پس وہ دو صاع شامی گندم اور ایک صاع جَو کر دے۔ تاکہ دونوں کے درمیان بیع کا معاملہ جائز ہو جائے۔ پس یہ جائز نہیں، کیونکہ وہ ایک سیر جَو کے بدلے ایک صاع گندم نہ دیتا۔ اس نے اگر دیا ہے تو شامی گندم کے سفید پر بڑھیا ہونے کے باعث دیا ہے اور یہ جائز نہیں۔ سونے کے ڈلے والی مثال بھی یہی ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ گندم اور جَو کو ایک جنس قرار دیا جائے۔ اور امام مالکؒ کا مسلک یہی ہے۔ ورنہ یہ جمہور کے نزدیک دو اجناس ہے جن میں تفاضل جائز ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ سونا چاندی اور طعام میں سے ہر چیز جسے برابر برابر ہی لیا دیا جا سکے، اس میں یہ جائز نہیں کہ اچھی پسندیدہ قسم کے ساتھ گھٹیا غیر پسندیدہ چیز ملا دی جائے تاکہ اس کے ساتھ بیع کو جائز کیا جا سکے۔ اور ناجائز غیر حلال امر کو حلال کیا جا سکے کہ پسندیدہ کو غیر پسندیدہ سے ملا دیا گیا تاکہ دوسرے کی پسندیدہ چیز کو حاصل کیا جا سکے۔ اگر صرف اسی غیر پسندیدہ چیز کا سودا کیا جاتا تو دوسرا قبول نہ کرتا۔ وہ اگر قبول کرتا ہے تو اس لئے کہ اس کے ساتھ بہتر چیز ملی ہوئی ہے، جو وہ لینا چاہتا ہے۔ پس سونے چاندی اور طعام میں اس قسم کی کوئی چیز داخل کرنا جائز نہیں۔ اگر ردی طعام والا دوسرے طعام کے ساتھ بیچنا چاہے تو پہلے اس کا الگ سودا کرے اور دوسرا سودا الگ، اس میں کوئی حرج نہیں۔ (جنس کے بارے میں گفتگو اوپر گزری۔)

۱۹۔ بَابُ الْعِيْنَةِ وَمَا يُشْبِهُهَا

بیع عینہ وغیرہ اور طعام پر قبضہ سے پہلے اس کی بیع

بیع عینہ یہ ہے کہ مثلاً الف نے کوئی چیز ب کے ہاتھ سو روپے میں دو ماہ کے وعدے پر بیچی اور پھر ب سے وہی چیز اسی وقت اسّی نقد دے کر خرید لی۔ ب کو اسّی روپے نقد مل گئے اور بیس روپے اس کے ذمے ہو گئے جو وہ دو ماہ میں ادا کرے گا۔ یہ صریحاً سُود ہے مگر ایک چالاکی کے ساتھ۔ امام شافعیؒ نے اسے جائز مگر مکروہ کہا ہے اور جمہور کے نزدیک یہ حرام ہے۔ امام احمدؒ نے کتاب الزہد میں اس کی صریح حرمت میں ایک حدیث روایت کی ہے، جسے ابن القطان نے صحیح کہا ہے کہ جب لوگ عینہ کی بیع کریں اور بیلوں کی دُموں کے پیچھے لگ جائیں اور جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیں، تو اللہ تعالیٰ ان پر ایسی بلا نازل کرے گا، جسے صرف دین کی طرف واپس آنے سے ہی اُٹھائے گا۔ یہ حدیث ابوداؤدؒ نے بھی روایت کی ہے۔

۱۳۵۱۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص طعام خریدے تو اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے نہ بیچے۔ (یہ حدیث مؤطا کے امام محمدؒ میں باب مَا لَمْ يُقْبَضْ مِنَ الطَّعَامِ وغیرہ کے اندر درج کی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ کسی چیز پر قبضہ کئے بغیر اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ نہی تو طعام کے متعلق ہے مگر ہر چیز کا یہی حکم ہے۔ ابوحنیفہؒ کا قول بھی یہی ہے۔ مگر انہوں نے غیر منقولہ جائداد کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے لیکن ہمارے نزدیک ہر چیز نہی میں داخل ہے۔

۱۳۵۲۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَقْبِضَهُ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص طعام خریدے وہ اس پر قبضہ

کئے بغیر اسے نہ بیچے۔

۱۳۵۳- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ: كُنَّا فِي زَمَانِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَاعُ الطَّعَامَ. فَيَبْعَثُ عَلَيْنَا مَنْ يَأْمُرُنَا بِانْتِقَالِهِ. مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي ابْتَعْنَاهُ فِيهِ. إِلَى مَكَانٍ سِوَاهُ، قَبْلَ أَنْ نَبِيعَهُ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں طعام خریدتے تھے تو آپ ہمارے پاس ایسے شخص کو بھیجتے جو ہمیں اس کو خرید کی جگہ سے کسی اور جگہ کی طرف اس کی بیع کرنے سے قبل منتقل کرنے کا حکم دیتا تھا۔ (یہ حدیث مؤطا کے امام محمدؒ میں بھی مروی ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ انتقال کے حکم کا منشا یہ تھا کہ اس چیز پر قبضہ کریں۔ کیونکہ قبضہ کرنے سے پہلے اسے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔)

۱۳۵۴- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ ابْتَاعَ طَعَامًا، أَمَرَ بِهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِلنَّاسِ. فَبَاعَ حَكِيمٌ الطَّعَامَ قَبْلَ أَنْ يَسْتَوْفِيَهُ. فَبَلَغَ ذٰلِكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ. وَقَالَ: لَا تَبِعْ طَعَامًا ابْتَعْتَهُ حَتّٰى تَسْتَوْفِيَهُ۔

ترجمہ: حکیم بن حزامؓ نے حضرت عمر بن الخطابؓ کے حکم سے لوگوں کے لئے دیا ہوا طعام خریدا۔ اور اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے فروخت کر ڈالا۔ جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو انہوں نے یہ بیع رد کر دی۔ اور فرمایا کہ اناج تو نے خریدا اس پر قبضہ کرنے سے قبل اسے مت بیچ۔ (یہ اثر موطا امام محمد میں مذکورہ بالا باب میں مروی ہے۔)

شرح: یعنی یہ اناج جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو بیت المال سے دیا تھا۔ اور اسے حکیم بن حزامؓ نے لیا تھا۔ یا یہ مطلب ہے کہ حضرت عمرؓ لوگوں کو کھانا کھلانا چاہتے تھے اور حکیم بن حزامؓ کو خریدنے کا حکم دیا۔ انہوں نے غلہ خرید کر قبضہ سے پہلے بیچ ڈالا۔ غالباً زیادہ نفع مل گیا ہوگا۔ اور وہ اس رقم سے اور غلہ خریدنا چاہتے تھے۔ یا یہ کہ جناب عمرؓ نے غلہ خرید کرایا اور پھر خیال آیا کہ نقد رقم بانٹی جائے۔ لہذا حکیمؓ نے ان کی رائے سے مطلع ہو کر اسے بیچ ڈالا۔ بہرحال دوسرا معاملہ قبضہ سے قبل ہوا تھا۔ اس لئے اسے رد کیا گیا۔

۱۳۵۵- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ صُكُوكًا خَرَجَتْ لِلنَّاسِ فِي زَمَانِ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ. مِنْ طَعَامِ الْجَارِ. فَتَبَايَعَ النَّاسُ تِلْكَ الصُّكُوكَ بَيْنَهُمْ، قَبْلَ أَنْ يَسْتَوْفُوهَا. فَدَخَلَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلٰى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَقَالَا: أَتُحِلُّ بَيْعَ الرِّبَا يَا مَرْوَانُ؟ فَقَالَ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ. وَمَا ذَاكَ؟ فَقَالَا: هٰذِهِ الصُّكُوكُ

تَبَايَعَهَا النَّاسُ ثُمَّ بَاعُوهَا. قَبْلَ أَنْ يَسْتَوْفُوهَا فَبَعَثَ مَرْوَانُ الْحَرَسَ يَتْبَعُونَهَا. يَنْزِعُونَهَا مِنْ أَيْدِي النَّاسِ. وَيَرُدُّونَهَا إِلَى أَهْلِهَا۔

ترجمہ: مالک کو خبر پہنچی ہے کہ مروان بن الحکم کے زمانے میں جار کے اناج کی دستاویزیں لوگوں کو تقسیم ہوئیں تو لوگوں نے وہ دستاویزیں ایک دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالیں قبل اس کے کہ اناج پر قبضہ کریں۔ پس زید بن ثابتؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور صحابی مروان بن الحکم کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ اے مروان! کیا تو سُود کی بیع حلال کرتا ہے؟ اس نے کہا خدا کی پناہ! وہ کیسے؟ انہوں نے کہا یہ دستاویزیں جو لوگ بیچ رہے ہیں! دیکھو یہ بھی کہ غلہ پر قبضہ کرنے سے پہلے انہوں نے اسے فروخت کیا۔ پس مروان نے پولیس کے لوگ بھیجے، جو ان دستاویزات کو لوگوں کے ہاتھوں سے لیتے تھے اور ان کے مالکوں کو واپس کرتے تھے۔

شرح: حضرت شاہ ولی اللہ کی تشریح کے مطابق یہ دستاویزات کی بیع تھی، جس سے منع کیا گیا۔ دستاویزات کی بیع اصل میں اس چیز کی بیع تھی، جو ان میں مکتوب تھی اور جس پر ابھی قبضہ نہ ہوا تھا۔ لہٰذا یہ ممنوع تھی۔ امام محمدؒ نے باب الرَّجُلِ يَكُونُ لَهُ الْعَطَايَا میں سعید بن المسیبؒ کے اثر پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ قرضخواہ کے لئے قرض واپس لئے بغیر اس کی بیع کرنا حلال نہیں۔ کیونکہ یہ دھوکا ہے۔ پس حنفیہ کا مسلک یہ معلوم ہوتا ہے کہ دستاویز کی بیع جائز نہیں۔ کیونکہ وہ ایک کا غذ ہے جو اصل میں بے قیمت ہے اور جو مال اس میں لکھا ہے اس پر ابھی قبضہ نہیں ہوا تو بیع کا ہے کی ہوئی؟ اس روایت کے الفاظ سے شبہ ہوتا ہے کہ لوگوں نے اپنی دستاویزیں بیچ دیں اور ان کے خریداروں نے انہیں آگے بیچ ڈالا۔ مگر اواخر حدیث سے پتہ چلا کہ پولیس والوں نے وہ دستاویزیں پھر ان کے مالکوں کو لوٹائیں۔ اس لئے بعض شارحین نے کہا کہ دوسری بیع ردّ کی گئی۔ بعض نے کہا کہ دونوں ردّ کر دی گئیں۔ لیکن ہمارے نزدیک صرف ایک بیع تھی اس کو لوٹایا گیا۔

۱۳۵۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَجُلًا أَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَ طَعَامًا مِنْ رَجُلٍ إِلَى أَجَلٍ. فَذَهَبَ بِهِ الرَّجُلُ الَّذِي يُرِيدُ أَنْ يَبِيعَهُ الطَّعَامَ إِلَى السُّوقِ. فَجَعَلَ يُرِيهِ الصُّبَرَ وَيَقُولُ لَهُ: مِنْ أَيِّهَا تُحِبُّ أَنْ أَبْتَاعَ لَكَ؟ فَقَالَ الْمُبْتَاعُ، أَتَبِيعُنِي مَا لَيْسَ عِنْدَكَ؟ فَأَتَيَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فَذَكَرَا ذٰلِكَ لَهُ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لِلْمُبْتَاعِ: لَا تَبْتَعْ مِنْهُ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ. وَقَالَ لِلْبَائِعِ، لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ ایک آدمی نے کسی سے معیّن مدت تک غلّہ ادھار خریدنا چاہا۔ وہ دوسرا اسے بازار میں لے گیا اور اسے غلّے کے ڈھیر دکھا کر کہنے لگا کہ تو ان میں سے کس ڈھیر سے چاہتا ہے کہ میں تجھے خرید دوں؟ خریدار نے کہا کہ کیا تو میرے ہاتھ وہ چیز بیچتا ہے جو تیرے پاس نہیں ہے؟ پھر وہ دونوں عبداللہ بن عمرؓ کے پاس گئے اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا۔ پس عبداللہ بن عمرؓ نے خریدار سے فرمایا، اس سے وہ چیز مت خرید جو اس کے پاس نہیں ہے اور بائع

فرمایا، وہ چیز مت بیچ جو تیرے پاس نہیں ہے۔ (اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔)

۱۳۵۷۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، اَنَّهٗ سَمِعَ جَمِیْلَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُؤَذِّنَ، یَقُوْلُ لِسَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ: اِنِّیْ رَجُلٌ مِنَ الْاَرْزَاقِ الَّتِیْ تُعْطَی النَّاسُ بِالْجَارِ مَا شَاءَ اللّٰهُ۔ ثُمَّ اُرِیْدُ اَنْ اَبِیْعَ الطَّعَامَ الْمَضْمُوْنَ عَلَیَّ اِلٰی اَجَلٍ۔ فَقَالَ لَهٗ سَعِیْدٌ: اَتُرِیْدُ اَنْ تُوَفِّیَهُمْ مِنْ تِلْكَ الْاَرْزَاقِ الَّتِیْ ابْتَعْتَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ۔ فَنَهَاهُ عَنْ ذٰلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَیْهِ عِنْدَنَا، الَّذِیْ لَا اخْتِلَافَ فِیْهِ اَنَّهٗ مَنِ اشْتَرٰی طَعَامًا بُرًّا اَوْ شَعِیْرًا اَوْ سُلْتًا اَوْ ذُرَةً اَوْ دُخْنًا۔ اَوْ شَیْئًا مِنَ الْحُبُوْبِ الْقِطْنِیَّةِ۔ اَوْ شَیْئًا مِمَّا یُشْبِهُ الْقِطْنِیَّةَ مِمَّا تَجِبُ فِیْهِ الزَّكَاةُ۔ اَوْ شَیْئًا مِنَ الْاُدُمِ كُلِّهَا۔ الزَّیْتِ وَالسَّمْنِ وَالْعَسَلِ وَالْخَلِّ وَالْجُبْنِ وَالشِّبْرِقِ (وَالشَّیْرَقِ) وَاللَّبَنِ۔ وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْاُدُمِ۔ فَاِنَّ الْمُبْتَاعَ، وَلَا یَبِیْعُ شَیْئًا مِنْ ذٰلِكَ، حَتّٰی یَقْبِضَهٗ وَیَسْتَوْفِیَهٗ۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعیدؒ نے جمیل بن عبدالرحمٰن مؤذن کو سعید بن المسیبؒ سے یہ کہتے سُنا کہ میں خدا کے فضل سے لوگوں سے ان عطایا میں سے خریدتا ہوں، جو انہیں مقام جار کے متعلق ملتے ہیں پھر میں چاہتا ہوں کہ جس غلے کی مجھ پر (بلحاظ قیمت) ذمہ داری ہے، اسے ایک مدت کے وعدے پر بیچتا ہوں۔ پس سعیدؒ نے کہا کہ کیا تو ارادہ رکھتا ہے کہ جو عطایا تو نے خریدے ہوں، انہی میں سے ان کا مطالبہ پورا کرے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ پس سعیدؒ نے اسے اس سے منع کیا۔ (نہی کی علت وہی بیع قبل القبض ہے، جس کا ذکر گزرا اور حدیث نمبر ۱۳۵۶ کی شرح میں ہم نے امام محمدؒ کا قول بیان کیا ہے کہ یہ دھوکے کی بیع ہے لہذا ممنوع ہوئی۔)

امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں (مدینہ میں) یہ اجماعی امر ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس نے کوئی طعام خریدا۔ مثلاً گندم یا جو یا سلت یا جوار یا باجرہ یا دالوں کے غلے یا کوئی اور چیز جو دالوں جیسی ہو اور اس میں زکوٰۃ واجب ہو، یا سالن کے طور پر کھانے کی چیزیں۔ مثلاً روغن زیتون اور گھی اور شہد اور سرکہ اور پنیر اور دودھ یا تلوں کا تیل وغیرہ تو خریدار جب تک قبضہ نہ کرے۔ ان میں سے کسی چیز کو نہ بیچے۔ (یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔)

۲۰۔ بَابُ مَا یُكْرَهُ مِنْ بَیْعِ الطَّعَامِ اِلٰی اَجَلٍ

غلے کو کن صورتوں میں اُدھار بیچنا ناجائز ہے۔

۱۳۵۸۔ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِی الزِّنَادِ، اَنَّهٗ سَمِعَ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ وَسُلَیْمَانَ

ابنِ یَسَارٍ یَنْھَیَانِ اَنْ یَبِیْعَ الرَّجُلُ حِنْطَۃً بِذَھَبٍ اِلٰی اَجَلٍ۔ ثُمَّ یَشْتَرِیَ بِالذَّھَبِ تَمْرًا قَبْلَ اَنْ یَقْبِضَ الذَّھَبَ۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ اور سلیمان بن یسارؒ اس سے منع کرتے تھے کہ آدمی گندم کو سونے کے عوض ایک میعاد تک فروخت کرے۔ اور پھر اس سونے پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کے ساتھ کھجور خریدے۔ (مؤطا امام محمدؒ میں یہ اثر بَابُ الرَّجُلِ یَبِیعُ الطَّعَامَ نَسِیْئَۃً میں مروی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ اس رقم پر قبضہ کرنے سے قبل اس کے ساتھ کھجور خریدے۔ بشرطیکہ کھجور موجود ہو۔ اور وہ ادھار نہ ہو۔ سعید بن المسیبؒ کا قول سعید بن جبیر کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے کہا، کچھ نہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور یہی قول ابو حنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا ہے مولانا عبدالحئیؒ نے اس پر لکھا ہے کہ ممنوع چیز تو وہ غیر مقبوض چیز کی بیع ہے جبکہ جو چیز قبضے میں نہیں اس کے ساتھ کوئی چیز خریدی بھی نہیں جا سکتی۔ حافظ ابن حزم نے المحلّٰی میں کہا ہے کہ قبضہ کرنے سے پہلے ثمن میں تصرف جائز ہے یہی ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کا قول ہے۔ کیونکہ سنن اربعہ میں حدیث آئی ہے کہ ابن عمرؓ نے کہا کہ میں بقیع میں اونٹ بیچتا تھا سودا دیناروں پر ہوتا، مگر میں ان کی جگہ چاندی (درہم) لے لیتا تھا۔ یعنی دیناروں کا سودا درہموں کے ساتھ قبل القبض ہوتا تھا۔

۱۳۵۹۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِکٍ، عَنْ کَثِیْرِ بْنِ فَرْقَدٍ، اَنَّہٗ سَاَلَ اَبَا بَکْرِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ حَزْمٍ: عَنِ الرَّجُلِ یَبِیْعُ الطَّعَامَ مِنَ الرَّجُلِ بِذَھَبٍ اِلٰی اَجَلٍ، ثُمَّ یَشْتَرِیْ بِالذَّھَبِ تَمْرًا قَبْلَ اَنْ یَقْبِضَ الذَّھَبَ؟ فَکَرِہَ ذٰلِکَ، وَنَھٰی عَنْہُ۔

ترجمہ: کثیر بن فرقدؒ نے ابوبکر بن محمد بن حزمؒ سے پوچھا کہ آدمی اگر کسی کے ساتھ غلّہ ایک مدت کے وعدے پر بیچے پھر رقم پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کے ساتھ کھجور خریدے تو کیسا ہے۔ ابوبکر نے ناپسند کیا اور اس سے روکا۔ (گفتگو اوپر ہوئی) مالکؒ نے ابن شہاب سے بھی اسی طرح روایت کی۔

وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِکٍ، عَنِ ابْنِ شِھَابٍ، بِمِثْلِ ذٰلِکَ۔

قَالَ مَالِکٌ: وَاِنَّمَا نَھٰی سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیِّبِ، وَسُلَیْمَانُ بْنُ یَسَارٍ، وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ حَزْمٍ، وَابْنُ شِھَابٍ، عَنْ اَنْ لَا یَبِیْعَ الرَّجُلُ حِنْطَۃً بِذَھَبٍ۔ ثُمَّ یَشْتَرِی الرَّجُلُ بِالذَّھَبِ تَمْرًا۔ قَبْلَ اَنْ یَقْبِضَ الذَّھَبَ مِنْ بَیْعِہِ الَّذِیْ اشْتَرٰی مِنْہُ الْحِنْطَۃَ۔ فَاَمَّا اَنْ یَّشْتَرِیَ بِالذَّھَبِ الَّتِیْ بَاعَ بِھَا الْحِنْطَۃَ، اِلٰی اَجَلٍ، تَمْرًا مِنْ غَیْرِ بَائِعِہِ الَّذِیْ بَاعَ مِنْہُ الْحِنْطَۃَ۔ قَبْلَ اَنْ یَقْبِضَ

الذَّهَبَ وَيُحِيلَ الَّذِي اشْتَرَى مِنْهُ التَّمْرَ عَلَى غَرِيمِهِ الَّذِي بَاعَ مِنْهُ الْحِنْطَةَ. بِالذَّهَبِ الَّتِي لَهُ عَلَيْهِ فِي ثَمَرِ التَّمْرِ. فَلَا بَأْسَ بِذٰلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَقَدْ سَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، فَلَمْ يَرَوْا بِهِ بَأْسًا۔

مالکؒ نے کہا کہ سعید بن المسیبؒ، سلیمان بن یسارؒ، ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزمؒ اور ابن شہابؒ نے اس سے اس لئے منع کیا کہ یہ سودا اس شخص کے ساتھ ہو۔ (یعنی دوسرا سودا بھی) جس سے کہ پہلی چیز مثلاً گندم خریدی تھی۔ لیکن اگر دوسرا سودا دوسرے آدمی سے طے کرے اور دوسرے شخص کو پہلے کے سپرد کر کے ذمہ داری اس پر ڈالے تو اس میں حرج نہیں۔ اسی طرح کا قول امام محمد سے بھی مروی ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ میں نے یہ مسئلہ کئی علما سے پوچھا تو انہوں نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ اسے بیع ذریعہ کہا جاتا ہے، جو حنفی و شافعی فقہا کے نزدیک جائز ہے۔ اور جو صورت مالکؒ نے بیان فرمائی اس میں ان کا بھی اختلاف نہیں۔ ورنہ بیع ذریعہ کو وہ اور امام احمدؒ ناجائز بتاتے ہیں۔

۲۱۔ بَابُ السَّلَفَةِ فِي الطَّعَامِ

اناج میں بیع سلف کا بیان

سَلَف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ محض نیکی کے خیال سے کسی کو بلا منفعت قرض دیا جائے۔ دوسری یہ کہ کسی چیز کی قیمت اب ادا کر دی جائے اور مبیع کی صفت، نام، جگہ، قسم وغیرہ کی وضاحت کر دی جائے کہ فلاں وقت پر فلاں نرخ کے حساب سے اتنی لے لیں گے۔ اسے دوسرے لفظوں میں سَلَم بھی کہتے ہیں۔ ماوردی نے کہا کہ سلف عراق والوں کی اور سَلَم حجاز والوں کی بولی ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس نام (سلم) کو پسند نہیں کیا۔ شاید اسی لئے امام مالکؒ نے سلف کا لفظ اختیار کیا ہے۔

۱۳۶۰۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: لَا بَأْسَ بِأَنْ يُسَلِّفَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي الطَّعَامِ الْمَوْصُوفِ بِسِعْرٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى. مَا لَمْ يَكُنْ فِي زَرْعٍ لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهُ، أَوْ تَمْرٍ لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا فِيمَنْ سَلَّفَ فِي طَعَامٍ بِسِعْرٍ مَعْلُومٍ. إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَحَلَّ الْأَجَلُ فَلَمْ يَجِدِ الْمُبْتَاعُ عِنْدَ الْبَائِعِ وَفَاءً مِمَّا ابْتَاعَ مِنْهُ. فَأَقَالَهُ. فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُ إِلَّا وَرِقَهُ أَوْ ذَهَبَهُ. أَوِ الثَّمَنَ الَّذِي دَفَعَ إِلَيْهِ بِعَيْنِهِ وَإِنَّهُ لَا يَشْتَرِي مِنْهُ بِذٰلِكَ الثَّمَنِ شَيْئًا. حَتَّى يَقْبِضَهُ مِنْهُ. وَذٰلِكَ أَنَّهُ إِذَا أَخَذَ غَيْرَ الثَّمَنِ الَّذِي دَفَعَ إِلَيْهِ. أَوْ صَرَفَهُ فِي سِلْعَةٍ

غَيْرِ الطَّعَامِ الَّذِي ابْتَاعَ مِنْهُ. فَهُوَ بَيْعُ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُسْتَوْفَى.

قَالَ مَالِكٌ: وَقَدْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُسْتَوْفَى.

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنْ نَدِمَ الْمُشْتَرِي فَقَالَ لِلْبَائِعِ: أَقِلْنِي وَأُنْظِرُكَ بِالثَّمَنِ الَّذِي دَفَعْتُ إِلَيْكَ فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَصْلُحُ. وَأَهْلُ الْعِلْمِ يَنْهَوْنَ عَنْهُ. وَذَلِكَ أَنَّهُ لَمَّا حَلَّ الطَّعَامُ لِلْمُشْتَرِي عَلَى الْبَائِعِ، أَخَّرَ عَنْهُ حَقَّهُ، عَلَى أَنْ يُقِيلَهُ. فَكَانَ ذَلِكَ بَيْعَ الطَّعَامِ إِلَى أَجَلٍ، قَبْلَ أَنْ يُسْتَوْفَى.

قَالَ مَالِكٌ: وَتَفْسِيرُ ذَلِكَ، أَنَّ الْمُشْتَرِيَ حِينَ حَلَّ الْأَجَلُ. وَكَرِهَ الطَّعَامَ. أَخَذَ بِهِ دِينَارًا إِلَى أَجَلٍ. وَلَيْسَ ذَلِكَ بِالْإِقَالَةِ. وَإِنَّمَا الْإِقَالَةُ مَا لَمْ يَزْدَدْ فِيهِ الْبَائِعُ وَلَا الْمُشْتَرِي. فَإِذَا وَقَعَتْ فِيهِ الزِّيَادَةُ بِنَسِيئَةٍ إِلَى أَجَلٍ. أَوْ بِشَيْءٍ يَزْدَادُهُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ. أَوْ بِشَيْءٍ يَنْتَفِعُ بِهِ أَحَدُهُمَا، فَإِنَّ ذَلِكَ لَيْسَ بِالْإِقَالَةِ وَإِنَّمَا تَصِيرُ الْإِقَالَةُ، إِذَا فَعَلَا ذَلِكَ بَيْعًا. وَإِنَّمَا أُرْخِصَ فِي الْإِقَالَةِ، وَالشِّرْكِ وَالتَّوْلِيَةِ، مَا لَمْ يَدْخُلْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ زِيَادَةٌ، أَوْ نُقْصَانٌ، أَوْ نَظِرَةٌ، فَإِنْ دَخَلَ ذَلِكَ، زِيَادَةٌ أَوْ نُقْصَانٌ، أَوْ نَظِرَةٌ، صَارَ بَيْعًا. يُحِلُّهُ مَا يُحِلُّ الْبَيْعَ. وَيُحَرِّمُهُ مَا يُحَرِّمُ الْبَيْعَ.

قَالَ مَالِكٌ: مَنْ سَلَّفَ فِي حِنْطَةٍ شَامِيَّةٍ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَأْخُذَ مَحْمُولَةً، بَعْدَ مَحِلِّ الْأَجَلِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَكَذَلِكَ مَنْ سَلَّفَ فِي صِنْفٍ مِنَ الْأَصْنَافِ. فَلَا بَأْسَ أَنْ يَأْخُذَ خَيْرًا مِمَّا سَلَّفَ فِيهِ. أَوْ أَدْنَى بَعْدَ مَحِلِّ الْأَجَلِ. وَتَفْسِيرُ ذَلِكَ: أَنْ يُسَلِّفَ الرَّجُلُ فِي حِنْطَةٍ مَحْمُولَةٍ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَأْخُذَ شَعِيرًا أَوْ شَامِيَّةً. وَإِنْ سَلَّفَ فِي تَمْرٍ عَجْوَةٍ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَأْخُذَ صَيْحَانِيًّا أَوْ جَمْعًا. وَإِنْ سَلَّفَ فِي زَبِيبٍ أَحْمَرَ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَأْخُذَ أَسْوَدَ. إِذَا كَانَ ذَلِكَ كُلُّهُ بَعْدَ مَحِلِّ الْأَجَلِ. إِذَا كَانَتْ مَكِيلَتُهُ ذَلِكَ سَوَاءً. بِمِثْلِ كَيْلِ مَا سَلَّفَ فِيهِ.

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی دوسرے کے ساتھ مقرر کردہ نرخ پر معلوم مدت تک اناج میں بیع سلف کرے، بشرطیکہ وہ ایسی کھیتی میں یا ایسی کھجور میں نہ ہو، جس کی صلاحیت ابھی ظاہر نہیں ہوئی (یعنی

بیع سلم کی شرط یہ بھی ہے کہ وہ معین خصوصی چیز میں نہ ہو۔ مثلاً فلاں کھیت کا غلہ یا درخت کی کھجور نہ ہو۔ امام محمدؒ نے مؤطا کے باب الرجل یُسلم فیما یُکال میں یہی اثر روایت کیا ہے مگر اس میں کچھ اضافہ ہے۔ اور آخر میں حدیث مرفوع بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلاحیت کے ظہور سے قبل پھلوں کی بیع وشراء سے منع فرمایا تھا۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ بیع سلم جس میں ہمارے نزدیک کوئی حرج نہیں، کوئی شخص اگر اناج کی بیع سلم معلوم مدت تک معلوم ناپ کے ساتھ معلوم صنف میں سے کرے۔ اور اس میں کسی خاص کھیتی یا درخت کی قید لگانا جائز نہیں۔ یہی ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک معمول یہ ہے کہ جو آدمی خاص نرخ پر خاص وقت تک غلے میں سلف کرے۔ وقت آ جائے مگر خریدار بائع کے پاس مبیع نہ پائے تو وہ اس سے اپنی چاندی (درہم) یا سونا (دینار) یا وہ قیمت جو دی تھی، وہی بعینہٖ واپس لے لے۔ اور وہ قیمت کے ساتھ کوئی اور چیز نہ خریدے، جب تک کہ اس پر قبضہ نہ کرلے۔ یہ اس لئے کہ اگر وہ اس سے وہ قیمت نہ لے جو دی تھی یا خریدے ہوئے اناج کے علاوہ کسی اور چیز میں اسے صرف کردے۔ تو یہ اناج کی بیع ہوگی قبضہ سے پہلے۔ (اور یہ بروئے حدیث ممنوع ہے۔ حنفیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔) مالکؒ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ سے قبل اناج کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر مشتری نادم ہو اور بائع سے کہے کہ میری بیع فسخ کردے۔ اور جو قیمت میں نے دی تھی، اس کی ادائیگی کی تمہیں مہلت دیتا ہوں تو یہ ناجائز ہے اور علماء نے اس سے منع کیا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ جب مشتری کے لئے اناج لینے کا وقت آ گیا اور اپنے حق کو مؤخر کرکے اقالہ کرواتا ہے۔ تو یہ اناج کی بیع قبل از قبضہ ہے۔ (یعنی پہلی بیع تو ہو چکی تھی اور مبیع کا قبضہ نہیں ہوا تھا کہ بیع کا اقالہ ہو گیا۔ اب نیا معاملہ جائز نہیں۔)

مالکؒ نے کہا کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ جب وعدہ کا وقت آ گیا تو مشتری نے اناج لینا پسند نہ کیا بلکہ اس کے بدلے ایک اور مدت تک دینار لے لیا۔ تو یہ اقالہ نہیں۔ اقالہ تو یہ ہے کہ بائع یا مشتری اس میں اضافہ نہ کرے۔ پس جب اس میں ایک مدت کے اُدھار کی زیادتی واقع ہوئی یا کسی چیز کی، جیسے ان میں کوئی دوسرے سے منوائے یا جس میں کسی ایک کا نفع ہو تو یہ اقالہ نہ رہا۔ اقالہ تو یہ ہے کہ بیع سابق میں کوئی اضافہ نہ ہو۔ اقالہ اور شرکت اور تولیت کی رخصت تو تب ہے، جب کہ پہلے معاملہ میں کوئی کمی بیشی یا مہلت داخل نہ ہو۔ اگر ان میں سے کوئی چیز داخل ہو گئی تو یہ ایک نئی بیع ہوگی۔ جو چیز بیع کو حلال کرتی ہے یا حرام کرتی ہے وہ اسے بھی کرتی ہے۔ (پس شرکت، اقالہ اور تولیت فی نفسہٖ جائز ہیں۔ لیکن موجودہ صورت میں نہیں۔) مالکؒ نے کہا کہ جس نے شامی گندم میں بیع سلف کی ہو تو اس میں حرج نہیں کہ وقت آ جانے پر اس سے گھٹیا لے لے۔ اور اسی طرح جس نے اقسام میں سے کسی قسم میں بیع سلف کی ہو۔ تو اس میں حرج نہیں کہ مدت گزرنے پر اس سے گھٹیا یا بڑھیا قسم لے لے اس کی تشریح یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص گھٹیا قسم کی گندم میں بیع سلف کرے تو اس میں حرج نہیں کہ جَو لے لے یا شامی گندم لے لے اور اگر عجوہ کھجور میں بیع سلف کرے تو صحانی یا جمع لینے میں حرج نہیں۔ (صحانی ایک اعلیٰ اور جمع ایک گھٹیا قسم کی کھجور ہے۔) اور اگر وہ سرخ کشمش میں بیع سلف کرے تو سیاہ لینے میں حرج نہیں ہے۔ جب کہ یہ سب کچھ مدت آ جانے پر ہو اور اس کی مقدار بالکل اس چیز کے مطابق ہو جس کا سودا ہوا تھا۔ (یہی ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کا قول ہے۔ ہاں فریقین کی رضامندی ضروری ہے۔)

۲۲- بَابُ بَيْعِ الطَّعَامِ بِالطَّعَامِ لَا فَضْلَ بَيْنَهُمَا

اناج کے بدلے اناج کی بیع اضافے کے بغیر

۱۳۶۱- حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ: أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ قَالَ: فَنِيَ عَلَفُ حِمَارِ سَعْدِ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ. فَقَالَ لِغُلَامِهِ: خُذْ مِنْ حِنْطَةِ أَهْلِكَ. فَابْتَعْ بِهَا شَعِيرًا. وَلَا تَأْخُذْ إِلَّا مِثْلَهُ.

ترجمہ: سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ کے گدھے کا چارہ ختم ہو گیا تو انہوں نے اپنے غلام سے کہا کہ ہمارے گھر کی گندم میں سے کچھ لے جاؤ اور اس کے ساتھ جو خرید لاؤ مگر صرف اس کے برابر لانا۔ (شاید یہ حکم بطور احتیاط تھا۔ ورنہ مسلم کی مرفوع حدیث جو عبادہ بن صامت سے مروی ہے، اس میں گندم اور جو کو دو الگ الگ اجناس قرار دیا گیا ہے۔)

۱۳۶۲- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ. فَنِيَ عَلَفُ دَابَّتِهِ. فَقَالَ لِغُلَامِهِ: خُذْ مِنْ حِنْطَةِ أَهْلِكَ طَعَامًا فَابْتَعْ بِهَا شَعِيرًا. وَلَا تَأْخُذْ إِلَّا مِثْلَهُ.

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن الاسود بن عبد یغوث کی سواری کا چارا ختم ہو گیا تو انہوں نے اپنے غلام سے کہا کہ اپنے گھر والے گھر میں سے گندم لے کر جو خرید لاؤ اور برابر برابر ہی لینا۔ (ان کے نزدیک گندم اور جو ایک جنس ہوں گے۔)

۱۳۶۳- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ مُعَيْقِيبٍ الدَّوْسِيِّ، مِثْلُ ذٰلِكَ.

قَالَ مَالِكٌ: وَهُوَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا.

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، أَنْ لَا تُبَاعَ الْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ. وَلَا التَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَلَا الْحِنْطَةُ بِالتَّمْرِ. وَلَا التَّمْرُ بِالزَّبِيبِ. وَلَا الْحِنْطَةُ بِالزَّبِيبِ. وَلَا شَيْءٌ مِنَ الطَّعَامِ كُلِّهِ، إِلَّا يَدًا بِيَدٍ. فَإِنْ دَخَلَ، شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ، الْأَجَلُ. لَمْ يَصْلُحْ. وَكَانَ حَرَامًا. وَلَا شَيْءَ مِنَ الْأُدْمِ كُلِّهَا، إِلَّا يَدًا بِيَدٍ.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا يُبَاعُ شَيْءٌ مِنَ الطَّعَامِ وَالْأُدْمِ إِذَا كَانَ مِنْ صِنْفٍ وَاحِدٍ، اثْنَانِ بِوَاحِدٍ فَلَا يُبَاعُ مُدُّ حِنْطَةٍ بِمُدَّيْ حِنْطَةٍ. وَلَا مُدُّ تَمْرٍ بِمُدَّيْ تَمْرٍ. وَلَا مُدُّ زَبِيبٍ بِمُدَّيْ زَبِيبٍ.

وَلَا مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْحُبُوبِ وَالْأُدْمِ كُلِّهَا. إِذَا كَانَ مِنْ صِنْفٍ وَاحِدٍ. وَإِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ إِنَّمَا ذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ الْوَرِقِ بِالْوَرِقِ وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ. لَا يَحِلُّ فِي شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ الْفَضْلُ. وَلَا يَحِلُّ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ. يَدًا بِيَدٍ.

قَالَ مَالِكٌ: وَإِذَا اخْتَلَفَ مَا يُكَالُ أَوْ يُوزَنُ، مِمَّا يُؤْكَلُ أَوْ يُشْرَبُ، فَبَانَ اخْتِلَافُهُ. فَلَا بَأْسَ أَنْ يُؤْخَذَ مِنْهُ اثْنَانِ بِوَاحِدٍ. يَدًا بِيَدٍ. وَلَا بَأْسَ أَنْ يُؤْخَذَ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ بِصَاعَيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ. وَصَاعٌ مِنْ تَمْرٍ بِصَاعَيْنِ مِنْ زَبِيبٍ. وَصَاعٌ مِنْ حِنْطَةٍ بِصَاعَيْنِ مِنْ سَمْنٍ. فَإِذَا كَانَ الصِّنْفَانِ مِنْ هٰذَا مُخْتَلِفَيْنِ. فَلَا بَأْسَ بِاثْنَيْنِ مِنْهُ بِوَاحِدٍ. أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ. يَدًا بِيَدٍ. فَإِنْ دَخَلَ ذٰلِكَ، الْأَجَلُ، فَلَا يَحِلُّ.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا تَحِلُّ صُبْرَةُ الْحِنْطَةِ بِصُبْرَةِ الْحِنْطَةِ. وَلَا بَأْسَ بِصُبْرَةِ الْحِنْطَةِ بِصُبْرَةِ التَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ. وَذٰلِكَ أَنَّهُ لَا بَأْسَ أَنْ يُشْتَرَى الْحِنْطَةُ بِالتَّمْرِ جِزَافًا.

قَالَ مَالِكٌ: وَكُلُّ مَا اخْتَلَفَ مِنَ الطَّعَامِ وَالْأُدْمِ. فَبَانَ اخْتِلَافُهُ. فَلَا بَأْسَ أَنْ يُشْتَرَى بَعْضُهُ بِبَعْضٍ. جِزَافًا. يَدًا بِيَدٍ. فَإِنْ دَخَلَهُ الْأَجَلُ فَلَا خَيْرَ فِيهِ. وَإِنَّمَا اشْتِرَاءُ ذٰلِكَ جِزَافًا. كَاشْتِرَاءِ بَعْضِ ذٰلِكَ بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ جِزَافًا.

قَالَ مَالِكٌ: وَذٰلِكَ، أَنَّكَ تَشْتَرِي الْحِنْطَةَ بِالْوَرِقِ جِزَافًا. وَالتَّمْرَ بِالذَّهَبِ جِزَافًا. فَهٰذَا حَلَالٌ. لَا بَأْسَ بِهِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَمَنْ صَبَّرَ صُبْرَةَ طَعَامٍ. وَقَدْ عَلِمَ كَيْلَهَا. ثُمَّ بَاعَهَا جِزَافًا. وَكَتَمَ الْمُشْتَرِيَ كَيْلَهَا فَإِنَّ ذٰلِكَ لَا يَصْلُحُ. فَإِنْ أَحَبَّ الْمُشْتَرِي أَنْ يَرُدَّ ذٰلِكَ الطَّعَامَ عَلَى الْبَائِعِ، رَدَّهُ بِمَا كَتَمَهُ كَيْلَهُ وَغَرَّهُ. وَكَذٰلِكَ كُلُّ مَا عَلِمَ الْبَائِعُ كَيْلَهُ وَعَدَدَهُ مِنَ الطَّعَامِ وَغَيْرِهِ، ثُمَّ بَاعَهُ جِزَافًا وَلَمْ يَعْلَمِ الْمُشْتَرِي ذٰلِكَ. فَإِنَّ الْمُشْتَرِيَ إِنْ أَحَبَّ أَنْ يَرُدَّ ذٰلِكَ عَلَى الْبَائِعِ رَدَّهُ.

وَلَمْ يَزَلْ أَهْلُ الْعِلْمِ يَنْهَوْنَ عَنْ ذٰلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا خَيْرَ فِي الْخُبْزِ قُرْصٍ بِقُرْصَيْنِ وَلَا عَظِيمٍ بِصَغِيرٍ۔ إِذَا كَانَ بَعْضُ ذٰلِكَ أَكْبَرَ مِنْ بَعْضٍ۔ فَأَمَّا إِذَا كَانَ يُتَحَرَّى أَنْ يَكُونَ مِثْلًا بِمِثْلٍ۔ فَلَا بَأْسَ بِهِ۔ وَإِنْ لَمْ يُوزَنْ.

قَالَ مَالِكٌ: لَا يَصْلُحُ مُدُّ زُبْدٍ وَمُدُّ لَبَنٍ بِمُدَّيْ زُبْدٍ۔ وَهُوَ مِثْلُ الَّذِي وَصَفْنَا مِنَ التَّمْرِ الَّذِي يُبَاعُ صَاعَيْنِ مِنْ كَبِيسٍ، وَصَاعًا مِنْ حَشَفٍ، بِثَلَاثَةِ أَصْوُعٍ مِنْ عَجْوَةٍ، حِينَ قَالَ لِصَاحِبِهِ۔ إِنَّ صَاعَيْنِ مِنْ كَبِيسٍ بِثَلَاثَةِ أَصْوُعٍ مِنَ الْعَجْوَةِ لَا يَصْلُحُ۔ فَفَعَلَ ذٰلِكَ لِيُجِيزَ بَيْعَهُ۔ وَإِنَّمَا جَعَلَ صَاحِبُ اللَّبَنِ اللَّبَنَ مَعَ زُبْدِهِ۔ لِيَأْخُذَ فَضْلَ زُبْدِهِ عَلَى زُبْدِ صَاحِبِهِ۔ حِينَ أَدْخَلَ مَعَهُ اللَّبَنَ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالدَّقِيقُ بِالْحِنْطَةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ۔ لَا بَأْسَ بِهِ، وَذٰلِكَ لِأَنَّهُ أَخْلَصَ الدَّقِيقَ فَبَاعَهُ بِالْحِنْطَةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ۔ وَلَوْ جَعَلَ نِصْفَ الْمُدِّ مِنْ دَقِيقٍ، وَنِصْفَهُ مِنْ حِنْطَةٍ، فَبَاعَ ذٰلِكَ بِمُدٍّ مِنْ حِنْطَةٍ كَانَ ذٰلِكَ مِثْلَ الَّذِي وَصَفْنَا۔ لَا يَصْلُحُ۔ لِأَنَّهُ إِنَّمَا أَرَادَ أَنْ يَأْخُذَ فَضْلَ حِنْطَتِهِ الْجَيِّدَةِ حَتَّى جَعَلَ مَعَهَا الدَّقِيقَ۔ فَهٰذَا لَا يَصْلُحُ۔

ترجمہ: مالکؒ کو القاسم بن محمدؒ کے واسطے سے ابن معیقیب دوسی سے اسی قسم کی خبر پہنچی ہے۔
مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں اجماعی امر یہ ہے کہ گندم کو گندم کے بدلے، کھجور کو کھجور کے بدلے، گندم کو کھجور کے بدلے، کھجور کو کشمش کے بدلے اور کھانے کی سب چیزوں کو نہ بیچا جائے مگر ہاتھوں ہاتھ۔ پس ان میں سے کسی چیز میں اگر مدت کی شرط داخل ہو گئی تو وہ ناجائز اور حرام ہے۔ اور نہ روٹی کے ساتھ کھائی جانے والی چیزوں (مثلاً شہد۔ سرکہ، مکھن، پنیر، دودھ وغیرہ) دست بدست کے سوا بیچا جائے۔ (کیونکہ اس صورت میں سُود کی علت نسیئہ پائی جاتی ہے۔ اور یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ ہاں! جس صورت میں جنس مختلف ہو وہاں تفاضل جائز ہے۔)
مالکؒ نے کہا کہ اناج اور سالنوں کو جب وہ ایک جنس کے ہوں، دو کو ایک کے بدلے نہ بیچا جائے۔ (جنس ایک ہو تو تفاضل حرام ہے۔) اور گندم کا ایک مُد دو مُد گندم کے ساتھ نہ بیچا جائے اور کھجور کا ایک مُد اس کے دو مُد سے نہ بیچا جائے۔ اور کشمش کا ایک مُد اس کے دو مُد سے نہ بیچا جائے۔ یہی حکم سب غلّوں اور روٹی کے ساتھ کھائی جانے والی چیزوں کا ہے، جب کہ وہ ایک ہی صنف کی ہوں۔ اگرچہ دست بدست ہوں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے چاندی کے بدلے چاندی اور سونے کے بدلے سونے میں تفاضل جائز نہیں۔ انہیں برابر برابر دست بدست ہی بیچنا حلال ہے ورنہ حرام۔

مالک نے کہا کہ جب ناپ تول سے بیچی جانے والی کھانے پینے کی چیزوں میں جنس کا اختلاف ہو اور اختلاف بھی واضح ہو تو ایک کے بدلے دو کا دست بدست لینا دینا جائز ہے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ کھجور کا ایک صاع گندم کے دو صاع کے بدلے لیا جائے اور کھجور کا ایک صاع کشمش کے دو صاع کے عوض اور گندم کا ایک صاع گھی کے دو صاع کے برابر لیا جائے۔ غرض جب جنسیں الگ الگ ہوں تو دو کو ایک کے بدلے لینا جائز ہے۔ بلکہ اس سے زائد بھی، اور اگر اس میں مدت آ جائے تو حلال نہیں۔

مالکؒ نے کہا کہ گندم کا ڈھیر گندم کے ڈھیر کے بدلے حلال نہیں۔ اور گندم کا ڈھیر کھجور کے ڈھیر کے ساتھ لینے میں حرج نہیں، جب کہ دست بدست ہو۔ اور یہ اس لئے کہ گندم کو کھجور کے بدلے اندازے سے بیچنا جائز ہے۔ (جنس ایک ہو تو اندازے میں کمی بیشی کا احتمال ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ غلوں اور اداموں (بطور سالن کھائی جانے والی چیزوں) میں جن کی جنس واضح طور پر مختلف ہو تو انہیں اندازاً دست بدست خریدنا جائز ہے۔ (کیونکہ ان میں تفاضل جائز ہے۔ نسیئہ جائز نہیں) اگر ان میں مدت داخل ہو جائے تو جائز نہیں۔ انہیں اندازاً خریدنا اسی طرح جائز نہیں، جس طرح کہ ان میں کسی چیز کو چاندی سونے کے ساتھ اندازاً خریدنا جائز ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے تو گندم کو چاندی کے عوض اندازاً خریدے اور کھجور کو سونے کے عوض اندازاً خریدے تو یہ حلال ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

مالکؒ نے کہا کہ جس نے غلّے کا ڈھیر لگایا اور اسے ناپ لیا۔ پھر اسے اندازاً بیچا اور مشتری سے اس کا ناپ چھپایا، تو یہ جائز نہیں۔ اس فریب کے باعث اگر مشتری چاہے تو یہ غلّہ واپس کر دے۔ کیونکہ اس سے مقدار چھپائی گئی تھی۔ یہی حکم ہر اس چیز کا ہے، جس کے ناپ اور عدد کو بائع جانتا ہو، اور پھر اسے اندازاً بیچے اور مشتری کو مقدار کا علم نہ ہو۔ مشتری چاہے تو اس بیع کو رد کر دے۔ کیونکہ اس سے مقدار چھپائی گئی تھی۔ اہل علم اس سے منع کرتے رہے ہیں۔ ("مشتری اگر چاہے"، کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ فی نفسہٖ بیع میں حرج نہیں تھا۔ کیونکہ بائع اور مشتری دونوں کو اگر مقدار معلوم نہ ہوتی تو یہ بیع بالاتفاق جائز تھی۔ اسی لئے ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ تاجروں کا اسی طرح کی بیع کرنے کا دستور رہا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ روٹی کی ایک چپاتی کی دو کے ساتھ اور بڑی چپاتی کی چھوٹی کے ساتھ بیع ناجائز ہے۔ جبکہ ان کی مقدار میں فرق ہو۔ لیکن اگر وہ برابر نظر آئیں تو وزن کئے بغیر بھی بیع میں حرج نہیں ہے۔ شافعیؒ اور احمدؒ کا یہی قول ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک علّتِ ربوٰ "طعم" پائی گئی۔ ابوحنیفہؒ کے نزدیک وزن کی چیز ہونے کے باعث تفاضل ناجائز ہوا۔ امام محمدؒ نے اسے "عددی" چیز قرار دیا اور بیع کو جائز قرار دیا۔)

مالکؒ نے کہا کہ مکھن کا ایک مُد مع ایک مُد دودھ کی بیع دو مُد مکھن کے ساتھ جائز نہیں۔ اور یہ اسی طرح جس طرح ہم نے کہا کہ دو صاع کبیس + ایک صاع حشف کی بیع تین صاع عجوہ کے ساتھ جائز نہیں۔ جب کہ بائع نے مشتری سے کہا کبیس کے دو صاع عجوہ کے تین صاع کے برابر ہونا درست نہیں۔ یہ اس نے اپنی بیع کو جائز کرنے کے لئے کہا۔ اور دودھ والے نے مکھن کے ساتھ دودھ اس لئے شامل کیا، تاکہ اس طرح سے فالتو مکھن کے عوض دوسرے کا مکھن حاصل کر لے۔ (ان میں سے بعض مسائل پر بحث باب الصرف میں ہو چکی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ آٹے کی بیع گندم کے ساتھ برابر جائز ہے کیونکہ آٹے والے نے خالصتہً آٹے کو گندم سے بدلا اور برابر سرابر لیا۔ اور اگر وہ نصف مُدّ آٹا + نصف مُدّ گندم ایک مُدّ گندم کے عوض بیچے تو جائز نہیں جیسا کہ ہم نے اوپر بتایا۔ کیونکہ اس نے گندم میں آٹا شامل کر کے اعلیٰ گندم کو حاصل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ امام مالکؒ سے دوسری روایت بقول ابن رشدؒ یہ ہے کہ آٹے کی بیع گندم کے ساتھ برابر برابر جائز نہیں اور شافعیؒ اور ابوحنیفہ کا یہی قول ہے۔م

۲۳- بَابُ جَامِعِ بَيْعِ الطَّعَامِ

طعام کی بیع کے متفرق مسائل کا باب

۱۳۶۴ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، أَنَّهُ سَأَلَ سَعِيدَ ابْنَ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ: إِنِّي رَجُلٌ أَبْتَاعُ الطَّعَامَ. يَكُونُ مِنَ الصُّكُوكِ بِالْجَارِ. فَرُبَّمَا ابْتَعْتُ مِنْهُ بِدِينَارٍ وَنِصْفِ دِرْهَمٍ. فَأُعْطِي بِالنِّصْفِ طَعَامًا. فَقَالَ سَعِيدٌ: لَا. وَلَكِنْ أَعْطِ أَنْتَ دِرْهَمًا وَخُذْ بَقِيَّتَهُ طَعَامًا.

ترجمہ: محمد بن عبداللہ بن ابی مریمؒ نے سعید بن المسیبؒ سے پوچھا کہ میں وہ اناج خریدتا ہوں جو مقام جار میں دستاویزوں پر ملتا ہے۔ میں اسے دینار اور نصف درہم پر خریدتا ہوں۔ کیا نصف درہم کی جگہ طعام دے دوں؟ سعیدؒ نے کہا کہ نہیں، بلکہ تو پورا ادا کر۔ اور جو تیرا نصف درہم بائع کی طرف ہو، اس کا بھی اناج لے لے۔ (موطّا امام محمدؒ میں اس روایت کے الفاظ مختلف ہیں۔ اور وہ یہ کہ اس شخص نے جار سے ایک دینار اور نصف درہم کا اناج خریدا اور سعید سے پوچھا کہ اسے ایک دینار ادا کروں اور نصف درہم کی بجائے بھی اناج دے دوں؟ سعیدؒ نے کہا کہ نہیں بلکہ اس کو ایک دینار اور ایک درہم دے دے اور بائع باقی نصف کا بھی اسے اناج دے دے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ صورت ہمارے نزدیک پسندیدہ تر ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مشتری جس نرخ پر پہلی بیع کرتا ہے، اسی حساب سے نصف درہم دینے کے بجائے اناج واپس کر دے۔ اور اسے اگر وہ اس پہلی بیع کی نسبت کم دے گا تو جائز نہیں۔ یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ یعنی اس صورت میں یہ دوسری بیع نہ ہوگی۔ بلکہ پہلی بیع کی پوری قیمت ادا نہ کر سکنے کے باعث قیمۂ حساب شمار ہوگی۔)

۱۳۶۵- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ: أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سِيرِينَ كَانَ يَقُولُ: لَا تَبِيعُوا الْحَبَّ فِي سُنْبُلِهِ حَتَّى يَبْيَضَّ.

قَالَ مَالِكٌ: مَنِ اشْتَرَى طَعَامًا بِسِعْرٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى. فَلَمَّا حَلَّ الْأَجَلُ، قَالَ الَّذِي عَلَيْهِ الطَّعَامُ لِصَاحِبِهِ: لَيْسَ عِنْدِي طَعَامٌ. فَبِعْنِي الطَّعَامَ الَّذِي لَكَ عَلَيَّ إِلَى أَجَلٍ فَيَقُولُ صَاحِبُ الطَّعَامِ: هٰذَا لَا يَصْلُحُ. لِأَنَّهُ قَدْ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ

الطَّعَامِ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ. فَيَقُولُ الَّذِي عَلَيْهِ الطَّعَامُ لِغَرِيمِهِ: فَبِعْنِي طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ حَتَّى أَقْضِيَكَهُ فَهَذَا لَا يَصْلُحُ. لِأَنَّهُ إِنَّمَا يُعْطِيهِ طَعَامًا ثُمَّ يَرُدُّهُ إِلَيْهِ. فَيَصِيرُ الذَّهَبُ الَّذِي أَعْطَاهُ ثَمَنَ الَّذِي كَانَ لَهُ عَلَيْهِ. وَيَصِيرُ الطَّعَامُ الَّذِي أَعْطَاهُ مُحَلِّلًا فِيمَا بَيْنَهُمَا. وَيَكُونُ ذَلِكَ، إِذَا فَعَلَاهُ، بَيْعَ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُسْتَوْفَى.

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ لَهُ عَلَى رَجُلٍ طَعَامٌ ابْتَاعَهُ مِنْهُ. وَلِغَرِيمِهِ عَلَى رَجُلٍ طَعَامٌ مِثْلُ ذَلِكَ الطَّعَامِ. فَقَالَ الَّذِي عَلَيْهِ الطَّعَامُ لِغَرِيمِهِ: أُحِيلُكَ عَلَى غَرِيمٍ لِي عَلَيْهِ مِثْلُ الطَّعَامِ الَّذِي لَكَ عَلَيَّ، بِطَعَامِكَ الَّذِي لَكَ عَلَيَّ.

قَالَ مَالِكٌ: إِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الطَّعَامُ إِنَّمَا هُوَ طَعَامٌ ابْتَاعَهُ. فَأَرَادَ أَنْ يُحِيلَ غَرِيمَهُ بِطَعَامٍ ابْتَاعَهُ. فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَصْلُحُ. وَذَلِكَ بَيْعُ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُسْتَوْفَى. فَإِنْ كَانَ الطَّعَامُ سَلَفًا حَالًّا. فَلَا بَأْسَ أَنْ يُحِيلَ بِهِ غَرِيمَهُ. لِأَنَّ ذَلِكَ لَيْسَ بِبَيْعٍ. وَلَا يَحِلُّ بَيْعُ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُسْتَوْفَى. لِنَهْيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، غَيْرَ أَنَّ أَهْلَ الْعِلْمِ قَدِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِالشِّرْكِ وَالتَّوْلِيَةِ وَالْإِقَالَةِ، فِي الطَّعَامِ وَغَيْرِهِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَذَلِكَ أَنَّ أَهْلَ الْعِلْمِ أَنْزَلُوهُ عَلَى وَجْهِ الْمَعْرُوفِ. وَلَمْ يُنْزِلُوهُ عَلَى وَجْهِ الْبَيْعِ. وَذَلِكَ مِثْلُ الرَّجُلِ يُسَلِّفُ الدَّرَاهِمَ النُّقَّصَ. فَيُقْضَى دَرَاهِمَ وَازِنَةً فِيهَا فَضْلٌ. فَيَحِلُّ لَهُ ذَلِكَ. وَيَجُوزُ. وَلَوِ اشْتَرَى مِنْهُ دَرَاهِمَ نُقَّصًا بِوَازِنَةٍ. لَمْ يَحِلَّ ذَلِكَ. وَلَوِ اشْتَرَطَ عَلَيْهِ حِينَ أَسْلَفَهُ وَازِنَةً. وَإِنَّمَا أَعْطَاهُ نُقَّصًا. بِوَازِنَةٍ. لَمْ يَحِلَّ لَهُ ذَلِكَ.

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ محمد بن سیرینؒ کہتے تھے، دانے کو اس کی بالیوں میں مت بیچو، جب تک وہ سفید نہ ہو جائے۔ (ائمہ اربعہ کا یہی قول ہے۔ مگر شافعی کے قول جدید میں یہ ناجائز ہے۔ حدیث میں ہے کہ بروایت ابن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالی (سٹے) کی بیع سے منع فرمایا، جب تک وہ سفید نہ ہو جائے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اس مضمون کی

ایک اور حدیث میں کہ جب تک دانہ سخت نہ ہو جائے۔
امام مالکؒ نے فرمایا کہ جس شخص نے ایک معلوم نرخ پر معلوم مدت تک غلّہ خریدا، جب مدت آگئی تو بائع نے کہا کہ میرے پاس غلّہ نہیں ہے۔ لہذا تمہارا جو غلہ میرے ذمہ ہے اسے میرے پاس ایک مدت تک بیچ دو۔ مشتری کہے کہ یہ جائز نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ اناج پر قبضہ کئے بغیر اس کی بیع جائز نہیں پھر بائع اپنے غریم (مشتری) سے کہے کہ تم میرے ہاتھ کوئی اور طعام ایک مدت تک بیچ دو، تاکہ میں تمہاری بیع سلف کو پورا کردوں پس یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مشتری بائع کو طعام دیتا ہے۔ پھر بائع اسے اسی کی طرف لوٹا دیتا ہے اور وہ قیمت جو دوسرا مشتری دیتا ہے۔ وہ اس غلّے کی قیمت بن جاتی ہے، جو خود اس کے ذمے تھی۔ اور وہ غلّہ جو اس دوسری بیع میں بیچا گیا۔ وہ دونوں کے درمیان جواز کا حیلہ بن جاتا ہے۔ جب وہ ایسا کریں گے تو یہ طعام کی بیع قبل از قبضہ ہوگی۔ اور یہ حیلہ اس بیع کے جواز کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔)

مالکؒ نے کہا کہ ایک آدمی کا اناج موجّل دوسرے کے ذمّہ ہو جو اس نے پہلے شخص سے خریدا ہو۔ اور اس مشتری کا اناج ایک اور شخص کے ذمے اس طرح سے ہو۔ پس یہ خریدار اپنے بائع سے کہے کہ تیرا جو غلّہ میرے ذمہ ہے، اتنا ہی غلّہ مرا فلاں شخص کے ذمے ہے، میں اسے تمہارے حوالے کرتا ہوں کہ میری بجائے اس سے وصول کر لینا۔ اگر یہ طعام وہی تھا جس کی بیع موجّل پہلے ہوئی اور مشتری نے اسے موجّل کے طور پر کسی اور کو دے دیا۔ تو یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ طعام کی بیع قبضہ سے پہلے ہے۔ اور یہ طعام اگر معجّل ہو تو قرض خواہ کے سپرد کرنے میں حرج نہیں۔ کیونکہ یہ (دوسری) بیع نہیں ہے۔ بلکہ حق چکانے کے مترادف ہے، جو ابھی چکا دیا جائے گا۔ اور اس میں وہ قباحت نہ ہوگی، جو بیع قبل القبض کی صورت میں ہے)
مالکؒ نے کہا کہ طعام کی بیع قبضہ سے پہلے حلال نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے لیکن تمام اہل علم نے شراکت، تولیت اور اقالہ کو جائز رکھا ہے۔ (شراکت کا مطلب یہ ہے کہ کسی اور کو اپنی خرید میں شامل کر لینا، تولیت کا معنی ہے جس قیمت پر کوئی چیز خریدیں اسی پر بیچ دیں۔ اور اقالہ کا معنیٰ ہے بیع کو فسخ کرنا۔)
مالکؒ نے کہا کہ یہ اس لئے ہے کہ اہل علم نے ان امور ثلاثہ کو باہم نیکی قرار دیا ہے اور بیع قرار نہیں دیا۔ اور اس کی مثال ہے کہ ایک شخص دوسرے کو ناقص دراہم ادھار دے اور وہ اسے پورے وزن کے درہم واپس کرے تو یہ اس کے لئے جائز ہے اور اگر وہ اس سے اچھے دراہم کے بدلے ناقص درہم خریدے تو یہ جائز نہیں۔ اور اگر درہم دیتے وقت یہ شرط لگائی کہ تم مجھے پورے درہم دینا۔ حالانکہ خود اسے ناقص درہم دیئے، تو یہ بھی حلال نہیں۔

۱۳۲۶ ۔ قَالَ مَالِكٌ: وَمِمَّا يُشْبِهُ ذٰلِكَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ وَاَرْخَصَ فِيْ بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا مِنَ التَّمْرِ، وَاِنَّمَا فُرِقَ بَيْنَ ذٰلِكَ: اَنَّ بَيْعَ الْمُزَابَنَةِ بَيْعٌ عَلٰى وَجْهِ الْمُكَايَسَةِ وَالتِّجَارَةِ، وَاَنَّ بَيْعَ الْعَرَايَا عَلٰى وَجْهِ الْمَعْرُوْفِ، لَا مُكَايَسَةَ فِيْهِ۔
قَالَ مَالِكٌ: وَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَشْتَرِيَ رَجُلٌ طَعَامًا بِرُبُعٍ اَوْ ثُلُثٍ اَوْ كِسْرٍ مِنْ دِرْهَمٍ

عَلٰى اَنْ يُّعْطِيَ بِذٰلِكَ طَعَامًا اِلٰى اَجَلٍ. وَلَا بَاْسَ اَنْ يَّبْتَاعَ الرَّجُلُ طَعَامًا بِكَسْرٍ مِّنْ دِرْهَمٍ اِلٰى اَجَلٍ. ثُمَّ يُعْطِيَ دِرْهَمًا وَيَاْخُذَ بِمَا بَقِيَ لَهٗ مِنْ دِرْهَمِهٖ سِلْعَةً مِّنَ السِّلَعِ. لِاَنَّهٗ اَعْطَى الْكَسْرَ الَّذِيْ عَلَيْهِ، فِضَّةً. وَاَخَذَ بِبَقِيَّةِ دِرْهَمِهٖ سِلْعَةً. فَهٰذَا لَا بَاْسَ بِهٖ.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا بَاْسَ اَنْ يَّضَعَ الرَّجُلُ عِنْدَ الرَّجُلِ دِرْهَمًا. ثُمَّ يَاْخُذُ مِنْهُ بِرُبُعٍ اَوْ بِثُلُثٍ اَوْ بِكَسْرٍ مَّعْلُوْمٍ، سِلْعَةً مَّعْلُوْمَةً. فَاِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ سِعْرٌ مَّعْلُوْمٌ. وَقَالَ الرَّجُلُ: اٰخُذُ مِنْكَ بِسِعْرِ كُلِّ يَوْمٍ، فَهٰذَا لَا يَحِلُّ. لِاَنَّهٗ غَرَرٌ. يَقِلُّ مَرَّةً وَيَكْثُرُ مَرَّةً. وَلَمْ يَفْتَرِقَا عَلٰى بَيْعٍ مَّعْلُوْمٍ.

قَالَ مَالِكٌ: وَمَنْ بَاعَ طَعَامًا جِزَافًا. وَلَمْ يَسْتَثْنِ مِنْهُ شَيْئًا. ثُمَّ بَدَا لَهٗ اَنْ يَّشْتَرِيَ مِنْهُ شَيْئًا. فَاِنَّهٗ لَا يَصْلُحُ لَهٗ اَنْ يَّشْتَرِيَ مِنْهُ شَيْئًا. اِلَّا مَا كَانَ يَجُوْزُ لَهٗ اَنْ يَّسْتَثْنِيَ مِنْهُ. وَذٰلِكَ الثُّلُثُ فَمَا دُوْنَهٗ. فَاِنْ زَادَ عَلَى الثُّلُثِ صَارَ ذٰلِكَ اِلَى الْمُزَابَنَةِ وَاِلٰى مَا يُكْرَهُ. فَلَا يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يَّشْتَرِيَ مِنْهُ شَيْئًا. اِلَّا مَا كَانَ يَجُوْزُ لَهٗ اَنْ يَّسْتَثْنِيَ مِنْهُ. وَلَا يَجُوْزُ لَهٗ اَنْ يَّسْتَثْنِيَ مِنْهُ اِلَّا الثُّلُثُ فَمَا دُوْنَهٗ. وَهٰذَا الْاَمْرُ الَّذِيْ لَا اخْتِلَافَ فِيْهِ عِنْدَنَا.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ یہ بات بھی اس کے مشابہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مزابنہ سے منع فرمایا اور عرایا کی اجازت اس کے پھل کے اندازے کے مطابق کھجوریں دینے سے دی۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ مزابنہ تو ایک چالاکی کی بیع ہے اور تجارت ہے اور عرایا کی بیع خیرسگالی کی بیع اور نیکی کے طور پر ہے جس میں کوئی چالاکی نہیں۔ (ہم متعلقہ باب میں بتا چکے ہیں کہ عرایا دراصل بیع ہے ہی نہیں۔ فقط بظاہر نظر آتی ہے اور اسے محض توسُّعًا بیع کہا گیا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ یہ جائز نہیں ہے کہ آدمی درہم کی کسر مثلاً ۱/۲ یا ۱/۴ کے ساتھ اناج خریدے ایک مدت کے وعدے پر مگر اس شرط پر کہ وہ دوسرے کو اس قیمت پر معجّل اناج دے گا۔ (گویا دراصل یہ بیع اناج کی اناج کے ساتھ ہوئی مدت کی شرط سے) اور اس بات میں حرج نہیں کہ آدمی درہم کی کسر کے عوض ایک مدت تک کے لئے طعام خریدے۔ پھر درہم دے اور اس کے بقیہ حصے سے کچھ اور خرید لے۔ کیونکہ اس نے وہ کسر جو اس کے ذمہ تھی، ادا کر دی اور باقی کے بدلے کچھ اور سامان خرید لیا۔ پس اس میں کوئی حرج نہیں۔

مالکؒ نے کہا کہ اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی دوسرے کے پاس ایک درہم رکھ دے۔ پھر اس کی اس کے ۱/۴ یا ۱/۳ یا کسی اور معلوم کسر کے بدلے ایک معلوم سامان خرید لے۔ مگر جب اس میں کوئی معلوم نرخ نہ ہوا اور وہ شخص کہے کہ میں تجھ سے ہر روز

کے نرخ پر چیزیں لے لیا کروں گا۔ تو یہ جائز نہیں۔ کیونکہ اس میں دھوکا ہے۔ کبھی قیمت بڑھ جائے گی کبھی گھٹ جائے گی۔ اور ان کا باہم فیصلہ کسی خاص بیع پر نہیں ہُوا۔
مالکؒ نے کہا کہ جس اندازے کے مطابق طعام فروخت کیا اور اس میں کچھ مستثنیٰ نہ کیا۔ پھر اس کو خیال آیا کہ اس میں کچھ خرید لے تو یہ اس کے لئے جائز نہیں۔ مگر اس قدر جتنا کہ اس کے لئے پہلے مستثنیٰ کرنا جائز تھا یعنی لم یا اس سے کم۔ اگر اس مقدار سے زیادہ استثنا کرے گا تو جائز نہیں۔ کیونکہ یہ مزابنہ ہوگا۔ اور نا جائز ہو جائے گا۔ بس وہ دہی لم والی لے کر رکھ سکتا ہے زیادہ نہیں۔ اور اس امر میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (استثنا پر پہلے گفتگو ہو چکی ہے اور مزابنہ پر بھی۔)

۲۷۔ بَابُ الْحُكْرَةِ وَالتَّرَبُّصِ

احتکار کی ممانعت کا بیان

عوام کی ضرورت کے وقت میں غلہ مہنگا ہونے کی غرض سے روک رکھنا احتکار اور تربص کہلاتا ہے اور شرعاً ناجائز ہے۔ اسے آج کل ذخیرہ اندوزی کہتے ہیں۔ اگر غلہ منڈی میں وافر ہو اور کسی کے پاس پڑا ہے تو احتکار نہیں ہے۔ احتکار سے مصنوعی قلت پیدا ہوتی ہے اور خلق خدا کو نقصان پہنچتا ہے۔

۱۳۶۷ ـ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: لَا حُكْرَةَ فِي سُوقِنَا. لَا يَعْمِدُ رِجَالٌ بِأَيْدِيهِمْ فُضُولٌ مِنْ أَذْهَابٍ، إِلَى رِزْقٍ مِنْ رِزْقِ اللَّهِ نَزَلَ بِسَاحَتِنَا. فَيَحْتَكِرُونَهُ عَلَيْنَا. وَلَكِنْ أَيُّمَا جَالِبٍ جَلَبَ عَلَى عَمُودِ كَبِدِهِ فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ، فَذَلِكَ ضَيْفُ عُمَرَ. فَلْيَبِعْ كَيْفَ شَاءَ اللَّهُ. وَلْيُمْسِكْ كَيْفَ شَاءَ اللَّهُ.

ترجمہ: مالک کو خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا، ہمارے بازار میں کوئی ذخیرہ اندوزی نہ کرے جن لوگوں کے پاس زیادہ دولت ہے وہ ایسا نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کے ارزاق میں سے جو رزق ہمارے ہاں آئے اس کی ذخیرہ اندوزی کر کے ہم سے بند کر دیں۔ لیکن جو تاجر سردی یا گرمی میں اپنی سواری پر یہاں کچھ لا کر لائے وہ عمرؓ کا مہمان ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ بیچے اور اس کی مشیت کے ساتھ روکے۔ (جناب عمرؓ کے حکم سے یہ بھی نکلتا ہے کہ ذخیرہ اندوز پر جبر کیا جا سکتا ہے۔ تاکہ وہ اپنا ذخیرہ باہر نکالے اور ارزانی پیدا ہو۔)

شرح: بیرونی تاجر عموماً اپنا مال فروخت کرنے آتے ہیں۔ لہٰذا ان پر نرخ کی پابندی نہ لگائی گئی۔ مبادا وہ سامان لانا بند کر دیں۔ اور ادھر کا رُخ نہ کریں۔ ذخیرہ اندوز عموماً مقامی لوگ ہوتے ہیں، جو غلہ اور اشیائے ضرورت کو چھپا لیتے ہیں بیہقی نے یہ اثر حضرت عمرؓ سے موصول کیا ہے اور اس میں کچھ الفاظ کی زیادتی بھی ہے۔ احادیث میں اَلْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ کا لفظ بھی وارد ہے۔ ذخیرہ اندوز لعنتی ہے۔

۱۳۶۸ ـ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يُوسُفَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ عُمَرَ

ابْنَ الْخَطَّابِ مَرَّ بِحَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ وَهُوَ يَبِيعُ زَبِيبًا لَهُ بِالسُّوقِ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِمَّا أَنْ تَزِيدَ فِي السِّعْرِ. وَإِمَّا أَنْ تُرْفَعَ مِنْ سُوقِنَا۔

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ حاطب بن ابی بلتعہؓ کے پاس سے گزرے اور وہ بازار میں اپنی کشمش بیچ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یا تو نرخ میں اضافہ کرو یا پھر ہمارے بازار سے سودا اٹھالو۔

شرح: معلوم ہوتا ہے کہ حاطبؓ بازار کے نرخ سے ارزاں بیچ کر بھاؤ خراب کر رہے تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ بازار کے بھاؤ پر فروخت کرو تاکہ گڑبڑ پیدا نہ ہو جائے۔ بازار کے نرخوں کا خیال رکھنا بھی حاکم کے ذمہ ہے۔ اور وہ حسب ضرورت نرخ بندی بھی کر سکتا ہے۔

۱۳۶۹۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ: أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ كَانَ يَنْهَى عَنِ الْحُكْرَةِ۔

ترجمہ: مالک کو خبر ملی ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ ذخیرہ اندوزی سے منع کرتے تھے۔

۲۵۔ بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بَعْضِهِ بِبَعْضٍ وَالسَّلَفِ فِيهِ

حیوان کے بدلے حیوان کی بیع کا جواز اور اس میں اُدھار کا بیان

۱۳۷۰۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ حَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ بَاعَ جَمَلًا لَهُ يُدْعَى عُصَيْفِيرًا، بِعِشْرِينَ بَعِيرًا، إِلَى أَجَلٍ

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالبؓ نے اپنا ایک عُصیفیر نامی اونٹ بیس اونٹوں کے عوض میں ایک مدت کے وعدے پر فروخت کیا۔

شرح: امام محمدؒ نے مؤطا میں یہ اثر باب بیع الحیوان بالحیوان نسیئۃ ونقدا کے روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہمیں علی ابن ابی طالبؓ سے اس کے خلاف خبر ملی ہے۔ چنانچہ پھر اپنی سند کے ساتھ حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس قسم کی بیع سے منع کیا۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حیوان کی بیع حیوان کے ساتھ ادھار کرنے کے متعلق نہی پہنچی ہے۔ حضرت علیؓ کی ممانعت کا قول مصنف عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہؒ میں وارد ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم ممانعت کے قائل ہیں اور یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے فقہا کا قول ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ مالکؒ کی اس روایت میں الحسن بن محمدؒ اور حضرت علیؓ کے درمیان انقطاع ہے اور جناب علیؓ سے اس کے خلاف مروی ہے۔

۱۳۷۱۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ اشْتَرَى رَاحِلَةً بِأَرْبَعَةِ أَبْعِرَةٍ مَضْمُونَةٍ عَلَيْهِ، يُوفِيهَا صَاحِبَهَا بِالرَّبَذَةِ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ نے سواری کا ایک اُونٹ چار اونٹوں کے عوض خریدا اور اونٹوں کو مقام ربذہ میں بائع کے

سپرد کرنے کی ذمہ داری لی۔

شرح: ربذہ کا مقام مدینہ کے قریب واقع ہے۔ ابن عمرؓ سے اس بیع کی کراہت بھی مروی ہے، شاید وہ صرف کراہت تنزیہہ کے قائل تھے۔

۱۳۷۲۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ اثْنَيْنِ بِوَاحِدٍ إِلَى أَجَلٍ؟ فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِذَلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِالْجَمَلِ بِالْجَمَلِ مِثْلِهِ. وَزِيَادَةِ دَرَاهِمَ يَدًا بِيَدٍ. وَلَا بَأْسَ بِالْجَمَلِ بِالْجَمَلِ مِثْلِهِ. وَزِيَادَةِ دَرَاهِمَ. الْجَمَلُ بِالْجَمَلِ يَدًا بِيَدٍ. وَالدَّرَاهِمُ إِلَى أَجَلٍ. قَالَ: وَلَا خَيْرَ فِي الْجَمَلِ بِالْجَمَلِ مِثْلِهِ. وَزِيَادَةِ دَرَاهِمَ. الدَّرَاهِمُ نَقْدًا. وَالْجَمَلُ إِلَى أَجَلٍ. وَإِنْ أَخَّرْتَ الْجَمَلَ وَالدَّرَاهِمَ، لَا خَيْرَ فِي ذَلِكَ أَيْضًا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا بَأْسَ أَنْ يَبْتَاعَ الْبَعِيرَ النَّجِيبَ بِالْبَعِيرَيْنِ. أَوْ بِالْأَبْعِرَةِ مِنَ الْحَمُولَةِ مِنْ مَاشِيَةِ الْإِبِلِ. وَإِنْ كَانَتْ مِنْ نَعَمٍ وَاحِدَةٍ. فَلَا بَأْسَ أَنْ يُشْتَرَى مِنْهَا اثْنَانِ بِوَاحِدٍ إِلَى أَجَلٍ. إِذَا اخْتَلَفَتْ فَبَانَ اخْتِلَافُهَا. وَإِنْ أَشْبَهَ بَعْضُهَا بَعْضًا. وَاخْتَلَفَتْ أَجْنَاسُهَا أَوْ لَمْ تَخْتَلِفْ. فَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا اثْنَانِ بِوَاحِدٍ إِلَى أَجَلٍ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَتَفْسِيرُ مَا كُرِهَ مِنْ ذَلِكَ، أَنْ يُؤْخَذَ الْبَعِيرُ بِالْبَعِيرَيْنِ لَيْسَ بَيْنَهُمَا تَفَاضُلٌ فِي نَجَابَةٍ وَلَا رِحْلَةٍ. فَإِذَا كَانَ هَذَا عَلَى مَا وَصَفْتُ لَكَ، فَلَا يُشْتَرَى مِنْهُ اثْنَانِ بِوَاحِدٍ إِلَى أَجَلٍ. وَلَا بَأْسَ أَنْ تَبِيعَ مَا اشْتَرَيْتَ مِنْهَا قَبْلَ أَنْ تَسْتَوْفِيَهُ، مِنْ غَيْرِ الَّذِي اشْتَرَيْتَهُ مِنْهُ، إِذَا انْتَقَدْتَ ثَمَنَهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَمَنْ سَلَّفَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْحَيَوَانِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، فَوَصَفَهُ وَحَلَّاهُ، وَنَقَدَ ثَمَنَهُ فَذَلِكَ جَائِزٌ. وَهُوَ لَازِمٌ لِلْبَائِعِ وَالْمُبْتَاعِ عَلَى مَا وَصَفَا وَحَلَّيَا. وَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ مِنْ عَمَلِ النَّاسِ الْجَائِزِ بَيْنَهُمْ. وَالَّذِي لَمْ يَزَلْ عَلَيْهِ أَهْلُ الْعِلْمِ بِبَلَدِنَا۔

ترجمہ: ابن شہاب زہریؒ سے مالکؒ نے ایک حیوان کے بدلے دو کی بیع ایک مدت کا مسئلہ بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ جب دو علتِ ربٰو میں سے ایک پائی جائے۔ یعنی قدر اور جنس (نسیئہ (مدت) حرام ہو جاتی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیوان کی بیع حیوان کے ساتھ مدت کی شرط سے ناجائز ہے۔ چاروں سنن میں اور ابن حبان میں یہ روایت ابن عباسؓ اور الحسن بن سمرہؓ آئی ہے اور حسنؒ کا سماع سمرہؓ سے ثابت ہو چکا ہے۔ سفیان ثوریؒ، عراقی فقہاء اور احمد بن حنبلؒ کا یہی مذہب ہے۔ شافعیؒ اور اسحاقؒ نے اس کی اجازت دی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں اجماعی امر یہ ہے کہ ایک اونٹ کی بیع ایک کے ساتھ چند دراہم کی زیادتی سے جائز ہے جب کہ دونوں ایک جیسے ہوں۔ مگر شرط دست بدست کی ہے۔ یہ جائز ہے کہ اونٹ دست بدست ہوں اور دراہم ادھار اگر اونٹ اور دراہم ہر دو مؤخر ہوں تو جائز نہیں ہے۔ حنفیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ سوائے اس صورت کے جس میں دراہم کا ادھار جائز بتایا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک یہ درست نہیں اور بہت سے اصحابؓ اور تابعین کا یہی قول ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ایک اصیل اونٹ کو دو ایسے اونٹوں کے ساتھ یا کئی ایسے اونٹوں کے عوض خریدنا جائز ہے جو بار برداری کے ہوں۔ اور چھوٹے ہوں اگرچہ وہ ایک ہی قسم کے ہوں۔ پس ایسے اونٹوں کو دو کے بدلے ایک کے حساب سے خریدنا جائز ہے۔ جب کہ ان میں اختلاف ہو اور واضح اختلاف ہو۔ اگرچہ بیع ایک مدت تک بھی ہو۔ اور اگر وہ ایک دوسرے کے مشابہ ہوں تو چاہے ان کی اجناس مختلف ہوں یا نہ ہوں۔ ان کی دو کے بدلے ایک مؤجل بیع جائز نہیں۔ (امام مالکؒ کے نزدیک اختلافِ صفات پر مدار ہے۔ مگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس حکم کا مدار اختلافِ اجناس پر ہے نہ کہ اختلافِ صفات پر۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ اس مسئلہ میں کراہت کی تفسیر یہ ہے کہ اونٹ دو کے بدلے لیا جائے۔ حالانکہ ان میں نجابت یا رحلت (سواری کے لائق ہونے کے اوصاف) میں کمی بیشی نہ ہو۔ پس انہیں دو۔ ایک کے حساب سے مؤجل طور پر نہ خریدا جائے۔ اور اپنی خرید کردہ چیز کو (یعنی ان میں سے) قبضہ سے قبل بھی کسی اور کے ہاتھ بیچا جا سکتا ہے۔ جب تم نے قیمت ادا کر دی ہو۔ یعنی ان کا معاملہ طعام کی چیزوں جیسا نہیں، جن کی بیع قبل القبض جائز نہیں ہوتی۔ (اس مسئلہ پر قبل ازیں گفتگو ہو چکی ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ جو شخص کسی حیوان میں بیع سلف کرے، پس اس کا وصف اور حلیہ بیان کر دیا۔ اور اس کی قیمت نقد ادا کر دی۔ تو یہ جائز ہے۔ اور بائع اور مشتری کے لئے مذکورہ بالا شرائط کے مطابق لازم ہو جاتا ہے۔ لوگوں کے درمیان ہمیشہ اس پر عمل در آمد رہا ہے۔ اور شہر کے اہل علم کا برابر یہی قول و عمل رہا ہے۔ (امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک حیوان میں بیع سلف (سلم) جائز نہیں۔ اور یہی ابوحنیفہ کا قول ہے۔ حضرت عمرؓ سمیت بہت سے صحابہ اور تابعین سے یہی منقول ہے۔)

۲۶- بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ

حیوانات کی ناجائز بیع کا باب

۱۳۷۳- حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ. وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ. كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُورَ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ. ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِي فِي بَطْنِهَا.

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاملہ کے حمل کی بیع سے منع فرمایا اور یہ ایک بیع تھی جو اہل جاہلیت کرتے تھے۔ آدمی اونٹنی خریدتا، یہاں تک کہ وہ بچہ جنتی اور پھر اس کے پیٹ کا بچہ بھی بچہ جن دیتا۔

شرح: یہ تفسیر جو بعد میں بیان ہوئی، راوی کی ہے۔ بیع اسی حمل کی ہو یا حمل کے حمل کی، دونوں صورتوں میں ایک معدوم شئی کی بیع ہے۔ معلوم نہیں بچہ پیدا نہ ہو، بلکہ اندر ہی مرجائے۔ پھر اس کی مدت بھی مجہول ہے۔ یہ حدیث امام محمد نے بھی باب بیع الغرر میں روایت کی ہے۔ اور کہا ہے کہ یہی ہمارا مختار ہے۔

۱۳۷۴- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ قَالَ: لَا رِبَا فِي الْحَيَوَانِ. وَإِنَّمَا نُهِيَ مِنَ الْحَيَوَانِ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ الْمَضَامِينِ، وَالْمَلَاقِيحِ، وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ. وَالْمَضَامِينُ بَيْعُ مَا فِي بُطُونِ إِنَاثِ الْإِبِلِ. وَالْمَلَاقِيحُ بَيْعُ مَا فِي ظُهُورِ الْجِمَالِ.

قَالَ مَالِكٌ: لَا يَنْبَغِي أَنْ يَشْتَرِيَ أَحَدٌ شَيْئًا مِنَ الْحَيَوَانِ بِعَيْنِهِ إِذَا كَانَ غَائِبًا عَنْهُ وَإِنْ كَانَ قَدْ رَآهُ وَرَضِيَهُ، عَلَى أَنْ يَنْقُدَ ثَمَنَهُ، لَا قَرِيبًا وَلَا بَعِيدًا.

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنَّمَا كُرِهَ ذَلِكَ، لِأَنَّ الْبَائِعَ يَنْتَفِعُ بِالثَّمَنِ، وَلَا يُدْرَى هَلْ تُوجَدُ تِلْكَ السِّلْعَةُ عَلَى مَا رَآهَا الْمُبْتَاعُ أَمْ لَا؟ فَلِذَلِكَ كُرِهَ ذَلِكَ. وَلَا بَأْسَ بِهِ إِذَا كَانَ مَضْمُونًا مَوْصُوفًا.

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ نے کہا کہ حیوان میں کوئی ربو نہیں۔ (یعنی سعیدؒ کے نزدیک تفاضل اور نسیئہ ہر دو روا ہیں۔) اور حیوان کے متعلق تین چیزیں ممنوع ہیں مضامین، ملاقیح اور حبل الحبلہ۔ پس مضامین تو وہ ہیں، جو

اونٹنیوں کے پیٹ میں ہوں۔ ملاقیح وہ بچے ہیں جو اونٹوں کی پشت میں ہو اور حبل الحبل زمانہ جاہلیت کی بیع تھی۔
شرح: امام محمدؒ نے مؤطا میں باب بیع الغرر کے اندر یہ اثر روایت کیا اور کہا کہ یہ ناجائز بیع کی صورتیں ہیں۔
ایضاً۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ معین غائب حیوان کو خریدنا جائز نہیں، چاہے وہ زیادہ دور ہو یا نہ ہو۔ اگرچہ مشتری نے اسے دیکھا ہوا اور پسند کیا ہو، اس شرط پر کہ قیمت بھی ادا کر دے۔ مالکؒ نے کہا کہ اس کی کراہت اس سبب سے ہے کہ بائع تو قیمت سے فائدہ اٹھائے گا۔ اور مشتری کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ جس حالت اور وصف پہ اس نے وہ جانور دیکھا تھا اب اس پہ باقی ہے یا نہیں ہے۔ لہذا یہ مکروہ ہے۔ اور جب اس کی ضمانت بائع پہ ہو اور وصف کو کھول کر بیان کر دیا جائے تو حرج نہیں۔ (امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جب مشتری نے مبیع کو خوب دیکھ لیا ہو۔ تو اس کی غائبانہ بیع جائز ہے۔ مگر پھر بھی مشتری کو خیارِ رویت حاصل ہوگا۔ اور خیارِ رویت کی شرط کے ساتھ غیر موصوف یا پہلے نہ دیکھی ہوئی چیز کی بیع جائز ہے یہی احمد بن حنبلؒ کا قول بھی ہے۔)

۲۷۔ بَابُ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِاللَّحْمِ

حیوان کی بیع گوشت کے عوض

۱۳۷۵۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِاللَّحْمِ۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے (مرسلاً) روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کے عوض حیوان کی بیع سے منع فرمایا۔ (یہ مرسل حدیث مؤطا محمدؒ میں بھی مروی ہے باب شراء الحيوان باللحم۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہمارا یہی مختار ہے کہ جس نے بکری کا گوشت زندہ بکری کے ساتھ بیچا تو نہیں معلوم ہوتا، کہ گوشت زیادہ ہے یا جو کچھ بکری میں ہے وہ زیادہ ہے، تو یہ بیع فاسد ہے۔ ناجائز ہے نہیں ہونی چاہئے اور یہ سودا بھی مزابنہ اور محاقلہ کی مانند ہے۔ اور اسی طرح زیتون کی بیع روغن زیتون کے ساتھ اور تل کے تیل کی بیع تل کے ساتھ۔ امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ بیع جائز ہے۔ کیونکہ حیوان اموالِ ربا سے نہیں ہے اور یہ موزوں کی بیع غیر موزوں کے ساتھ ہے۔ امام محمدؒ کے مذکورہ قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حیوان میں اور اس حیوان میں جس کا گوشت ہے، جنس کا فرق ہو تو بیع جائز ہے۔ اس حدیث کا جواب ان حضرات نے یہ دیا ہے کہ اس سے مراد مؤجل بیع ہے۔)

۱۳۷۶۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ مِنْ مَيْسِرِ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ، بَيْعُ الْحَيَوَانِ بِاللَّحْمِ، بِالشَّاةِ وَالشَّاتَيْنِ۔

ترجمہ: داؤد بن الحصینؒ نے سعید بن المسیبؒ کو کہتے سنا کہ اہل جاہلیت کا جوا یہ بھی تھا کہ وہ گوشت کی بیع بکری یا دو بکریوں کے ساتھ کرتے تھے۔ (یہ روایت بھی مؤطائے امام محمدؒ میں موجود ہے۔ باب شراء الحيوان باللحم)

۱۳۷۷۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ يَقُوْلُ

نُهِيَ عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِاللَّحْمِ۔
قَالَ اَبُوالزِّنَادِ: فَقُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: اَرَاَيْتَ رَجُلًا اشْتَرٰى شَارِفًا بِعَشَرَةِ شِيَاهٍ
فَقَالَ سَعِيدٌ: إِنْ كَانَ اشْتَرَاهَا لِيَنْحَرَهَا، فَلَا خَيْرَ فِي ذٰلِكَ۔
قَالَ اَبُوالزِّنَادِ: وَكُلُّ مَنْ اَدْرَكْتُ مِنَ النَّاسِ يَنْهَوْنَ عَنْ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِاللَّحْمِ۔
قَالَ اَبُوالزِّنَادِ: وَكَانَ ذٰلِكَ يُكْتَبُ فِي عُهُودِ الْعُمَّالِ۔ فِي زَمَانِ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ،
وَهِشَامِ بْنِ اِسْمَاعِيلَ۔ يَنْهَوْنَ عَنْ ذٰلِكَ۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ کہتے تھے کہ گوشت کے عوض حیوان کی بیع سے منع کیا گیا ہے۔ ابوالزناد راوی نے کہا کہ میں نے سعید بن المسیبؒ سے کہا: یہ بتائیے کہ ایک شخص دس بکریوں کے عوض ایک جوان؟ ونٹ خریدے تو کیسا ہے؟ سعیدؒ نے کہا کہ اگر اس نے اونٹ کو نحر کرنے کے لئے خریدا تو اس میں کوئی جواز نہیں۔ اور میں نے سب علما کو اس سے منع کرتے پایا کہ حیوان کی بیع گوشت سے کی جائے۔ ابوالزنادؒ نے کہا کہ ابان بن عثمانؓ اور ہشام بن اسمٰعیلؒ کے زمانے میں عُمّال کے عہد میں لکھا جاتا تھا کہ وہ اس سے منع کریں۔ (یہ دونوں حضرات عبدالملک کے دور میں اس کی طرف سے حاکم رہے ہیں۔ اوپر گزرا کہ حنفیہ میں سے محمد بن الحسنؒ کا مذہب یہی ہے کہ یہ بیع جائز نہیں۔)

۲۸۔ بَابُ بَيْعِ اللَّحْمِ بِاللَّحْمِ

گوشت کی بیع گوشت کے عوض میں

۱۳۷۸۔ قَالَ مَالِكٌ: الْاَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا فِي لَحْمِ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْوُحُوشِ اَنَّهُ لَا يُشْتَرٰى بَعْضُهُ بِبَعْضٍ۔ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ۔ وَزْنًا بِوَزْنٍ۔ يَدًا بِيَدٍ۔ وَلَا بَاْسَ بِهِ۔ وَاِنْ لَمْ يُوزَنْ اِذَا تَحَرّٰى اَنْ يَكُونَ مِثْلًا بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا بَاْسَ بِلَحْمِ الْحِيتَانِ، بِلَحْمِ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ، وَمَا اَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْوُحُوشِ كُلِّهَا۔ اثْنَيْنِ بِوَاحِدٍ۔ وَاَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔ يَدًا بِيَدٍ۔ فَاِنْ دَخَلَ ذٰلِكَ، الْاَجَلُ فَلَا خَيْرَ فِيهِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَاَرٰى لُحُومَ الطَّيْرِ كُلَّهَا مُخَالِفَةً لِلُحُومِ الْاَنْعَامِ وَالْحِيتَانِ۔ فَلَا اَرٰى

بِمَا يَأْنِ أَنْ يُشْتَرَى بَعْضُ ذٰلِكَ بِبَعْضٍ۔ مُتَفَاضِلًا۔ يَدًا بِيَدٍ۔ وَلَا يُبَاعُ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ إِلَى أَجَلٍ۔

ترجمہ: امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے کہ اُونٹ، گائے، بھیڑ بکری اور ان جیسی چیزوں کا جنگلی جانوروں میں سے گوشت کے بدلے گوشت نہ خریدا جائے۔ مگر برابر وزن کے ساتھ دست بدست۔ ایسا ہو تو حرج نہیں۔ اور اگر وزن نہ کیا جائے تو پوری طرح سے جانچ لیا جائے کہ برابر برابر ہو اور دست بدست ہو۔ مالکیہ کے نزدیک چار پایوں کا گوشت ایک جنس ہے اور اس کی بیع میں کمی بیشی حرام ہے۔ سب پرندوں کا گوشت ایک جنس ہے اور ان میں تفاضل حرام ہے۔ مگر چار پایوں اور پرندوں کا گوشت دو اجناس ہیں۔ اس میں تفاضل جائز ہے۔ مگر چار پایوں اور پرندوں کا گوشت دو اجناس ہیں، اس میں تفاضل جائز ہے۔ مچھلی کا گوشت الگ تیسری جنس ہے۔ ٹڈی دل کا گوشت چوتھی جنس ہے۔ پس ایک جنس کے گوشت میں تفاضل حرام اور مختلف اجناس میں جائز ہوا۔ شافعیؒ کے نزدیک ہر قسم کا حیوان الگ جنس ہے۔ ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہر قسم کا اونٹ ایک جنس، گائے بھینس ایک جنس، بھیڑ بکری ایک جنس ہے۔ شافعیؒ کے ایک قول میں ہر گوشت ایک ہی جنس شمار ہوتا ہے۔ احمد کے نزدیک چار پائے، جنگلی جانور، پرندے اور پانی کے جانور الگ الگ اجناس ہیں۔)

امام مالکؒ نے فرمایا کہ مچھلی کے گوشت کی بیع اونٹ گائے، بھیڑ بکری وغیرہ جیسی چیزوں کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ دست بدست جائز ہے۔ اور اگر اس میں مدت شامل ہو گئی تو جائز نہیں۔

مالکؒ نے کہا کہ سب پرندوں کا گوشت میرے نزدیک چار پایوں اور مچھلیوں کے گوشت سے مختلف ہے۔ ان میں تفاضل تو جائز ہے مگر نسیئہ جائز نہیں۔

۲۹۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي ثَمَنِ الْكَلْبِ

کتے کی قیمت کا باب

۱۳۷۹۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ۔ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ۔ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ۔

يَعْنِي بِمَهْرِ الْبَغِيِّ مَا تُعْطَاهُ الْمَرْأَةُ عَلَى الزِّنَا۔ وَحُلْوَانُ الْكَاهِنِ رِشْوَتُهُ، وَمَا يُعْطَى عَلَى أَنْ يَتَكَهَّنَ۔

قَالَ مَالِكٌ: أَكْرَهُ ثَمَنَ الْكَلْبِ الضَّارِي وَغَيْرِ الضَّارِي۔ لِنَهْيِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ۔

ترجمہ: ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارثؒ اور ابومسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کُتے کی قیمت سے، فاحشہ عورت کی خرچی سے اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا۔ فاحشہ عورت کی خرچی سے مراد وہ رقم ہے، جو اسے زنا پر ملتی ہے اور کاہن کی مٹھائی سے مراد اس کی رشوت ہے اور اس کی کہانت کی مزدوری۔ (مسند ابی حنیفہؒ میں جیّد سند کے ساتھ ابن عباسؓ کی مروی حدیث آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کُتے کی قیمت کی رخصت دی تھی۔ نسائی نے جابرؓ کی حدیث روایت کی ہے، جو ضعیف ہے اور اس میں بھی یہ استثناء موجود ہے۔ امام محمدؒ نے مؤطا کے باب اقتناء الکلب میں حدیث مرفوع روایت کی ہے جس میں حفاظت کے لئے اور ریوڑ کے لئے کُتا پالنے کی اجازت ہے۔ شکاری کُتا رکھنے کی اجازت تو قرآن مجید سے ثابت ہے۔ پس امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدیث زیر نظر میں وہ کُتا مراد ہے جو محض شوق سے بلا ضرورت رکھا جائے ہدایہ میں ہے کہ نہی ابتداء میں تھی۔ جب کہ کُتوں کو مروایا بھی گیا تھا۔ اور پھر ان کے قتل سے روک دیا تھا۔ دوسری دو چیزوں کی حرمت تو بالکل واضح ہے۔)

امام مالکؒ نے فرمایا کہ شکاری یا غیر شکاری کُتے کی بیع کو میں ناپسند کرتا ہوں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کُتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔

۳۰۔ بَابُ السَّلَفِ وَبَيْعِ الْعُرُوضِ بَعْضِهَا بِبَعْضٍ

بیع سلف اور سامان کے عوض سامان کی بیع کا باب

۱۳۸۰۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعٍ وَسَلَفٍ. قَالَ مَالِكٌ: وَتَفْسِيرُ ذٰلِكَ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ: آخُذُ سِلْعَتَكَ بِكَذَا وَكَذَا عَلَى أَنْ تُسْلِفَنِي كَذَا وَكَذَا. فَإِنْ عَقَدَا بَيْعَهُمَا عَلَى هٰذَا فَهُوَ غَيْرُ جَائِزٍ فَإِنْ تَرَكَ الَّذِي اشْتَرَطَ السَّلَفَ، مَا اشْتَرَطَ مِنْهُ، كَانَ ذٰلِكَ الْبَيْعُ جَائِزًا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا بَأْسَ أَنْ يُشْتَرَى الثَّوْبُ مِنَ الْكَتَّانِ، أَوِ الشَّطَوِيِّ، أَوِ الْقَصَبِيِّ، بِالْأَثْوَابِ مِنَ الْإِتْرِيبِيِّ، أَوِ الْقَسِّيِّ، أَوِ الزِّيقَةِ، أَوِ الثَّوْبِ الْهَرَوِيِّ، أَوِ الْمَرْوِيِّ بِالْمَلَاحِفِ الْيَمَانِيَّةِ وَالشَّقَائِقِ. وَمَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ. الْوَاحِدُ بِالِاثْنَيْنِ، أَوِ الثَّلَاثَةِ. يَدًا بِيَدٍ. أَوْ إِلَى أَجَلٍ. وَإِنْ كَانَ مِنْ صِنْفٍ وَاحِدٍ. فَإِنْ دَخَلَ، ذٰلِكَ، نَسِيئَةٌ. فَلَا خَيْرَ فِيهِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا يَصْلُحُ حَتَّى يَخْتَلِفَ. فَيَبِينَ اخْتِلَافُهُ. فَإِذَا أَشْبَهَ بَعْضُ ذٰلِكَ بَعْضًا. وَإِنِ اخْتَلَفَتْ أَسْمَاؤُهُ. فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ اثْنَيْنِ بِوَاحِدٍ إِلَى أَجَلٍ. وَذٰلِكَ أَنْ يَأْخُذَ الثَّوْبَيْنِ مِنَ

الْهَرَوِيِّ بِالثَّوْبِ مِنَ الْمَرْوِيِّ، أَوِ الْقُوهِيِّ إِلَى أَجَلٍ. أَوْ يَأْخُذَ الثَّوْبَيْنِ مِنَ الْفُرْقُبِيِّ بِالثَّوْبِ مِنَ الشَّطَوِيِّ. فَإِذَا كَانَتْ هٰذِهِ الْأَجْنَاسُ عَلَى هٰذِهِ الصِّفَةِ. فَلَا يُشْتَرَى مِنْهَا اثْنَانِ بِوَاحِدٍ إِلَى أَجَلٍ.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا بَأْسَ أَنْ تَبِيعَ مَا اشْتَرَيْتَ مِنْهَا قَبْلَ أَنْ تَسْتَوْفِيَهُ. مِنْ غَيْرِ صَاحِبِهِ الَّذِي اشْتَرَيْتَهُ مِنْهُ. إِذَا انْتَقَدْتَ ثَمَنَهُ.

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع اور سلف سے منع فرمایا (یہ حدیث ترمذی اور ابوداؤد نے موصول بیان کی ہے اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ نسائی نے اسے ایک اور سند سے روایت کیا ہے۔ امام محمدؒ نے اس کی شرح یہ بیان کی ہے کہ بیع وسلف کا مطلب یہ ہے کہ بیع وشراء کا معاملہ قرض کی شرط سے کیا جائے۔ یعنی مثلاً میں یہ چیز تمہارے پاس اتنے مول پہ بیچتا ہوں، بشرطیکہ تم مجھے اتنا روپیہ قرض دو۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ اس کی تفسیر یہ ہے، ایک شخص دوسرے سے کہے کہ میں تمہارا سامان اتنے پر لیتا ہوں، بشرطیکہ تم مجھے فلاں فلاں چیز قرض کے طور پر دو، پس اگر اس شرط پر سودا ہوا تو ناجائز ہے۔ اگر قرض کی شرط ترک کر دیں تو بیع جائز ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ کوئی شخص کتان یا شطوی (مصری) کپڑا یا قصبی (نرم کتان) کا کپڑا اتریبی (مصری) یا قسّی (دھاریدار مصری) یا زیقہ (نیشاپوری) یا ہروی (ہراتی، ہرات کی طرف منسوب ہے) یا مروی (فاسی) کپڑوں کے عوض خریدے یا یمنی چادروں یا شفائن (رنگدار تہ بند) وغیرہ کے عوض خریدے، ایک کے بدلے دو یا تین سے یا مؤجل بیع کرے اگرچہ وہ ایک نوع کے کپڑے ہوں۔ لیکن ایک نوع میں اگر مدت داخل ہوگئی تو ناجائز ہے۔ (جواز کا سبب ربٰو کی علت یعنی قدر (وزن یا ناپ) کا نہ ہونا ہے۔ رہا جنس کا اختلاف، سو اس کی پہچان مختلف کپڑوں کے ناموں سے ہو سکتی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ان میں نسیئہ جائز نہیں، جب تک کہ جنس واضح طور پر مختلف نہ ہو لیکن جب یہ مشابہ ہوں تو گو ان کے نام مختلف ہوں، دو کی بیع ایک کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ اور یہ اس طرح کہ مثلاً دو ہروی کپڑے ایک مروی یا کوہی (سفید کپڑوں کی قسم) کپڑے کے عوض لینا یا دو فرقبی (فرقب موضع کا نام ہے) ایک شطوی کے عوض لینا مدت کی شرط سے جائز نہیں۔ (کیونکہ جنس گو مختلف ہے مگر نسیئہ آگیا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ان کپڑوں کی جائز بیع کرو تو اگر قیمت ادا کر دی ہے تو کسی اور شخص کے ہاتھ قبضہ سے قبل ان کی بیع کرنا جائز ہے۔ (مالکؒ کے نزدیک قبضہ کی شرط صرف کھانے پینے کی چیزوں میں ہے۔ ابو حنیفہؒ کے نزدیک غیر منقول اشیا کی بیع قبضہ سے پہلے جائز ہے۔ محمدؒ اور شافعیؒ نے قبل از قبضہ کسی چیز کی بیع کو جائز نہیں رکھا۔)

۳۱- بَابُ السَّلَفَةِ فِي الْعُرُوضِ

اسباب میں بیع سلف کا بیان

۱۳۸۱ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ، وَرَجُلٌ يَسْأَلُهُ: عَنْ رَجُلٍ سَلَّفَ فِي سَبَائِبَ فَأَرَادَ بَيْعَهَا قَبْلَ أَنْ يَقْبِضَهَا. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: تِلْكَ الْوَرِقُ بِالْوَرِقِ. وَكَرِهَ ذٰلِكَ.

قَالَ مَالِكٌ: وَذٰلِكَ فِيمَا نُرَى، وَاللَّهُ أَعْلَمُ، أَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَبِيعَهَا مِنْ صَاحِبِهَا الَّذِي اشْتَرَاهَا مِنْهُ، لَمْ يَكُنْ بِذٰلِكَ بَأْسٌ.

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، فِيمَنْ سَلَّفَ فِي رَقِيقٍ أَوْ مَاشِيَةٍ أَوْ عُرُوضٍ فَإِذَا كَانَ كُلُّ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ مَوْصُوفًا. فَسَلَّفَ فِيهِ إِلَى أَجَلٍ. فَحَلَّ الْأَجَلُ. فَإِنَّ الْمُشْتَرِيَ لَا يَبِيعُ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ. مِنَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْهُ. بِأَكْثَرَ مِنَ الثَّمَنِ الَّذِي سَلَّفَهُ فِيهِ. قَبْلَ أَنْ يَقْبِضَ مَا سَلَّفَهُ فِيهِ. وَذٰلِكَ أَنَّهُ إِذَا فَعَلَهُ، فَهُوَ الرِّبَا. صَارَ الْمُشْتَرِي إِنْ أَعْطَى الَّذِي بَاعَهُ. دَنَانِيرَ أَوْ دَرَاهِمَ فَانْتَفَعَ بِهَا. فَلَمَّا حَلَّتْ عَلَيْهِ السِّلْعَةُ وَلَمْ يَقْبِضْهَا الْمُشْتَرِي. بَاعَهَا مِنْ صَاحِبِهَا بِأَكْثَرَ مِمَّا سَلَّفَهُ. وَزَادَهُ مِنْ عِنْدِهِ.

قَالَ مَالِكٌ: مَنْ سَلَّفَ ذَهَبًا أَوْ وَرِقًا. فِي حَيَوَانٍ أَوْ عُرُوضٍ. إِذَا كَانَ مَوْصُوفًا إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى. ثُمَّ حَلَّ الْأَجَلُ. فَإِنَّهُ لَا بَأْسَ أَنْ يَبِيعَ الْمُشْتَرِي تِلْكَ السِّلْعَةَ مِنَ الْبَائِعِ. قَبْلَ أَنْ يَحِلَّ الْأَجَلُ. أَوْ بَعْدَ مَا يَحِلُّ. بِعَرْضٍ مِنَ الْعُرُوضِ. يُعَجِّلُهُ وَلَا يُؤَخِّرُهُ. بَالِغًا مَا بَلَغَ ذٰلِكَ الْعَرْضُ. إِلَّا الطَّعَامَ. فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ أَنْ يَبِيعَهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ. وَلِلْمُشْتَرِي أَنْ يَبِيعَ تِلْكَ السِّلْعَةَ. مِنْ غَيْرِ صَاحِبِهِ الَّذِي ابْتَاعَهَا مِنْهُ، بِذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ أَوْ عَرْضٍ مِنَ الْعُرُوضِ. يَقْبِضُ ذٰلِكَ وَلَا يُؤَخِّرُهُ. لِأَنَّهُ إِذَا أَخَّرَ ذٰلِكَ قَبُحَ. وَدَخَلَهُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْكَالِئِ بِالْكَالِئِ.

بِالْكَالِئِ أَنْ يَبِيعَ الرَّجُلُ دَيْنًا لَهُ عَلَى رَجُلٍ، بِدَيْنٍ عَلَى رَجُلٍ آخَرَ.

قَالَ مَالِكٌ: وَمَنْ سَلَّفَ فِي سِلْعَةٍ إِلَى أَجَلٍ، وَتِلْكَ السِّلْعَةُ مِمَّا لَا يُؤْكَلُ وَلَا يُشْرَبُ. فَإِنَّ الْمُشْتَرِيَ يَبِيعُهَا مِمَّنْ شَاءَ بِنَقْدٍ أَوْ عَرْضٍ، قَبْلَ أَنْ يَسْتَوْفِيَهَا مِنْ غَيْرِ صَاحِبِهَا الَّذِي اشْتَرَاهَا مِنْهُ. وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَبِيعَهَا مِنَ الَّذِي ابْتَاعَهَا مِنْهُ. إِلَّا بِعَرْضٍ يَقْبِضُهُ وَلَا يُؤَخِّرُهُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنْ كَانَتِ السِّلْعَةُ لَمْ تَحِلَّ. فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَبِيعَهَا مِنْ صَاحِبِهَا بِعَرْضٍ مُخَالِفٍ لَهَا. بَيِّنٍ خِلَافُهُ. يَقْبِضُهُ وَلَا يُؤَخِّرُهُ.

قَالَ مَالِكٌ: فِيمَنْ سَلَّفَ دَنَانِيرَ أَوْ دَرَاهِمَ فِي أَرْبَعَةِ أَثْوَابٍ مَوْصُوفَةٍ. إِلَى أَجَلٍ. فَلَمَّا حَلَّ الْأَجَلُ. تَقَاضَى صَاحِبَهَا. فَلَمْ يَجِدْهَا عِنْدَهُ. وَوَجَدَ عِنْدَهُ ثِيَابًا دُونَهَا مِنْ صِنْفِهَا. فَقَالَ لَهُ الَّذِي عَلَيْهِ الْأَثْوَابُ: أُعْطِيكَ بِهَا ثَمَانِيَةَ أَثْوَابٍ مِنْ ثِيَابِي هَذِهِ: إِنَّهُ لَا بَأْسَ بِذَلِكَ. إِذَا أَخَذَ تِلْكَ الْأَثْوَابَ الَّتِي يُعْطِيهِ قَبْلَ أَنْ يَفْتَرِقَا. فَإِنْ دَخَلَ ذَلِكَ الْأَجَلُ فَإِنَّهُ لَا يَصْلُحُ وَإِنْ كَانَ ذَلِكَ قَبْلَ مَحِلِّ الْأَجَلِ. فَإِنَّهُ لَا يَصْلُحُ أَيْضًا. إِلَّا أَنْ يَبِيعَهُ ثِيَابًا لَيْسَتْ مِنْ صِنْفِ الثِّيَابِ الَّتِي سَلَّفَهُ فِيهَا.

ترجمہ: القاسم بن محمدؒ نے کہا کہ میں نے ایک آدمی کو ابن عباسؓ سے یہ سوال کرتے سنا: ایک آدمی نے کتان کے عماموں میں بیع سلم کی اور اس نے چاہا کہ قبضہ سے پہلے انہیں بیچ دے۔ تو ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ تو وہی چاندی کی بیع چاندی کے ساتھ ہے اور اسے مکروہ ٹھیرایا۔ (امام مالکؒ کے نزدیک قبضے کی شرط صرف طعام میں ہے۔ لہذا انہوں نے ابن عباسؓ کے قول کی تاویل کی ہے۔ دوسرے علما کے نزدیک بالعموم قبضہ شرط ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے خیال میں اس کا مطلب یہ ہے (واللہ اعلم) کہ وہ شخص اسی سے بیع کرنا چاہتا تھا جس سے وہ شے خریدی تھی۔ اور اپنی ادا کردہ قیمت سے زائد لینا چاہتا تھا۔ اگر وہ کسی اور سے بیع کرتا تو حرج نہ تھا۔ (لیکن اثر میں اس کا کوئی ذکر یا ثبوت نہیں ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ یہ ہمارے نزدیک اجماعی امر ہے کہ جو شخص غلاموں میں یا مویشیوں میں یا سامان میں بیع سلف کرے جب ان میں ہر چیز کی صفات بتا دی جائیں اور ایک مدتِ مقرر تک سلف کی جائے۔ پھر وہ مدت آ جائے تو مشتری اس میں

سے کوئی چیز بائع کے ہاتھ اپنی ادا کردہ قیمت سے زیادہ لے کر قبضہ سے قبل فروخت نہ کرے۔ کیونکہ جب وہ ایسا کرے گا، تو یہ ربوٰ ہو گا۔ مشتری نے بائع کو دینار یا درہم دیئے اور اس نے ان سے فائدہ اٹھایا۔ پھر جب سامان لینے کا وقت آیا اور مشتری نے ابھی اس پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ اسے بائع کے ہاتھ اپنی ادا کردہ قیمت سے زیادہ پر بیچ دیا۔ گویا اس نے عملاً سلف کو رد کر دیا۔ اور رقم زیادہ لے لی۔ (بیع سلف میں مبیع پر قبضہ سے قبل نئی بیع سب کے نزدیک ناجائز ہے)

امام مالکؒ نے فرمایا کہ جس نے سونا یا چاندی بطور بیع سلم دیا کسی حیوان کے لئے یا سامان کے لئے جب کہ وہ ایک مدت مقررہ تک ہوا اور اس کی صفات بتا دی گئی ہوں۔ پھر وعدے کا وقت آ گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ مشتری اس سامان کو بائع کے ہاتھ مدت سے پہلے یا اس کے بعد کسی اور سامان کے عوض بیچ دے۔ بشرطیکہ اسے فوراً ادا کر دے، اور مؤخر نہ کرے۔ خواہ وہ سامان کتنا زیادہ ہو، مگر طعام میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس پر قبضہ سے قبل اس کی بیع جائز نہیں مشتری اس سامان کو کسی اور شخص کے ہاتھ سونے چاندی یا سامان کے عوض بیچ سکتا ہے، وہ اس پر قبضہ کرے۔ اور مؤخر نہ کرے۔ کیونکہ تاخیر قبیح ہوگی۔ اور ادھار کی بیع ادھار کے ساتھ ہو جائے گی۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ الف کا دَین ب پر ہو اور وہ اسے اس دَین کے عوض بیچے، جو ب کا ج پر ہے۔ (جمہور کے نزدیک طعام ہو یا غیر طعام، اس میں سلم پر سلم جائز نہیں اور اس کی دلیل ابو داؤد کی حدیث ہے جو ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے سلم پر سلم سے منع فرمایا۔ مالکؒ نے اسے طعام سے مخصوص کیا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس نے دیناروں یا درہموں کے ساتھ چار موصوف کپڑوں میں بیع سلم کی، جب میعاد مقررہ آگئی تو اس نے بائع سے تقاضا کیا مگر کپڑے اس کے پاس نہ پائے اور اس کے پاس اُن سے گھٹیا قسم کے کپڑے پائے۔ پس بائع نے کہا کہ میں تمہیں ان چار کے عوض یہ آٹھ کپڑے دیتا ہوں، تو اس میں حرج نہیں۔ جب کہ وہ جدا ہونے سے قبل ان پر قبضہ کر لے۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر اس میں میعاد داخل ہو گئی، تو جائز نہیں اگرچہ میعاد سے قبل ہی یہ معاملہ ہو۔ اگر کپڑوں کی جنس اور ہے تو جائز ہے۔ (لیکن جمہور کے نزدیک جس چیز پر بیع سلم ہوئی، اس پر قبضہ کئے بغیر بیع یا تبدیلی جائز نہیں۔)

۳۲۔ بَابُ بَيْعِ النُّحَاسِ وَالْحَدِيدِ وَمَا أَشْبَهَهُمَا مِمَّا يُوزَنُ

تانبا، لوہا اور اس قسم کی وزن دار چیزوں کی بیع

۱۳۸۲۔ قَالَ مَالِكٌ: اَلْأَمْرُ عِنْدَنَا فِيمَا كَانَ مِمَّا يُوزَنُ۔ مِنْ غَيْرِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ۔ مِنَ النُّحَاسِ وَالشَّبَهِ وَالرَّصَاصِ وَالْآنُكِ وَالْحَدِيدِ وَالْقَضْبِ وَالتِّينِ وَالْكُرْسُفِ۔ وَمَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِمَّا يُوزَنُ۔ فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُؤْخَذَ مِنْ صِنْفٍ وَاحِدٍ۔ اثْنَانِ بِوَاحِدٍ۔ يَدًا بِيَدٍ۔ وَلَا بَأْسَ أَنْ يُؤْخَذَ رِطْلُ حَدِيدٍ۔ بِرِطْلَيْ حَدِيدٍ۔ وَرِطْلُ صُفْرٍ۔ بِرِطْلَيْ صُفْرٍ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا خَيْرَ فِيهِ۔ اثْنَانِ بِوَاحِدٍ مِنْ صِنْفٍ وَاحِدٍ۔ إِلَى أَجَلٍ۔ فَإِذَا اخْتَلَفَ

الصِّنْفَانِ مِنْ ذٰلِكَ. فَبَانَ اخْتِلَافُهُمَا. فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُؤْخَذَ مِنْهُ اثْنَانِ بِوَاحِدٍ. إِلَى أَجَلٍ. فَإِنْ كَانَ الصِّنْفَانِ مِنْهُ يُشْبِهُ الصِّنْفَ الْآخَرَ، وَإِنِ اخْتَلَفَا فِي الْاِسْمِ. مِثْلُ الرَّصَاصِ وَ الْآنُكِ وَالشَّبَهِ وَالصُّفْرِ. فَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يُؤْخَذَ مِنْهُ اثْنَانِ بِوَاحِدٍ. إِلَى أَجَلٍ.

قَالَ مَالِكٌ: وَمَا اشْتَرَيْتَ مِنْ هٰذِهِ الْأَصْنَافِ كُلِّهَا. فَلَا بَأْسَ أَنْ تَبِيعَهُ. قَبْلَ أَنْ تَقْبِضَهُ. مِنْ صَاحِبِهِ الَّذِي اشْتَرَيْتَهُ مِنْهُ. إِذَا قَبَضْتَ ثَمَنَهُ. إِذَا كُنْتَ اشْتَرَيْتَهُ كَيْلًا أَوْ وَزْنًا. فَإِنِ اشْتَرَيْتَهُ جِزَافًا. فَبِعْهُ مِنْ غَيْرِ الَّذِي اشْتَرَيْتَهُ مِنْهُ. بِنَقْدٍ. أَوْ إِلَى أَجَلٍ. وَذٰلِكَ أَنَّ ضَمَانَهُ مِنْكَ إِذَا اشْتَرَيْتَهُ جِزَافًا. وَلَا يَكُونُ ضَمَانُهُ مِنْكَ إِذَا اشْتَرَيْتَهُ وَزْنًا. حَتّٰى تَزِنَهُ وَتَسْتَوْفِيَهُ. وَهٰذَا أَحَبُّ مَا سَمِعْتُ إِلَيَّ فِي هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ كُلِّهَا. وَهُوَ الَّذِي لَمْ يَزَلْ عَلَيْهِ أَمْرُ النَّاسِ عِنْدَنَا.

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا فِيمَا يُكَالُ أَوْ يُوزَنُ. مِمَّا لَا يُؤْكَلُ وَلَا يُشْرَبُ. مِثْلُ الْعُصْفُرِ وَالنَّوَى وَالْخَبَطِ وَالْكَتَمِ وَمَا يُشْبِهُ ذٰلِكَ. أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِأَنْ يُؤْخَذَ مِنْ كُلِّ صِنْفٍ مِنْهُ. اثْنَانِ بِوَاحِدٍ. يَدًا بِيَدٍ. وَلَا يُؤْخَذُ مِنْ صِنْفٍ وَاحِدٍ مِنْهُ. اثْنَانِ بِوَاحِدٍ. إِلَى أَجَلٍ. فَإِنِ اخْتَلَفَ الصِّنْفَانِ. فَبَانَ اخْتِلَافُهُمَا. فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُؤْخَذَ مِنْهُمَا اثْنَانِ بِوَاحِدٍ إِلَى أَجَلٍ وَمَا اشْتُرِيَ مِنْ هٰذِهِ الْأَصْنَافِ كُلِّهَا. فَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُبَاعَ قَبْلَ أَنْ يُسْتَوْفَى. إِذَا قَبَضَ ثَمَنَهُ مِنْ غَيْرِ صَاحِبِهِ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْهُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَكُلُّ شَيْءٍ يَنْتَفِعُ بِهِ النَّاسُ مِنَ الْأَصْنَافِ كُلِّهَا. وَإِنْ كَانَتِ الْحَصْبَاءَ وَالْقَصَّةَ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِمِثْلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ. فَهُوَ رِبًا. وَوَاحِدٌ مِنْهُمَا بِمِثْلِهِ. وَزِيَادَةُ شَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ إِلَى أَجَلٍ. فَهُوَ رِبًا.

ترجمہ: امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک سونے چاندی کے علاوہ وزن والی چیزوں مثلاً تانبے، پیتل، رانگ، سیسے، لوہے، چارے، انجیر اور روئی اور اس قسم کی تولی جانے والی چیزوں کے متعلق یہ معمول ہے کہ ان کی ایک صنف

کی چیزوں کو ایک کے عوض دو کا لینا جائز ہے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک رطل لوہا دو رطل لوہے کے عوض، ایک رطل اعلیٰ تانبا دو رطل کے عوض لیا جائے۔ مگر اس میں مدت رکھنا جائز نہیں۔ (مگر حنفیہ کے نزدیک علتِ ربوٰ یعنی وزن موجود ہے۔ لہٰذا دست بدست تفاضل بھی ایک جنس میں جائز نہیں۔) جب قسمیں بالکل مختلف ہوں تو دو کو ایک کے بدلے لینا جائز ہے میعاد کے ساتھ بھی۔ (حنفیہ کے نزدیک میعاد کے ساتھ جائز نہیں دست بدست جائز ہے۔) اور اگر ایک قسم دوسری سے ملتی جلتی ہو، گو نام مختلف ہوں۔ مثلاً رانگ اور سیسہ اور پیتل اور اعلیٰ تانبا۔ تو میرے نزدیک ان میں مدت کی شرط سے تفاضل جائز نہیں۔

مالکؒ نے کہا کہ ان اقسام میں سے تو جو بھی خریدے تو قبضہ سے قبل بائع کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ اس کا بیچنا جائز ہے بشرطیکہ تو نے قیمت لے لی ہو۔ اور ناپ کر یا تول کر خریدا ہو۔ اور اگر اندازے سے خریدا ہو تو تو اسے بائع کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ بیچ دے نقد یا اُدھار۔ کیونکہ اس کی ضمانت تجھ پر ہے جب تو نے اندازے سے خریدا۔ اور جب تول کر خریدا تو ضمانت اس تولنے والے کی ہے۔ لہٰذا تو اسے تولے بغیر اور اس پر قبضہ کئے بغیر نہیں بیچ سکتا۔ ان تمام چیزوں میں یہ پسندیدہ بات ہے۔ جو میں نے سُنی اور مدینہ منورہ میں اس پر عمل رہا ہے۔ (قبضہ پر گفتگو اس سے پہلے گزری ہے کہ جمہور کے نزدیک وہ ضروری ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں کیلی یا وزنی چیزیں جو کھانے پینے کی نہیں، مثلاً عُصفر (ایک رنگ ہے) اور گٹھلیاں اور درختوں کے جھاڑے ہوئے پتے اور وسمہ وغیرہ، ان کے متعلق ہمارا معمول یہ ہے کہ دست بدست ان کی بیع میں تفاضل جائز ہے۔ خواہ جنس ایک ہو۔ (اس میں حنفیہ کا اختلاف ہے۔) اگر قسمیں واضح طور پر مختلف ہوں، تو ان میں تفاضل کے علاوہ نسیئہ بھی جائز ہے۔ (لیکن حنفیہ کے نزدیک علتِ ربوٰ یعنی اتحادِ قدر موجود ہے۔ لہٰذا نسیئہ جائز نہیں۔) اور ان اقسام میں سے جو چیز خریدیں، اس پر قبضہ کئے بغیر کسی اور کے ہاتھ اس کی بیع جائز ہے۔ (جمہور کے نزدیک ان میں بھی قبضہ ضروری ہے)

مالکؒ نے کہا کہ ہر قسم کی چیز جس سے لوگ نفع پاتے ہیں، خواہ وہ کنکریاں ہوں یا سرکنڈا، ان میں تفاضل کے ساتھ نسیئہ جائز نہیں، تفاضل کم ہو یا زیادہ ہو۔ کیونکہ وہ سُود ہوگا۔

۳۳۔ بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ

ایک بیع میں دو بیع کی ممانعت کا باب

اس کی مثال یہ ہے کہ یہ چیز نقد اتنے کی ہے اور اُدھار اس سے زیادہ کی۔ یا کسی سے ایک چیز خریدنا اس شرط پر کہ وہ تمہارے ہاتھ فلاں چیز بیچ دے۔

۱۳۸۴۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا۔ (مسند احمد اور طبرانی کی روایت میں نَهَى عَنْ صَفْقَتَيْنِ فِي صَفْقَةٍ کے الفاظ ہیں یعنی ایک سودے میں دو سودے کرنا ممنوع ہے۔ ابن حبان

اور طبرانی وغیرہ نے اسے بطور ابن مسعودؓ کی موقوف حدیث کے روایت کیا ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ اور یہ حدیث زیر نظر سے زیادہ عام ہے کہ اس میں بیوع کے علاوہ دیگر کئی معاملات بھی داخل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً گھر کی بیع کرنا اس شرط پر کہ بائع اس میں ساکن رہے گا یا غلام کی بیع اس شرط پر وہ بائع کی خدمت کرے گا۔)

۱۳۸۴- وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَجُلٍ: ابْتَعْ لِي هٰذَا الْبَعِيرَ بِنَقْدٍ حَتّٰى أَبْتَاعَهُ مِنْكَ إِلٰى أَجَلٍ۔ فَسُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ۔ فَكَرِهَهُ وَنَهٰى عَنْهُ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تم یہ اونٹ میری خاطر نقد خرید و تاکہ میں اسے تم سے ادھار خرید لوں۔ پھر اس کے متعلق عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا تو انہوں نے اسے ناپسند کیا اور اس سے روک دیا۔

۱۳۸۵- وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ اشْتَرٰى سِلْعَةً بِعَشَرَةِ دَنَانِيرَ نَقْدًا۔ أَوْ بِخَمْسَةَ عَشَرَ دِينَارًا إِلٰى أَجَلٍ۔ فَكَرِهَ ذٰلِكَ وَنَهٰى عَنْهُ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ ابْتَاعَ سِلْعَةً مِنْ رَجُلٍ بِعَشَرَةِ دَنَانِيرَ نَقْدًا۔ أَوْ بِخَمْسَةَ عَشَرَ دِينَارًا إِلٰى أَجَلٍ۔ قَدْ وَجَبَتْ لِلْمُشْتَرِي بِأَحَدِ الثَّمَنَيْنِ: إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي ذٰلِكَ۔ لِأَنَّهُ إِنْ أَخَّرَ الْعَشَرَةَ كَانَتْ خَمْسَةَ عَشَرَ إِلٰى أَجَلٍ۔ وَإِنْ نَقَدَ الْعَشَرَةَ كَانَ إِنَّمَا اشْتَرٰى بِهَا الْخَمْسَةَ عَشَرَ الَّتِي إِلٰى أَجَلٍ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ اشْتَرٰى مِنْ رَجُلٍ سِلْعَةً بِدِينَارٍ نَقْدًا۔ أَوْ بِشَاةٍ مَوْصُوفَةٍ، إِلٰى أَجَلٍ قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ بِأَحَدِ الثَّمَنَيْنِ: إِنَّ ذٰلِكَ مَكْرُوهٌ لَا يَنْبَغِي۔ لِأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَهٰى عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ۔ وَهٰذَا مِنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ قَالَ لِرَجُلٍ، أَشْتَرِي مِنْكَ هٰذِهِ الْعَجْوَةَ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا۔ أَوِ الصَّيْحَانِيَّ عَشَرَةَ أَصْوُعٍ۔ أَوِ الْحِنْطَةَ الْمَحْمُولَةَ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا۔ أَوِ الشَّامِيَّةَ عَشَرَةَ أَصْوُعٍ بِدِينَارٍ۔ قَدْ وَجَبَتْ لِي إِحْدَاهُمَا: إِنَّ ذٰلِكَ مَكْرُوهٌ لَا يَحِلُّ۔ وَذٰلِكَ أَنَّهُ قَدْ أَوْجَبَ لَهُ عَشَرَةَ أَصْوُعٍ صَيْحَانِيًّا۔ فَهُوَ يَدَعُهَا وَيَأْخُذُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا مِنَ الْعَجْوَةِ۔ أَوْ تَجِبُ عَلَيْهِ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا مِنَ

الْحِنْطَةِ الْمَحْمُولَةِ. فَيَدَعُهَا وَيَأْخُذُ عَشَرَةَ أَصْوُعٍ مِنَ الشَّامِيَّةِ. فَهٰذَا أَيْضًا مَكْرُوهٌ لَا يَحِلُّ. وَهُوَ أَيْضًا يُشْبِهُ مَا نُهِيَ عَنْهُ مِنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ. وَهُوَ أَيْضًا مِمَّا نُهِيَ عَنْهُ أَنْ يُبَاعَ مِنْ صِنْفٍ وَاحِدٍ مِنَ الطَّعَامِ. اثْنَانِ بِوَاحِدٍ.

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ القاسم بن محمدؒ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے ایک سامان نقد پر دس دینار کا یا اُدھار پر پندرہ دینار کا خریدا۔ تو القاسمؒ نے اسے ناپسند فرمایا۔ اور اس سے منع فرمایا۔ (ایک بیع میں دو بیع کرنے کا معروف معنیٰ یہی ہے۔ اس میں ثمن در اصل مجہول ہے اور غیر معین ہے۔ اگر ان میں سے ایک سودا متعین ہو جائے اور اس پر دونوں راضی ہو کر مثلاً نقدی اور چیز کی ادائیگی کر دیں تو طاؤسؒ، الحکمؒ اور حمادؒ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ سودا مجہول نہ رہا۔)

مالکؒ نے کہا کہ جو آدمی دوسرے سے کوئی سودا دس دینار نقد پر یا پندرہ دینار ادھار پر خریدے تو مشتری کے لئے ان دو قیمتوں میں سے ایک پر وہ واجب ہوا (یعنی متعین نہ ہوا) مالکؒ نے کہا کہ یہ جائز نہیں۔ کیونکہ اگر وہ دس دینار مؤخر کر دے تو اُدھار پندرہ ہوں گے۔ اور اگر دس دینار ادا کر دے تو گویا اس نے ان کے ساتھ وہ پندرہ دینار خریدے، جو اُدھار تھے۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کوئی سامان ایک دینار نقد پر یا ایک موصوف بکری کے بدلے ادھار پر خریدا تو گویا مشتری کے لئے ان دو میں سے ایک قیمت واجب ہوئی۔ لہذا یہ جائز نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو بیع سے منع فرمایا اور یہ بالکل وہی صورت ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ میں تم سے یہ عجوہ پندرہ صاع یا صیحانی دس صاع یا محمولہ گندم پندرہ صاع یا شامی گندم دس صاع ایک دینار کے عوض خریدتا ہوں، مجھ پر کھجور کی دو اقسام میں سے ایک یا گندم کی دو اقسام میں سے ایک واجب ہو گئی۔ تو یہ مکروہ ہے حلال نہیں۔ کیونکہ پہلے تو وہ اپنے اُوپر دس صاع واجب کرتا ہے اور پھر انہیں چھوڑ کر پندرہ صاع لیتا ہے یا پندرہ صاع پتلی گندم کے واجب کرتا ہے اور اسے چھوڑ کر دس صاع شامی کے لیتا ہے۔ پس یہ مکروہ اور حرام ہے۔ اور یہ بھی اس ممانعت میں آتا ہے جس میں ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور یہ اس نہی میں بھی داخل ہے کہ غلے کی ایک قسم میں ایک کے بدلے دو لیا جائے۔ دہدایہ میں ہے کہ اس بات پر تو فقہا کا اتفاق ہے کہ ایک بیع میں دو بیع کرنا ناجائز ہے۔ مگر اس کے مصداق اور تفصیل میں اختلاف ہے۔ اگر مصداق یہ ہو کہ بائع کہے میں تمہیں یہ چیز ایک دینار میں اور دوسری دو دینار میں دیتا ہوں، مگر ایک نہ ایک سودا لازم ہوگا۔ یہ صورت سب کے نزدیک ناجائز ہے۔ اگر یہ مصداق ہو کہ یہ چیز نقد اتنے کی اور ادھار اتنے کی ہے اور ایک نہ ایک چیز واجب ہے تو یہ بھی سب فقہا کے نزدیک ناجائز ہے۔ لیکن اگر اس میں کسی صورت کی بیع کو لازم نہ ٹھہرایا جائے بلکہ مشتری کو اختیار رہے کہ جو چاہے قبول کر لے۔ تو یہ صورت مالکؒ کے نزدیک جائز اور ابوحنیفہؒ وشافعیؒ کے نزدیک ناجائز ہے۔ امام مالکؒ نے اسے باب الخیار سے قرار دیا ہے۔ اگر مصداق یہ ہو کہ تم مجھے یہ مکان اس قیمت پر دے دو، بشرطیکہ میں تمہیں یہ غلام اس قیمت پر دے دوں گا تو یہ صورت بھی مجہول بیع

کی ہے اور نا جائز ہے ۔)

۳۴۔ بَابُ بَيْعِ الْغَرَرِ

دھوکے کی بیع کا بیان

بیوع میں بے شمار صورتیں دھوکے کی ہو سکتی ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔ زمانۂ جاہلیت کی مشہور بیوع جو فریب پر مبنی تھیں، وہ تو اس میں ضرور داخل ہیں۔ مثلاً بھاگے ہوئے غلام کی بیع، مجہول شئی کی بیع، جو بائع کے بس میں نہ ہو اس کی بیع، حبل الحبلہ، ملامسہ، منابذہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ جو صورتیں عموماً دھوکے کے نام سے مشہور رہوں، وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ اور وہ سودے جن میں فریب کا غلبہ ہو وہ بھی۔ تھوڑا بہت دھوکا تو بہت سی بیوع میں ہوتا ہے۔ مگر اس سے بیع فاسد نہیں ہوتی۔

۱۳۸۶۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِيْ حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَمِنَ الْغَرَرِ وَالْمُخَاطَرَةِ، اَنْ يَعْمِدَ الرَّجُلُ قَدْ ضَلَّتْ دَابَّتُهُ، اَوْ اَبَقَ غُلَامُهُ وَثَمَنُ الشَّيْءِ مِنْ ذٰلِكَ خَمْسُوْنَ دِيْنَارًا۔ فَيَقُوْلُ رَجُلٌ، اَنَا اٰخُذُهُ مِنْكَ بِعِشْرِيْنَ دِيْنَارًا۔ فَاِنْ وَجَدَهُ الْمُبْتَاعُ، ذَهَبَ مِنَ الْبَائِعِ ثَلَاثُوْنَ دِيْنَارًا۔ وَاِنْ لَمْ يَجِدْهُ، ذَهَبَ الْبَائِعُ مِنَ الْمُبْتَاعِ بِعِشْرِيْنَ دِيْنَارًا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَفِيْ ذٰلِكَ عَيْبٌ اٰخَرُ۔ اِنَّ تِلْكَ الضَّالَّةَ اِنْ وُجِدَتْ لَمْ يُدْرَ اَزَادَتْ اَمْ نَقَصَتْ۔ اَمْ مَا حَدَثَ بِهَا مِنَ الْعُيُوْبِ۔ فَهٰذَا اَعْظَمُ الْمُخَاطَرَةِ۔

قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا، اَنَّ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ وَالْغَرَرِ اِشْتِرَاءَ مَا فِيْ بُطُوْنِ الْاِنَاثِ مِنَ النِّسَاءِ وَالدَّوَابِّ۔ لِاَنَّهُ لَا يُدْرٰى اَيَخْرُجُ اَمْ لَا يَخْرُجُ۔ فَاِنْ خَرَجَ لَمْ يُدْرَ اَيَكُوْنُ حَسَنًا اَمْ قَبِيْحًا۔ اَمْ تَامًّا اَمْ نَاقِصًا۔ اَمْ ذَكَرًا اَمْ اُنْثٰى۔ وَذٰلِكَ كُلُّهُ يَتَفَاضَلُ۔ اِنْ كَانَ عَلٰى كَذَا، فَقِيْمَتُهُ كَذَا۔ وَاِنْ كَانَ عَلٰى كَذَا، فَقِيْمَتُهُ كَذَا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا يَنْبَغِيْ بَيْعُ الْاِنَاثِ وَاسْتِثْنَاءُ مَا فِيْ بُطُوْنِهَا۔ وَذٰلِكَ اَنْ يَقُوْلَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ: ثَمَنُ شَاتِي الْغَزِيْرَةِ ثَلَاثَةُ دَنَانِيْرَ۔ فَهِيَ لَكَ بِدِيْنَارَيْنِ۔ وَلِيْ مَا فِيْ بَطْنِهَا۔ فَهٰذَا

مَكْرُوهٌ۔ لِأَنَّهُ غَرَرٌ وَمُخَاطَرَةٌ۔

قَالَ مَالِكٌ، وَلَا يَحِلُّ بَيْعُ الزَّيْتُونِ بِالزَّيْتِ۔ وَلَا الْجُلْجُلَانِ بِدُهْنِ الْجُلْجُلَانِ۔ وَلَا الزُّبْدِ بِالسَّمْنِ۔ لِأَنَّ الْمُزَابَنَةَ تَدْخُلُهُ۔ وَلِأَنَّ الَّذِي يَشْتَرِي الْحَبَّ وَمَا أَشْبَهَهُ، بِشَيْءٍ مُسَمًّى مِمَّا يَخْرُجُ مِنْهُ، لَا يَدْرِي أَيَخْرُجُ مِنْهُ أَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ، أَوْ أَكْثَرُ۔ فَهٰذَا غَرَرٌ وَمُخَاطَرَةٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَمِنْ ذٰلِكَ أَيْضًا، اشْتِرَاءُ حَبِّ الْبَانِ بِالسَّلِيخَةِ۔ فَذٰلِكَ غَرَرٌ۔ لِأَنَّ الَّذِي يَخْرُجُ مِنْ حَبِّ الْبَانِ، هُوَ السَّلِيخَةُ۔ وَلَا بَأْسَ بِحَبِّ الْبَانِ بِالْبَانِ الْمُطَيَّبِ۔ لِأَنَّ الْبَانَ الْمُطَيَّبَ قَدْ طُيِّبَ وَنُشَّ وَتَحَوَّلَ عَنْ حَالِ السَّلِيخَةِ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ بَاعَ سِلْعَةً مِنْ رَجُلٍ عَلٰى أَنَّهُ لَا نُقْصَانَ عَلَى الْمُبْتَاعِ۔ إِنَّ ذٰلِكَ بَيْعٌ غَيْرُ جَائِزٍ وَهُوَ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ۔ وَتَفْسِيرُ ذٰلِكَ: أَنَّهُ كَأَنَّهُ اسْتَأْجَرَهُ بِرِبْحٍ۔ إِنْ كَانَ فِي تِلْكَ السِّلْعَةِ۔ وَإِنْ بَاعَ بِرَأْسِ الْمَالِ أَوْ بِنُقْصَانٍ فَلَا شَيْءَ لَهُ۔ وَذَهَبَ عَنَاؤُهُ بَاطِلًا۔ فَهٰذَا لَا يَصْلُحُ وَلِلْمُبْتَاعِ فِي هٰذَا أُجْرَةٌ بِمِقْدَارِ مَا عَالَجَ مِنْ ذٰلِكَ۔ وَمَا كَانَ فِي تِلْكَ السِّلْعَةِ مِنْ نُقْصَانٍ أَوْ رِبْحٍ، فَهُوَ لِلْبَائِعِ، وَعَلَيْهِ۔ وَإِنَّمَا يَكُونُ ذٰلِكَ، إِذَا فَاتَتِ السِّلْعَةُ وَبِيعَتْ۔ فَإِنْ لَمْ تَفُتْ فُسِخَ الْبَيْعُ بَيْنَهُمَا۔

قَالَ مَالِكٌ: فَأَمَّا أَنْ يَبِيعَ رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ سِلْعَةً۔ يَبُتُّ بَيْعَهَا ثُمَّ يَنْدَمُ الْمُشْتَرِي فَيَقُولُ لِلْبَائِعِ ضَعْ عَنِّي۔ فَيَأْبَى الْبَائِعُ۔ وَيَقُولُ: بِعْ فَلَا نُقْصَانَ عَلَيْكَ فَهٰذَا لَا بَأْسَ بِهِ۔ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ۔ وَإِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ وَضَعَهُ لَهُ۔ وَلَيْسَ عَلٰى ذٰلِكَ عَقَدَا بَيْعَهُمَا۔ وَذٰلِكَ الَّذِي عَلَيْهِ الْأَمْرُ عِنْدَنَا۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔ موطا امام محمدؒ میں یہ مرسل حدیث اسی نام کے باب میں مروی ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ ہر دھوکے کی بیع فاسد ہے اور یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے۔ پھر امام محمدؒ نے اس باب میں سعید بن المسیبؒ کا قول نقل کیا۔

کہ اونٹنیوں کے پیٹ کے بچوں کی بیع، اونٹوں کی پُشت کے بچوں کی بیع، اونٹنی کے حمل کے حمل کی بیع ناجائز ہے اور امام محمدؒ نے ان سب بیوع کو بیع الغرر ٹھیرایا ہے۔ ہوا کے پرندوں اور پانی کی مچھلیوں کی بیع بھی اس میں داخل ہے۔)

امام مالکؒ نے فرمایا کہ یہ بھی دھوکا اور جوا ہے کہ کسی کی سواری کا جانور یا غلام بھاگ جائے اور اس کی قیمت مثلاً ۵۰ دینار ہو۔ دوسرا کہے کہ میں اسے تم سے بیس دینار پر لیتا ہوں۔ پس اس صورت میں اگر مشتری کو وہ مل گیا تو بائع کو تیس دینار کا نقصان ہوا۔ اور اگر اسے وہ چیز نہ ملی تو اس کے بیس دینار ضائع ہو گئے۔

مالکؒ نے کہا کہ اس میں ایک اور عیب بھی ہے کہ وہ گم شدہ چیز اگر مل گئی تو کیا معلوم اس میں کیا کمی بیشی یا عیب پیدا ہو چکا ہے۔ اس لئے یہ بہت بڑی قمار بازی ہے

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ امر بھی دھوکا اور جوا ہے کہ عورتوں (لونڈیوں) اور جانوروں کے پیٹ کے بچوں کی بیع کی جائے۔ کیونکہ معلوم نہیں وہ باہر نکلے یا نہ نکلے۔ اگر نکلے تو خوبصورت ہوگا یا قبیح۔ پورا ہوگا یا ناقص۔ اور ان سب صورتوں میں ان کی کمی بیشی ہوگی کہ یوں ہوا تو قیمت یہ ہے اور یوں ہوا تو یہ ہے۔ پس یہ قمار بازی اور دھوکا ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ مؤنث کی بیع کی جائے اور ان کے حمل کو مستثنیٰ کیا جائے۔ مثلاً ایک شخص دوسرے سے کہے کہ میری بہت دودھ دینے والی بکری کی قیمت تین دینار ہے۔ پس یہ تمہیں دو دینار میں دیتا ہوں۔ بشرطیکہ اس کے پیٹ کا بچہ میرا ہو۔ سو یہ بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ دھوکا اور قمار بازی ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ زیتون کی بیع روغن زیتون سے، تل کے پودوں کی بیع تلوں کے تیل کے ساتھ اور مکھن کی بیع گھی کے ساتھ جائز نہیں۔ کیونکہ اس میں مزابنہ داخل ہو جاتا ہے۔ اور جو آدمی مثلاً دانے وغیرہ خریدتا ہے اسی چیز کے عوض جو ان سے نکلے گی۔ تو اسے معلوم نہیں ہو سکتا کہ آیا وہ کم نکلے گی یا زیادہ۔ پس یہ دھوکا اور قمار بازی ہے۔ (کیونکہ اس میں تفاضل تو ضرور ہوگا یہ معلوم نہیں کہ کس کے حصے میں ہوگا۔)

مالکؒ نے کہا کہ اس زمرے بان (ڈنکائن یا کچھ اور) کے بیج کی بیع اس کے تیل کے ساتھ آتی ہے۔ کیونکہ جو بان کے بیج سے نکلتا ہے وہی سلیخہ (اسی کا تیل) ہے۔ اور بان کے جن بیجوں کو خوشبو لگائی گئی ہو، ان کے ساتھ بے خوشبو کے بیج کی بیع میں حرج نہیں۔ کیونکہ خوشبو دار میں خوشبو کے باعث کچھ اضافہ ہو گیا ہے۔ اور وہ مخلوط ہو کر سلیخہ کے حال سے بدل گیا ہے (اور اسی محنت کے باعث وہ گویا ایک الگ جنس ہو گئی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جو آدمی دوسرے کے ہاتھ کوئی سامان بیچے اس شرط پر کہ (اگر وہ آگے بیچے تو) اس مشتری کو نقصان نہ ہو (اگر ہوا تو یہ بائع اس کا ضامن ہے۔) تو یہ بیع ناجائز ہے اور قمار بازی میں سے ہے۔ اور اس کی غرض یہ ہے کہ گویا بائع نے مشتری کو مزدور رکھا اور شرط یہ کی کہ جو نفع اس سودے میں ہوگا وہ تمہارا۔ اور اگر وہ اس قیمت پر بیچے یا نقصان کے ساتھ، تو اس کی مزدوری ہضم اور محنت ضائع ہوئی۔ یہ جائز نہیں ہے۔ اس صورت میں اسے اپنی محنت کا معاوضہ ملنا لازم ہے اور نفع نقصان جو کچھ بھی وہ بائع کا۔ اور یہ تب ہے جب وہ سامان تیسرے آدمی تک جا چکا ہو۔ ورنہ ان دونوں کی بیع فسخ ہو جائے گی۔ (کیونکہ بیع غرر ہے۔ اور قمار بازی میں داخل ہے۔)

مالکؒ نے کہا لیکن ایک آدمی اگر دوسرے کے ہاتھ کوئی سامان بیچے اور بیع تام ہو جائے۔ پھر مشتری نادم ہو کر بائع سے کہے کہ کچھ قیمت کم کرو۔ وہ انکار کرے اور کہے کہ تم اسے بیچو، اگر نقصان ہو تو میرے ذمہ، تو اس میں گناہ نہیں۔ کیونکہ یہ قمار بازی

نہیں بلکہ بائع نے مشتری کی ایک رعایت کی ہے اور بیع کا انعقاد اس شرط پر نہ ہوا تھا۔ اور ہمارے ہاں کا معمول اسی پر ہے۔ (جو کچھ فیصلہ ہوا وہ عقد کے بعد ہوا اور نیکی کے خیال سے ہوا۔)

۳۵- بَابُ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ

ملامسہ اور منابذہ کا باب

۱۳۸۷ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، وَعَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْمُلَامَسَةُ أَنْ يَلْمِسَ الرَّجُلُ الثَّوْبَ وَلَا يَنْشُرُهُ. وَلَا يَتَبَيَّنُ مَا فِيهِ. أَوْ يَبْتَاعَهُ لَيْلًا وَلَا يَعْلَمُ مَا فِيهِ. وَالْمُنَابَذَةُ أَنْ يَنْبِذَ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ ثَوْبَهُ. وَيَنْبِذَ الْآخَرُ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ. عَلَى غَيْرِ تَأَمُّلٍ مِنْهُمَا. وَيَقُولُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا: هَذَا بِهَذَا. فَهَذَا الَّذِي نُهِيَ عَنْهُ مِنَ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي السَّاجِ الْمُدْرَجِ فِي جِرَابِهِ. أَوِ الثَّوْبِ الْقُبْطِيِّ الْمُدْرَجِ فِي طَيِّهِ: إِنَّهُ لَا يَجُوزُ بَيْعُهُمَا حَتَّى يُنْشَرَا. وَيُنْظَرَ إِلَى مَا فِي أَجْوَافِهِمَا. وَذَلِكَ أَنَّ بَيْعَهُمَا مِنْ بَيْعِ الْغَرَرِ. وَهُوَ مِنَ الْمُلَامَسَةِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَبَيْعُ الْأَعْدَالِ عَلَى الْبَرْنَامَجِ، مُخَالِفٌ لِبَيْعِ السَّاجِ فِي جِرَابِهِ. وَالثَّوْبِ فِي طَيِّهِ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ. فَرَقَ، بَيْنَ ذَلِكَ، الْأَمْرُ الْمَعْمُولُ بِهِ. وَمَعْرِفَةُ ذَلِكَ فِي صُدُورِ النَّاسِ. وَمَا مَضَى مِنْ عَمَلِ الْمَاضِينَ فِيهِ. وَأَنَّهُ لَمْ يَزَلْ مِنْ بُيُوعِ النَّاسِ الْجَائِزَةِ. وَالتِّجَارَةِ بَيْنَهُمْ الَّتِي لَا يَرَوْنَ بِهَا بَأْسًا. لِأَنَّ بَيْعَ الْأَعْدَالِ عَلَى الْبَرْنَامَجِ، عَلَى غَيْرِ نَشْرٍ، لَا يُرَادُ بِهِ الْغَرَرُ وَلَيْسَ يُشْبِهُ الْمُلَامَسَةَ.

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا۔
مالکؒ نے کہا کہ ملامسہ کا معنیٰ یہ ہے کہ آدمی کپڑے کو چھوئے اور کھول کر نہ دیکھے اور غور نہ کرے کہ اندر سے کیسا ہے یا رات کو خریدے اور اس کی حقیقت کو نہ جانے اور منابذہ یہ ہے کہ یہ آدمی اپنا کپڑا اُس کی طرف اور وہ اپنا کپڑا اس کی طرف پھینکے اور ان

میں سے کوئی کہہ دے کہ یہ اس کے عوض میں ہے۔ پس یہ ملامسہ اور منابذہ ممنوع ہے۔ (یہ جاہلیت کی بیوع میں سے تھا۔ اور اس کی علما نے کئی تفسیریں کی ہیں۔ مگر ہر تفسیر کے مطابق ان ہر دو بیع کی حرمت پر اجماع ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ڈبتے میں بند طیلسان کا کپڑا یا قبطی (مصری نصاریٰ کا کپڑا) جو تہ کیا ہوا ہو، ان کی بیع جائز نہیں، جب تک کہ انہیں کھولا نہ جائے یا گاہک ان کے اندرونے کو غور سے نہ دیکھ لے۔ کیونکہ یہ دھوکے کی بیع ہے۔ اور ملامسہ میں سے ہے۔ (اس پر بھی اتفاق ہے۔ مزید بات آگے ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ بوروں کی بیع اس وصف کی بنا پر، جو ان کے اوپر لکھا ہو، گزشتہ صورت کے یعنی طیلسان کی بیع ڈبے میں اور کپڑے کی بیع اس کے تھان کی تہ کے اندر، خلاف ہے۔ ان میں لوگوں کے معمول اور رواج اور معرفت اور گزشتہ لوگوں کے عمل کا فرق ہے کہ یہ صورت لوگوں کے اندر ہمیشہ رائج رہا ہے۔ وہ اس میں کوئی ہرج نہیں جانتے۔ کیونکہ بوروں پر جو کتبہ یا برنامہ لکھا ہوتا ہے، اسے پھیلائے بغیر بیچنے میں دھوکہ نہیں نہ اس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ لہٰذا وہ ملامسہ کے مشابہ نہیں۔ (حنفیہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں خیارِ رویت کی شرط لگائی جائے گی۔ اور غائب چیز کی بیع کی مانند اس شرط سے یہ بیع جائز ہو جائے گی۔ کیونکہ بڑے بڑے گٹھوں کا کھولنا اور دوبارہ بند کرنا سخت دشوار ہے۔ پس خیارِ رویت کی شرط کے ساتھ ڈبے میں بند طیلسان کی بیع اور تہ شدہ تھانوں کی بیع میں بھی ان کے نزدیک حرج نہیں ہے۔)

۳۶۔ بَابُ بَيْعِ الْمُرَابَحَةِ

مرابحہ کی بیع کا باب

مرابحہ کا لفظ ربح سے نکلا ہے، جس کا معنیٰ نفع ہے۔ بیع تو نفع ہی کی خاطر ہوتی ہے۔ مگر اس کا یہ خاص نام اس لئے ہوا کہ پہلے سے طے شدہ نفع مقرر کر دیا جاتا ہے۔ جس پر کمی بیشی نہیں ہوتی اور یہ بھی بتا دیا جاتا ہے کہ بائع کو یہ سامان اتنے میں پڑا تھا۔ اس بیع کی صحت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مگر ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ اور بعض تابعین نے اسے مکروہ تنزیہی کہا ہے۔

۱۳۸۰۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى: قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا فِي الْبَزِّ يَشْتَرِيهِ الرَّجُلُ بِبَلَدٍ. ثُمَّ يَقْدَمُ بِهِ بَلَدًا آخَرَ. فَيَبِيعُهُ مُرَابَحَةً: إِنَّهُ لَا يَحْسُبُ فِيهِ أَجْرَ السَّمَاسِرَةِ. وَلَا أَجْرَ الطَّيِّ وَلَا الشَّدِّ. وَلَا النَّفَقَةَ وَلَا كِرَاءَ بَيْتٍ. فَأَمَّا كِرَاءُ الْبَزِّ فِي حُمْلَانِهِ، فَإِنَّهُ يُحْسَبُ فِي أَصْلِ الثَّمَنِ. وَلَا يُحْسَبُ فِيهِ رِبْحٌ. إِلَّا أَنْ يُعْلِمَ الْبَائِعُ مَنْ يُسَاوِمُهُ بِذَلِكَ كُلِّهِ. فَإِنْ رَبَّحُوهُ عَلَى ذَلِكَ كُلِّهِ. بَعْدَ الْعِلْمِ بِهِ. فَلَا بَأْسَ بِهِ.

قَالَ مَالِكٌ: فَأَمَّا الْقِصَارَةُ وَالْخِيَاطَةُ وَالصِّبَاغُ. وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ. فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْبَزِّ. يُحْسَبُ فِيهِ الرِّبْحُ كَمَا يُحْسَبُ فِي الْبَزِّ. فَإِنْ بَاعَ الْبَزَّ وَلَمْ يُبَيِّنْ شَيْئًا مِمَّا سَمَّيْتُ. إِنَّهُ

لَا يُحْسَبُ لَهُ فِيهِ رِبْحٌ. فَإِنْ فَاتَ الْبَزُّ، فَإِنَّ الْكِرَاءَ يُحْسَبُ. وَلَا يُحْسَبُ عَلَيْهِ رِبْحٌ. فَإِنْ لَمْ يَفُتِ الْبَزُّ، فَالْبَيْعُ مَفْسُوخٌ بَيْنَهُمَا. إِلَّا أَنْ يَتَرَاضَيَا عَلَى شَيْءٍ مِمَّا يَجُوزُ بَيْنَهُمَا.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَشْتَرِي الْمَتَاعَ بِالذَّهَبِ أَوْ بِالْوَرِقِ. وَالصَّرْفُ يَوْمَ اشْتَرَاهُ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ بِدِينَارٍ. فَيَقْدَمُ بِهِ بَلَدًا فَيَبِيعُهُ مُرَابَحَةً. أَوْ يَبِيعُهُ حَيْثُ اشْتَرَاهُ مُرَابَحَةً عَلَى صَرْفِ ذَلِكَ الْيَوْمِ الَّذِي بَاعَهُ فِيهِ. فَإِنَّهُ إِنْ كَانَ ابْتَاعَهُ بِدَرَاهِمَ. وَبَاعَهُ بِدَنَانِيرَ. أَوِ ابْتَاعَهُ بِدَنَانِيرَ وَبَاعَهُ بِدَرَاهِمَ. وَكَانَ الْمَتَاعُ لَمْ يَفُتْ. فَالْمُبْتَاعُ بِالْخِيَارِ. إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ. وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهُ. فَإِنْ فَاتَ الْمَتَاعُ، كَانَ لِلْمُشْتَرِي بِالثَّمَنِ الَّذِي ابْتَاعَهُ بِهِ الْبَائِعُ. وَيُحْسَبُ لِلْبَائِعِ الرِّبْحُ عَلَى مَا اشْتَرَاهُ بِهِ. عَلَى مَا رَبَّحَهُ الْمُبْتَاعُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَإِذَا بَاعَ رَجُلٌ سِلْعَةً قَامَتْ عَلَيْهِ بِمِائَةِ دِينَارٍ. لِلْعَشَرَةِ أَحَدَ عَشَرَ. ثُمَّ جَاءَهُ بَعْدَ ذَلِكَ أَنَّهَا قَامَتْ عَلَيْهِ بِتِسْعِينَ دِينَارًا. وَقَدْ فَاتَتِ السِّلْعَةُ. خُيِّرَ الْبَائِعُ. فَإِنْ أَحَبَّ فَلَهُ قِيمَةُ سِلْعَتِهِ يَوْمَ قُبِضَتْ مِنْهُ. إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْقِيمَةُ أَكْثَرَ مِنَ الثَّمَنِ الَّذِي وَجَبَ لَهُ بِهِ الْبَيْعُ أَوَّلَ يَوْمٍ. فَلَا يَكُونُ لَهُ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ مِائَةُ دِينَارٍ وَعَشَرَةُ دَنَانِيرَ. وَإِنْ أَحَبَّ ضُرِبَ لَهُ الرِّبْحُ عَلَى التِّسْعِينَ. إِلَّا أَنْ يَكُونَ الَّذِي بَلَغَتْ سِلْعَتُهُ مِنَ الثَّمَنِ أَقَلَّ مِنَ الْقِيمَةِ فَيُخَيَّرُ فِي الَّذِي بَلَغَتْ سِلْعَتُهُ. وَفِي رَأْسِ مَالِهِ وَرِبْحِهِ. وَذَلِكَ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ دِينَارًا.

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنْ بَاعَ رَجُلٌ سِلْعَةً مُرَابَحَةً. فَقَالَ: قَامَتْ عَلَيَّ بِمِائَةِ دِينَارٍ. ثُمَّ جَاءَهُ بَعْدَ ذَلِكَ أَنَّهَا قَامَتْ بِمِائَةٍ وَعِشْرِينَ دِينَارًا. خُيِّرَ الْمُبْتَاعُ. فَإِنْ شَاءَ أَعْطَى الْبَائِعَ قِيمَةَ السِّلْعَةِ يَوْمَ قَبَضَهَا. وَإِنْ شَاءَ أَعْطَى الثَّمَنَ الَّذِي ابْتَاعَ بِهِ عَلَى حِسَابِ مَا رَبَّحَهُ. بَالِغًا مَا بَلَغَ. إِلَّا أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ أَقَلَّ مِنَ الثَّمَنِ الَّذِي ابْتَاعَ بِهِ السِّلْعَةَ. فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُنْقِصَ رَبَّ السِّلْعَةِ مِنَ الثَّمَنِ الَّذِي ابْتَاعَهَا بِهِ. لِأَنَّهُ قَدْ كَانَ رَضِيَ بِذَلِكَ. وَإِنَّمَا جَاءَ رَبُّ السِّلْعَةِ يَطْلُبُ

يَطْلُبُ الْفَضْلَ. فَلَيْسَ لِلْمُبْتَاعِ فِي هٰذَا حُجَّةٌ عَلَى الْبَائِعِ. بِأَنْ يَضَعَ مِنَ الثَّمَنِ الَّذِي ابْتَاعَ بِهِ عَلَى الْبَرْنَامَجِ۔

ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ ایک آدمی کسی شہر سے کپڑے یا گھریلو سامان خرید کر دوسرے شہر میں لے جائے اور بطور مرابحہ اسے بیچے تو اس میں وہ ایجنٹوں کی اجرت، تہ کرنے اور باندھنے کی اجرت، بیع پر جو خرچ ہوا وہ نفقہ، اور مکان کا کرایہ اپنی قیمتِ خرید میں نہ جمع کرے گا۔ ہاں سامان کو اٹھانے کا کرایہ اصل قیمت میں لگائے گا اور اس کرائے پر کوئی نفع نہ لگائے گا۔ اگر یہ تاجر اپنے گاہکوں کو یہ سب کچھ بتا دے اور وہ یہ سب کچھ لگا کر اسے مزید نفع دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (یعنی کاروبار میں اوپر کے اخراجات اصل قیمت میں صرف اس صورت میں لگائے جائیں گے کہ گاہک اسے جان لیں اور مزید نفع دینے میں بھی حرج نہ سمجھیں۔)

مالکؒ نے کہا کہ کپڑے کی دھلائی، سلائی اور رنگائی وغیرہ ایسی ہی چیزیں کپڑوں میں شمار ہوں گی اور جس طرح کپڑوں پر نفع شمار ہوگا، ان پر بھی ہوگا۔ اگر کسی نے کپڑے بیچے اور جو چیزیں تم نے سُنی ہیں وہ ظاہر نہ کیں رجن پر نفع شمار نہیں ہوتا۔ تو اگر یہ کپڑا اس کے گاہک نے آگے بیچ ڈالا یا ضائع ہوگیا تو کرایہ شمار تو ہوگا اس پر نفع شمار نہ ہوگا۔ (یعنی کرائے پر) اگر اس کے گاہک نے کپڑا ابھی نہیں بیچا تو بیع ان کے درمیان فسخ کی جائے گی۔ مگر یہ کہ وہ کسی جائز صورت پر راضی ہو جائیں۔ (اگر تمام اخراجات لگا کر گاہک کو بتا دیں کہ میری قیمت خرید اتنی ہے اور اس پر خرچہ اس قدر ہے اور میں اس سب کو ملا کر نفع اس حساب سے لوں گا۔ تو اس کے جواز میں شک نہیں۔ کیونکہ سب کچھ واضح ہو چکا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ قول نہایت معتدل اور مبنی بر فقاہت ہے۔ اور آج کل ہر جگہ اسی پر عمل ہوتا ہے۔م)

مالکؒ نے کہا کہ جو شخص سونے یا چاندی کے ساتھ سامان خریدے اور تبادلہ ان دونوں میں دس درہم فی دینار ہو، پھر وہ اسے کسی شہر میں لے جائے اور بطور مرابحت فروخت کرے۔ یا جہاں سے خریدے، وہیں حاضر تبادلے کے لحاظ سے مرابحت پر فروخت کرے۔ تو اگر اس نے سامان کو دراہم کے لحاظ سے خریدا تھا اور دینار کے حساب سے بیچے یا اس کے برعکس دینار سے خریدا اور دراہم سے بیچا اور وہ سامان ابھی خریدار کے پاس ہے، آگے نہیں گیا تو خریدار کو اختیار ہے چاہے لے لے اور چاہے چھوڑ دے۔ اور اگر سامان اس کے ہاتھ سے نکل گیا تو مشتری کو وہی قیمت دینا ہوگی۔ جس سے بائع نے اسے خریدا تھا۔ اور بائع اس کا نفع اپنی قیمت خرید پر اس طرح شمار کرے گا کہ مشتری کی قیمت فروخت پر مقررہ نفع لگا کر اسے حاصل کیا جائے گا۔ (یہ مسئلہ بھی پہلے مسائل پر مبنی ہے۔ مرابحت کی بیع میں پہلی قیمت خرید اور اس وقت کے تبادلے کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ ورنہ وہ مرابحت نہ رہے گی۔ ہاں نفع حاضر تبادلے اور اس شہر کے حساب کے مطابق ہوگا۔ جہاں یہ بیع کی جا رہی ہے۔ (البدائع میں ایسا ہی لکھا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جب کسی شخص نے کوئی سامان بیچا جو اسے ایک سو دینار میں پڑا تھا اور اب وہ دس کے گیارہ لے کر مرابحت کی بیع کرے۔ پھر بعد میں اسے پتہ چلا کہ وہ سامان اسے نوّے دینار میں پڑا تھا۔ اور وہ سامان خریدار سے آگے چلا گیا ہو تو بائع کو اختیار دیا جائے گا، اگر چاہے تو جس دن اس نے دیا تھا۔ اس دن کی قیمت لے لے۔ مگر یہ کہ قیمت اس ثمن سے زیادہ ہو جس پر پہلے دن اس کی بیع واجب ہوئی تھی۔ اس صورت میں اس سے زائد نہ ملے گا۔ یعنی ایک سو دس دینار۔

اور اگر چاہے تو نو سے پر اس کا نفع لگایا جائے گا۔ مگر یہ کہ اس کا ثمن اس کی قیمت سے کم ہو گیا ہو۔ اس صورت میں اسے راس المال اور نفع لینے کا اختیار ہو گا۔ یعنی ۹۹ دینار۔ (ابو حنیفہؒ اور زفرؒ نے کہا اس قسم کی صورت حال میں مشتری کو مطلق اختیار ہے اور وہ بائع کے قول کا پابند نہیں ہو گا۔ یا تو وہ مبیع کو پورے ثمن کے ساتھ لے لے یا بیع کو ترک کر دے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر کسی آدمی نے سامان میں مراجت کی اور کہا کہ یہ سامان مجھے سو دینار میں پڑا ہے۔ مگر بعد میں پتہ چلا کہ وہ ۱۲۰ دینار میں پڑا تھا۔ پس مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے تو بائع کو وہ قیمت دے دے۔ جو سامان پر قبضہ کے دن تھی۔ اور چاہے تو وہ ثمن دے دے جس پر اس نے خریدا تھا، اور اس پر نفع بھی۔ چاہے وہ کتنا ہو۔ مگر یہ کہ وہ اس ثمن سے کم ہو جس پر اس نے سامان خریدا۔ تو اس کے لئے جائز نہیں کہ سامان والے کو اس سے کم قیمت دے۔ جو اس نے ادا کی۔ کیونکہ وہ اس پر راضی ہو چکا تھا۔ اور سامان والا اس پر اضافہ طلب کرنے آیا تھا۔ پس اس میں مشتری کے لئے بائع پر کوئی دلیل نہیں کہ وہ اس ثمن سے کم دے جس کی دستاویز پر اس نے مال خریدا تھا۔ (یعنی جب برنامے کا ثبوت موجود ہو یا بائع کے پاس ہو یا سامان پر لگا ہو یا بائع قول کا سچا ثابت ہو چکا ہو۔ ورنہ امام احمدؒ سے روایت ہے کہ اگر بائع مشہور صادق القول نہ ہو گا تو جو بیع ہو چکی سو ہو چکی، اب کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔)

۳۷۔ بَابُ الْبَیْعِ عَلَی الْبَرْنَامِجِ

برنامے (بل) پر بیع کرنے کا باب

برنامج کو فارسی میں برنامہ اور انگریزی میں بل یا کیش میمو کہتے ہیں۔ اس میں مال کی کچھ صفات اور قیمت وغیرہ کا اندراج ہوتا ہے تاکہ اسے بار بار کھولنا اور باندھنا نہ پڑے کہ اس میں شدید مشقت ہو گی۔ آج کل ہر جگہ رواج ہے کہ چیزوں کی خرید فروخت پر کیش میمو جاری کرتے ہیں۔ تاکہ ایک سند بھی رہے اور مشتری کے کام بھی آئے۔ آگے مال نئے گاہک نے اس کے مطابق نہ پایا تو اسے بیع قائم رکھنے یا توڑنے کا اختیار دیا جائے گا۔ کیونکہ مشتری کو خیار رویت حاصل ہے جو عقد بیع کے اتمام کے لئے ضروری ہے۔ یہی حنفیہ کا مسلک ہے۔

۱۳۸۹۔ قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا فِی الْقَوْمِ یَشْتَرُوْنَ السِّلْعَةَ۔ اَلْبَزَّ اَوِ الرَّقِیْقَ۔ فَیَسْمَعُ بِهِ الرَّجُلُ فَیَقُوْلُ لِرَجُلٍ مِنْهُمْ: اَلْبَزُّ الَّذِیْ اشْتَرَیْتَ مِنْ فُلَانٍ قَدْ بَلَغَتْنِیْ صِفَتُهٗ وَاَمْرُهٗ۔ فَهَلْ لَكَ اَنْ اُرْبِحَكَ فِیْ نَصِیْبِكَ كَذَا وَكَذَا؟ فَیَقُوْلُ: نَعَمْ۔ فَیُرْبِحُهٗ وَیَكُوْنُ شَرِیْكًا لِلْقَوْمِ مَكَانَهٗ فَاِذَا نَظَرَ اِلَیْهِ رَاٰهُ قَبِیْحًا وَاسْتَغْلَاهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: ذٰلِكَ لَازِمٌ لَهٗ وَلَا خِیَارَ لَهٗ فِیْهِ۔ اِذَا كَانَ ابْتَاعَهٗ عَلٰی بَرْنَامِجٍ وَصِفَةٍ مَعْلُوْمَةٍ۔

قَالَ مَالِكٌ: فِی الرَّجُلِ یَقْدَمُ لَهٗ اَصْنَافٌ مِنَ الْبَزِّ۔ وَیَحْضُرُهُ السُّوَّامُ۔ وَیَقْرَاُ عَلَیْهِمْ بَرْنَامَجَهٗ

وَيَقُولُ: فِي كُلِّ عِدْلٍ كَذَا وَكَذَا مِلْحَفَةً بَصْرِيَّةً وَكَذَا وَكَذَا رَيْطَةً سَابِرِيَّةً. ذَرْعُهَا كَذَا وَكَذَا. وَيُسَمِّي لَهُمْ أَصْنَافًا مِنَ الْبَزِّ بِأَجْنَاسِهِ. وَيَقُولُ: اشْتَرُوا مِنِّي عَلَى هٰذِهِ الصِّفَةِ فَيَشْتَرُونَ الْأَعْدَالَ عَلَى مَا وَصَفَ لَهُمْ. ثُمَّ يَفْتَحُونَهَا فَيَسْتَغْلُونَهَا وَيَنْدَمُونَ.

قَالَ مَالِكٌ: ذٰلِكَ لَازِمٌ لَهُمْ. إِذَا كَانَ مُوَافِقًا لِلْبَرْنَامَجِ الَّذِي بَاعَهُمْ عَلَيْهِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَهٰذَا الْأَمْرُ الَّذِي لَمْ يَزَلْ عَلَيْهِ النَّاسُ عِنْدَنَا. يُجِيزُونَهُ بَيْنَهُمْ. إِذَا كَانَ الْمَتَاعُ مُوَافِقًا لِلْبَرْنَامَجِ. وَلَمْ يَكُنْ مُخَالِفًا لَهُ.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ معمول ہے کہ کچھ لوگ مل کر بزازی یا غلام خریدتے ہیں۔ ایک آدمی یہ سنتا ہے تو ان میں سے ایک شخص سے کہتا ہے کہ تو نے فلاں شخص سے جو کپڑا خریدا ہے مجھے اسکی صفت اور معاملہ معلوم ہوا ہے، سو کیا میں تجھ کو تیرے حصے پر اتنا اتنا مال منافع دے دوں؟ وہ کہتا ہے کہ ہاں۔ پس یہ نیا شخص اس کی بجائے اس سودے میں شریک ہو جاتا ہے۔ اور جب اسے دیکھتا ہے تو قبیح پاتا ہے۔ اور گراں سمجھتا ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ یہ بیع اس کے لئے لازم ہے۔ جب کہ اس نے اسے کیش میمو پر اور معلوم شدہ صفت پر خریدا ہو۔ مگر حنفیہ کے نزدیک مشتری کو خیارِ رویت بہرحال حاصل ہوتا ہے۔ لوگ بڑے دکانداروں سے مل ملا کر غلط کیش میمو بھی بنوا لیتے ہیں۔ لہذا صرف کیش میمو پر انحصار میں قباحت ہو سکتی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ایک آدمی کا کئی اقسام کا بزازی کا مال آئے اور گاہک اس کے پاس حاضر ہوں۔ وہ اپنا کیش میمو (برنامہ) ان کے سامنے پڑھ دے۔ اور کہے کہ ہر بوریے یا گٹھے میں اس قدر بصری چادریں ہیں۔ اور اتنی سابری (فارسی) چادریں ہیں، جن کا طول و عرض اتنا اور اتنا ہے۔ اور وہ ان کے سامنے بزازی کی اجناس و اصناف بیان کرے اور کہے کہ تم لوگ مجھ سے ان صفات کے مطابق خرید لو۔ وہ اس کے بیان کردہ وصف پر گٹھے خرید لیں اور جب کھولیں تو گراں پائیں اور نادم ہوں۔ مالکؒ نے کہا کہ یہ ان کے لئے لازم ہے، جب کہ مال برنامے کے مطابق ہو جس پر بیع ہوئی ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں لوگ ہمیشہ اسے جائز رکھتے اور اس پر عملدرآمد رکھتے آئے ہیں۔ بشرطیکہ سامان کیش میمو کے مطابق نکلے۔ اس کے خلاف نہ ہو۔ (یہ اس پہلے مسئلے کی وضاحت ہے نئی بات نہیں۔ اور اوپر گزر چکا کہ ابو حنیفہؒ کے نزدیک مشتری کو خیارِ رویت حاصل ہوگا۔)

۳۸۔ بَابُ بَيْعِ الْخِيَارِ

بیع خیار کا باب

خیار سے مراد خیر طلبی ہے یا اختیار دینا۔ یہاں مراد یہ ہے کہ بعض صورتوں میں خرید و فروخت کے اندر فریقین میں سے کسی ایک کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ بیع کو فسخ کر دیں۔ خیار کی اقسام علامہ ابن قدامہؒ حنبلی نے سات بتائی ہیں۔

خیارِ مجلس، خیارِ شرط، خیار الغبن، خیار التدلیس، خیار العیب، شرکت، تولیت ومرابحت میں راس المال کے علم کا خیار، قدرِ ثمن کا خیار۔ فقہ حنفی میں تین خیار تو مشہور ومعروف ہیں۔ خیارِ شرط، خیارِ رویت، خیارِ عیب۔ لیکن شروح میں ان کی تعداد ۱۳ بلکہ ۱۴ تک آئی ہے۔ الدر المختار میں دو کا اور اضافہ ہوا ہے اور یہ تعداد ۱۹ تک جا پہنچی ہے۔ علامہ شامی نے کہا ہے کہ یہ تمام خیار مشتری اور بائع کی طرف سے منعقد ہوتے ہیں۔ مگر خیار تحالف (قسا قسمی) صرف قاضی کو حاصل ہے۔ خیار کی بیع خود بخود نہیں ٹوٹتی۔ امام مالک رح نے اس باب میں تین خیار بیان کئے ہیں۔ خیارِ شرط، خیارِ مجلس اور خیارِ اختلافِ فریقین۔

۱۳۹۰۔ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْمُتَبَایِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِیَارِ عَلٰی صَاحِبِهٖ۔ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا۔ اِلَّا بَیْعَ الْخِیَارِ"۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَیْسَ لِهٰذَا عِنْدَنَا حَدٌّ مَّعْرُوْفٌ۔ وَلَا اَمْرٌ مَّعْمُوْلٌ بِهٖ فِیْهِ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بائع اور مشتری کو ایک دوسرے پر اختیار ہے جب تک کہ وہ جُدا نہ ہو جائیں، سوائے بیع الخیار کے۔

شرح: یعنی جب تک بیع مکمل نہ ہو جائے اور سودا تمام نہ ہو جائے فریقین کو بیع کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔ ابوحنیفہ، نخعی اور ربیعہ کا یہی قول ہے۔ ان کے نزدیک تفرق وافتراق سے مراد یہاں عدم اختلاف ہے۔ جیسے قرآن میں ہے وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ الخ۔ ابن عمر رض، ابن المسیب، حسن بصری اور شافعی کے نزدیک تفرق سے مراد بدنی تفرق ہے۔ یعنی جب فریقین حسی طور پر ایک دوسرے سے جدا ہوں گے، تو اب فسخ کا اختیار نہ رہے گا۔ اور بیع لازم ہو جائے گی۔ امام مالک کا اس مسئلہ میں حنفیہ جیسا مذہب ہے۔ بیع الخیار سے یہاں مراد یہ ہے کہ فریقین اگر سودا تمام ہونے سے قبل کسی اور خیار پر متفق ہو چکے ہوں، مثلاً خیارِ رویت، خیارِ عیب وغیرہ تو اس پر فیصلہ ہوگا۔ اور اسی کا اعتبار رہو گا۔

(ایضاً) امام مالک نے کہا کہ خیارِ شرط کی ہمارے نزدیک کوئی معروف حد نہیں نہ کوئی معمول بہ امر ہے۔ (گویا اس کا مدار مالک کے نزدیک مبیع پر ہے۔ ابوحنیفہ اور شافعی کے نزدیک خیارِ شرط تین دن تک ہے۔ احمد، ابو یوسف اور محمد نے کہا کہ جتنی بھی شرط ہو جائے اسی قدر اختیار حاصل ہے۔ اور یہی داؤد ظاہری کا مذہب ہے۔)

۱۳۹۱۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ: اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ یُحَدِّثُ۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَیُّمَا بَیِّعَیْنِ تَبَایَعَا۔ فَالْقَوْلُ مَا قَالَ الْبَائِعُ اَوْ یَتَرَادَّانِ"۔

قَالَ مَالِكٌ، فِیْمَنْ بَاعَ مِنْ رَجُلٍ سِلْعَةً۔ فَقَالَ الْبَائِعُ عِنْدَ مُوَاجَبَةِ الْبَیْعِ: اَبِیْعُكَ عَلٰی اَنْ اَسْتَشِیْرَ فُلَانًا۔ فَاِنْ رَضِیَ فَقَدْ جَازَ الْبَیْعُ۔ وَاِنْ كَرِهَ فَلَا بَیْعَ بَیْنَنَا۔ فَیَتَبَایَعَانِ عَلٰی ذٰلِكَ۔ ثُمَّ یَنْدَمُ الْمُشْتَرِیْ قَبْلَ اَنْ یَّسْتَشِیْرَ الْبَائِعُ فُلَانًا: اِنَّ ذٰلِكَ الْبَیْعَ لَازِمٌ لَّهُمَا۔ عَلٰی مَا

وَصْفًا۔ وَلَا خِيَارَ لِلْمُبْتَاعِ۔ وَهُوَ لَازِمٌ لَهُ۔ إِنْ أَحَبَّ الَّذِي اشْتَرَطَ لَهُ الْبَائِعُ أَنْ يُجِيزَهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: اَلْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي الرَّجُلِ يَشْتَرِي السِّلْعَةَ مِنَ الرَّجُلِ۔ فَيَخْتَلِفَانِ فِي الثَّمَنِ۔ يَقُولُ الْبَائِعُ: بِعْتُكَهَا بِعَشَرَةِ دَنَانِيرَ۔ وَيَقُولُ الْمُبْتَاعُ ابْتَعْتُهَا مِنْكَ بِخَمْسَةِ دَنَانِيرَ۔ إِنَّهُ يُقَالُ لِلْبَائِعِ، إِنْ شِئْتَ فَأَعْطِهَا لِلْمُشْتَرِي بِمَا قَالَ۔ وَإِنْ شِئْتَ فَاحْلِفْ بِاللهِ مَا بِعْتَ سِلْعَتَكَ إِلَّا بِمَا قُلْتَ۔ فَإِنْ حَلَفَ قِيلَ لِلْمُشْتَرِي: إِمَّا أَنْ تَأْخُذَ السِّلْعَةَ بِمَا قَالَ الْبَائِعُ۔ وَإِمَّا أَنْ تَحْلِفَ بِاللهِ مَا اشْتَرَيْتَهَا إِلَّا بِمَا قُلْتَ۔ فَإِنْ حَلَفَ بَرِئَ مِنْهَا۔ وَذٰلِكَ أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُدَّعٍ عَلَى صَاحِبِهِ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے تھے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دو سودا کرنے والے بیع کریں تو اختلاف کی صورت میں بائع کا قول معتبر ہوگا۔ یا وہ بیع کو رد کر دیں۔ (یہ صورت وہ ہے کہ فریقین میں سے کوئی بھی شہادت پیش نہ کر سکے۔ تو بائع کا قول حلف کے ساتھ معتبر ہوگا۔ اور یہ خیارِ تحالف کہلاتا ہے۔ جس کا ذکر اوپر اشارۃً گزرا ہے۔ اس حدیث پر تنقید ہوئی ہے مگر اسے ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، ترمذیؒ اور دیگر اصحاب سنن نے روایت کیا ہے اور اس کے بہت سے طرق ہیں۔ اس کا درجہ کم از کم حسن کا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جب ایک آدمی نے کوئی سامان بیچا اور بائع نے بیع کے لازم ہونے پر کہا کہ میں اس شرط پر بیع کرتا ہوں کہ فلاں شخص سے مشورہ کر لوں۔ اگر وہ راضی ہوا تو بیع ہوگئی ورنہ ہمارے درمیان کوئی بیع نہیں۔ اس شرط پر بیع ہو جائے اور پھر مشتری نادم ہو، قبل اس کے کہ بائع مشورہ کرے تو اس شرط پر بیع دونوں پر لازم ہے اور مشتری کو رد کا اختیار نہیں اور اس پر بیع لازم ہے بشرطیکہ وہ شخص جسے نافذ کرنے کا اختیار دیا گیا تھا پسند کرے۔ (ابوحنیفہ کا قول بھی یہی ہے۔ یہ خیارِ شرط ہے۔ جس میں بائع اپنا وکیل مقرر کر دیتا ہے کہ بات وہ کرے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک معمول یہ ہے کہ جب ایک شخص دوسرے سے سامان خریدے اور ان کا ثمن میں اختلاف ہو جائے۔ بائع کہے کہ میں نے یہ سامان تمہارے ہاتھ دس دینار میں بیچا ہے۔ مشتری کہے کہ میں نے یہ تم سے پانچ دینار پر خریدا ہے۔ تو مشتری سے کہا جائے گا کہ یا تو بائع کی بات مان کر وہی رقم اسے دے دو اور یا میں اس پر قسم کھاتا ہوں کہ میرا یہ بیان درست ہے۔ اگر وہ قسم کھالے تو سامان سے بری ہوگیا۔ کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے خلاف مدعی ہے (اور شہادت کسی کے پاس نہیں۔ لہذا دونوں قسم کھائیں گے۔ اور قسم کی ابتدا بائع کرے گا۔ ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کا یہی قول ہے۔ دونوں کی قسم پر بیع فسخ ہو جائے گی۔)

۳۹- بَابُ مَا جَاءَ فِي الرِّبَا فِي الدَّيْنِ

دَین میں ربٰو کا باب

ابن رشدؒ نے کہا ہے کہ ربٰو کی دو قسمیں ہیں، ایک تجارت وغیرہ کا ربٰو ہے جس کی دو قسمیں ہیں تفاضل اور نسیہ۔ دوسرا ربٰو سلف وغیرہ کی ذمہ داریوں کا ہے۔ اس کی ایک قسم جاہلیت کا ربٰو ہے۔ جسے حضور علیہ السلام نے حجۃ الوداع میں پامال کرنے کا اعلان فرمایا تھا۔ دوسرا ربٰو یہ ہے کہ تم "رقم کم کرو اور جلد وصول کرو"۔ یہ علما میں مختلف فیہ ہے۔

۱۳۹۲- حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدٍ، أَبِي صَالِحٍ مَوْلَى السَّفَّاحِ، أَنَّهُ قَالَ: بِعْتُ بَزًّا لِي مِنْ أَهْلِ دَارِ نَخْلَةَ. إِلَى أَجَلٍ. ثُمَّ أَرَدْتُ الْخُرُوجَ إِلَى الْكُوفَةِ. فَعَرَضُوا عَلَيَّ أَنْ أَضَعَ عَنْهُمْ بَعْضَ الثَّمَنِ. وَيَنْقُدُونِي فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ. فَقَالَ: لَا آمُرُكَ أَنْ تَأْكُلَ هٰذَا وَلَا تُوكِلَهُ.

ترجمہ: عبید ابو صالح مولائے سفّاح نے کہا کہ میں نے دار نخلہ (مقام ہے) والوں کے ہاتھ کپڑا بیچا اور ایک مدت کا وعدہ لیا۔ پھر میں نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا۔ تو انہوں نے یہ پیش کش کی کہ میں کچھ رقم گھٹا دوں تو نقد دیں گے۔ میں نے یہ مسئلہ زید بن ثابت سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں تجھے اس رقم کے کھانے اور کسی اور کے کھلانے کا حکم نہیں دیتا۔ (موطا امام محمدؒ میں یہ اثر باب الرجل یبیع المتاع اوغیرہ الخ میں روایت کیا ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ جس آدمی کا قرض ایک میعاد تک کسی کے ذمے ہو۔ دوسرے نے کہا کہ رقم کم کر دو تو میں ادائیگی جلدی کرتا ہوں تو یہ جائز نہیں۔ کیونکہ وہ کثیر دین کے بدلے میں کم معجل لیتا ہے۔ گویا وہ کثیر دین کے عوض میں قلیل حاضر کی بیع کرتا ہے۔ یہی قول عمر بن الخطابؓ، زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن عمرؓ کا ہے اور اسی کو ابو حنیفہؒ نے اختیار کیا ہے۔

۱۳۹۳- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَفْصِ بْنِ خَلْدَةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يَكُونُ لَهُ الدَّيْنُ عَلَى الرَّجُلِ إِلَى أَجَلٍ فَيَضَعُ عَنْهُ صَاحِبُ الْحَقِّ. وَيُعَجِّلُهُ الْآخَرُ. فَكَرِهَ ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ. وَنَهَى عَنْهُ.

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی کا دوسرے پر قرض ہو اور ایک مدت تک ہو۔ قرضخواہ رقم میں کمی کرے اور مقروض فوری ادائیگی کر دے تو جائز ہے یا نہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ نے اسے مکروہ جانا اور اس سے منع کیا۔

۱۳۹۴- وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَنَّهُ قَالَ كَانَ الرِّبَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، أَنْ يَكُونَ لِلرَّجُلِ عَلَى الرَّجُلِ الْحَقُّ إِلَى أَجَلٍ. فَإِذَا حَلَّ الْأَجَلُ. قَالَ أَتَقْضِي أَمْ تُرْبِي؟ فَإِنْ قَضَى، أَخَذَ.

وَالْاَزَادَهُ فِی حَقِّهِ۔ وَاَخَّرَعَنْهُ فِی الْاَجَلِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْاَمْرُالْمَكْرُوْهُ الَّذِی لَا اخْتِلَافَ فِیْهِ عِنْدَنَا۔ اَنْ یَكُوْنَ لِلرَّجُلِ عَلَی الرَّجُلِ الدَّیْنُ اِلٰی اَجَلٍ۔ فَیَضَعُ عَنْهُ الطَّالِبُ وَیُعَجِّلُهُ الْمَطْلُوْبُ۔ وَذٰلِكَ عِنْدَنَا بِمَنْزِلَةِ الَّتِیْ یُؤَخِّرُ دَیْنَهُ بَعْدَ مَحِلِّهِ، عَنْ غَرِیْمِهِ۔ وَیَزِیْدُهُ الْغَرِیْمُ فِی حَقِّهِ۔ قَالَ: فَهٰذَا الرِّبَا بِعَیْنِهِ۔ لَا شَكَّ فِیْهِ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِی الرَّجُلِ یَكُوْنُ لَهُ عَلَی الرَّجُلِ مِائَةُ دِیْنَارٍ۔ اِلٰی اَجَلٍ۔ فَاِذَا حَلَّتْ، قَالَ لَهُ الَّذِی عَلَیْهِ الدَّیْنُ: بِعْنِیْ سِلْعَةً یَكُوْنُ ثَمَنُهَا مِائَةَ دِیْنَارٍ نَقْدًا۔ بِمِائَةٍ وَخَمْسِیْنَ اِلٰی اَجَلٍ هٰذَا بَیْعٌ لَا یَصْلُحُ۔ وَلَمْ یَزَلْ اَهْلُ الْعِلْمِ یَنْهَوْنَ عَنْهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَاِنَّمَا كُرِهَ ذٰلِكَ۔ لِاَنَّهُ اِنَّمَا یُعْطِیْهِ ثَمَنَ مَا بَاعَهُ بِعَیْنِهِ۔ وَیُؤَخِّرُ عَنْهُ الْمِائَةَ الْاُوْلٰی۔ اِلَی الْاَجَلِ الَّذِیْ ذَكَرَ لَهُ اٰخِرَ مَرَّةٍ۔ وَیَزْدَادُ عَلَیْهِ خَمْسِیْنَ دِیْنَارًا فِیْ تَاْخِیْرِهِ عَنْهُ۔ فَهٰذَا مَكْرُوْهٌ۔ وَلَا یَصْلُحُ۔ وَهُوَ اَیْضًا یُشْبِهُ حَدِیْثَ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ فِیْ بَیْعِ اَهْلِ الْجَاهِلِیَّةِ۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا حَلَّتْ دُیُوْنُهُمْ، قَالُوْا لِلَّذِیْ عَلَیْهِ الدَّیْنُ: اِمَّا اَنْ تَقْضِیَ وَاِمَّا اَنْ تُرْبِیَ۔ فَاِنْ قَضٰی اَخَذُوْا۔ وَاِلَّا زَادُوْهُمْ فِیْ حُقُوْقِهِمْ۔ وَزَادُوْهُمْ فِی الْاَجَلِ۔

ترجمہ: زید بن اسلمؒ نے کہا کہ جاہلیت میں یہ ربٰو ہوتا تھا کہ ایک شخص کا دوسرے کے ذمہ ایک میعاد تک کوئی حق ہوتا تھا۔ جب ادائیگی کا وقت آتا تو قرض خواہ کہتا کہ کیا تم ادا کرتے ہو یا سُود دو گے؟ اگر وہ ادا کرتا تو قرض خواہ لے لیتا۔ ورنہ سُود تسلیم کرتا اور قرض خواہ مدت میں اضافہ کر دیتا۔ (بقول زرقانی" حافظ ابن عبدالبرؒ نے کہا یہی وہ ربٰو ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا اہلِ عرب صرف ربائے نسیئہ جانتے تھے۔ لہٰذا قرآن میں اس کا بیان ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت میں ربائے نفل کو بھی حرام قرار دیا تھا۔)

امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک متفق علیہ مکروہ امر یہ ہے کہ کسی کا دوسرے پر ایک میعاد تک قرض ہو تو قرض خواہ رقم گھٹا دے اور مقروض فوری ادائیگی کر دے۔

مالکؒ نے کہا کہ یہ ہمارے نزدیک اسی کی مانند ہے کہ قرض خواہ ادائیگی کا وقت آنے پر اپنا دَین مؤخر کر دے اور مقروض اس کے حق میں اضافہ کر دے۔ یہ بالکل ربٰو ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

مالکؒ نے کہا کہ ایک آدمی کا دوسرے پر مثلاً سو دینار قرض ہو اور مدت مقرر ہو۔ جب ادائیگی کی مدت آئے تو مقروض قرضخواہ سے کہے کہ تم مجھے سَو دینار نقد قیمت کا سامان ایک سو پچاس میں ایک مدت تک دے دو تو یہ بیع جائز نہیں اور اہل علم اس سے ہمیشہ

منع کرتے رہے ہیں۔

مالک نے کہا کہ یہ مکروہ اس لئے ہے کہ مقروض سو دینار کا مال ڈیڑھ سو میں اس لئے لیتا ہے کہ قرضخواہ اس سے پہلے سو دینار کی ادائیگی کی مدت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ یہ مکروہ ہے اور زید بن اسلم کی بیان کردہ حدیث کے مضمون میں داخل ہے کہ اہل جاہلیت کے قرض کی ادائیگی کا وقت جب آتا تو وہ مقروض سے کہتے کہ یا فوراً ادا کر دو یا تاخیر کی صورت میں سود دو۔ اگر وہ ادا کرتا تو لے لیتا ورنہ مقروض قرض میں اضافہ کر دیتا۔ اور قرضخواہ مدت بڑھا دیتا تھا۔

۴۰۔ بَابُ جَامِعِ الدَّيْنِ وَالْحَوْلِ

قرض اور اس کے متعلقہ مختلف مسائل کا باب

باب کا عنوان ہمارے نسخوں میں جَامِعُ الدَّيْنِ وَالْحُلُولِ ہے۔ شیخ الحدیث نے فرمایا کہ یہ لفظ دراصل اَلْحَوْلُ ہے جو کاتب کی غلطی سے حلول ہو گیا ہے۔ حول سے مراد حوالے ہیں یعنی ایک کا قرض دوسرے کے ذمے ڈالنا یا دوسرے کا خود یہ ذمہ داری قبول کر لینا۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حوالہ کی صورت میں فریقین کی رضامندی ضروری ہے۔ ورنہ حوالہ درست نہ ہو گا۔

۱۳۹۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيءٍ فَلْيَتْبَعْ".

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دولت مند کا قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کا قرض کسی مالدار کے حوالہ کیا جائے تو وہ مان لے۔ (ادائیگی کی وسعت ہونے کے باوجود جو قرض ادا نہ کرے وہ ظالم ہے کیونکہ قرضخواہ کی حق تلفی کرتا ہے۔ حوالے کو تسلیم کرنے کا حکم جمہور کے نزدیک استحبابی ہے کیونکہ یہ نیکی اور احسان کا کام ہے جسے شرفا نیکی کے جذبے سے تسلیم کرتے ہیں۔

۱۳۹۶۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ مُوسَى بْنِ مَيْسَرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا يَسْأَلُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ: إِنِّي رَجُلٌ أَبِيعُ بِالدَّيْنِ. فَقَالَ سَعِيدٌ: لَا تَبِعْ إِلَّا مَا آوَيْتَ إِلَى رَحْلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الَّذِي يَشْتَرِي السِّلْعَةَ مِنَ الرَّجُلِ، عَلَى أَنْ يُوَفِّيَهُ تِلْكَ السِّلْعَةَ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى. إِمَّا لِسُوقٍ يَرْجُو نَفَاقَهَا فِيهِ. وَإِمَّا لِحَاجَةٍ فِي ذٰلِكَ الزَّمَانِ الَّذِي اشْتَرَطَ عَلَيْهِ ثُمَّ يُخْلِفُهُ الْبَائِعُ عَنْ ذٰلِكَ الْأَجَلِ، فَيُرِيدُ الْمُشْتَرِي رَدَّ تِلْكَ السِّلْعَةِ عَلَى الْبَائِعِ: إِنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ لِلْمُشْتَرِي عَلَى أَخْذِهَا۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الَّذِي يَشْتَرِي الطَّعَامَ فَيَكْتَالُهُ. ثُمَّ يَأْتِيهِ مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنْهُ. فَيُخْبِرُ

اَلَّذِیْ یَاْتِیْهِ اَنَّهٗ قَدِ اكْتَالَهٗ لِنَفْسِهٖ وَ اسْتَوْفَاهُ۔ فَيُرِيْدُ الْمُبْتَاعُ اَنْ يُّصَدِّقَهٗ وَيَاْخُذَهٗ بِكَيْلِهٖ اِنَّ مَا بِيْعَ عَلٰى هٰذِهِ الصِّفَةِ بِنَقْدٍ فَلَا بَاْسَ بِهٖ۔ وَمَا بِيْعَ عَلٰى هٰذِهِ الصِّفَةِ اِلٰى اَجَلٍ فَاِنَّهٗ مَكْرُوْهٌ۔ حَتّٰى يَكْتَالَهُ الْمُشْتَرِى الْاٰخَرُ لِنَفْسِهٖ۔ وَ اِنَّمَا كُرِهَ الَّذِیْ اِلٰى اَجَلٍ۔ لِاَنَّهٗ ذَرِيْعَةٌ اِلَى الرِّبَا۔ وَتَخَوُّفٌ اَنْ يُّدَارَ ذٰلِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ بِغَيْرِ كَيْلٍ وَّلَا وَزْنٍ۔ فَاِنْ كَانَ اِلٰى اَجَلٍ فَهُوَ مَكْرُوْهٌ۔ وَلَا اخْتِلَافَ فِيْهِ عِنْدَنَا۔

قَالَ مَالِكٌ: لَا يَنْبَغِیْ اَنْ يُّشْتَرٰى دَيْنٌ عَلٰى رَجُلٍ غَائِبٍ وَّلَا حَاضِرٍ۔ اِلَّا بِاِقْرَارٍ مِّنَ الَّذِیْ عَلَيْهِ الدَّيْنُ۔ وَلَا عَلٰى مَيِّتٍ، وَ اِنْ عَلِمَ الَّذِیْ تَرَكَ الْمَيِّتُ۔ وَذٰلِكَ اَنَّ اشْتِرَاءَ ذٰلِكَ غَرَرٌ لَا يُدْرٰى اَيَتِمُّ اَمْ لَا يَتِمُّ۔

قَالَ وَتَفْسِيْرُ مَا كُرِهَ مِنْ ذٰلِكَ، اَنَّهٗ اِذَا اشْتَرٰى دَيْنًا عَلٰى غَائِبٍ، اَوْ مَيِّتٍ۔ اَنَّهٗ لَا يُدْرٰى مَا يَلْحَقُ الْمَيِّتَ مِنَ الدَّيْنِ۔ الَّذِیْ لَمْ يُعْلَمْ بِهٖ۔ فَاِنْ لَحِقَ الْمَيِّتَ دَيْنٌ، ذَهَبَ الثَّمَنُ الَّذِیْ اَعْطَى الْمُبْتَاعُ بَاطِلًا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَفِیْ ذٰلِكَ اَيْضًا عَيْبٌ اٰخَرُ۔ اَنَّهُ اشْتَرٰى شَيْئًا لَيْسَ بِمَضْمُوْنٍ لَهٗ۔ وَ اِنْ لَّمْ يَتِمَّ ذَهَبَ ثَمَنُهٗ بَاطِلًا۔ فَهٰذَا غَرَرٌ لَا يَصْلُحُ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَ اِنَّمَا فُرِقَ بَيْنَ اَنْ لَا يَبِيْعَ الرَّجُلُ اِلَّا مَا عِنْدَهٗ۔ وَاَنْ يُّسَلِّفَ الرَّجُلُ فِیْ شَیْءٍ لَيْسَ عِنْدَهٗ اَصْلُهٗ۔ اَنَّ صَاحِبَ الْعِيْنَةِ اِنَّمَا يَحْمِلُ ذَهَبَهُ الَّتِیْ يُرِيْدُ اَنْ يَّبْتَاعَ بِهَا۔ فَيَقُوْلُ هٰذِهٖ عَشَرَةُ دَنَانِيْرَ۔ فَمَا تُرِيْدُ اَنْ اَشْتَرِیَ لَكَ بِهَا؟ فَكَاَنَّهٗ يَبِيْعُ عَشَرَةَ دَنَانِيْرَ نَقْدًا۔ بِخَمْسَةَ عَشَرَ دِيْنَارًا اِلٰى اَجَلٍ۔ فَلِهٰذَا، كُرِهَ هٰذَا۔ وَ اِنَّمَا تِلْكَ الدُّخْلَةُ وَالدُّلْسَةُ۔

ترجمہ: موسیٰ بن میسرہؒ نے ایک شخص کو سعید بن المسیبؒ سے سوال کرتے سُنا۔ اس نے پوچھا تھا کہ میں دَین پر اشیا بیچتا ہوں۔ (یعنی قبضہ سے پہلے ان کی بیع کرتا ہوں) سعیدؒ نے کہا کہ صرف وہی چیز بیچ، جسے تو اپنے ڈیرے میں محفوظ کرے۔ (مبادا یہ غیر مملوک اشیا کے کاروبار کا ذریعہ بن جائے۔

مالکؒ نے کہا کہ کوئی شخص اگر دوسرے سے سامان خریدے اس شرط پر کہ بائع وہ سامان ایک مقررہ مدت پر اس کے حوالے کردے گا۔ مدت اس لئے کہ اس وقت تجارت کا بازار گرم ہوگا یا اُسے اس وقت اس کی ضرورت ہوگی۔ پھر بائع اس مدت پر سامان سپرد کر دینے میں تاخیر کرے اور وقت کے بعد لے کر آئے تو اگر مشتری وہ سامان بائع کو واپس دینا چاہے تو مشتری کے لئے یہ جائز نہیں اور بیع اس کے لئے لازم ہے۔ اور اگر بائع وہ سامان مدت گزرنے سے قبل لے آئے تو مشتری کو اس کے لینے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ (اس بیع سے مراد بیع سلم ہے۔ وہ سامان جب مشتری مدت مقررہ کے بعد لایا تو اس تاخیر کا اصل عقد پر اثر نہیں پڑا۔ جمہور کا یہی مذہب ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر ایک شخص اناج خریدے اور اسے ناپ لے۔ پھر ایک اور شخص آئے جو اس سے خریدنا چاہے تو وہ (پہلا خریدار) کہے کہ میں نے اپنے لئے خریدا ہے، اور وہ اس پر قبضہ کرلے۔ دوسرا خریدار اس کی تصدیق کرے۔ (اور نئے سرے سے خود نہ ناپے) اور پہلے کے ناپ پر ہی اسے خریدلے۔ اگر دوسرے خریدار کی خرید نقد ہو تو اس میں حرج نہیں اور اگر اس میں مدت آجائے تو مکروہ ہے۔ جب تک کہ دوسرا مشتری اسے خود نہ ناپ لے۔ اس میں کراہت اسی لئے ہے کہ یہ ربوٰ کا ذریعہ ہے۔ (کہ شاید دوسرا خریدار مدت کی شرط کی خاطر اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اور خود نہیں ناپتا۔ اور ہوسکتا ہے کہ اس طرح ناپ تول کے بغیر ہی کاروبار کا سلسلہ چل نکلے) اور یہ مدت کی شرط سے مکروہ ہے۔ اور ہمارے ہاں اس میں اختلاف نہیں۔ (ابوحنیفہؒ شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک پہلی صورت میں بھی جبکہ دوسرا سودا نقد پر ہے، نئی ناپ تول نئے خریدار کے لئے لازم ہے۔ گو مالکؒ نے اسے لازم نہیں ٹھیرایا۔ ثوریؒ۔ لیثؒ۔ اوزاعیؒ بھی اس میں ائمہ ثلاثہ کے ساتھ ہیں کہ نیا خریدار نیا ناپ تول کرے۔ حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اس قسم کی بیع سے منع فرمایا، حتیٰ کہ اس میں دو صاع چلیں۔ یعنی دو دفعہ ناپا جائے)

مالکؒ نے کہا کہ یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص کسی دوسرے غائب یا حاضر کا دین خریدے۔ مگر اس شخص کے اقرار اور اعتراف کے ساتھ جس پر قرض ہے اور نہ میت کے ذمہ جو قرض تھا وہ خریدا جائے۔ اگرچہ خریدار کو معلوم ہو کہ میت کیا مال چھوڑ گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس کا خریدنا دھوکہ ہے معلوم نہیں ملے یا نہ ملے۔

مالکؒ نے کہا کہ اس کی کراہت کی تفسیر یہ ہے کہ جب کسی نے غائب یا میت کا قرض خریدا تو اسے معلوم نہیں کہ میت پر اور کتنا قرض ہے۔ پس اگر اس پر اور قرض بھی ہوا تو مشتری نے جو ثمن دیا وہ باطل ہوگیا۔ (کیونکہ میت کا ترکہ تو دیون پر تقسیم ہو جائے گا۔)

مالکؒ نے کہا کہ اس میں ایک اور عیب بھی ہے۔ وہ یہ کہ اس نے ایسی چیز خریدی، جس کی کوئی ضمانت نہیں۔ اگر اس کا قبضہ نہ ہوا تو اس کا ثمن ضائع ہوا۔ یہ بیع غرر ہے۔ لہذا جائز نہیں۔

مالکؒ نے کہا کہ آدمی کے پاس جو کچھ نہیں، اس کی بیع نہ کرے اور جو کچھ اس کے پاس نہیں، اس میں وہ بیع سلف کرسکتا ہے ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ عینہ والا اپنا سونا اٹھاتا ہے تاکہ اس کے ساتھ سونا خریدے اور کہتا ہے کہ یہ دس دینار ہیں، تم کیا چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے خریدوں اور پندرہ دینار پر تمہارے ہاتھ بیچوں؟ تو گویا دس دینار نقد کی بیع پندرہ دینار ادھار کے ساتھ کرتا ہے۔ یہ مکروہ ہے۔ اور اس میں دھوکا اور فریب ہے۔ (عینہ دراصل یہ ہے کہ سامان کی بیع موجل ثمن کے ساتھ کریں پھر اسے اس سے کم ثمن پر بیع معجل کے طور پر خریدلیں۔ لہذا بیان کردہ صورت میں امام مالکؒ نے عینہ کا لفظ مجازاً استعمال فرمایا ہے۔ ورنہ یہ دراصل اس ممنوع بیع کی ایک صورت ہے جو پیچھے بیان ہوئی)

۴۱۔ باب مَاجَاءَ فِی الشِّرْكَةِ وَالتَّوْلِيَةِ وَالْإِقَالَةِ

شرکت، تولیت اور اقالہ کا باب

ان الفاظ کے معانی پہلے گزر چکے ہیں۔ شرکت کا معنیٰ ہے، دوسرے کے سودے میں شریک ہونا یا اسے اپنی بیع میں شریک کرنا۔ تولیت کا معنیٰ ہے جتنے کی کوئی چیز لی ہو، اتنے پر بیچ دینا۔ اقالہ کا بیع کو فسخ کرنا۔ فقہا کا ان کے جواز پر اتفاق ہے۔ مگر بعض تفاصیل میں اختلاف ہے۔

۱۳۹۷۔ قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَبِيعُ الْبَزَّ الْمُصَنَّفَ. وَيَسْتَثْنِي ثِيَابًا بِرُقُومِهَا: إِنَّهُ إِنِ اشْتَرَطَ أَنْ يَخْتَارَ مِنْ ذٰلِكَ، الرَّقْمَ، فَلَا بَأْسَ بِهِ. وَإِنْ لَمْ يَشْتَرِطْ أَنْ يَخْتَارَ مِنْهُ حِينَ اسْتَثْنَى، فَإِنِّي أَرَاهُ شَرِيكًا فِي عَدَدِ الْبَزِّ الَّذِي اشْتُرِيَ مِنْهُ. وَذٰلِكَ أَنَّ الثَّوْبَيْنِ يَكُونُ رَقْمُهُمَا سَوَاءً. وَبَيْنَهُمَا تَفَاوُتٌ فِي الثَّمَنِ۔

قَالَ مَالِكٌ: اَلْأَمْرُ عِنْدَنَا، أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِالشِّرْكِ وَالتَّوْلِيَةِ وَالْإِقَالَةِ مِنْهُ فِي الطَّعَامِ وَغَيْرِهِ قَبَضَ ذٰلِكَ أَوْ لَمْ يَقْبِضْ. إِذَا كَانَ ذٰلِكَ بِالنَّقْدِ. وَلَمْ يَكُنْ فِيهِ رِبْحٌ وَلَا وَضِيعَةٌ وَلَا تَأْخِيرٌ لِلثَّمَنِ. فَإِنْ دَخَلَ ذٰلِكَ رِبْحٌ أَوْ وَضِيعَةٌ أَوْ تَأْخِيرٌ مِنْ وَاحِدٍ مِنْهُمَا، صَارَ بَيْعًا يُحِلُّهُ مَا يُحِلُّ الْبَيْعَ. وَيُحَرِّمُهُ مَا يُحَرِّمُ الْبَيْعَ. وَلَيْسَ بِشِرْكٍ وَلَا تَوْلِيَةٍ وَلَا إِقَالَةٍ۔

قَالَ مَالِكٌ: مَنِ اشْتَرَى سِلْعَةً بَزًّا أَوْ رَقِيقًا. فَبَتَّ بِهِ. ثُمَّ سَأَلَهُ رَجُلٌ أَنْ يُشَرِّكَهُ فَفَعَلَ وَنَقَدَا الثَّمَنَ صَاحِبَ السِّلْعَةِ جَمِيعًا. ثُمَّ أَدْرَكَ السِّلْعَةَ شَيْءٌ يَنْتَزِعُهَا مِنْ أَيْدِيهِمَا. فَإِنَّ الْمُشَرَّكَ يَأْخُذُ مِنَ الَّذِي أَشْرَكَهُ الثَّمَنَ. وَيَطْلُبُ الَّذِي أَشْرَكَ بَيِّعَهُ الَّذِي بَاعَهُ السِّلْعَةَ بِالثَّمَنِ كُلِّهِ. إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُشَرَّكُ عَلَى الَّذِي أَشْرَكَ بِحَضْرَةِ الْبَيْعِ. وَعِنْدَ مُبَايَعَةِ الْبَائِعِ الْأَوَّلِ. وَقَبْلَ أَنْ يَتَفَاوَتَ ذٰلِكَ. أَنَّ عُهْدَتَكَ عَلَى الَّذِي ابْتَعْتُ مِنْهُ. وَإِنْ تَفَاوَتَ ذٰلِكَ. وَفَاتَ الْبَائِعُ الْأَوَّلُ. فَشَرْطُ الْآخِرِ بَاطِلٌ. وَعَلَيْهِ الْعُهْدَةُ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَقُولُ لِلرَّجُلِ: اشْتَرِ هٰذِهِ السِّلْعَةَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ. وَانْقُدْ عَنِّي وَأَنَا أَبِيعُهَا لَكَ: إِنَّ ذٰلِكَ لَا يَصْلُحُ. حِينَ قَالَ: انْقُدْ عَنِّي وَأَنَا أَبِيعُهَا لَكَ. وَإِنَّمَا ذٰلِكَ سَلَفٌ

يُسْلِفُهُ إِيَّاهُ. عَلَى أَنْ يَبِيعَهَا لَهُ. وَلَوْ أَنَّ تِلْكَ السِّلْعَةَ هَلَكَتْ. أَوْ فَاتَتْ. أَخَذَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ الَّذِي نَقَدَ الثَّمَنَ. مِنْ شَرِيكِهِ مَا نَقَدَ عَنْهُ. فَهٰذَا مِنَ السَّلَفِ الَّذِي يَجُرُّ مَنْفَعَةً.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا ابْتَاعَ سِلْعَةً. فَوَجَبَتْ لَهُ. ثُمَّ قَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَشْرِكْنِي بِنِصْفِ هٰذِهِ السِّلْعَةِ، وَأَنَا أَبِيعُهَا لَكَ جَمِيعًا. كَانَ ذٰلِكَ حَلَالًا لَا بَأْسَ بِهِ. وَتَفْسِيرُ ذٰلِكَ: أَنَّ هٰذَا بَيْعٌ جَدِيدٌ. بَاعَهُ نِصْفَ السِّلْعَةِ. عَلَى أَنْ يَبِيعَ لَهُ النِّصْفَ الْآخَرَ.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ جو شخص کئی قسم کے کپڑے فروخت کرے اور ان میں سے کچھ کپڑے ان کی رقموں کے ساتھ مستثنیٰ کرلے تو اگر اس نے اس رقم میں سے چننے کی شرط لگائی تھی تو اس میں حرج نہیں۔ اور اگر استثنا کرتے وقت اس نے شرط نہیں لگائی، تو میرے خیال میں وہ اپنے خریدار کے ساتھ کپڑوں کے عدد میں شریک ہے۔ یہ اس لئے کہ دو کپڑوں کی رقم برابر ہو سکتی ہے۔ درآنحالیکہ ان کے ثمن اختلاف ہوتا ہے۔ (مالکؒ کے نزدیک بیع منعقد ہو جانے کے بعد بھی بائع کے لئے ⅓ تک کا استثنا مبیع میں سے جائز ہے۔ اکثر علماء کا یہ قول نہیں ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں کا معمول یہ ہے کہ شراکت، تولیت اور اقالہ جائز ہے، کھانے کی اشیا میں ہو یا دوسری چیز میں جب کہ وہ نقد میں ہو اور اس میں کوئی اضافہ نہ ہوا اور نہ کمی ہو اور نہ تاخیر ہو۔ اگر ان میں سے کوئی چیز آگئی، بائع یا مشتری کی طرف سے، تو وہ بیع ہو گئی۔ اس کی حلت و حرمت کے احکام اس پر جاری ہوں گے۔ اور وہ شراکت، تولیت اور اقالہ نہ رہا۔ (اس مسئلہ کی تفاصیل میں علما کا کچھ اختلاف بھی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس شخص نے کوئی سامان خریدا۔ مثلاً بزازی یا غلام اور بیع کو مکمل کرلیا۔ پھر ایک آدمی نے اس سے کہا کہ وہ اسے بھی شریک کرلے۔ اس نے یہ کرلیا اور دونوں نے ثمن سامان کے مالک کو ادا کر دیا۔ پھر سامان کو کوئی ایسی چیز آپہنچی جو اسے ان دونوں کے ہاتھوں سے چھین لے۔ اس صورت میں شریک اس سے ثمن لے گا جس نے اسے بیع میں شریک کیا اور سامان اس سے بائع لے گا۔ مگر یہ کہ شریک کرنے والا جس کو شریک کرتا ہے اس پر شرط لگائے بیع کے وقت، یعنی جب کہ پہلا بائع بیع کا معاملہ کر رہا تھا اور یہ مجلس کے تبدیل ہونے سے پہلے ہو، نا، کہ تیری ذمہ داری اس پر ہے جس سے تو نے خریدا۔ اگر مجلس بدل گئی اور پہلی بیع ختم ہو گئی اور دوسرے کی شرط باطل اور ذمہ داری اسی پر ہے۔ (اس ذمہ داری کے بارے میں خود مالکی علما میں اختلاف ہے کہ کس پر آئے گی۔ ابوالولید الباجی نے کہا کہ مالکؒ کے نزدیک شریک کی ذمہ داری مطلقاً اس شخص پر ہے جس نے اسے شریک بنایا بشرطیکہ کوئی اور شرط نہ ہو گئی ہو۔)

مالکؒ نے کہا کہ ایک شخص نے کوئی سامان خریدا اور دوسرے نے کہا کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ تم میرے حصے کی رقم بھی ادا کر دو۔ اور میں تمہیں اس کی بیع کر دوں گا تو یہ جائز نہیں ہے۔ یہ تو ایک قرض ہے جو ایک شخص دوسرے کو دے رہا ہے اس شرط پر کہ وہ دوسرا اس کا سامان فروخت کر دے۔ اور اگر وہ سامان ضائع ہو گیا یا دوسرے ہاتھوں میں چلا گیا تو رقم ادا کرنے والا اپنے شریک سے وہ رقم لے لے گا۔ جو اس کی طرف سے ادا کی ہے۔ پس یہ ایک قرض ہے جو نفع آور ہے۔ (لہٰذا ناجائز ہے۔ مقروض نے قرض کے عوض میں کام کیا ہے جو ربا کی ایک صورت ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر ایک آدمی نے کوئی سامان خریدا اور بیع مکمل ہوگئی۔ پھر دوسرے شخص نے کہا کہ مجھے اس سامان میں نصف کے حساب سے شریک کرلو۔ اور میں یہ سارا سامان نہیں بیچ دوں گا تو یہ حلال ہے اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ یہ ایک جدید بیع ہے پہلے نے دوسرے کو نصف سامان میں شریک بنایا اس شرط پر کہ وہ دوسرا پہلے کا نصف حصہ بیچ دے۔ (یعنی نصف کو تو شریک ہونے والے نے خرید لیا تھا۔ نصف ثمن دے کر اور باقی نصف کی بیع کی محنت دے کر اور اس میں پہلے مسئلے کی طرح جہالت نہیں رہی۔ لیکن اس مسئلہ میں بیع اور اجارہ جمع ہوگئے جو مالکؒ کے نزدیک جائز ہیں۔ اور ابو حنیفہؒ و شافعیؒ کے نزدیک ناجائز۔)

۴۲۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي إِفْلَاسِ الْغَرِيمِ

مقروض کے مفلس ہوجانے کا باب

افلاس کا لفظ فلوس اور فلس سے نکلا ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کسی کا مالدار ہونے کے بعد بے فلوس ہو جانا کہ اب وہ قرض اور دیگر ذمہ داریوں، جو اس کے سر پر ہیں، ادا نہ کرسکے۔ اس کا قرض اس کے مال سے زیادہ ہو اور خرچ آمدنی سے زائد۔ اس کے پاس اگر کچھ ہے بھی، تو دوسروں کا۔ کیونکہ قرض وغیرہ پر خرچ ہو جائے گا اور وہ عدیم الفلوس رہ جائے گا۔ قرض خواہ اگر حاکم سے مطالبہ کریں تو وہ اس پر پابندی لگاسکتا ہے کہ جسم وجان کا رشتہ قائم رکھنے کے علاوہ وہ کسی اور کام میں کچھ خرچ نہ کرے۔ اگر کوئی شخص اپنا مال بعینہٖ اس کے پاس پائے تو وہ اسے لے سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حاکم کا اس پر پابندی لگانا یا نہ لگانا ضروری نہیں۔ بلکہ حاکم کے اجتہاد و صوابدید پر مبنی ہے۔ اس مسئلہ پر کچھ کلام کتاب الاقضیہ میں انشاء اللہ آئے گا۔ ہماری زبان میں اسے دیوالیہ پن کہتے ہیں۔

۱۳۹۸۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَيُّمَا رَجُلٍ بَاعَ مَتَاعًا. فَأَفْلَسَ الَّذِي ابْتَاعَهُ مِنْهُ. وَلَمْ يَقْبِضِ الَّذِي بَاعَهُ مِنْ ثَمَنِهِ شَيْئًا. فَوَجَدَهُ بِعَيْنِهِ۔ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ۔ وَإِنْ مَاتَ الَّذِي ابْتَاعَهُ. فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ فِيهِ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ"۔

ترجمہ: ابوبکر بن عبدالرحمٰنؒ سے (مرسلاً) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے کوئی سامان بیچا۔ پھر وہ مشتری مفلس ہوگیا اور بائع نے ثمن میں سے کچھ بھی قبضے میں نہیں کیا۔ مگر اپنی چیز بعینہٖ پالی تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔ اگر مشتری مرگیا، تو بائع بھی دوسرے قرضخواہوں جیسا ہے، ان کے ساتھ شامل ہے۔ (عبدالرزاق نے اس حدیث کو موصول بیان کیا ہے۔ شافعیؒ نے کہا، کہ اگر بائع کی چیز میں تغیر و تبدل ہوچکا ہو، تو بھی وہ لے سکتا ہے۔ جمہور اس کے خلاف ہیں اور صرف بلاتغیر و تبدل اس کے استحقاق کے قائل ہیں۔ ودائع وغیرہ کا بھی حکم ہے کہ وہ مالکوں کی ہے اور مبیع میں اختلاف ہے، جیسے آگے دیکھیے۔ امام محمدؒ نے یہ حدیث باب الرجل یبیع المتاع الخ میں روایت کی ہے اور اس پر لکھا ہے کہ جب وہ مرگیا تو بائع دوسرے قرضخواہوں جیسا ہے۔ اگر مشتری نے قبضہ نہ کیا تھا تو بائع اس کا زیادہ حقدار ہے۔ مشتری مفلس ہو جائے اور ابھی مبیع پر قبضہ نہ کیا ہو تو بائع اپنے مال کا زیادہ حقدار ہے۔

۱۳۹۹۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ

عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "أَيُّمَا رَجُلٍ أَفْلَسَ. فَأَدْرَكَ الرَّجُلُ مَالَهُ بِعَيْنِهِ. فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ."

قَالَ مَالِكٌ: فِي رَجُلٍ بَاعَ مِنْ رَجُلٍ مَتَاعًا. فَأَفْلَسَ الْمُبْتَاعُ. فَإِنَّ الْبَائِعَ إِذَا وَجَدَ شَيْئًا مِنْ مَتَاعِهِ بِعَيْنِهِ، أَخَذَهُ. وَإِنْ كَانَ الْمُشْتَرِي قَدْ بَاعَ بَعْضَهُ وَفَرَّقَهُ. فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ أَحَقُّ بِهِ مِنَ الْغُرَمَاءِ. لَا يَمْنَعُهُ مَا فَرَّقَ الْمُبْتَاعُ مِنْهُ، أَنْ يَأْخُذَ مَا وَجَدَ بِعَيْنِهِ. فَإِنِ اقْتَضَى مِنْ ثَمَنِ الْمُبْتَاعِ شَيْئًا. فَأَحَبَّ أَنْ يَرُدَّهُ وَيَقْبِضَ مَا وَجَدَ مِنْ مَتَاعِهِ. وَيَكُونَ فِيمَا لَمْ يَجِدْ إِسْوَةَ الْغُرَمَاءِ، فَذٰلِكَ لَهُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَمَنِ اشْتَرَى سِلْعَةً مِنَ السِّلَعِ. غَزْلًا أَوْ مَتَاعًا أَوْ بُقْعَةً مِنَ الْأَرْضِ. ثُمَّ أَحْدَثَ فِي ذٰلِكَ الْمُشْتَرَى عَمَلًا. بَنَى الْبُقْعَةَ دَارًا. أَوْ نَسَجَ الْغَزْلَ ثَوْبًا. ثُمَّ أَفْلَسَ الَّذِي ابْتَاعَ ذٰلِكَ. فَقَالَ رَبُّ الْبُقْعَةِ: أَنَا آخُذُ الْبُقْعَةَ وَمَا فِيهَا مِنَ الْبُنْيَانِ. إِنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ لَهُ. وَلٰكِنْ تُقَوَّمُ الْبُقْعَةُ وَمَا فِيهَا مِمَّا أَصْلَحَ الْمُشْتَرِي. ثُمَّ يُنْظَرُ كَمْ ثَمَنُ الْبُقْعَةِ؟ وَكَمْ ثَمَنُ الْبُنْيَانِ مِنْ تِلْكَ الْقِيمَةِ؟ ثُمَّ يَكُونَانِ شَرِيكَيْنِ فِي ذٰلِكَ. لِصَاحِبِ الْبُقْعَةِ بِقَدْرِ حِصَّتِهِ. وَيَكُونُ لِلْغُرَمَاءِ بِقَدْرِ حِصَّةِ الْبُنْيَانِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَتَفْسِيرُ ذٰلِكَ أَنْ تَكُونَ قِيمَةُ ذٰلِكَ كُلِّهِ أَلْفَ دِرْهَمٍ وَخَمْسَ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَتَكُونُ قِيمَةُ الْبُقْعَةِ خَمْسَ مِائَةِ دِرْهَمٍ وَقِيمَةُ الْبُنْيَانِ أَلْفَ دِرْهَمٍ. فَيَكُونُ لِصَاحِبِ الْبُقْعَةِ الثُّلُثُ. وَيَكُونُ لِلْغُرَمَاءِ الثُّلُثَانِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَكَذٰلِكَ الْغَزْلُ. وَغَيْرُهُ. مِمَّا أَشْبَهَهُ. إِذَا دَخَلَهُ هٰذَا. وَلَحِقَ الْمُشْتَرِيَ دَيْنٌ. لَا وَفَاءَ لَهُ عِنْدَهُ. وَهٰذَا الْعَمَلُ فِيهِ.

قَالَ مَالِكٌ، فَأَمَّا مَا بِيعَ مِنَ السِّلَعِ الَّتِي لَمْ يُحْدِثْ فِيهَا الْمُبْتَاعُ شَيْئًا. إِلَّا أَنَّ تِلْكَ السِّلْعَةَ نَفَقَتْ وَارْتَفَعَ ثَمَنُهَا. فَصَاحِبُهَا يَرْغَبُ فِيهَا. وَالْغُرَمَاءُ يُرِيدُونَ إِمْسَاكَهَا. فَإِنَّ الْغُرَمَاءَ يُخَيَّرُونَ بَيْنَ أَنْ يُعْطُوا رَبَّ السِّلْعَةِ الثَّمَنَ الَّذِي بَاعَهَا بِهِ. وَلَا يَنْقُصُوهُ شَيْئًا، وَبَيْنَ أَنْ يُسَلِّمُوا إِلَيْهِ سِلْعَتَهُ وَإِنْ كَانَتِ السِّلْعَةُ قَدْ نَقَصَ ثَمَنُهَا، فَالَّذِي بَاعَهَا بِالْخِيَارِ. إِنْ شَاءَ أَنْ يَأْخُذَ سِلْعَتَهُ وَلَا تِبَاعَةَ لَهُ فِي شَيْءٍ مِنْ مَالِ غَرِيمِهِ. فَذَالِكَ لَهُ. وَإِنْ شَاءَ أَنْ يَكُونَ غَرِيمًا مِنَ الْغُرَمَاءِ، يُحَاصُّ بِحَقِّهِ، وَلَا يَأْخُذُ سِلْعَتَهُ. فَذَالِكَ لَهُ.

وَقَالَ مَالِكٌ، فِيمَنِ اشْتَرَى جَارِيَةً أَوْ دَابَّةً. فَوَلَدَتْ عِنْدَهُ. ثُمَّ أَفْلَسَ الْمُشْتَرِي: فَإِنَّ الْجَارِيَةَ أَوِ الدَّابَّةَ وَوَلَدَهَا لِلْبَائِعِ. إِلَّا أَنْ يَرْغَبَ الْغُرَمَاءُ فِي ذَالِكَ. فَيُعْطُونَهُ حَقَّهُ كَامِلًا وَيُمْسِكُونَ ذَالِكَ.

ترجمہ: ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی مفلس ہوگیا اور کوئی شخص اپنا مال ہوبہو اس کے پاس پائے تو وہ دوسروں سے اس کا زیادہ حقدار ہے۔

شرح: بعینہٖ کے لفظ سے مراد حنفیہ کے نزدیک عاریت اور ودیعت ہے۔ مبیع بعینہٖ باقی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس پر بیع نافذ ہوچکی ہے۔ پس بائع اگر مبیع کو پائے تو اس میں دوسرے قرضخواہوں کے ساتھ شریک ہوگا۔ یہی مذہب حسن بصریؒ، ابن نخعیؒ، شعبیؒ، وکیعؒ اور دیگر ائمہ حنفیہ کا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کوئی سامان خریدا یا اناج خریدا، پھر مشتری مفلس ہوگیا تو بائع جب اپنا مال بعینہٖ اس کے پاس پائے تو اسے لے لے۔ اگر مشتری اس کا کچھ حصہ بیچ یا بانٹ چکا ہو تو سامان والا دوسرے قرضخواہوں سے اس کا زیادہ حقدار ہے۔ بعض کا ضائع ہونا باقی کے لینے سے مانع نہیں ہے۔ اگر بائع کچھ قیمت لے چکا تھا۔ اور اب اسے واپس دے کر اپنی چیز لینا چاہتا ہے تو لے لے اور باقی میں وہ دوسرے قرضخواہوں جیسا ہوگا۔ (اوپر گزرا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک یہ حکم ودیعت وعاریت کا ہے۔ مبیع کا نہیں۔ کیونکہ اس کی ملک اور حیثیت بدل چکی تھی۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس نے کوئی سامان خریدا مثلاً سُوت یا گھر کا سامان یا زمین کا ٹکڑا۔ پھر مشتری نے اس میں کوئی کام کرلیا۔ مثلاً زمین پر کوئی مکان بنالیا یا سوت کو کات کر کپڑا بنوالیا۔ پھر وہ خریدار مفلس قرار پایا تو زمین والے نے کہا کہ میں اپنا ٹکڑا واپس لیتا ہوں مع اس مکان کے، جو اس میں ہے تو یہ اس کے لئے جائز نہیں۔ بلکہ زمین اور مکان کی قیمت لگائی جائے۔ پھر دیکھا جائے کہ زمین کی قیمت کیا ہے اور مکان کی کیا۔ پھر وہ بائع اور مفلس مشتری اس میں دونوں شریک ہیں۔ زمین کا حصہ زمین والے کا ہے اور مکان کا حصہ قرضخواہوں کا ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ مثلاً مکان سمیت زمین کی قیمت پندرہ سو درہم ہے اور زمین کی پانچ سو اور مکان کی ایک ہزار درہم۔ پس اس کا تیسرا حصہ زمین بیچنے والے کا ہوگا۔ اور قرضخواہوں کا دو ثلث ہوگا۔

مالکؒ نے کہا کہ اسی طرح سوت وغیرہ کا حال ہے۔ جب اس میں مشتری کا عمل دخل ہو جائے اور مشتری اتنا مقروض ہو جائے کہ ادائیگی ممکن نہ ہو تو اس کا بھی یہی حساب کیا جائے گا۔ حنفیہ کا اختلاف اوپر بیان ہوا جس کے مطابق زمین اور سوت بعینہٖ نہیں ملے۔ لہٰذا ان کے مالک بھی دوسرے قرضخواہوں میں شامل ہیں۔ اور یہ سب اپنے اپنے حصے کے حساب سے لیں گے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس سامان میں مشتری نے کوئی تبدیلی نہ کی مگر وہ سامان گراں ہوگیا اور اس کا مالک اس کی رغبت رکھتا ہے اور قرضخواہ اسے روکنا چاہتے ہیں تو قرضخواہوں کو اختیار دیا جائے گا۔ یا تو وہ سامان والے کو اس کی پوری پوری قیمت فروخت دیدیں یا وہ سامان بائع کو واپس کر دیں۔ اگر سامان کی قیمت گھٹ چکی ہو تو بائع کو اختیار ہے چاہے تو اپنا سامان لے لے اور اس کا حساب صاف ہوا۔ وہ اپنے مقروض سے اور کچھ نہیں لے سکتا۔ اور چاہے تو دوسرے قرضخواہوں کے ساتھ مل کر بقدرِ حصہ اپنا حق وصول کرلے اور سامان واپس نہ لے۔ (حنفیہ کے مذہب پر یہ آخری صورت ہی لائق عمل ہوگی۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس نے ایک لونڈی یا سواری خریدی اور اس نے اس کے پاس اولاد جنی۔ پھر مشتری مفلس ہوگیا تو لونڈی یا سواری بچے سمیت بائع کی ہے۔ لیکن اگر دوسرے قرضخواہ اس کی رغبت کریں اور اس کا پورا حق ادا کر دیں اور اسے روک لیں۔ (حنفیہ آخری صورت کے قائل ہیں۔)

۴۳۔ بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ السَّلَفِ

جائز قرض کا باب

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کیلی و وزنی چیزوں کے علاوہ حیوانات وغیرہ اور دوسری چیزوں کو بطور قرض لینا دینا جائز ہے حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ کیلی و وزنی یا وہ عددی چیزیں، جن میں فرداً فرداً فرق کم ہوتا ہے، ان کا قرض جائز ہے۔ اور چیزوں کا نہیں۔ اس باب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حیوانات کا قرض بھی جائز ہے۔ حنفیہ کے نزدیک یہ منسوخ ہیں اور احکام ربوٰ کے نزول سے پہلے کی ہیں۔ وجہ یہ کہ حیوانات کی مماثلت ممکن نہیں ہوتی اور قرض کی شرط یہ ہے کہ بالکل مماثل چیز لوٹائی جائے۔ پس ان میں تفاضل اور نسیئہ دونوں علتیں پائی گئیں، جو ربوٰ کی حرمت کی علتیں ہیں۔ حنفیہ کا مسلک ابن مسعودؓ، حذیفہؓ، عبدالرحمٰن بن سمرہؓ، ثوریؒ اور الحسن بن صالح سے منقول ہے۔

۱۴۰۰۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: اسْتَسْلَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرًا. فَجَاءَتْهُ إِبِلٌ مِنَ الصَّدَقَةِ. قَالَ أَبُو رَافِعٍ: فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقْضِيَ الرَّجُلَ بَكْرَهُ. فَقُلْتُ: لَمْ أَجِدْ فِي الْإِبِلِ إِلَّا جَمَلًا خِيَارًا رَبَاعِيًا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَعْطِهِ إِيَّاهُ. فَإِنَّ خِيَارَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً"۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ابو رافعؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوان اونٹ بطور قرض لیا۔ پھر آپ کے پاس زکوٰۃ کے اونٹ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کا قرض واپس کرنے کو فرمایا۔ میں نے کہا کہ مجھے زکوٰۃ کے اونٹوں میں صرف چھ سالہ اچھے اونٹ ملے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے انہی میں سے دے دو۔ کیونکہ بہتر لوگ وہی ہیں، جو قرض چکانے میں احسان کریں۔ (امام محمدؒ نے اس حدیث کو باب الرجل یکون علیہ الدین الخ میں روایت کیا ہے۔)

شرح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل وعیال پر صدقہ وزکوٰۃ حرام تھی۔ لہٰذا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں ہو سکتا کہ حضورؐ نے پہلے کسی مستحق کو کسی سے اونٹ لے کر دیا تھا اور پھر صدقہ کے اونٹوں میں سے واپس کرایا۔ گویا یہ حضورؐ کی ذات اقدس کا قرض نہ تھا۔ آپؐ نے بہت سی احادیث میں دین سے خدا کی پناہ مانگی ہے۔ اور ذاتی ضروریات کے لئے قرض لینا آپ کا طریقہ نہ تھا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے صدقہ کے اونٹوں میں سے خرید کردہ قرض واپس کیا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ واپسی کے لئے خریدنے کا حکم فرمایا تھا کہ اتنے میں صدقہ کے اونٹ آگئے اور ان میں سے ایک دیا گیا۔ واللہ اعلم۔ الغرض یہ حدیث اس بارے میں نص نہیں ہے کہ پہلا اونٹ جو قرض لیا تھا۔ وہ حضورؐ کی اپنی ضروریات کے لئے تھا۔ امام محمدؒ نے افضل چیز واپس کرنے کو احسن کہا ہے۔ جب کہ اس کی شرط نہ کی ہو۔ اور اس پر دوسری حیثیت سے کوئی کلام نہیں کیا کہ آیا حنفیہ حیوان کے قرض کو جائز جانتے ہیں یا نہیں۔

۱۴۰۱۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، عَنْ حُمَیْدِ بْنِ قَیْسٍ الْمَکِّیِّ، عَنْ مُجَاهِدٍ: اَنَّهٗ قَالَ: اسْتَسْلَفَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ مِنْ رَجُلٍ دَرَاهِمَ. ثُمَّ قَضَاهُ دَرَاهِمَ خَیْرًا مِنْهَا. فَقَالَ الرَّجُلُ: یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، هٰذِهٖ خَیْرٌ مِنْ دَرَاهِمِی الَّتِیْ اَسْلَفْتُكَ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: قَدْ عَلِمْتُ. وَلٰكِنْ نَفْسِیْ بِذٰلِكَ طَیِّبَةٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: لَا بَاْسَ بِاَنْ یُقْبِضَ مَنْ اُسْلِفَ شَیْئًا مِنَ الذَّهَبِ اَوِ الْوَرِقِ اَوِ الطَّعَامِ اَوِ الْحَیَوَانِ مِمَّنْ اَسْلَفَهٗ ذٰلِكَ، اَفْضَلَ مِمَّا اَسْلَفَهٗ۔ اِذَا لَمْ یَكُنْ ذٰلِكَ عَلٰی شَرْطٍ مِنْهُمَا۔ اَوْ عَادَةٍ۔ فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ عَلٰی شَرْطٍ۔ اَوْ وَاْیٍ۔ اَوْ عَادَةٍ۔ فَذٰلِكَ مَكْرُوْهٌ۔ وَلَا خَیْرَ فِیْهِ۔

قَالَ: وَذٰلِكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضٰی جَمَلًا رَبَاعِیًا خِیَارًا۔ مَكَانَ بَكْرٍ اسْتَسْلَفَهٗ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اسْتَسْلَفَ دَرَاهِمَ. فَقَضٰی خَیْرًا مِنْهَا. فَاِنْ كَانَ عَلٰی طِیْبِ نَفْسٍ مِنَ الْمُسْتَسْلِفِ. وَلَمْ یَكُنْ ذٰلِكَ عَلٰی شَرْطٍ وَلَا وَاْیٍ وَلَا عَادَةٍ. كَانَ ذٰلِكَ حَلَالًا لَا بَاْسَ بِهٖ۔

ترجمہ: مجاہدؒ نے کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ نے ایک شخص سے کچھ درہم ادھار لیئے پھر اس سے بہتر درہم واپس کئے۔ اس شخص نے کہا، اے ابوعبدالرحمٰن یہ درہم میرے دراہم سے بہتر ہیں۔ جو میں نے آپ کو بطور قرض دیئے تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ یہ مجھے معلوم ہے۔ مگر میں خوشی سے ایسا کر رہا ہوں۔ (امام محمدؒ نے اس اثر کو روایت کیا ہے باب کا ذکر اوپر ہوا۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ سونا، چاندی، طعام یا حیوان جو بھی کسی نے بطور قرض دیا ہو، اس سے افضل لینا جائز ہے۔ جب کہ اس کی ان

أَجْرُ مَا أَنْظَرْتَهُ۔

ترجمہ: ایک شخص عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آیا اور کہا: اے ابوعبدالرحمٰنؓ! میں نے ایک شخص کو کچھ عرصہ قرض دیا اور یہ شرط لگائی کہ وہ میرے قرض سے افضل مجھے واپس کرے۔ (کیا یہ جائز ہے؟) عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ یہی تو ربا ہے۔ اس نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ قرض تین قسم کا ہے۔ ایک وہ جسے دے کر تو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہے، تو تجھے اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا ملے گی۔ دوسرا وہ جس سے تو اپنے ساتھی کی رضا چاہتا ہے تو تجھے اس کی رضا مل جائے گی تیسرا قرض یہ ہے جس کے ذریعے سے تو پاک کے بدلے پلید لینا چاہے۔ پس وہ سُود ہے۔ اس نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن پھر آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا کہ تو دستاویز کو پھاڑ دے اور وہ شخص اگر تجھے تیرے قرض کی مثل دے تو قبول کرلے۔ اگر وہ تجھے اس سے کم دے اور تو قبول کرلے تو تجھے اجر ملے گا۔ اور اگر وہ تجھے تیرے قرض سے افضل دل کی خوشی سے دے (نہ کہ شرط کی بنا پر) تو یہ شکریہ ہے جو اس نے تیرا ادا کیا ہے اور تجھے اس مہلت کا اجر ملے گا جو تو نے اسے دی۔

۱۴۰۴۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ: مَنْ أَسْلَفَ سَلَفًا فَلَا يَشْتَرِطْ إِلَّا قَضَاءَهُ۔

ترجمہ: نافعؒ نے عبداللہ بن عمرؓ کو کہتے سُنا کہ جو کسی کو قرض دے وہ اس کی واپسی کے سوا اور کوئی شرط نہ لگائے۔

۱۴۰۵۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يَقُولُ: مَنْ أَسْلَفَ سَلَفًا فَلَا يَشْتَرِطْ أَفْضَلَ مِنْهُ۔ وَإِنْ كَانَتْ قَبْضَةً مِنْ عَلَفٍ، فَهُوَ رِبًا۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا۔ أَنَّ مَنِ اسْتَسْلَفَ شَيْئًا مِنَ الْحَيَوَانِ بِصِفَةٍ وَتَحْلِيَةٍ مَعْلُومَةٍ۔ فَإِنَّهُ لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ۔ وَعَلَيْهِ أَنْ يَرُدَّ مِثْلَهُ۔ إِلَّا مَا كَانَ مِنَ الْوَلَائِدِ۔ فَإِنَّهُ يُخَافُ فِي ذٰلِكَ الذَّرِيعَةُ إِلَى إِحْلَالِ مَا لَا يَحِلُّ۔ فَلَا يَصْلُحُ۔ وَتَفْسِيرُ مَا كُرِهَ مِنْ ذٰلِكَ۔ أَنْ يَسْتَسْلِفَ الرَّجُلُ الْجَارِيَةَ۔ فَيُصِيبُهَا مَا بَدَا لَهُ۔ ثُمَّ يَرُدُّهَا إِلَى صَاحِبِهَا بِعَيْنِهَا۔ فَذٰلِكَ لَا يَصْلُحُ وَلَا يَحِلُّ۔ وَلَمْ يَزَلْ أَهْلُ الْعِلْمِ يَنْهَوْنَ عَنْهُ۔ وَلَا يُرَخِّصُونَ فِيهِ لِأَحَدٍ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے تھے، جو کسی کو کچھ قرض دے وہ اس سے افضل لینے کی شرط نہ لگائے اگرچہ گھاس کی ایک مٹھی ہو۔ کیونکہ وہ سُود ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں اجماعی امر یہ ہے کہ جس نے کوئی حیوان کسی معلوم صفت اور حلیئے کے ساتھ قرض پر لیا تو اس میں حرج نہیں۔ (حیوان کے قرض میں حنفیہ کا مذہب اوپر گزرا) اور اس پر لازم ہے کہ اس کی مثل واپس کرے۔ مگر لونڈیوں کا قرض میں لینا

ہیں شرط نہ ہوئی ہو یا عادت نہ بنے یا وعدہ نہ ہوا ہو۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہتر چھ سالہ اونٹ ایک نوجوان اونٹ کے بدلے میں دیا جو قرض لیا تھا اور عبداللہ بن عمرؓ نے کچھ دراہم قرض لئے تو ان سے بہتر واپس کئے۔ پس اگر یہ زائد دینے والے کی دل کی خوشی سے ہو اور شرط، وعدے یا عادت پر نہ ہو تو حلال ہے اس میں حرج نہیں ہے۔ (اس قسم کی بات امام محمدؒ نے مختصراً مکمل اور اسے ابوحنیفہؒ کا قول بتایا ہے۔ امام محمدؒ موطا میں اس بات سے خاموش نظر آتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کیلی، وزنی یا عددی چیزوں کے علاوہ دوسری چیزوں میں قرض کا لین دین جائز نہیں۔)

۴۴۔ بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ السَّلَفِ

ناجائز قرض کا باب

۱۴۰۲۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ فِي رَجُلٍ أَسْلَفَ رَجُلًا طَعَامًا۔ عَلَى أَنْ يُعْطِيَهُ إِيَّاهُ فِي بَلَدٍ آخَرَ۔ فَكَرِهَ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔ وَقَالَ: فَأَيْنَ الْحَمْلُ؟ يَعْنِي حُمْلَانَهُ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ ایک شخص دوسرے کو اس شرط پر طعام دے کہ وہ اسے دوسرے شہر میں اس کو واپس کرے تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے اسے ناجائز قرار دیا اور فرمایا کہ باربرداری کی اُجرت کہاں گئی؟

شرح: یعنی یہ شرط کرنا ناجائز تھا۔ کیونکہ قرض لینے والے نے اس پر کافی فالتو خرچ کیا ہے۔ اگر یہ شرط نہ ہو اور تاجر ایک دوسرے سے لین دین کریں، ایک شہر میں لیا ہوا قرض دوسرے شہر میں ادا کریں تو اس میں حرج نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بآسانی اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔ دُرِّ مختار میں ہے کہ شرط کے ساتھ قرض حرام ہے اور شرط لغو ہے۔ الاشباہ میں ہے کہ جو قرض نفع لائے وہ حرام ہے۔

۱۴۰۳۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنِّي أَسْلَفْتُ رَجُلًا سَلَفًا۔ وَاشْتَرَطْتُ عَلَيْهِ أَفْضَلَ مِمَّا أَسْلَفْتُهُ۔ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: فَذٰلِكَ الرِّبَا۔ قَالَ فَكَيْفَ تَأْمُرُنِي يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: السَّلَفُ عَلَى ثَلَاثَةِ وُجُوهٍ۔ سَلَفٌ تُسْلِفُهُ تُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ، فَلَكَ وَجْهُ اللّٰهِ۔ وَسَلَفٌ تُسْلِفُهُ تُرِيدُ بِهِ وَجْهَ صَاحِبِكَ، فَلَكَ وَجْهُ صَاحِبِكَ وَسَلَفٌ تُسْلِفُهُ لِتَأْخُذَ خَبِيثًا بِطَيِّبٍ، فَذٰلِكَ الرِّبَا۔ قَالَ: فَكَيْفَ تَأْمُرُنِي يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَ أَرَى أَنْ تَشُقَّ الصَّحِيفَةَ۔ فَإِنْ أَعْطَاكَ مِثْلَ الَّذِي أَسْلَفْتَهُ قَبِلْتَهُ۔ وَإِنْ أَعْطَاكَ دُونَ الَّذِي أَسْلَفْتَهُ فَأَخَذْتَهُ أُجِرْتَ۔ وَإِنْ أَعْطَاكَ أَفْضَلَ مِمَّا أَسْلَفْتَهُ طَيِّبَةً بِهِ نَفْسُهُ فَذٰلِكَ شُكْرٌ شَكَرَهُ وَلَكَ

دینا جائز نہیں کیونکہ اس میں یہ ڈر ہے کہ حرام کو حلال کرنے کا ذریعہ ہو گا۔ (عینی وطی) اور اس کی کراہت کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص لونڈی بطور قرض لے اور حسب خواہش اس سے جماع کرتا ہے۔ پھر بعینہٖ اسے مالک کو واپس کردے تو یہ حلال اور جائز نہیں۔ علماء ہمیشہ اس سے منع کرتے رہے اور اس کی رخصت کسی کو نہ دیتے تھے۔ (سب علما وفقہا کا یہی مذہب ہے۔ ایک آدھ شاذ قول کے سوا یہ مسئلہ اجماعی ہے۔)

۴۵۔ بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْهُ مِنَ الْمُسَاوَمَةِ وَالْمُبَايَعَةِ

ایک دوسرے کے سودے پر سودا اور بیع پر بیع کی ممانعت

۱۴۰۶۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک دوسرے کی بیع پر بیع مت کرو۔

شرح: بیع سے مراد غالباً اس جگہ شراء ہے۔ جب ایک شخص کسی چیز کو خرید رہا ہو تو جب تک اس کی بات نفیاً یا اثباتاً ختم نہ ہو جائے، دوسرا اس میں نہ بولے۔ مبادا اس کے قیمت چڑھانے سے اس کا نقصان ہو جائے۔ بعض احادیث میں علیٰ بیع اخیہ کا لفظ آیا ہے۔ جو اس فعل کی قباحت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ ورنہ یہ فعل کسی غیر مسلم کے ساتھ کرنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ ذمی ہو گا جس کے لئے اسلام کی ذمہ داری ہے۔ امام محمدؒ نے اس حدیث کو موطا میں باب الرجل یساوم الرجل الخ میں روایت کیا اور کہا کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ کسی کے لئے جائز نہیں کہ جب ایک آدمی سودا کر رہا ہو۔ زیادہ قیمت کا وعدہ کرکے درمیان میں آ جائے حتیٰ کہ پہلا چھوڑ دے یا خرید لے۔

۱۴۰۷۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ لِلْبَيْعِ۔ وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ۔ وَلَا تَنَاجَشُوْا۔ وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ۔ وَلَا تُصَرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ۔ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ۔ بَعْدَ اَنْ يَحْلُبَهَا اِنْ رَضِيَهَا، اَمْسَكَهَا۔ وَاِنْ سَخِطَهَا، رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ"۔

قَالَ مَالِكٌ: وَتَفْسِيْرُ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْمَا نُرٰى وَاللّٰهُ اَعْلَمُ: لَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ۔ اَنَّهُ اِنَّمَا نَهٰى اَنْ يَسُوْمَ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ۔ اِذَا رَكَنَ الْبَائِعُ اِلَى السَّائِمِ وَجَعَلَ يَشْتَرِطُ وَزْنَ الذَّهَبِ۔ وَيَتَبَرَّاُ مِنَ الْعُيُوْبِ وَمَا اَشْبَهَ هٰذَا۔ مِمَّا يُعْرَفُ بِهٖ اَنَّ الْبَائِعَ قَدْ اَرَادَ مُبَايَعَةَ السَّائِمِ۔ فَهٰذَا الَّذِيْ نَهٰى عَنْهُ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا بَأْسَ بِالسَّوْمِ بِالسِّلْعَةِ. تُوقَفُ لِلْبَيْعِ. فَيَسُومُ بِهَا غَيْرُ وَاحِدٍ.
قَالَ: وَلَوْ تَرَكَ النَّاسُ السَّوْمَ عِنْدَ أَوَّلِ مَنْ يَسُومُ بِهَا. أُخِذَتْ بِشِبْهِ الْبَاطِلِ مِنَ الثَّمَنِ. وَ
دَخَلَ عَلَى الْبَاعَةِ، فِي سِلَعِهِمُ الْمَكْرُوهُ. وَلَمْ يَزَلِ الْأَمْرُ عِنْدَنَا عَلَى هٰذَا.

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خرید و فروخت کے لئے سامان لانے والوں کو شہر سے باہر جا کر مت ملو۔ اور ایک دوسرے کی بیع پر بیع مت کرو۔ اور کسی کا سودا مت بگاڑو۔ اور کوئی شہری باہر والے کے لئے بیع نہ کرے۔ اور اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کا دودھ باندھ کر مت روکو۔ پس جو اس کے بعد اسے خریدے اسے جانور کے دودھ دوہنے کے بعد دو باتوں میں سے بہتر کے انتخاب کا حق ہے۔ اگر اسے پسند کرے تو رکھ لے اور ناپسند کرے تو اسے واپس کردے اور ایک صاع کھجور بھی دے دے۔

شرح: امام محمدؒ نے مؤطا کے بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّجْشِ وَتَلَقِّي السِّلَعِ میں عبداللہ بن عمرؓ کی روایت (جو آگے آتی ہے) نقل کی ہے اور اس میں نجش کی ممانعت کے علاوہ تلقی السلع کا لفظ بھی آیا ہے۔ جو یحییٰ کے مؤطا میں اس حدیث کے اندر نہیں آیا۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم ان احکام کو اختیار کرتے ہیں، یہ سب صورتیں ناجائز ہیں نجش کا معنیٰ یہ ہے کہ آدمی قیمت بڑھانے کے لئے زیادہ قیمت بتائے اور اس کا خریدنے کا ارادہ نہ ہو، یہ ناجائز ہے۔ اور جس سرزمین میں تاجروں کو آگے باہر جا کر ان سے سودا کرنے میں نقصان ہو، وہاں ایسا کرنا ناجائز ہے۔ مگر جب چیزیں بافراط ہوں اور شہر والوں کا اس میں ضرر نہ ہو تو انشاءاللہ اس میں حرج نہیں۔ حدیث زیر نظر میں بھی لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ کا مطلب یہی ہے کہ باہر سے سامانِ تجارت لانے والوں کو بازار میں آنے دیا جائے۔ وہ سودا لا کر عموماً سستا بیچ دیں گے۔ اور لوگوں کو فائدہ ہوگا۔ کیونکہ وہ تجارت اور نرخ کی باریکیوں سے واقف نہیں ہوتے۔ کوئی شہری اگر ان کا شریک یا ایجنٹ بن کر درمیان میں آجائے اور خرید و فروخت کرے گا تو شہر والوں کا ضرر ہے۔ آبادیوں اور بستیوں کے لوگ عموماً بازار کے نرخ اور اس کے اتار چڑھاؤ سے واقف ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کے ساتھ مل کر خرید و فروخت کی ممانعت نہیں ہے۔ احمدؒ نے فرمایا کہ یہ نہی ابتداء میں تھی۔ بعد میں بدوی بھی تجارت کے اسرار سے آشنا ہوگئے۔ لہٰذا نہی کا کوئی معنیٰ نہ رہا۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس نہی کو تنزیہہ پر محمول کیا ہے۔ تاکہ اسلامی علاقوں میں تجارت کی گرم بازاری اور ارزانی پیدا ہو۔ بعینہٖ یہی مجاہد کا قول ہے۔ شیر دار جانور کا دودھ روک دیا جاتا تھا تاکہ گاہک جب دیکھے تو زیادہ نکلے۔ اور اس کی قیمت زیادہ لگے۔ ایسے جانور کے لئے فرمایا ہے کہ اسے واپس کیا جاسکتا ہے ایک صاع کھجور کے ساتھ۔ جمہور کا یہی مسلک ہے مگر حنفیہ نے کہا ہے کہ یہ حکم وجوبی نہیں ہے۔ حنفیہ میں سے زفرؒ جمہور کے ساتھ ہیں۔ حنفیہؒ نے کہا ہے کہ یہ حکم اصول کے مخالف ہے۔ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا: اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ۔ پس جتنا کسی نے دودھ حاصل کیا۔ اسی کے موافق جانور کی حفاظت کی اور چارہ وغیرہ کھلایا۔ علاوہ ازیں یہ اس حدیث کے خلاف ہے۔ جس میں طعام کی بیع طعام کے ساتھ بطور نسیئہ کرنے کی نہی آئی ہے اور یہ بالکل وہی صورت ہے۔ نیز تلف ہونے والی چیزوں کا معاوضہ یا مثل سے دیا جاتا ہے یا قیمت سے۔ اور کھجور کا صاع نہ دودھ کی مثل ہے نہ اس کی قیمت۔ رہا اس جانور کا رد کرنا، سو یہ خیارِ عیب کے باعث نہیں بلکہ نقصان کے باعث ہے۔ اس لئے اگر بائع قیمت کم کرنے پر راضی ہوجائے اور کچھ ثمن واپس کرے۔ تو باہمی رضامندی سے بیع قائم رہ سکتی ہے۔ امام مالکؒ سے عیسیٰ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے مصراۃ کی حدیث کو دوسری صحیح اصولی احادیث کے خلاف ہونے کے باعث چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ

اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ۔ زیادہ تفصیلی بحث اس پر ہم نے عَوْنُ الْمَعْبُوْد میں کی ہے۔
صحیح حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تفسیر لَا یَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ (بعض پر
(ایضًا) مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تفسیر ... کی طرف جھکا ہوا ہو۔ اور شرطیں طے کر
ہے، واللہ اعلم، کہ کوئی آدمی کسی کے سودے پر سودا نہ کرے۔ جب کہ بائع سودا کرنے والے کی طرف جھکا ہوا ہو۔ اور شرطیں طے کر
رہا ہو۔ مثلاً ثمن کی ادائیگی اور عیوب سے برأت وغیرہ اور یہ معروف بات ہے۔ لوگ بائع کو پہچان لیتے ہیں کہ کب وہ سودا کرنے والے
سے بیع تمام کر رہا ہے۔ پس ممانعت اس بات سے ہے کہ اس وقت دخل اندازی نہ کی جائے۔ واللہ اعلم۔
مالکؒ نے کہا کہ اس سامان پر بولی دینے میں حرج نہیں جسے بیع کے لئے پیش کیا جائے۔ اور وہاں کئی لوگ بولی دیں یعنی نیلامی
جائز ہے۔ جسے بَیْعُ مَنْ یَزِیْد کہتے ہیں۔ اور اگر لوگ پہلے سودا کرنے (بولی دینے والے) پر بولی ترک کر دیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سامان نہایت
معمولی قیمت پر لے لیا جائے۔ اور بیع کرنے والوں پر ان کے سامان میں نہایت گھاٹا پڑ جائے۔ ہمارے ہاں ہمیشہ یہی معمول رہا ہے۔

۱۴۰۸ - قَالَ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ النَّجْشِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالنَّجْشُ اَنْ تُعْطِيَهُ بِسِلْعَتِهِ اَكْثَرَ مِنْ ثَمَنِهَا۔ وَلَيْسَ فِيْ نَفْسِكَ اشْتِرَاؤُهَا۔ فَيَقْتَدِيْ بِكَ غَيْرُكَ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھاؤ بگاڑنے سے منع کیا۔ اور نجش (نرخ بگاڑنا) یہ ہے کہ تم کسی کو اس کے سامان کی اتنی قیمت پیش کر دو جتنے کا وہ نہیں ہے اور خریدنا نہ چاہو بلکہ دوسروں کو قیمت میں اضافہ کرنے کی ترغیب کے لئے ایسا کرو۔

۴۶ - بَابُ جَامِعِ الْبُيُوْعِ

بیع کے بارے میں مختلف متفرق احکام

۱۴۰۹ - حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ۔" قَالَ: فَكَانَ الرَّجُلُ اِذَا بَايَعَ يَقُوْلُ: لَا خِلَابَةَ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ اسے خرید و فروخت میں فریب دیا جاتا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جب تو خرید و فروخت کرے تو کہا کر لَا خِلَابَةَ (اسلام میں دھوکہ بازی نہیں)، پس وہ شخص خرید و فروخت کے وقت لَا خِلَابَةَ کہا کرتا تھا۔ (امام محمدؒ نے یہ حدیث بَابُ الرَّجُلِ یَشْتَرِی الشَّیْئَ اَوْ یَبِیْعُهٗ فَیُغْبَنُ میں روایت کی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک یہ بات اس شخص کے ساتھ خاص تھی مطلب یہ کہ یہ لفظ کہہ دینے سے اسے خیار

کا حاصل ہوجانا اسی کے ساتھ مخصوص تھا۔ وہ شخص بیچارہ سادہ تھا اور زبان میں توتلا پن تھا۔ احادیث میں ہے کہ وہ لاَ خِیَا بَتَہ یا لاَ خِذَابَتَہ کہا کرتا تھا۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ شخص جب خرید و فروخت کرتا تھا تو حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اگر کسی کا اس کے ساتھ سودے میں اختلاف ہوجاتا اور کوئی اور صحابی وہاں سے گزرتا تو لوگوں کو بتاتا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاَ خِیَابَتَہ کہہ دینے سے خیار کا حق دیا تھا۔

۱۴۱۰۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، اَنَّهٗ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ یَقُوْلُ: اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا۔ سَمْحًا اِنْ بَاعَ۔ سَمْحًا اِنِ ابْتَاعَ سَمْحًا اِنْ قَضٰی۔ سَمْحًا اِنِ اقْتَضٰی۔

ترجمہ: محمد بن المنذر کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو پسند کرتا ہے جو فروخت میں سخی ہو، خریدنے میں سخی ہو، ادا کرنے میں سخی ہو اور اپنا حق لینے میں سخی ہو۔ (یعنی خرید و فروخت اور لین دین میں لیچڑ اور ہٹ دھرم نہ ہو۔ بلکہ نرم رو اور شگفتہ مزاج ہو۔)

۱۴۱۱۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، اَنَّهٗ سَمِعَ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ یَقُوْلُ اِذَا جِئْتَ اَرْضًا یُوْفُوْنَ الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ، فَاَطِلِ الْمُقَامَ بِهَا۔ وَاِذَا جِئْتَ اَرْضًا یُنْقِصُوْنَ الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ فَاَقْلِلِ الْمُقَامَ بِهَا۔

قَالَ مَالِكٌ، فِی الرَّجُلِ یَشْتَرِی الْاِبِلَ اَوِ الْغَنَمَ اَوِ الْبَزَّ اَوِ الرَّقِیْقَ۔ اَوْ شَیْئًا مِنَ الْعُرُوْضِ جِزَافًا: اِنَّهٗ لَا یَكُوْنُ الْجِزَافُ فِیْ شَیْءٍ مِمَّا یُعَدُّ عَدًّا

قَالَ مَالِكٌ، فِی الرَّجُلِ یُعْطِی الرَّجُلَ السِّلْعَةَ یَبِیْعُهَا لَهٗ۔ وَقَدْ قَوَّمَهَا صَاحِبُهَا قِیْمَةً۔ فَقَالَ: اِنْ بِعْتَهَا بِهٰذَا الثَّمَنِ الَّذِیْ اَمَرْتُكَ بِهٖ، فَلَكَ دِیْنَارٌ۔ اَوْ شَیْءٌ یُسَمِّیْهِ لَهٗ۔ یَتَرَاضَیَانِ عَلَیْهِ۔ وَاِنْ لَمْ تَبِعْهَا۔ فَلَیْسَ لَكَ شَیْءٌ: اِنَّهٗ لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ۔ اِذَا سَمّٰی ثَمَنًا یَبِیْعُهَا بِهٖ۔ وَسَمّٰی اَجْرًا مَعْلُوْمًا۔ اِذَا بَاعَ اَخَذَهٗ۔ وَاِنْ لَمْ یَبِعْ فَلَا شَیْءَ لَهٗ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَمِثْلُ ذٰلِكَ اَنْ یَقُوْلَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ: اِنْ قَدَرْتَ عَلٰی غُلَامِی الْاٰبِقِ۔ اَوْ جِئْتَ بِجَمَلِی الشَّارِدِ۔ فَلَكَ كَذَا۔ فَهٰذَا مِنْ بَابِ الْجُعْلِ۔ وَلَیْسَ مِنْ بَابِ الْاِجَارَةِ۔ وَلَوْ كَانَ مِنْ بَابِ الْاِجَارَةِ، لَمْ یَصْلُحْ۔

قَالَ مَالِكٌ: فَاَمَّا الرَّجُلُ یُعْطَی السِّلْعَةَ۔ فَیُقَالُ لَهٗ: بِعْهَا وَلَكَ كَذَا وَكَذَا۔ فِیْ كُلِّ دِیْنَارٍ

لِشَیْءٍ یُسَمِّیْهِ. فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا یَصْلُحُ. لِاَنَّهٗ كُلَّمَا نَقَصَ دِیْنَارٌ مِنْ ثَمَنِ السِّلْعَةِ، نَقَصَ مِنْ حَقِّهِ الَّذِیْ سَمّٰی لَهٗ. فَهٰذَا غَرَرٌ. وَلَا یَدْرِیْ كَمْ جُعِلَ لَهٗ۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ کہتے تھے کہ جب تو کسی ایسی سرزمین میں جائے جہاں لوگ ناپ اور تول پورا کرتے ہوں، تو زیادہ دیر وہاں ٹھہر جا۔ اور جب تو ایسے علاقے میں جائے جہاں ناپ اور تول میں کمی کرتے ہوں تو وہاں کم اقامت کر۔

مالکؒ نے کہا کہ جو شخص اونٹ یا بھیڑ بکریاں یا بزازی یا غلام یا کوئی سامان اندازے سے خریدے تو گنی جانے والی چیزوں میں تخمینہ نہیں چلتا۔ (جن چیزوں کے احاد میں صفات کا اختلاف ہوتا ہے۔ مثلاً حیوانات، کپڑے اور دیگر ساز وسامان ان میں تو تخمینہ کی بیع بالکل ناجائز ہے۔ جیسے امام مالکؒ کی شمار کردہ چیزیں۔ اور جن اشیا کے احاد کی صفات عموماً ایک جیسی ہوں مثلاً اخروٹ یا انڈے وغیرہ۔ تو ان کی بیع تخمینے سے جائز ہے۔ حالانکہ یہ معدود ہوتی ہیں۔ کیلی اور وزنی چیزوں میں سے جن کا کیل اور وزن برابر ہو اور فریقین کو یہ معلوم ہو تو ان کی بیع بھی اندازے سے جائز ہے جیسا کہ ابن رشد نے لکھا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جو آدمی دوسرے کو فروخت کرنے کے لئے کوئی سامان دے اور مالک نے اس کی قیمت لگائی ہو۔ پس کہے کہ اگر تو اسے اس ثمن پر بیچے تو میں تجھے ایک دینار دوں گا۔ یا کوئی چیز جو وہ باہمی رضامندی سے مقرر کرلیں۔ اور اگر تو اسے نہ بیچے تو تجھے کچھ نہ دوں گا۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جب کہ ثمن بھی متعین کردے۔ اور اجرت بھی واضح کردے۔ اگر بیچے تو اجرت لے ورنہ نہ لے گا۔

مالکؒ نے کہا کہ اسی طرح اگر کوئی آدمی دوسرے سے کہے کہ اگر تو میرے بھاگے ہوئے غلام کو لانے میں کامیاب ہوجائے یا میرے بھاگے ہوئے اونٹ کو پکڑ لائے تو تجھے اتنی مزدوری ملے گی۔ تو یہ انعام کے باب سے ہے اور جائز ہے۔ یہ اجارہ کے باب سے نہیں، ورنہ جائز نہ ہوتا۔ (ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ اجارہ ہے اور جائز نہیں کیونکہ یہ ایک موہوم و معدوم چیز پر معاملہ ہو رہا ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ جو شخص کسی دوسرے کو سامان دے اور کہے کہ اسے بیچ دو تو تمہیں ہر دینار میں سے اس قدر ملے گا تو یہ جائز نہیں۔ کیونکہ جو دینار بھی کم ہوگا، محنت کرنے والے کی مزدوری کم ہوتی جائے گی۔ پس یہ فریب ہے۔ یہ پتہ نہیں کہ اس کے لئے کیا مقرر کیا گیا ہے۔ (یعنی اجرت مجہول ہے۔ لہذا معاملہ ناجائز ہے۔)

شرح: ناپ اور تول میں کمی کرنا شدید شرعی و اخلاقی جرم ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر اسی گناہ کی پاداش میں عذاب نازل ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے عذاب ہے جس ملک میں یہ بیماری عام ہو، وہ عذاب الٰہی کا مستوجب ہے۔ وہ اندھیر نگری ہے جو رہائش کے قابل نہیں۔ وہاں کے لوگ مادہ پرست ہیں اور خلوص اور ہمدردی خلائق سے خالی ہیں۔ یہ بداخلاقی آبادیوں کی ویرانی کا سبب ہے، جہاں ایسے لوگ بستے ہوں۔ ان کے دوسرے اخلاق کو اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

۱۴۱۲۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَنَّهٗ سَاَلَهٗ عَنِ الرَّجُلِ یَتَكَارَی الدَّابَّةَ. ثُمَّ یُكْرِیْهَا بِاَكْثَرَ مِمَّا تَكَارَاهَا بِهٖ. فَقَالَ لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ۔

(ترجمہ: مالکؒ نے ابن شہابؒ سے پوچھا کہ اگر کوئی آدمی سواری کا جانور کرائے پرلے کر اپنے مقررشدہ کرائے سے زیادہ کرائے پرچڑھا دے تو ابن شہابؒ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اہل آگے کرائے پر چڑھانے کے لئے نہیں لیا تھا۔ لہذا ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ قبضہ سے پہلے اسے کرائے پر دینا جائز نہیں اور قبضہ کے بعد پہلے مقررشدہ کرائے سے زیادہ پر چڑھانا بھی ناجائز ہے۔ ابن سیرینؒ، نخعیؒ اور شعبیؒ کا بھی یہی قول ہے۔)

كِتَابُ الْقِرَاضِ

۱- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاضِ

قراض کا باب

مضاربت اور قراض ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اہل حجاز جسے قراض کہتے ہیں، اہل عراق کے ہاں اس کا نام مضاربت ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ایک آدمی کے مال میں دوسرا تجارت کرے اور نفع ان میں مقررشدہ شرط کے مطابق تقسیم ہو جائے۔ ابدائع میں ہے کہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ مضاربت جائز نہ ہو کیونکہ یہ ایک ایسا اجارہ ہے جس کا اجر مجہول بلکہ معدوم ہوتا ہے۔ مگر ہم نے کتاب وسنت اور اجماع کے باعث قیاس کو ترک کر دیا ہے۔ کتاب اللہ میں ہے وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباسؓ بن عبدالمطلبؓ کے مضاربت کرنے پر خاموشی اختیار فرمائی۔ زمانہ جاہلیت میں بھی عقد مضاربت ہوتا تھا۔ حضورؐ کی بعثت پر آنجناب نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ اجماع سے یہ اس طرح ثابت ہے کہ بہت سے صحابہ عمرؓ و عثمانؓ و علی رضی اللہ عنہم سمیت بہ طریقہ تجارت اختیار کرتے تھے اور ثابت نہیں ہوا کہ کسی نے ان پر اعتراض کیا ہو۔ عقد مضاربت کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۱۴۱۳- حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنَا عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي جَيْشٍ إِلَى الْعِرَاقِ. فَلَمَّا قَفَلَا مَرَّا عَلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ. وَهُوَ أَمِيرُ الْبَصْرَةِ فَرَحَّبَ بِهِمَا وَسَهَّلَ. ثُمَّ قَالَ: لَوْ أَقْدِرُ لَكُمَا عَلَى أَمْرٍ أَنْفَعُكُمَا بِهِ لَفَعَلْتُ. ثُمَّ قَالَ: بَلَى، هَا هُنَا مَالٌ مِنْ مَالِ اللّٰهِ أُرِيدُ أَنْ أَبْعَثَ بِهِ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ. فَأُسْلِفُكُمَاهُ. فَتَبْتَاعَانِ بِهِ مَتَاعًا مِنْ مَتَاعِ الْعِرَاقِ. ثُمَّ تَبِيعَانِهِ بِالْمَدِينَةِ. فَتُؤَدِّيَانِ رَأْسَ الْمَالِ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَيَكُونُ الرِّبْحُ لَكُمَا. فَقَالَا: وَدِدْنَا ذٰلِكَ. فَفَعَلَ. وَكَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُمَا الْمَالَ. فَلَمَّا قَدِمَا بَاعَا فَأُرْبِحَا. فَلَمَّا دَفَعَا ذٰلِكَ إِلَى عُمَرَ، قَالَ: أَكُلُّ الْجَيْشِ أَسْلَفَهُ مِثْلَ مَا أَسْلَفَكُمَا؟

قَالَا: لَا. فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: ابْنَا أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ. فَأَسْلَفَكُمَا أَدِّيَا الْمَالَ وَ رِبْحَهُ. فَأَمَّا عَبْدُ اللّٰهِ فَسَكَتَ. وَأَمَّا عُبَيْدُ اللّٰهِ، فَقَالَ: مَا يَنْبَغِي لَكَ، يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، هٰذَا لَوْ نَقَصَ هٰذَا الْمَالُ أَوْ هَلَكَ لَضَمِنَّاهُ. فَقَالَ عُمَرُ: أَدِّيَاهُ. فَسَكَتَ عَبْدُ اللّٰهِ. وَرَاجَعَهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَاءِ عُمَرَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. لَوْ جَعَلْتَهُ قِرَاضًا. فَقَالَ عُمَرُ: قَدْ جَعَلْتُهُ قِرَاضًا. فَأَخَذَ عُمَرُ رَأْسَ الْمَالِ وَنِصْفَ رِبْحِهِ. وَأَخَذَ عَبْدُ اللّٰهِ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ، ابْنَا عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، نِصْفَ رِبْحِ الْمَالِ.

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ کے دو بیٹے عبداللہؓ و عبیداللہ ایک لشکر میں عراق گئے اور واپسی پر امیر بصرہ ابوموسیٰؓ پر گزرے ابوموسیٰؓ نے انہیں خوش آمدید کہا اور آؤ بھگت کیا۔ اور کہا کہ اگر میں تمہارا کوئی فائدہ کرسکوں تو ضرور کروں گا۔ پھر کہا کہ کیوں نہیں۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ کا کچھ مال ہے (بیت المال کا مال ہے) جسے امیرالمؤمنین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ میں تمہیں بطور قرض دیتا ہوں۔ تم اس سے عراق کا مال خرید کرلے کر جاؤ اور مدینہ میں بیچ دو۔ راس المال کو امیرالمؤمنین کی خدمت میں پیش کرنا اور نفع تمہارا۔ انہوں نے اسے پسند کیا اور ابوموسیٰ نے ایسے ہی کیا۔ اور حضرت عمر بن الخطابؓ کو لکھا کہ وہ مال ان سے لے لیا جائے وہ جب مدینہ پہنچے تو اسے بیچ کر نفع حاصل کیا۔ اصل مال جب حضرت عمرؓ کو دیا تو انہوں نے فرمایا کہ کیا ابوموسیٰؓ نے سارے لشکر کو تمہاری طرح قرض دیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم امیرالمومنین کے بیٹے ہو، اس لئے تمہیں یہ قرض دیا گیا۔ مال اور نفع دونوں دے دو۔ عبداللہ تو خاموش رہے مگر عبیداللہؓ نے کہا کہ امیرالمؤمنین آپ کے لئے یہ مناسب نہیں۔ اگر مال کم ہوجاتا یا ضائع ہوجاتا تو ہم ضامن ہوتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسے ادا کرو۔ پھر عبداللہؓ خاموش رہے اور عبیداللہؓ نے دوبارہ پہلی بات کہی۔ حضرت عمرؓ کے ایک ہم نشین نے کہا کہ اے امیرالمؤمنین اگر آپ اسے قراض قرار دے دیں تو بہتر ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے اصل مال اور اس کا نصف نفع لے لیا اور باقی نفع عبداللہؓ اور عبیداللہؓ نے نصف نصف لے لیا۔

شرح: دینی معاملات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احتیاط بلکہ شدت مشہور و معروف تھی۔ پہلے تو انہوں نے نفع کو بیت المال میں جمع کرانے پر اصرار کیا اور قطع نزاع کے لئے دوسروں کے مشورے پر یہ فیصلہ فرمایا۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام کا یہ پہلا عقدِ مضاربت تھا۔ بعض احادیث میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقدِ مضاربت جناب عمرؓ کے دورِ خلافت میں ثابت ہوا ہے۔ اس کا قصہ امام محمدؒ نے مؤطا امام محمدؒ کے باب الشرکۃ فی البیع میں ذرا تفصیل سے روایت کیا ہے اور آخر میں کہا ہے کہ اس شرکتِ مضاربت میں کوئی حرج نہیں، جب کہ نفع نقصان میں فریقین شریک ہوں۔

۱۴۱۴۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ أَعْطَاهُ مَالًا قِرَاضًا يَعْمَلُ فِيهِ. عَلَى أَنَّ الرِّبْحَ بَيْنَهُمَا.

ترجمہ: یعقوب الحرقی سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے اسے ایک مال بطورِ قراض دیا، تاکہ وہ اس میں عمل کرے اور نفع میں دونوں شریک ہوں۔ دیہی وہ روایت ہے جسے امام محمدؒ نے ذرا تفصیل سے روایت کیا ہے۔ جیسا کہ اوپر ہم نے

اشارہ کیا۔

۲۔ بَابُ مَا يَجُوزُ فِي الْقِرَاضِ

جائز مضاربت کا باب

۱۵/۱۴۱۵۔ قَالَ مَالِكٌ: وَجْهُ الْقِرَاضِ الْمَعْرُوفِ الْجَائِزِ، أَنْ يَأْخُذَ الرَّجُلُ الْمَالَ مِنْ صَاحِبِهِ عَلَى أَنْ يَعْمَلَ فِيهِ. وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ. وَنَفَقَةُ الْعَامِلِ فِي الْمَالِ، فِي سَفَرِهِ مِنْ طَعَامِهِ وَكِسْوَتِهِ، وَمَا يُصْلِحُهُ بِالْمَعْرُوفِ، بِقَدْرِ الْمَالِ إِذَا شَخَصَ فِي الْمَالِ، إِذَا كَانَ الْمَالُ يَحْمِلُ ذٰلِكَ. فَإِنْ كَانَ مُقِيمًا فِي أَهْلِهِ، فَلَا نَفَقَةَ لَهُ مِنَ الْمَالِ، وَلَا كِسْوَةَ.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يُعِينَ الْمُتَقَارِضَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ عَلَى وَجْهِ الْمَعْرُوفِ. إِذَا صَحَّ ذٰلِكَ مِنْهُمَا.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا بَأْسَ بِأَنْ يَشْتَرِيَ رَبُّ الْمَالِ مِمَّنْ قَارَضَهُ بَعْضَ مَا يَشْتَرِي مِنَ السِّلَعِ. إِذَا كَانَ ذٰلِكَ صَحِيحًا. عَلَى غَيْرِ شَرْطٍ.

قَالَ مَالِكٌ، فِيمَنْ دَفَعَ إِلَى رَجُلٍ وَإِلَى غُلَامٍ لَهُ مَالًا قِرَاضًا. يَعْمَلَانِ فِيهِ جَمِيعًا: إِنَّ ذٰلِكَ جَائِزٌ لَا بَأْسَ بِهِ. لِأَنَّ الرِّبْحَ مَالٌ لِغُلَامِهِ. لَا يَكُونُ الرِّبْحُ لِلسَّيِّدِ. حَتَّى يَنْتَزِعَهُ مِنْهُ. وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ غَيْرِهِ مِنْ كَسْبِهِ.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ معروف جائز قراض کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی آدمی مال والے سے اس کا مال اس شرط پر لے کہ وہ اس میں کام کرے گا اور اس کی کوئی ضمانت نہ ہوگی۔ (کیونکہ وہ امین ہے بشرطیکہ تعدی اس کی طرف سے نہ ہو) اور سفر میں کام کرنے والے کا خرچ مثلاً طعام، لباس اور دیگر جائز ضروریات سفر میں مال پر ہوں گی۔ جب کہ مال اس کا متحمل ہو۔ اور اگر وہ اپنے ہاں مقیم ہو تو اسے مال میں سے کوئی نفقہ یا لباس نہ ملے گا۔

مالکؒ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ مالکؓ اور عامل دونوں معروف طریقے سے ایک دوسرے کی مدد کریں۔ جبکہ وہ صحیح طور پر ایسا کر سکیں۔ (یعنی مضاربت کا عقد باقی رہے مگر باہمی تعاون میں حرج نہیں۔)

مالکؒ نے کہا کہ عامل جو اسباب تجارت کے لئے خریدے، اس میں سے مال کا مالک بھی کچھ خرید سکتا ہے۔ جب کہ صحیح طور پر ہو۔ بطور شرط نہ ہو۔ (کہ مالک اپنے کارکن سے زیادہ فائدہ حاصل کر جائے۔

مالک رح نے کہا کہ اگر کوئی شخص ایک آدمی کو اور اپنے غلام کو مال دے تاکہ وہ اس میں بطورِ مضاربت کام کریں تو یہ جائز ہے۔ اس میں حرج نہیں۔ کیونکہ اس میں نفع جو حاصل ہوگا، وہ غلام کو ملے گا نہ کہ آقا کو، بشرطیکہ وہ اس سے چھین ہی نہ لے۔ اور یہ نفع اسی طرح ہے جس طرح کہ کوئی وہ اور کام کرکے مزدوری حاصل کرے۔ (ابوحنیفہ رح اور شافعی رح کا بھی یہی قول ہے۔)

۳۔ بَابُ مَا لَا يَجُوزُ فِي الْقِرَاضِ

ناجائز مضاربت کا باب

۱۴۱۶۔ قَالَ مَالِكٌ: إِذَا كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى رَجُلٍ دَيْنٌ. فَسَأَلَهُ أَنْ يُقِرَّهُ عِنْدَهُ قِرَاضًا: إِنَّ ذٰلِكَ يُكْرَهُ حَتّٰى يَقْبِضَ مَالَهُ. ثُمَّ يُقَارِضُهُ بَعْدُ، أَوْ يُمْسِكُ. وَإِنَّمَا ذٰلِكَ، مَخَافَةَ أَنْ يَكُونَ أَعْسَرَ بِمَالِهِ. فَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يُؤَخِّرَ ذٰلِكَ. عَلٰى أَنْ يَزِيدَهُ فِيهِ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلٰى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا. فَهَلَكَ بَعْضُهُ قَبْلَ أَنْ يَعْمَلَ فِيهِ. ثُمَّ عَمِلَ فِيهِ فَرَبِحَ. فَأَرَادَ أَنْ يَجْعَلَ رَأْسَ الْمَالِ بَقِيَّةَ الْمَالِ. بَعْدَ الَّذِي هَلَكَ مِنْهُ، قَبْلَ أَنْ يَعْمَلَ فِيهِ. قَالَ مَالِكٌ: لَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ. وَيُجْبَرُ رَأْسُ الْمَالِ مِنْ رِبْحِهِ. ثُمَّ يَقْتَسِمَانِ مَا بَقِيَ بَعْدَ رَأْسِ الْمَالِ عَلٰى شَرْطِهِمَا مِنَ الْقِرَاضِ.

قَالَ مَالِكٌ: لَا يَصْلُحُ الْقِرَاضُ إِلَّا فِي الْعَيْنِ مِنَ الذَّهَبِ أَوِ الْوَرِقِ. وَلَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ مِنَ الْعُرُوضِ وَالسِّلَعِ، وَمِنَ الْبُيُوعِ، مَا يَجُوزُ إِذَا تَفَاوَتَ أَمْرُهُ وَتَفَاحَشَ رَدُّهُ. فَأَمَّا الرِّبَا، فَإِنَّهُ لَا يَكُونُ فِيهِ إِلَّا الرَّدُّ أَبَدًا. وَلَا يَجُوزُ مِنْهُ قَلِيلٌ وَلَا كَثِيرٌ. وَلَا يَجُوزُ فِيهِ مَا يَجُوزُ فِي غَيْرِهِ. لِأَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ فِي كِتَابِهِ. وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ.

ترجمہ: مالک رح نے کہا کہ جب کسی شخص کا دوسرے پر قراض ہو اور وہ دوسرا کہے کہ اسے میرے پاس بطورِ قرض رہنے دو تو یہ مکروہ ہے۔ پہلے وہ پہلا شخص اپنے مال پر قبضہ کرلے۔ پھر اس سے مضاربت کرے یا نہ کرے۔ وجہ یہ کہ ہوسکتا ہے دوسرا تنگدست ہوچکا ہو اور مال ادا نہ کرسکتا ہو۔ اور چاہتا ہو کہ پہلا اسے مہلت دے دے اور یہ مضاربت میں اس کا حصّہ زیادہ مقرر کردے۔ (گویا یہ ربٰو کی حد میں داخل ہوگیا اور ناجائز ہوگیا۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔)

مالک رح نے کہا کہ اگر ایک آدمی نے اپنا مال بطور قراض دوسرے کو دیا۔ اس کا کچھ حصّہ کاروبار سے پہلے ہلاک ہوگیا۔ پھر اس نے

اس میں کاروبار کیا اور نفع پایا۔ اب اس نے چاہا کہ کچھ مال ضائع ہونے کے بعد جو بچا تھا اس کو راس المال قرار دیا جائے تو اس کا قول قبول نہ کیا جائے گا۔ راس المال کی کمی نفع سے پوری کی جائے گی اور باقی نفع ان کی شرط کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ باقی تمام فقہا جن میں خود مالکی علما بھی شامل ہیں، یہ ہے کہ راس المال بقیہ مال کو مانا جائے گا کیونکہ کاروبار صرف اس میں ہوا تھا۔ اگر کام شروع کرنے سے پہلے ساری رقم ضائع ہو گئی تو امام سرخسیؒ نے فرمایا کہ مضاربت باطل ہو گئی کیونکہ اس کا محل ہی جاتا رہا۔ اگر رقم سے مال تجارت خرید لیا اور وہ مال اس کے بعد ضائع ہوا تو مضاربت باطل نہ ہوئی بلکہ اس کا ذمہ خریدار رہے۔ ۲؎ مالکؒ نے کہا کہ مضاربت صرف سونے چاندی کی نقدی میں جائز ہے اور کسی چیز یا سامان میں جائز نہیں (ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ اور محمدؒ کے نزدیک بھی رائج الوقت روپے پیسے اور سکے میں ہی جائز ہے) مالکؒ نے کہا کہ بعض بیوع ایسی ہیں جو مبیع کے ضائع ہونے اور رد کے نقصان دہ ہونے کے باوجود نافذ و جاری ہوتی ہیں۔ مگر ربوٰ میں ہمیشہ رد ہی ہوتا ہے اور وہ کم ہو یا زیادہ جائز نہیں ہوتا اور جو کچھ اور بیوع میں جائز ہے وہ اس میں جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ پس اگر باز آ جاؤ تو تمہارے لیے تمہارا اصل زر ہے۔ نہ ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ (یعنی سود تو جڑ سے ہی جائز نہیں مگر دوسرے بعض کاروبار بہت خرابی کے باوجود نافذ سمجھے جاتے ہیں۔ مالکؒ کے نزدیک بیع حرام اور ہے اور بیع مکروہ اور۔ اسی طرح حنفیہ نے بیع باطل اور بیع فاسد میں فرق کیا ہے اور ان مسائل میں یہ دونوں مسلک ایک دوسرے کے قریب ہیں۔)

۴۔ بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الشَّرْطِ فِي الْقِرَاضِ

قراض کی جائز شرط کا بیان

۱۴۱۱۔ قَالَ يَحْيٰى قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلٰى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا. وَشَرَطَ عَلَيْهِ أَنْ لَا تَشْتَرِيَ بِمَالِي إِلَّا سِلْعَةَ كَذَا وَكَذَا. أَوْ يَنْهَاهُ أَنْ يَشْتَرِيَ سِلْعَةً بِاسْمِهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: مَنِ اشْتَرَطَ عَلٰى مَنْ قَارَضَ أَنْ لَا يَشْتَرِيَ حَيَوَانًا أَوْ سِلْعَةً بِاسْمِهَا، فَلَا بَأْسَ بِذٰلِكَ وَمَنِ اشْتَرَطَ عَلٰى مَنْ قَارَضَ أَنْ لَا يَشْتَرِيَ إِلَّا سِلْعَةَ كَذَا وَكَذَا، فَإِنَّ ذٰلِكَ مَكْرُوهٌ. إِلَّا أَنْ تَكُونَ السِّلْعَةُ، الَّتِي أَمَرَهُ أَنْ لَا يَشْتَرِيَ غَيْرَهَا، كَثِيرَةً مَوْجُودَةً. لَا تُخْلِفُ فِي شِتَاءٍ وَلَا صَيْفٍ. فَلَا بَأْسَ بِذٰلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلٰى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا. وَاشْتَرَطَ عَلَيْهِ فِيهِ شَيْئًا مِنَ الرِّبْحِ. خَالِصًا دُونَ صَاحِبِهِ: فَإِنَّ ذٰلِكَ لَا يَصْلُحُ. وَإِنْ كَانَ دِرْهَمًا وَاحِدًا. إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ نِصْفَ الرِّبْحِ لَهُ وَنِصْفَهُ لِصَاحِبِهِ. أَوْ ثُلُثَهُ، أَوْ رُبُعَهُ. أَوْ أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ أَوْ أَكْثَرَ. فَإِذَا سَمّٰى شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ، قَلِيلًا أَوْ كَثِيرًا. فَإِنَّ كُلَّ شَيْءٍ سَمّٰى مِنْ ذٰلِكَ حَلَالٌ. وَهُوَ قِرَاضُ الْمُسْلِمِينَ۔

قَالَ وَلٰكِنْ إِنِ اشْتَرَطَ أَنَّ لَهُ مِنَ الرِّبْحِ دِرْهَمًا وَاحِدًا. فَمَا فَوْقَهُ. خَالِصًا لَهُ دُونَ صَاحِبِهِ وَمَا بَقِيَ مِنَ الرِّبْحِ فَهُوَ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ. فَإِنَّ ذٰلِكَ لَا يَصْلُحُ. وَلَيْسَ عَلٰى ذٰلِكَ قِرَاضُ الْمُسْلِمِينَ۔

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ جس شخص نے دوسرے کو مال بطور قراض دیا۔ اور اس پر شرط لگا دی کہ میرے مال سے صرف فلاں سامان خریدو اور فلاں فلاں مال مت خریدو یا یہ کہ فلاں حیوان مت خریدو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ دوسری شرط لگائے یعنی ایک متعین حیوان یا سامان نہ خریدنے کی شرط۔ مالکؒ نے کہا کہ جس نے قراض کرنے والے پر یہ شرط لگائی کہ فقط فلاں فلاں سامان خریدنا تو یہ مکروہ ہے۔ مگر یہ کہ وہ سامان بازار میں بہت موجود ہو اور گرمی سردی ہر موسم میں مل سکتا ہو تو پھر اس میں حرج نہیں ہے۔ (شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ ابوحنیفہؒ نے کہا کہ اس شرط میں حرج نہیں ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس شخص نے اپنا مال قراض کے لئے دوسرے کے سپرد کیا اور اس میں نفع کی ایک خاص مقدار اپنے لئے مقرر کی جو دوسرے کو نہ ملے گی تو یہ جائز نہیں ہے۔ اگرچہ وہ ایک درہم ہی ہو۔ صرف یہ صورت جائز ہے کہ نفع کے نصفا نصف یا ثلث یا ربع یا اس سے کم وبیش کی شرط کرے۔ پس جب یہ شرط کرے تو کم ہو یا زیادہ وہ جائز ہے اور مسلمانوں کی مضاربت یہی ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر اس نے اپنے لئے ایک درہم یا اس سے زیادہ کی خاص اپنے لئے شرط لگائی جو اس کے ساتھی کو نہ ملے گا اور باقی نفع ان میں نصفا نصف ہو تو یہ جائز نہیں اور یہ مسلمانوں کی مضاربت نہیں ہے۔ (یہی حنفیہ کا مسلک ہے۔)

۵۔ بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ الشَّرْطِ فِي الْقِرَاضِ

قراض کی ناجائز شرطوں کا بیان

۱۴۱۸۔ قَالَ يَحْيَى: قَالَ مَالِكٌ: لَا يَنْبَغِي لِصَاحِبِ الْمَالِ أَنْ يَشْتَرِطَ لِنَفْسِهِ شَيْئًا مِنَ الرِّبْحِ خَالِصًا دُونَ الْعَامِلِ. وَلَا يَنْبَغِي لِلْعَامِلِ أَنْ يَشْتَرِطَ لِنَفْسِهِ شَيْئًا مِنَ الرِّبْحِ خَالِصًا دُونَ صَاحِبِهِ وَلَا يَكُونُ مَعَ الْقِرَاضِ بَيْعٌ، وَلَا كِرَاءٌ، وَلَا عَمَلٌ، وَلَا سَلَفٌ، وَلَا مِرْفَقٌ. يَشْتَرِطُهُ أَحَدُهُمَا لِنَفْسِهِ دُونَ صَاحِبِهِ. إِلَّا أَنْ يُعِينَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ عَلَى غَيْرِ شَرْطٍ. عَلَى وَجْهِ الْمَعْرُوفِ. إِذَا صَحَّ ذٰلِكَ مِنْهُمَا. وَلَا يَنْبَغِي لِلْمُتَقَارِضَيْنِ أَنْ يَشْتَرِطَ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ زِيَادَةً، مِنْ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ وَلَا طَعَامٍ، وَلَا شَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ. يَزْدَادُهُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ. قَالَ: فَإِنْ دَخَلَ الْقِرَاضَ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ، صَارَ إِجَارَةً. وَلَا تَصْلُحُ الْإِجَارَةُ إِلَّا بِشَيْءٍ ثَابِتٍ مَعْلُومٍ. وَلَا يَنْبَغِي لِلَّذِي أَخَذَ الْمَالَ أَنْ يَشْتَرِطَ، مَعَ أَخْذِهِ الْمَالَ، أَنْ يُكَافِئَ. وَلَا يُوَلِّيَ مِنْ سِلْعَتِهِ أَحَدًا. وَلَا يَتَوَلَّى مِنْهَا شَيْئًا لِنَفْسِهِ فَإِذَا وَفَرَ الْمَالُ. وَحَصَلَ عَزْلُ رَأْسِ الْمَالِ. ثُمَّ اقْتَسَمَا الرِّبْحَ عَلَى شَرْطِهِمَا. فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْمَالِ رِبْحٌ. أَوْ دَخَلَتْهُ وَضِيعَةٌ. لَمْ يَلْحَقِ الْعَامِلَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ. لَا مِمَّا أَنْفَقَ عَلَى نَفْسِهِ. وَلَا مِنَ الْوَضِيعَةِ. وَذٰلِكَ عَلَى رَبِّ الْمَالِ فِي مَالِهِ. وَالْقِرَاضُ جَائِزٌ عَلَى مَا تَرَاضَى عَلَيْهِ رَبُّ الْمَالِ وَالْعَامِلُ

مِنْ نِصْفِ الرِّبْحِ، أَوْ ثُلُثِهِ، أَوْ رُبُعِهِ، أَوْ أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ، أَوْ أَكْثَرَ.

قَالَ مَالِكٌ: لَا يَجُوزُ لِلَّذِي يَأْخُذُ الْمَالَ قِرَاضًا أَنْ يَشْتَرِطَ أَنْ يَعْمَلَ فِيهِ سِنِينَ لَا يُنْزَعُ مِنْهُ.

قَالَ: وَلَا يَصْلُحُ لِصَاحِبِ الْمَالِ أَنْ يَشْتَرِطَ أَنَّكَ لَا تَرُدُّهُ إِلَى سِنِينَ، لِأَجَلٍ يُسَمِّيَانِهِ. لِأَنَّ الْقِرَاضَ لَا يَكُونُ إِلَى أَجَلٍ. وَلٰكِنْ يَدْفَعُ رَبُّ الْمَالِ مَالَهُ إِلَى الَّذِي يَعْمَلُ لَهُ فِيهِ. فَإِنْ بَدَا لِأَحَدِهِمَا أَنْ يَتْرُكَ ذٰلِكَ. وَالْمَالُ نَاضٌّ لَمْ يَشْتَرِ بِهِ شَيْئًا، تَرَكَهُ. وَأَخَذَ صَاحِبُ الْمَالِ مَالَهُ. وَإِنْ بَدَا لِرَبِّ الْمَالِ أَنْ يَقْبِضَهُ، بَعْدَ أَنْ يَشْتَرِيَ بِهِ سِلْعَةً. فَلَيْسَ ذٰلِكَ لَهُ حَتّٰى يُبَاعَ الْمَتَاعُ وَيَصِيرَ عَيْنًا. فَإِنْ بَدَا لِلْعَامِلِ أَنْ يَرُدَّهُ، وَهُوَ عَرْضٌ، لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ لَهُ حَتّٰى يَبِيعَهُ، فَيَرُدَّهُ عَيْنًا كَمَا أَخَذَهُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا يَصْلُحُ لِمَنْ دَفَعَ إِلَى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا، أَنْ يَشْتَرِطَ عَلَيْهِ الزَّكٰوةَ فِي حِصَّتِهِ مِنَ الرِّبْحِ خَاصَّةً. لِأَنَّ رَبَّ الْمَالِ، إِذَا اشْتَرَطَ ذٰلِكَ، فَقَدِ اشْتَرَطَ لِنَفْسِهِ، فَضْلًا مِنَ الرِّبْحِ ثَابِتًا. فِيمَا سَقَطَ عَنْهُ مِنْ حِصَّةِ الزَّكٰوةِ. الَّتِي تُصِيبُهُ مِنْ حِصَّتِهِ. وَلَا يَجُوزُ لِرَجُلٍ أَنْ يَشْتَرِطَ عَلٰى مَنْ قَارَضَهُ، أَنْ لَا يَشْتَرِيَ إِلَّا مِنْ فُلَانٍ. لِرَجُلٍ يُسَمِّيهِ فَذٰلِكَ غَيْرُ جَائِزٍ. لِأَنَّهُ يَصِيرُ لَهُ أَجِيرًا بِأَجْرٍ لَيْسَ بِمَعْرُوفٍ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَدْفَعُ إِلَى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا. وَيَشْتَرِطُ عَلَى الَّذِي دَفَعَ إِلَيْهِ الْمَالَ الضَّمَانَ. قَالَ لَا يَجُوزُ لِصَاحِبِ الْمَالِ أَنْ يَشْتَرِطَ فِي مَالِهِ غَيْرَ مَا وُضِعَ الْقِرَاضُ عَلَيْهِ. وَمَا مَضٰى مِنْ سُنَّةِ الْمُسْلِمِينَ فِيهِ. فَإِنْ نَمَا الْمَالُ عَلٰى شَرْطِ الضَّمَانِ. كَانَ قَدِ ازْدَادَ فِي حَقِّهِ مِنَ الرِّبْحِ مِنْ أَجْلِ مَوْضِعِ الضَّمَانِ. وَإِنَّمَا يَقْتَسِمَانِ الرِّبْحَ عَلٰى مَا لَوْ أَعْطَاهُ إِيَّاهُ عَلٰى غَيْرِ ضَمَانٍ. وَإِنْ تَلِفَ الْمَالُ لَمْ أَرَ عَلَى الَّذِي أَخَذَهُ ضَمَانًا. لِأَنَّ شَرْطَ الضَّمَانِ فِي الْقِرَاضِ بَاطِلٌ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلٰى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا. وَاشْتَرَطَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَبْتَاعَ بِهِ إِلَّا نَخْلًا أَوْ دَوَابَّ. لِأَجْلِ أَنَّهُ يَطْلُبُ ثَمَرَ النَّخْلِ أَوْ نَسْلَ الدَّوَابِّ. وَيَحْبِسُ رِقَابَهَا. قَالَ مَالِكٌ، لَا يَجُوزُ هٰذَا. وَلَيْسَ هٰذَا مِنْ سُنَّةِ الْمُسْلِمِينَ فِي الْقِرَاضِ. إِلَّا أَنْ يَشْتَرِيَ ذٰلِكَ. ثُمَّ يَبِيعَهُ كَمَا يُبَاعُ

غَيْرِهٖ مِنَ السِّلَعِ۔

قَالَ مَالِكٌ: لَا بَأْسَ اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُقَارِضُ عَلٰى رَبِّ الْمَالِ غُلَامًا يُّعِيْنُهٗ بِهٖ۔ عَلٰى اَنْ يَّقُوْمَ مَعَهُ الْغُلَامُ فِى الْمَالِ۔ اِذَا لَمْ يَعْدُ اَنْ يُّعِيْنَهٗ فِى الْمَالِ۔ لَا يُعِيْنُهٗ فِىْ غَيْرِهٖ۔

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ مال کے مالک کے لئے جائز نہیں کہ خالص اپنے لئے کاروبار کرنے والے کے علاوہ، نفع میں سے کوئی الگ شرط مقرر کرے۔ اسی طرح عامل کے لئے بھی جائز نہیں کہ خالص اپنے لئے اپنے ساتھی کو چھوڑ کر، نفع میں سے کوئی حصہ مقرر کرے اور قراض کے ساتھ کوئی اور عقد مثلاً بیع یا کرایہ یا سلف یا کوئی سہولت جائز نہیں۔ (یعنی مضاربت کا عقد الگ خالصۃً مضاربت ہی ہو۔) جو ان میں سے ایک دوسرے سے صرف اپنی خاطر منوا لے۔ مگر معروف طریقے سے بلا شرط ایک دوسرے سے معاونت جائز ہے۔ جب کہ وہ ان کی طرف سے جائز طور پر ہو۔ اور یہ بھی جائز نہیں کہ فریقین میں سے کوئی دوسرے پر سونے یا چاندی یا طعام یا کوئی چیز دوسرے سے زیادہ لینے کی شرط کرے۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر قراض میں ان میں سے کوئی چیز داخل ہوگئی تو یہ فاسد اجارہ بن گیا۔ اور اجارہ اس وقت تک صحیح نہیں ہے جب تک ثابت شدہ معلوم چیز کے ساتھ نہ ہو۔ اور جس نے مال لیا ہے (یعنی عامل) اس کے لئے جائز نہیں کہ مال والے سے مال لے کر کسی کے ساتھ احسان کرے اور نہ یہ جائز ہے کہ کسی سامان میں عقد تولیت کرے۔ اور نہ بطور تولیت اسے خود لے۔ مالکؒ نے کہا کہ جب مال وافر ہو جائے اور نفع حاصل ہو تو پہلے اس میں رأس المال الگ کر کے مال والے کو دے۔ پھر اپنی شرط کے مطابق دونوں نفع کو تقسیم کریں۔ اگر مال میں نفع نہ ہوا یا خسارہ ہوگیا تو عامل کو اس میں سے کچھ دینا نہ پڑے گا۔ نہ اس میں سے جو اپنی ذات پر خرچ کیا اور نہ خسارہ میں سے۔ اور یہ مال کے مالک پر اس کے مال میں ہوگا۔ اور قراض جائز ہوگا۔ ان کی رضامندی کے مطابق جو مال والے اور عامل نے نصف یا ثلث یا کم و بیش پر کیا تھا۔

مالکؒ نے کہا کہ جو شخص قراض کے لئے مال لے اسے جائز نہیں کہ کئی سال تک کاروبار کی شرط لگائے کہ مال اس سے اتنی دیر تک نہ لیا جائے گا۔ مالکؒ نے کہا کہ مال والے کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ یہ شرط کرے کہ تو اتنے سال تک اسے واپس نہ کرے گا۔ کیونکہ قراض میں مدت کی شرط جائز نہیں۔ بلکہ مال والا عامل کو مال دیتا ہے کہ وہ اس میں کاروبار کرے۔ اگر دونوں میں سے ایک کا خیال ہو جائے کہ عقد کو ترک کر دے اور مال ابھی نقدی کی شکل میں ہے۔ عامل نے اس کے ساتھ کچھ نہیں خریدا۔ تو وہ ترک کر دے اور مال والا اپنا مال لے لے۔ اگر سودا خریدنے کے بعد مال والا اپنا مال لینا چاہے تو اس کے جائز نہیں، جب تک کہ وہ سامان فروخت نہ ہو جائے اور پیسے کی مانند نقدی نہ بن جائے۔ اگر سامان ہونے کی حالت میں عامل اسے رد کرنا چاہے (تاکہ مضاربت فسخ ہو جائے، تو یہ اس کے لئے جائز نہیں جتنی کہ اسے فروخت کرے۔ اور نقدی بنا کر واپس دے جیسا کہ لیا تھا۔

مالکؒ نے کہا کہ جس نے قراض کے لئے مال کسی کو دیا اس کے لئے جائز نہیں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی شرط دوسرے کے حصے میں لگائے (یعنی سارے نفع کی زکوٰۃ دوسرا ادا کرے)۔ کیونکہ مالک نے جب یہ شرط کی تو گویا اس نے نفع کے علاوہ بھی اپنے لئے کچھ فائدے کی شرط رکھی۔ اور جو زکوٰۃ اسے دینا پڑتی (یعنی اپنے حصہ کے نفع میں سے) اب وہ دوسرے نے دی اور اس سے ساقط ہوگئی۔ اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ جس کو قراض پر مال دے اس پر یہ شرط لگائے کہ صرف فلاں شخص سے خریدنا تو یہ ناجائز ہے۔ کیونکہ اس طرح وہ عامل اس کا اجیر یا ایلچی بن گیا، جو اجر کہ معروف نہیں۔ (یعنی اس کی حیثیت صرف ایک وسطی آدمی کی ہوگئی۔ اصل معاملہ مال والے اور اس شخص

کا ہو گیا جس کی نشاندہی کی تھی کہ صرف اس سے مال لینا۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ اور احمد بن حنبلؒ نے اسے جائز رکھا ہے۔ اور عامل کو اجیر نہیں بلکہ شریک یا وکیل ٹھہرایا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ایک شخص بطورِ قراض دوسرے کے سپرد کچھ مال کرے اور اس پر نقصان کی ضمانت کی شرط لگائے (یعنی کاروبار کے نقصان اور خسارے کی ذمہ داری عامل پر رکھے) مالکؒ نے کہا کہ مال والے کو اپنے مال میں ایسی شرط لگانا جائز نہیں، جو قراض کے خلاف ہو۔ اور اس معاملے میں مسلمانوں کے طریقے کے خلاف ہو۔ پس اگر مال ضمانت کی شرط پر بڑھا تو گویا رب المال کا زیادہ نفع اس ضمان کی شرط کے باعث ہوا۔ اور وہ نفع تو اس حساب سے بانٹیں گے جس پر ضمانت کے بغیر بٹتا۔ اور اگر مال ضائع ہو جائے تو میرے نزدیک عامل پر کوئی ضمان نہیں ہے۔ کیونکہ قراض میں ضمان کی شرط باطل ہے۔ گو ابو حنیفہؒ کے نزدیک اصل عقد قراض صحیح ہے مگر شرط باطل ہے)۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر ایک آدمی نے قراض کے طور پر دوسرے کو مال دیا اور یہ شرط لگائی کہ وہ صرف کھجور کے پودے یا جانور خریدے وہ کھجور کا پھل یا جانوروں کی نسل حاصل کرنا چاہتا تھا اور اصل پودوں یا جانوروں کو پاس رکھنا چاہتا تھا۔ تو مالکؒ نے کہا کہ یہ جائز نہیں اور قراض میں یہ اہل اسلام کا طریقہ نہیں۔ مگر یہ کہ وہ یہ اشیا خرید کر دوسرے سامان کی مانند بیچ دے۔ کیونکہ عامل نے جو معاملہ کیا تھا وہ تجارت نہ تھی۔ نہ کہ زمینداری اور کاشت کاری یا جانوروں کی نسل کشی۔)

مالکؒ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ عامل مال کے مالک پر ایک غلام کی شرط لگائے جو مالک بطور اعانت دے اور وہ مال کی غور و پرداخت وغیرہ کا کام کرے۔ بشرطیکہ مالک یہ وعدہ نہ کرے کہ غلام صرف مال میں اعانت کرے گا۔ نہ کہ کسی اور بات میں۔ (کیونکہ بالخصوص مال کی حفاظت کے لئے غلام کی اعانت ناجائز ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ خدمت بھی ہو تو جائز ہے۔)

۶- بَابُ الْقِرَاضِ فِي الْعُرُوضِ

عروض میں قراض کا باب

۱۴۱۹- قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ: لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يُقَارِضَ أَحَدًا إِلَّا فِي الْعَيْنِ. لِأَنَّهُ لَا تَنْبَغِي الْمُقَارَضَةُ فِي الْعُرُوضِ. لِأَنَّ الْمُقَارَضَةَ فِي الْعُرُوضِ إِنَّمَا تَكُونُ عَلٰى أَحَدِ وَجْهَيْنِ. إِمَّا أَنْ يَقُولَ لَهُ صَاحِبُ الْعَرْضِ: خُذْ هٰذَا الْعَرْضَ فَبِعْهُ. فَمَا خَرَجَ مِنْ ثَمَنِهِ فَاشْتَرِ بِهِ. وَبِعْ عَلٰى وَجْهِ الْقِرَاضِ. فَقَدِ اشْتَرَطَ صَاحِبُ الْمَالِ فَضْلًا لِنَفْسِهِ. مِنْ بَيْعِ سِلْعَتِهِ وَمَا يَكْفِيهِ مِنْ مَؤُونَتِهَا. أَوْ يَقُولَ: اشْتَرِ بِهٰذِهِ السِّلْعَةِ وَبِعْ. فَإِذَا فَرَغْتَ فَابْتَعْ لِي مِثْلَ عَرْضِي الَّذِي دَفَعْتُ إِلَيْكَ. فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَهُوَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ. وَلَعَلَّ صَاحِبَ الْعَرْضِ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى الْعَامِلِ فِي زَمَنٍ هُوَ فِيهِ نَافِقٌ. كَثِيرُ الثَّمَنِ. ثُمَّ يَرُدَّهُ الْعَامِلُ حِينَ يَرُدُّهُ وَقَدْ رَخُصَ. فَيَشْتَرِيهِ بِثُلُثِ ثَمَنِهِ. أَوْ أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ. فَيَكُونُ الْعَامِلُ قَدْ رَبِحَ نِصْفَ مَا نَقَصَ مِنْ ثَمَنِ الْعَرْضِ. فِي حِصَّتِهِ مِنَ

الرِّبْحِ اَوْ يَاخُذَ الْعَرْضَ فِيْ زَمَانٍ ثَمَنُهُ فِيْهِ قَلِيْلٌ۔ فَيَعْمَلُ فِيْهِ حَتّٰى يَكْثُرَ الْمَالُ فِيْ يَدَيْهِ۔ ثُمَّ يَغْلُوْا ذٰلِكَ الْعَرْضَ۔ وَيَرْتَفِعُ ثَمَنُهُ حِيْنَ يَرُدُّهُ۔ فَيَشْتَرِيْهِ بِكُلِّ مَا فِيْ يَدَيْهِ۔ فَيَذْهَبُ عَمَلُهُ وَعِلَاجُهُ بَاطِلًا۔ فَهٰذَا غَرَرٌ لَا يَصْلُحُ۔ فَاِنْ جُهِلَ ذٰلِكَ۔ حَتّٰى يَمْضِيَ۔ نُظِرَ اِلٰى قَدْرِ اَجْرِ الَّذِيْ دُفِعَ اِلَيْهِ الْقِرَاضُ، فِيْ بَيْعِهِ اِيَّاهُ، وَعِلَاجِهِ فَيُعْطَاهُ۔ ثُمَّ يَكُوْنُ الْمَالُ قِرَاضًا۔ مِنْ يَوْمَ نَضَّ الْمَالُ وَاجْتَمَعَ عَيْنًا۔ وَيُرَدُّ اِلٰى قِرَاضِ مِثْلِهِ۔

ترجمہ مالکؒ نے کہا کہ اسباب میں مضاربت جائز نہیں، کوئی بھی نقدی کے سوا اور چیز میں قراض نہیں کرسکتا۔ کیونکہ عروض میں قراض صرف دو میں سے ایک طریقے سے ہوسکتا ہے۔ (اور وہ دونوں ناجائز ہیں۔ پہلا یہ کہ سامان والا کہے: یہ سامان لے لو اور اسے بیچ کر اس کی قیمت سے خرید و فروخت بطور مضاربت کر۔ پس مال والے نے اس پر اپنی خاطر ایک زائد شرط لگائی کہ میرا سامان بیچ اور اس کی مشقت برداشت کر۔ اور قراض کا معاملہ بعد میں شروع ہوگا۔ پس یہ جائز نہیں) یا دوسری صورت یہ کہ مالک کہے: اس سامان کے ساتھ خرید و فروخت کر۔ جب تو فارغ ہو جائے تو میرے لئے میرے اس سامان جیسا خرید لینا جو میں نے تمہیں دیا ہے۔ اگر کچھ بچ گیا تو وہ ہم دونوں تقسیم کرلیں گے۔ شاید سامان والا جب اسے عامل کے حوالے کرے تو اس میں بازار میں خوب چلتا ہوا اور اس کی قیمت بہت ہو۔ پھر جب عامل اسے خرید کر (حسب شرط نیا خرید کر) واپس کرے تو ارزاں ہوگیا۔ پس وہ اسے مثلاً ½ ثمن پر یا اس سے کم پر خرید لے۔ تو گویا عامل نے سامان کی قیمت کم ہونے کے باعث نصف رقم اپنے نفع کے حصے میں ڈال لی۔ (اور اس طرح دراصل اسے ناجائز نفع ہوا)۔ یا یہ صورت ہو کہ وہ سامان اس زمانے میں جب اس کا ثمن کم ہو۔ پھر وہ اس میں کام کرے۔ حتّٰی کہ اس کے ہاتھوں میں مال بہت ہو جائے۔ پھر وہ سامان (جو حسب قرارداد واپس کرنا ہے۔) گراں ہو جائے اور اس کی قیمت چڑھ جائے تو وہ اسے تمام رقم دے کر خریدے۔ جو اس کے ہاتھ میں ہو۔ اس طرح اس کی محنت و مشقت ضائع ہوگئی، لہٰذا یہ غرر ہے (فریب ہے) اور ناجائز ہے اگر کسی کو اس کے ناجائز ہونے کا علم نہ ہو، حتّٰی کہ کام پورا ہوگیا۔ تو مال والا دیکھے کہ عامل نے اس کاروبار میں کس قدر کام کیا ہے۔ اور اس کی مشقت کی مقدار کس قدر ہے۔ پھر اسے اس کے مثل اجرت دے دی جائے۔ پھر وہ مال اس دن سے قراض ہوگا جس دن مال نقد کی صورت میں آگیا تھا۔ اور رقم جمع ہوگئی تھی اور اس قدر مال کو قراض بنا دیا جائے گا۔ (یعنی یہ عقد فاسد تھا۔ مگر اب اس کا فسخ ممکن نہیں۔ لہٰذا خلاصی کی یہ صورت نکالی جائے گی۔ امام مالکؒ کی بیان کردہ دو صورتوں میں سے پہلی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اور دوسری کو ابن ابی لیلیٰ نے جائز کہا ہے۔

۷۔ بَابُ الْكِرَاءِ فِي الْقِرَاضِ

مال مضاربت میں کرائے کے احکام

۱۴۲۰۔ قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ، فِيْ رَجُلٍ دَفَعَ اِلٰى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا۔ فَاشْتَرٰى بِهِ مَتَاعًا۔

فَحَمَلَهُ إِلَى بَلَدِ التِّجَارَةِ - فَبَارَ عَلَيْهِ - وَخَافَ النُّقْصَانَ إِنْ بَاعَهُ - فَتَكَارَى عَلَيْهِ إِلَى بَلَدٍ آخَرَ - فَبَاعَ بِنُقْصَانٍ - فَاغْتَرَقَ الْكِرَاءُ أَصْلَ الْمَالِ كُلَّهُ -

قَالَ مَالِكٌ: إِنْ كَانَ فِيمَا بَاعَ وَفَاءٌ لِلْكِرَاءِ، فَسَبِيلُهُ ذٰلِكَ - وَإِنْ بَقِيَ مِنَ الْكِرَاءِ شَيْءٌ، بَعْدَ أَصْلِ الْمَالِ كَانَ عَلَى الْعَامِلِ - وَلَمْ يَكُنْ عَلَى رَبِّ الْمَالِ مِنْهُ شَيْءٌ يُتْبَعُ بِهِ - وَذٰلِكَ أَنَّ رَبَّ الْمَالِ إِنَّمَا أَمَرَهُ بِالتِّجَارَةِ فِي مَالِهِ - فَلَيْسَ لِلْمُقَارِضِ أَنْ يَتْبَعَهُ بِمَا سِوَى ذٰلِكَ مِنَ الْمَالِ - وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ يُتْبَعُ بِهِ رَبُّ الْمَالِ، لَكَانَ ذٰلِكَ دَيْنًا عَلَيْهِ - مِنْ غَيْرِ الْمَالِ الَّذِي قَارَضَهُ فِيهِ فَلَيْسَ لِلْمُقَارِضِ أَنْ يَحْمِلَ ذٰلِكَ عَلَى رَبِّ الْمَالِ -

ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا کہ اگر ایک شخص دوسرے کو مضاربت کے لئے مال دے۔ وہ اس کے ساتھ سامان خریدے اور تجارت کے لئے اٹھا کر دوسرے شہر لے جائے۔ وہاں نرخ کم ہو اور اسے خسارہ کا خطرہ ہو۔ وہ کرایہ دے کر اسے ایک اور شہر میں لے جائے اور خسارے پر بیچے اور کرایہ سارے راس المال کو غرق کر دے تو مالکؒ نے کہا کہ جو کچھ اس نے بیچا ہے اگر اس سے کرایہ پورا ہو گیا تو بہتر اور اگر راس المال ختم ہونے کے بعد بھی کچھ کرایہ رہ جائے تو وہ عامل پر ہوگا اور وہ اس کا مطالبہ مال والے سے نہیں کر سکتا کیونکہ مالک نے اسے صرف اپنے مال میں تجارت کا حکم دیا تھا۔ لہٰذا عامل اس سے کسی اور مال کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا ہوا تو گویا یہ مال والے پر اس کے دیئے ہوئے راس المال کے علاوہ ایک زائد قرض ہوگا۔ لہٰذا اس کا بوجھ مال والے پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ (اس مسئلے پر اہل علم کا اتفاق ہے۔)

۸- بَابُ التَّعَدِّي فِي الْقِرَاضِ

مضاربت میں تعدی کا بیان

۱۴۲۱- قَالَ يَحْيَى: قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلَى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا - فَعَمِلَ فِيهِ فَرَبِحَ - ثُمَّ اشْتَرَى مِنْ رِبْحِ الْمَالِ أَوْ مِنْ جُمْلَتِهِ جَارِيَةً - فَوَطِئَهَا - فَحَمَلَتْ مِنْهُ - ثُمَّ نَقَصَ الْمَالُ -

قَالَ مَالِكٌ: إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، أُخِذَتْ قِيمَةُ الْجَارِيَةِ مِنْ مَالِهِ - فَيُجْبَرُ بِهِ الْمَالُ - فَإِنْ كَانَ فَضْلٌ بَعْدَ وَفَاءِ الْمَالِ - فَهُوَ بَيْنَهُمَا عَلَى الْقِرَاضِ الْأَوَّلِ - وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَفَاءٌ، بِيعَتِ الْجَارِيَةُ حَتَّى يُجْبَرَ الْمَالُ مِنْ ثَمَنِهَا -

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلَى رَجُلٍ مَالاً قِرَاضاً. فَتَعَدَّى فَاشْتَرَى بِهِ سِلْعَةً. وَزَادَ فِي ثَمَنِهَا مِنْ عِنْدِهِ. قَالَ مَالِكٌ: صَاحِبُ الْمَالِ بِالْخِيَارِ. إِنْ بِيعَتِ السِّلْعَةُ بِرِبْحٍ أَوْ وَضِيعَةٍ، أَوْ لَمْ تُبَعْ، إِنْ شَاءَ أَنْ يَأْخُذَ السِّلْعَةَ، أَخَذَهَا وَقَضَاهُ مَا أَسْلَفَهُ فِيهَا. وَإِنْ أَبَى، كَانَ الْمُقَارِضُ شَرِيكاً لَهُ بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ فِي النَّمَاءِ وَالنُّقْصَانِ. بِحِسَابِ مَا زَادَ الْعَامِلُ فِيهَا مِنْ عِنْدِهِ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ أَخَذَ مِنْ رَجُلٍ مَالاً قِرَاضاً. ثُمَّ دَفَعَهُ إِلَى رَجُلٍ آخَرَ. فَعَمِلَ فِيهِ قِرَاضاً بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهِ: إِنَّهُ ضَامِنٌ لِلْمَالِ. إِنْ نَقَصَ فَعَلَيْهِ النُّقْصَانُ. وَإِنْ رَبِحَ فَلِصَاحِبِ الْمَالِ شَرْطُهُ مِنَ الرِّبْحِ. ثُمَّ يَكُونُ لِلَّذِي عَمِلَ شَرْطُهُ بِمَا بَقِيَ مِنَ الْمَالِ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ تَعَدَّى فَتَسَلَّفَ مِمَّا بِيَدَيْهِ مِنَ الْقِرَاضِ مَالاً. فَابْتَاعَ بِهِ سِلْعَةً لِنَفْسِهِ. قَالَ مَالِكٌ: إِنْ رَبِحَ، فَالرِّبْحُ عَلَى شَرْطِهِمَا فِي الْقِرَاضِ. وَإِنْ نَقَصَ، فَهُوَ ضَامِنٌ لِلنُّقْصَانِ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلَى رَجُلٍ مَالاً قِرَاضاً. فَاسْتَسْلَفَ مِنْهُ الْمَدْفُوعُ إِلَيْهِ الْمَالُ مَالاً وَاشْتَرَى بِهِ سِلْعَةً لِنَفْسِهِ: إِنَّ صَاحِبَ الْمَالِ بِالْخِيَارِ. إِنْ شَاءَ شَرِكَهُ فِي السِّلْعَةِ عَلَى قِرَاضِهَا. وَإِنْ شَاءَ خَلَّى بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا. وَأَخَذَ مِنْهُ رَأْسَ الْمَالِ كُلَّهُ. وَكَذٰلِكَ يُفْعَلُ بِكُلِّ مَنْ تَعَدَّى.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ اگر ایک آدمی نے دوسرے کو مال مضاربت کے لئے دیا۔ اس نے اس میں کام کیا اور نفع پایا۔ پھر اس نے نفع یا سارے مال سے ایک لونڈی خریدی اور اس کے ساتھ وطی کی تو وہ حاملہ ہوگئی اور مال مضاربت کا نقصان ہوگیا۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر عامل کا کوئی مال ہے تو اس سے لونڈی کی قیمت لی جائے گی۔ اور مال مضاربت کا نقصان پورا کیا جائے گا۔ اگر اس کے بعد کچھ بچے تو وہ پہلے قراض کی بنا پر ان دونوں میں تقسیم ہوگا۔ اور اگر اس کا مال اتنا نہیں تو لونڈی کو بیچ کر اس کی قیمت سے مال کا نقصان پورا کیا جائے گا۔ (بعض فقہاء کے نزدیک اس شخص پر حد واجب ہوگی۔ اور بعض کے نزدیک تعزیر۔ بچہ بعض کے نزدیک آزاد اور بعض کے نزدیک غلام ہوگا۔

مالکؒ نے کہا کہ ایک آدمی نے دوسرے کو قراض کے طور پر مال دیا۔ اس نے تعدی کی اور اس کے ساتھ کچھ سامان خریدا جس کی قیمت راس المال سے زیادہ تھی۔ زائد قیمت اس نے اپنے پاس سے ادا کردی۔ مالکؒ نے کہا کہ مال والے کو اختیار رہے کہ اگر مال نفع سے یا نقصان سے بک گیا یا بالکل نہ بکا۔ تو وہ چاہے تو سامان لے لے اور جتنا عامل نے خود لگایا تھا وہ اسے ادا کردے۔ اور

اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کرے تو مقارض ثمن میں اپنے حصے کے مطابق نفع نقصان میں شریک ہوگا۔ اور جو کچھ عامل نے خود لگایا تھا، اس کا حساب کیا جائے گا۔

مالکؒ نے کہا کہ ایک شخص نے قراض کے طور پر کچھ مال کسی سے لیا اور ایک تیسرے شخص کو قراض پر مالک کی اجازت کے بغیر دے دیا۔ تو وہ مال کا ضامن ہے اور اگر خسارہ ہوا تو ذمہ دار وہ ہے۔ اگر نفع ہوا تو مال والے کا نفع اس کی شرط کے مطابق اسے دیا جائے گا پھر باقی مال میں سے عامل کو اس کی شرط کے مطابق دیا جائے گا (اور راس المال مالک کا ہوگا۔ رچند فروع کے سوا یہ مسئلہ اتفاقی ہے)

امام مالکؒ نے کہا کہ ایک آدمی نے تعدی کی اور اس کے ہاتھ میں جو کسی کا مال مضاربت تھا اس سے کچھ لے کر اپنے لئے کچھ مال خرید لیا۔ اس مال میں اگر نفع ہوا تو اس کی تقسیم فریقین کی شرط کے موافق ہوگی۔ اور اگر خسارہ ہوا تو اس کا ضامن وہ عامل ہوگا کہ اسے ایسا کرنے کا حق نہ تھا۔)

مالکؒ نے کہا کہ ایک آدمی نے دوسرے کو قراض کے لئے مال دیا تو عامل نے وہ مال خود لے لیا اور اپنے لئے سامان خرید لیا۔ تو مال والے کو اختیار ہے۔ اگر چاہے تو عامل کو طے شدہ شرط کے مطابق سامان میں شریک کر لے۔ اور چاہے تو اسے دے دے۔ اور اس سے اپنا راس المال واپس لے لے۔ اور ہر تعدّی کرنے والے کے ساتھ یہی کچھ کیا جائے۔ (اس میں کسی کا اختلاف مذکور نہیں ہے۔)

۹۔ مَا يَجُوزُ مِنَ النَّفَقَةِ فِي الْقِرَاضِ

قراض میں جو خرچ جائز ہیں۔

۱۴۲۲۔ قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلَى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا: إِنَّهُ إِذَا كَانَ الْمَالُ كَثِيرًا يَحْمِلُ النَّفَقَةَ، فَإِذَا شَخَصَ فِيهِ الْعَامِلُ، فَإِنَّ لَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهُ، وَيَكْتَسِيَ بِالْمَعْرُوفِ مِنْ قَدْرِ الْمَالِ. وَيَسْتَأْجِرَ مِنَ الْمَالِ إِذَا كَانَ كَثِيرًا لَا يَقْوٰى عَلَيْهِ بَعْضَ مَنْ يَكْفِيهِ بَعْضَ مَؤُونَتِهِ وَمِنَ الْأَعْمَالِ أَعْمَالٌ لَا يَعْمَلُهَا الَّذِي يَأْخُذُ الْمَالَ. وَلَيْسَ مِثْلُهُ يَعْمَلُهَا. مِنْ ذٰلِكَ تَقَاضِي الدَّيْنِ وَنَقْلُ الْمَتَاعِ، وَشَدُّهُ وَأَشْيَاهُ ذٰلِكَ. فَلَهُ أَنْ يَسْتَأْجِرَ مِنَ الْمَالِ مَنْ يَكْفِيهِ ذٰلِكَ. وَلَيْسَ لِلْمُقَارِضِ أَنْ يَسْتَنْفِقَ مِنَ الْمَالِ. وَلَا يَكْتَسِيَ مِنْهُ. مَا كَانَ مُقِيمًا فِي أَهْلِهِ. إِنَّمَا يَجُوزُ لَهُ النَّفَقَةُ إِذَا شَخَصَ فِي الْمَالِ. وَكَانَ الْمَالُ يَحْمِلُ النَّفَقَةَ. فَإِنْ كَانَ إِنَّمَا يَتَّجِرُ فِي الْمَالِ فِي الْبَلَدِ الَّذِي هُوَ بِهِ مُقِيمٌ، فَلَا نَفَقَةَ لَهُ مِنَ الْمَالِ وَلَا كِسْوَةَ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلَى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا. فَخَرَجَ بِهِ وَبِمَالِ نَفْسِهِ. قَالَ: يَجْعَلُ

بُغیۃ السالِک

یعنی

مؤطّا امام مالِک مترجم

عنبرہ

کا

مُکمّل عربی متن

مع بامحاورہ اُردو ترجمہ

وعام فہم مفصل شرح مبنی براوجز المسالک مرتبہ شیخ الحدیث حضرت العلامہ محمّد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوم

از

مولانا منظور احمد دامت فیوضہم

مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم الشہابیہ سیالکوٹ

المصباح

۱۶- اُردو بازار۔ لاہور

اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کرے تو متقارض ثمن میں اپنے حصے کے مطابق نفع نقصان میں شریک ہوگا۔ اور جو کچھ عامل نے خود لگایا تھا، اس کا حساب کیا جائے گا۔

مالکؒ نے کہا کہ ایک شخص نے قراض کے طور پر کچھ مال کسی سے لیا اور ایک تیسرے شخص کو قراض پر مالک کی اجازت کے بغیر دے دیا۔ تو وہ مال کا ضامن ہے اور اگر خسارہ ہوا تو ذمہ دار وہ ہے۔ اگر نفع ہوا تو مال والے کا نفع اس کی شرط کے مطابق اسے دیا جائے گا پھر باقی مال میں سے عامل کو اس کی شرط کے مطابق دیا جائے گا (اور راس المال مالک کا ہوگا۔ رچند فروع کے سوا یہ مسئلہ اتفاقی ہے)

امام مالکؒ نے کہا کہ ایک آدمی نے تعدی کی اور اس کے ہاتھ میں جو کسی کا مال مضاربت تھا اس سے کچھ لے کر اپنے لئے کچھ مال خرید لیا۔ اس مال میں اگر نفع ہوا تو اس کی تقسیم فریقین کی شرط کے موافق ہوگی۔ اور اگر خسارہ ہوا تو اس کا ضامن وہ عامل ہوگا کہ اسے ایسا کرنے کا حق نہ تھا۔)

مالکؒ نے کہا کہ ایک آدمی نے دوسرے کو قراض کے لئے مال دیا تو عامل نے وہ مال خود لے لیا اور اپنے لئے سامان خرید لیا۔ تو مال والے کو اختیار ہے۔ اگر چاہے تو عامل کو طے شدہ شرط کے مطابق سامان میں شریک کر لے۔ اور چاہے تو اسے دے دے۔ اور اس سے اپنا راس المال واپس لے لے۔ اور ہر تعدّی کرنے والے کے ساتھ یہی کچھ کیا جائے۔ (اس میں کسی کا اختلاف مذکور نہیں ہے۔)

۹- مَا يَجُوزُ مِنَ النَّفَقَةِ فِي الْقِرَاضِ

قراض میں جو خرچ جائز ہیں۔

۱۴۲۲ قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلَى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا: إِنَّهُ إِذَا كَانَ الْمَالُ كَثِيرًا يَحْمِلُ النَّفَقَةَ، فَإِذَا شَخَصَ فِيهِ الْعَامِلُ، فَإِنَّ لَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهُ، وَيَكْتَسِيَ بِالْمَعْرُوفِ مِنْ قَدْرِ الْمَالِ. وَيَسْتَأْجِرَ مِنَ الْمَالِ إِذَا كَانَ كَثِيرًا لَا يَقْوَى عَلَيْهِ بَعْضَ مَنْ يَكْفِيهِ بَعْضَ مَؤُونَتِهِ وَمِنَ الْأَعْمَالِ أَعْمَالٌ لَا يَعْمَلُهَا الَّذِي يَأْخُذُ الْمَالَ. وَلَيْسَ مِثْلُهُ يَعْمَلُهَا. مِنْ ذٰلِكَ تَقَاضِي الدَّيْنِ وَنَقْلُ الْمَتَاعِ، وَشَدُّهُ وَأَشْبَاهُ ذٰلِكَ. فَلَهُ أَنْ يَسْتَأْجِرَ مِنَ الْمَالِ مَنْ يَكْفِيهِ ذٰلِكَ. وَلَيْسَ لِلْمُقَارِضِ أَنْ يَسْتَنْفِقَ مِنَ الْمَالِ. وَلَا يَكْتَسِيَ مِنْهُ. مَا كَانَ مُقِيمًا فِي أَهْلِهِ. إِنَّمَا يَجُوزُ لَهُ النَّفَقَةُ إِذَا شَخَصَ فِي الْمَالِ. وَكَانَ الْمَالُ يَحْمِلُ النَّفَقَةَ. فَإِنْ كَانَ إِنَّمَا يَتَّجِرُ فِي الْمَالِ فِي الْبَلَدِ الَّذِي هُوَ بِهِ مُقِيمٌ، فَلَا نَفَقَةَ لَهُ مِنَ الْمَالِ وَلَا كِسْوَةَ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلَى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا. فَخَرَجَ بِهِ وَبِمَالِ نَفْسِهِ. قَالَ: يَجْعَلُ

اَلنَّفَقَةُ مِنَ الْقِرَاضِ وَمِنْ مَالِهٖ، عَلٰى قَدْرِ حِصَصِ الْمَالِ۔

ترجمہ: مالک نے کہا کہ جس نے دوسرے کو قراض کے لئے مال دیا اور مال بہت ہو جو نفقہ برداشت کر سکے تو عامل جب اس میں سفر کرے تو وہ اس میں سے کھائے اور معروف کے ساتھ پہنے مال کی مقدار کے لحاظ سے۔ اور وہ مال میں سے مزدور بھی رکھ لے جب کہ وہ بہت ہو۔ اور عامل اس کے بعض اعمال اور محنت خود انجام نہ دے سکے۔ اور بعض اعمال ایسے بھی ہوں گے جو مال والا نہ کر سکے گا۔ اور اس جیسے لوگ وہ نہیں کر سکتے۔ (مثلاً رنگائی دھلائی، سلائی، نقاشی، رنگ سازی وغیرہ وغیرہ) ان میں سے ایک قرض کا تقاضا ہے اور سامان ڈھونا اور باندھنا وغیرہ۔ پس عامل مال میں سے ایسے مزدور رکھ سکتا ہے جو ایسے کام کریں۔ اور جب عامل اپنے شہر میں ہو تو مال میں سے نہ نفقہ لے سکتا ہے نہ لباس۔ نفقہ لینا صرف اس وقت جائز ہے جب کہ وہ مال لے کر سفر پر جائے اور مال نفقہ کو برداشت کر سکتا ہو۔ اور جب وہ اسی شہر میں تجارت کرے جس میں اس کی رہائش ہو تو مال میں نہ اس کا خرچ ہے نہ لباس۔ (یہی جمہور کا قول ہے اور سفرِ تجارت میں عامل کا نفقہ مال پر ہونا بھی مالکؒ کے سوا باقی علماء کے نزدیک طے شدہ امر ہے۔ مالکؒ کے نزدیک یہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ مال میں اس کی گنجائش ہو۔ یہ مسئلہ بھی پہلے گزر چکا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر کوئی شخص کسی کا دیا ہوا مالِ مضاربت لے کر سفر پر جائے اور اس کے پاس اپنا ذاتی مال تجارت بھی ہو تو خرچ دونوں پر بحصہ رسدی تقسیم ہوگا۔ صرف مالِ مضاربت پر نہیں ہوگا۔

۱۰۔ بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ النَّفَقَةِ فِي الْقِرَاضِ

مضاربت میں جو نفقہ جائز نہیں

۱۴۲۳۔ قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ مَعَهُ مَالٌ قِرَاضٌ. فَهُوَ يَسْتَنْفِقُ مِنْهُ وَيَكْتَسِي: إِنَّهُ لَا يَهَبُ مِنْهُ شَيْئًا. وَلَا يُعْطِي مِنْهُ سَائِلًا وَلَا غَيْرَهُ. وَلَا يُكَافِئُ فِيهِ أَحَدًا. فَأَمَّا إِنِ اجْتَمَعَ هُوَ وَقَوْمٌ. فَجَاءُوا بِطَعَامٍ وَجَاءَ هُوَ بِطَعَامٍ. فَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ وَاسِعًا. إِذَا لَمْ يَتَعَمَّدْ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْهِمْ. فَإِنْ تَعَمَّدَ ذٰلِكَ، أَوْ مَا يُشْبِهُهُ بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِ الْمَالِ، فَعَلَيْهِ أَنْ يَتَحَلَّلَ ذٰلِكَ مِنْ رَبِّ الْمَالِ. فَإِنْ حَلَّلَهُ ذٰلِكَ، فَلَا بَأْسَ بِهٖ. وَإِنْ أَبٰى أَنْ يُحَلِّلَهُ، فَعَلَيْهِ أَنْ يُكَافِئَهُ بِمِثْلِ ذٰلِكَ. إِنْ كَانَ ذٰلِكَ شَيْئًا لَهُ مُكَافَأَةٌ.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ جس شخص کے پاس مالِ قراض ہو تو وہ نفقہ اور لباس لے سکتا ہے۔ مگر اس میں سے ہبہ نہیں کر سکتا نہ کسی سائل کو دے سکتا ہے اور نہ کسی اور کو۔ اور کسی کے احسان کا بدلہ بھی نہیں چکا سکتا لیکن اگر وہ کچھ اور لوگوں کے ساتھ کھانا پر مل بیٹھیں، وہ بھی کھانا لائیں اور یہ بھی لائے تو مجھے امید ہے کہ اس کی گنجائش ہے۔ جبکہ وہ ان پر احسان کرنے کا ارادہ نہ کرے

اگر اس نے اس قسم کے کام عمداً مال والے کی اجازت کے بغیر کئے تو اس پر لازم ہے کہ مال والے سے معاف کرائے۔ اگر وہ معاف کر دے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر وہ معاف نہ کرے، تو اگر وہ کوئی ایسی چیز ہو جس کا بدلہ دیا جا سکے تو مال والے کو بدلہ دے۔ (جس قدر خرچ کرنا اس قسم کے مواقع پر تاجروں میں معروف و مشہور ہو، اس میں مضائقہ نہیں، اس سے زیادہ کرنا یا تکلفات میں پڑنا جائز نہیں۔)

۱۱- بَابُ الدَّيْنِ فِي الْقِرَاضِ

مالِ مضاربت کو ادھار بیچنا

۱۴۲۴- قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا فِي رَجُلٍ دَفَعَ اِلٰى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا فَاشْتَرٰى بِهٖ سِلْعَةً۔ ثُمَّ بَاعَ السِّلْعَةَ بِدَيْنٍ۔ فَرَبِحَ فِي الْمَالِ۔ ثُمَّ هَلَكَ الَّذِيْ اَخَذَ الْمَالَ۔ قَبْلَ اَنْ يَقْبِضَ الْمَالَ۔ قَالَ: اِنْ اَرَادَ وَرَثَتُهٗ اَنْ يَقْبِضُوْا ذٰلِكَ الْمَالَ، وَهُمْ عَلٰى شَرْطِ اَبِيْهِمْ مِنَ الرِّبْحِ، فَذٰلِكَ لَهُمْ۔ اِذَا كَانُوْا اُمَنَاءَ عَلٰى ذٰلِكَ۔ فَاِنْ كَرِهُوْا اَنْ يَقْتَضُوْهُ، وَخَلَّوْا بَيْنَ صَاحِبِ الْمَالِ وَبَيْنَهٗ، لَمْ يُكَلَّفُوْا اَنْ يَقْتَضُوْهُ۔ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِمْ۔ وَلَا شَيْءَ لَهُمْ۔ اِذَا اَسْلَمُوْهُ اِلٰى رَبِّ الْمَالِ۔ فَاِنِ اقْتَضَوْهُ۔ فَلَهُمْ فِيْهِ مِنَ الشَّرْطِ وَالنَّفَقَةِ، مِثْلُ مَا كَانَ لِاَبِيْهِمْ فِي ذٰلِكَ هُمْ فِيْهِ بِمَنْزِلَةِ اَبِيْهِمْ۔ فَاِنْ لَمْ يَكُوْنُوْا اُمَنَاءَ عَلٰى ذٰلِكَ۔ فَاِنَّ لَهُمْ اَنْ يَاْتُوْا بِاَمِيْنٍ ثِقَةٍ۔ فَيَقْتَضِيْ ذٰلِكَ الْمَالَ۔ فَاِذَا اقْتَضٰى جَمِيْعَ الْمَالِ۔ وَجَمِيْعَ الرِّبْحِ۔ كَانُوْا فِي ذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ اَبِيْهِمْ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِيْ رَجُلٍ دَفَعَ اِلٰى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا۔ عَلٰى اَنَّهٗ يَعْمَلُ فِيْهِ۔ فَمَا بَاعَ بِهٖ مِنْ دَيْنٍ فَهُوَ ضَامِنٌ لَهٗ: اِنَّ ذٰلِكَ لَازِمٌ لَهٗ۔ اِنْ بَاعَ بِدَيْنٍ فَقَدْ ضَمِنَهٗ۔

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ اجماعی امر ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو بطور قراض مال دیا۔ پس اس نے اس کے ساتھ کوئی اسباب خریدا۔ پھر اس اسباب کو اُدھار پر بیچ دیا اور نفع پایا۔ پھر وہ مال لینے والا ہلاک ہو گیا، قبل اس کے کہ اس کی قیمت پر قبضہ کرے۔ مالکؒ نے کہا کہ اس کے وارث اگر وہ مال کا نفع اپنے باپ کی شرط کے مطابق لینا چاہیں، تو لے سکتے ہیں بشرطیکہ لائق اعتماد ہوں۔ اور اگر قبضہ نہ کرنا چاہیں۔ اور مال کے مالک کو ادھار لینے دیں۔ تو انہیں اس پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ نہ ان پر کوئی ذمہ داری ہے۔ اور نہ انہیں کوئی نفع ملے گا۔ جب کہ وہ اسے مالک کے سپرد کر دیں۔ اگر وہ اس دَین کو وصول کریں تو ان کی شرط اور نفقہ اسی طرح ہوگا جیسا ان کے باپ کے لئے تھا اور اس میں اپنے باپ کی مانند ہوں گے۔ اور اگر وہ اس پر امین نہ ہوں تو کسی لائق اعتماد امین کو لا سکتے ہیں۔ تاکہ وہ اس مال کو ان کے لئے وصول کرے اور سارے نفع کو بھی۔ اور اس میں اپنے باپ کی طرح ہوں گے۔ (ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک عقدِ مضاربت وراثت میں جاتا ہے اور فریقین میں سے ہر ایک

کو اسے ہر وقت فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔)
مالکؒ نے کہا کہ اگر ایک شخص بطور مضاربت کچھ مال دوسرے کے سپرد کرے تاکہ وہ اس میں کام کرے تو اگر وہ اس میں ادھار بیع کرے تو وہ بیع اس پر لازم ہے اور وہ اس کا ضامن ہے۔ (مال کے مالک نے اگر اس کی اجازت دی تھی تو دین پر بیع کرنا جائز ہے)

۱۲۔ بَابُ الْبِضَاعَةِ فِي الْقِرَاضِ

مضاربت میں بضاعت کا باب

بضاعت میں سارا نفع مالک کا ہوتا ہے اور عامل صرف رضا کار وکیل ہوتا ہے۔ اگر یہ شرط ہو کہ نفع سارا عامل کا ہوگا تو یہ قرض ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک یہ دونوں صورتیں قراض کی ہیں۔ شافعیؒ کے نزدیک یہ عقد فاسد ہے۔

۱۴۲۵۔ قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلٰى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا. وَاسْتَسْلَفَ مِنْ صَاحِبِ الْمَالِ سَلَفًا. أَوِ اسْتَسْلَفَ مِنْهُ صَاحِبُ الْمَالِ سَلَفًا. أَوْ أَبْضَعَ مَعَهُ صَاحِبُ الْمَالِ بِضَاعَةً يَبِيعُهَا لَهُ. أَوْ بِدَنَانِيرَ يَشْتَرِي لَهُ بِهَا سِلْعَةً. قَالَ مَالِكٌ: إِنْ كَانَ صَاحِبُ الْمَالِ إِنَّمَا أَبْضَعَ مَعَهُ، وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَوْ لَمْ يَكُنْ مَالُهُ عِنْدَهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَعَلَهُ، لِإِخَاءٍ بَيْنَهُمَا، أَوْ لِيَسَارَةِ مَؤُونَةِ ذٰلِكَ عَلَيْهِ وَلَوْ أَبَى ذٰلِكَ عَلَيْهِ لَمْ يَنْزِعْ مَالَهُ مِنْهُ. أَوْ كَانَ الْعَامِلُ إِنَّمَا اسْتَسْلَفَ مِنْ صَاحِبِ الْمَالِ. أَوْ حَمَلَ لَهُ بِضَاعَتَهُ. وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَوْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مَالُهُ فَعَلَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ. وَلَوْ أَبَى ذٰلِكَ عَلَيْهِ لَمْ يَرْدُدْ عَلَيْهِ مَالَهُ. فَإِذَا صَحَّ ذٰلِكَ مِنْهُمَا جَمِيعًا، وَكَانَ ذٰلِكَ مِنْهُمَا عَلٰى وَجْهِ الْمَعْرُوفِ، وَلَمْ يَكُنْ شَرْطًا فِي أَصْلِ الْقِرَاضِ فَذٰلِكَ جَائِزٌ لَا بَأْسَ بِهِ. وَإِنْ دَخَلَ ذٰلِكَ شَرْطٌ. أَوْ خِيفَ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا صَنَعَ ذٰلِكَ الْعَامِلُ لِصَاحِبِ الْمَالِ، لِيُقِرَّ مَالَهُ فِي يَدَيْهِ. أَوْ إِنَّمَا صَنَعَ ذٰلِكَ صَاحِبُ الْمَالِ. لِأَنْ يُمْسِكَ الْعَامِلُ مَالَهُ. وَلَا يَرُدَّهُ عَلَيْهِ. فَإِنَّ ذٰلِكَ لَا يَجُوزُ فِي الْقِرَاضِ. وَهُوَ مِمَّا يَنْهٰى عَنْهُ أَهْلُ الْعِلْمِ.

ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو بطور قراض کچھ مال دیا اور عامل نے مالکؒ سے کچھ قرض لیا۔ مالک نے عامل سے کچھ قرض لیا، یا مالک نے اس کے ہاتھ کچھ سامان بھیجا کہ اس کو اس کی خاطر بیچ دے، یا دینار بھیجے جن کے ساتھ وہ اس کے لئے وہ سامان خرید دے۔ مالکؒ نے کہا کہ مال والے نے اگر صرف یہ جان کر اس کے ہاتھ وہ سامان بھیجا ہے کہ ان کے درمیان یہ کاروباری معاملہ نہ بھی ہوتا تو بھائی چارہ کے باہمی مراسم کی بنا پر وہ یہ کر دیتا، یا اس کے لئے ایسا کرنا معمولی خرچ وغیرہ ہونے

کے باعث آسان ہے۔ اور اگر وہ انکار بھی کر دے۔ تب بھی وہ اپنا مال اس سے نہ چھینے گا۔ یا عامل نے مال والے سے وہ قرض اس لئے لیا ہے یا اس کا سامان اس لئے لئے جا رہا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر اس کے پاس اس کا مال نہ ہوتا۔ تب بھی وہ ایسا کر دیتا اور اگر وہ انکار کرتا تو وہ اس سے مال واپس نہ لیتا۔ پس جب یہ بات ان دونوں کی طرف سے صحیح طور پر ہو، معروف طور پر ہو اور اصل قراض میں یہ شرط نہ ہو تو جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر وہ قراض میں شرط بن کر داخل ہو جائے، یا یہ اندیشہ ہو کہ عامل نے یہ صرف اس لئے کیا ہے کہ مالک مالِ قراض اس کے ہاتھ میں رہنے دے۔ یا مال والا یہ کام اس لئے کرتا ہے کہ مبادا عامل اس کا مال واپس کر دے، تو پھر یہ شرط ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ قراض کا حصہ بطور شرط بن جائے گا۔ اور اوپر گزر چکا ہے کہ اس میں یہ شرط جائز نہیں ہے)

۱۳۔ بَابُ السَّلَفِ فِي الْقِرَاضِ

مضاربت میں سلف کا بیان

اوپر کے عنوان سے مراد بیع نسیئہ ہے۔ جب کہ اس عنوان سے غرض مال کو بطور قرض لینا ہے۔ دونوں میں واضح فرق ہوتا ہے۔

۱۴۲۶۔ قَالَ يَحْيَى: قَالَ مَالِكٌ فِي رَجُلٍ أَسْلَفَ رَجُلًا مَالًا. ثُمَّ سَأَلَهُ الَّذِي تَسَلَّفَ الْمَالَ أَنْ يُقِرَّهُ عِنْدَهُ قِرَاضًا. قَالَ مَالِكٌ: لَا أُحِبُّ ذٰلِكَ حَتّٰى يَقْبِضَ مَالَهُ مِنْهُ. ثُمَّ يَدْفَعُهُ إِلَيْهِ قِرَاضًا إِنْ شَاءَ، أَوْ يُمْسِكَهُ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلَى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا. فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَدِ اجْتَمَعَ عِنْدَهُ. وَسَأَلَهُ أَنْ يَكْتُبَهُ عَلَيْهِ سَلَفًا. قَالَ لَا أُحِبُّ ذٰلِكَ. حَتّٰى يَقْبِضَ مِنْهُ مَالَهُ. ثُمَّ يُسَلِّفَهُ إِيَّاهُ إِنْ شَاءَ، أَوْ يُمْسِكَهُ. وَإِنَّمَا ذٰلِكَ، مَخَافَةَ أَنْ يَكُونَ قَدْ نَقَصَ فِيهِ. فَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَهُ عَنْهُ. عَلَى أَنْ يَزِيدَهُ فِيهِ مَا نَقَصَ مِنْهُ. فَذٰلِكَ مَكْرُوهٌ. وَلَا يَجُوزُ وَلَا يَصْلُحُ.

ترجمہ: مالکؒ نے اس شخص کے متعلق کہا، جس نے کسی کو مال بطورِ قرض دیا۔ پھر جس نے مال لیا تھا اس نے مطالبہ کیا کہ اسے بطور قراض اس کے پاس رہنے دے۔ مالکؒ نے کہا کہ میں اسے پسند نہیں کرتا حتیٰ کہ وہ اپنا مال اس سے واپس نہ لے لے۔ پھر چاہے اسے بطور قراض دے دے یا روک لے۔ (یہ مسئلہ اجماعی ہے اور ناجائز قراض کے باب کی ابتدا میں گزر چکا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس شخص نے بطور قرض دوسرے کو مال دیا اس نے کاروبار کیا، پھر بتایا کہ میرے پاس مال نقد کی صورت میں جمع ہو گیا ہے اور مالک سے کہا کہ اسے میرے ذمہ بطور قرض لکھ دو۔ مالکؒ نے کہا کہ میں اسے پسند نہیں کرتا، حتیٰ کہ وہ اس سے پہلے اپنا مال قبضے میں کرے پھر اسے بطور قرض دے اگر چاہے، یا نہ دے۔ اور یہ اس خوف سے ہے کہ ڈر ہے مال میں کچھ کمی نہ آ گئی ہو۔ اور عامل سلف کے بہانے تاخیر کرنا چاہے تاکہ مال کی کمی پوری کرے۔ تو یہ مکروہ ہے۔ ناجائز ہے اور نامناسب ہے۔

۱۴۔ بَابُ الْمُحَاسَبَةِ فِي الْقِرَاضِ

قراض میں مال کا حساب کرنا

۱۴۲۷۔ قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلٰى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا. فَعَمِلَ فِيهِ فَرَبِحَ. فَأَرَادَ أَنْ يَأْخُذَ حِصَّتَهُ مِنَ الرِّبْحِ. وَصَاحِبُ الْمَالِ غَائِبٌ. فَقَالَ: لَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا إِلَّا بِحَضْرَةِ صَاحِبِ الْمَالِ. وَإِنْ أَخَذَ شَيْئًا فَهُوَ لَهُ ضَامِنٌ. حَتّٰى يُحْسَبَ مِنَ الْمَالِ إِذَا اقْتَسَمَاهُ.

قَالَ مَالِكٌ: لَا يَجُوزُ لِلْمُتَقَارِضَيْنِ أَنْ يَتَحَاسَبَا وَيَتَفَاصَلَا. وَالْمَالُ غَائِبٌ عَنْهُمَا. حَتّٰى يَحْضُرَ الْمَالُ. فَيَسْتَوْفِيَ صَاحِبُ الْمَالِ رَأْسَ مَالِهِ. ثُمَّ يَقْتَسِمَانِ الرِّبْحَ عَلٰى شَرْطِهِمَا.

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ أَخَذَ مَالًا قِرَاضًا. فَاشْتَرٰى بِهِ سِلْعَةً. وَقَدْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ. فَطَلَبَهُ غُرَمَاؤُهُ. فَأَدْرَكُوهُ بِبَلَدٍ غَائِبٍ عَنْ صَاحِبِ الْمَالِ. وَفِي يَدَيْهِ عَرْضٌ مُرَبَّحٌ بَيِّنٌ فَضْلُهُ. فَأَرَادُوا أَنْ يُبَاعَ لَهُمُ الْعَرْضُ فَيَأْخُذُوا حِصَّتَهُ مِنَ الرِّبْحِ. قَالَ: لَا يُؤْخَذُ مِنْ رِبْحِ الْقِرَاضِ شَيْءٌ. حَتّٰى يَحْضُرَ صَاحِبُ الْمَالِ فَيَأْخُذَ مَالَهُ. ثُمَّ يَقْتَسِمَانِ الرِّبْحَ عَلٰى شَرْطِهِمَا.

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلٰى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا. فَتَجَرَ فِيهِ فَرَبِحَ. ثُمَّ عَزَلَ رَأْسَ الْمَالِ. وَقَسَمَ الرِّبْحَ فَأَخَذَ حِصَّتَهُ وَطَرَحَ حِصَّةَ صَاحِبِ الْمَالِ فِي الْمَالِ. بِحَضْرَةِ شُهَدَاءَ أَشْهَدَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ. قَالَ: لَا تَجُوزُ قِسْمَةُ الرِّبْحِ إِلَّا بِحَضْرَةِ صَاحِبِ الْمَالِ. وَإِنْ كَانَ أَخَذَ شَيْئًا رَدَّهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ صَاحِبُ الْمَالِ رَأْسَ مَالِهِ. ثُمَّ يَقْتَسِمَانِ مَا بَقِيَ بَيْنَهُمَا عَلٰى شَرْطِهِمَا.

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلٰى رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا. فَعَمِلَ فِيهِ فَجَاءَهُ. فَقَالَ لَهُ: هٰذِهِ حِصَّتُكَ مِنَ الرِّبْحِ وَقَدْ أَخَذْتُ لِنَفْسِي مِثْلَهُ. وَرَأْسُ مَالِكَ وَافِرٌ عِنْدِي. قَالَ مَالِكٌ: لَا أُحِبُّ ذٰلِكَ. حَتّٰى يَحْضُرَ الْمَالُ كُلُّهُ. فَيُحَاسِبَهُ حَتّٰى يَحْصُلَ رَأْسُ الْمَالِ. وَيَعْلَمَ أَنَّهُ وَافِرٌ. وَيَصِلَ إِلَيْهِ. ثُمَّ يَقْتَسِمَانِ الرِّبْحَ بَيْنَهُمَا. ثُمَّ يَرُدُّ إِلَيْهِ الْمَالَ إِنْ شَاءَ، أَوْ يَحْبِسُهُ. وَإِنَّمَا يَجِبُ حُضُورُ الْمَالِ

مَخَافَةَ اَنْ یَکُوْنَ الْعَامِلُ قَدْ نَقَصَ فِیْهِ۔ فَهُوَ یُحِبُّ اَنْ لَّا یُنْزَعَ مِنْهُ۔ وَاَنْ یُقِرَّهٗ فِیْ یَدِهٖ۔

ترجمہ امام مالکؒ نے کہا کہ جس شخص نے دوسرے کو مال بطورِ قراض دیا۔ اس نے اس میں کام کیا۔ اور نفع پایا اور چاہا کہ نفع میں سے اپنا حصہ لے لے اور مال والا موجود نہیں۔ مالکؒ نے کہا کہ اس کے لئے کوئی بھی سوائے مالک کی موجودگی کے لینا جائز نہیں اگر اس نے کچھ لیا تو وہ اس کا ضامن ہے حتیٰ کہ وہ نفع تقسیم کریں گے۔ تو راس المال کے ساتھ اسے محسوب کیا جائے گا۔ (اس پر فقہا کا اتفاق ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ قراض کے فریقین کو جائز نہیں کہ وہ حساب کریں اور اس میں فاصلہ کریں۔ حالانکہ مال ان سے غائب ہو حتیٰ کہ مال حاضر ہو۔ اور مال والا اپنا راس المال لے لے۔ پھر وہ اپنا نفع اپنی شرط کے مطابق تقسیم کریں۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر ایک شخص نے مال کو قراض کے طور پر حاصل کیا اور اس کے ساتھ کوئی سامان خریدا اور اس پر کچھ قرض تھا جو قرضخواہوں نے طلب کیا۔ تو انہوں نے اسے ایسے شہر میں پایا جو مال والے سے دُور ہے اور اس کے ہاتھ میں اسباب ہے، جو نفع آور ہے اور اس کی زیادتی واضح ہے۔ انہوں نے چاہا کہ وہ سامان ان کے لئے بیچا جائے تاکہ وہ اپنے مقروض کے حصے کا نفع لیں۔ مالکؒ نے کہا کہ قراض کے نفع میں کچھ نہ لیا جائے حتیٰ کہ مال والا موجود ہو، وہ اپنا راس المال لے لے۔ اور پھر وہ دونوں اپنی شرط کے مطابق نفع تقسیم کریں۔

مالکؒ نے کہا کہ جس شخص نے اپنا مال بطور مضاربت دوسرے کے سپرد کیا، اس نے تجارت کی اور نفع پایا۔ پھر اس نے راس المال کو الگ کیا اور نفع تقسیم کر کے اپنا حصہ لے لیا۔ اور مال والے کا حصہ مال میں ڈال دیا۔ یہ سب کچھ گواہوں کے سامنے ہوا۔ جن کی اس پر گواہی رکھی گئی۔ مالکؒ نے کہا کہ نفع کی تقسیم جائز نہیں مگر مال والے کی موجودگی میں۔ اگر عامل نے کچھ لیا تھا تو اسے واپس کرے۔ حتیٰ کہ مال والا اپنے راس المال پر قبضہ کرے۔ پھر جو باقی بچے اسے وہ اپنی شرط کے مطابق تقسیم کریں۔ (اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس نے اپنا مال بطور قراض دوسرے کو دیا اور اس میں کام کیا۔ پھر آیا اور بولا، یہ نفع میں سے تیرا حصہ ہے۔ اور اتنا میں نے خود لے لیا ہے۔ اور تیرا راس المال میرے پاس پورا ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ یہ صورت میرے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ حتیٰ کہ سارا مال موجود ہو اور مال کے مالک کو راس المال حاصل ہو جائے۔ اور وہ جان لے کہ مال پورا ہے۔ مالک مال پر قبضہ کرے پھر وہ نفع تقسیم کریں۔ پھر اگر وہ چاہے تو مال اسے دے اور چاہے تو نہ دے۔ مال کی موجودگی اس خوف سے ہے کہ مبادا عامل نے اسے گھٹا دیا ہو۔ اس لئے چاہتا ہو کہ مال اس سے نہ لیا جائے۔ اور اس کے پاس رہنے دیا جائے۔ (یہ مسئلہ بھی اجماعی ہے۔)

۱۵۔ بَابُ جَامِعِ مَا جَاءَ فِی الْقِرَاضِ

قراض کے مختلف مسائل کا بیان

۱۴۲۸۔ قَالَ یَحْیٰی: قَالَ مَالِكٌ فِیْ رَجُلٍ دَفَعَ اِلٰی رَجُلٍ مَالًا قِرَاضًا۔ فَابْتَاعَ بِهٖ سِلْعَةً۔ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُ الْمَالِ: بِعْهَا۔ وَقَالَ الَّذِیْ اَخَذَ الْمَالَ: لَا اَرٰی وَجْهَ بَیْعٍ۔ فَاخْتَلَفَا فِیْ ذٰلِكَ قَالَ: لَا یُنْظَرُ اِلٰی قَوْلِ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا۔ وَیُسْئَلُ عَنْ ذٰلِكَ اَهْلُ الْمَعْرِفَةِ وَالْبَصَرِ بِتِلْكَ السِّلْعَةِ

فَإِنْ رَأَوْا وَجْهَ بَيْعٍ، بِيعَتْ عَلَيْهِمَا. وَإِنْ رَأَوْا وَجْهَ انْتِظَارٍ، انْتُظِرَ بِهَا.

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ أَخَذَ مِنْ رَجُلٍ مَالاً قِرَاضاً. فَعَمِلَ فِيهِ. ثُمَّ سَأَلَهُ صَاحِبُ الْمَالِ عَنْ مَالِهِ. فَقَالَ: هُوَ عِنْدِي وَافِرٌ. فَلَمَّا آخَذَهُ بِهِ، قَالَ: قَدْ هَلَكَ عِنْدِي مِنْهُ كَذَا وَكَذَا. الْمَالُ يُسَمِّيهِ. وَإِنَّمَا قُلْتُ لَكَ ذٰلِكَ لِكَيْ تَتْرُكَهُ عِنْدِي. قَالَ: لاَ يَنْتَفِعُ بِإِنْكَارِهِ بَعْدَ إِقْرَارِهِ أَنَّهُ عِنْدَهُ. وَيُؤْخَذُ بِإِقْرَارِهِ عَلَى نَفْسِهِ. إِلاَّ أَنْ يَأْتِيَ فِي هَلاَكِ ذٰلِكَ الْمَالِ بِأَمْرٍ يُعْرَفُ بِهِ قَوْلُهُ فَإِنْ لَمْ يَأْتِ بِأَمْرٍ مَعْرُوفٍ. أُخِذَ بِإِقْرَارِهِ وَلَمْ يَنْفَعْهُ إِنْكَارُهُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَكَذٰلِكَ أَيْضاً لَوْ قَالَ: رَبِحْتُ فِي الْمَالِ كَذَا وَكَذَا. فَسَأَلَهُ رَبُّ الْمَالِ أَنْ يَدْفَعَ إِلَيْهِ مَالَهُ وَرِبْحَهُ. فَقَالَ: مَا رَبِحْتُ شَيْئاً. وَمَا قُلْتُ ذٰلِكَ إِلاَّ لأَنْ تُقِرَّهُ فِي يَدِي: فَذٰلِكَ لاَ يَنْفَعُهُ. وَيُؤْخَذُ بِمَا أَقَرَّ بِهِ. إِلاَّ أَنْ يَأْتِيَ بِأَمْرٍ يُعْرَفُ بِهِ قَوْلُهُ وَصِدْقُهُ. فَلاَ يَلْزَمُهُ ذٰلِكَ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ دَفَعَ إِلَى رَجُلٍ مَالاً قِرَاضاً. فَرَبِحَ فِيهِ رِبْحاً. فَقَالَ الْعَامِلُ: قَارَضْتُكَ عَلَى أَنَّ لِي الثُّلُثَيْنِ. وَقَالَ صَاحِبُ الْمَالِ: قَارَضْتُكَ عَلَى أَنَّ لَكَ الثُّلُثَ. قَالَ مَالِكٌ: الْقَوْلُ قَوْلُ الْعَامِلِ وَعَلَيْهِ، فِي ذٰلِكَ، الْيَمِينُ. إِذَا كَانَ مَا قَالَ يُشْبِهُ قِرَاضَ مِثْلِهِ. وَكَانَ ذٰلِكَ نَحْواً مِمَّا يَتَقَارَضُ عَلَيْهِ النَّاسُ. وَإِنْ جَاءَ بِأَمْرٍ يُسْتَنْكَرُ لَيْسَ عَلَى مِثْلِهِ يَتَقَارَضُ النَّاسُ، لَمْ يُصَدَّقْ. وَرُدَّ إِلَى قِرَاضِ مِثْلِهِ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ أَعْطَى رَجُلاً مِائَةَ دِينَارٍ قِرَاضاً. فَاشْتَرَى بِهَا سِلْعَةً. ثُمَّ ذَهَبَ لِيَدْفَعَ إِلَى رَبِّ السِّلْعَةِ الْمِائَةَ دِينَارٍ. فَوَجَدَهَا قَدْ سُرِقَتْ. فَقَالَ رَبُّ الْمَالِ: بِعِ السِّلْعَةَ. فَإِنْ كَانَ فِيهَا فَضْلٌ كَانَ لِي. وَإِنْ كَانَ فِيهَا نُقْصَانٌ كَانَ عَلَيْكَ. لأَنَّكَ أَنْتَ ضَيَّعْتَ. وَقَالَ الْمُقَارَضُ: بَلْ عَلَيْكَ وَفَاءُ حَقِّ هٰذَا. إِنَّمَا اشْتَرَيْتُهَا بِمَالِكَ الَّذِي أَعْطَيْتَنِي. قَالَ مَالِكٌ: يَلْزَمُ الْعَامِلَ الْمُشْتَرِيَ أَدَاءُ ثَمَنِهَا إِلَى الْبَائِعِ. وَيُقَالُ لِصَاحِبِ الْمَالِ الْقِرَاضِ: إِنْ شِئْتَ فَأَدِّ الْمِائَةَ الدِّينَارِ إِلَى الْمُقَارَضِ وَالسِّلْعَةُ بَيْنَكُمَا. وَتَكُونُ قِرَاضاً عَلَى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ الْمِائَةُ الأُولَى. وَإِنْ شِئْتَ فَابْرَأْ مِنَ

السِّلْعَةِ. فَإِنْ دَفَعَ الْمِائَةَ دِينَارٍ إِلَى الْعَامِلِ كَانَتْ قِرَاضًا عَلَى سُنَّةِ الْقِرَاضِ الْأَوَّلِ. وَإِنْ أَبَى كَانَتِ السِّلْعَةُ لِلْعَامِلِ. وَكَانَ عَلَيْهِ ثَمَنُهَا.

قَالَ مَالِكٌ. فِي الْمُتَقَارِضَيْنِ إِذَا تَفَاصَلَا فَبَقِيَ بِيَدِ الْعَامِلِ مِنَ الْمَتَاعِ الَّذِي يَعْمَلُ فِيهِ خَلَقُ الْقِرْبَةِ أَوْ خَلَقُ الثَّوْبِ أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ. قَالَ مَالِكٌ: كُلُّ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ كَانَ تَافِهًا، لَا خَطْبَ لَهُ، فَهُوَ لِلْعَامِلِ. وَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا أَفْتَى بِرَدِّ ذٰلِكَ وَإِنَّمَا يُرَدُّ، مِنْ ذٰلِكَ الشَّيْءُ الَّذِي لَهُ ثَمَنٌ وَإِنْ كَانَ شَيْئًا لَهُ اسْمٌ. مِثْلُ الدَّابَّةِ أَوِ الْجَمَلِ أَوِ الشَّاذَكُونَةِ. أَوْ أَشْبَاهِ ذٰلِكَ مِمَّا لَهُ ثَمَنٌ. فَإِنِّي أَرَى أَنْ يَرُدَّ مَا بَقِيَ عِنْدَهُ مِنْ هٰذَا. إِلَّا أَنْ يَتَحَلَّلَ صَاحِبَهُ مِنْ ذٰلِكَ.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ایک شخص نے دوسرے کو قراض کے طور پر مال دیا اور اس نے اس کے ساتھ سامان خریدا۔ مالک نے کہا کہ اسے بیچ دو۔ اور عامل نے کہ یہ بیچنے کا مناسب وقت نہیں، پس ان میں اس بات پر اختلاف ہوگیا۔ مالکؒ نے کہا کہ ان میں سے کسی کے قول کی طرف نہ دیکھا جائے گا۔ اور اس کے متعلق معرفت والوں اور سمجھ داروں سے پوچھا جائے گا، جو اس سامان کو جان لیں۔ اگر وہ سمجھیں کہ بیچنا ٹھیک ہے تو سامان کو بیچ دیا جائے گا اور اگر وہ انتظار مناسب جانیں تو انتظار کیا جائے گا۔ حنفیہ نے کہا کہ اختلاف کی صورت میں مالک کی بات کو ترجیح دی جائے گی۔ عامل چاہے تو مالک کا راس المال واپس کرے اور اپنا کاروبار کرے۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے قراض کے طور پر مال لیا اور اس میں کاروبار کیا۔ پھر مالک نے پوچھا، تو کہہ دیا کہ مال میرے پاس پورے کا پورا ہے۔ جب مالک نے اسے لینا چاہا تو کہنے لگا کہ اس میں سے اتنا اتنا ضائع ہو چکا ہے اور پہلی بات میں نے اس لئے کہی تھی کہ تو مال کو میرے پاس رہنے دے۔ مالکؒ نے کہا کہ اس کا انکار بے فائدہ ہے اور اسے اقرار کی بنا پر پکڑا جائے گا۔ مگر یہ کہ وہ مال کی ہلاکت پر ایسی دلیل پیش کرے جس سے اس کی سچائی معلوم ہو سکے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو اسے اپنے اقرار کے مطابق پکڑا جائے گا۔ اور اس کا انکار بے فائدہ ہوگا۔

مالکؒ نے کہا کہ اسی طرح اگر عامل نے کہا کہ میں نے مال میں اتنا اتنا نفع کمایا ہے۔ مالک نے اس سے مال اور اپنا نفع مانگا۔ تو کہنے لگا کہ مجھے کوئی نفع نہیں ہوا۔ اور میں نے پہلی بات صرف اس لئے کہی تھی کہ تو مال میرے پاس رہنے دے۔ تو اس بات سے بھی اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اور اسے اپنے پہلے اقرار کے مطابق پکڑا جائے گا مگر یہ کہ وہ کوئی معروف بات پیش کرے جس سے اس کی بات اور سچائی معلوم ہو جائے تو پہلا اقرار لازم نہ ہوگا۔

مالکؒ نے کہا کہ جس آدمی نے دوسرے کو بطور قراض مال دیا اور اس میں اس نے کافی نفع کمایا۔ پھر عامل نے کہا کہ میرا نفع ⅔ مقرر ہوا تھا اور مالک کہے کہ نہیں، تیرا نفع ⅓ مقرر ہوا تھا۔ مالکؒ نے کہا کہ اس معاملے میں عامل کا قول معتبر ہے اور اس پر قسم واجب ہے۔ بشرطیکہ اس قسم کے قراض کا اتنا نفع ہوتا ہو۔ اور لوگ اس قدر نفع مقرر کرتے ہوں۔ اگر وہ کوئی ایسی بات کہے جو انکار کے قابل ہو اور لوگ اس قسم کا قراض اس شرط پر نہ کرتے ہوں تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور معروف قراض میں بدلا جائے گا۔ خلاصہ

یہ کہ اختلاف کی صورت میں فریقین میں سے اس کا قول معتبر ہے جو قرینِ صواب اور قرین قیاس ہو۔ اور اس طرح کا معاملہ کرنے کا حکم
مالک نے کہا کہ اگر ایک شخص دوسرے کو ایک سو دینار بطور قراض دے۔ وہ اس کے ساتھ سامان خریدے اور اس سامان والے کو سو دینار دینے لگے تو پتہ چلے کہ وہ تو چرا لیے گئے ہیں۔ پس مال والے نے کہا کہ سامان بیچ دو۔ اگر کچھ نفع ہوا تو میرا اور نقصان ہوا تو تمہارا ہوگا۔ کیونکہ تو نے وہ رقم ضائع کی ہے۔ عامل نے کہا کہ نہیں بلکہ اس سامان کی قیمت ادا کرنا تمہارے سپرد ہے کیونکہ یہ میں نے تمہارے مال کے عوض خریدا تھا۔ مالک نے کہا کہ خریدار عامل کو اس سامان کی قیمت بائع کو ادا کرنا لازم ہے۔ مال والے سے کہا جائے گا کہ اگر چاہو تو سو دینار عامل کو ادا کرو اور یہ سامان تم دونوں کا ہوگا۔ اور قراض کا معاملہ اسی طرح قائم رہے گا جیسا پہلے سو دینار میں تھا۔ اور اگر چاہو تو سامان سے دست بردار ہو جاؤ۔ پس اگر وہ سو دینار عامل کو ادا کر دے تو یہ دوسرا قراض حسب معمول پہلے قراض کی مانند ہوگا اور اگر انکار کرے تو سامان عامل کا ہوگا۔ اور اس کی قیمت کی ادائیگی اس پر آئے گی۔ راس کا نفع اسی کا ہوگا اور پہلا سو دینار نابود ہو جائے گا حنیفہ کا قول یہ ہے کہ اگر عامل نے مالک سے سو دینار لے کر سامان خریدا اور رقم دیتے وقت پتہ چلا کہ وہ ضائع ہو چکی ہے تو مالک سامان کی قیمت دے گا۔ اور راس المال وہ ساری رقم ہوگی۔ جو مالک نے دی۔ یعنی پہلی جمع پچھلی ہر دو۔

مالک نے کہا کہ جب قراض کے فریقین اس عقد سے الگ ہو جائیں، حساب وغیرہ ہو چکے اور عامل کے ہاتھ میں مثلاً پرانی مشک یا پرانے کپڑے رہ جائیں یا اس قسم کی اور چیز۔ مالک نے کہا کہ اس قسم کی ہر معمولی چیز عامل کی ہے۔ میں نے کسی کا فتویٰ نہیں سنا کہ ان چیزوں کو بھی واپس کیا جائے۔ صرف وہ چیزیں واپس کی جاتی ہیں جن کی کوئی قیمت ہو۔ اگر کوئی چیز ایسی ہو کہ اس کا نام ہو مثلاً سواری کا جانور یا اونٹ یا موٹے یمنی کپڑے وغیرہ جو کچھ قیمت رکھتے ہوں تو میرے نزدیک انہیں واپس کیا جائے گا۔ مگر یہ کہ اس کا ساتھی معاف کر دے۔

كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ

مساقات کالفظ سقی سے نکلا ہے۔ اس سے مراد یہ معاملہ ہے کہ کوئی آدمی دوسرے کے درختوں وغیرہ پر کام کرے، ان کی نمود و پرداخت کرے اور شرط یہ ہو کہ پھل ان دونوں کے درمیان ہوگا۔ جمہور کے نزدیک مساقات جائز ہے۔ حتیٰ کہ ابو یوسف اور محمد بن الحسن کے نزدیک بھی مگر امام ابو حنیفہؒ اس کے خلاف ہیں۔ انہوں نے اسے ناجائز کہا ہے۔ فتویٰ حنفیہ کا اس کے جواز پر ہے۔

۱۴۲۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيَهُودِ خَيْبَرَ، يَوْمَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ: أُقِرُّكُمْ فِيهَا مَا أَقَرَّكُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى أَنَّ الثَّمَرَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ " قَالَ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُ عَبْدَ اللهِ ابْنَ رَوَاحَةَ فَيَخْرُصُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ، ثُمَّ يَقُولُ: إِنْ شِئْتُمْ فَلَكُمْ۔ وَإِنْ شِئْتُمْ فَلِيَ۔ فَكَانُوا يَأْخُذُونَهُ۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے دن خیبر کے یہودیوں سے فرمایا: میں تمہیں یہاں رہنے دوں گا جب تک کہ اللہ تمہیں ٹھہرائے، اس شرط پر کہ درختوں کا پھل ہمارے اور تمہارے درمیان ہوگا۔ سعید نے کہا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن رواحہؓ کو بھیجتے تھے۔ اور وہ پھل کا اندازہ اپنے اور ان کے درمیان کرتے تھے۔ پھر کہتے تھے کہ چاہو تو پھل تم لے لو۔ (اور نصف ہمیں دے دو۔) اور چاہو تو پھل میں لے لوں اور نصف تمہیں دے دوں۔ پس یہود پھل لے لیتے تھے۔

شرح: ایک قلیل حصے کے سوا خیبر بزور شمشیر فتح ہوا تھا۔ اس کی زمین، درخت اور دیگر ساری جائداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام کی تھی۔ مسلمان کھیتی باڑی کے جھنجھٹ میں نہیں پڑنا چاہتے تھے۔ ورنہ جہاد جیسا کام رک جاتا۔ لہذا یہود کی درخواست پر حضورؐ نے زمین اور درختوں پر انہیں قابض رہنے دیا۔ اور ان سے نصف بٹائی پر معاملہ فرمایا۔ اس حدیث میں سب علماء کے نزدیک بڑا اشکال ہے کیونکہ مساقات میں کسی کے نزدیک خرص (اندازہ) جائز نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ خرص اس لئے ہوتا تھا کہ پھل محفوظ ہو جائیں۔ مبادا یہود انہیں تازہ اور تر حالت میں کھا جائیں اور مسلمانوں کا نقصان ہو۔

۱۴۳۰۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَانَ يَبْعَثُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ إِلَىٰ خَيْبَرَ. فَيَخْرُصُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ يَهُودِ خَيْبَرَ. قَالَ فَجَمَعُوا لَهُ حُلِيًّا مِنْ حَلْيِ نِسَائِهِمْ. فَقَالُوا لَهُ: هٰذَا لَكَ وَخَفِّفْ عَنَّا. وَتَجَاوَزْ فِي الْقَسْمِ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ: يَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ. وَاللّٰهِ إِنَّكُمْ لَمِنْ أَبْغَضِ خَلْقِ اللّٰهِ إِلَيَّ. وَمَا ذَاكَ بِحَامِلِي عَلَىٰ أَنْ أَحِيفَ عَلَيْكُمْ. فَأَمَّا مَا عَرَضْتُمْ مِنَ الرِّشْوَةِ فَإِنَّهَا سُحْتٌ. وَإِنَّا لَا نَأْكُلُهَا. فَقَالُوا: بِهٰذَا قَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ.

قَالَ مَالِكٌ: إِذَا سَاقَى الرَّجُلُ النَّخْلَ وَفِيهَا الْبَيَاضُ، فَمَا ازْدَرَعَ الرَّجُلُ الدَّاخِلُ فِي الْبَيَاضِ، فَهُوَ لَهُ.

قَالَ: وَإِنِ اشْتَرَطَ صَاحِبُ الْأَرْضِ أَنَّهُ يَزْرَعُ فِي الْبَيَاضِ لِنَفْسِهِ، فَذٰلِكَ لَا يَصْلُحُ. لِأَنَّ الرَّجُلَ الدَّاخِلَ فِي الْمَالِ، يَسْقِي لِرَبِّ الْأَرْضِ. فَذٰلِكَ زِيَادَةٌ ازْدَادَهَا عَلَيْهِ.

قَالَ: وَإِنِ اشْتَرَطَ الزَّرْعَ بَيْنَهُمَا، فَلَا بَأْسَ بِذٰلِكَ. إِذَا كَانَتِ الْمَؤُونَةُ كُلُّهَا عَلَى الدَّاخِلِ فِي الْمَالِ. الْبَذْرُ وَالسَّقْيُ وَالْعِلَاجُ كُلُّهُ. فَإِنِ اشْتَرَطَ الدَّاخِلُ فِي الْمَالِ عَلَىٰ رَبِّ الْمَالِ أَنَّ الْبَذْرَ عَلَيْكَ. كَانَ ذٰلِكَ غَيْرَ جَائِزٍ. لِأَنَّهُ قَدِ اشْتَرَطَ عَلَىٰ رَبِّ الْمَالِ زِيَادَةً ازْدَادَهَا عَلَيْهِ. وَإِنَّمَا تَكُونُ الْمُسَاقَاةُ عَلَىٰ أَنَّ عَلَى الدَّاخِلِ فِي الْمَالِ الْمَؤُونَةَ. كُلَّهَا وَالنَّفَقَةَ. وَلَا يَكُونُ عَلَىٰ رَبِّ الْمَالِ مِنْهَا شَيْءٌ. فَهٰذَا وَجْهُ الْمُسَاقَاةِ الْمَعْرُوفُ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْعَيْنِ تَكُونُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ. فَيَنْقَطِعُ مَاؤُهَا. فَيُرِيدُ أَحَدُهُمَا أَنْ يَعْمَلَ فِي الْعَيْنِ. وَيَقُولُ الْآخَرُ: لَا أَجِدُ مَا أَعْمَلُ بِهِ: إِنَّهُ يُقَالُ لِلَّذِي يُرِيدُ أَنْ يَعْمَلَ فِي الْعَيْنِ: اعْمَلْ وَأَنْفِقْ. وَيَكُونُ لَكَ الْمَاءُ كُلُّهُ. تَسْقِي بِهِ حَتَّىٰ يَأْتِيَ صَاحِبُكَ بِنِصْفِ مَا أَنْفَقْتَ. فَإِذَا جَاءَ بِنِصْفِ مَا أَنْفَقْتَ أَخَذَ حِصَّتَهُ مِنَ الْمَاءِ. وَإِنَّمَا أُعْطِيَ الْأَوَّلُ الْمَاءَ كُلَّهُ، لِأَنَّهُ أَنْفَقَ. وَلَوْ لَمْ يُدْرِكْ شَيْئًا بِعَمَلِهِ، لَمْ يَعْلَقِ الْآخَرَ مِنَ النَّفَقَةِ شَيْءٌ.

قَالَ مَالِكٌ: وَإِذَا كَانَتِ النَّفَقَةُ كُلُّهَا وَالْمُؤْنَةُ عَلَى رَبِّ الْحَائِطِ. وَلَمْ يَكُنْ عَلَى الدَّاخِلِ فِي الْمَالِ شَيْءٌ. إِلَّا أَنَّهُ يَعْمَلُ بِيَدِهِ. إِنَّمَا هُوَ أَجِيرٌ بِبَعْضِ الثَّمَرِ. فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَصْلُحُ. لِأَنَّهُ لَا يَدْرِي كَمْ إِجَارَتُهُ إِذَا لَمْ يُسَمِّ لَهُ شَيْئًا يَعْرِفُهُ وَ يَعْمَلُ عَلَيْهِ. لَا يَدْرِي أَيَقِلُّ ذَلِكَ أَمْ يَكْثُرُ؟

قَالَ مَالِكٌ: وَكُلُّ مُقَارِضٍ أَوْ مُسَاقٍ فَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَسْتَثْنِيَ مِنَ الْمَالِ وَلَا مِنَ النَّخْلِ شَيْئًا دُونَ صَاحِبِهِ. وَ ذَلِكَ أَنَّهُ يَصِيرُ لَهُ أَجِيرًا بِذَلِكَ. يَقُولُ: أُسَاقِيكَ عَلَى أَنْ تَعْمَلَ لِي فِي كَذَا وَكَذَا نَخْلَةً. تَسْقِيهَا وَتَأْبُرُهَا. وَأُقَارِضُكَ فِي كَذَا وَكَذَا مِنَ الْمَالِ. عَلَى أَنْ تَعْمَلَ لِي بِعَشَرَةِ دَنَانِيرَ لَيْسَتْ مِمَّا أُقَارِضُكَ عَلَيْهِ. فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَنْبَغِي وَلَا يَصْلُحُ. وَذَلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا.

قَالَ مَالِكٌ: وَالسُّنَّةُ فِي الْمُسَاقَاةِ الَّتِي يَجُوزُ لِرَبِّ الْحَائِطِ أَنْ يَشْتَرِطَهَا عَلَى الْمُسَاقِي، شَدُّ الْحِظَارِ، وَخَمُّ الْعَيْنِ وَسَرْوُ الشَّرَبِ، وَإِبَارُ النَّخْلِ، وَقَطْعُ الْجَرِيدِ، وَجَذُّ الثَّمَرِ هٰذَا وَأَشْبَاهُهُ عَلَى أَنَّ لِلْمُسَاقِي شَطْرَ الثَّمَرِ أَوْ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ. أَوْ أَكْثَرَ إِذَا تَرَاضَيَا عَلَيْهِ. غَيْرَ أَنَّ صَاحِبَ الْأَصْلِ لَا يَشْتَرِطُ ابْتِدَاءَ عَمَلٍ جَدِيدٍ. يُحْدِثُهُ الْعَامِلُ فِيهَا. مِنْ بِئْرٍ يَحْتَفِرُهَا. أَوْ عَيْنٍ يَرْفَعُ رَأْسَهَا. أَوْ غِرَاسٍ يَغْرِسُهُ فِيهَا. يَأْتِي بِأَصْلِ ذَلِكَ مِنْ عِنْدِهِ. أَوْ ضَفِيرَةٍ يَبْنِيهَا. تَعْظُمُ فِيهَا نَفَقَتُهُ. وَ إِنَّمَا ذَلِكَ بِمَنْزِلَةِ أَنْ يَقُولَ رَبُّ الْحَائِطِ لِرَجُلٍ مِنَ النَّاسِ: ابْنِ لِي هَاهُنَا بَيْتًا. أَوِ احْفِرْ لِي بِئْرًا أَوْ أَجْرِ لِي عَيْنًا. أَوِ اعْمَلْ لِي عَمَلًا. بِنِصْفِ ثَمَرِ حَائِطِي هٰذَا. قَبْلَ أَنْ يَطِيبَ ثَمَرُ الْحَائِطِ. وَيَحِلَّ بَيْعُهُ فَهٰذَا بَيْعُ الثَّمَرِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهُ. وَقَدْ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا.

قَالَ مَالِكٌ: فَأَمَّا إِذَا طَابَ الثَّمَرُ وَبَدَا صَلَاحُهُ وَحَلَّ بَيْعُهُ، ثُمَّ قَالَ رَجُلٌ لِرَجُلٍ: اعْمَلْ لِي بَعْضَ هٰذِهِ الْأَعْمَالِ، لِعَمَلٍ يُسَمِّيهِ لَهُ، بِنِصْفِ ثَمَرِ حَائِطِي هٰذَا. فَلَا بَأْسَ بِذَلِكَ. إِنَّمَا اسْتَأْجَرَهُ بِشَيْءٍ مَعْرُوفٍ مَعْلُومٍ. قَدْ رَآهُ وَرَضِيَهُ. فَأَمَّا الْمُسَاقَاةُ، فَإِنَّهُ إِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْحَائِطِ ثَمَرٌ أَوْ قَلَّ

ثَمَرُهُ أَوْ فَسَدَ. فَلَيْسَ لَهُ إِلَّا ذٰلِكَ. وَأَنَّ الْأَجِيرَ لَا يُسْتَأْجَرُ إِلَّا بِشَيْءٍ مُسَمًّى. لَا تَجُوزُ الْإِجَارَةُ إِلَّا بِذٰلِكَ. وَإِنَّمَا الْإِجَارَةُ بَيْعٌ مِنَ الْبُيُوعِ. إِنَّمَا يَشْتَرِي مِنْهُ عَمَلَهُ. وَلَا يَصْلُحُ ذٰلِكَ إِذَا دَخَلَهُ الْغَرَرُ. لِأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ.

قَالَ مَالِكٌ: السُّنَّةُ فِي الْمُسَاقَاةِ عِنْدَنَا، أَنَّهَا تَكُونُ فِي أَصْلِ كُلِّ نَخْلٍ أَوْ كَرْمٍ أَوْ زَيْتُونٍ أَوْ رُمَّانٍ أَوْ فِرْسِكٍ. أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْأُصُولِ. جَائِزٌ لَا بَأْسَ بِهِ. عَلٰى أَنَّ لِرَبِّ الْمَالِ نِصْفَ الثَّمَرِ مِنْ ذٰلِكَ. أَوْ ثُلُثَهُ أَوْ رُبُعَهُ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ أَوْ أَقَلَّ.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْمُسَاقَاةُ أَيْضًا تَجُوزُ فِي الزَّرْعِ إِذَا خَرَجَ وَاسْتَقَلَّ. فَعَجَزَ صَاحِبُهُ عَنْ سَقْيِهِ وَعَمَلِهِ وَعِلَاجِهِ. فَالْمُسَاقَاةُ فِي ذٰلِكَ أَيْضًا جَائِزَةٌ.

قَالَ مَالِكٌ: لَا تَصْلُحُ الْمُسَاقَاةُ فِي شَيْءٍ مِنَ الْأُصُولِ مِمَّا تَحِلُّ فِيهِ الْمُسَاقَاةُ. إِذَا كَانَ فِيهِ ثَمَرٌ قَدْ طَابَ وَبَدَا صَلَاحُهُ وَحَلَّ بَيْعُهُ. وَإِنَّمَا يَنْبَغِي أَنْ يُسَاقِيَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ. وَإِنَّمَا مُسَاقَاةُ مَا حَلَّ بَيْعُهُ مِنَ الثِّمَارِ إِجَارَةٌ. لِأَنَّهُ إِنَّمَا سَاقٰى صَاحِبَ الْأَصْلِ ثَمَرًا قَدْ بَدَا صَلَاحُهُ. عَلٰى أَنْ يَكْفِيَهُ إِيَّاهُ وَيَجُدَّهُ لَهُ. بِمَنْزِلَةِ الدَّنَانِيرِ وَالدَّرَاهِمِ يُعْطِيهِ إِيَّاهَا. وَلَيْسَ ذٰلِكَ بِالْمُسَاقَاةِ. إِنَّمَا الْمُسَاقَاةُ مَا بَيْنَ أَنْ يَجُدَّ النَّخْلَ إِلٰى أَنْ يَطِيبَ الثَّمَرُ وَيَحِلَّ بَيْعُهُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَمَنْ سَاقٰى ثَمَرًا فِي أَصْلٍ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهُ وَيَحِلَّ بَيْعُهُ، فَتِلْكَ الْمُسَاقَاةُ بِعَيْنِهَا جَائِزَةٌ.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا يَنْبَغِي أَنْ تُسَاقَى الْأَرْضُ الْبَيْضَاءُ. وَذٰلِكَ أَنَّهُ يَحِلُّ لِصَاحِبِهَا كِرَاؤُهَا بِالدَّنَانِيرِ وَالدَّرَاهِمِ. وَمَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْأَثْمَانِ الْمَعْلُومَةِ.

قَالَ: فَأَمَّا الرَّجُلُ الَّذِي يُعْطِي أَرْضَهُ الْبَيْضَاءَ بِالثُّلُثِ أَوِ الرُّبُعِ مِمَّا يَخْرُجُ مِنْهَا. فَذٰلِكَ مِمَّا يَدْخُلُهُ الْغَرَرُ. لِأَنَّ الزَّرْعَ يَقِلُّ مَرَّةً وَيَكْثُرُ مَرَّةً. وَرُبَّمَا هَلَكَ رَأْسًا. فَيَكُونُ صَاحِبُ الْأَرْضِ

قَدْ تَرَكَ كِرَاءً مَعْلُومًا يَصْلُحُ لَهُ اَنْ يُكْرِيَ اَرْضَهُ بِهِ. وَاَخَذَ اَمْرًا غَرَرًا. لَا يَدْرِي اَيَتِمُّ اَمْ لَا؟ فَهٰذَا مَكْرُوهٌ. وَاِنَّمَا ذٰلِكَ مَثَلُ رَجُلٍ اسْتَاجَرَ اَجِيْرًا لِسَفَرٍ بِشَيْءٍ مَعْلُوْمٍ. ثُمَّ قَالَ الَّذِي اسْتَاجَرَ الْاَجِيْرَ: هَلْ لَكَ اَنْ اُعْطِيَكَ عُشْرَ مَا اَرْبَحُ فِي سَفَرِي هٰذَا اِجَارَةً لَكَ؟ فَهٰذَا لَا يَحِلُّ وَلَا يَنْبَغِي.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا يَنْبَغِي لِرَجُلٍ اَنْ يُؤَاجِرَ نَفْسَهُ وَلَا اَرْضَهُ وَلَا سَفِيْنَتَهُ اِلَّا بِشَيْءٍ مَعْلُوْمٍ لَا يَزُولُ اِلٰى غَيْرِهِ.

قَالَ مَالِكٌ، وَاِنَّمَا فَرَّقَ بَيْنَ الْمُسَاقَاةِ فِي النَّخْلِ وَالْاَرْضِ الْبَيْضَاءِ، اَنَّ صَاحِبَ النَّخْلِ لَا يَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يَبِيْعَ ثَمَرَهَا حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ. وَصَاحِبُ الْاَرْضِ يُكْرِيْهَا وَهِيَ اَرْضٌ بَيْضَاءُ لَا شَيْءَ فِيْهَا.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْاَمْرُ عِنْدَنَا فِي النَّخْلِ اَيْضًا اِنَّهَا تُسَاقٰى السِّنِيْنَ الثَّلَاثَ وَالْاَرْبَعَ وَاَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ وَاَكْثَرَ.

قَالَ: وَذٰلِكَ الَّذِي سَمِعْتُ. وَكُلُّ شَيْءٍ مِثْلُ ذٰلِكَ مِنَ الْاُصُوْلِ بِمَنْزِلَةِ النَّخْلِ. يَجُوزُ فِيْهِ لِمَنْ سَاقٰى مِنَ السِّنِيْنَ مِثْلُ مَا يَجُوْزُ فِي النَّخْلِ.

قَالَ مَالِكٌ فِي الْمُسَاقِي: اِنَّهُ لَا يَاْخُذُ مِنْ صَاحِبِهِ الَّذِي سَاقَاهُ شَيْئًا مِنْ ذَهَبٍ وَلَا وَرِقٍ يَزْدَادُهُ وَلَا طَعَامٍ وَلَا شَيْئًا مِنَ الْاَشْيَاءِ. لَا يَصْلُحُ ذٰلِكَ. وَلَا يَنْبَغِي اَنْ يَاْخُذَ الْمُسَاقِي مِنْ رَبِّ الْحَائِطِ شَيْئًا يَزِيْدُهُ اِيَّاهُ، مِنْ ذَهَبٍ وَلَا وَرِقٍ وَلَا طَعَامٍ وَلَا شَيْءٍ مِنَ الْاَشْيَاءِ. وَالزِّيَادَةُ فِيْمَا بَيْنَهُمَا لَا تَصْلُحُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْمُقَارِضُ اَيْضًا بِهٰذِهِ الْمَنْزِلَةِ لَا يَصْلُحُ. اِذَا دَخَلَتِ الزِّيَادَةُ فِي الْمُسَاقَاةِ اَوِ الْمُقَارَضَةِ صَارَتْ اِجَارَةً. وَمَا دَخَلَتْهُ الْاِجَارَةُ فَاِنَّهُ لَا يَصْلُحُ. وَلَا يَنْبَغِي اَنْ تَقَعَ الْاِجَارَةُ بِاَمْرٍ غَرَرٍ. لَا يَدْرِي اَيَكُوْنُ اَمْ لَا يَكُوْنُ. اَوْ يَقِلُّ اَوْ يَكْثُرُ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يُسَاقِي الرَّجُلَ الْأَرْضَ فِيهَا النَّخْلُ وَالْكَرْمُ أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْأُصُولِ فَيَكُونُ فِيهَا الْأَرْضُ الْبَيْضَاءُ۔

قَالَ مَالِكٌ، إِذَا كَانَ الْبَيَاضُ تَبَعًا لِلْأَصْلِ۔ وَكَانَ الْأَصْلُ أَعْظَمَ ذٰلِكَ أَوْ أَكْثَرَهُ۔ فَلَا بَأْسَ بِمُسَاقَاتِهِ۔ وَذٰلِكَ أَنْ يَكُونَ النَّخْلُ الثُّلُثَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ۔ وَيَكُونَ الْبَيَاضُ الثُّلُثَ أَوْ أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ۔ وَذٰلِكَ أَنَّ الْبَيَاضَ حِينَئِذٍ تَبَعٌ لِلْأَصْلِ۔ وَإِذَا كَانَتِ الْأَرْضُ الْبَيْضَاءُ فِيهَا نَخْلٌ أَوْ كَرْمٌ أَوْ مَا يُشْبِهُهُ ذٰلِكَ مِنَ الْأُصُولِ۔ فَكَانَ الْأَصْلُ الثُّلُثَ أَوْ أَقَلَّ۔ وَالْبَيَاضُ الثُّلُثَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ۔ جَازَ، فِي ذٰلِكَ الْكِرَاءُ وَحَرُمَتْ فِيهِ الْمُسَاقَاةُ۔ وَذٰلِكَ أَنَّ أَمْرَ النَّاسِ أَنْ يُسَاقُوا الْأَصْلَ وَفِيهِ الْبَيَاضُ وَتُكْرَى الْأَرْضُ وَفِيهَا الشَّيْءُ الْيَسِيرُ مِنَ الْأَصْلِ۔ أَوْ يُبَاعَ الْمُصْحَفُ أَوِ السَّيْفُ وَفِيهِمَا الْحِلْيَةُ مِنَ الْوَرِقِ بِالْوَرِقِ۔ أَوِ الْقِلَادَةُ أَوِ الْخَاتَمُ وَفِيهِمَا الْفُصُوصُ وَالذَّهَبُ بِالدَّنَانِيرِ۔ وَلَمْ تَزَلْ هٰذِهِ الْبُيُوعُ جَائِزَةً يَتَبَايَعُهَا النَّاسُ وَيَبْتَاعُونَهَا۔ وَلَمْ يَأْتِ فِي ذٰلِكَ شَيْءٌ مَوْصُوفٌ مَوْقُوفٌ عَلَيْهِ۔ إِذَا هُوَ بَلَغَهُ كَانَ حَرَامًا۔ أَوْ قَصُرَ عَنْهُ كَانَ حَلَالًا۔ وَالْأَمْرُ فِي ذٰلِكَ عِنْدَنَا الَّذِي عَمِلَ بِهِ النَّاسُ وَأَجَازُوهُ بَيْنَهُمْ، أَنَّهُ إِذَا كَانَ الشَّيْءُ مِنْ ذٰلِكَ الْوَرِقِ أَوِ الذَّهَبِ تَبَعًا لِمَا هُوَ فِيهِ، جَازَ بَيْعُهُ۔ وَذٰلِكَ أَنْ يَكُونَ النَّصْلُ أَوِ الْمُصْحَفُ أَوِ الْفُصُوصُ، قِيمَتُهُ الثُّلُثَانِ أَوْ أَكْثَرُ۔ وَالْحِلْيَةُ قِيمَتُهَا الثُّلُثُ أَوْ أَقَلُّ۔

ترجمہ: سلیمان بن یسارؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن رواحہؓ کو خیبر کی طرف بھیجتے تھے۔ پس وہ اپنے اور یہودِ خیبر کے درمیان خرص (اندازہ) کرتے تھے۔ سلیمانؒ نے کہا کہ انہوں نے اپنی عورتوں کے زیور اس کے لیے جمع کئے اور کہا کہ یہ تمہارے لیے ہیں: تاکہ ہم سے تخفیف کرو اور تقسیم میں درگزر سے کام لو۔ عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا، اے یہود کی جماعت! واللہ تم لوگ مجھے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے ناپسند ہو، مگر اس کے باوجود میں تم پر ظلم نہ کروں گا۔ اور جو رشوت تم نے پیش کی ہے یہ حرام ہے۔ ہم اسے نہیں کھاتے۔ انہوں نے کہا کہ اسی عدل و تقویٰ پر کائنات قائم ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ آدمی کھجور کے درختوں پر مساقات کرے اور ان میں سفیدہ (خالی زمین) ہے۔ پس جتنی زمین اس شخص نے اس زمین میں سے کاشت کی، وہ اس کی ہے۔ اور اگر زمین والے نے شرط کی کہ وہ اس سفید زمین میں اپنے لئے خود کاشت کرے گا تو یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جو شخص مال میں کام کر رہا ہے وہ مالک کے لئے پانی سینچے گا۔ اور یہ زیادتی ہے۔ جو اس مالک نے اس پر

بڑھائی ہے۔ لیکن اگر ان میں شرط ہو کہ کھیتی بھی نصفا نصف ان میں تقسیم ہوگی تو اس میں کوئی حرج نہیں، جب کہ اخراجات کا سارا بوجھ اس عامل پر ہو۔ بیج بھی، پانی بھی اور سارا کام کاج بھی۔ اور اگر عامل نے مالک پر شرط لگائی کہ بیج تیرا ہوگا تو یہ جائز نہیں کیونکہ اس نے مال کے مالک پر ایک زائد شرط لگائی۔ مساقات تو اس پر ہوتی ہے کہ مال میں داخل ہونے والے پر سارا بوجھ اور سارا خرچ ہوگا اور مال کے مالک پر اس میں سے کچھ نہ ہوگا۔ پس یہی ہے مساقات کا معروف طریقہ۔ (اس سے پتہ چلا کہ مساقات دراصل درختوں پر اور اس کی تبعیت میں خالی سفید زمین پر ہوتی ہے اور مالک اور عامل طے کریں گے کہ دونوں کا حصہ کتنا کتنا ہے۔ جمہور کا مذہب یہی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر پانی کا چشمہ دو آدمیوں میں مشترک ہو، پھر اس کا پانی بند ہو جائے۔ ان میں سے ایک چاہے کہ چشمے پر کام کرے اور دوسرا یہ عذر کرے کہ میرے پاس کچھ نہیں تو کام کرنے والے سے کہا جائے گا کہ تو کام کر اور خرچ کر اور پانی سارا تیرا ہوگا جو تو استعمال کرے گا۔ جب تک کہ تیرا ساتھی نصف خرچہ نہ لائے گا۔ جب وہ نصف خرچ لے آئے تو اپنا پانی میں سے حصہ لے گا۔ مالکؒ نے کہا کہ پہلے شخص کو سارا پانی اس لئے دیا گیا ہے کہ اس نے خرچ کیا ہے اور اگر وہ اپنے عمل سے کچھ نہ پاتا تو دوسرے پر کوئی حرج نہ ڈالا جاتا۔

مالکؒ نے کہا کہ جب سارا خرچ اور بوجھ باغ کے مالک پر ہو اور عامل پر کچھ نہ ہو مگر یہ کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرے تو وہ کچھ پھل کے عوض میں مزدور ہے۔ یہ جائز نہیں۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کی مزدوری کتنی ہے۔ جب اس کے لئے کوئی متعین چیز نہیں ہے جو اسے معلوم ہو اور اس کے بدلے میں کام کرے تو کیا معلوم مزدوری کم ہوگی یا زیادہ ہوگی۔ (پس اجرت کی جہالت کے باعث یہ ایک مجہول اور فاسد اجارہ ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہر قراض یا مساقات میں کام کرنے والے کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ مال میں یا درختوں میں سے اپنے ساتھی کے علاوہ کوئی چیز مستثنیٰ کرے، یہ اس لئے کہ اس سے وہ اجیر بن جائے گا۔ مثلاً وہ کہے کہ (یعنی مالک کہے کہ) میں تجھ سے مساقات کراتا ہوں اس شرط پر کہ تو میرے اتنے درختوں میں کام کرے۔ انہیں پانی دے اور پیوند کرے۔ اور میں تجھے اتنے مال میں مضارب مقرر کرتا ہوں اور دس دینار کی مضاربت کا نفع خالص میرے لئے ہوگا۔ یہ جائز نہیں ہے۔ اور اس کا غیر صحیح ہونا ہمارے ہاں مسلّم ہے۔ (ابن رشدؒ نے لکھا ہے کہ فقہا کے اس معاملہ کے ناجائز ہونے پر اتفاق ہے۔ کیونکہ اس میں جو استثنا ہے وہ اسے فاسد کرتا ہے کہ اس کا نفع ایک فریق کے ساتھ خاص ہو گیا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ باغ کے مالک کے لئے جو مساقات جائز ہے اس کا معروف طریقہ یہ ہے کہ مالک مساقات کا کام کرنے والے پر یہ شرط لگائے کہ وہ دیواروں کے اوپر کے جھنگلے مضبوط کرے، چشمے کو پاک صاف کرے۔ حوض درست کرے، پودوں کو پیوند کرے۔ شاخیں کاٹے، پھل اتارے وغیرہ وغیرہ۔ اسی قسم کا کام کرے۔ اور عامل کو نصف یا کم و بیش پھل ملے گا۔ جس پر وہ دونوں راضی ہو جائیں لیکن باغ کا مالک یہ شرط نہ لگائے کہ عامل کوئی نیا کام کرے گا۔ مثلاً کنوآں کھودنا۔ چشمے کے اردگرد اونچا حوض تعمیر کرنا جس میں بہت خرچ اٹھے۔ (یعنی معمولی اصلاح تو وہ کرے گا مگر اتنے بڑے اخراجات برداشت نہ کرے گا۔)

مالکؒ نے کہا کہ اس کی مثال تو یوں ہے کہ جیسے باغ والا کسی شخص سے کہے کہ یہاں پر ایک مکان بنا دے یا میرے لئے ایک کنوآں کھود دے یا کوئی نہر جاری کر دے۔ یا باغ کا پھل پکنے سے پہلے اور اس کی بیع جائز ہونے سے پہلے میرے لئے فلاں کام باغ کے پھل کے نصف پر کر دو۔ پس یہ پھل کی صلاحیت ظاہر ہونے سے قبل اس کی بیع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر پھل کی صلاحیت ظاہر ہوگئی اور اس کی بیع حلال ہوگئی ۔ پھر کوئی دوسرے سے ان کاموں میں سے کوئی متعین کام باغ کے نصف پھل کے عوض کرنے کو کہے تو اس میں حرج نہیں ہے ۔ کیونکہ اس نے دوسرے کو ایک معروف و معلوم چیز کے عوض کام کرنے کو کہا اور اس نے اس اُجرت کو دیکھ لیا ۔ اور اس پر راضی ہوگیا ۔ مالکؒ نے کہا کہ مساقات کی صورت میں اگر باغ میں پھل نہ آئے یا تھوڑا پھل ہو ۔ یا خراب ہوجائے تو اس کے لئے بس یہی ہے ۔ (اور اجارے کا حال یہ نہیں ہے) اجیر تو ایک مقررہ متعین چیز پر مزدوری کرتا ہے ۔ اس کے سوا اجارہ جائز نہیں ۔ کیونکہ اجارہ ایک قسم کی بیع ہے ۔ خریدنے والا اجیر کا عمل خریدتا ہے جب اس میں دھوکا داخل ہوجائے تو جائز نہیں ۔ کیونکہ رسول اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا ہے ۔ (پس مساقات کو اجارے پر قیاس نہیں کرسکتے ۔)

مالکؒ نے کہا کہ مساقات میں ہمارے معروف طریقہ یہ ہے کہ وہ درختوں میں ہوتی ہے جیسے انگور ، کھجور ، زیتون ، انجیر ، انار اور آڑو وغیرہ ۔ ان میں مساقات جائز ہے ، اس شرط پر کہ مالک کے لئے نصف یا ثلث یا ربع یا اس سے کم وبیش ہوگا ۔

مالک نے کہا کہ مساقات کھیتی میں بھی جائز ہے جب کہ وہ اُگ آئے اور مضبوط ہوجائے اور مالک اسے پانی دینے ، اس پر محنت کرنے پر اور اس کی خدمت سے عاجز ہو ۔ تو اس میں بھی مساقات جائز ہے ۔ (جمہور کے نزدیک عجز ۔ یا غیر عجز ۔ میں کوئی فرق نہیں ۔ مالکؒ نے اس میں فرق کیا ہے ۔)

مالکؒ نے کہا کہ جن درختوں میں مساقات جائز ہے ۔ ان میں اس وقت مساقات کرنا جائز نہیں جب کہ ان میں پھل آچکا ہو ٹھیک ہوچکا ہو ۔ اس کی صلاحیت ظاہر ہوچکی ہو ۔ اور بیع حلال ہوگئی ہو ۔ ان کی مساقات جائز ہوگی ۔ کیونکہ ان کی مساقات اجارہ ہے ۔ کیونکہ درخت والے نے اس وقت یہ مساقات کی ، جب کہ پھل کی صلاحیت ظاہر ہوچکی تھی ۔ گویا پھل کٹوانا اور باقی عمل کروانا مطلوب تھا سو اس کی مثال یوں ہے کہ مالک نے دینار و درہم دے کر معاملہ کیا ۔ پس یہ مساقات نہیں ۔ مساقات تو پہلا پھل اتار لئے جانے اور دوسرا پھل ٹھیک ہونے اور اس کی بیع جائز ہونے کی مدت کے درمیان میں ہے ۔

مالکؒ نے کہا کہ جس نے پھل کی صلاحیت ظاہر ہونے اور اس کی بیع حلال ہونے سے پہلے کسی درخت کے پھل میں مساقات کی تو یہ بھی بالکل مساقات ہی ہے اور جائز ہے ۔ (یعنی مساقات کا جواز اس وقت ہے ، جب کہ پھل کا کچھ ایسا کام باقی ہو جس سے ان کی اصلاح ہو اور ان میں اضافہ ہو ۔)

مالکؒ نے کہا کہ سفید زمین کی مساقات جائز نہیں ، کیونکہ اس کے مالک کے لئے درہم و دینار وغیرہ کی صورت میں اس کا کرایہ لینا جائز ہے ۔ اور جو آدمی اپنی سفید زمین کو ثلث یا رُبع پر دیتا ہے تو اس میں غرر داخل ہوجائے گا ۔ کیونکہ کھیتی کبھی کم ہوگی اور کبھی زیادہ اور ہوسکتا ہے کبھی بالکل ہی ہلاک ہوجائے تو گویا زمین والے نے زمین کا جائز کرایہ چھوڑ کر ایسا معاملہ کیا جس میں دھوکا ہے ۔ کیا پتہ تمام ہو یا نہ ہو ۔ پس یہ مکروہ ہے اور اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے ایک آدمی دوسرے کو متعین اُجرت پر سفر کے لئے اجیر مقرر کرے پھر اس سے کہے کہ کیا تجھے یہ منظور ہے کہ اُجرت کی بجائے اپنے سفر میں حاصل ہونے والے نفع کا دسواں حصہ دے دوں ؟ پس یہ جائز اور حلال نہیں ہے ۔ (کسی کی اُجرت مجہول ہے اسے کسی نے جائز نہیں کہا ۔)

مالکؒ نے کہا کہ کسی آدمی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے آپ کو یا اپنی زمین کو یا اپنے جہاز کو اجرت پر دے ، جب تک کہ اجرت معلوم و متعین نہ ہو اور بعد میں کم وبیش نہ ہوسکے ۔ (یہی جمہور کا مذہب ہے ۔)

مالکؒ نے کہا کہ درختوں اور سفید زمین کے اندر مساقات کرنے میں فرق یہ ہے کہ درختوں والا ان کے پھل نہیں بیچ سکتا جب

تک کہ ان کی صلاحیت ظاہر نہ ہو جائے اور زمین والا اس کو اس وقت کرائے پر دیتا ہے جب وہ سفید ہو اور اس میں کچھ بھی نہ ہو۔ زمین کے نصف، ربع یا ثلث پر دینا ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ جس پر ہم نے فضل المعبود میں مفصل بحث کی ہے۔ بہت سے صحابہ و تابعین اور ائمہ فقہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ ائمہ حنفیہ میں سے ابو یوسف؄ اور محمد بن الحسن؄ اس کے جواز کے قائل ہیں اور ان کی دلیل خیبر کی زمین اور باغوں کا معاملہ ہے کہ حضورؐ نے انہیں بٹائی پر دیا تھا۔ اس صورت میں نہی کو تنزیہہ پر محمول کیا جائے گا۔ رافع بن خدیج؄ کی روایت میں نہی وارد ہے۔ اس پر کچھ گفتگو اوپر ہو چکی ہے۔ امام ابو حنیفہ؄ اور مالک؄ اس کے خلاف ہیں۔)

مالک؄ نے کہا کہ ہمارے نزدیک درختوں میں بھی معمول ہے کہ انہیں کئی سال مثلاً دو، تین، چار یا کم و بیش کے لئے مساقات پر دیا جا سکتا ہے اور میں نے اس میں یہی اہل علم سے سنا ہے اور تمام درختوں میں کھجور کی مانند کئی سال کی مساقات جائز ہے۔ اکثر فقہاء کا مذہب یہی ہے اور اس کی دلیل وہی خیبر والا معاملہ ہے۔ حنفیہ کا فتویٰ مساقات کے علاوہ مزارعت میں بھی جواز کا ہے۔)

مالک؄ نے مساقات کے متعلق کہا کہ اس کے فریقین میں سے کوئی دوسرے کی نسبت زیادہ سونا چاندی اپنے لئے لینے کی شرط نہیں کر سکتا۔ یہ جائز نہیں ہے۔ دونوں کا حصہ متعین ہو گا۔ اور مالک یا عامل کچھ خصوصی اضافہ نہیں لے سکتا۔ (اس مسئلہ پر اجماع منقول ہے۔)

مالک نے کہا کہ مضاربت کا بھی یہی اصول ہے۔ اس میں بھی مساقات کی مانند کسی فریق کے لئے کوئی اضافہ مقرر کرنا جائز نہیں۔ ورنہ وہ اجارہ ہو جائے گا۔ اور اجارے میں کوئی مجہول چیز داخل کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ حاصل ہونے والی چیز کا علم نہیں کہ کتنی نکلے گی نکلے گی بھی یا نہیں، کم ہو گی یا زیادہ ہو گی۔

مالک نے کہا کہ جب کوئی آدمی دوسرے کے ساتھ زمین کی مساقات کرے جس میں درخت ہوں۔ مثلاً کھجور یا انگور وغیرہ۔ اور اس میں سفید زمین بھی ہو۔ مالک؄ نے کہا کہ جب زمین درختوں کے تابع ہو۔ درخت زیادہ ہوں یا زیادہ جگہ پر لگے ہوئے ہوں۔ تو اس کی مساقات میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور وہ اس طرح کہ درخت $\frac{2}{3}$ یا زیادہ ہوں اور سفید زمین $\frac{1}{3}$ یا اس سے کم ہو کیونکہ اس صورت میں سفید زمین درختوں کے تابع ہوتی ہے۔ (مقام خیبر کی زمین اور درختوں کے بارے میں امام مالک؄ کا موقف یہی ہے کہ وہاں درختوں کی کثرت تھی۔ وہ زیادہ زمین کو محیط تھے۔ اور سفید زمین کم تھی۔ لہٰذا دونوں میں مساقات کی گئی۔ مگر حنفیہ کے نزدیک کثرت و قلت کا سوال نہیں ہے۔ درخت مع زمین، درخت محض یا محض زمین میں مساقات جائز ہے۔)

مالک؄ نے کہا کہ جب سفید زمین میں کھجور یا انگور وغیرہ درخت ہوں۔ درختوں کی مقدار $\frac{1}{3}$ اور زمین کی مقدار $\frac{2}{3}$ یا زیادہ ہو تو اس میں کرایہ یعنی مزارعت جائز ہو گی۔ (اور درخت زمین کے تابع ہوں گے۔) اور مساقات حرام ہو گی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں یہ امر معروف ہے کہ درختوں میں مساقات کریں اور زمین ان کے تابع ہو اور زمین میں مزارعت کریں۔ اور اس میں تھوڑے سے درخت ہوں جو زمین کے تابع ہوں۔ یا مصحف یا تلوار کی بیع کی جائے چاندی کے ساتھ۔ حالانکہ ان میں کچھ چاندی لگی ہو یا ہار یا انگوٹھی کی بیع کریں اور ان میں نگ ہوں اور سونے کی بیع دیناروں سے ہو۔ اور یہ بیوع برابر جائز رہی ہیں۔ لوگ انہیں کرتے رہے ہیں۔ اور ان میں کوئی موصوف حکم (کتاب و سنت کا) نہیں آیا، جس پر مدار ہو کہ فلاں مقدار تک ہو تو حرام ہے اور اس سے کم ہو تو حلال ہے۔ اور ہمارے نزدیک لوگوں کا معمول جسے وہ باہم جائز اور جاری رکھتے ہیں، یہی ہے کہ جب ان میں سے کسی چیز میں سونا یا چاندی ہو اور وہ اصل چیز کے تابع ہو تو اس کی بیع جائز ہے۔ وہ اس طرح کہ مثلاً تلوار کی ہتھی یا مصحف یا نگینے کی قیمت $\frac{2}{3}$ ہو یا زیادہ ہو۔ اور اس میں جو سونا چاندی ہو، اس کی قیمت $\frac{1}{3}$ یا اس سے بھی کم ہو تو جائز ہے۔ (یہ مسئلہ بیوع میں گزر چکا ہے اور اکثر علماء بشمول ائمہ حنفیہ کے نزدیک یہ جائز ہے۔

بشرطیکہ مفرد سونا چاندی دوسری چیزوں میں لگے ہوئے سے زائد ہو۔)

۲۔ بَابُ الشَّرْطِ فِي الرَّقِيقِ فِي الْمُسَاقَاتِ

مساقات میں مالک کے غلاموں کی شرط کا بیان

علامہ ابن رشدؒ نے لکھا ہے کہ جو چار پائے اور غلام باغ کے اندر پہلے سے موجود ہوں، جب مساقات منعقد ہوگی تو ان کے استعمال پر عامل کا حق نہیں ہے۔ اگر عامل شرط لگائے تو مالک اسے تسلیم کرسکتا ہے اور یہ جائز ہے امام مالکؒ کے نزدیک۔ امام شافعیؒ نے کہا غلام وغیرہ خواہ باغ میں پہلے سے موجود ہوں یا نہ ہوں، عامل ان کی شرط لگا سکتا ہے۔ محمد بن الحسنؒ نے فرمایا کہ عامل تو مالک پر یہ شرط نہیں لگا سکتا۔ مگر مالک اپنے مال کی حفاظت اور اپنے مفاد کی نگرانی کی خاطر یہ شرط لگا سکتا ہے کہ میرا غلام یہاں تمہارے ساتھ کام کرے گا۔

۱۳۹۱ قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ: إِنَّ أَحْسَنَ مَا سُمِعَ فِي عُمَّالِ الرَّقِيقِ فِي الْمُسَاقَاةِ، يَشْتَرِطُهُمُ الْمُسَاقِي عَلٰى صَاحِبِ الْأَصْلِ: إِنَّهُ لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ۔ لِأَنَّهُمْ عُمَّالُ الْمَالِ۔ فَهُمْ بِمَنْزِلَةِ الْمَالِ۔ لَا مَنْفَعَةَ فِيهِمْ لِلدَّاخِلِ إِلَّا أَنَّهُ تَخِفُّ عَنْهُ بِهِمُ الْمُؤْنَةُ۔ وَإِنْ لَمْ يَكُونُوا فِي الْمَالِ اشْتَدَّتْ مُؤْنَتُهُ۔ وَإِنَّمَا ذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ الْمُسَاقَاةِ فِي الْعَيْنِ وَالنَّضْحِ۔ وَلَنْ تَجِدَ أَحَدًا يُسَاقِي فِي أَرْضَيْنِ سَوَاءٍ فِي الْأَصْلِ وَالْمَنْفَعَةِ۔ إِحْدَاهُمَا بِعَيْنٍ وَاثِنَةٍ غَزِيرَةٍ۔ وَالْأُخْرٰى بِنَضْحٍ عَلٰى شَيْءٍ وَاحِدٍ۔ لِخِفَّةِ مُؤْنَةِ الْعَيْنِ۔ وَشِدَّةِ مُؤْنَةِ النَّضْحِ۔ قَالَ: وَعَلٰى ذٰلِكَ، الْأَمْرُ عِنْدَنَا۔

قَالَ: وَالْوَاثِنَةُ، الثَّابِتُ مَاؤُهَا، الَّتِي لَا تَغُورُ وَلَا تَنْقَطِعُ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَيْسَ لِلْمُسَاقِي أَنْ يَعْمَلَ بِعُمَّالِ الْمَالِ فِي غَيْرِهِ۔ وَلَا أَنْ يَشْتَرِطَ ذٰلِكَ عَلَى الَّذِي سَاقَاهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا يَجُوزُ لِلَّذِي سَاقٰى أَنْ يَشْتَرِطَ عَلٰى رَبِّ الْمَالِ رَقِيقًا يَعْمَلُ بِهِمْ فِي الْحَائِطِ لَيْسُوا فِيهِ حِينَ سَاقَاهُ إِيَّاهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا يَنْبَغِي لِرَبِّ الْمَالِ أَنْ يَشْتَرِطَ عَلَى الَّذِي دَخَلَ فِي مَالِهِ بِمُسَاقَاةٍ، أَنْ يَأْخُذَ مِنْ رَقِيقِ الْمَالِ أَحَدًا يُخْرِجُهُ مِنَ الْمَالِ۔ وَإِنَّمَا مُسَاقَاةُ الْمَالِ عَلٰى حَالِهِ الَّذِي هُوَ عَلَيْهِ۔

قَالَ فَإِنْ كَانَ صَاحِبُ الْمَالِ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَ مِنْ رَقِيقِ الْمَالِ أَحَدًا، فَلْيُخْرِجْهُ قَبْلَ الْمُسَاقَاةِ۔

أَوْ يُرِيدُ أَنْ يُدْخِلَ فِيهِ أَحَدًا، فَلْيَفْعَلْ ذٰلِكَ قَبْلَ الْمُسَاقَاةِ. ثُمَّ لِيُسَاقِ بَعْدَ ذٰلِكَ إِنْ شَاءَ.

قَالَ وَمَنْ مَاتَ مِنَ الرَّقِيقِ أَوْ غَابَ أَوْ مَرِضَ، فَعَلَى رَبِّ الْمَالِ أَنْ يُخْلِفَهُ.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ مساقات میں غلاموں کے کام کے متعلق عامل جو شرط مالک پر لگائے، اس کے متعلق احسن بات جو علماء سے سُنی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں حرج نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مزدور ہیں۔ اس مال پر پہلے سے موجود تھے۔ اور عامل کی اس میں کوئی ذاتی غرض اور فائدہ نہیں ہے۔ ہاں ان کے باعث اس کی محنت ہلکی ہو جاتی ہے۔ اگر وہ نہ ہوں تو اس کی محنت سخت ہو جاتی ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ باغ میں چشمہ ہو یا پھر پانی سینچ کر دینا پڑے۔ (پہلی صورت میں محنت کم اور دوسری میں زیادہ ہے۔) اور تم کسی کو ہرگز نہ پاؤ گے جو دو زمینوں میں مساقات کرے کہ ان کے درخت اور منفعت برابر ہوں۔ ایک میں تو دائمی چشمہ ہو، جس کا پانی بہت ہو۔ اور دوسری میں پانی ڈھو کر ڈالا جاتا ہے اور وہ شخص ایک جیسی رقم پر ان میں مساقات کرے۔ کیونکہ چشمے کی محنت کم اور پانی ڈھونے کی محنت زیادہ ہوگی۔ مالک نے کہا کہ ہمارے ہاں یہی معمول ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ والثقہ کا معنی ہے کہ جس کا پانی دائمی ہو۔ نہ کم نہ بند ہو۔

مالکؒ نے کہا کہ مساقات کے عامل کے لئے جائز نہیں کہ مال کے مزدوروں سے دوسری جگہ کام لے اور نہ اس شخص سے اس کی شرط رکھے، جس کے ساتھ اس نے مساقات کی ہو۔

مالکؒ نے کہا کہ مساقات کرنے والے کے لئے یہ جائز نہیں کہ مال کے مالک سے غلاموں کی شرط لگائے جن سے وہ باغ میں کام لے بشرطیکہ جس وقت مساقات کی ہو، اس وقت وہ باغ میں کام نہ کرتے ہوں۔

مال والے نے کہا کہ مال والے کے لئے یہ جائز نہیں کہ عامل جو اس کے مال میں مساقات کے لئے آئے، اس سے یہ شرط کرے کہ مال کے غلاموں میں سے کسی کو مال سے باہر نکالے۔ مال کی مساقات اسی حال پر ہوگی جس پر وہ پہلے تھا۔

مالکؒ نے کہا کہ باغ کا مالک اگر مال کے غلاموں میں سے کسی کو اس سے نکالنا چاہے تو نکال دے یا کسی کو اس میں داخل کرنا چاہے تو عقدِ مساقات سے پہلے ایسا کرے۔ پھر اس کے بعد اگر چاہے تو مساقات کرے۔ مالک نے کہا کہ جو غلام مر جائے، یا بیمار ہو جائے تو مال کے مالک کو اس کی جگہ اور مقرر کرنا ضروری ہے۔

كِتَابُ كِرَاءِ الْأَرْضِ

کراءِ الارض سے مراد مزارعت ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس زمین سے حاصل ہونے والی فصل کے حصّے (نصف، ثلث ربع) پر اسے کرائے پر دینا مخابرت ہے جس کی ممانعت حدیث میں وارد ہے۔ جمہور علماء بشمول ابویوسف و محمد بن الحسنؒ زمین کو بٹائی پر دینا جائز رکھتے تھے۔ اگر زمین کو سونے چاندی (یعنی نقدی اور رائج الوقت سکّے) کے عوض مزارعت پر دیا جائے تو اکثر علماء کے نزدیک جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے۔ اس مسئلہ میں اختلاف کا باعث دراصل احادیث و آثار کا اختلاف ہے۔

۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي كِرَاءِ الْأَرْضِ

زمین کو کرائے پر دینے کا باب

۱۴۲۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ۔ قَالَ حَنْظَلَةُ: فَسَأَلْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ، بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ؟ فَقَالَ: أَمَّا بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ فَلَا بَأْسَ بِهٖ۔

ترجمہ: رافع بن خدیجؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کے کرائے سے منع فرمایا۔ حنظلہؒ راوی نے کہا کہ میں نے رافع بن خدیج سے پوچھا کہ سونے چاندی کے عوض کرائے پر دینے کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا کہ سونے چاندی کے عوض کوئی حرج نہیں ہے۔ (موطائے امام محمدؒ میں یہ حدیث بَابُ الْمُعَاوَمَةِ وَالْمُزَارَعَةِ الخ میں مروی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی ہمارا مختار ہے زمین کی مزارعت میں سونے چاندی کے عوض اور گندم کے معلوم ناپ اور قسم کے عوض جائز ہے۔ جب کہ یہ شرط نہ ہو کہ یہ ناپ اس زمین سے حاصل ہونے والی گندم سے ہوگا۔ اگر اس زمین سے حاصل ہونے والے غلّے کے مقررہ ناپ کے عوض یہ معاملہ ہوا تو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے گندم کے عوض زمین کے کرائے کے متعلق سعید بن جبیرؒ سے پوچھا گیا جب کہ گندم کا ناپ مقرر کیا جائے (یعنی اس کی مقدار اتنی اور اتنی ہوگی)، پس سعیدؒ نے اس کی اجازت دی۔ اور کہا کہ یہ تو اسی طرح سے ہے جیسے کوئی مکان کرائے پر دیا جائے۔ خلاصہ یہ کہ دیگر علماء کی مانند

سب علما ائمہ حنفیہ مزارعت کی اس صورت کے قائل ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کا اختلاف بٹائی کی صورت میں ہے۔

۱۴۳۳۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ؟ فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهِ۔

ترجمہ: ابن شہابؒ نے کہا کہ میں نے سعید بن المسیب سے سونے چاندی پر زمین کے کرائے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں۔

۱۴۳۴۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ سَأَلَ سَالِمَ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ؟ فَقَالَ: لَا بَأْسَ بِهَا بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَقُلْتُ لَهُ: أَرَأَيْتَ الْحَدِيثَ الَّذِي يُذْكَرُ عَنْ رَافِعِ بْنِ خُدَيْجٍ؟ فَقَالَ: أَكْثَرَ رَافِعٌ۔ وَلَوْ كَانَ لِي مَزْرَعَةٌ أَكْرَيْتُهَا۔

ترجمہ: ابن شہابؒ نے سالمؒ بن عبداللہ بن عمرؓ سے کھیتوں کے کرائے کے متعلق پوچھا تو سالمؒ نے کہا کہ سونے چاندی کے عوض اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابن شہابؒ نے کہا کہ میں نے کہا کہ آپ کو رافع بن خدیج کی حدیث معلوم ہے جو اس سلسلے میں بیان کی جاتی ہے؟ سالمؒ نے کہا کہ رافع بن خدیج نے زیادتی کی ہے۔ اگر میرا کوئی کھیت ہوتا تو میں اس کا کرایہ حاصل کرتا۔

شرح: سالمؒ کا مطلب بقول حضرت شیخ الحدیث غالباً یہ ہے کہ ممانعت بٹائی پر دینے کی تھی۔ اور سونے چاندی پر دینے کا جواز خود رافعؓ سے مروی ہے۔ رافعؓ کی حدیث مطلق ممانعت پر دلالت کرتی ہے اور رافعؓ کی زیادتی ہے۔ اگر رافعؓ کا یہی قول تھا اور اس پر سالمؒ نے نکیر کی ہے تو بعینہٖ یہی قول ابو حنیفہ کا بھی ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا۔ حضورؐ نے خیبر کے یہود سے جو معاملہ کیا تھا۔ اس سے صراحتًہ بٹائی کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ احادیث کا تعارض دور کرنے کے لئے علما نے رافعؓ کی حدیث کی نہی کو تنزیہہ پر محمول کیا ہے۔

۱۴۳۵۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ تَكَارَى أَرْضًا۔ فَلَمْ تَزَلْ فِي يَدَيْهِ بِكِرَاءٍ حَتَّى مَاتَ۔ قَالَ ابْنُهُ: فَمَا كُنْتُ أُرَاهَا إِلَّا لَنَا، مِنْ طُولِ مَا مَكَثَتْ فِي يَدَيْهِ۔ حَتَّى ذَكَرَهَا لَنَا عِنْدَ مَوْتِهِ۔ فَأَمَرَنَا بِقَضَاءِ شَيْءٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنْ كِرَائِهَا۔ ذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عوفؓ نے ایک زمین کرائے پر لی اور وہ ان کی وفات تک ان کے قبضے میں رہی۔ ان کے بیٹے نے کہا کہ اس زمین پر طول کے باعث میں اسے اپنی ملکیت سمجھتا تھا۔ حتیٰ کہ عبدالرحمٰنؓ نے اپنی وفات کے وقت اس کا ذکر کیا اور ہمیں حکم دیا کہ کچھ سونا یا چاندی اس زمین کے حساب میں ان کے ذمہ تھا، اسے ادا کر دیا جائے۔

شرح: اس اثر سے معلوم ہوا کہ کئی سال کے کرائے پر بھی زمین کا لین دین درست ہے اور خیبر کے یہود کو حضورؐ کا یہ فرمان بھی یہی بتاتا ہے کہ ہم جب تک چاہیں گے تمہیں اس پر قائم رکھیں گے۔

۱۴۳۶۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ يُكْرِي أَرْضَهُ بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ۔

وَسُئِلَ مَالِكٌ عَنْ رَجُلٍ أَكْرَى مَزْرَعَتَهُ بِمِائَةِ صَاعٍ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ مِمَّا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنَ الْحِنْطَةِ أَوْ مِنْ غَيْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، فَكَرِهَ ذٰلِكَ۔

ترجمہ: عروہؒ اپنی زمین کو دینار و درہم کے عوض میں کرائے پر دیتے تھے۔

مالکؒ سے پوچھا گیا کہ کوئی آدمی اگر اپنے کھیت کو ایک سو صاع کھجور پر یا اس سے نکلنے والی گندم پر یا اس غلّے پر جو اس سے حاصل نہیں ہوتا، کرائے پر دے تو کیسا ہے۔ مالکؒ نے اسے ناپسند کیا۔ (اوپر موطائے امام محمدؒ کے حوالے سے گزرا کہ حنفی فقہا بشمول امام ابو حنیفہؒ اس صورت کو جائز ٹھہراتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کا اختلاف صرف بٹائی کی صورت میں ہے۔)

كِتَابُ الشُّفْعَةِ

المُوَفّق نے کہا کہ شفعہ خلافِ اصل ثابت ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مشتری کی رضا کے بغیر اس کی ملک کو اس سے چھینا جائے۔ اور اسے معاوضہ لینے پر مجبور کیا جائے۔ لیکن شرع نے اسے ثابت کیا ہے۔ مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ہمسائے کا حقِ شفعہ ثابت نہیں۔ حنفیہ اور سفیان ثوریؒ نے کہا کہ شفعہ شرکت کے ساتھ ہے۔ پھر راستے کی شرکت کے ساتھ اور ہمسائگی کے باعث۔ منقولہ چیزوں مثلاً حیوانات، کپڑوں، آلات۔ دستکاریوں، دکانوں کی روزمرّہ بکنے والی اشیا میں کوئی شفعہ نہیں۔ شفعہ والی چیزیں وہ ہیں جو خرید و فروخت سے منتقل ہوں۔ بلاعوض منتقل ہونے والی چیزیں مثلاً ہبہ، صدقہ یا وراثت سے دوسروں کو ملنے والی چیزوں میں کوئی شفعہ نہیں۔

۱۔ بَابُ مَا تَقَعُ فِيهِ الشُّفْعَةُ

جن چیزوں میں شفعہ واقع ہوتا ہے۔ اس کا باب

۷۳۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ۔ وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالشُّفْعَةِ فِيمَا لَمْ يُقْسَمْ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ۔ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ بَيْنَهُمْ، فَلَا شُفْعَةَ فِيهِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَعَلٰى ذٰلِكَ، السُّنَّةُ الَّتِي لَا اخْتِلَافَ فِيهَا عِنْدَنَا۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ اور ابوسلمہؒ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا جو شرکا میں تقسیم نہ ہوتی ہو۔ پس جب ان میں حدود واقع ہوگئیں تو ان میں کوئی شفعہ نہیں۔ (یہ حدیث مرسل ہے اور مالکؒ کے بعض روایت کرنے والوں نے اسے موصول بھی کیا ہے۔ بخاری میں یہ جابرؓ سے مروی ہے۔ امام محمدؒ نے اسے موطّا میں روایت کیا ہے۔) امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہی معمول ہے، جس میں کوئی اختلاف نہیں۔

ترجمہ: امام محمدؒ نے کہا کہ اس مضمون میں مختلف احادیث آئی ہیں۔ پس شریک شفعہ کا زیادہ حقدار ہے ہمسائے سے، ہمسایہ زیادہ حقدار ہے دوسروں سے۔ اور اس پر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِهٖ۔ اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ سقب کا معنیٰ شفعہ ہے۔ جیسا کہ ملّا علی القاری نے لکھا ہے۔

۱۴۳۸۔ قَالَ مَالِكٌ: إِنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ سُئِلَ عَنِ الشُّفْعَةِ، هَلْ فِيهَا مِنْ سُنَّةٍ؟ فَقَالَ: نَعَمْ. الشُّفْعَةُ فِي الدُّورِ وَالْأَرَضِينَ. وَلَا تَكُونُ إِلَّا بَيْنَ الشُّرَكَاءِ.

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے پوچھا گیا کہ شفعہ میں کوئی سُنت ثابت ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! شفعہ مکانوں اور زمینوں میں ہے اور صرف (جائداد کے) شریکوں میں ہوتا ہے۔ (بخاری، ابو داؤد اور ابن ماجہ وغیرہم کی حدیث اَلْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِهِ اس کے خلاف ہے۔)

۱۴۳۹۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ: أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، مِثْلُ ذٰلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ اشْتَرٰى شِقْصًا مَعَ قَوْمٍ فِي أَرْضٍ بِحَيَوَانٍ عَبْدٍ أَوْ وَلِيدَةٍ، أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْعُرُوضِ۔ فَجَاءَ الشَّرِيكُ يَأْخُذُ بِشُفْعَتِهِ بَعْدَ ذٰلِكَ۔ فَوَجَدَ الْعَبْدَ أَوِ الْوَلِيدَةَ قَدْ هَلَكَا۔ وَلَمْ يَعْلَمْ أَحَدٌ قَدْرَ قِيمَتِهِمَا۔ فَيَقُولُ الْمُشْتَرِي: قِيمَةُ الْعَبْدِ أَوِ الْوَلِيدَةِ مِائَةُ دِينَارٍ۔ وَيَقُولُ صَاحِبُ الشُّفْعَةِ الشَّرِيكُ: بَلْ قِيمَتُهُمَا خَمْسُونَ دِينَارًا۔

قَالَ مَالِكٌ: يَحْلِفُ الْمُشْتَرِي أَنَّ قِيمَةَ مَا اشْتَرٰى بِهِ مِائَةُ دِينَارٍ۔ ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَنْ يَأْخُذَ صَاحِبُ الشُّفْعَةِ، أَخَذَ أَوْ يَتْرُكَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَ الشَّفِيعُ بِبَيِّنَةٍ، أَنَّ قِيمَةَ الْعَبْدِ أَوِ الْوَلِيدَةِ دُونَ مَا قَالَ الْمُشْتَرِي۔

قَالَ مَالِكٌ: مَنْ وَهَبَ شِقْصًا فِي دَارٍ، أَوْ أَرْضٍ مُشْتَرَكَةٍ، فَأَثَابَهُ الْمَوْهُوبُ لَهُ بِهَا نَقْدًا أَوْ عَرْضًا۔ فَإِنَّ الشُّرَكَاءَ يَأْخُذُونَهَا بِالشُّفْعَةِ إِنْ شَاءُوا۔ وَيَدْفَعُونَ إِلَى الْمَوْهُوبِ لَهُ قِيمَةَ مَثُوبَتِهِ، دَنَانِيرَ أَوْ دَرَاهِمَ۔

قَالَ مَالِكٌ: مَنْ وَهَبَ هِبَةً فِي دَارٍ أَوْ أَرْضٍ مُشْتَرَكَةٍ۔ فَلَمْ يُثَبْ مِنْهَا۔ وَلَمْ يَطْلُبْهَا۔ فَأَرَادَ شَرِيكُهُ أَنْ يَأْخُذَهَا بِقِيمَتِهَا۔ فَلَيْسَ ذٰلِكَ لَهُ۔ مَا لَمْ يُثَبْ عَلَيْهَا۔ فَإِنْ أُثِيبَ، فَهُوَ لِلشَّفِيعِ بِقِيمَةِ الثَّوَابِ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ اشْتَرٰى شِقْصًا فِي أَرْضٍ مُشْتَرَكَةٍ۔ بِثَمَنٍ إِلَى أَجَلٍ۔ فَأَرَادَ الشَّرِيكُ

اَنْ يَّاْخُذَهَا بِالشُّفْعَةِ۔

قَالَ مَالِكٌ: اِنْ كَانَ مَلِيًّا، فَلَهُ الشُّفْعَةُ بِذٰلِكَ الثَّمَنِ اِلٰى ذٰلِكَ الْاَجَلِ۔ وَاِنْ كَانَ مَخُوْفًا اَنْ لَّا يُؤَدِّيَ الثَّمَنَ اِلٰى ذٰلِكَ الْاَجَلِ، فَاِذَا جَاءَهُمْ بِحَمِيْلٍ مَلِيٍّ ثِقَةٍ مِثْلِ الَّذِيْ اشْتَرٰى مِنْهُ الشِّقْصَ فِي الْاَرْضِ الْمُشْتَرَكَةِ، فَذٰلِكَ لَهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: لَا تَقْطَعُ شُفْعَةَ الْغَائِبِ غَيْبَتُهُ۔ وَاِنْ طَالَتْ غَيْبَتُهُ۔ وَلَيْسَ لِذٰلِكَ عِنْدَنَا حَدٌّ تُقْطَعُ اِلَيْهِ الشُّفْعَةُ۔

قَالَ مَالِكٌ فِي الرَّجُلِ يُوَرِّثُ الْاَرْضَ نَفَرًا مِنْ وَلَدِهٖ۔ ثُمَّ يُوْلَدُ لِاَحَدِ النَّفَرِ۔ ثُمَّ يَهْلِكُ الْاَبُ۔ فَيَبِيْعُ اَحَدُ وَلَدِ الْمَيِّتِ حَقَّهُ فِيْ تِلْكَ الْاَرْضِ۔ فَاِنَّ اَخَا الْبَائِعِ اَحَقُّ بِشُفْعَتِهٖ مِنْ عُمُوْمَتِهٖ شُرَكَاءِ اَبِيْهِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَهٰذَا الْاَمْرُ عِنْدَنَا۔

قَالَ مَالِكٌ: اَلشُّفْعَةُ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ عَلٰى قَدْرِ حِصَصِهِمْ۔ يَاْخُذُ كُلُّ اِنْسَانٍ مِنْهُمْ بِقَدْرِ نَصِيْبِهٖ۔ اِنْ كَانَ قَلِيْلًا فَقَلِيْلًا۔ وَاِنْ كَانَ كَثِيْرًا فَبِقَدْرِهٖ۔ وَذٰلِكَ اِنْ تَشَاحُّوْا فِيْهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: فَاَمَّا اَنْ يَّشْتَرِيَ رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ مِنْ شُرَكَائِهٖ حَقَّهُ۔ فَيَقُوْلُ اَحَدُ الشُّرَكَاءِ: اَنَا اٰخُذُ مِنَ الشُّفْعَةِ بِقَدْرِ حِصَّتِيْ۔ وَيَقُوْلُ الْمُشْتَرِيْ: اِنْ شِئْتَ اَنْ تَاْخُذَ الشُّفْعَةَ كُلَّهَا اَسْلَمْتُهَا اِلَيْكَ۔ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَدَعَ فَدَعْ۔ فَاِنَّ الْمُشْتَرِيَ اِذَا خَيَّرَهُ فِيْ هٰذَا وَاَسْلَمَهُ اِلَيْهِ۔ فَلَيْسَ لِلشَّفِيْعِ اِلَّا اَنْ يَّاْخُذَ الشُّفْعَةَ كُلَّهَا۔ اَوْ يُسْلِمَهَا اِلَيْهِ۔ فَاِنْ اَخَذَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا۔ وَاِلَّا فَلَا شَيْءَ لَهُ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَشْتَرِي الْاَرْضَ فَيَعْمُرُهَا بِالْاَصْلِ يَضَعُهُ فِيْهَا۔ اَوِ الْبِئْرِ يَحْفِرُهَا۔ ثُمَّ يَاْتِيْ رَجُلٌ فَيُدْرِكُ فِيْهَا حَقًّا۔ فَيُرِيْدُ اَنْ يَّاْخُذَهَا بِالشُّفْعَةِ: اِنَّهُ لَا شُفْعَةَ لَهُ فِيْهَا۔ اِلَّا اَنْ

يُعْطِيَهُ قِيمَةَ مَا عَمَرَ. فَإِنْ أَعْطَاهُ قِيمَةَ مَا عَمَرَ، كَانَ أَحَقَّ بِالشُّفْعَةِ. وَإِلَّا فَلَا حَقَّ لَهُ فِيهَا.

قَالَ مَالِكٌ: مَنْ بَاعَ حِصَّتَهُ مِنْ أَرْضٍ أَوْ دَارٍ مُشْتَرَكَةٍ. فَلَمَّا عَلِمَ أَنَّ صَاحِبَ الشُّفْعَةِ يَأْخُذُ بِالشُّفْعَةِ، اسْتَقَالَ الْمُشْتَرِيَ، فَأَقَالَهُ. قَالَ: لَيْسَ ذٰلِكَ لَهُ. وَالشَّفِيعُ أَحَقُّ بِهَا بِالثَّمَنِ الَّذِي كَانَ بَاعَهَا بِهِ.

قَالَ مَالِكٌ: مَنِ اشْتَرَى شِقْصًا فِي دَارٍ أَوْ أَرْضٍ. وَحَيَوَانًا وَعُرُوضًا فِي صَفْقَةٍ وَاحِدَةٍ. فَطَلَبَ الشَّفِيعُ شُفْعَتَهُ فِي الدَّارِ أَوِ الْأَرْضِ فَقَالَ الْمُشْتَرِي: خُذْ مَا اشْتَرَيْتُ جَمِيعًا. فَإِنِّي إِنَّمَا اشْتَرَيْتُهُ جَمِيعًا.

قَالَ مَالِكٌ: بَلْ يَأْخُذُ الشَّفِيعُ شُفْعَتَهُ فِي الدَّارِ أَوِ الْأَرْضِ. بِحِصَّتِهَا مِنْ ذٰلِكَ الثَّمَنِ. يُقَامُ كُلُّ شَيْءٍ اشْتَرَاهُ مِنْ ذٰلِكَ عَلَى حِدَتِهِ. عَلَى الثَّمَنِ الَّذِي اشْتَرَاهُ بِهِ. ثُمَّ يَأْخُذُ الشَّفِيعُ شُفْعَتَهُ بِالَّذِي يُصِيبُهَا مِنَ الْقِيمَةِ مِنْ رَأْسِ الثَّمَنِ. وَلَا يَأْخُذُ مِنَ الْحَيَوَانِ وَالْعُرُوضِ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ ذٰلِكَ.

قَالَ مَالِكٌ: وَمَنْ بَاعَ شِقْصًا مِنْ أَرْضٍ مُشْتَرَكَةٍ. فَسَلَّمَ بَعْضُ مَنْ لَهُ فِيهَا الشُّفْعَةُ لِلْبَائِعِ وَأَبَى بَعْضُهُمْ إِلَّا أَنْ يَأْخُذَ بِشُفْعَتِهِ. إِنَّ مَنْ أَبَى أَنْ يُسَلِّمَ يَأْخُذُ بِالشُّفْعَةِ كُلِّهَا. وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ بِقَدْرِ حَقِّهِ وَيَتْرُكَ مَا بَقِيَ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي نَفَرٍ شُرَكَاءَ فِي دَارٍ وَاحِدَةٍ. فَبَاعَ أَحَدُهُمْ حِصَّتَهُ، وَشُرَكَاؤُهُ غُيَّبٌ كُلُّهُمْ. إِلَّا رَجُلًا. فَعُرِضَ عَلَى الْحَاضِرِ أَنْ يَأْخُذَ بِالشُّفْعَةِ أَوْ يَتْرُكَ. فَقَالَ: أَنَا آخُذُ بِحِصَّتِي وَأَتْرُكُ حِصَصَ شُرَكَائِي حَتَّى يَقْدَمُوا. فَإِنْ أَخَذُوا فَذٰلِكَ. وَإِنْ تَرَكُوا أَخَذْتُ جَمِيعَ الشُّفْعَةِ.

قَالَ مَالِكٌ: لَيْسَ لَهُ إِلَّا أَنْ يَأْخُذَ ذٰلِكَ كُلَّهُ أَوْ يَتْرُكَ. فَإِنْ جَاءَ شُرَكَاؤُهُ، أَخَذُوا مِنْهُ أَوْ تَرَكُوا إِنْ شَاءُوا. فَإِذَا عُرِضَ هٰذَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَقْبَلْهُ، فَلَا أَرَى لَهُ شُفْعَةً.

ترجمہ: سلیمان بن یسارؒ سے بھی اسی قسم کی روایت ہوئی ہے۔

امام مالکؒ نے کہا کہ اگر کسی شخص نے زمین کا کوئی حصہ خریدا، جو کچھ لوگوں میں مشترک تھی۔ اسے کسی حیوان، غلام یا لونڈی وغیرہ سامان کے عوض خریدا۔ اس کے بعد کوئی شریک اپنا شفعہ طلب کرنے آیا تو دیکھا کہ غلام یا لونڈی مرگئی ہے اور ان کی قیمت کسی کو معلوم نہیں۔ پس مشتری کہے کہ لونڈی یا غلام کی قیمت سو دینار تھی۔ اور شفعہ والا کہے کہ اس کی قیمت پچاس دینار تھی۔ مالکؒ نے کہا کہ مشتری کو قسم دلوائی جائے گی کہ اس کی قیمت سو دینار تھی۔ پھر شفعہ والا چاہے تو اسے لے لے ورنہ چھوڑ دے۔ مگر یہ کہ وہ گواہ پیش کرے کہ لونڈی یا غلام کی قیمت مشتری کے دعویٰ سے کم تھی۔ (جمہور کا یہی قول ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس شخص نے ایک گھر کے کسی حصے کا ہبہ کیا یا کسی مشترک زمین کے حصے کا ہبہ کیا اور جسے ھبہ کیا گیا، اس نے اس کے عوض میں واہب کو کچھ نقد یا سامان دیا تو شرکا اگر چاہیں تو اسے شفعہ میں لے سکتے ہیں اور موہوب لہٗ کو اس کے دیئے ہوئے عوض کی قیمت دینار و درہم کی صورت میں دے سکتے ہیں۔

مالکؒ نے کہا کہ جس نے مشترک گھر کا حصہ یا مشترک زمین کا حصہ کسی کو ہبہ کیا اور اس کا کوئی عوض نہ لیا نہ طلب کیا۔ پھر اس کے شریک نے اس حصے کو قیمت دے کر لینا چاہا تو ایسا نہیں کرسکتا۔ جب تک کہ واہب کو اس کا کوئی عوض نہ ملا ہو۔ اگر ایسا ہو تو وہ حصہ شفعہ والے کو اس کی قیمت پر ملے گا۔ (بلا عوض ہبہ میں شفعہ نہیں ہوتا اور با عوض ھبہ بیع کی مانند ہے۔ اس میں شفعہ ہوسکتا ہے۔ حنفیہ اور دیگر بہت سے علما کا یہی قول ہے۔)

مالک نے کہا کہ جو آدمی کسی مشترک زمین کا کوئی حصہ ادھار خریدے۔ پھر شریک اسے شفعہ کے ساتھ لینا چاہے تو اگر وہ دولت مند ہے تو اس کا شفعہ اس قیمت پر اسی مدت پر جائز ہے اور اگر خوف ہو کہ وہ اس مدت تک قیمت ادا نہ کرسکے گا تو اگر وہ کسی دولت مند معتبر ضامن کو لے آئے جو مشتری کی مانند ہو تو اسے وہ حصہ مل سکتا ہے۔ (امام ابوحنیفہ نے کہا کہ شفعہ کرنے والا اس وقت کی رائج قیمت ادا کرے گا۔ یا پھر مدت گزرنے کا انتظار کرے اور اس وقت ادا شدہ قیمت ادا کرے گا۔)

مالکؒ نے کہا کہ غیر حاضر آدمی کی غیر حاضری اگرچہ طویل ہو۔ اس کے شفعہ کو قطع نہیں کرتی اور ہمارے نزدیک اس کی غیر حاضری کی کوئی مقرر و متعین مدت نہیں ہے جو اس کے شفعہ کو قطع کرے۔ (لیکن جب اسے بیع کا علم ہوجائے اور اس کے باوجود وہ حق شفعہ کا استعمال نہ کرے تو ابوحنیفہؒ شافعیؒ اوزاعی، ابن شبرمہ اور بتّی کے نزدیک اس کا حق ساقط ہوجائے گا۔ حنفیہ کے نزدیک علم کے بعد بھی اسے کچھ مدت دی جائے گی۔)

مالک نے کہا کہ ایک آدمی مرجائے اور اس کی کچھ اولاد اس کی زمین کی وارث ہوجائے۔ پھر اولاد میں سے کسی بیٹے کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور پھر باپ مر جائے اور اس کی اولاد میں سے کوئی اس زمین سے اپنا حصہ فروخت کردے تو اس بائع کا بھائی شفعہ کا اپنے چچاؤں سے جو اس کے باپ کے شریک تھے، زیادہ حقدار ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہی معمول ہے۔ (ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، اور مزنیؒ کا یہی قول ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ شفعہ شرکا کے درمیان ان کے حصوں کی مقدار پر ہے۔ ہر آدمی جتنا اس کا کم وبیش حصہ ہوگا، اتنا ہی لے گا اور یہ حکم اس وقت ہے، جب کہ ان کا شفعہ میں تنازعہ ہوجائے۔ مگر جب کوئی آدمی کسی شریک سے اس کا حصہ خرید لے اور ایک شریک کہے کہ میں شفعہ میں صرف اس قدر لینا چاہتا ہوں، جس حساب سے کہ کل جائداد میں میرا حصہ ہے اور خریدار کہے کہ تو اگر چاہے تو سارا شفعہ خرید لے۔ میں اسے تیرے سپرد کرتا ہوں، ورنہ اسے چھوڑ دے (حصے کی بات مت کر) تو مشتری کے اس اختیار

دینے کے بعد یا تو وہ سارا لے گا یا سارا چھوڑ دے گا۔ اگر لے لے گا تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے ورنہ اسے کچھ نہیں ملنا۔ (امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر کوئی آدمی زمین خرید کر اسے آباد کرے، اس میں درخت لگائے یا کنوآں کھودے۔ پھر ایک آدمی آئے اور اسے پتہ چلے کہ اس میں اس کا حقِ شفعہ تھا۔ پس اب وہ اُسے شفعہ میں لینا چاہے تو کوئی شفعہ نہیں۔ اِلّا یہ کہ وہ خریدار کو آبادی کی قیمت بھی دے۔ اگر قیمت دے دے تو وہ شفعہ کا زیادہ حقدار ہے۔ ورنہ اس کا کوئی شفعہ نہیں ہے۔ (اگر قیمت نہ دے تو مشتری سے درخت اکھڑوائے اور اس کے نقصان کی تلافی کا ذمہ دار بنے۔ ائمہ حنفیہ کا یہی قول ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جو شخص کسی مشترک گھر یا زمین میں سے اپنا حصہ فروخت کرے۔ پھر اسے پتہ چلے کہ شفعہ والا اسے شفعہ کے ساتھ لے لے گا۔ تو مشتری سے بیع فسخ کرالے اور وہ مان جائے۔ مالکؒ نے کہا کہ یہ بائع کے لئے جائز نہیں اور شفعہ والا ادا شدہ قیمت دے کر اس کا زیادہ حقدار ہے۔ (حنفی فقہ میں ہے کہ اس صورت میں بیع کا اقالہ تو ہو جائے گا۔ مگر تیسرے کا حقِ شفعہ بھی قائم رہے گا۔ پس وہ اتنی ہی قیمت بائع کو دے کر اس حصّے کا مالک ہو جائے گا۔

مالکؒ نے کہا کہ جس شخص نے گھر کا زمین کا ایک حصہ خریدا اور اس کے ساتھ ہی کوئی حیوان یا سامان خریدا، سودا ایک ہی تھا۔ شفیع نے حقِ شفعہ استعمال کیا تو مشتری نے کہا کہ جو کچھ میں نے اکٹھا خریدا ہے وہ تو بھی اکٹھا ہی لے لے۔ مالکؒ نے کہا کہ شفیع کو اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، چاہے تو سب کچھ شفعہ میں لے لے۔ ورنہ صرف زمین یا گھر کا حصّہ لے اور اس حساب سے رقم ادا کرے۔ ہر چیز کی الگ الگ قیمت لگا کر حصہ کے مطابق گھر یا زمین کا حصّہ لے لے۔ (ابو حنیفہؒ اور شافعی کا قول بھی یہی ہے)

مالکؒ نے کہا کہ جو شخص مشترکہ زمین میں سے کچھ بیچ دے، پس بعض شریک اسے مان لیں اور بعض انکار کریں اور حقِ شفعہ طلب کریں تو انہیں یا تو وہ ساری فروخت شدہ زمین لینی ہوگی۔ یہ نہیں کہ اپنے حقِ شفعہ کے مطابق لے لیں اور باقی چھوڑ دیں۔ (قاضی ابوالولید الباجی نے کہا کہ اگر مشتری اس پر راضی ہو کہ شفیع صرف اتنی زمین لے لے جتنی اس کے حقِ شفعہ میں بنتی ہے تو یہ بھی جائز ہے مشتری اسے اس کے خلاف پر مجبور نہیں کر سکتا۔)

مالکؒ نے کہا کہ کچھ لوگ اگر ایک گھر میں شریک ہوں، ان میں سے ایک اپنا حصّہ فروخت کر دے اور باقی شرکاء میں سے ایک کے سوا باقی سب غائب ہوں۔ مشتری اس ایک سے کہے کہ یا تو شفعہ کی بنا پر اسے لے لو یا چھوڑ دو۔ وہ کہے کہ میں اپنے حصّہ کے مطابق لوں گا اور دوسرے شریکوں کا حصّہ چھوڑتا ہوں جب تک کہ وہ آ جائیں۔ اگر وہ لے لیں تو بہتر اور اگر نہ لیں تو میں ساری لے لوں گا۔ مالکؒ نے کہا کہ اس کے لئے یہ جائز نہیں یا ساری لے یا ساری چھوڑ دے۔ اگر وہ لے لے تو شریک آ کر چاہیں تو اگر چاہیں تو اس سے لے لیں۔ مشتری یہ صورت اس پر پیش کرے۔ اگر وہ نہ مانے تو میرے نزدیک اسے شفعہ کا کوئی حق نہیں ہے۔ (اگر ایک شفیع اپنا حق چھوڑ دے تو باقی سب اس کے حصّے سمیت اسے لیں گے۔ یا سارا ترک کر دیں گے۔ تاکہ مشتری کا سودا اور رقم خراب نہ ہو)

۲۔ بَابُ مَا لَا تَقَعُ فِيهِ الشُّفْعَةُ

جن چیزوں میں شفعہ واقع نہیں ہوتا

۱۴۴۰۔ قَالَ يَحْيَى: قَالَ مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، أَنَّ عُثْمَانَ

ابن عفان قال: إِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ فِي الْأَرْضِ فَلَا شُفْعَةَ فِيهَا. وَلَا شُفْعَةَ فِي بِئْرٍ وَلَا فِي فَحْلِ النَّخْلِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَعَلَى هٰذَا، اَلْأَمْرُ عِنْدَنَا.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا شُفْعَةَ فِي طَرِيقٍ صَلُحَ الْقَسْمُ فِيهَا أَوْ لَمْ يَصْلُحْ.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْأَمْرُ عِنْدَنَا أَنَّهُ لَا شُفْعَةَ فِي عَرْصَةِ دَارٍ صَلُحَ الْقَسْمُ فِيهَا أَوْ لَمْ يَصْلُحْ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي رَجُلٍ اشْتَرَى شِقْصًا مِنْ أَرْضٍ مُشْتَرَكَةٍ عَلَى أَنَّهُ فِيهَا بِالْخِيَارِ. فَأَرَادَ شُرَكَاءُ الْبَائِعِ أَنْ يَأْخُذُوا مَا بَاعَ شَرِيكُهُمْ بِالشُّفْعَةِ. قَبْلَ أَنْ يَخْتَارَ الْمُشْتَرِي: إِنَّ ذٰلِكَ لَا يَكُونُ لَهُمْ حَتّٰى يَأْخُذَ الْمُشْتَرِي وَيَثْبُتَ لَهُ الْبَيْعُ. فَإِذَا وَجَبَ لَهُ الْبَيْعُ، فَلَهُمُ الشُّفْعَةُ.

وَقَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَشْتَرِي أَرْضًا فَتَمْكُثُ فِي يَدَيْهِ حِينًا. ثُمَّ يَأْتِي رَجُلٌ فَيُدْرِكُ فِيهَا حَقًّا بِمِيرَاثٍ: إِنَّ لَهُ الشُّفْعَةَ إِنْ ثَبَتَ حَقُّهُ. وَإِنَّ مَا أَغَلَّتِ الْأَرْضُ مِنْ غَلَّةٍ فَهِيَ لِلْمُشْتَرِي الْأَوَّلِ. إِلٰى يَوْمِ يَثْبُتُ حَقُّ الْآخَرِ. لِأَنَّهُ قَدْ كَانَ ضَمِنَهَا لَوْ هَلَكَ مَا كَانَ فِيهَا مِنْ غِرَاسٍ، أَوْ ذَهَبَ بِهِ سَيْلٌ.

قَالَ: فَإِنْ طَالَ الزَّمَانُ، أَوْ هَلَكَ الشُّهُودُ، أَوْ مَاتَ الْبَائِعُ أَوِ الْمُشْتَرِي، أَوْ هُمَا حَيَّانِ، فَنُسِيَ أَصْلُ الْبَيْعِ وَالْإِشْتِرَاءِ لِطُولِ الزَّمَانِ، فَإِنَّ الشُّفْعَةَ تَنْقَطِعُ. وَيَأْخُذُ حَقَّهُ الَّذِي ثَبَتَ لَهُ. وَإِنْ كَانَ أَمْرُهُ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ فِي حَدَاثَةِ الْعَهْدِ وَقُرْبِهِ، وَأَنَّهُ يَرَى أَنَّ الْبَائِعَ غَيَّبَ الثَّمَنَ وَأَخْفَاهُ لِيَقْطَعَ بِذٰلِكَ حَقَّ صَاحِبِ الشُّفْعَةِ، قُوِّمَتِ الْأَرْضُ عَلٰى قَدْرِ مَا يُرَى أَنَّهُ ثَمَنُهَا فَيَصِيرُ ثَمَنُهَا إِلٰى ذٰلِكَ. ثُمَّ يُنْظَرُ إِلٰى مَا زَادَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بِنَاءٍ أَوْ غِرَاسٍ أَوْ عِمَارَةٍ. فَيَكُونُ عَلٰى مَا يَكُونُ عَلَيْهِ مَنِ ابْتَاعَ الْأَرْضَ بِثَمَنٍ مَعْلُومٍ. ثُمَّ بَنٰى فِيهَا وَغَرَسَ. ثُمَّ أَخَذَهَا صَاحِبُ الشُّفْعَةِ بَعْدَ ذٰلِكَ.

قَالَ مَالِكٌ: وَالشُّفْعَةُ ثَابِتَةٌ فِي مَالِ الْمَيِّتِ كَمَا هِيَ فِي مَالِ الْحَيِّ. فَإِنْ خَشِيَ أَهْلُ الْمَيِّتِ

اَنْ یَنْکَسِرَ مَالُ الْمَیِّتِ، فَسَمُوْہُ ثُمَّ بَاعُوْہُ فَلَیْسَ عَلَیْھِمْ فِیْہِ شُفْعَۃٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا شُفْعَةَ عِنْدَنَا فِیْ عَبْدٍ وَلَا وَلِیْدَۃٍ۔ وَلَا بَعِیْرٍ وَلَا بَقَرَۃٍ وَلَا شَاۃٍ۔ وَلَا فِیْ شَیْءٍ مِنَ الْحَیَوَانِ۔ وَلَا فِیْ ثَوْبٍ وَلَا فِیْ بِئْرٍ لَیْسَ لَھَا بَیَاضٌ۔ اِنَّمَا الشُّفْعَةُ فِیْمَا یَصْلُحُ اَنَّهٗ یَنْقَسِمُ وَتَقَعُ فِیْہِ الْحُدُوْدُ مِنَ الْاَرْضِ۔ فَاَمَّا مَا لَا یَصْلُحُ فِیْہِ الْقَسْمُ۔ فَلَا شُفْعَةَ فِیْہِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَمَنِ اشْتَرٰی اَرْضًا فِیْھَا شُفْعَةٌ لِنَاسٍ حُضُوْرٍ، فَلْیَرْفَعْھُمْ اِلَی السُّلْطَانِ۔ فَاِمَّا اَنْ یَسْتَحِقُّوْا وَاِمَّا اَنْ یُسَلِّمَ لَہُ السُّلْطَانُ۔ فَاِنْ تَرَکَھُمْ فَلَمْ یَرْفَعْ اَمْرَھُمْ اِلَی السُّلْطَانِ۔ وَقَدْ عَلِمُوْا بِاشْتِرَائِہٖ۔ فَتَرَکُوْا ذٰلِكَ حَتّٰی طَالَ زَمَانُہٗ۔ ثُمَّ جَاءُوْا یَطْلُبُوْنَ شُفْعَتَھُمْ۔ فَلَا اَرٰی ذٰلِكَ لَھُمْ

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفانؓ نے فرمایا کہ جب زمین میں حد بندیاں قائم ہوگئیں تو پھر اس میں کوئی شفعہ نہیں اور کنوئیں میں کوئی شفعہ نہیں۔ اور نر کھجور میں کوئی شفعہ نہیں۔ (اس اثر کو امام محمدؒ نے باب الشفعہ میں روایت کیا ہے۔) مالکؒ نے کہا کہ ہمارا معمول یہی ہے۔

شرح: جب مشترک جائداد میں تقسیم واقع ہوگئی۔ ہر ایک نے اپنی اپنی حد قائم کرلی تو اشتراک کے باعث جو شفعہ تھا، وہ ختم ہوا۔ اب اگر کوئی اپنا حصہ فروخت کرے گا تو شرکا کی شراکت ختم ہو جانے کے باعث اس جہت سے شفعہ نہیں ہوسکتا۔ کنواں اگر الگ تعلگ تھا، کسی ایسی زمین یا جائداد میں نہ تھا۔ جو شفعہ کے قابل تھی۔ تو اس میں شفعہ نہیں نر کھجور کا پیوند مادہ کھجور میں ہوتا ہے۔ یہ چونکہ تقسیم ہونے والی چیز نہیں، لہٰذا اس میں شفعہ کا سوال نہیں اور مراد اس سے مشترک کھجور ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ راستے میں کوئی شفعہ نہیں ہوتا۔ خواہ اس کی تقسیم ہوسکے یا نہ ہوسکے۔ (ظاہر ہے کہ اس سے وہ راستہ مراد ہے جو شارع ہے۔ کسی کی ملکیت نہ ہو۔ کیونکہ اس کی تقسیم ممکن نہیں بعض راستے ذاتی ہوتے ہیں۔ جو صرف ایک یا چند افراد کی ملکیت ہوتے ہیں اور عوام کو ان پر سے گزرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ان میں شفعہ ممکن ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں معمول یہ ہے کہ کسی گھر کے میدان میں شفعہ نہیں ہوتا۔ خواہ اس کی تقسیم ہوسکے یا نہ ہوسکے۔ (حنفیہ کے نزدیک اس میں شفعہ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ وہ عقار میں داخل ہے۔ اور عقار میں شفعہ ہے۔ عقار سے مراد غیر منقولہ جائداد ہے، بالخصوص زمین کی جائداد وغیرہ۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر کوئی آدمی مشترک زمین کا کوئی حصہ خریدے اس شرط پر کہ اسے اس میں رد کا اختیار ہے۔ پھر بائع کے شرکا نے چاہا کہ اپنے شریک کی فروخت کردہ زمین شفعہ کی بنا پر لے لیں۔ قبل اس کے کہ مشتری اپنا اختیار استعمال کرے، تو یہ ان کے لئے جائز نہیں جب تک کہ اسے مشتری پسند کر کے بیع پختہ نہ کرے۔ پس جب بیع اس کے حق میں ثابت ہو جائے تو پھر ان کا شفعہ ہوسکتا ہے۔ (بیع لازم و ثابت ہونے تک خیار اس میں شفعہ کو مانع ہے۔ حنفیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ایک شخص نے زمین خریدی اور وہ کچھ عرصہ اس کے قبضہ میں رہی۔ پھر ایک شخص آیا اور اسے معلوم ہوا کہ اس میں میراث کے باعث اس کا حصہ ہے۔ پس اگر اس کا حق ثابت ہو تو اسے شفعہ کا حق ہے اور حق ثابت ہونے تک اس زمین سے جو غلّہ حاصل ہو، وہ پہلے مشتری کا ہے۔ کیونکہ وہ اس کی ہلاکت یا سیلاب زدگی کی صورت میں اس کا ذمہ دار تھا۔ اگر مدت طویل ہو جائے یا گواہ مر جائیں یا بائع اور مشتری میں سے کوئی ایک مر جائے۔ یا زندہ تو ہیں مگر عرصہ طویل ہونے کے باعث وہ بیع و شراء کو بھول جائیں تو شفعہ منقطع ہے۔ اور وہ صرف وہی حق لے سکتا ہے جو ثابت شدہ ہو۔ اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہو۔ مثلاً واقعہ ابھی یا ماضی قریب کا ہے اور شفعہ والا سمجھتا ہے کہ بائع نے ثمن کو غائب کر دیا ہے یا چھپا دیا ہے۔ تاکہ اس طرح شفیع کا حق قطع کر دے تو قیمت لگانے والوں سے اس زمین کی قیمت کا اندازہ کرایا جائے گا۔ اور اسے فروخت شدہ زمین کی قیمت سمجھا جائے گا۔ پھر دیکھا جائے گا کہ زمین میں عمارت یا درخت وغیرہ یا تعمیر کا کیا اضافہ ہوا ہے۔ پھر اس اضافہ کو اس اندازہ کی ہوئی قیمت میں بڑھا یا جائے گا۔ اس کے بعد شفعہ والا یہ ساری رقم دے کر اپنا حق شفعہ حاصل کرے گا۔ (شفعہ باطل کرنے کا یہ ایک حیلہ ہے، جس کا ذکر امام مالکؒ نے یہاں کیا ہے۔ اس صورت میں یا تو مشتری اور شفیع کسی قیمت پر مصالحت کریں یا مبیع کی مثلی قیمت لگوائی جائے اور شفیع اسے ادا کرے۔)

مالکؒ نے کہا کہ شفعہ جس طرح زندہ کے مال میں ثابت ہے اسی طرح میت کے مال میں بھی ثابت ہے۔ (میت کے مال سے مراد یا وہ مال ہے، جو اب وراثت میں وارثوں کو مل چکا ہے۔ اس صورت میں مسئلہ اجماعی ہے یا وہ مال جس کی اس نے وصیت کی۔ اور وہ مشترک تھا۔ یا وہ اس کے قرض میں جانے والا تھا۔ اور مشترک تھا۔ اس صورت میں یہ مسئلہ اختلافی ہے)۔ پھر اگر وارثوں کو خوف ہو کہ اکٹھا بیچنے کی صورت میں خسارہ ہوگا۔ تو انہوں نے اسے تقسیم کر لیا۔ اور پھر بیچا تو اس میں کوئی شفعہ نہیں۔ (لیکن یہ مسئلہ امام مالکؒ کے اصول پر ہے کہ ان کے نزدیک شفعہ صرف شراکت کی صورت میں ہے۔ حنفیہ ہمسائگی کا شفعہ بھی مانتے ہیں۔ لہٰذا ان کے نزدیک یہاں شفعہ جائز ہوگا۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک غلام، لونڈی، اونٹ، گائے، بھیڑ بکری اور کسی حیوان میں شفعہ نہیں ہے۔ نہ کپڑے میں نہ کنوئیں میں، جس کے ساتھ زمین نہ ہو۔ شفعہ ان چیزوں میں ہے، جن کی تقسیم ہو سکے اور اس میں حدود واقع ہو سکیں۔ یعنی زمین میں مگر جن چیزوں میں تقسیم نہیں ہو سکتی، (خواہ زمین ہی ہو۔) ان میں شفعہ نہیں ہے۔ (یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس نے زمین خریدی اور اس میں کچھ لوگوں کا شفعہ ہو۔ جو حاضر ہیں۔ تو وہ انہیں (دعویٰ کے ذریعے) حاکم کے سامنے لے جائے۔ پس یا تو وہ جائداد شفعہ کے ساتھ لے لیں ورنہ حاکم اسے مشتری کے سپرد کر دے۔ اگر مشتری نے ان کا معاملہ یونہی چھوڑ دیا اور حاکم کے ہاں نہ لے گیا۔ اور وہ جانتے ہوں کہ اس نے یہ جائداد خرید لی ہے۔ اور انہوں نے حق شفعہ استعمال نہ کیا حتیٰ کہ اس پر طویل عرصہ گزر گیا۔ پھر وہ اپنا شفعہ طلب کرنے آئے تو میرے نزدیک ان کا کوئی شفعہ نہ رہا۔ (مدتِ شفعہ حاکم کی صوابدید پر ہے۔)

كِتَابُ الْأَقْضِيَةِ

(فیصلوں کی کتاب)

۱- بَابُ التَّرْغِيبِ فِي الْقَضَاءِ بِالْحَقِّ

برحق فیصلہ کرنے کی ترغیب کا باب

۱۴۴۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ. وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ. فَأَقْضِيَ لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ مِنْهُ. فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ. فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْهُ شَيْئًا. فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ".

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں بھی ایک انسان ہی ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے لاتے ہو اور شاید تم میں سے بعض اپنی دلیل میں دوسرے سے زیادہ چرب زبان اور فصیح ہو تو میں جو کچھ اس سے سنوں، اس کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کر دوں، پس جس کے لئے میں اس کے بھائی کے حق میں سے کسی چیز کا فیصلہ کروں تو میں اس کے لئے آگ کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوتا ہوں۔

شرح: اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ بشر ہونے کی حد تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہی تھے۔ اور یہ کہ آپ کو غیب میں سے جس قدر علم اللہ تعالیٰ دیتا اسی قدر جانتے تھے، زیادہ نہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے اعلام سے ہوتا تھا نہ کہ خود بخود۔ امام ابوحنیفہ اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک حاکم و قاضی اپنے ذاتی علم کی بنا پر فیصلہ کر سکتا ہے۔ دوسرے فقہاء نے اس کے خلاف کہا ہے۔ مگر امام ابوحنیفہ کا یہ قول فقط انسانوں کے باہمی مالی حقوق کے متعلق ہے۔ حدود و قصاص وغیرہ اس سے خارج ہیں۔ اور اس پر اجماع ہے کہ قاضی اپنے ذاتی علم کی بنا پر جرح و تعدیل کر سکتا ہے۔

اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ قاضی کا فیصلہ صرف ظاہر میں نافذ ہے باطن میں نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عقود

یعنی نکاح وطلاق میں اور معاملات میں یعنی بیع وشراء میں قاضی کا فیصلہ ظاہر و باطن میں نافذ ہے۔ حدیث زیر نظر میں ابوداؤد کی روایت کے مطابق جس موقع پر حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا تھا، اس میں فریقین میں سے کسی کے پاس شاہد نہ تھے۔ لہذا اس حدیث کا مضمون محل نزاع میں بطور دلیل پیش نہیں ہو سکتا۔ لعان میں فریقین میں سے ایک ضرور جھوٹا ہوتا ہے مگر باجماع امت اس میں قاضی کا فیصلہ ظاہر و باطن میں نافذ ہوتا ہے۔ اور فریقین میں تفریق ہو جاتی ہے۔ اگر فیصلہ باطن میں نافذ نہیں تو خدانخواستہ کیا عورت اگر اس کے بعد نکاح کرے اور دراصل وہ کاذب تھی تو کیا وہ نکاح ہوگا یا سفاح؟ کوئی بھی اسے سفاح نہیں کہتا۔ اسی طرح عنین اور مفقود اور نفقہ سے عاجز کے مقدمہ میں قاضی جو فیصلہ کرے، اسے سب ظاہر و باطن میں نافذ مانتے ہیں۔ حالانکہ عین ممکن ہے کہ وہ حقیقت نفس الامر میں غلط اور خلافِ واقعہ ہو۔ اس پر مزید بحث کے لئے فضل المعبود شرح ابی داؤد کو دیکھئے۔

۱۴۴۲۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اخْتَصَمَ إِلَيْهِ مُسْلِمٌ وَيَهُودِيٌّ. فَرَأَى عُمَرُ أَنَّ الْحَقَّ لِلْيَهُودِيِّ فَقَضَى لَهُ. فَقَالَ لَهُ الْيَهُودِيُّ: وَاللَّهِ لَقَدْ قَضَيْتَ بِالْحَقِّ. فَضَرَبَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِالدِّرَّةِ. ثُمَّ قَالَ: وَمَا يُدْرِيكَ؟ فَقَالَ لَهُ الْيَهُودِيُّ: إِنَّا نَجِدُ أَنَّهُ لَيْسَ قَاضٍ يَقْضِي بِالْحَقِّ، إِلَّا كَانَ عَنْ يَمِينِهِ مَلَكٌ وَعَنْ شِمَالِهِ مَلَكٌ يُسَدِّدَانِهِ وَيُوَفِّقَانِهِ لِلْحَقِّ. مَا دَامَ مَعَ الْحَقِّ. فَإِذَا تَرَكَ الْحَقَّ. عَرَجَا وَتَرَكَاهُ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس ایک مسلمان اور ایک یہودی مقدمہ لے کر آئے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے دیکھا کہ حق یہودی کا ہے۔ سو آپ نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ یہودی نے کہا: واللہ آپ نے برحق فیصلہ کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسے دُرّہ مارا اور فرمایا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا؟ یہودی نے کہا کہ ہم کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ جب کوئی قاضی فیصلہ کرتا ہے تو ایک فرشتہ اس کی دائیں طرف اور ایک فرشتہ بائیں طرف ہوتا ہے، جب تک وہ حق کے ساتھ رہے وہ دونوں اس کی مدد کرتے رہے اور حق پر اس کی موافقت کرتے ہیں۔ جب وہ حق کو ترک کر دے تو وہ اُوپر اُڑ جاتے ہیں۔ اور اسے چھوڑ جاتے ہیں۔

شرح: جناب عمرؓ نے یہودی کو اس لئے دھمکایا اور دُرّے کی نرم سی چوٹ لگائی کہ مبادا وہ خوشامد کر رہا ہو لیکن جب اس نے بتایا کہ آپکا فیصلہ مسلم کے خلاف اور یہودی کے حق میں ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جانبداری سے کام نہیں لیا اور ہم اپنی مذہبی کتب میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔ یہودی نے جو کچھ کہا، اس سے ملتے جلتے مضمون کی ایک حدیث مرفوع ترمذی نے روایت کی ہے۔

۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الشَّهَادَاتِ

شہادتوں کا باب

۱۴۴۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ

اَبِیْہِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ اَبِیْ عَمْرَۃَ الْاَنْصَارِیِّ، عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُھَنِیِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِخَیْرِ الشُّھَدَاءِ؟ الَّذِیْ یَاْتِیْ بِشَھَادَتِہٖ قَبْلَ اَنْ یُّسْاَلَھَا۔ اَوْ یُخْبِرُ بِشَھَادَتِہٖ قَبْلَ اَنْ یُّسْاَلَھَا"۔

ترجمہ: زید بن خالد جُہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں بہترین گواہ نہ بتاؤں؟ جو اپنی گواہی طلب کئے جانے سے پہلے ادا کر دے۔ (امام محمدؒ نے اسے موطا میں باب الرجل یکون عندہ الشہادۃ کے اندر روایت کیا ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے اس کی شرح میں فرمایا کہ ایک انسان کے پاس کسی کے حق میں گواہی ہو اور وہ پہلا اس سے گواہی دینے کا سوال نہ کرے، تو بھی اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی گواہی کی خبر دے دے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ امام مالکؒ سے بھی یہی تفسیر ابن عبد البرؒ نے ابن وہبؒ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

۱۴۴۴۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِکٌ عَنْ رَبِیْعَۃَ بْنِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَنَّہٗ قَالَ: قَدِمَ عَلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْعِرَاقِ۔ فَقَالَ: لَقَدْ جِئْتُکَ لِاَمْرٍ مَّا لَہٗ رَاْسٌ وَّلَا ذَنَبٌ۔ فَقَالَ عُمَرُ: مَا ھُوَ؟ قَالَ: شَھَادَاتُ الزُّوْرِ ظَھَرَتْ بِاَرْضِنَا۔ فَقَالَ عُمَرُ: اَوَ قَدْ کَانَ ذٰلِکَ؟ قَالَ: نَعَمْ۔ فَقَالَ عُمَرُ: وَاللّٰہِ لَا یُؤْسَرُ رَجُلٌ فِی الْاِسْلَامِ بِغَیْرِ الْعُدُوْلِ۔

ترجمہ: ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰنؒ نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس اہل عراق میں سے ایک شخص آیا اور کہا کہ میں ایسے کام کے لئے آیا ہوں کہ جس کے سر پیر نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ جھوٹی گواہی، جو ہماری سرزمین میں ظاہر ہو گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا ایسا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اسلام میں کسی کو قید نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک کہ نیک آدمیوں کی گواہی نہ ہو۔

شرح: امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ جب تک کسی کا فسق ظاہر نہ ہو، اس کا مسلمان ہونا ہی اس کے لائق شہادت ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ لہذا جب تک فریق ثانی کسی گواہ پر تنقید کر کے اسے ناقابل شہادت نہ قرار دے۔ اگر ایسا ہو تو تحقیق کی جائے گی۔ ابو یوسفؒ اور محمدؒ نے کہا ہے کہ گواہ کی ہر حال چھان بین ضروری ہے۔ ورنہ کچھ لوگ جھوٹی گواہی سے لوگوں کے حقوق پر دست درازی کا موقع بہم پہنچائیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس امر کا فیصلہ زمان و مکان سے متعلق ہونا چاہئے۔

وَحَدَّثَنِیْ مَالِکٌ، اَنَّہٗ بَلَغَہٗ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، قَالَ لَا تَجُوْزُ شَھَادَۃُ خَصْمٍ وَّلَا ظَنِیْنٍ۔

(ایضاً) ترجمہ: حضرت عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ مخالف (دشمن) کی گواہی اور مُتّہم کی گواہی جائز نہیں۔ (یعنی جن کے درمیان مخاصمت ہو، ان کی گواہی ایک دوسرے کے خلاف معتبر نہیں۔ کیونکہ اس میں جھوٹ اور اظہار عداوت کا احتمال ہے۔ جس شخص پر تہمت ہو کہ یہ جھوٹا ہے۔ جھوٹی گواہی کا عادی ہے۔ یا اس خاص معاملے میں نفیاً یا اثباتاً اس کا کوئی مفاد ہے۔ اس کی گواہی معتبر نہیں ہے۔)

۳۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي شَهَادَةِ الْمَحْدُودِ

جس کو حد لگ چکی ہو اس کی گواہی کا فیصلہ

جس کو جھوٹی تہمت پر سزا مل چکی ہو، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ اگر تائب بھی ہو جائے تو اس کی گواہی جائز نہیں، ہاں توبہ سے اس کا گناہ اُخروی نقطۂ نگاہ سے معاف ہو جائے گا۔ دوسرے علماء نے کہا ہے کہ اگر وہ سچی توبہ کر لے تو اس کی گواہی جائز ہے اس مسئلہ کا تعلق سورۂ نور کی متعلقہ آیت کی تفسیر سے بھی ہے۔ ابو حنیفہؒ کا استدلال قرآن کے علاوہ کئی احادیث و آثار سے بھی ہے۔

قَالَ يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ وَغَيْرِهِ أَنَّهُمْ سُئِلُوا: عَنْ رَجُلٍ جُلِدَ الْحَدَّ۔ أَتَجُوزُ شَهَادَتُهُ؟ نَعَمْ۔ إِذَا ظَهَرَتْ مِنْهُ التَّوْبَةُ۔

(ایضًا) ترجمہ: مالکؒ کو سلیمان بن یسارؒ وغیرہ سے خبر پہنچی ہے کہ ان سے پوچھا گیا، جس آدمی کو کوڑے لگ چکے ہوں کیا اس کی گواہی جائز ہے؟ انہوں نے کہ ہاں! جب اس کی توبہ ظاہر ہو چکی ہو تو جائز ہے۔

وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ يُسْأَلُ عَنْ ذَلِكَ۔ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَذَلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا۔ وَذَلِكَ لِقَوْلِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى۔ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: فَالْأَمْرُ الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ عِنْدَنَا أَنَّ الَّذِي يُجْلَدُ الْحَدَّ ثُمَّ تَابَ وَأَصْلَحَ۔ تَجُوزُ شَهَادَتُهُ۔ وَهُوَ أَحَبُّ مَا سَمِعْتُ إِلَيَّ فِي ذَلِكَ۔

ترجمہ: مالکؒ نے اس بارے میں ابن شہابؒ سے سوال ہوتے سُنا۔ ابن شہابؒ کا جواب بھی سلیمان بن یسارؒ کی مانند تھا۔ مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہی امر معمول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو لوگ پاکباز عورتوں پر تہمت لگائیں اور چار گواہ پیش نہ کریں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ۔ اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔ اور وہی لوگ فاسق ہیں۔ مگر جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کریں تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس کو حد لگائی گئی، پھر وہ تائب ہو گیا اور اپنی اصلاح کر لی تو اس کی گواہی جائز ہے اور اس امر میں میں نے جو کچھ سُنا، یہ اس میں پسندیدہ تر بات ہے۔ (ائمہ حنفیہؒ نے کہا ہے کہ آیت جلدیں: وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا کا عطف فَاجْلِدُوهُمْ پر ہے۔ اور عطف اشتراک کے لئے ہوتا ہے لہٰذا شہادت کا رد کرنا بھی حد کا حصہ ہے۔ جو توبہ سے معاف نہیں ہوتی۔ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا کا استثناء هُمُ الْفَاسِقُونَ سے ہے۔

خلاصہ یہ کہ توبہ اور اصلاح کے ساتھ فسق کا حکم تو اُٹھ جائے گا مگر شہادت پھر بھی قبول نہ ہوگی۔)

۴۔ بَابُ الْقَضَاءِ بِالْيَمِيْنِ مَعَ الشَّاهِدِ

شاہد سمیت قسم پر فیصلہ کرنے کا باب

دعویٰ کا ثبوت بذمہ مدعی ہے۔ ورنہ مدعا علیہ کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔ حدیث مشہور صحیح ہے کہ ثبوت مدّعی پر ہے اور قسم مدعا علیہ پر ہے۔ پس یہ اسلامی قضا کا ایک مسلّم اصول ہے۔ اس کی بنا پر الیمین مع الشاہد سے مراد یہ ہے کہ مدّعی شہادت پیش کرے ورنہ مدّعا علیہ کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔ یہی باعث ہے کہ ابن شبرمہؒ، ابن ابی لیلیٰؒ، عطاؒ، نخعیؒ، شعبیؒ، اوزاعیؒ، فقہائے عراق اور فقہائے اندلس۔ جو مالکی تھے۔ کا قول ہے کہ اگر مدّعی کا نصابِ شہادت پورا نہ ہو، صرف ایک گواہ ہو یا دوسرا رد کر دیا جائے تو بھی اس پر قسم نہیں ہے۔ اور فیصلہ وہی پہلا ہے کہ قسم فریق ثانی پر ہے۔ ثوریؒ، الحکمؒ اور زہریؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ حدیث زیر نظر کو کتاب وسنت کے خلاف ہونے کی بنا پر (اس معنیٰ میں کہ قسم بھی مدّعی پر ہے) علمائے حنفیہ نے چھوڑ دیا ہے اور زہریؒ کا قول ہے کہ مدّعی سے گواہ کے ساتھ قسم لینا بدعت ہے۔ مزید گفتگو آگے دیکھئے۔

۱۴۴۵۔ قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالْيَمِيْنِ مَعَ الشَّاهِدِ۔

ترجمہ: محمد الباقرؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہ کے ساتھ قسم پر فیصلہ فرمایا۔ (یہاں یہ حدیث مرسل ہے۔ مگر مسلم، احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اسے ابن عباسؓ سے اور احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے جابرؓ سے موصول روایت کیا ہے۔ اس حدیث کو امام محمدؒ نے بھی موطّا میں روایت کیا ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے اس حدیث پر لکھا ہے کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف حدیث پہنچی ہے۔ ابن ابی ذئبؒ نے ابن شہاب زہریؒ سے گواہ کے ساتھ قسم کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا یہ بدعت ہے اور اس طرح فیصلہ کرنے والا شخص سب سے اول معاویہؓ تھا۔ اور ابن شہابؒ اہل مدینہ کی حدیث کا سب سے بڑا عالم تھا۔ ابن جریجؒ نے عطا بن ابی رباحؒ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا، صحابہ و تابعین کے دور میں صرف دو شاہد قبول کئے جاتے تھے۔ اور گواہ سمیت قسم پر فیصلہ کرنے والا پہلا شخص عبدالملک بن مروان تھا۔ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے متعلق جو روایت ہے کہ وہ گواہ کے ساتھ قسم پر فیصلہ کرتے تھے، وہ بقول بیہقی ضعیف ہے۔ ابن الترکمانی نے کہا کہ علی اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق بھی روایت آئی ہے مگر وہ بھی ضعیف ہے۔

۱۴۴۶۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَتَبَ إِلٰى عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، وَهُوَ عَامِلٌ عَلَى الْكُوْفَةِ: أَنِ اقْضِ بِالْيَمِيْنِ مَعَ الشَّاهِدِ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب کو لکھا، جو کوفہ کے حاکم تھے، کہ شاہد کے ساتھ قسم پر فیصلہ کرو۔ (الجواہر النقی میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔)

١۴۴٧- وحدثني مالك، انه بلغه، ان ابا سلمة بن عبد الرحمن وسليمان بن يسار سئلا: هل يقضى باليمين مع الشاهد؟ فقالا: نعم.

قال مالك: مضت السنة في القضاء باليمين مع الشاهد الواحد. يحلف صاحب الحق مع شاهده. ويستحق حقه. فان نكل وابى ان يحلف، احلف المطلوب. فان حلف سقط عنه ذلك الحق. وان ابى ان يحلف ثبت عليه الحق لصاحبه.

قال مالك: وانما يكون ذلك في الاموال خاصة. ولا يقع ذلك في شيء من الحدود. ولا في نكاح ولا في طلاق. ولا في عتاقة ولا في سرقة، ولا في فرية. فان قال قائل: فان العتاقة من الاموال، فقد اخطا. ليس ذلك على ما قال. ولو كان ذلك على ما قال لحلف العبد مع شاهده اذا جاء بشاهد، ان سيده اعتقه. وان العبد اذا جاء بشاهد على مال من الاموال ادعاه، حلف مع شاهده واستحق حقه كما يحلف الحر.

قال مالك: فالسنة عندنا ان العبد اذا جاء بشاهد على عتاقته استحلف سيده ما اعتقه. وبطل ذلك عنه.

قال مالك: وكذلك السنة عندنا ايضا في الطلاق اذا جاءت المراة بشاهد ان زوجها طلقها. احلف زوجها ما طلقها. فاذا حلف لم يقع عليه الطلاق.

قال مالك: فسنة الطلاق والعتاقة في الشاهد الواحد واحدة. انما يكون اليمين على زوج المراة. وعلى سيد العبد. وانما العتاقة حد من الحدود. لا تجوز فيها شهادة النساء. لانه اذا عتق العبد ثبتت حرمته. ووقعت له الحدود. ووقعت عليه. وان زنى وقد احصن رجم. وان قتل العبد قتل به. وثبت له الميراث بينه وبين من يوارثه. فان احتج محتج فقال: لو ان رجلا اعتق عبده. وجاء رجل يطلب سيد العبد بدين له عليه. فشهد له

عَلٰی حَقِّہٖ ذٰلِکَ رَجُلٌ وَامْرَاَتَانِ۔ فَاِنَّ ذٰلِکَ یُثْبِتُ الْحَقَّ عَلٰی سَیِّدِ الْعَبْدِ۔ حَتّٰی تُرَدَّ بِہٖ عَتَاقَتُہٗ، اِذَا لَمْ یَکُنْ لِسَیِّدِ الْعَبْدِ مَالٌ غَیْرُ الْعَبْدِ۔ یُرِیْدُ اَنْ یُجِیْزَ بِذٰلِکَ شَہَادَۃَ النِّسَاءِ فِی الْعَتَاقَۃِ۔ فَاِنَّ ذٰلِکَ لَیْسَ عَلٰی مَا قَالَ۔ وَاِنَّمَا مَثَلُ ذٰلِکَ، الرَّجُلُ یَعْتِقُ عَبْدَہٗ۔ ثُمَّ یَاْتِیْ طَالِبُ الْحَقِّ عَلٰی سَیِّدِہٖ بِشَاہِدٍ وَاحِدٍ۔ فَیَحْلِفُ مَعَ شَاہِدِہٖ۔ ثُمَّ یَسْتَحِقُّ حَقَّہٗ۔ وَتُرَدُّ بِذٰلِکَ عَتَاقَۃُ الْعَبْدِ۔ اَوْ یَاْتِی الرَّجُلُ قَدْ کَانَتْ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ سَیِّدِ الْعَبْدِ مُخَالَطَۃٌ وَمُلَابَسَۃٌ۔ فَیَزْعُمُ اَنَّ لَہٗ عَلٰی سَیِّدِ الْعَبْدِ مَالًا۔ فَیُقَالُ لِسَیِّدِ الْعَبْدِ: احْلِفْ مَا عَلَیْکَ مَا ادَّعٰی۔ فَاِنْ نَکَلَ وَاَبٰی اَنْ یَحْلِفَ، حُلِّفَ صَاحِبُ الْحَقِّ۔ وَثَبَتَ حَقُّہٗ عَلٰی سَیِّدِ الْعَبْدِ۔ فَیَکُوْنُ ذٰلِکَ یَرُدُّ عَتَاقَۃَ الْعَبْدِ۔ اِذَا ثَبَتَ الْمَالُ عَلٰی سَیِّدِہٖ۔

قَالَ وَکَذٰلِکَ اَیْضًا الرَّجُلُ یَنْکِحُ الْاَمَۃَ۔ فَتَکُوْنُ امْرَاَتَہٗ۔ فَیَاْتِیْ سَیِّدُ الْاَمَۃِ اِلَی الرَّجُلِ الَّذِیْ تَزَوَّجَہَا فَیَقُوْلُ: ابْتَعْتَ مِنِّیْ جَارِیَتِیْ فُلَانَۃَ۔ اَنْتَ وَفُلَانٌ بِکَذَا وَکَذَا دِیْنَارًا۔ فَیُنْکِرُ ذٰلِکَ زَوْجُ الْاَمَۃِ۔ فَیَاْتِیْ سَیِّدُ الْاَمَۃِ بِرَجُلٍ وَامْرَاَتَیْنِ۔ فَیَشْہَدُوْنَ عَلٰی مَا قَالَ۔ فَیَثْبُتُ بَیْعُہٗ وَیَحِقُّ حَقُّہٗ۔ وَتَحْرُمُ الْاَمَۃُ عَلٰی زَوْجِہَا۔ وَیَکُوْنُ ذٰلِکَ فِرَاقًا بَیْنَہُمَا۔ وَشَہَادَۃُ النِّسَاءِ لَا تَجُوْزُ فِی الطَّلَاقِ۔

قَالَ مَالِکٌ: وَمِنْ ذٰلِکَ اَیْضًا، الرَّجُلُ یَفْتَرِیْ عَلَی الرَّجُلِ الْحُرِّ، فَیَقَعُ عَلَیْہِ الْحَدُّ۔ فَیَاْتِیْ رَجُلٌ وَامْرَاَتَانِ فَیَشْہَدُوْنَ اَنَّ الَّذِی افْتُرِیَ عَلَیْہِ عَبْدٌ مَمْلُوْکٌ۔ فَیَضَعُ ذٰلِکَ الْحَدَّ عَنِ الْمُفْتَرِیْ بَعْدَ اَنْ وَقَعَ عَلَیْہِ۔ وَشَہَادَۃُ النِّسَاءِ لَا تَجُوْزُ فِی الْفِرْیَۃِ۔

قَالَ مَالِکٌ: وَمِمَّا یُشْبِہُ ذٰلِکَ اَیْضًا مِمَّا یَفْتَرِقُ فِیْہِ الْقَضَاءُ، وَمَا مَضٰی مِنَ السُّنَّۃِ، اَنَّ الْمَرْاَتَیْنِ یَشْہَدَانِ عَلَی اسْتِہْلَالِ الصَّبِیِّ۔ فَیَجِبُ بِذٰلِکَ مِیْرَاثُہٗ حَتّٰی یَرِثَ۔ وَیَکُوْنُ مَالُہٗ لِمَنْ یَرِثُہٗ، اِنْ مَاتَ الصَّبِیُّ وَلَیْسَ مَعَ الْمَرْاَتَیْنِ، اللَّتَیْنِ شَہِدَتَا، رَجُلٌ وَلَا یَمِیْنٌ۔ وَقَدْ یَکُوْنُ ذٰلِکَ فِی الْاَمْوَالِ الْعِظَامِ۔ مِنَ الذَّہَبِ وَالْوَرِقِ۔ وَالرِّبَاعِ وَالْحَوَائِطِ وَالرَّقِیْقِ۔ وَمَا سِوٰی ذٰلِکَ مِنَ الْاَمْوَالِ وَلَوْ شَہِدَتِ امْرَاَتَانِ عَلٰی دِرْہَمٍ وَاحِدٍ۔ اَوْ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِکَ اَوْ اَکْثَرَ۔ لَمْ تَقْطَعْ شَہَادَتُہُمَا شَیْئًا۔

وَلَمْ تُجْزِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعَهُمَا شَاهِدٌ أَوْ يَمِينٌ.

قَالَ مَالِكٌ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ لَا تَكُونُ الْيَمِينُ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ. وَيَحْتَجُّ بِقَوْلِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، وَقَوْلُهُ الْحَقُّ - وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ - يَقُولُ: فَإِنْ لَمْ يَأْتِ بِرَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ فَلَا شَيْءَ لَهُ. وَلَا يُحَلَّفُ مَعَ شَاهِدِهِ.

قَالَ مَالِكٌ: فَمِنَ الْحُجَّةِ عَلَى مَنْ قَالَ ذٰلِكَ الْقَوْلَ، أَنْ يُقَالَ لَهُ: أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا ادَّعَى عَلَى رَجُلٍ مَالًا. أَلَيْسَ يَحْلِفُ الْمَطْلُوبُ مَا ذٰلِكَ الْحَقُّ عَلَيْهِ. فَإِنْ حَلَفَ بَطَلَ ذٰلِكَ عَنْهُ. وَإِنْ نَكَلَ عَنِ الْيَمِينِ حُلِّفَ صَاحِبُ الْحَقِّ إِنَّ حَقَّهُ لَحَقٌّ. وَثَبَتَ حَقُّهُ عَلَى صَاحِبِهِ. فَهٰذَا مَا لَا اخْتِلَافَ فِيهِ عِنْدَ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ. وَلَا بِبَلَدٍ مِنَ الْبُلْدَانِ. فَبِأَيِّ شَيْءٍ أَخَذَ هٰذَا؟ أَوْ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ وَجَدَهُ؟ فَإِنْ أَقَرَّ بِهٰذَا فَلْيُقْرِرْ بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ. وَإِنْ لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ. وَأَنَّهُ لَيَكْفِي مِنْ ذٰلِكَ مَا مَضَى مِنَ السُّنَّةِ. وَلٰكِنِ الْمَرْءُ قَدْ يُحِبُّ أَنْ يَعْرِفَ وَجْهَ الصَّوَابِ وَمَوْقِعَ الْحُجَّةِ. فَفِي هٰذَا بَيَانُ مَا أَشْكَلَ مِنْ ذٰلِكَ. إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى.

ترجمہ: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰنؒ اور سلیمان بن یسارؒ سے پوچھا گیا کہ کیا گواہ سمیت قسم پر فیصلہ کیا جائے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں۔ (آثار میں اس کے خلاف بھی آیا ہے اور اس کے مطابق بھی۔ دیکھئے بیہقی اور الجواہر النقی)۔

مالکؒ نے کہا کہ گواہ کے ساتھ قسم پر فیصلہ کرنا معمول رہا ہے۔ مدّعی اپنے گواہ کے ساتھ قسم کھائے اور اپنے حق کا حقدار بن جائے۔ اگر وہ قسم کھانے سے گریز اور انکار کرے تو مدّعا علیہ کو قسم دی جائے۔ اس کی قسم پر اس کے خلاف دعویٰ ساقط ہوگا۔ اور اس کے انکار پر مدّعی کا دعویٰ ثابت ہوگا۔

مالکؒ نے کہا، لیکن یہ صرف اموال میں ہوسکتا ہے۔ حدود، نکاح وطلاق، عتاقہ، چوری اور بہتان میں ایسا نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی کہے کہ عتاقہ (غلام آزاد کرنا) اموال میں سے ہے تو اس نے خطا کی۔ یہ اموال میں سے نہیں ہے۔ اگر اس کا قول درست مانا جائے تو غلام اپنا گواہ لے کر آجائے کہ اس کے آقا نے اسے آزاد کیا ہے۔ لیکن غلام اگر کسی مالی معاملہ میں ایک گواہ لائے اور دعویٰ کے ساتھ قسم کھائے تو وہ مال کا حقدار ہو جاتا ہے۔ (لیکن امام مالکؒ نے اموال کا جو استثنا کیا ہے اس پر صرف اپنا اجتہاد کیا ہے۔ کوئی نقل نہیں بتائی۔ یہ استثنا اس سے زیادہ پختہ دلیل کا محتاج نظر آتا ہے۔)

مالکؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک معمول ہے کہ غلام جب اپنی آزادی پر ایک گواہ پیش کرے تو اس کے آقا کو قسم دی جائیگی

اگر اس نے قسم کھائی کہ آزاد نہیں کیا تو غلام کا دعویٰ باطل ہوا۔

مالکؒ نے کہا کہ اسی طرح طلاق میں ہمارے نزدیک یہ امر معمول بہ ہے کہ جب عورت ایک گواہ پیش کرے کہ اس کے خاوند نے اسے طلاق دے دی ہے تو اس کے خاوند کو قسم دی جائے گی کہ اس نے طلاق نہیں دی۔ جب وہ قسم کھائے تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

مالکؒ نے کہا کہ طلاق اور عتاق کا طریقہ ایک گواہ کے مسئلہ میں ایک ہی ہے۔ قسم خاوند پر اور آقا پر ہوتی ہے اور عتاقہ حدود میں سے ایک حد ہے۔ جس میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں۔ کیونکہ جب غلام آزاد ہو گیا تو اس کی حرمت ثابت ہو گئی اور اس کے باعث دوسروں پر اور خود اس پر حدود واقع ہو گئیں۔ اگر وہ زنا کرے اور شادی شدہ ہو تو اسے رجم کیا جائے گا۔ اگر کوئی اسے قتل کردے تو قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ (حنفیہ کے نزدیک غلام کے بدلے میں بھی آزاد کو قتل کیا جائے گا۔) اور اس کے لئے اس کے مورث کی طرف سے میراث ثابت ہو گی۔ اگر کوئی دلیل دینے والا یہ دلیل پیش کرے کہ اگر کسی نے اپنا غلام آزاد کیا۔ ایک آدمی نے آقا کے پاس آ کر اپنا قرض اس سے طلب کیا۔ اس دعویٰ پر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دے دی تو اس سے غلام کے آقا کے خلاف حق ثابت ہو گیا حتیٰ کہ اس کے باعث اس کا عتاقہ رَدّ ہو جائے گا۔ جب کہ اس آقا کا اس غلام کے علاوہ کوئی اور مال نہ ہو۔ (مگر حنفیہ کے نزدیک مقروض کا عتاقہ جائز اور نافذ ہے) اس طرح یہ دلیل دینے والا یہ ثابت کرنا چاہے کہ عتاقہ میں عورتوں کی گواہی جائز ہے تو یہ بات وہ نہیں جو اس شخص نے کہی۔ بلکہ اس کی دراصل یہ ہے کہ آدمی اپنا غلام آزاد کرے۔ پھر آقا کے خلاف کوئی حق طلب کرنے والا آئے، اور ایک گواہ طلب کر کے قسم بھی کھائے تو وہ اپنے حق کا حقدار ہو جائے گا۔ اور اس سے غلام کی آزادی کو رد کیا جائے گا۔ (عورتوں کی گواہی کا یہ مسئلہ بھی امام مالکؒ کے مذہب پر ہے۔ ورنہ حنفیہ کے نزدیک حدود کے سوا عورتوں کی گواہی تمام حقوق میں جائز ہے) یا وہ آدمی آئے کہ اس کے درمیان اور غلام کے آقا کے درمیان اموال میں خلط ملط تھا اور کہے کہ اس کا اس غلام کے آقا کے ذمہ کچھ مال ہے اور آقا سے کہے کہ تم قسم کھاؤ کہ تمہارے ذمہ مال نہیں اور اس شخص کا دعویٰ غلط ہے۔ اگر وہ قسم سے گریز اور انکار کرے تو حق والا قسم کھائے گا اور اس کا حق غلام کے آقا کے خلاف ثابت ہو جائے گا۔ پس مال کے ثابت ہونے کی صورت میں غلام کی آزادی رد کر دی جائے گی۔ (اور یہ گزر را کہ حنفیہ کے ہاں ایسا نہیں ہوتا۔)

مالکؒ نے کہا کہ اس طرح اگر کوئی آدمی لونڈی سے نکاح کرے اور وہ اس کی بیوی بن جائے۔ پھر لونڈی کا مالک اس کے پاس آئے اور اس سے کہے کہ تو نے اور فلاں شخص نے میری فلاں لونڈی مجھ سے اتنے دینار میں خریدی۔ مگر لونڈی کا خاوند اس کا انکار کرے اور لونڈی کا آقا ایک مرد اور دو عورتیں لائے جو اس کے دعویٰ کی گواہی دیں۔ تو اس کی بیع ثابت اور اس کا حق ثابت ہو جائے گا۔ اور اس طرح اس مرد اور منکوحہ لونڈی میں جدائی ہو جائے گی۔ حالانکہ طلاق میں عورتوں کی گواہی (مالکؒ کے نزدیک) جائز نہیں۔ (گویا ایک مالی حق ہونے کی بنا پر یہاں گواہی جائز ہوئی۔ اور یہ چیز امام مالکؒ اپنے مسلک کے مطابق ثابت کرنا چاہتے تھے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اسی طرح اگر کوئی آدمی کسی آزاد شخص پر بہتان لگائے تو وہ حد واقع ہوتی ہے۔ پھر ایک مرد اور دو عورتیں آئیں اور گواہی دیں کہ جس کے خلاف افترا کیا گیا ہے وہ تو مملوک غلام ہے پس وہ حد مفتری سے ساقط ہو جاتی ہے بعد اس کے کہ ثابت ہو گئی تھی۔ حالانکہ عورتوں کی گواہی بہتان میں جائز نہیں ہے۔ (اور یہاں پر حد اس لئے ساقط ہوئی کہ براہ راست عورتوں کی گواہی حد نہیں بلکہ ایک شخص غلام ہونے کے بارے میں تھی۔)

مالکؒ نے کہا کہ اسی کے مشابہ یہ بات بھی ہے۔ جو معمول بہ ہے جس میں کہ فیصلہ مختلف ہوتا ہے اور وہ یہ کہ دو عورتیں گواہی

دیں کہ بچہ ماں کے پیٹ سے زندہ پیدا ہوا تھا، لہٰذا اس کے باعث اس کا وارث ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ اگر یہ بچہ مرجائے تو اس کا مال اس کے وارثوں کا ہوگا۔ یہ مقدمہ ثابت ہوگیا۔ حالانکہ ان عورتوں کے ساتھ گواہی دینے والا کوئی مرد بھی نہ تھا۔ اور نہ کوئی قسم اٹھائی گئی۔ اور کبھی کبھی اس قسم کا مقدمہ بڑے بڑے مالوں، سونے چاندی، مکانات، باغوں اور غلاموں اور دیگر اموال میں ہوتا ہے اور اگر دو عورتیں منفرد طور پر ایک درہم یا اس سے کم و بیش پر شہادت دیں تو ان کی گواہی سے کچھ ثابت نہ ہوگا۔ اور وہ جائز نہ ہوگی۔ جب تک کہ ان کے ساتھ ایک گواہ یا حلف نہ ہو۔ (بعض معاملات ایسے ہیں جہاں صرف عورتوں کی گواہی معتبر ہے۔ مثلاً ولادت، بچے کا زندہ پیدا ہونا۔ عورتوں کے خفیہ عیوب وغیرہا ایسی چیزیں، جن کی اطلاع صرف عورتوں کو ہوسکتی ہے مردوں کو نہیں۔)

مالکؒ نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک گواہ کے ساتھ قسم نہیں ہوتی۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قول برحق ہے۔ "اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں تمہارے پسندیدہ گواہوں میں سے ہوں"۔ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر مرد اور دو عورتیں نہ ہوں تو اس کے لئے کچھ نہیں اور وہ اپنے گواہ کے ساتھ قسم نہیں کھا سکتا۔

مالکؒ نے کہا کہ یہ بات کہنے والے کے خلاف یہ دلیل ہے کہ اس سے کہا جائے، یہ بتاؤ کہ اگر ایک آدمی دوسرے کے خلاف ـنا دعویٰ کرے تو کیا مدعا علیہ کو حلف نہیں دی جاتی کہ اس کے ذمہ یہ حق نہیں ہے؟ پس اگر وہ حلف اٹھالے تو ہوجاتا ہے۔ (جب کہ اس کے پاس گواہ نہ ہوں) اور اگر وہ قسم کھانے سے گریز کرے۔ تو مدعی قسم کھاتا ہے کہ اس کا دعویٰ س وقت اس کا دعویٰ ثابت ہوجاتا ہے۔ اور یہ مسئلہ سب کے نزدیک اجماعی ہے۔ کسی کا اس میں اختلاف نہیں اور نہ س کی ممانعت ہے۔ (حافظ ابن حجرؒ نے اس کے برخلاف کہا کہ یہ مسئلہ اجماعی نہیں ہے اور فقہائے کوفہ اور حنفیہ اسے نہیں ن کے نزدیک مدعا علیہ قسم نہ کھائے تو بھی مدعی پر قسم نہیں آتی۔ البتہ اس مسئلہ کا پہلا جز ضرور اجماعی ہے کہ مدعی کے پاس گواہ ا تو فیصلہ مدعا علیہ کی قسم پر ہوگا۔) پس اس شخص نے کہاں سے لیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی کون سی کتاب میں اسے پایا ہے؟ جب وہ ں کا اقرار کرتا ہے تو اسے یہ بھی ماننا چاہئے کہ ایک گواہ کے ساتھ مدعی کی قسم پر فیصلہ ہوسکتا ہے۔ اور اگرچہ یہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہیں ہے لیکن اس کے ثبوت میں چلا آنے والا طریقہ کافی ہے۔ لیکن آدمی کبھی درست وجہ کو جاننا اور دلیل کے موقعہ کو پہچاننا چاہتا ہے تو اس کی مشکل کا انشاء اللہ تعالیٰ یہ بیان ہے۔ مگر حنفیہ کی دلیل کتاب اللہ کی آیت اِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ کے علاوہ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِىْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ ہے۔ اس حدیث میں قسم کو مدعا علیہ کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ گواہی کو مدعی کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔)

۵۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِيْمَنْ هَلَكَ، وَلَهٗ دَيْنٌ، وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، لَهٗ فِيْهِ شَاهِدٌ وَاحِدٌ

جو شخص مرجائے اور اس کا قرض لوگوں پر اور لوگوں کا قرض اس پر ہو اور اس کا گواہ ایک ہی ہو، تو فیصلہ کیسے ہوگا؟

قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ، فِى الرَّجُلِ يَهْلِكُ وَلَهٗ دَيْنٌ، عَلَيْهِ شَاهِدٌ وَاحِدٌ، وَعَلَيْهِ دُيُوْنٌ لِلنَّاسِ، لَهُمْ فِيْهِ شَاهِدٌ وَاحِدٌ. فَيَاْبٰى وَرَثَتُهٗ اَنْ يَحْلِفُوْا عَلٰى حُقُوْقِهِمْ مَعَ شَاهِدِهِمْ. قَالَ: فَاِنَّ الْغُرَمَاءَ يَحْلِفُوْنَ وَيَاْخُذُوْنَ حُقُوْقَهُمْ. فَاِنْ فَضَلَ فَضْلٌ لَمْ يَكُنْ لِلْوَرَثَةِ مِنْهُ شَىْءٌ. وَذٰلِكَ اَنَّ الْاَيْمَانَ

عُرِضَتْ عَلَيْهِمْ قَبْلُ، فَتَرَكُوهَا. إِلَّا أَنْ يَقُولُوا لَمْ نَعْلَمْ لِصَاحِبِنَا فَضْلًا. وَيُعْلَمُ أَنَّهُمْ إِنَّمَا تَرَكُوا الْأَيْمَانَ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ. فَإِنِّي أَرَى أَنْ يَحْلِفُوا وَيَأْخُذُوا مَا بَقِيَ بَعْدَ دَيْنِهِ.

(ایضاً) ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ جو شخص مر جائے اور اس کا کسی پر قرض ہو، جس کا صرف ایک گواہ ہو۔ اور لوگوں کا اس کے ذمہ قرض ہو اور ان کا بھی ایک ہی گواہ ہو۔ تو وارث اپنے حقوق پر ایک گواہ کے ساتھ قسم کھانے سے انکار کر دیں۔ مالکؒ نے کہا کہ قرضخواہ قسم کھائیں اور اپنے حقوق لے لیں۔ اگر کچھ بچ جائے تو وارثوں کا اس میں کچھ نہیں کیونکہ پہلے انہیں قسم کھانے کو کہا گیا اور انہوں نے نہیں کھائی تھی۔ لیکن اگر وہ کہیں کہ ہمیں معلوم نہ تھا کہ ہمارے ساتھی کا کچھ مال بچ رہے گا۔ اس لئے قسم کھانے سے انکار کر دیا۔ تو میرے خیال میں وہ قسم کھائیں اور بقیہ مال لے لیں۔ (اس مسئلہ کی بنیاد وہی گواہ سمیت قسم ہے۔ جسے حنفیہ تسلیم نہیں کرتے۔)

۶- بَابُ الْقَضَاءِ فِي الدَّعْوٰى

دعویٰ میں فیصلہ کا باب

۱۴۴۸- قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ، عَنْ جَمِيلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُؤَذِّنِ، أَنَّهُ كَانَ يَحْضُرُ عُمَرَ ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ يَقْضِي بَيْنَ النَّاسِ. فَإِذَا جَاءَهُ الرَّجُلُ يَدَّعِي عَلَى الرَّجُلِ حَقًّا، نَظَرَ. فَإِنْ كَانَتْ بَيْنَهُمَا مُخَالَطَةٌ أَوْ مُلَابَسَةٌ، أَحْلَفَ الَّذِي ادُّعِيَ عَلَيْهِ. وَإِنْ لَمْ يَكُنْ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ، لَمْ يُحَلِّفْهُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَعَلَى ذٰلِكَ، الْأَمْرُ عِنْدَنَا. أَنَّهُ مَنِ ادَّعَى عَلَى رَجُلٍ بِدَعْوٰى، نُظِرَ. فَإِنْ كَانَتْ بَيْنَهُمَا مُخَالَطَةٌ أَوْ مُلَابَسَةٌ أُحْلِفَ الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ. فَإِنْ حَلَفَ بَطَلَ ذٰلِكَ الْحَقُّ عَنْهُ. وَإِنْ أَبٰى أَنْ يَحْلِفَ، وَرَدَّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعِي، فَحَلَفَ طَالِبُ الْحَقِّ، أَخَذَ حَقَّهُ.

ترجمہ: جمیل بن عبدالرحمٰن مؤذن عمر بن العزیزؒ کے پاس حاضر ہوا کرتا جب کہ وہ (امارتِ مدینہ کے دور میں) لوگوں کے درمیان فیصلے کیا کرتے تھے۔ جب کوئی ایسا شخص آتا (دعویٰ لے کر) جس کا مدعا علیہ سے کچھ تعلق اور خلط ملط ہوتا تو وہ مدعا علیہ سے قسم لیتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حلف نہ لیتے تھے۔ (جب مدعی کے پاس ثبوت نہ ہو تو مدعا علیہ سے حلف لینا ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ مالک نے کہا کہ اگر ان میں کوئی ربط ضبط ثابت ہو تو مدعا علیہ سے حلف لیں گے۔ ورنہ نہیں۔ اس حدیث میں اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ، تعلق اور خلط ملط کی کوئی شرط نہیں ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں کا معمول یہی ہے کہ جو شخص دوسرے کے خلاف کوئی دعویٰ کرے تو دیکھا جائے اگر ان میں کوئی تعلق اور ربط ضبط ہو تو مدعا علیہ سے حلف لیا جائے گا۔ اس کی قسم پر اس کے خلاف دعویٰ باطل ہو جائے گا۔ اگر وہ قسم سے انکار

کرے اور قسم کو مدعی پر لوٹا دے تو اس کی قسم پر اس کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا۔ (اس پر گزشتہ باب میں بحث ہو چکی ہے۔)

۷۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِی شَهَادَةِ الصِّبْيَانِ

بچوں کی گواہی پر فیصلے کا باب

جمہور علما کے نزدیک بچوں کی گواہی جائز نہیں۔ کیونکہ وہ شہادت کے اہل نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ اور وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ اور مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ۔ یہ صفات چونکہ بالغ انسانوں میں نہیں پائی جاتیں لہٰذا ان کی گواہی معتبر نہیں۔ امام مالکؒ نے اس مسئلہ پر جو کچھ کہا ہے وہ حضرت علیؓ سے مروی بتایا جاتا ہے اور شریحؒ الحسنؒ، ابراہیم نخعیؒ اور زہریؒ کا یہی قول ہے۔

۱۴۴۹۔ قَالَ يَحْيَى: قَالَ مَالِكٌ: عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ كَانَ يَقْضِي بِشَهَادَةِ الصِّبْيَانِ فِيمَا بَيْنَهُمْ مِنَ الْجِرَاحِ۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، أَنَّ شَهَادَةَ الصِّبْيَانِ تَجُوزُ فِيمَا بَيْنَهُمْ مِنَ الْجِرَاحِ۔ وَلَا تَجُوزُ عَلَى غَيْرِهِمْ۔ وَإِنَّمَا تَجُوزُ شَهَادَتُهُمْ فِيمَا بَيْنَهُمْ مِنَ الْجِرَاحِ وَحْدَهَا۔ لَا تَجُوزُ فِي غَيْرِ ذٰلِكَ۔ إِذَا كَانَ ذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقُوا۔ أَوْ يُخَبَّبُوا أَوْ يُعَلَّمُوا۔ فَإِنِ افْتَرَقُوا فَلَا شَهَادَةَ لَهُمْ۔ إِلَّا أَنْ يَكُونُوا قَدْ أَشْهَدُوا الْعُدُولَ عَلَى شَهَادَتِهِمْ۔ قَبْلَ أَنْ يَفْتَرِقُوا۔

ترجمہ: عبداللہ بن زبیرؓ بچوں کے باہمی معاملات (لڑائی جھگڑا) اور مار پیٹ کا فیصلہ بچوں کی شہادت سے کرتے تھے۔
مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ امر اجماعی ہے کہ بچوں کی گواہی ان کی باہمی مار پیٹ میں جائز ہے اور کسی اور پر ان کی گواہی جائز نہیں۔ ان کی شہادت صرف باہمی سر پھٹول میں جائز ہے اور کسی معاملہ میں نہیں۔ بشرطیکہ یہ گواہی ان کے موقع سے منتشر ہونے سے قبل ہو۔ اور ان کو سکھانے پڑھانے سے پہلے ہو۔ اگر وہ وہاں سے چلے گئے تو پھر ان کی گواہی کوئی چیز نہیں مگر یہ کہ انہوں نے منتشر ہونے سے اپنی شہادت پر عادل مردوں کو گواہ بنا لیا ہو۔

۸۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحِنْثِ عَلَى مِنْبَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر جھوٹی قسم کھانے کا بیان

مسجد نبوی کے منبر پر قسم کھانا واجب نہیں۔ حنفیہ اور حنابلہ کا قول یہ ہے کہ مدعا علیہ پر جہاں قسم واجب ہوئی، وہیں کھلائی جائے گی ایک جگہ سے دوسری جگہ اس مقصد کے لئے جانا ضروری نہیں ہے۔ امام بخاریؒ نے صحیح میں اس پر ایک باب باندھا ہے۔ دوسرے علماء کے نزدیک زمان مکان کا اختلاف قسم کے شدید یا ہلکا ہونے میں مؤثر ہوتا ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ حرم مکہ میں یا مسجد نبوی یا کسی اور مسجد میں یا منبر پر قسم کھانے والا اگر جھوٹ کہہ رہا ہے تو گناہ میں شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ شاید اسی لئے قسم کی خاطر ان جگہوں کا انتخاب کیا جاتا ہوگا۔

۱۴۵۰۔ قَالَ يَحْيٰى: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نِسْطَاسٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ حَلَفَ عَلٰى مِنْبَرِي آثِمًا تَبَوَّأَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"۔

ترجمہ: جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے میرے منبر پر جھوٹی قسم کھائی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

شرح: اس زمانے میں فیصلے مسجد میں ہوتے تھے اور اگر قسم کھانا ہوتی تو وہ بھی وہیں کھائی جاتی تھی۔ اگلی حدیث میں منبر یا مسجد کا کوئی ذکر نہیں اور بطور زجر و توبیخ فرمایا گیا ہے کہ گو وہ جھوٹی قسم اراک کی ایک شاخ پر ہی کیوں نہ ہو، باعثِ دخولِ جہنم ہے جیسے جھوٹی قسم کسی مقدس مقام پر کھانا اس مقام کی توہین کا مستوجب ہے کہ قسم کھانے والے کے دل میں اس کی عزت و توقیر کا بھی احساس نہیں رہا۔

۱۴۵۱۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مَعْبَدِ بْنِ كَعْبٍ السَّلَمِيِّ، عَنْ أَخِيهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔ وَأَوْجَبَ لَهُ النَّارَ۔ قَالُوا: وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "وَإِنْ كَانَ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ۔ وَإِنْ كَانَ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ۔ وَإِنْ كَانَ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ" قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

ترجمہ: ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے اپنی قسم کے ساتھ کسی مسلم کا حق کاٹ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام اور جہنم کو واجب کر دیا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ اگرچہ وہ کوئی معمولی چیز ہو؟ فرمایا اگرچہ وہ اراک کی ایک شاخ ہو، اگرچہ وہ اراک کی ایک شاخ ہو یہ تین مرتبہ فرمایا۔ (اراک ایک درخت ہے جس کی مسواک استعمال ہوتی تھی۔ یہ بطور مبالغہ زجر و توبیخ فرمایا گیا ہے۔ ہاں جو اسے حلال جان کر ایسا کرے۔ اس پر کفر لازم ہے۔)

۹۔ بَابُ جَامِعِ مَا جَاءَ فِي الْيَمِينِ عَلَى الْمِنْبَرِ

منبر پر قسم کھانے کی متفرق احادیث کا باب

۱۴۵۲۔ قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا غَطَفَانَ بْنَ طَرِيفٍ الْمُرِّيَّ يَقُولُ، اخْتَصَمَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ وَابْنُ مُطِيعٍ فِي دَارٍ كَانَتْ بَيْنَهُمَا۔ إِلٰى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ وَهُوَ أَمِيرٌ عَلَى الْمَدِينَةِ فَقَضٰى مَرْوَانُ عَلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ بِالْيَمِينِ عَلَى الْمِنْبَرِ۔ فَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ

آحْلِفُ لَهُ مَكَانِي. قَالَ فَقَالَ مَرْوَانُ: لَا وَاللهِ إِلَّا عِنْدَ مَقَاطِعِ الْحُقُوقِ. قَالَ فَجَعَلَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ يَحْلِفُ أَنَّ حَقَّهُ لَحَقٌّ. وَيَأْبَى أَنْ يَحْلِفَ عَلَى الْمِنْبَرِ. قَالَ فَجَعَلَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ يَعْجَبُ مِنْ ذٰلِكَ.

قَالَ مَالِكٌ: لَا أَرَى أَنْ يُحَلَّفَ أَحَدٌ عَلَى الْمِنْبَرِ، عَلَى أَقَلَّ مِنْ رُبُعِ دِينَارٍ. وَذٰلِكَ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ.

ترجمہ: زید بن ثابتؓ اور ابن مطیعؒ اپنے ایک مشترکہ گھر کا مقدمہ لے کر مروان بن الحکم امیر مدینہ کے پاس گئے۔ تو مروان نے فیصلہ کیا کہ زید بن ثابت منبر پر قسم کھائیں۔ زید بنؓ ثابت نے کہا کہ میں اس کے لئے یہیں پر قسم کھاؤں گا۔ مروان نے کہا نہیں۔ واللہ مگر وہاں قسم کھائیے جہاں حقوق کا فیصلہ ہوتا ہے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ وہاں پر قسم کھانے کا رواج تھا) ابو غطفان راوی نے کہا کہ زید بن ثابت قسم کھانے لگے (یعنی وہیں پر نہ کہ منبر پر) کہ ان کا حق ثابت ہے اور وہ اس سے انکار کرتے تھے کہ منبر پر قسم کھائیں راوی نے کہا کہ مروان بن الحکم اس پر حیران ہو رہا تھا۔ (یہ روایت موطائے محمدؒ باب استحلاف الخصوم میں مروی ہے۔)

شرح: زید بن ثابت جلیل القدر صحابی، کاتبِ وحی، علم الفرائض کے عظیم ترین عالم اور فاضل و فقیہہ صحابی تھے۔ بخاریؒ نے اس حدیث پر جو عنوان قائم کیا ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی منبر پر قسم کھانا واجب نہیں۔ ابو عبید نے کتاب القضاء میں ابن عمرؓ کا ایک قصہ بھی سندِ صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن عمرؓ منبر پر قسم کھانا واجب نہیں جانتے تھے۔ امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ ہم زید بنؓ ثابت کے قول کو اختیار کرتے ہیں۔ آدمی جہاں بھی قسم کھائے جائز ہے۔ اگر زید بن ثابت منبر پر قسم کھانا ضروری جانتے تو انکار نہ کرتے اور حق دینے سے ابا نہ کرتے۔ مگر انہوں نے ناحق دینا ناپسند کیا اور وہ خود اس بات کے زیادہ حقدار تھے کہ مروان کی نسبت ان کے قول و فعل کو اختیار کیا جائے۔)

مالکؒ نے کہا کہ میرے نزدیک کسی شخص پر ¼ دینار یعنی تین درہم سے کم کے مقدمے میں منبر پر قسم کھانا واجب نہیں ہے۔ (جو حضرات منبر پر قسم کھانا ضروری جانتے ہیں۔ ان کے نزدیک بھی معمولی مقدار کی چیز کے لئے ایسا کرنا لازم نہیں۔ پھر ان میں مقدار کے اندر اختلاف ہوا ہے کہ کم از کم مقدار میں منبر پر قسم دلوائی جائے۔ امام مالکؒ کے نزدیک تین درہم کی مقدار ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک کم از کم مقدار بیس دینار ہے۔ داؤد ظاہریؒ اور ابن حزمؒ کے نزدیک مقدار کم ہو یا زیادہ، قسم منبر پر ہی ہوگی۔

۱۰۔ بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنْ غَلَقِ الرَّهْنِ

رہن کو بہر صورت فک نہ کرنے کا عدم جواز کا باب

کسی مالی حق کی وصولی کے لئے مقروض کی کسی چیز کو قبضہ میں رکھنا رہن کہلاتا ہے۔ جب وہ حق کی ادائیگی کر دے تو مرہونہ چیز کا واپس کرنا ضروری ہے۔ اور فکِ رہن سے انکار کرنا یا ٹال مٹول کرنا جائز نہیں ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں مرہونہ چیز کو حیلے بہانے سے ہڑپ کر جاتے تھے۔ اگر مقروض کسی عذر سے وقت پر نہ چھڑا سکے تو مرہون پر قبضہ کر لیتے تھے۔ اسلام نے اس سے منع کیا ہے۔

۱۴۵۳۔ قَالَ یَحْیٰی:

حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَغْلَقُ الرَّهْنُ".

قَالَ مَالِكٌ: وَتَفْسِيرُ ذٰلِكَ، فِيمَا نُرٰى وَاللَّهُ أَعْلَمُ، أَنْ يَرْهَنَ الرَّجُلُ الرَّهْنَ عِنْدَ الرَّجُلِ بِالشَّيْءِ وَفِي الرَّهْنِ فَضْلٌ عَمَّا رُهِنَ بِهِ. فَيَقُولُ الرَّاهِنُ لِلْمُرْتَهِنِ: إِنْ جِئْتُكَ بِحَقِّكَ، إِلٰى أَجَلٍ يُسَمِّيهِ لَهُ، وَإِلَّا فَالرَّهْنُ لَكَ بِمَا رُهِنَ فِيهِ.

قَالَ: فَهٰذَا لَا يَصْلُحُ وَلَا يَحِلُّ. وَهٰذَا الَّذِي نُهِيَ عَنْهُ، وَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهُ بِالَّذِي رَهَنَ بِهِ بَعْدَ الْأَجَلِ، فَهُوَ لَهُ. وَأُرٰى هٰذَا الشَّرْطَ مُنْفَسِخًا۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رہن کو ناجائز طور پر تلف نہ کیا جائے (کہ جب راہن اسے کسی عذر کی بنا پر چھڑا نہ سکے تو مرتہن اسے ہڑپ کر جائے۔ یہ حدیث موطائے امام محمدؒ باب الرہن میں مروی ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ اور حضورؐ کے قول لَا يُغْلَقُ الرَّهْنُ کی تفسیر یہ ہے کہ بعض لوگ دوسرے کے پاس رہن رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر فلاں فلاں وقت پر تمہاری رقم لے آؤں تو بہتر ورنہ یہ رہن تمہارا ہوگا۔ پس حضورؐ نے فرمایا کہ مرہون چیز اس کے دیئے ہوئے رہن کے بدلے میں مرتہن کی نہیں ہوسکتی۔ ہمارا یہی مختار ہے اور یہی ابوحنیفہؒ کا قول ہے اور مالکؒ بن انس نے بھی اس کی یہی تفسیر کی ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہماری رائے میں — واللہ اعلم — اس کی تفسیر یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے کے پاس کوئی چیز کسی چیز کے بدلے میں رہن رکھے اور رہن میں اس چیز کی نسبت فضیلت ہو، جس کے بدلے میں اُسے رکھا گیا ہو۔ پس مُرتہن سے رہن رکھنے والا کہے کہ اگر فلاں مُدت میں تیرا حق لے آؤں تو بہتر ورنہ یہ مرہون چیز اس کے عوض میں تیری ملک ہوگی۔ مالکؒ نے کہا کہ یہ ناجائز اور حرام ہے اور اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ اگر راہن مدّت گزرنے کے بعد بھی وہ چیز لے آئے، جس کے عوض میں اس نے کچھ رہن رکھا تھا۔ تو وہ رہن اسی کا ہے۔ اور یہ شرط میرے نزدیک ختم ہو جائے گی۔

۱۱۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي رَهْنِ الثَّمَرِ وَالْحَيَوَانِ

پھل اور حیوان کے رہن کا فیصلہ

قَالَ يَحْيٰى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ، فِيمَنْ رَهَنَ حَائِطًا لَهُ إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى، فَيَكُونُ ثَمَرُ ذٰلِكَ الْحَائِطِ قَبْلَ ذٰلِكَ الْأَجَلِ: إِنَّ الثَّمَرَ لَيْسَ بِرَهْنٍ مَعَ الْأَصْلِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ اشْتَرَطَ ذٰلِكَ،

الْمُرْتَهِنُ فِي رَهْنِهِ. وَإِنَّ الرَّجُلَ إِذَا ارْتَهَنَ جَارِيَةً وَهِيَ حَامِلٌ. أَوْ حَمَلَتْ بَعْدَ ارْتِهَانِهِ إِيَّاهَا: إِنَّ وَلَدَهَا مَعَهَا.

قَالَ مَالِكٌ: وَفُرِقَ بَيْنَ الثَّمَرِ وَبَيْنَ وَلَدِ الْجَارِيَةِ. أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرُهَا لِلْبَائِعِ. إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ".

قَالَ: وَالْأَمْرُ الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ عِنْدَنَا: أَنَّ مَنْ بَاعَ وَلِيدَةً، أَوْ شَيْئًا مِنَ الْحَيَوَانِ، وَفِي بَطْنِهَا جَنِينٌ. أَنَّ ذٰلِكَ الْجَنِينَ لِلْمُشْتَرِي. اشْتَرَطَهُ الْمُشْتَرِي أَوْ لَمْ يَشْتَرِطْهُ. فَلَيْسَتِ النَّخْلُ مِثْلُ الْحَيَوَانِ. وَلَيْسَ الثَّمَرُ مِثْلُ الْجَنِينِ فِي بَطْنِ أُمِّهِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَمِمَّا يُبَيِّنُ ذٰلِكَ أَيْضًا: أَنَّ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ أَنْ يَرْهَنَ الرَّجُلُ ثَمَرَ النَّخْلِ. وَلَا يَرْهَنُ النَّخْلَ. وَلَيْسَ يَرْهَنُ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ جَنِينًا فِي بَطْنِ أُمِّهِ. مِنَ الرَّقِيقِ. وَلَا مِنَ الدَّوَابِّ.

(ایضًا) ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ جس نے اپنا باغ ایک مدت کے لئے رہن رکھا اور باغ میں اس مدت سے پہلے پھل آگیا تو درختوں کے ساتھ پھل رہن نہ ہوگا۔ سوائے اس صورت کے کہ مرتہن نے اپنے رہن میں یہ شرط کرلی ہو۔ اور آدمی نے جب لونڈی رہن میں لی اور وہ حاملہ تھی یا رہن کے بعد حاملہ ہوئی۔ تو اس کا بچہ اس کے ساتھ مرہون ہوگا۔ اور پھل اور لونڈی کے بچے میں یہ فرق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے پیوند شدہ کھجور کا درخت بیچا تو اس کا پھل بائع کا ہے۔ مگر یہ کہ خریدار اس کی شرط کرے۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ متفق علیہ امر ہے کہ جس نے کوئی لونڈی یا کوئی حیوان بیچا اور اس کے پیٹ میں بچہ تھا، تو وہ بچہ خریدار کا ہے وہ شرط کرے یا نہ کرے۔ اور درخت حیوان کی مانند نہیں اور پھل پیٹ کے بچے کی مانند نہیں جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ مگر درخت کا خرچ راہن پر اور اس کا پھل بھی اسی کا ہوگا۔ آج کل ہمارے ملک میں جو رواج ہے کہ زمین رہن میں لی۔ اور اس کی فصل وغیرہ کھاتے رہے۔ جب مالک نے رقم ادا کی تو زمین کو فک کر دیا۔ یہ صریح سود ہے۔ کھینچا تانی سے اس کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

مالکؒ نے کہا کہ اس کی وضاحت اس طرح بھی ہوتی ہے کہ لوگ بعض دفعہ کھجور کا پھل رہن رکھتے ہیں مگر درخت کو رہن نہیں رکھتے اور کوئی بھی نہ لونڈی کے پیٹ کے بچے کو اور نہ جانوروں کے پیٹ کے بچے کو رہن رکھتا ہے۔

۱۲۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي الرَّهْنِ مِنَ الْحَيَوَانِ

حیوان کے رہن رکھنے کا باب

قَالَ يَحْيٰى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ، الْأَمْرُ الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ عِنْدَنَا فِي الرَّهْنِ: أَنَّ مَا

كَانَ مِنْ أَمْرٍ يُعْرَفُ هَلَاكُهُ مِنْ أَرْضٍ أَوْ دَارٍ أَوْ حَيَوَانٍ. فَهَلَكَ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ. وَعُلِمَ هَلَاكُهُ فَهُوَ مِنَ الرَّاهِنِ. وَإِنَّ ذٰلِكَ لَا يَنْقُصُ مِنْ حَقِّ الْمُرْتَهِنِ شَيْئًا. وَمَا كَانَ مِنْ رَهْنٍ يَهْلِكُ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ. فَلَا يُعْلَمُ هَلَاكُهُ إِلَّا بِقَوْلِهِ. فَهُوَ مِنَ الْمُرْتَهِنِ. وَهُوَ لِقِيمَتِهِ ضَامِنٌ. يُقَالُ لَهُ: صِفْهُ فَإِذَا وَصَفَهُ، أُحْلِفَ عَلَى صِفَتِهِ. وَتَسْمِيَةِ مَالِهِ فِيهِ. ثُمَّ يُقَوِّمُهُ أَهْلُ الْبَصَرِ بِذٰلِكَ. فَإِنْ كَانَ فِيهِ فَضْلٌ عَمَّا سَمَّى فِيهِ الْمُرْتَهِنُ، أَخَذَهُ الرَّاهِنُ. وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِمَّا سَمَّى، أُحْلِفَ الرَّاهِنُ عَلَى مَا سَمَّى الْمُرْتَهِنُ. وَبَطَلَ عَنْهُ الْفَضْلُ الَّذِي سَمَّى الْمُرْتَهِنُ. فَوْقَ قِيمَةِ الرَّهْنِ. وَإِنْ أَبَى الرَّاهِنُ أَنْ يَحْلِفَ، أُعْطِيَ الْمُرْتَهِنُ مَا فَضَلَ بَعْدَ قِيمَةِ الرَّهْنِ. فَإِنْ قَالَ الْمُرْتَهِنُ: لَا عِلْمَ لِي بِقِيمَةِ الرَّهْنِ حُلِّفَ الرَّاهِنُ عَلَى صِفَةِ الرَّهْنِ. وَكَانَ ذٰلِكَ لَهُ، إِذَا جَاءَ بِالْأَمْرِ الَّذِي لَا يُسْتَنْكَرُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَذٰلِكَ إِذَا قَبَضَ الْمُرْتَهِنُ الرَّهْنَ. وَلَمْ يَضَعْهُ عَلَى يَدَيْ غَيْرِهِ.

(ایضاً) ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک متفق علیہ امر رہن میں یہ ہے کہ حیوان، زمین یا گھر کا تلف ہو جانا جو لوگوں کے سامنے ہو۔ اور معروف ہو، جب یہ چیزیں مرتہن کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائیں۔ اور ان کی ہلاکت معلوم ہو تو وہ راہن کی ذمہ داری سے ہے اور اس سے مرتہن کا حق کچھ بھی کم نہیں ہوتا۔ (یعنی قصور جب مرتہن کا نہیں تو وہ ان کی ہلاکت کا ذمہ دار نہیں ہے) اور جو رہن مرتہن کے ہاتھوں میں ہلاک ہو اور اس کی ہلاکت کا علم صرف اس کی زبانی معلوم ہوا ہو تو اس کی ذمہ داری مرتہن پر ہے۔ اور وہ اس کی قیمت کا ضامن ہے۔ اس سے کہا جائے گا کہ اس کا وصف بیان کرے، تو اسے قسم دی جائے گی۔ اور جس مال کے بدلے وہ رہن تھا، اس کا نام بھی لے گا۔ پھر اہل بصیرت لوگ اس کی قیمت لگائیں گے۔ اگر مرتہن کے بیان کے مطابق مال میں سے کچھ بچا ہوگا، تو وہ راہن لے گا۔ اور اگر وہ اس سے کم ہو تو راہن کو مرتہن کے بیان پر قسم دیں گے اور مرتہن نے جو اضافہ بتایا ہوگا وہ باطل ہو جائے گا، قسم کھانے سے انکار کر دے تو رہن کی قیمت کے بعد جو بچے گا وہ مرتہن کو دیا جائے گا۔ اگر مرتہن کہے کہ مجھے رہن کی قیمت معلوم نہیں تو راہن کی رہن کی صفت پر قسم دی جائے گی۔ اور جب وہ معروف چیزیں بیان کرے گا تو رہن اس کا ہوگا۔ (ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کہتے ہیں کہ مرتہن چونکہ رہن کے ضائع ہونے کا مدعی ہے۔ لہذا حلف راہن پر آتی ہے اور اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔) مالکؒ نے کہا یہ اس وقت ہے جب کہ مرتہن رہن پر خود قبضہ کرے۔ اور کسی اور کے قبضے میں نہ دے دے۔

۱۳- بَابُ الْقَضَاءِ فِي الرَّهْنِ يَكُونُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ.

دو آدمیوں کے پاس جو رہن ہو اس کا فیصلہ

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ، فِي الرَّجُلَيْنِ يَكُونُ لَهُمَا رَهْنٌ، هُمَا

بِبَيْعِ رَهْنِهِ. وَقَدْ كَانَ الْآخَرُ أَنْظَرَهُ بِحَقِّهِ سَنَةً. قَالَ: إِنْ كَانَ يُقْدَرُ عَلَى أَنْ يُقْسَمَ الرَّهْنُ. وَلَا يَنْقُصَ حَقُّ الَّذِي أَنْظَرَهُ بِحَقِّهِ. بِيعَ لَهُ نِصْفُ الرَّهْنِ الَّذِي كَانَ بَيْنَهُمَا. فَأُوفِيَ حَقَّهُ. وَ إِنْ خِيفَ أَنْ يَنْقُصَ حَقُّهُ. بِيعَ الرَّهْنُ كُلُّهُ. فَأُعْطِيَ الَّذِي قَامَ بِبَيْعِ رَهْنِهِ، حَقَّهُ مِنْ ذٰلِكَ. فَإِنْ طَابَتْ نَفْسُ الَّذِي أَنْظَرَهُ بِحَقِّهِ، أَنْ يَدْفَعَ نِصْفَ الثَّمَنِ إِلَى الرَّاهِنِ. وَ إِلَّا حُلِّفَ الْمُرْتَهِنُ. أَنَّهُ مَا أَنْظَرَهُ إِلَّا لِيُوقِفَ لِي رَهْنِي عَلَى هَيْئَتِهِ. ثُمَّ أُعْطِيَ حَقَّهُ عَاجِلًا.

قَالَ: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ، فِي الْعَبْدِ يَرْهَنُهُ سَيِّدُهُ، وَلِلْعَبْدِ مَالٌ: إِنَّ مَالَ الْعَبْدِ لَيْسَ بِرَهْنٍ. إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُرْتَهِنُ.

ایضا۔ ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ دو آدمیوں کے درمیان رہن ہو (دونوں ایک چیز کے اکٹھے مرتہن ہوں) ان میں سے ایک اپنے رہن کو فروخت کرنا چاہے اور دوسرے نے راہن کو ادائیگی قرض کے لئے ایک سال کی مہلت دی تھی۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر رہن رکھی چیز کی تقسیم کرنا ممکن ہو اور اس سے مہلت دینے والے کے حق کا نقصان نہ ہو تو نصف شئی مرہون کو بیچ دیا جائے گا اور وہ شخص اپنا حق وصول کرلے گا۔ اور اگر نصف بیع کی وجہ سے مہلت دینے والے کے حق کا نقصان ہوتا ہو تو تمام رہن (مرہون شی) بیچ دی جائے گا اور اس میں سے بیچنے والے کو اس کا حق (نصف دیا جائے گا۔ پھر اگر مہلت دینے والے کا جی چاہے تو یہ نصف ثمن راہن کے حوالے کر دے۔ (کیونکہ وہ تو راہن کو مہلت دے چکا ہے۔) ورنہ اسے یہ قسم دی جائے گی کہ میں نے راہن کو صرف اس لئے مہلت دی تھی کہ میرا حق اصل صورت پر باقی رہے۔ پھر اسے بھی اس کا حق دے دیا جائے گا۔

مالکؒ نے کہا کہ جس غلام کو اس کا مالک رہن رکھ دے اور غلام کا کچھ مال بھی ہے تو وہ مال رہن میں شامل نہیں مگر یہ کہ مرتہن اس کی شرط کرلے۔ (اس پر اجماع ہے۔ غلام کا مال۔ جب کہ آقا کی اجازت اور اطلاع کے ساتھ ہو۔ کیونکہ اصل میں تو وہ آقا کا مال ہے۔ غلام کی بیع میں داخل نہیں ہوتا۔ تو رہن میں بھی داخل نہیں ہے۔)

۱۴۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِيْ جَامِعِ الرُّهُوْنِ

رہن کے متفرق مسائل کا بیان

قَالَ يَحْيٰى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ، فِيمَنِ ارْتَهَنَ مَتَاعًا فَهَلَكَ الْمَتَاعُ عِنْدَ الْمُرْتَهِنِ. وَأَقَرَّ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ بِتَسْمِيَةِ الْحَقِّ. وَاجْتَمَعَا عَلَى التَّسْمِيَةِ. وَتَدَاعَيَا فِي الرَّهْنِ. فَقَالَ الرَّاهِنُ: قِيمَتُهُ عِشْرُونَ دِينَارًا. وَقَالَ الْمُرْتَهِنُ: قِيمَتُهُ عَشَرَةُ دَنَانِيرَ. وَالْحَقُّ الَّذِي لِلرَّجُلِ فِيهِ عِشْرُونَ

دِينَارًا. قَالَ مَالِكٌ: يُقَالُ لِلَّذِي بِيَدِهِ الرَّهْنُ: صِفْهُ. فَإِذَا وَصَفَهُ، أُحْلِفَ عَلَيْهِ. ثُمَّ أَقَامَ تِلْكَ الصِّفَةَ أَهْلُ الْمَعْرِفَةِ بِهَا. فَإِنْ كَانَتِ الْقِيمَةُ أَكْثَرَ مِمَّا رُهِنَ بِهِ، قِيلَ لِلْمُرْتَهِنِ: ارْدُدْ إِلَى الرَّاهِنِ بَقِيَّةَ حَقِّهِ. وَإِنْ كَانَتِ الْقِيمَةُ أَقَلَّ مِمَّا رُهِنَ بِهِ، أَخَذَ الْمُرْتَهِنُ بَقِيَّةَ حَقِّهِ مِنَ الرَّاهِنِ. وَإِنْ كَانَتِ الْقِيمَةُ بِقَدْرِ حَقِّهِ، فَالرَّهْنُ بِمَا فِيهِ.

قَالَ يَحْيَى: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي الرَّجُلَيْنِ يَخْتَلِفَانِ فِي الرَّهْنِ. يَرْهَنُهُ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ. فَيَقُولُ الرَّاهِنُ: أَرْهَنْتُكَهُ بِعَشَرَةِ دَنَانِيرَ. وَيَقُولُ الْمُرْتَهِنُ: ارْتَهَنْتُهُ مِنْكَ بِعِشْرِينَ دِينَارًا. وَالرَّهْنُ ظَاهِرٌ بِيَدِ الْمُرْتَهِنِ. قَالَ: يُحَلَّفُ الْمُرْتَهِنُ حَتَّى يُحِيطَ بِقِيمَةِ الرَّهْنِ فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ، لَا زِيَادَةَ فِيهِ وَلَا نُقْصَانَ عَمَّا حُلِّفَ أَنَّ لَهُ فِيهِ، أَخَذَهُ الْمُرْتَهِنُ بِحَقِّهِ. وَكَانَ أَوْلَى بِالتَّبْدِئَةِ بِالْيَمِينِ، لِقَبْضِهِ الرَّهْنَ وَحِيَازَتِهِ إِيَّاهُ. إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّ الرَّهْنِ أَنْ يُعْطِيَهُ حَقَّهُ الَّذِي حُلِّفَ عَلَيْهِ، وَيَأْخُذَ رَهْنَهُ.

قَالَ: وَإِنْ كَانَ الرَّهْنُ أَقَلَّ مِنَ الْعِشْرِينَ الَّتِي سَمَّى. أُحْلِفَ الْمُرْتَهِنُ عَلَى الْعِشْرِينَ الَّتِي سَمَّى. ثُمَّ يُقَالُ لِلرَّاهِنِ: إِمَّا أَنْ تُعْطِيَهُ الَّذِي حَلَفَ عَلَيْهِ، وَتَأْخُذَ رَهْنَكَ. وَإِمَّا أَنْ تَحْلِفَ عَلَى الَّذِي قُلْتَ أَنَّكَ رَهَنْتَهُ بِهِ، وَيَبْطُلُ عَنْكَ مَا زَادَ الْمُرْتَهِنُ عَلَى قِيمَةِ الرَّهْنِ. فَإِنْ حَلَفَ الرَّاهِنُ بَطَلَ ذَلِكَ عَنْهُ. وَإِنْ لَمْ يَحْلِفْ لَزِمَهُ غُرْمُ مَا حَلَفَ عَلَيْهِ الْمُرْتَهِنُ.

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنْ هَلَكَ الرَّهْنُ، وَتَنَاكَرَا الْحَقَّ. فَقَالَ الَّذِي لَهُ الْحَقُّ: كَانَتْ لِي فِيهِ عِشْرُونَ دِينَارًا. وَقَالَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ لَمْ يَكُنْ لَكَ فِيهِ إِلَّا عَشَرَةُ دَنَانِيرَ. وَقَالَ الَّذِي لَهُ الْحَقُّ: قِيمَةُ الرَّهْنِ عَشَرَةُ دَنَانِيرَ. وَقَالَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ: قِيمَتُهُ عِشْرُونَ دِينَارًا. قِيلَ لِلَّذِي لَهُ الْحَقُّ: صِفْهُ. فَإِذَا وَصَفَهُ، أُحْلِفَ عَلَى صِفَتِهِ. ثُمَّ أَقَامَ تِلْكَ الصِّفَةَ أَهْلُ الْمَعْرِفَةِ بِهَا. فَإِنْ كَانَتْ قِيمَةُ الرَّهْنِ أَكْثَرَ مِمَّا ادَّعَى فِيهِ الْمُرْتَهِنُ، أُحْلِفَ عَلَى مَا ادَّعَى. ثُمَّ يُعْطَى الرَّاهِنُ مَا فَضَلَ مِنَ

قِيمَةَ الرَّهْنِ. وَإِنْ كَانَتْ قِيمَتُهُ أَقَلَّ مِمَّا يَدَّعِي فِيهِ الْمُرْتَهِنُ، أُحْلِفَ عَلَى الَّذِي زَعَمَ أَنَّهُ لَهُ فِيهِ. ثُمَّ قَاصَّهُ بِمَا بَلَغَ الرَّهْنُ. ثُمَّ أُحْلِفَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ. عَلَى الْفَضْلِ الَّذِي بَقِيَ لِلْمُدَّعِي عَلَيْهِ بَعْدَ مَبْلَغِ ثَمَنِ الرَّهْنِ. وَذٰلِكَ أَنَّ الَّذِي بِيَدِهِ الرَّهْنُ، صَارَ مُدَّعِيًا عَلَى الرَّاهِنِ. فَإِنْ حَلَفَ بَطَلَ عَنْهُ بَقِيَّةُ مَا حَلَفَ عَلَيْهِ الْمُرْتَهِنُ مِمَّا ادَّعَى فَوْقَ قِيمَةِ الرَّهْنِ. وَإِنْ نَكَلَ، لَزِمَهُ مَا بَقِيَ مِنْ حَقِّ الْمُرْتَهِنِ. بَعْدَ قِيمَةِ الرَّهْنِ.

ایضًا۔ ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ جس نے کوئی سامان رہن رکھا اور مرتہن کے پاس ضائع ہوگیا اور جس کے ذمّہ حق تھا، یعنی راہن، اس نے دَین کی مقدار کا اقرار کیا۔ مقدار میں دونوں کا اتفاق ہوگیا اور رہن میں اختلاف۔ راہن نے کہا کہ اس کی قیمت بیس دینار تھی۔ (یعنی دَین کی مقدار کے برابر تھی۔) اور مرتہن نے کہا کہ اس کی قیمت دس دینار تھی اور مرتہن کا حق جو اس میں تھا، وہ بیس دینار تھا۔ مالکؒ نے کہا کہ جس کے ہاتھ میں رہن تھا، اسے کہا جائے گا کہ رہن کا وصف بیان کر کہ وہ کیسا تھا۔ جب وہ بیان کرے گا، تو اسے حلف دیا جائے گا۔ پھر اس کی بصیرت رکھنے والے اس کی قیمت ڈالیں گے۔ پس اگر اس کی قیمت دَین کی مقدار سے زاید ہوگی تو مرتہن سے کہا جائے گا کہ راہن کا باقی حق اسے واپس کر۔ اور اگر قیمت دَین سے کم ہوگی تو مرتہن اپنا باقی حق راہن سے لے گا۔ اور قیمت اس کے موافق ہوگی تو معاملہ برابر سرابر ہوگیا۔ (بقول ابن حزمؒ امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ضائع شدہ مرہون کے متعلق مرتہن کا قول حلف کے ساتھ معتبر ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں کا معمول ان دو آدمیوں کے متعلق یہ ہے جن میں سے ایک نے دوسرے کے پاس کوئی چیز رہن رکھی اور ان کا اختلاف ہوگیا۔ راہن نے کہا کہ میں نے اسے دس دینار میں تیرے پاس رہن رکھا تھا۔ مرتہن نے کہا کہ میں نے وہ تجھ سے بیس دینار میں رہن لی تھی۔ اور رہن ظاہر ہو جو مرتہن کے ہاتھ میں ہو۔ مالکؒ نے کہا کہ مرتہن سے قسم لیں گے کہ رہن کی قیمت دَین کے مطابق تھی۔ پس اگر رہن کی قیمت مرتہن کی حلف کے مطابق ہو اور قیمت میں کمی بیشی نہ ہو تو مرتہن اسے لے لے گا۔ اور وہی پہلے قسم کھانے کا حقدار ہے۔ کیونکہ رہن پر اس کا قبضہ ہے اور وہ اس کی حفاظت میں ہے۔ مگر یہ کہ راہن اس کی قسم کے مطابق اسے ادا کرنے پر راضی ہو اور اپنا رہن واپس لے لے۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر رہن بیس دینار سے کم تھا، جس پر مرتہن نے قسم کھائی تو مرتہن کو بیس دینار پر قسم دلائی جائے گی۔ پھر راہن سے کہا جائے گا کہ یا تو مرتہن کی قسم کے مطابق اسے رقم ادا کرو۔ اور اپنی مرہون چیز لے لو اور یا اپنی بتائی ہوئی مقدار پر قسم کھاؤ اور مرتہن کے قول کو باطل کرو۔ اگر راہن قسم کھالے تو مرتہن کا دعویٰ باطل ہے۔ اگر قسم نہ کھائے تو مرتہن کی حلف کے مطابق مقدار دَین اس پر واجب ہوگی۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر رہن ہلاک ہوگیا اور فریقین کا حق میں اختلاف ہوگیا۔ مرتہن نے کہا کہ اس رہن کے عوض میرا بیس دینار قرض تھا اور راہن نے کہا کہ تیرے صرف دس دینار تھے۔ مرتہن نے کہا کہ رہن دس دینار کا تھا اور راہن نے کہا کہ اس کی قیمت بیس دینار تھی۔ تو مرتہن سے کہا جائے گا کہ اس کا وصف بیان کرو۔ جب وہ وصف بیان کرے تو اسے وصف پر حلف دی جائے گی۔ پھر

تجربہ کار اور بصیرت والے لوگ اس کی قیمت لگائیں گے۔ پس اگر رہن کی قیمت مرتہن کے دعویٰ سے زیادہ ہو تو اسے اس دعویٰ پر حلف دیں گے۔ پھر رہن کی قیمت سے جو بچ جائے (یعنی وہ قیمت دے کر بقایا جو رہے) وہ راہن کو دیا جائے گا۔ اگر رہن کی قیمت مدعی کے دعویٰ سے کم ہو تو اسے اس کے دعویٰ پر حلف دی جائے گی۔ پھر رہن کی قیمت کی مقدار کا اندازہ کیا جائے گا۔ اور پھر راہن کو حلف دیا جائے گا اس زائد رقم پر جو مرتہن کی اس پر باقی ہے رہن کی قیمت وضع کرنے کے بعد۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب مرتہن مدعی بن چکا ہے اور راہن مدعا علیہ۔ اگر وہ حلف اٹھالے تو رہن کی قیمت سے زائد جس رقم پر مرتہن قسم اٹھا چکا ہے۔ وہ راہن سے باطل ہو گیا۔ اور اگر قسم کھانے سے انکار کرے تو رہن کی قیمت کے بعد جو مرتہن کا حق ہے وہ راہن پر لازم ہو گیا۔ (اس مسئلہ میں جمہور فقہاء کے نزدیک مدعا علیہ راہن ہے۔ لہٰذا اس کا قول حلف سمیت معتبر ہو گا۔)

۱۵۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي كِرَاءِ الدَّابَّةِ وَالتَّعَدِّي بِهَا

جانور کے کرائے اور اس پر تعدی کا باب

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: اَلْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي الرَّجُلِ يَسْتَكْرِي الدَّابَّةَ إِلَى الْمَكَانِ الْمُسَمَّى. ثُمَّ يَتَعَدَّى ذٰلِكَ الْمَكَانَ وَيَتَقَدَّمُ: إِنَّ رَبَّ الدَّابَّةِ يُخَيَّرُ. فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَأْخُذَ كِرَاءَ دَابَّتِهِ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي تُعُدِّيَ بِهَا إِلَيْهِ، أُعْطِيَ ذٰلِكَ. وَيَقْبِضُ دَابَّتَهُ. وَلَهُ الْكِرَاءُ الْأَوَّلُ. وَإِنْ أَحَبَّ رَبُّ الدَّابَّةِ، فَلَهُ قِيمَةُ دَابَّتِهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي تَعَدَّى مِنْهُ الْمُسْتَكْرِي. وَلَهُ الْكِرَاءُ الْأَوَّلُ. إِنْ كَانَ اسْتَكْرَى الدَّابَّةَ الْبَدْأَةَ. فَإِنْ كَانَ اسْتَكْرَاهَا ذَاهِبًا وَرَاجِعًا، ثُمَّ تَعَدَّى حِينَ بَلَغَ الْبَلَدَ الَّذِي اسْتَكْرَى إِلَيْهِ، فَإِنَّمَا لِرَبِّ الدَّابَّةِ نِصْفُ الْكِرَاءِ الْأَوَّلِ. وَذٰلِكَ أَنَّ الْكِرَاءَ نِصْفُهُ فِي الْبَدْأَةِ وَنِصْفُهُ فِي الرَّجْعَةِ. فَتَعَدَّى الْمُتَعَدِّي بِالدَّابَّةِ. وَلَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ إِلَّا نِصْفُ الْكِرَاءِ الْأَوَّلِ. وَلَوْ أَنَّ الدَّابَّةَ هَلَكَتْ حِينَ بَلَغَ بِهَا الْبَلَدَ الَّذِي اسْتَكْرَى إِلَيْهِ لَمْ يَكُنْ عَلَى الْمُسْتَكْرِي ضَمَانٌ. وَلَمْ يَكُنْ لِلْمُكْرِي إِلَّا نِصْفُ الْكِرَاءِ.

قَالَ: وَعَلَى ذٰلِكَ، أَمْرُ أَهْلِ التَّعَدِّي وَالْخِلَافِ، لِمَا أَخَذُوا الدَّابَّةَ عَلَيْهِ.

قَالَ: وَكَذٰلِكَ أَيْضًا مَنْ أَخَذَ مَالًا قِرَاضًا مِنْ صَاحِبِهِ. فَقَالَ لَهُ رَبُّ الْمَالِ: لَا تَشْتَرِ بِهِ حَيَوَانًا وَلَا سِلَعًا كَذَا وَكَذَا. لِسِلَعٍ يُسَمِّيهَا. وَيَنْهَاهُ عَنْهَا. وَيَكْرَهُ أَنْ يَضَعَ مَالَهُ فِيهَا. فَيَشْتَرِي الَّذِي أَخَذَ الْمَالَ، الَّذِي نُهِيَ عَنْهُ. يُرِيدُ بِذٰلِكَ أَنْ يَضْمَنَ الْمَالَ. وَيَذْهَبَ بِرِبْحِ صَاحِبِهِ. فَإِذَا

مَنَعَ ذٰلِكَ، فَرَبُّ الْمَالِ بِالْخِيَارِ، إِنْ أَحَبَّ أَنْ يَدْخُلَ مَعَهُ فِي السِّلْعَةِ عَلَى مَا شَرَطَا بَيْنَهُمَا مِنَ الرِّبْحِ، فَعَلَ. وَإِنْ أَحَبَّ، فَلَهُ رَأْسُ مَالِهِ. ضَامِنًا عَلَى الَّذِي أَخَذَ الْمَالَ وَتَعَدَّى.

قَالَ: وَكَذٰلِكَ، أَيْضًا، الرَّجُلُ يُبْضِعُ مَعَهُ الرَّجُلُ بِضَاعَةً. فَيَأْمُرُهُ صَاحِبُ الْمَالِ أَنْ يَشْتَرِيَ لَهُ سِلْعَةً بِاسْمِهَا. فَيُخَالِفُ فَيَشْتَرِي بِبِضَاعَتِهِ غَيْرَ مَا أَمَرَهُ بِهِ. وَيَتَعَدَّى ذٰلِكَ. فَإِنَّ صَاحِبَ الْبِضَاعَةِ عَلَيْهِ بِالْخِيَارِ. إِنْ أَحَبَّ أَنْ يَأْخُذَ مَا اشْتُرِيَ بِمَالِهِ، أَخَذَهُ. وَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ الْمُبْضِعُ مَعَهُ ضَامِنًا لِرَأْسِ مَالِهِ، فَذٰلِكَ لَهُ.

ایضاً (ترجمہ) مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ معمول ہے کہ ایک آدمی اگر جانور کو ایک مقرر جگہ تک کرائے پر لے مگر پھر تعدّی کرے اور اس جگہ سے آگے چلا جائے تو جانور کے مالک کو اختیار رہے کہ اگر چاہے تو اپنے جانور کا کرایہ اس جگہ تک لے لے، جہاں تک وہ کرایہ دار آگے چلا گیا ہے۔ اس کو کرایہ دیا جائے اور وہ اپنا جانور لے لے۔ اور پہلا مقررہ کرایہ بھی لے لے۔ اور اگر جانور کا مالک چاہے تو اپنے جانور کی قیمت اس جگہ سے لے لے، جہاں سے کرایہ دار نے تعدی کی ہے اور اسے پہلا کرایہ بھی دیا جائے۔ بشرطیکہ صرف ایک طرف کا کرایہ مقرر ہوا تھا۔ اگر آمدورفت کا کرایہ مقرر ہوا تھا اور پھر اس جگہ پہنچ کر تعدی کی جہاں تک جانا تھا تو جانور والے کو صرف پہلے کرائے کا نصف ملے گا۔ کیونکہ کل کرائے کا نصف جانے کا اور نصف آنے کا تھا۔ اور کرایہ دار نے زیادتی کی، تو ابھی صرف نصف کرایہ واجب ہوا تھا۔ اور اگر منزل مقصود پر پہنچ کر جانور ہلاک ہوگیا تو کرایہ دار پر کوئی ذمّہ داری نہیں اور جانور والے کو صرف نصف کرایہ ملے گا۔ مالکؒ نے کہا کہ جانور کو کرایہ پر لے کر تعدّی کرنے والوں اور کرائے کی شرائط کے خلاف کرنے والوں کا یہی حکم ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ اسی طرح اگر کسی نے مال والے سے مضاربت کے لئے مال لیا اور مال کے مالک نے کہا کہ اس کے ساتھ فلاں فلاں سامان اور کوئی حیوان مت خریدنا۔ وہ ان مقررشدہ اشیا اور جانوروں سے منع کرتا تھا، اور ناپسند کرتا تھا کہ اس کا مال ان میں خرچ کیا جائے۔ لیکن مال لینے والے نے وہی ممنوع چیز خریدی۔ وہ چاہتا تھا کہ مال کا ذمہ دار ہو جائے اور نفع خود کھا جائے۔ (اس لئے کہ شرط پوری نہ ہونے کے باعث مضاربت ختم ہوگئی تھی۔) جب وہ ایسا کرے تو مال کے مالک کو اختیار رہے، اگر وہ چاہے تو فریقین میں طے شدہ نفع کی شرط پر اس سامان میں وہ عامل کے ساتھ مضاربت پر راضی ہو جائے اور اگر چاہے تو اس کا راس المال اسے مل جائے اور اس کی ذمّہ داری مال لے کر تعدی کرنے والے پر رہے۔

مالکؒ نے کہا کہ یہی حکم اس شخص کے متعلق ہے جس کے ساتھ کوئی دوسرا شخص بضاعت کا معاملہ کرے۔ (یہ وہ معاملہ ہے جس میں سارا نفع مال کے مالک کا ہوتا ہے۔) پس مال والا اسے حکم دے کہ اس مال کے ساتھ فلاں سامان خریدو۔ وہ اس کی مخالفت کرتے ہوئے کوئی اور سامان خرید لے اور تعدی کرے۔ پس بضاعت والے کو اختیار رہے، چاہے تو مشتری کا خریدا ہوا سامان لے لے اور اگر چاہے تو بضاعت کرنے والے کو اپنے مال کا ضامن ٹھہرا دے۔ یہ اس کی مرضی ہے۔ (درِمختار میں ہے کہ سارے نفع کی شرط مالک کے لئے کام کرنے والا وکیل اور نیکی کرنے والا ہے۔ مالک اس کے پاس بطور امانت ہے۔)

۱۶۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي الْمُسْتَكْرَهَةِ مِنَ النِّسَاءِ

جبراً زنا کی ہوئی عورت کا باب

۱۴۵۴۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ قَضَى، فِي امْرَأَةٍ أُصِيبَتْ مُسْتَكْرَهَةً، بِصَدَاقِهَا عَلَى مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ بِهَا۔

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي الرَّجُلِ يَغْتَصِبُ الْمَرْأَةَ. بِكْرًا كَانَتْ أَوْ ثَيِّبًا۔ إِنَّهَا إِنْ كَانَتْ حُرَّةً فَعَلَيْهِ صَدَاقُ مِثْلِهَا۔ وَإِنْ كَانَتْ أَمَةً فَعَلَيْهِ مَا نَقَصَ مِنْ ثَمَنِهَا۔ وَالْعُقُوبَةُ فِي ذٰلِكَ عَلَى الْمُغْتَصِبِ۔ وَلَا عُقُوبَةَ عَلَى الْمُغْتَصَبَةِ فِي ذٰلِكَ كُلِّهِ۔ وَإِنْ كَانَ الْمُغْتَصِبُ عَبْدًا، فَذٰلِكَ عَلَى سَيِّدِهِ۔ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ أَنْ يُسَلِّمَهُ

ترجمہ: عبدالملک بن مروان نے ایک عورت کے بارے میں فیصلہ کیا جس کے ساتھ جبراً زنا ہوا تھا کہ اس عورت کا حق مہر اس مرد پر واجب ہے۔ (امام محمدؒ نے یہ اثر باب الاستکراہ فی الزناء میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ مجبور کی جانے والی عورت پر حد نہیں ہے اور جس نے اس پر جبر کیا، اس پر حد ہے۔ اور جب اس پر حد واجب ہے تو مہر کا سوال ختم ہوا۔ اور ایک ہی جماع میں حد اور مہر جمع نہیں ہوتے اور اگر کسی شبہ کے باعث مرد سے حد ہٹا دی جائے تو مرد پر مہر واجب ہے اور یہی قول ہے ابوحنیفہؒ ابراہیم نخعیؒ اور ہمارے عام فقہا کا۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک امر یہ ہے کہ جو مرد کسی عورت کو غصب کرے، خواہ وہ دوشیزہ ہو یا ثیب ہو۔ اگر وہ آزاد تھی تو مرد پر مہر مثل ہے اور اگر لونڈی تھی تو مرد پر اتنا مال واجب ہے جو اس نے اس کی قیمت میں سے گھٹایا اور سزا اس میں غصب کرنے والے کو ملے گی نہ کہ عورت کو جسے غصب کیا گیا۔ اگر غصب کرنے والا غلام ہو تو اس پر جو کچھ واجب ہوا وہ مالک کے ذمہ ہوگا۔ اِلّا یہ کہ وہ غلام کو دوسرے شخص کے سپرد کر دے۔ (غلام کے متعلق یہی مذہب ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کا ہے۔)

۱۷۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي اسْتِهْلَاكِ الْحَيَوَانِ وَالطَّعَامِ وَغَيْرِهِ

حیوان اور طعام کو ہلاک کرنے کا باب

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا فِيمَنِ اسْتَهْلَكَ شَيْئًا مِنَ الْحَيَوَانِ بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهِ، أَنَّ عَلَيْهِ قِيمَتَهُ يَوْمَ اسْتَهْلَكَهُ۔ لَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يُؤْخَذَ بِمِثْلِهِ مِنَ الْحَيَوَانِ۔ وَلَا يَكُونُ لَهُ أَنْ يُعْطِيَ صَاحِبَهُ، فِيمَا اسْتَهْلَكَ، شَيْئًا مِنَ الْحَيَوَانِ۔ وَلٰكِنْ عَلَيْهِ قِيمَتُهُ، يَوْمَ اسْتَهْلَكَهُ۔

الْقِيمَةُ أَعْدَلُ ذٰلِكَ فِيمَا بَيْنَهُمَا، فِي الْحَيَوَانِ وَالْعُرُوضِ۔

قَالَ: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ، فِيمَنِ اسْتَهْلَكَ شَيْئًا مِنَ الطَّعَامِ بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهِ: فَإِنَّمَا يَرُدُّ عَلٰى صَاحِبِهِ مِثْلَ طَعَامِهِ۔ بِمَكِيلَتِهِ مِنْ صِنْفِهِ وَإِنَّمَا الطَّعَامُ بِمَنْزِلَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ۔ إِنَّمَا يَرُدُّ مِنَ الذَّهَبِ الذَّهَبَ۔ وَمِنَ الْفِضَّةِ الْفِضَّةَ۔ وَلَيْسَ الْحَيَوَانُ بِمَنْزِلَةِ الذَّهَبِ فِي ذٰلِكَ فَرَقَ بَيْنَ ذٰلِكَ السُّنَّةُ، وَالْعَمَلُ الْمَعْمُولُ بِهِ۔

قَالَ يَحْيٰى: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: إِذَا اسْتُوْدِعَ الرَّجُلُ مَالًا فَابْتَاعَ بِهِ لِنَفْسِهِ وَرَبِحَ فِيهِ۔ فَإِنَّ ذٰلِكَ الرِّبْحَ لَهُ۔ لِأَنَّهُ ضَامِنٌ لِلْمَالِ حَتّٰى يُؤَدِّيَهُ إِلٰى صَاحِبِهِ۔

ایضاً۔ ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں معمول یہ ہے کہ جس نے کسی حیوان کو اس کے مالک کی مرضی کے بغیر ہلاک کیا تو اس پر اس کی قیمت اس دن کے حساب سے واجب ہے۔ جس دن ہلاک کیا۔ اس کے ذمے اس حیوان جیسا حیوان واجب نہیں اور نہ یہ کہ وہ اس حیوان کے مالک کو کوئی اور حیوان دے دے۔ بلکہ اس پر اس حیوان کی اس دن کی قیمت واجب ہے۔ جس دن اس نے حیوان کو ہلاک کیا۔ کیونکہ اس معاملے میں قیمت ہی زیادہ عدل و انصاف کا تقاضا ہے۔ حیوان میں بھی یہی حساب ہے۔ اور دیگر سامان میں بھی یہی ہے۔ (قیمت واجب ہونے پر ائمہ اربعہؒ کا اجماع ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس نے دوسرے کی اجازت کے بغیر اناج ہلاک کر دیا تو وہ اس کے مالکؒ کو اسی قسم کا اتنا ہی غلہ ناپ کر دے گا۔ اور غلہ بھی سونے چاندی کی مانند ہے۔ سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے چاندی واپس کی جاتی ہے۔ اور حیوان اس معاملے میں سونے کی مانند نہیں ہے۔ ان میں سُنّت نے اور معمول بہ عمل نے فرق کیا ہے۔ (حنفیہ کے نزدیک بھی مثلی چیز یعنی موزون و مکیل اور عددی چیز کا مثل دینا پڑتا ہے۔ اور غیر مثلی کی قیمت۔)

مالکؒ نے کہا کہ جب کسی شخص کے پاس کوئی ودیعت رکھی گئی اور اس نے اپنے لئے کوئی چیز خرید کر نفع کما لیا تو وہ نفع اسی کا ہے کیونکہ مال کو اس کے مالک کے سپرد کرنے تک وہ اس کا ضامن ہے۔ (ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ نفع دونوں میں سے کسی کا نہیں بلکہ اسے صدقہ کیا جائے۔)

۱۸۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِيمَنِ ارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ

اسلام سے مرتد ہو جانے والے کا حکم

۱۴۵۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنْ غَيَّرَ دِينَهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَهُ"۔

وَمَعْنَى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيمَا نُرَى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، مَنْ غَيَّرَ دِينَهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَهُ. أَنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَى غَيْرِهِ، مِثْلُ الزَّنَادِقَةِ وَأَشْبَاهِهِمْ. فَإِنَّ أُولٰئِكَ إِذَا ظُهِرَ عَلَيْهِمْ، قُتِلُوا وَلَمْ يُسْتَتَابُوا. لِأَنَّهُ لَا تُعْرَفُ تَوْبَتُهُمْ. وَأَنَّهُمْ كَانُوا يُسِرُّونَ الْكُفْرَ وَيُعْلِنُونَ الْإِسْلَامَ. فَلَا أَرَى أَنْ يُسْتَتَابَ هٰؤُلَاءِ. وَلَا يُقْبَلُ مِنْهُمْ قَوْلُهُمْ. وَأَمَّا مَنْ خَرَجَ مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَى غَيْرِهِ، وَأَظْهَرَ ذٰلِكَ. فَإِنَّهُ يُسْتَتَابُ. فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا قُتِلَ. وَذٰلِكَ، لَوْ أَنَّ قَوْمًا كَانُوا عَلَى ذٰلِكَ، رَأَيْتُ أَنْ يُدْعَوْا إِلَى الْإِسْلَامِ وَيُسْتَتَابُوا. فَإِنْ تَابُوا قُبِلَ ذٰلِكَ مِنْهُمْ. وَإِنْ لَمْ يَتُوبُوا قُتِلُوا. وَلَمْ يُعْنَ بِذٰلِكَ، فِيمَا نُرَى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، مَنْ خَرَجَ مِنَ الْيَهُودِيَّةِ إِلَى النَّصْرَانِيَّةِ. وَلَا مِنَ النَّصْرَانِيَّةِ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ. وَلَا مَنْ يُغَيِّرُ دِينَهُ مِنْ أَهْلِ الْأَدْيَانِ كُلِّهَا إِلَّا الْإِسْلَامَ. فَمَنْ خَرَجَ مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَى غَيْرِهِ، وَأَظْهَرَ ذٰلِكَ، فَذٰلِكَ الَّذِي عُنِيَ بِهِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ: زید بن اسلمؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اپنا دین تبدیل کرے، اس کی گردن اُڑا دو۔ (بخاری اور ارباب سُنن نے اسے ابن عباسؓ سے موصول بیان کیا ہے۔ جب حضرت علیؓ نے کچھ زندیقوں کو آگ سے جلایا تو ابن عباسؓ نے خبر ملنے پر یہ حدیث بیان کی تھی اور کہا تھا کہ اگر میں ہوتا تو انہیں قتل کرتا۔ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا ہے، جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔ اور جمہور کے نزدیک تبدیلِ دین سے مراد اسلام سے کفر کی طرف جانا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ زندیق سے توبہ نہ کرائی جائے۔ بلکہ اسے قتل ہی کیا جائے۔ جمہور کے نزدیک اس سے توبہ کرائی جائے اور اس کے انکار پر اسے قتل کر دیا جائے۔ اس مسئلہ کی تفصیل ہم نے فضل المعبود میں کی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا معنیٰ کہ "جو اپنا دین بدل ڈالے اُسے قتل کر دو" یہ ہے کہ جو اسلام سے نکل کر کسی دین میں چلا جائے، جیسے کہ زندیق وغیرہم کرتے ہیں۔ پس جب ایسے لوگوں پر قابو پایا جائے تو انہیں قتل کیا جائے گا۔ اور انہیں توبہ نہ کرائی جائے گی۔ کیونکہ ان کی توبہ معلوم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ اندر سے کافر اور بظاہر مسلم ہوتے تھے۔ پس میرے نزدیک ان سے توبہ نہ کرائی جائے گی۔ اور ان کا قول قبول نہ کیا جائے گا۔ لیکن جو شخص اسلام سے نکل کر کسی اور مذہب میں چلا جائے اور وہ اس کا اظہار کرے تو اس سے توبہ کرائی جائے گی۔ اگر توبہ کرے تو بہتر ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کچھ لوگ مرتد ہو جائیں تو میرے نزدیک انہیں اسلام کی طرف بلایا جائے اور توبہ کرائی جائے۔ اگر وہ توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول کی جائے۔ اگر توبہ نہ کریں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔ اور ہمارے نزدیک — واللہ اعلم — اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ جو آدمی یہودیت سے نصرانیت کی طرف نکل جائے یا نصرانیت سے یہودیت کی طرف نکل جائے۔ یا کسی اور مذہب کا اسلام کے علاوہ کسی اور دین سے نکل کر دوسرے میں چلا جائے۔

پس جو اسلام سے نکل کر کسی اور مذہب میں چلا جائے اور اسے ظاہر کرے تو حدیث سے یہ مراد ہے۔ واللہ اعلم۔ (مالکؒ کا مشہور مذہب جو مالکیہ نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے، اس میں ترندقہ اور ارتداد میں یہ فرق نہیں جو یہاں بیان ہُوا ہے۔ اور زندیق اور مرتد کی ان کے نزدیک بھی ایک ہی سزا یعنی قتل ہے۔ مگر اس سے پہلے ان سے توبہ کرائی جائے گی۔)

۱۴۵۶۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: قَدِمَ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَجُلٌ مِنْ قِبَلِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ. فَسَأَلَهُ عَنِ النَّاسِ. فَأَخْبَرَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُ عُمَرُ: هَلْ كَانَ فِيكُمْ مِنْ مُغَرِّبَةِ خَبَرٍ؟ فَقَالَ: رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ إِسْلَامِهِ. قَالَ: فَمَا فَعَلْتُمْ بِهِ؟ قَالَ: قَرَّبْنَاهُ، فَضَرَبْنَا عُنُقَهُ. فَقَالَ عُمَرُ: أَفَلَا حَبَسْتُمُوهُ ثَلَاثًا. وَأَطْعَمْتُمُوهُ كُلَّ يَوْمٍ رَغِيفًا. وَاسْتَتَبْتُمُوهُ لَعَلَّهُ يَتُوبُ وَيُرَاجِعُ أَمْرَ اللّٰهِ؟ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ: اللّٰهُمَّ إِنِّي لَمْ أَحْضُرْ. وَلَمْ آمُرْ. وَلَمْ أَرْضَ، إِذْ بَلَغَنِي.

(ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف سے آیا تو انہوں نے لوگوں کا حال پوچھا، تو اس نے حال بتایا۔ پھر حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ کیا تمہارے اندر کوئی عجیب وغریب بات بھی ہوئی ہے؟ تو اس نے کہا کہ ہاں! ایک شخص اسلام لانے کے بعد کافر ہوگیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر تم نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا کہ ہم نے اسے حاضر کیا اور اس کی گردن مار دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے اسے تین دن تک قید کیوں نہ رکھا اور ہر روز اسے ایک چپاتی کیوں نہ کھلائی اور اس سے توبہ کیوں نہ طلب کی۔ شاید وہ توبہ کر لیتا۔ اور حکمِ خداوندی کی طرف لوٹ آتا۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے اللہ میں وہاں موجود نہ تھا، نہ میں نے حکم دیا۔ اور جب مجھے خبر پہنچی تو اس پر راضی نہ ہُوا۔ (امام محمدؒ نے یہ اثر باب المرتد میں روایت کیا ہے۔ اور اس پر لکھا ہے کہ اگر امام کو مرتد کی توبہ کی اُمید ہو یا مرتد خود مہلت مانگے تو اسے تین دن کی مہلت دی جائے گی۔ اگر نہ اس کی توبہ کی اُمید ہو نہ مرتد خود مہلت مانگے تو امام اسے قتل کرا سکتا ہے۔ فقہائے حنفیہ کے نزدیک مہلت دینا یا توبہ کرانا مستحب ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ واجب ہے۔)

۱۹۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِيمَنْ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا

جو شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو پائے تو وہ کیا کرے؟

۱۴۵۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَأَيْتَ إِنْ وَجَدْتُ مَعَ امْرَأَتِي رَجُلًا، أَأُمْهِلُهُ حَتّٰى آتِيَ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ.

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ فرمایئے کہ اگر میں اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو پاؤں تو کیا اُسے مہلت دوں، حتیٰ کہ چار گواہوں کو لے آؤں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں۔

شرح: ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث مسلم نے روایت کی ہے۔ اس میں یہ ثبوت ہے کہ حد کو صرف حاکم قائم کر سکتا ہے اور اس کے لئے گواہوں کی ضرورت ہے۔ نیز یہ کہ اسلام نے اس حکم کے ساتھ خونریزی کے ذرائع کو ختم کیا ہے۔ ورنہ کئی لوگ اس بہانے سے دوسروں کو قتل کر دیتے اور جو شخص اپنی بیوی کے متعلق زنا کا مدعی ہوا اور اس کے پاس شہادت نہ ہو تو لعان کر سکتا ہے جن کے احکام متصلاً اوپر گزر چکے ہیں۔

۱۴۵۸۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الشَّامِ، يُقَالُ لَهُ ابْنُ خَيْبَرِيٍّ، وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهِ رَجُلًا فَقَتَلَهُ، اَوْ قَتَلَهُمَا مَعًا۔ فَاَشْكَلَ عَلٰى مُعَاوِيَةَ ابْنِ اَبِىْ سُفْيَانَ الْقَضَاءُ فِيْهِ۔ فَكَتَبَ اِلٰى اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ، يَسْاَلُ لَهُ عَلِيَّ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍ عَنْ ذٰلِكَ۔ فَسَاَلَ اَبُوْ مُوْسٰى، عَنْ ذٰلِكَ عَلِيَّ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍ۔ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: اِنَّ هٰذَا الشَّيْءَ مَا هُوَ بِاَرْضِىْ۔ عَزَمْتُ عَلَيْكَ لَتُخْبِرَنِّىْ۔ فَقَالَ لَهُ اَبُوْ مُوْسٰى: كَتَبَ اِلَيَّ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِىْ سُفْيَانَ اَنْ اَسْاَلَكَ عَنْ ذٰلِكَ۔ فَقَالَ عَلِيٌّ: اَنَا اَبُوْ حَسَنٍ۔ اِنْ لَمْ يَاْتِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ، فَلْيُعْطَ بِرُمَّتِهِ۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ اہل شام میں سے ایک مرد نے اپنی عورت کے ساتھ ایک غیر مرد پایا تو اس مرد کو یا اس عورت کو قتل کر دیا۔ (بعض روایات میں شک کے بغیر یہ لفظ ہے کہ اس نے اس مرد کو قتل کر دیا۔) پس اس مقدمہ میں معاویہ بن ابی سفیانؓ کے لئے فیصلہ مشکل ہو گیا۔ (کیونکہ انہیں سُنت سے اس کا جواب معلوم نہ تھا۔) پس انہوں نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ علی بن ابی طالب سے یہ مسئلہ پوچھ کر بتائیں۔ ابوموسیٰؓ نے علیؓ سے پوچھا تو علی بن ابی طالبؓ نے کہا کہ یہ واقعہ سرزمین عراق کا نہیں ہے۔ میں تم سے باصرار پوچھتا ہوں کہ مجھ کو اس کا محل وقوع بتاؤ۔ ابوموسیٰؓ نے کہا کہ مجھے معاویہ بن ابی سفیانؓ نے یہ لکھا ہے کہ یہ مسئلہ آپ سے پوچھوں۔ پس علیؓ نے کہا کہ میں ابوالحسن ہوں (ان مسائل کا ماہر اور تجربہ کار ہوں)، مسئلے کا جواب یہ ہے کہ اگر چار گواہ وہ نہ لائے تو اسے پکڑ کر اولیائے مقتول کے حوالے کر دیا جائے۔ (تاکہ اسے قتل کر دیں۔ مگر شرعی دلائل سے یہ قاتل عنداللہ بری ہو گا گو عدالت اسے قتل کرا دے۔)

۲۰۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِى الْمَنْبُوْذِ

گری پڑی چیز کا باب

۱۴۵۹۔ قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ: عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سُنَيْنٍ اَبِىْ جَمِيْلَةَ، رَجُلٌ مِنْ بَنِىْ سُلَيْمٍ اَنَّهُ وَجَدَ مَنْبُوْذًا فِىْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ قَالَ فَجِئْتُ بِهِ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ فَقَالَ: مَا حَمَلَكَ

عَلٰی اَخْذِ هٰذِهِ النَّسَمَةِ؟ فَقَالَ: وَجَدْتُهَا ضَائِعَةً فَاَخَذْتُهَا. فَقَالَ لَهُ عَرِيفُهُ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّهُ رَجُلٌ صَالِحٌ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اَكَذٰلِكَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: اِذْهَبْ فَهُوَ حُرٌّ. وَلَكَ وَلَاؤُهُ. وَعَلَيْنَا نَفَقَتُهُ.

قَالَ يَحْيٰى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُوْلُ: اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا فِى الْمَنْبُوْذِ، اَنَّهُ حُرٌّ. وَاَنَّ وَلَاءَهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ هُمْ يَرِثُوْنَهُ وَيَعْقِلُوْنَ عَنْهُ.

ترجمہ: سُنین بن ابی جمیلہ نے حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانے میں ایک پھینکا ہوا بچہ پایا۔ اس نے کہا کہ میں اسے حضرت عمر بن الخطاب کے پاس لایا تو انہوں نے فرمایا کہ اس جان کو پکڑنے پر تجھے کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا کہ میں نے اسے ضائع ہوتے پایا تو پکڑ لیا۔ اس کے عریف (نمبردار) نے کہا کہ اے امیرالمومنین یہ ایک نیک آدمی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، کیا یہ بات ہے؟ نمبردار نے کہا کہ ہاں! حضرت عمرؓ نے فرمایا، اسے لے جاؤ، یہ آزاد ہے، اس کا ولی تُو ہے اور خرچ بیت المال پر ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ گرے پڑے بچے کا حکم ہمارے ہاں یہ ہے کہ وہ آزاد ہے اور اس کی ولاء مسلمانوں کے لئے ہے، وہی اس کے وارث ہیں۔ اور وہی اس کی دیت ادا کریں گے۔

شرح: جناب عمرؓ نے لقیط کو اٹھانے پر نکیر اس لئے فرمائی کہ شاید یہ شخص بیت المال سے اس کا وظیفہ لگوانے کی خاطر غلط کررہا ہو جب معلوم ہوگیا کہ ایسا نہیں تو وظیفہ بھی لگا دیا۔ تمام علماء کے نزدیک ایسا بچہ آزاد ہے۔ جب یہ بچہ آزاد تھا تو اس کی ولاء سے مراد تربیت کی ولایت ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی میراث اس کے اٹھانے والے کو ملے گی۔

۲۱۔ بَابُ الْقَضَاءِ بِاِلْحَاقِ الْوَلَدِ بِاَبِيْهِ

بچے کو اس کے باپ کے ساتھ ملحق کرنے کا باب

۱۴۲۰۔ قَالَ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ عُتْبَةُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ، عَهِدَ اِلٰى اَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ، اَنَّ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ مِنِّيْ. فَاقْبِضْهُ اِلَيْكَ. قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ اَخَذَهُ سَعْدٌ. وَقَالَ: ابْنُ اَخِيْ قَدْ كَانَ عَهِدَ اِلَيَّ فِيْهِ. فَقَامَ اِلَيْهِ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ اَخِيْ. وَابْنُ وَلِيْدَةِ اَبِيْ. وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهِ. فَتَسَاوَقَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ. فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. ابْنُ اَخِيْ. قَدْ كَانَ عَهِدَ اِلَيَّ فِيْهِ. وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: اَخِيْ. وَابْنُ وَلِيْدَةِ اَبِيْ. وُلِدَ

عَلٰى فِرَاشِهٖ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ" ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ. وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ" ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ "احْتَجِبِىْ مِنْهُ" لِمَا رَاٰى مِنْ شَبَهِهٖ بِعُتْبَةَ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ. قَالَتْ: فَمَا رَاٰهَا حَتّٰى لَقِىَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا، عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بیٹا مجھ سے ہے تو تم اس پر قبضہ کر لینا۔ جب فتح مکہ کا وقت آیا تو سعد نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے اور میرے بھائی نے مجھے اس کی وصیت کی تھی۔ عبد بن زمعہ نے اٹھ کر کہا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا ہے جو اس کے بستر پر پیدا ہوا تھا۔ پس وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ سعدؓ نے کہا یا رسول اللہ یہ میرا بھتیجا ہے اور میرے بھائی نے مجھے اس کی وصیت کی تھی۔ عبد بن زمعہ نے اٹھ کر کہا کہ یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا ہے جو اس کے بستر پر پیدا ہوا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عبد بن زمعہ یہ تیرے سپرد ہے۔ پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے پتھر ہے۔ پھر آپ نے سودہؓ بنت زمعہ سے فرمایا، اس سے پردہ کرو کیونکہ آپ کو اس میں عتبہ کی مشابہت نظر آئی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس لڑکے نے اپنی موت تک سودہؓ کو نہیں دیکھا۔

شرح: اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ کا حکم تو ایک عام قانونی و شرعی فیصلہ تھا۔ مگر حضرت سودہؓ بنت زمعہ کو پردہ کرنے کا حکم احتیاط اور تنزیہہ کی بنا پر تھا۔ کیونکہ اس لڑکے میں عتبہ کی مشابہت نظر آتی۔ ازواج مطہرات کا معاملہ عام خواتین جیسا نہیں تھا۔ اس لئے ان کے بارے میں پردے کے خاص احکام اترے تھے۔ امام محمدؒ نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ اولاد خاوند کے لئے اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔

۱۴۶۱۔ وَحَدَّثَنِىْ مَالِكٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِىِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ اُمَيَّةَ، اَنَّ امْرَاَةً هَلَكَ عَنْهَا زَوْجُهَا. فَاعْتَدَّتْ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا. ثُمَّ تَزَوَّجَتْ حِيْنَ حَلَّتْ. فَمَكَثَتْ عِنْدَ زَوْجِهَا اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَنِصْفَ شَهْرٍ. ثُمَّ وَلَدَتْ وَلَدًا تَامًّا. فَجَاءَ زَوْجُهَا اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ. فَدَعَا عُمَرُ نِسْوَةً مِنْ نِسَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ، قُدَمَاءَ. فَسَاَلَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ. فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِنْهُنَّ: اَنَا اُخْبِرُكَ عَنْ هٰذِهِ الْمَرْاَةِ. هَلَكَ عَنْهَا زَوْجُهَا حِيْنَ حَمَلَتْ مِنْهُ. فَاُهْرِيْقَتْ عَلَيْهِ الدِّمَاءُ. فَحَشَّ وَلَدُهَا فِىْ بَطْنِهَا. فَلَمَّا اَصَابَهَا زَوْجُهَا الَّذِىْ نَكَحَهَا، وَاَصَابَ الْوَلَدَ الْمَاءُ، تَحَرَّكَ الْوَلَدُ فِىْ بَطْنِهَا. وَكَبِرَ. فَصَدَّقَهَا عُمَرُ بْنُ

الْخَطَّابِ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا. وَقَالَ عُمَرُ: أَمَا إِنَّهُ لَمْ يَبْلُغْنِي عَنْكُمَا إِلَّا خَيْرٌ. وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْأَوَّلِ.

ترجمہ: عبداللہ بن ابی امیہؓ نے کہا کہ ایک عورت کا خاوند مر گیا۔ اس نے چار ماہ دس دن عدت گزاری۔ عدت گزار کر ایک اور شخص سے نکاح کیا اور اس کے پاس ساڑھے چار ماہ رہی۔ پھر اس نے ایک پوری مدت حمل کا بچہ جنا۔ اس کا خاوند حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس گیا اور یہ واقعہ بتایا۔ پس حضرت عمرؓ نے زمانہ جاہلیت کی عورتوں میں سے بعض کو بلوایا جو بڑی عمر کی تھیں اور ان سے اس بارے میں پوچھا۔ ان میں سے ایک عورت نے کہا کہ میں آپ کو اس کے متعلق بتاتی ہوں۔ جب اسے حمل ہوا تو اس عورت کا خاوند مر گیا۔ اور اسے حالت حمل میں حزن آتا رہا۔ اور اس کا بچہ اس کے پیٹ میں سوکھ گیا جب اس دوسرے نکاح کرنے والے خاوند نے اس سے جماع کیا تو اس کا پانی بچے کو پہنچا اور وہ ماں کے پیٹ میں متحرک ہو گیا اور بڑا ہو گیا۔ پس حضرت عمر بن الخطابؓ نے اس کی تصدیق کی۔ اور زوجین میں تفریق کر دی۔ اور فرمایا تم دونوں سے مجھے سوائے خیر کے کوئی بات نہیں ملی۔ اور بچے کو پہلے خاوند کا قرار دیا۔

شرح: امام محمدؒ نے یہ اثر موطا کے باب اَلْمَرْاَۃُ تَزَوَّجُ فِی عِدَّتِہَا میں روایت کیا ہے۔ اور اس پر یہ نوٹ لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ لڑکا پہلے خاوند کا ہے۔ کیونکہ وہ دوسرے کے ہاں چھ ماہ سے کم عرصے میں پیدا ہوا۔ عورت پورا بچہ چھ ماہ سے کم نہیں جنتی۔ لہٰذا یہ بچہ پہلے خاوند کا ہے اور ان میں تفریق کرائی جائے گی۔ اور اس عورت کو مہر دیا جائے۔ جو اس کے مہر مثل سے کم ہو اور مقررہ مہر سے کم ہو۔ کیونکہ دوسرے شخص نے اس کے ساتھ جماع کیا ہے۔ یہی ابو حنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔

۱۴۶۲۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يُلِيطُ أَوْلَادَ الْجَاهِلِيَّةِ بِمَنِ ادَّعَاهُمْ فِي الْإِسْلَامِ. فَأَتَى رَجُلَانِ. كِلَاهُمَا يَدَّعِي وَلَدَ امْرَأَةٍ. فَدَعَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَائِفًا. فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا. فَقَالَ الْقَائِفُ: لَقَدِ اشْتَرَكَا فِيهِ. فَضَرَبَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِالدِّرَّةِ. ثُمَّ دَعَا الْمَرْأَةَ فَقَالَ: أَخْبِرِينِي خَبَرَكِ. فَقَالَتْ: كَانَ هَذَا، لِأَحَدِ الرَّجُلَيْنِ، يَأْتِينِي. وَهِيَ فِي إِبِلٍ لِأَهْلِهَا. فَلَا يُفَارِقُهَا حَتَّى يَظُنَّ وَتَظُنَّ أَنَّهُ قَدِ اسْتَمَرَّ بِهَا حَبَلٌ. ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهَا. فَأُهْرِيقَتْ عَلَيْهِ دِمَاءٌ. ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا هَذَا. تَعْنِي الْآخَرَ. فَلَا أَدْرِي مِنْ أَيِّهِمَا هُوَ؟ قَالَ فَكَبَّرَ الْقَائِفُ. فَقَالَ عُمَرُ لِلْغُلَامِ: وَالِ أَيَّهُمَا شِئْتَ.

ترجمہ: سلیمان بن یسارؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ زمانہ جاہلیت کی اولاد کو ان لوگوں کے ساتھ ملحق کرتے تھے۔ جو دور اسلام میں اس کا دعویٰ کرتے۔ پس دو مرد آئے جن میں ہر ایک ایک عورت کے بچے کا دعویدار تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے ایک قیافہ شناس کو بلایا۔ اس نے ان دونوں کو دیکھا کہ وہ دونوں اس میں مشترک تھے حضرت عمرؓ نے اسے دُرّے کے

ساتھ پٹا۔ پھر عورت کو بلایا اور اس سے کہا کہ مجھے اپنا واقعہ بتاؤ۔ اس نے کہا کہ یہ بچہ دو میں سے ایک مرد کا تھا۔ جو میرے پاس آتا تھا جب کہ میں اپنے اونٹوں کے ریوڑ میں ہوتی تھی۔ وہ اس سے جدا نہ ہوتا تھا جب تک یہ نہ سمجھ لیتا یا میں سمجھ لیتی کہ حمل قرار پا گیا ہے۔ پھر وہ تو چلا گیا اور مجھے خون آ گیا۔ پھر یہ دوسرا شخص آیا۔ بس مجھے نہیں معلوم کہ یہ بچہ کس کا ہے۔ راوی نے کہا کہ قیافہ شناس نے تکبیر کہی۔ حضرت عمرؓ نے لڑکے سے فرمایا کہ تم جس کو ان دونوں میں سے چاہو ولی بنا لو۔

شرح: اس قسم کے معاملات میں خلاف قیاس اور خلاف دلائل شرع قیافہ شناس کا یا ایک تجربہ کار عورت کا یا دایہ کا قول ضرورت کی بنا پر معتبر ہے۔ ورنہ قائف کا فیصلہ کوئی شرعی فیصلہ نہیں جو شرعی دلائل پر مبنی ہو۔ جناب عمرؓ کا فیصلہ بھی اجتہاد پر مبنی تھا۔ قائف نے تکبیر اس لئے کہی کہ اس کا قیافہ درست نکلا۔ قیافہ محض قیافہ ہے نہ کہ شرعی حکم ثبوت اس کا اس متفق علیہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری بیوی نے ایک کالے لڑکے کو جنم دیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا ان کا رنگ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ سرخ۔ فرمایا کیا ان میں کوئی مٹیالے رنگ کا بھی ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ کیونکر ہوا؟ اس نے کہا شاید وہ آباء واجداد یا قریبی رشتہ داروں میں سے کسی پر گیا ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تیرا بچہ بھی شاید کسی اور پر گیا ہو۔ علاوہ ازیں اگر قیافہ شرعی حکم ہوتا تو لعان والا بچہ مشابہت کی بنا پر فریقین میں سے کسی کو ملتا، یا اقارب میں سے کوئی اگر دعویٰ کرتا تو اسی کو مل جاتا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔

۱۴۲۳ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، أَوْ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، قَضَى أَحَدُهُمَا فِي امْرَأَةٍ غَرَّتْ رَجُلًا بِنَفْسِهَا. وَذَكَرَتْ أَنَّهَا حُرَّةٌ فَتَزَوَّجَهَا. فَوَلَدَتْ لَهُ أَوْلَادًا. فَقَضَى أَنْ يَفْدِيَ وَلَدَهُ بِمِثْلِهِمْ.

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: وَالْقِيمَةُ أَعْدَلُ فِي هٰذَا، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ.

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ یا حضرت عثمان بن عفانؓ میں سے ایک نے ایک عورت کے مقدمے فیصلہ کیا، جس نے ایک مرد کو دھوکا دے کر اپنے آپ کو آزاد ظاہر کیا۔ اس نے اس سے نکاح کیا اور اولاد پیدا ہوئی۔ پس فیصلہ یہ فرمایا کہ اولاد کا فدیہ ان جیسے لونڈی غلاموں سے دیا جائے۔ مالکؒ نے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس معاملے میں قیمت ادا کر دینا زیادہ بہتر ہے۔ (علیؓ اور ابن عباسؓ نے بھی ایسا ہی فیصلہ کیا۔ ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے۔ مگر احمدؒ کی ایک روایت اس کے حق میں اور دوسری خلاف ہے۔ امام طحاویؒ نے کہا کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ اولاد آزاد ہے اور قیمت وغیرہ ادا نہ کی جائے۔ مگر صحابہؓ کے اتفاق کے باعث جمہور نے قیاس کو ترک کر دیا۔)

۲۲۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي مِيرَاثِ الْوَلَدِ الْمُسْتَلْحَقِ

فیصلے کے ذریعے سے ملائے ہوئے بچے کی وراثت کا باب

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا فِي الرَّجُلِ يَهْلِكُ وَلَهُ بَنُونَ

يَقُولُ أَحَدُهُمْ: قَدْ أَقَرَّ أَبِي أَنَّ فُلَانًا ابْنُهُ: إِنَّ ذٰلِكَ النَّسَبَ لَا يَثْبُتُ بِشَهَادَةِ إِنْسَانٍ وَاحِدٍ. وَلَا يَجُوزُ إِقْرَارُ الَّذِي أَقَرَّ إِلَّا عَلٰى نَفْسِهِ فِي حِصَّتِهِ مِنْ مَالِ أَبِيهِ. يُعْطَى الَّذِي شَهِدَ لَهُ قَدْرَ مَا يُصِيبُهُ مِنَ الْمَالِ الَّذِي بِيَدِهِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَتَفْسِيرُ ذٰلِكَ، أَنْ يَهْلِكَ الرَّجُلُ وَيَتْرُكَ ابْنَيْنِ لَهُ. وَيَتْرُكَ سِتَّ مِائَةِ دِينَارٍ فَيَأْخُذُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ثَلَاثَ مِائَةِ دِينَارٍ. ثُمَّ يَشْهَدُ أَحَدُهُمَا أَنَّ أَبَاهُ الْهَالِكَ أَقَرَّ أَنَّ فُلَانًا ابْنُهُ. فَيَكُونُ عَلَى الَّذِي شَهِدَ، لِلَّذِي اسْتُلْحِقَ، مِائَةُ دِينَارٍ. وَذٰلِكَ نِصْفُ مِيرَاثِ الْمُسْتَلْحَقِ لَوْ لَحِقَ. وَلَوْ أَقَرَّ لَهُ الْآخَرُ أَخَذَ الْمِائَةَ الْأُخْرٰى. فَاسْتَكْمَلَ حَقَّهُ وَثَبَتَ نَسَبُهُ. وَهُوَ أَيْضًا بِمَنْزِلَةِ الْمَرْأَةِ تُقِرُّ بِالدَّيْنِ عَلٰى أَبِيهَا أَوْ عَلٰى زَوْجِهَا. وَيُنْكِرُ ذٰلِكَ الْوَرَثَةُ. فَعَلَيْهَا أَنْ تَدْفَعَ إِلَى الَّذِي أَقَرَّتْ لَهُ بِالدَّيْنِ قَدْرَ الَّذِي يُصِيبُهَا مِنْ ذٰلِكَ الدَّيْنِ. لَوْ ثَبَتَ عَلَى الْوَرَثَةِ كُلِّهِمْ. إِنْ كَانَتِ امْرَأَةً وَرِثَتِ الثُّمُنَ، دَفَعَتْ إِلَى الْغَرِيمِ ثُمُنَ دَيْنِهِ. وَإِنْ كَانَتِ ابْنَةً وَرِثَتِ النِّصْفَ دَفَعَتْ إِلَى الْغَرِيمِ نِصْفَ دَيْنِهِ. عَلٰى حِسَابِ هٰذَا يَدْفَعُ إِلَيْهِ مَنْ أَقَرَّ لَهُ مِنَ النِّسَاءِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنْ شَهِدَ رَجُلٌ عَلٰى مِثْلِ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْمَرْأَةُ أَنَّ لِفُلَانٍ عَلٰى أَبِيهِ دَيْنًا. أُحْلِفَ صَاحِبُ الدَّيْنِ مَعَ شَهَادَةِ شَاهِدِهِ. وَأُعْطِيَ الْغَرِيمُ حَقَّهُ كُلَّهُ. وَلَيْسَ هٰذَا بِمَنْزِلَةِ الْمَرْأَةِ. لِأَنَّ الرَّجُلَ تَجُوزُ شَهَادَتُهُ. وَيَكُونُ عَلٰى صَاحِبِ الدَّيْنِ، مَعَ شَهَادَةِ شَاهِدِهِ، أَنْ يَحْلِفَ. وَيَأْخُذُ حَقَّهُ كُلَّهُ. فَإِنْ لَمْ يَحْلِفْ أَخَذَ مِنْ مِيرَاثِ الَّذِي أَقَرَّ لَهُ، قَدْرَ مَا يُصِيبُهُ مِنْ ذٰلِكَ الدَّيْنِ. لِأَنَّهُ أَقَرَّ بِحَقِّهِ. وَأَنْكَرَ الْوَرَثَةُ. وَجَازَ عَلَيْهِ إِقْرَارُهُ.

(ایضاً) ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ اجماعی امر ہے کہ جو شخص مرجائے اور اس کے کئی بیٹے ہوں، ان میں سے ایک کہے کہ میرے باپ نے اقرار کیا تھا کہ فلاں اس کا بیٹا ہے تو یہ نسب ایک انسان کی گواہی ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور جس بیٹے نے اقرار کیا ہے اس کا اقرار صرف اپنی جان پر اپنے حصے میں جائز ہے۔ باپ کی وراثت سے وہ اپنے حصے میں سے اس کو حصہ دے سکتا ہے جس کے لئے وہ کہتا ہے کہ باپ نے اقرار کیا تھا۔

مالکؒ نے کہا کہ اس مسئلہ کی توضیح یہ ہے کہ اگر ایک آدمی مرجائے اور دو بیٹے چھوڑ جائے اور چھ سو دینار چھوڑ جائے اور

ان میں سے ہر ایک تین سو دینار لے لے۔ پھر ان میں سے ایک یہ شہادت دے کہ اس کے باپ نے یہ اقرار کیا تھا کہ فلاں شخص اس کا بیٹا ہے۔ پس اس اقرار کرنے والے کے ذمے اس تیسرے کا ایک سو دینار ہوگا اور یہ اس کی نصف میراث ہے اگر اسے بیٹا مان لیا جائے۔ اور دوسرا بھی اقرار کرے تو وہ اس سے ایک سو دینار اور لے لے گا۔ اس کا حق پورا ہو جائے گا۔ اور اس کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور یہ بھی اس عورت کی مانند ہے جو اپنے باپ پر یا اپنے خاوند پر قرض کا اقرار کرے اور دوسرے وارث اس کا انکار کر دیں۔ پس اس عورت پر لازم ہے کہ جس قدر حصہ وراثت میں سے اس کو ملا ہے۔ وہ اس میں سے حصے کے مطابق اتنا قرض میں دے دے۔ جتنا تمام وارثوں کے اقرار کی صورت میں اسے دینا پڑتا۔ مثلاً عورت کو ⅛ ملا ہے تو قرض کا ⅛ دے دے۔ اگر وہ بیٹی تھی اور اسے نصف میراث ملی تھی، تو وہ قرضخواہ کو ½ دے دے۔ جو عورتیں قرض کا اقرار کریں تو وہ اپنی میراث کے حساب سے قرض ادا کریں۔ (اس مسئلہ میں احمد بن حنبلؒ کا مسلک مالکؒ کے مطابق ہے۔ شافعیؒ نے کہا کہ ایک کی شہادت سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔ لہذا اکیلا اقرار کرنے والا کچھ نہ دے۔ حنفیہ نے کہا کہ وہ اپنی حاصل شدہ میراث میں سے نصف دے دے، کیونکہ اس نے تیسرے شخص کو اپنا شریک مان لیا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر ایک مرد اس طرح کی شہادت دے جیسی کہ اس عورت نے دی کہ فلاں شخص کا اس کے باپ پر اتنا قرض ہے تو قرض والے کو اس کے گواہ سمیت قسم دی جائے گی۔ اور مقروض کو اس کا پورا حق دیا جائے گا۔ اور یہ اس عورت کی مانند نہیں۔ کیونکہ مرد کی شہادت جائز ہے۔ اور گواہ کی گواہی سمیت قرضخواہ پر واجب ہے کہ قسم کھائے اور اپنا پورا حق لے لے۔ اگر قسم نہ کھائے تو اقرار کرنے والے کے میراث کے حصے میں سے اتنا لے لے، جس قدر قرض اسے دینا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس نے قرضخواہ کے حق کا اقرار کیا ہے اور وارثوں نے انکار کیا ہے۔ اور اقرار کرنے والے کا اقرار اس کی اپنی ذات پر لازم ہے۔

۲۳۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِیْ اُمَّهَاتِ الْاَوْلَادِ

اُمّ الولد کے بعض مسائل کا باب

۱۴۶۴۔ قَالَ یَحْیٰی: قَالَ مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ اَبِيْهِ: اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: مَا بَالُ رِجَالٍ يَطَئُوْنَ وَلَائِدَهُمْ. ثُمَّ يَعْزِلُوْهُنَّ. لَا تَاْتِيْنِیْ وَلِيْدَةٌ يَعْتَرِفُ سَيِّدُهَا اَنْ قَدْ اَلَمَّ بِهَا، اِلَّا اَلْحَقْتُ بِهٖ وَلَدَهَا. فَاعْزِلُوْا بَعْدُ، اَوِ اتْرُكُوْا۔

ترجمہ: حضرت عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا کہ ان مردوں کا کیا حال ہے جو اپنی لونڈیوں کے ساتھ جماع کرتے ہیں۔ پھر ان سے عزل کرتے ہیں۔ (یا ان کی اولاد کا اپنے سے انکار کرتے ہیں) میرے پاس جو بھی لونڈی آئے گی اور کہے گی کہ اس کے مالک نے اس کے ساتھ جماع کیا ہے۔ تو میں اس کی اولاد کو اس آقا سے ملاؤں گا۔ اس کے بعد چاہے عزل کرو چاہے نہ کرو۔ (حنفیہ نے اس مسئلہ میں ابن عباسؓ اور زید بن ثابتؓ کا قول اپنایا ہے۔ ان کے نزدیک اولاد صرف اس صورت میں مالک کی ہوگی جب وہ اس کا اعتراف کرے کہ یہ میری اولاد ہے۔ مالکؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔)

۱۴۶۵- وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: مَا بَالُ رِجَالٍ يَطَؤُونَ وَلَائِدَهُمْ. ثُمَّ يَدَعُوهُنَّ يَخْرُجْنَ لَا تَأْتِينِي وَلِيدَةٌ يَعْتَرِفُ سَيِّدُهَا أَنْ قَدْ أَلَمَّ بِهَا، إِلَّا أَلْحَقْتُ بِهِ وَلَدَهَا. فَأَرْسِلُوهُنَّ بَعْدُ، أَوْ أَمْسِكُوهُنَّ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مردوں کا کیا حال ہے، جو اپنی لونڈیوں سے وطی کرتے ہیں، پھر انہیں چھوڑ دیتے ہیں کہ باہر نکلیں (ان کی نگرانی اور حفاظت نہیں کرتے) میرے پاس اگر کوئی لونڈی آئے گی جس کا مالک اس کے ساتھ جماع کرنے کا اعتراف کرے گا تو میں اس لونڈی کی اولاد کو اس مالک کا ہی ٹھیراؤں گا۔ اس کے بعد خواہ انہیں باہر بھیجو یا نہ بھیجو۔ (اس سے معلوم ہوا کہ لونڈی کی اولاد مالک کے اعترافِ جماع سے ہی مالک کی طرف منسوب ہو سکتی ہے۔ اوپر گزرا کہ ابن عباسؓ اور زید بن ثابتؓ سے بھی یہی مروی ہے۔)

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي أُمِّ الْوَلَدِ إِذَا جَنَتْ جِنَايَةً. ضَمِنَ سَيِّدُهَا مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ قِيمَتِهَا۔ وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُسَلِّمَهَا۔ وَلَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يَحْمِلَ مِنْ جِنَايَتِهَا أَكْثَرَ مِنْ قِيمَتِهَا۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں ام الولد کے متعلق یہ معمول ہے کہ جب کوئی جرم کرے تو اس کا مالک اس جرم کے فدیے اور لونڈی کی قیمت میں سے جو کم ہو، اس کا ضامن ہے۔ نہ اس پر یہ واجب ہے کہ لونڈی کو جرم میں سپرد کرے اور نہ یہ کہ اس کی قیمت سے زیادہ کا بوجھ اٹھائے۔ (ابو حنیفہ اور شافعی رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔)

۲۴- بَابُ الْقَضَاءِ فِي عِمَارَةِ الْمَوَاتِ

بنجر زمین کو آباد کرنے کا باب

۱۴۶۶- حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ۔ وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ"۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْعِرْقُ الظَّالِمُ كُلُّ مَا احْتُفِرَ أَوْ أُخِذَ أَوْ غُرِسَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔

ترجمہ: عروہؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کوئی مردہ (بیکار پڑی ہوئی بنجر) زمین آباد کی، وہ اسی کی ہے اور کسی ظالم کو اس پر قبضہ کرنے کا حق نہیں۔ مالکؒ نے کہا کہ ظالم کے قبضے سے مراد یہ ہے کہ کوئی ناحق اس میں کنواں کھودے یا اس پر قبضہ کرے یا درخت لگا دے۔ (حدود سلطنت میں جو بیکار زمین پڑی ہو اور کوئی شخص اس کا مالک نہ ہو۔ وہ مردہ یا

بنجر کہلاتی ہے۔ امام محمدؒ نے مؤطا میں یہ حدیث اور اس سے اگلا اثر روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ جو کسی مردہ زمین کو امام کی اجازت سے یا بلا اجازت آباد کر لے تو وہ اسی کی ہے۔ مگر ابو حنیفہؒ نے کہا کہ امام کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی ایسی زمین کو آباد کرے تو حاکم کا فرض ہے کہ اس کی مِلک قرار دے دے، اس کے حکم کے بغیر اس کی مِلک نہ ہوگی۔ قاضی ابوالولید الباجیؒ کے بقول امام ابو حنیفہؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ آبادی کے قریب بیکار پڑی ہوئی زمین مَوات نہیں ہوتی۔ ابن القاسمؒ مالکی کا بھی یہی قول ہے۔)

۱۴۶۷۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَعَلَى ذٰلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا۔

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ جس نے مُردہ زمین کو زندہ کیا وہ اسی کی ہے۔ امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں اسی پر عمل ہے۔

۲۵۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي الْمِيَاهِ

پانی کے مسائل کا باب

۱۴۶۸۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، فِي سَيْلِ مَهْزُورٍ وَمُذَيْنِبٍ: "يُمْسَكُ حَتَّى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ يُرْسِلُ الْأَعْلَى عَلَى الْأَسْفَلِ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزمؒ کو خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادیٔ مہزور اور وادی مذینب کے متعلق فرمایا، اوپر والا اس کے پانی کو ٹخنوں کی مقدار تک روکے پھر نیچے والے کے لئے چھوڑ دے۔ (سیلاب اور بارانی ندی نالوں کا پانی جب بہ کر آتا ہے تو جس کے کھیت میں پہلے پہنچے، وہ اپنی ضرورت پوری کر کے باقی آگے چھوڑ دے۔ کیونکہ وہ پانی کسی کی ملکیت نہیں ہوتا۔ مگر جس کے کھیت میں پہلے آئے وہ اسے سیراب کرنے کا پہلا حق رکھتا ہے۔ امام محمدؒ نے اس حدیث کو بَابُ الصُّلْحِ فِي الشُّرْبِ وَقِسْمَةِ الْمَاءِ میں روایت کیا اور حسبِ معمول اس پر یہ نوٹ لکھا کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ کیونکہ ان لوگوں میں اسی بات پر صلح ہوئی تھی، ہر قوم نے جس بات پر صلح کر لی اور باہم سمجھوتہ کر لیا، چاہے چشموں میں ہو، نہروں میں ہو، سیلاب میں ہو، اسی پر عمل درآمد ہوگا۔ امام محمدؒ کے اس قول سے پتہ چلا کہ لوگوں میں پہلے سے یہ سمجھوتہ موجود تھا لیکن بعض دفعہ نزاع پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا تاکہ ان کے نزاع کو قطع کر دیا جائے۔ نزاع کے بعض واقعات احادیث میں موجود ہیں۔)

۱۴۶۹۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ".

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، فالتو پانی نہ روکا جائے کیونکہ اس کے نیچے میں گھاس پھوس کا نقصان ہوگا۔

شرح: اگر پانی کسی کی ملکیت ہے تو اسے نہ روکنے کا حکم استحباب پر مبنی ہے۔ اگر سیلاب یا بارانی نہر کا پانی ہے تو حکم وجوبی معلوم ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کی تفریعات میں بہت تفصیل ہے اور ائمہ فقہ کا ان میں کچھ اجتہادی اختلاف بھی ہے۔

۱۴۷۰۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الرِّجَالِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أُمِّهِ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا يُمْنَعُ نَقْعُ بِئْرٍ".

ترجمہ: عمرہ بنت عبدالرحمٰنؒ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کنوئیں کے جمع شدہ حوض کے پانی سے کسی کو نہ روکا جائے۔ (یہ حدیث مرسل موطائے امام محمدؒ میں بھی مروی ہے، اس کے بعض طرق موصول بھی ہیں۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی ہمارا مختار بھی ہے۔ کوئی شخص اپنے کنوئیں سے لوگوں کو پانی پینے یا پلانے سے نہیں روک سکتا لیکن کھیتوں کو پانی دینے اور باغوں کو سیراب کرنے سے روک سکتا ہے۔ یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ لیکن پانی اگر مالک کی ضروریات سے زائد نہ ہو تو اس کا یہ حکم نہیں بلکہ وہ اس سے روک سکتا ہے۔ بدائع میں ہے کہ پانی کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) جو پانی کسی کے برتنوں میں محفوظ ہو، اس میں بلا اجازت ورضا کسی اور کا حق نہیں۔ (۲) کنوئیں، حوضوں اور چشموں کا پانی، اس کو پینے پلانے سے نہیں روکا جا سکتا۔ لیکن کوئی مالک کی اجازت کے بغیر کھیتی اور باغ کو سیراب نہیں کر سکتا۔ (۳) چھوٹے ندی نالے، جو کسی مخصوص قوم کے ہوں، وہ لوگ باہمی رضامندی سے اسے استعمال کر سکتے ہیں۔ تعدّی یا بیع جائز نہیں۔ (۴) دریاؤں اور بڑے ندی نالوں کا پانی، اس سے انتفاع کا حق عوام کو حاصل ہے اور حکومت یا کوئی اور اس پر پابندی نہیں لگا سکتا۔ لیکن ان سے نکالی ہوئی سرکاری نہروں کا استعمال حکومت کے انتظام سے ہوگا۔ واللہ اعلم۔

۲۶۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي الْمَرْفِقِ

عام نفع کی چیزوں کا باب

۱۴۷۱۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ".

ترجمہ: یحییٰ مازنیؒ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کسی کو ضرر نہ پہنچاؤ اور نہ کسی کے ضرر کا بدلہ ضرر دو۔ (یعنی اگر بدلہ لو۔ تو بدلے میں تجاوز اور تعدی مت کرو۔ اور بہتر ہے کہ معاف کردو۔)

۱۴۷۲۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ" لَا یَمْنَعُ اَحَدُکُمْ جَارَہٗ خَشَبَۃً یَغْرِزُھَا فِیْ جِدَارِہٖ" ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوْھُرَیْرَۃَ مَالِیْ اَرَاکُمْ عَنْھَا مُعْرِضِیْنَ۔ وَاللّٰہِ لَاَرْمِیَنَّ بِھَا بَیْنَ اَکْتَافِکُمْ۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں کوئی اپنے ہمسائے کو اپنی دیوار میں کیل ٹھونکنے سے نہ روکے۔ پھر ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ کیا بات ہے میں تمہیں اس بات سے منہ پھیرتے ہوئے دیکھتا ہوں، واللہ، میں اسے ضرور تمہارے کندھوں کے درمیان پھینکوں گا۔

شرح: حافظ ابن حزم ظاہریؒ نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ حکم استحباب کے لئے ہے۔ احمدؒ اور اسحاقؒ کے نزدیک وجوب کے لئے ہے۔ امام مالکؒ اور شافعیؒ سے دونوں روایتیں ہیں۔ امام شافعیؒ نے کہا کہ کسی کی دیوار میں کھونٹی ٹھونکنے کے لئے اس کا اذن ضروری ہے۔ اور اگر وہ منع کرے تو نہ ٹھونکی جائے۔ دوسری صحیح احادیث میں کسی مسلم کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا ممنوع آیا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی نہی تنزیہہ پر مبنی ہے۔ اگر کھونٹی سے دیوار کا نقصان ہو یا وہ کئی کیل ٹھونک دے۔ جس سے ضرر کا اندیشہ ہو۔ تو مالک منع کر سکتا ہے۔

۱۴۷۳۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ یَحْیَی الْمَازِنِیِّ، عَنْ اَبِیْہِ، اَنَّ الضَّحَّاكَ بْنَ خَلِیْفَۃَ سَاقَ خَلِیْجًا لَہٗ مِنَ الْعُرَیْضِ۔ فَاَرَادَ اَنْ یَّمُرَّ بِہٖ فِیْ اَرْضِ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَۃَ۔ فَاَبٰی مُحَمَّدٌ۔ فَقَالَ لَہُ الضَّحَّاكُ: لِمَ تَمْنَعُنِیْ؟ وَھُوَ لَكَ مَنْفَعَۃٌ تَشْرَبُ بِہٖ اَوَّلًا وَاٰخِرًا۔ وَلَا یَضُرُّكَ فَاَبٰی مُحَمَّدٌ۔ فَكَلَّمَ فِیْہِ الضَّحَّاكُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ۔ فَدَعَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَۃَ فَاَمَرَہٗ اَنْ یُّخَلِّیَ سَبِیْلَہٗ۔ فَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا۔ فَقَالَ عُمَرُ: لِمَ تَمْنَعُ اَخَاكَ مَا یَنْفَعُہٗ؟ وَھُوَ لَكَ نَافِعٌ۔ تَسْقِیْ بِہٖ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا۔ وَھُوَ لَا یَضُرُّكَ۔ فَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا وَاللّٰہِ۔ فَقَالَ عُمَرُ: وَاللّٰہِ لَیَمُرَّنَّ بِہٖ وَلَوْ عَلٰی بَطْنِكَ۔ فَاَمَرَہٗ عُمَرُ اَنْ یَّمُرَّ بِہٖ۔ فَفَعَلَ الضَّحَّاكُ۔

ترجمہ: ضحاک بن خلیفہ انصاریؒ نے مقام عریض کی نہر سے ایک چھوٹی نہر نکالی اور اسے محمد بن مسلمہؓ کی زمین سے گزارنا چاہا، محمد بن مسلمہؓ نے انکار کیا تو ضحاک نے کہا کہ تم مجھے اس سے کیوں روکتے ہو۔ تم اس سے ہر وقت پانی لے سکو گے۔ اور تمہارا کوئی نقصان نہ ہوگا۔ محمدؓ نے پھر بھی انکار کیا تو ضحاکؒ نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے بات کی۔ حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہؓ کو بلا کر حکم دیا کہ اس نالے کو آگے جانے دو۔ محمدؓ نے کہا، واللہ نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم اپنے بھائی کو ایسے کام سے کیوں روکتے ہو۔ جس میں اس کا بھی فائدہ ہے اور تمہارا بھی نفع ہے کہ تم اس سے ہر وقت پانی لے سکو گے؟ محمدؓ نے کہا کہ نہیں واللہ ایسا نہیں ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ واللہ وہ اس نہر کو ضرور لے جائے گا، اگرچہ تمہارے پیٹ کے اوپر سے ہو۔ پس حضرت عمرؓ نے اسے نکالنے کا حکم دیا اور ضحاک نے اسے نکال لیا۔ (یہ اثر موطائے امام محمدؒ میں بھی مروی ہے۔ باب الصُّلْحِ فِی شُرْبِ الْمَاءِ)

شرح: قاضی ابوالولید الباجیؒ نے مؤطا کی شرح میں لکھا ہے کہ ابن القاسمؒ نے المجموعہ میں امام مالکؒ سے روایت کی ہے کہ مالکؒ نے حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کو اختیار نہیں کیا اور یہی ابوحنیفہؒ کا قول بھی ہے۔ حضرت عمرؓ کا حکم اجتہادی تھا اور ان کے زمانے کے لوگوں کے وہ احوال نہ تھے، جو مالکؒ کے دور میں تھے۔ محمد بن مسلمہؓ کا قول اصول کے مطابق تھا۔ مگر جناب عمرؓ نے شاید اس لئے سختی کی کہ اسے اتنی سی بات پر شدت سے اڑنا نہ چاہئے تھا۔ واللہ اعلم۔ امام محمدؒ نے اس حدیث پر کوئی گفتگو نہیں کی سبب معلوم نہیں ہوسکا۔

۱۴۷۴۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ فِي حَائِطِ جَدِّهِ، رَبِيعٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ. فَأَرَادَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ أَنْ يُحَوِّلَهُ إِلٰى نَاحِيَةٍ مِنَ الْحَائِطِ، هِيَ أَقْرَبُ إِلٰى أَرْضِهِ. فَمَنَعَهُ صَاحِبُ الْحَائِطِ. فَكَلَّمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِي ذٰلِكَ، فَقَضٰى لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ بِتَحْوِيلِهِ۔

ترجمہ: عمرو بن یحییٰ مازنی نے اپنے باپ سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ اس کے دادا (ابوحسینؓ مازنی بدری صحابی) کے باغ میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی ایک چھوٹی نہر تھی۔ عبدالرحمٰنؓ نے اُسے باغ کی دوسری طرف لے جانا چاہا۔ جو ان کی زمین کے قریب تھی۔ باغ والے نے اس سے روکا، تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اس معاملے میں حضرت عمر بن الخطابؓ سے بات کی۔ حضرت عمرؓ نے فیصلہ فرمایا کہ عبدالرحمٰنؓ اُسے تبدیل کر سکتے ہیں۔ (یہ اثر موطائے امام محمدؒ کے اوپر مذکور باب میں مروی ہے اور امام محمدؒ نے اس پر کچھ نہیں لکھا۔)

شرح: الباجیؒ نے کہا کہ حسبِ روایتِ ابن القاسمؒ، مالکؒ نے اسے اختیار نہیں کیا۔ المدونہ میں عیسٰی بن دینارؒ نے مالکؒ سے روایت کی ہے کہ امام مالکؒ اس کے قائل نہ تھے کہ عبدالرحمٰنؓ اُس نہر کو تبدیل کرتے، گو باغ والے کا کوئی نقصان نہ بھی ہوتا۔ اس تبدیلی میں اس کی رضا کی ضرورت تھی۔ یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول بھی ہے۔ مالکی فقہا کی رائے اس باب میں مختلف اور مضطرب ہے۔ امام شافعیؒ کا قول جدید تقریباً مالکؒ اور ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق ہے اور قولِ قدیم اس کے خلاف ہے۔)

۲۷۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي قَسْمِ الْأَمْوَالِ

درختوں والی زمینوں کی تقسیم کے مسائل

۱۴۷۵۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيْلِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: بَلَغَنِيْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا دَارٍ أَوْ أَرْضٍ قُسِمَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهِيَ عَلٰى قَسْمِ الْجَاهِلِيَّةِ وَأَيُّمَا دَارٍ أَوْ أَرْضٍ أَدْرَكَهَا الْإِسْلَامُ وَلَمْ تُقْسَمْ فَهِيَ عَلٰى قَسْمِ الْإِسْلَامِ۔

ترجمہ: ثور بن زید دیلیؒ نے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو گھر یا زمین زمانۂ جاہلیت

ہیں تقسیم ہوئی وہ دورِ جاہلیت کی تقسیم پر ہے، اور جو مکان یا زمین غیر منقسم حالت میں زمانۂ اسلام میں ہو تو وہ اسلام کی تقسیم کے مطابق ہوگی۔

شرح : یہ حدیث مؤطا میں مرسل ہے۔ مگر ابوداؤد وغیرہ نے اسے موصول روایت کیا ہے۔ اس حدیث میں جو حکم ہے، اس کے بغیر چارہ نہیں تھا۔ ورنہ بے شمار جھگڑے اور تنازعات اُٹھ کھڑے ہوتے جن کا سنبھالا جانا بھی ممکن نہ ہوتا۔ ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک تمام غیر مسلموں کا یہی حکم ہے۔ اور امام مالکؒ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔

۱۴۷۶۔ قَالَ يَحْيٰى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ، فِيمَنْ هَلَكَ وَتَرَكَ أَمْوَالًا بِالْعَالِيَةِ وَالسَّافِلَةِ: إِنَّ الْبَعْلَ لَا يُقْسَمُ مَعَ النَّضْحِ إِلَّا أَنْ يَرْضَى أَهْلُهُ بِذٰلِكَ. وَإِنَّ الْبَعْلَ يُقْسَمُ مَعَ الْعَيْنِ. إِذَا كَانَ يُشْبِهُهَا. وَأَنَّ الْأَمْوَالَ إِذَا كَانَتْ بِأَرْضٍ وَاحِدَةٍ، الَّذِي بَيْنَهُمَا مُتَقَارِبٌ، أَنَّهُ يُقَامُ كُلُّ مَالٍ مِنْهَا ثُمَّ يُقْسَمُ بَيْنَهُمْ. وَالْمَسَاكِنُ وَالدُّورُ بِهٰذِهِ الْمَنْزِلَةِ.

ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا کہ جو شخص مر گیا اور اس نے مدینہ کی اعالی میں (مغرب میں) اور اسافل میں (مشرقی جانب) مال چھوڑے تو سوا فل والی زمین کو (جو خود بخود سیرابی کے بغیر زرخیز تھی) نضح کے ساتھ (یعنی جن زمینوں کو مصنوعی ذرائع سے سیراب کیا جاتا تھا) تقسیم نہ کیا جائے گا۔ (یعنی ہر دو قسم کی زمین کی تقسیم الگ الگ ہوگی۔) مگر یہ کہ وارث اس پر راضی ہوں۔ اور بعل زمین (جسے پلانے کی ضرورت نہیں) کو چشمہ دار (چاہی) زمین کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا، جب کہ وہ اس کے مشابہ ہو۔ (کیونکہ یہ زمین عشری ہے اور نضح والی نصف عشری ہے) اور درخت اور باغ جب ایک قسم کی زمین میں ہوں اور ان میں قریب قریب ایک جیسے درخت لگے ہوں۔ تو اس سارے مال کی قیمت لگا کر اسے تقسیم کیا جائے گا۔ اور ڈیرے اور مکانات کا بھی یہی حکم ہے۔ (یعنی جب وہ تقریباً ایک جیسے ہوں تو انہیں اراضی کی مانند اکٹھا تقسیم کیا جائے گا۔ کیونکہ اسی طرح توڑ پھوڑ اور تنازعات سے بچاؤ رہے گا۔ بصورت دیگر قیمت ڈلوا کر تقسیم کرنا پڑے گی۔)

۲۸۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي الضَّوَارِي وَالْحَرِيسَةِ

نقصان کے عادی جانوروں اور نگرانی کئے جانے والے جانوروں کا باب

۱۴۷۷۔ حَدَّثَنِي يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَرَامِ بْنِ سَعْدِ بْنِ مُحَيِّصَةَ، أَنَّ نَاقَةً لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ دَخَلَتْ حَائِطَ رَجُلٍ فَأَفْسَدَتْ فِيهِ. فَقَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ عَلَى أَهْلِ الْحَوَائِطِ حِفْظَهَا بِالنَّهَارِ. وَأَنَّ مَا أَفْسَدَتِ الْمَوَاشِي بِاللَّيْلِ، ضَامِنٌ

اور اس کا نقصان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ باغوں والے دن کو ان کی خود حفاظت کریں اور رات کو نقصان کرنے والے جانوروں کی ذمہ داری ان کے مالکوں پر ہے۔ (یہ وہ صورت ہے کہ نقصان میں جانور کے مالک کا ہاتھ ہو یا اس کی غفلت اور کوتاہی سے نقصان ہوا ہو۔ ورنہ حضورؐ کا ارشاد ہے اَلْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ "بے زبان جانور کا زخم ضائع ہے")

١٤٧٨۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ
حَاطِبٍ، أَنَّ رَقِيقًا لِحَاطِبٍ سَرَقُوا نَاقَةً لِرَجُلٍ مِنْ مُزَيْنَةَ. فَانْتَحَرُوهَا. فَرُفِعَ ذٰلِكَ إِلَى عُمَرَ
بْنِ الْخَطَّابِ۔ فَأَمَرَ عُمَرُ كَثِيرَ بْنَ الصَّلْتِ أَنْ يَقْطَعَ أَيْدِيَهُمْ۔ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ: أَرَاكَ تُجِيعُهُمْ
ثُمَّ قَالَ عُمَرُ: وَاللّٰهِ، لَأُغَرِّمَنَّكَ غُرْمًا يَشُقُّ عَلَيْكَ۔ ثُمَّ قَالَ لِلْمُزَنِيِّ: كَمْ ثَمَنُ نَاقَتِكَ؟ فَقَالَ
الْمُزَنِيُّ: قَدْ كُنْتُ وَاللّٰهِ أَمْنَعُهَا مِنْ أَرْبَعِ مِائَةِ دِرْهَمٍ۔ فَقَالَ عُمَرُ: أَعْطِهِ ثَمَانَ مِائَةِ دِرْهَمٍ۔
قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: وَلَيْسَ عَلَى هٰذَا، الْعَمَلُ عِنْدَنَا فِي تَضْعِيفِ الْقِيمَةِ۔
وَلٰكِنْ مَضَى أَمْرُ النَّاسِ عِنْدَنَا عَلَى أَنَّهُ إِنَّمَا يَغْرَمُ الرَّجُلُ قِيمَةَ الْبَعِيرِ أَوِ الدَّابَّةِ، يَوْمَ يَأْخُذُهَا۔

ترجمہ: یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطبؒ سے روایت ہے کہ حاطبؓ کے بعض غلاموں نے مزینہ کے ایک آدمی کی اونٹنی چرائی اور اسے ذبح کر لیا۔ یہ مقدمہ عمر بن الخطابؓ کی خدمت میں لایا گیا تو انہوں نے کثیر بن الصلتؓ کو حکم دیا کہ ان کے ہاتھ کاٹ دے۔ پھر حضرت عمرؓ نے حاطبؓ سے فرمایا، میرے خیال میں تُو انہیں بھوکا رکھتا ہے (ورنہ وہ ایسا نہ کرتے) پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں واللہ تجھ پر ایسا تاوان ڈالوں گا جس کی ادائیگی تجھ پر شاق ہوگی۔ پھر مُزنی سے فرمایا کہ تیری اونٹنی کی قیمت کیا تھی؟ مُزنی نے کہا کہ واللہ میں اسے چار سو درہم پر نہیں بیچ رہا تھا۔ پس حضرت عمرؓ نے حاطب سے فرمایا کہ اسے آٹھ سو درہم دے دو۔
مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں قیمت دُگنی کرنے پر عمل نہیں ہے بلکہ ہمارے نزدیک لوگوں کا عملدرآمد اس پر رہا ہے کہ اس شخص کو اونٹ یا جانور کی اس وقت کی قیمت ڈالی جائے، جس دن جانور لیا گیا تھا۔

شرح: قطع ید کا حکم واپس لینے کا اصل باعث یہ شُبہ تھا کہ غلاموں نے بھوک کے باعث یہ فعل کیا اور یہ طے شدہ امر ہے کہ شبہے سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ حاطبؓ پر جو تاوان ڈالا وہ تعزیراً تھا۔ ابن وہبؒ کے مؤطا میں یہ واقعہ ذرا زیادہ مفصل آیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاطبؓ اس وقت وفات پا چکے تھے اور حضرت عمرؓ کا خطاب ان کے بیٹے عبدالرحمٰنؒ کے ساتھ تھا۔ اس اثر کو سند کے لحاظ سے بھی ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ یحییٰؒ نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا۔ اگر اسے حضرت عمرؓ کا فیصلہ کہا جائے تو یا تو یہ تعزیری تھی یا خلاف اصول ہونے کی بنا پر اسے ترک کرتا ہو گا کیونکہ اس پر علماء متفق ہیں کہ کسی چیز کا تاوان اس کی مثل یا اس کی قیمت ہوتی ہے نہ کہ دگنی قیمت۔ پھر غلاموں کا اقرار جو ان کے مالک کے خلاف تھا اسے تسلیم کرنے میں بھی تامّل ہے۔

۲۹۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِيمَنْ أَصَابَ شَيْئًا مِنَ الْبَهَائِمِ

جانور کا نقصان کرنے کا باب

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا فِيمَنْ أَصَابَ شَيْئًا مِنَ الْبَهَائِمِ، إِنَّ عَلَى الَّذِي أَصَابَهَا قَدْرَ مَا نَقَصَ مِنْ ثَمَنِهَا۔

قَالَ يَحْيَى: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ، فِي الْجَمَلِ يَصُولُ عَلَى الرَّجُلِ فَيَخَافُهُ عَلَى نَفْسِهِ فَيَقْتُلُهُ أَوْ يَعْقِرُهُ: فَإِنَّهُ إِنْ كَانَتْ لَهُ بَيِّنَةٌ عَلَى أَنَّهُ أَرَادَهُ وَصَالَ عَلَيْهِ فَلَا غُرْمَ عَلَيْهِ وَإِنْ لَمْ تَقُمْ لَهُ بَيِّنَةٌ إِلَّا مَقَالَتُهُ، فَهُوَ ضَامِنٌ لِلْجَمَلِ۔

ایضًا۔ ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ جانور کا نقصان کرنے والے کے متعلق ہمارے ہاں یہ عمل درآمد ہے کہ اس نے جتنا نقصان پہنچایا ہے وہ اتنے کا ذمّہ دار ہے۔ (امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ جانور کی آنکھ پھوڑنے کا جرمانہ اس کی ۱/۴ قیمت ہے۔ قصاب کی بکری کی آنکھ پھوڑنے کا تاوان اس کے نقصان کے مطابق ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر اونٹ کسی پر حملہ آور ہو اور اس کو اپنی جان کا خوف تھا، لہذا اس نے اسے مار دیا یا کوئی عضو توڑ دیا۔ پس اگر اس کے پاس اس امر کی شہادت ہو تو اس پر کوئی تاوان نہیں۔ اگر شہادت کوئی نہیں تو وہ اونٹ کا ضامن ہے۔ (اس میں حنفیہ کا اختلاف ہے، وہ حملہ آور جانور کے قتل میں اس کی قیمت کا تاوان ٹھہراتے ہیں کیونکہ بہرحال دوسرے کا نقصان تو ہوا ہے)

۳۰۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي مَا يُعْطَى الْعُمَّالُ

کاریگروں کو دیئے جانے والی اشیا کا حکم

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ، فِي مَنْ دَفَعَ إِلَى الْغَسَّالِ ثَوْبًا يَصْبُغُهُ فَصَبَغَهُ. فَقَالَ صَاحِبُ الثَّوْبِ: لَمْ آمُرْكَ بِهَذَا الصِّبْغِ. وَقَالَ الْغَسَّالُ: بَلْ أَنْتَ أَمَرْتَنِي بِذَلِكَ: فَإِنَّ الْغَسَّالَ مُصَدَّقٌ فِي ذَلِكَ. وَالْخَيَّاطُ مِثْلُ ذَلِكَ. وَالصَّائِغُ مِثْلُ ذَلِكَ. وَيَحْلِفُونَ عَلَى ذَلِكَ. إِلَّا أَنْ يَأْتُوا بِأَمْرٍ لَا يُسْتَعْمَلُونَ فِي مِثْلِهِ. فَلَا يَجُوزُ قَوْلُهُمْ فِي ذَلِكَ. وَلْيَحْلِفْ صَاحِبُ الثَّوْبِ. فَإِنْ رَدَّهَا وَأَبَى أَنْ يَحْلِفَ، حُلِّفَ الصَّبَّاغُ۔

قَالَ وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ، فِي الصَّبَّاغِ يُدْفَعُ إِلَيْهِ الثَّوْبُ فَيُخْطِئُ بِهِ فَيَدْفَعُهُ إِلَى رَجُلٍ

اٰخَرَ حَتّٰی یَلْبَسَهُ الَّذِیْ اُعْطَاهُ اِیَّاهُ: اِنَّهُ لَا غُرْمَ عَلَی الَّذِیْ لَبِسَهُ. وَيَغْرَمُ الْغَسَّالُ لِصَاحِبِ الثَّوْبِ. وَذٰلِكَ اِذَا لَبِسَ الثَّوْبَ الَّذِیْ دُفِعَ اِلَيْهِ. عَلٰی غَيْرِ مَعْرِفَةٍ بِاَنَّهُ لَيْسَ لَهُ. فَاِنَّ لَبِسَهُ وَهُوَ يَعْرِفُ اَنَّهُ لَيْسَ ثَوْبَهُ، فَهُوَ ضَامِنٌ لَهُ.

ایضاً ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ جس نے رنگریز کو کپڑا رنگنے کے لئے دیا۔ اس نے رنگا، مگر مالکؒ نے کہا کہ میں نے یہ رنگ کرنے کو نہیں کہا تھا۔ رنگریز نے کہا کہ تو نے یہی رنگ کرنے کو کہا تھا تو اس میں رنگریز کی تصدیق کی جائے گی۔ اسی طرح درزی کی اور اسی طرح سنار کی۔ اور اس پر قسم کھائیں گے (مدعا علیہ ہونے کے باعث)۔ مگر یہ کہ وہ کوئی ایسا کام کریں جو خلاف ظاہر ہو تو اس میں ان کی بات جائز نہیں۔ ایسے معاملے میں کپڑے والا قسم کھائے۔ اگر وہ اسے رد کردے اور قسم نہ کھائے تو پھر رنگریز قسم کھائے گا۔ (دراصل اس معاملے میں دلالتِ حال اور دیگر دلائل کا بھی دخل ہے۔ اگر تہ بند باندھنے والے کے متعلق درزی کہے کہ تم نے مجھے شلوار بنانے کو کہا تھا تو ظاہر ہے کہ درزی کی بات نہیں مانی جا سکتی۔ اسی طرح شیروانی پہننے والے کے متعلق اگر کہا جائے کہ اس نے سوٹ کا کپڑا دیا تھا تو یہ بالکل غلط ہو گا۔ لہذا اس قصے میں کپڑے کے مالک کی بات معتبر ہے۔ وہ درزی کو نقصان کا ضامن قرار دلوا سکتا ہے)۔

مالکؒ نے کہا کہ جس رنگریز کو کپڑا دیا گیا اور اس نے غلطی سے اسے مالک کے بجائے کسی اور کو دے دیا اور اس تیسرے شخص نے اسے پہن لیا تو پہننے والے پر کوئی تاوان نہیں اور تاوان اسی رنگریز یا دھوبی پر ہے۔ مگر یہ اس وقت ہے جب کہ پہننے والا یہ نہ جانتا ہو کہ وہ کپڑا اس کا نہیں۔ اگر جان بوجھ کر پہنے گا تو وہی ضامن ہے۔ لیکن پہلی صورت میں بھی بعض علماء کا اختلاف ہے۔ (دراصل ایسے مواقع پر فیصلہ دلالتِ حال سے ہوتا ہے)۔

۳۱۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِی الْحَمَالَةِ وَالْحَوْلِ

کفالت اور حوالہ کا باب

قَالَ يَحْيٰی: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُوْلُ: اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا فِی الرَّجُلِ يُحِيْلُ الرَّجُلُ عَلَی الرَّجُلِ بِدَيْنٍ لَهُ عَلَيْهِ. اَنَّهُ اِنْ اَفْلَسَ الَّذِیْ اُحِيْلَ عَلَيْهِ. اَوْ مَاتَ فَلَمْ يَدَعْ وَفَاءً. فَلَيْسَ لِلْمُحْتَالِ عَلَی الَّذِیْ اَحَالَهُ شَیْءٌ. وَاَنَّهُ لَا يَرْجِعُ عَلٰی صَاحِبِهِ الْاَوَّلِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَهٰذَا الْاَمْرُ الَّذِیْ لَا اخْتِلَافَ فِيْهِ عِنْدَنَا.

قَالَ مَالِكٌ: فَاَمَّا الرَّجُلُ يَتَحَمَّلُ لَهُ الرَّجُلُ بِدَيْنٍ لَهُ عَلٰی رَجُلٍ اٰخَرَ. ثُمَّ يَهْلِكُ الْمُتَحَمِّلُ. اَوْ يُفْلِسُ. فَاِنَّ الَّذِیْ تُحُمِّلَ لَهُ، يَرْجِعُ عَلٰی غَرِيْمِهِ الْاَوَّلِ.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ معمول رہا ہے کہ ایک آدمی اپنا قرض کسی اور کے ذمے کر دیتا ہے تو جس کے حوالے کیا گیا،

اگر وہ دیوالیہ ہوگیا یا مرگیا تو قرضخواہ کو کچھ نہیں ملے گا اور وہ پہلے مقروض سے رجوع نہیں کرسکتا۔

مالکؒ نے کہا کہ اس امر میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (حنفیہؒ کے نزدیک اس صورت میں پہلے مقروض سے ادائیگی کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کی دلیل ایک حدیث ہے جو بقول ابن الترکمانیؒ صحیح ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر ایک شخص کسی کے قرض کا تحمل کرلے اور پھر وہ متحمل ہلاک ہو جائے یا دیوالیہ قرار دیا جائے تو قرضخواہ اصل مقروض سے رجوع کرسکتا ہے۔ (یہ صورت کفالت و زعالت کی ہے جب کہ پہلی صورت حوالہ کی تھی۔ امام مالکؒ نے فرق کیا ہے لیکن دراصل ایک ہی چیز ہیں۔ قرضخواہ دونوں میں سے کسی سے بھی وصولی یا مطالبہ کرسکتا ہے۔ حنابلہ اور حنفیہ کا یہی مذہب ہے۔)

۳۲۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي مَنِ ابْتَاعَ ثَوْبًا وَبِهِ عَيْبٌ

عیب دار کپڑا خریدنے والے کا باب

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: إِذَا ابْتَاعَ الرَّجُلُ ثَوْبًا وَبِهِ عَيْبٌ مِنْ حَرْقٍ أَوْ غَيْرِهِ قَدْ عَلِمَهُ الْبَائِعُ. فَشُهِدَ عَلَيْهِ بِذٰلِكَ. أَوْ أَقَرَّ بِهِ. فَأَحْدَثَ فِيهِ الَّذِي ابْتَاعَهُ حَدَثًا مِنْ تَقْطِيعٍ يَنْقُصُ ثَمَنَ الثَّوْبِ. ثُمَّ عَلِمَ الْمُبْتَاعُ بِالْعَيْبِ. فَهُوَ رَدٌّ عَلَى الْبَائِعِ. وَلَيْسَ عَلَى الَّذِي ابْتَاعَهُ غُرْمٌ فِي تَقْطِيعِهِ إِيَّاهُ.

قَالَ: وَإِنِ ابْتَاعَ رَجُلٌ ثَوْبًا وَبِهِ عَيْبٌ مِنْ حَرْقٍ أَوْ عَوَارٍ. فَزَعَمَ الَّذِي بَاعَهُ أَنَّهُ لَمْ يَعْلَمْ بِذٰلِكَ. وَقَدْ قَطَعَ الثَّوْبَ الَّذِي ابْتَاعَهُ. أَوْ صَبَغَهُ. فَالْمُبْتَاعُ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ أَنْ يُوضَعَ عَنْهُ قَدْرُ مَا نَقَصَ الْحَرْقُ أَوِ الْعَوَارُ مِنْ ثَمَنِ الثَّوْبِ، وَيُمْسِكُ الثَّوْبَ، فَعَلَ. وَإِنْ شَاءَ أَنْ يَغْرَمَ مَا نَقَصَ التَّقْطِيعُ أَوِ الصِّبْغُ مِنْ ثَمَنِ الثَّوْبِ، وَيَرُدُّهُ، فَعَلَ. وَهُوَ فِي ذٰلِكَ بِالْخِيَارِ. فَإِنْ كَانَ الْمُبْتَاعُ قَدْ صَبَغَ الثَّوْبَ صِبْغًا يَزِيدُ فِي ثَمَنِهِ، فَالْمُبْتَاعُ بِالْخِيَارِ. إِنْ شَاءَ أَنْ يُوضَعَ عَنْهُ قَدْرُ مَا نَقَصَ الْعَيْبُ مِنْ ثَمَنِ الثَّوْبِ. وَإِنْ شَاءَ أَنْ يَكُونَ شَرِيكًا لِلَّذِي بَاعَهُ الثَّوْبَ، فَعَلَ. وَيُنْظَرُ كَمْ ثَمَنُ الثَّوْبِ وَفِيهِ الْحَرْقُ أَوِ الْعَوَارُ. فَإِنْ كَانَ ثَمَنُهُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ، وَثَمَنُ مَا زَادَ فِيهِ الصِّبْغُ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ كَانَا شَرِيكَيْنِ فِي الثَّوْبِ. لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِقَدْرِ حِصَّتِهِ. فَعَلَى حِسَابِ هٰذَا يَكُونُ مَا زَادَ الصِّبْغُ فِي ثَمَنِ الثَّوْبِ.

ایضاً ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ جب کوئی شخص ایک کپڑا خریدے جو عیب دار ہو، بائع عیب کو جانتا ہو اور جان بوجھ کر چھپائے پھر مشتری گواہ پیش کردے کہ بائع اس عیب کو جانتا تھا۔ یا بائع خود اقرار کرے لیکن مشتری نے کپڑا درزی سے کٹوا لیا جس سے اس میں نقص پیدا ہو گیا تو کپڑا بائع کو واپس کر دیا جائے گا۔ اور مشتری پر کوئی تاوان نہیں۔ (اس مسئلہ کی فروع میں اختلاف بھی ہوا ہے۔ اگر مشتری کی پیدا کردہ تبدیلی اس سے پہلے عیب سے زائد ہو تو حکم یہ نہیں ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر کسی نے کپڑا خریدا اور اس میں جلن یا پھٹن کا نشان تھا۔ بائع نے کہا کہ مجھے وہ معلوم نہ تھا۔ مشتری نے اسے کٹوا یا رنگوا لیا ہو۔ تو مشتری کو اختیار رہے، اگر چاہے تو عیب کی مقدار پر اس کی قیمت کم کر دی جائے اور اگر چاہے تو بیع کو رد کر دے۔ مگر کٹوانے اور رنگوانے سے اس میں جو نقص آیا ہے۔ اس کا تاوان ادا کر دے۔ اور اگر مشتری نے اس کی ایسی رنگوائی کی ہو تو اس کی وجہ سے کپڑے کی قیمت بڑھ گئی ہو تو اسے اختیار ہے کہ یا تو اس پہلے عیب کے باعث کپڑے کی قیمت میں کمی کرا لے اور یا وہ اس کپڑے میں بائع کا شریک بن جائے مثلاً اگر عیب دار کپڑے کی قیمت دس درہم تھی اور رنگ نے اس میں پانچ درہم کا اضافہ کر دیا ہے تو وہ دونوں اس میں اپنے حصے کے مطابق شریک ہیں۔ (بیع رد ہو گئی اور پھر بائع کا اس میں ⅔ اور مشتری کا ⅓ ہو گیا۔ اب وہ کپڑا جب فروخت ہو گا تو دونوں کو اس حساب سے حاصل ہو گا۔)

۳۳۔ بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ النُّحْلِ

نا جائز عطیے اور ہبہ کا بیان

۱۴۷۹ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ، اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّهُ قَالَ: اِنَّ اَبَاهُ بَشِيْرًا اَتٰى بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَقَالَ اِنِّيْ نَحَلْتُ ابْنِيْ هٰذَا، غُلَامًا كَانَ لِيْ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهٗ مِثْلَ هٰذَا؟" فَقَالَ لَا۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَارْتَجِعْهُ"۔

ترجمہ: نعمان بن بشیرؓ نے کہا کہ اس کا باپ بشیرؓ اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، یا رسول اللہ، میں نے اپنے اس لڑکے کو اپنا ایک غلام بخشا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تُو نے اپنی سب اولاد کو اس طرح کا عطیہ دیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عطیہ اس سے واپس لے لو۔ (امام محمدؒ نے یہ حدیث باب النحل میں روایت کی ہے۔)

شرح: مسلم کی حدیث جابرؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی بشیرؓ نے غلام کا ہبہ کیا نہ تھا۔ صرف حضورؐ سے مشورہ کرنے آیا تھا حضورؐ نے اسے خلافِ مصلحت جان کر منع فرمایا۔ وجہ یہ تھی کہ بشیرؓ کی دوسری اولاد نعمانؓ کی والدہ عمرہ سے نہ تھی بلکہ دوسری بیوی سے تھی۔ اس طرح اولاد میں اختلاف اور شکوک و شبہات پیدا ہو جاتے اور دونوں بیویوں میں رقابت کے جذبات شدید ہو جاتے

عمرہؓ کچھ دیر سے عطیہ طلب کرتی۔ اور بشیر اسے ٹالتے تھے۔ وہ بات کو پختہ کرنے کے لئے نعمانؓ کے ہبہ پر حضورؐ کی گواہی رکھوانا چاہتی تھی۔ اس حدیث کی سب روایات پر نظر ڈالنے سے یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے روایات جمع کرنے کے لئے کہا ہے کہ نعمانؓ کی والدہ عمرہؓ نے اس کی پیدائش پر اس کی پرورش سے انکار کر دیا تھا، اِلّا یہ کہ بشیرؓ اسے کوئی عطیہ دیں۔ چنانچہ ایک باغ بطور عطیہ دیا گیا۔ مگر بعد چندے اسے واپس لے لیا گیا۔ پھر عمرہؓ کی دلجوئی کے لئے غلام کا ہبہ کرنا چاہا اور یہ قصہ گزرا جو اس حدیث میں ہے۔ غلام کے عطیے پر عمرہؓ نے حضورؐ کی شہادت پر اصرار کیا۔ مبادا کہ بشیرؓ یہ عطیہ بھی واپس لے لیں۔

اس حدیث کی مختلف روایات کے الفاظ میں اختلاف ہے اور اس سے بعض علما نے یہ استدلال کیا کہ اولاد کے عطیہ میں مساوات قائم رکھنا واجب ہے۔ طاؤسؒ۔ ثوریؒ، احمدؒ اور اسحاقؒ کا یہی قول ہے۔ مگر جمہور نے اسے مستحب قرار دیا ہے۔ اگر کوئی شخص اولاد میں سے بعض کو ہبہ اور عطیہ میں ترجیح دے تو یہ خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے۔ جمہور نے اس امر کو استحباب پر اور نہی کو تنزیہہ پر محمول کیا ہے۔

۱۴۸۰۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ كَانَ نَحَلَهَا جَادَّ عِشْرِينَ وَسْقًا مِنْ مَالِهِ بِالْغَابَةِ فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ قَالَ: وَاللهِ، يَا بُنَيَّةُ مَا مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيَّ غِنًى بَعْدِي مِنْكِ. وَلَا أَعَزُّ عَلَيَّ فَقْرًا بَعْدِي مِنْكِ. وَإِنِّي كُنْتُ نَحَلْتُكِ جَادَّ عِشْرِينَ وَسْقًا. فَلَوْ كُنْتِ جَدَدْتِيهِ وَاحْتَزْتِيهِ كَانَ لَكِ. وَإِنَّمَا هُوَ الْيَوْمَ مَالُ وَارِثٍ. وَإِنَّمَا هُمَا أَخَوَاكِ وَأُخْتَاكِ فَاقْتَسِمُوهُ عَلَى كِتَابِ اللهِ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ يَا أَبَتِ، وَاللهِ لَوْ كَانَ كَذَا وَكَذَا لَتَرَكْتُهُ إِنَّمَا هِيَ أَسْمَاءُ فَمَنِ الْأُخْرَى؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: ذُو بَطْنِ بِنْتِ خَارِجَةَ. أُرَاهَا جَارِيَةً.

ترجمہ: نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مکرمہ عائشہ سلام اللہ علیہا نے کہا کہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ نے مقام غابہ میں واقعہ اپنی کھجوروں میں سے ان کو (عائشہؓ کو) بیس وَسق کھجور (کٹائی کے وقت) بطور عطیہ دے رکھے تھے۔ جب ابوبکر صدیقؓ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے فرمایا اے میری پیاری بیٹی لوگوں میں سے اور کوئی ایسا نہیں ہے جس کا میرے بعد غنی ہونا تمہاری نسبت زیادہ پسند ہو۔ اور نہ کسی کا میرے بعد محتاج ہونا تم سے زیادہ مجھ پر شاق ہے اور میں نے تمہیں بیس وَسق کھجور کی کٹائی عطا کی تھی۔ اگر تو نے اسے کٹوا لیا ہے اور اس پر قبضہ کر لیا ہے تو بہتر ورنہ آج تو وہ (میرے قربِ وفات کے باعث) وارثوں کا مال ہے۔ اور وہ تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں، تم اسے کتاب اللہ کے مطابق تسلیم کر لینا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا اباجان واللہ اگر بہت زیادہ مال بھی ہوتا تو میں اسے چھوڑ دیتی۔ میری بہن تو صرف اسماءؓ ہے۔ دوسری کون ہے؟ فرمایا، حبیبہ بنت خارجہؓ (صدیق اکبرؓ کی بیوی) کے پیٹ کا بچہ۔ جو میرے خیال میں لڑکی ہے۔ (موطائے امام مالک میں یہ اثر باب النحلی میں آیا ہے۔)

شرح: اس حدیث سے پتہ چلا کہ ابوبکرؓ نے دیگر اولاد کی نسبت ایک معاملے میں حضرت عائشہؓ کو ترجیح دی۔ اسبابِ ترجیح

میں سے ایک ان کا امیر المؤمنین ہونا اور فضائل کثیرہ کا مالک ہونا اور کوئی ذریعہ آمدنی نہ ہونا بھی ہے اور چونکہ عطیہ صرف کھجور کے پھل کا تھا نہ کہ اصل کھجور کا۔ لہذا یہ وصیت فرمائی۔ اس سے صدیق اکبرؓ کی ولایت وفراست بھی واضح ہوگئی کہ پیٹ کے بچے کے جو کچھ فرمایا، وہ بالکل درست نکلا۔ غالباً یہ انہیں بطور الہام معلوم ہوگیا تھا۔

۱۴۸۱۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ، اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: مَا بَالُ رِجَالٍ يَنْحَلُونَ اَبْنَاءَهُمْ نُحْلًا. ثُمَّ يُمْسِكُونَهَا. فَاِنْ مَاتَ ابْنُ اَحَدِهِمْ، قَالَ مَالِي بِيَدِي. لَمْ اُعْطِهِ اَحَدًا. وَاِنْ مَاتَ هُوَ، قَالَ: هُوَ لِابْنِي قَدْ كُنْتُ اَعْطَيْتُهُ اِيَّاهُ. مَنْ نَحَلَ نِحْلَةً، فَلَمْ يَحُزْهَا الَّذِي نُحِلَهَا حَتّٰى يَكُونَ اِنْ مَاتَ لِوَرَثَتِهِ، فَهِيَ بَاطِلٌ.

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا، لوگوں کا کیا حال ہے کہ اپنے بیٹوں کو عطیہ دیتے ہیں اور پھر اسے روک لیتے ہیں پھر اگر کسی کا بیٹا مرجائے تو کہتے ہیں کہ میرا مال میرے ہاتھ میں ہے۔ میں نے کسی کو نہیں دیا۔ اور اگر خود مرجائیں تو موت سے قبل کہتے ہیں کہ وہ میرے بیٹے کا ہے۔ میں نے اسے عطا کیا تھا۔ جس شخص نے کسی کو عطیہ دیا اور دیئے جانے والے نے اس پر قبضہ نہ کیا، پھر اس کی موت پر وہ عطیہ وارثوں کا اور عطیہ باطل ہے۔ (کیونکہ ہبہ میں موہوب لہٗ کا قبضہ شرط ہے۔ یہ اثر موطاے محمدؒ میں باب النحلیٰ میں مروی ہے۔)

۳۷۔ بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ الْعَطِيَّةِ

جائز عطیّے کا باب

قَالَ يَحْيٰى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: الْاَمْرُ عِنْدَنَا فِي مَنْ اَعْطٰى اَحَدًا عَطِيَّةً لَا يُرِيدُ ثَوَابَهَا فَاَشْهَدَ عَلَيْهَا. فَاِنَّهَا ثَابِتَةٌ لِلَّذِي اُعْطِيَهَا. اِلَّا اَنْ يَمُوتَ الْمُعْطِي قَبْلَ اَنْ يَقْبِضَهَا الَّذِي اُعْطِيَهَا. قَالَ: وَاِنْ اَرَادَ الْمُعْطِي اِمْسَاكَهَا بَعْدَ اَنْ اَشْهَدَ عَلَيْهَا. فَلَيْسَ ذٰلِكَ لَهٗ. اِذَا قَامَ عَلَيْهِ بِهَا صَاحِبُهَا، اَخَذَهَا.

قَالَ مَالِكٌ: وَمَنْ اَعْطٰى عَطِيَّةً. ثُمَّ نَكَلَ الَّذِي اَعْطَاهَا. فَجَاءَ الَّذِي اُعْطِيَهَا بِشَاهِدٍ يَشْهَدُ لَهٗ اَنَّهٗ اَعْطَاهُ ذٰلِكَ. عَرْضًا كَانَ اَوْ ذَهَبًا اَوْ وَرِقًا اَوْ حَيَوَانًا. اُحْلِفَ الَّذِي اُعْطِيَ مَعَ شَهَادَةِ شَاهِدِهِ. فَاِنْ اَبَى الَّذِي اُعْطِيَ اَنْ يَحْلِفَ، حُلِّفَ الْمُعْطِي. وَاِنْ اَبٰى اَنْ يَحْلِفَ اَيْضًا،

اَدّٰی اِلَی الْمُعْطٰی مَا ادَّعٰی عَلَیْہِ۔ اِذَا کَانَ لَہٗ شَاھِدٌ وَاحِدٌ۔ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ شَاھِدٌ، فَلَا شَیْءَ لَہٗ۔
قَالَ مَالِکٌ: مَنْ اَعْطٰی عَطِیَّۃً لَا یُرِیْدُ ثَوَابَھَا۔ ثُمَّ مَاتَ الْمُعْطٰی، فَوَرَثَتُہٗ بِمَنْزِلَتِہٖ۔ وَاِنْ مَاتَ الْمُعْطِیْ قَبْلَ اَنْ یَّقْبِضَ الْمُعْطٰی عَطِیَّتَہٗ، فَلَا شَیْءَ لَہٗ۔ وَذٰلِکَ اَنَّہٗ اُعْطِیَ عَطَاءً لَمْ یَقْبِضْہُ۔ فَاِنْ اَرَادَ الْمُعْطِیْ اَنْ یُّمْسِکَھَا، وَقَدْ اَشْھَدَ عَلَیْھَا حِیْنَ اَعْطَاھَا۔ فَلَیْسَ ذٰلِکَ لَہٗ۔ اِذَا قَامَ صَاحِبُھَا اَخَذَھَا۔

ایضاً۔ ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں کا معمول یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کو عطیہ دے اور اس کا عوض لینے کا ارادہ نہ کرے۔ پھر اس پر گواہ بھی رکھ دے۔ تو جس کو وہ دیا گیا ہو۔ اس کے لئے ثابت ہے اِلّا یہ کہ معطی اس دوسرے کے قبضے سے پہلے مر جائے (تو وہ وارثوں کا ہوگیا۔)

مالکؒ نے کہا کہ گواہی رکھنے کے بعد اگر مُعطی عطیے کو روک لے تو یہ اس کے لئے جائز نہیں۔ عطیے والا جب قدرت پائے اس پر قبضہ کرے۔ (امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک صدقہ اور ہبہ جائز عقد ہیں مگر قبضے سے لازم ہوتے ہیں نہ کہ معطی اور مصدق کے قول سے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس کو کوئی عطیہ دیا گیا پھر دینے والا مکر گیا۔ دوسرا اس پر گواہ لے آیا کہ اس شخص نے اس کو عطیہ دیا تھا، خواہ کوئی سامان ہو۔ سونا ہو، چاندی ہو یا کوئی حیوان ہو۔ تو موہوب لہٗ اس گواہ کی گواہی کے ساتھ قسم کھائے گا۔ اگر وہ قسم کھانے سے انکار کر دے تو معطی قسم کھائے۔ اگر وہ بھی قسم کھانے سے انکار کر دے تو وہ موہوب لہٗ کے دعویٰ کے مطابق چیز اس کے حوالے کر دے۔ کیونکہ اس کے پاس ایک گواہ بھی تھا۔ اگر اس کا گواہ نہ ہو تو اسے کچھ نہ ملے گا۔ (کیلی اور وزنی چیز کا صدقہ اور ہبہ صرف قبضے سے لازم آتا ہے۔ اکثر فقہا کا یہی قول ہے۔ صرف مالکؒ اور ابو ثورؒ نے کہا کہ صرف عقد سے ہبہ لازم ہو جاتا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس نے کوئی عطیہ دیا اور اس کا کوئی عوض نہ چاہا۔ پھر معطی مر گیا تو اس کے وارث بھی اس کے مانند ہیں (یعنی ان کے لئے جبراً وصولی جائز ہے۔) اور اگر معطی دوسرے کے قبضے سے پہلے مر گیا تو اب اسے کچھ نہ ملے گا کیونکہ اسے ایک چیز دی گئی تھی۔ مگر اس نے اس کو قبضے میں نہیں لیا۔ اگر معطی اسے روکنا چاہے، حالانکہ ہبہ کرتے وقت وہ گواہ مقرر کر چکا تھا تو یہ اس کے لئے جائز نہیں، جب بھی موہوب لہٗ کو طاقت ہو، وہ اُسے لے لے۔ (گویا اتنی بات تو امام مالکؒ بھی مانتے ہیں کہ عطیہ کا اتمام قبضے سے ہوتا ہے۔ جمہور کے نزدیک قبضہ شرط ہے۔)

۳۵۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِی الْھِبَۃِ

ہبہ کا باب

۲۰۴۸۔ حَدَّثَنِیْ مَالِکٌ عَنْ دَاوٗدَ بْنِ الْحُصَیْنِ، عَنْ اَبِیْ غَطَفَانَ بْنِ طَرِیْفٍ الْمُرِّیِّ، اَنَّ عُمَرَ

ابن الخطاب قال: مَنْ وَهَبَ هِبَةً لِصِلَةِ رَحِمٍ، أَوْ عَلَى وَجْهِ صَدَقَةٍ. فَإِنَّهُ لَا يَرْجِعُ فِيهَا. وَمَنْ وَهَبَ هِبَةً يَرَى أَنَّهُ إِنَّمَا أَرَادَ بِهَا الثَّوَابَ. فَهُوَ عَلَى هِبَتِهِ. يَرْجِعُ فِيهَا، إِذَا لَمْ يُرْضَ مِنْهَا.

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: اَلْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، أَنَّ الْهِبَةَ إِذَا تَغَيَّرَتْ عِنْدَ الْمَوْهُوبِ لَهُ لِلثَّوَابِ بِزِيَادَةٍ أَوْ نُقْصَانٍ. فَإِنَّ عَلَى الْمَوْهُوبِ لَهُ أَنْ يُعْطِيَ صَاحِبَهَا قِيمَتَهَا يَوْمَ قَبَضَهَا.

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ جس نے صلہ رحمی کی خاطر یا بطور صدقہ کوئی ہبہ کیا تو وہ اس میں رجوع نہ کرے اور جس نے عوض کی خاطر ہبہ کیا تو اگر چاہے تو واپس لے سکتا ہے، جب کہ عوض سے راضی نہ ہو۔ (پہلی صورت کا ہبہ واپس لینا بُرا ہے مگر اس کا قانونی فیصلہ یہ ہے کہ موہوب لہٗ کے قبضہ سے پہلے وہ اسے واپس لے سکتا ہے جناب عمرؓ کے الفاظ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔)

شرح: اس اثر کو امام محمدؒ نے موطا کے باب الہبہ والصدقہ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ جس نے کسی محرم رشتہ دار کو ہبہ کیا یا بطور صدقہ کچھ دیا۔ تو موہوب لہٗ کے قبضے کے بعد واہب اسے واپس نہیں لے سکتا۔ اور جس نے کسی غیر محرم کو ہبہ کیا اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا۔ تو اگر اُسے اس کا عوض نہ ملا تو وہ رجوع کر سکتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں بچی رہنے دے سکتا ہے اور اس کی ملک سے نکال کر کسی اور کو بھی دے سکتا ہے۔ یہی ابو حنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ امام محمدؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو حنیفہؒ کے مذہب کا یہ جزئیہ اس عام بیان کے خلاف ہے کہ ان کے نزدیک ہبہ میں قبضہ شرط ہے۔ اور قبضہ کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا۔)

امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک اجماعی امر یہ ہے کہ جو ہبہ عوض کی خاطر ہو، اگر وہ موہوب لہٗ کے پاس کمی بیشی کے باعث متغیر ہو جائے تو موہوب لہٗ پر لازم ہے کہ ہبہ کرنے والے کو ہبہ کی وہ قیمت ادا کرے جو اس کے قبضہ کے وقت تھی۔ (اس سے واضح ہو گیا کہ امام مالکؒ کے نزدیک عقد ہبہ سے صرف وہ ہبہ لازم ہوتا ہے جو عوض کی خاطر نہ کیا جائے، جیسا کہ اوپر گزرا۔)

۳۶۔ بَابُ الْاِعْتِصَارِ فِي الصَّدَقَةِ

صدقہ کی واپسی یا اس پر پابندی لگانا

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: اَلْأَمْرُ عِنْدَنَا الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ. أَنَّ كُلَّ مَنْ تَصَدَّقَ عَلَى ابْنِهِ بِصَدَقَةٍ قَبَضَهَا الْابْنُ. أَوْ كَانَ فِي حَجْرِ أَبِيهِ فَأَشْهَدَ لَهُ عَلَى صَدَقَتِهِ. فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَعْتَصِرَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ. لِأَنَّهُ لَا يَرْجِعُ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّدَقَةِ.

قَالَ: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا فِي مَنْ نَحَلَ وَلَدَهُ نُحْلًا، أَوْ أَعْطَاهُ عَطَاءً لَيْسَ بِصَدَقَةٍ. إِنَّ لَهُ أَنْ يَعْتَصِرَ ذٰلِكَ. مَا لَمْ يَسْتَحْدِثِ الْوَلَدُ دَيْنًا يُدَايِنُهُ النَّاسُ بِهِ. وَيَأْمَنُونَهُ عَلَيْهِ. مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ الْعَطَاءِ الَّذِي أَعْطَاهُ أَبُوهُ. فَلَيْسَ لِأَبِيهِ أَنْ يَعْتَصِرَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا، بَعْدَ أَنْ تَكُونَ عَلَيْهِ الدُّيُونُ. أَوْ يُعْطِي الرَّجُلُ ابْنَهُ أَوِ ابْنَتَهُ. فَتَنْكِحُ الْمَرْأَةُ الرَّجُلَ. وَإِنَّمَا تَنْكِحُهُ لِغِنَاهُ. وَلِلْمَالِ الَّذِي أَعْطَاهُ أَبُوهُ. فَيُرِيدُ أَنْ يَعْتَصِرَ ذٰلِكَ الْأَبُ. أَوْ يَتَزَوَّجُ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ. قَدْ نَحَلَهَا أَبُوهَا النُّحْلَ. إِنَّمَا يَتَزَوَّجُهَا وَيَرْفَعُ فِي صَدَاقِهَا لِغِنَاهَا وَمَالِهَا. وَمَا أَعْطَاهَا أَبُوهَا. ثُمَّ يَقُولُ الْأَبُ: أَنَا أَعْتَصِرُ ذٰلِكَ. فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَعْتَصِرَ مِنِ ابْنِهِ وَلَا مِنِ ابْنَتِهِ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ. إِذَا كَانَ عَلَى مَا وَصَفْتُ لَكَ.

(ایضًا) ترجمہ: مالک نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ اجماعی امر ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس شخص نے اپنے بیٹے کو صدقہ (نافلہ، ہبہ) دیا اور بیٹے نے اس پر قبضہ کر لیا یا بیٹا اپنے باپ کی گود (تربیت) میں ہو۔ لہذا باپ نے اپنے صدقے پر گواہی لکھ لی۔ تو اس کے لئے اب جائز نہیں کہ اس میں کچھ کم کرے۔ کیونکہ وہ صدقے سے رجوع نہیں کر سکتا۔ (کیونکہ بہ نیتِ عبادت ہے نہ کہ بہ نیتِ معاوضہ)۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی معمول ہے کہ جس نے اپنی اولاد کو کوئی ہبہ کیا یا عطیہ دیا (جو صدقہ (نافلہ) نہیں تھا) تو وہ اس کو واپس لے سکتا ہے۔ (یا اس پر پابندی لگا سکتا ہے کہ آگے کسی اور کو مت دینا۔) جب تک کہ اولاد اس کے عوض میں لوگوں سے قرض نہ لے جو وہ ان سے لیتا دیتا رہتا ہو۔ اور لوگ اس عطا کے باعث جو اس کے باپ نے کی ہے، اس پر اعتماد کرتے ہوں۔ جب لڑکے پر کچھ قرض چڑھ جائیں تو باپ اس عطیے کو واپس نہیں لے سکتا۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو یا بیٹے کو عطیہ دے۔ کوئی عورت اس لڑکے سے اس عطیے کے باعث نکاح کرے جو اس کے باپ نے اسے دیا تھا۔ پھر باپ اس سے رجوع کرنا چاہے۔ یا جس لڑکی کو باپ نے عطیہ دیا ہو کوئی مرد اس سے نکاح کرے اور نکاح کا باعث وہ عطیہ ہو جو اس کے باپ نے دیا تھا، یا اس کی وجہ سے اس کا مہر زیادہ رکھا جائے۔ پھر باپ کہے کہ میں وہ عطیہ واپس لیتا ہوں، تو جب صورت یہ ہو، جو میں نے تجھے بتائی۔ باپ اسے واپس نہیں لے سکتا۔ (حنفیہ کے نزدیک باپ اپنی اولاد کو دیا ہوا واپس نہیں لے سکتا۔ مالکؒ اور دیگر علما کے نزدیک لے سکتا ہے۔ یہ جو مالکؒ نے فرمایا، اس مسئلہ کی بعض فروع ہیں۔ امام محمدؒ نے باب النحلی میں بعض احادیث و آثار کی روایت کے بعد لکھا ہے کہ مرد کے لئے مناسب ہے کہ وہ عطیہ میں اپنی اولاد کے درمیان مساوات رکھے۔ اور ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دے۔ جس نے کسی بیٹے یا بیٹی یا کسی اور کو عطیہ دیا اور جس کو دیا گیا۔ اس نے اس پر قبضہ نہ کیا حتیٰ کہ معطی مر گیا اور وہ بھی جسے دیا گیا تو عطیہ مُعطی کے وارثوں کا ہے۔ اور موہوب لہ کے لئے نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس پر قبضہ کرے۔ سوائے چھوٹے بچے کے، کیونکہ اس کے والد کا قبضہ ہی اس کا قبضہ ہے۔ پس جب اس نے اس کا

اعلان کر دیا اور اس پر شہادت رکھ دی تو وہ بچے کے لئے جائز ہوگیا۔ اور والد اس میں رجوع نہیں کرسکتا۔ نہ اس کو چھین سکتا ہے کیونکہ وہ اس پر شہادت مقرر کر چکا ہے۔ یہی ابو حنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا مذہب ہے۔

۳۷ بَابُ الْقَضَاءِ فِي الْعُمْرٰى

عمریٰ کا باب

امام بخاریؒ نے عمریٰ کا معنیٰ یہ لکھا ہے کہ اَعْمَرْتُہٗ الدَّارَ فَھِیَ عُمْرٰی جَعَلْتُھَا لَہٗ۔ حافظ عینیؒ نے کہا کہ یہ عمریٰ کی تفسیر کی طرف اشارہ ہے۔ عمریٰ کا معنیٰ ہے کہ میں نے فلاں چیز اپنی مدّت عمر کے لئے فلاں کو دے دی۔ عمریٰ کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) اگر دینے والا کہے کہ یہ چیز تیرے لئے اور تیرے بعد تیرے وارثوں کے لئے ہے۔ عامّہ علما کے نزدیک یہ صحیح ہے۔ صرف اس میں اختلاف ہے کہ وہ اس چیز کے مالک ہو جائیں گے یا صرف اس کی منفعت کے مالک ہوں گے۔ (۲) دینے والا صرف یہ کہے کہ اَعْمَرْتُکَ ھٰذِہِ الدَّارَ۔ اس میں یہ اختلاف ہے کہ موہوب لہٗ کی موت پر یہ اس کی اولاد کو مل سکتا ہے یا نہیں؟ (۳) دینے والا کہے کہ یہ چیز تیری زندگی بھر میں تیرے لئے ہے اور بعد میں میری اور میرے وارثوں کی ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ اس چیز کی تملیک ہے۔ ابو حنیفہؒ، شافعیؒ اور احمدؒ کا یہی قول ہے۔ مالکؒ کے نزدیک یہ فقط منفعت کی تملیک ہے لہٰذا دینے والے کو یا اس کے وارثوں کو مل جائے گی۔

۱۴۸۳ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "أَيُّمَا رَجُلٍ أُعْمِرَ عُمْرٰى لَهُ وَلِعَقِبِهِ. فَإِنَّهَا لِلَّذِي يُعْطَاهَا. لَا تَرْجِعُ إِلَى الَّذِي أَعْطَاهَا أَبَدًا" لِأَنَّهُ أَعْطَى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيهِ الْمَوَارِيثُ۔

ترجمہ: جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو عمریٰ دیا گیا۔ اس کے لئے اور اس کے وارثوں کے لئے تو وہ اس کا ہے جس کو دیا گیا عطا کرنے والے کی طرف کبھی نہیں لوٹ سکتا۔ کیونکہ اس نے ایک ایسی عطا کی جس میں وراثتیں واقع ہوگئیں۔ (یہ حدیث موطائے محمدؒ کے باب اَلْعُمْرٰی وَ السُّکْنٰی میں بھی مروی ہے۔)

شرح: کیونکہ سے لے کر آخر تک کی عبارت حدیث مرفوع نہیں، بلکہ ابو سلمہ راوی کا قول ہے۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں ابن ابی ذئبؒ سے صراحتًہ ثابت ہے۔ زرقانیؒ نے جابرؓ کی روایات درج کی ہیں جو اس اضافے سے خالی ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر حنفیہ وغیرہم جمہور علما کا قول یہ ہے کہ عمریٰ ہبہ ہے جو اسی کا ہے، جس کو دیا گیا اور اس کے بعد اس کے وارثوں کا ہے۔ عمریٰ اور سکنیٰ میں اختلاف ہے اور ان کا حکم مختلف ہے۔ عمریٰ میں یہ بھی ضروری نہیں کہ دینے والا یہ کہے کہ "یہ تیرا اور تیرے وارثوں کا ہے"، کیونکہ وہ بہر حال ہبہ ہے۔

۱۴۸۴۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، أَنَّهُ سَمِعَ

مَكْحُولًا الدِّمَشْقِيَّ يَسْأَلُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعُمْرٰى، وَمَا يَقُولُ النَّاسُ فِيهَا؟ فَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ: مَا أَدْرَكْتُ النَّاسَ إِلَّا وَهُمْ عَلٰى شُرُوطِهِمْ فِي أَمْوَالِهِمْ وَفِيمَا أُعْطُوا۔

قَالَ يَحْيٰى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ وَعَلٰى ذٰلِكَ، الْأَمْرُ عِنْدَنَا۔ أَنَّ الْعُمْرٰى تَرْجِعُ إِلَى الَّذِي أَعْمَرَهَا۔ إِذْ لَمْ يَقُلْ: هِيَ لَكَ وَلِعَقِبِكَ۔

ترجمہ: مکحول دمشقیؒ نے القاسم محمدؒ سے عمریٰ کے متعلق اور لوگوں کی اس میں گفتگو کے متعلق سوال کیا۔ القاسم بن محمدؒ نے کہا کہ میں نے لوگوں کو اپنے اموال میں اپنی شرطوں پر اور عطا میں بھی اسی طرح پایا ہے۔

شرح: القاسمؒ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ عمریٰ دینے والا جو شرط لگائے گا عمریٰ اسی کے مطابق ہو گا۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہی معمول ہے کہ عمریٰ دینے والا جب یہ نہ کہے کہ یہ تیرے لئے اور تیری اولاد کے لئے ہے تو وہ موہوب لہٗ کی موت کے بعد اسے واپس مل جائے گا۔" (القاسم کے جواب کی مانند مالکؒ کا قول بھی کچھ مبہم ہے۔)

۱۴۸۵۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَرِثَ مِنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ دَارَهَا۔ قَالَ: وَكَانَتْ حَفْصَةُ قَدْ أَسْكَنَتْ بِنْتَ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ مَا عَاشَتْ۔ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ بِنْتُ زَيْدٍ، قَبَضَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْمَسْكَنَ۔ وَرَأٰى أَنَّهُ لَهُ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ نے (اپنی بہن) حفصہ بنت عمرؓ کا گھر بطور وراثت حاصل کیا تھا۔ حفصہؓ نے زید بن الخطابؓ کی بیٹی کو یہ گھر زندگی بھر کے لئے سکونت کی خاطر دیا تھا۔ جب زید کی بیٹی فوت ہو گئی تو عبداللہ بن عمرؓ نے اس پر قبضہ کر لیا اور کہا کہ یہ بباعث وراثت میرا گھر ہے۔ (یہ اثر امام محمدؒ نے موطا میں باب العمریٰ والسکنیٰ میں روایت کیا ہے۔)

شرح: اوپر گزر چکا کہ حنفیہ عمریٰ اور سکنیٰ میں فرق کرتے ہیں۔ یہ اثر ان کی دلیل ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ سکنیٰ ایک عاریت ہے جو دینے والے اور اس کے وارث کی طرف لوٹ آتی ہے۔ یہی ابو حنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔

۳۸۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي اللُّقَطَةِ

لُقطہ کا بیان

لُقطہ اس گری پڑی چیز یا آوارہ جانور کو کہتے ہیں جسے کوئی اُٹھالے یا پکڑ لے۔ اسے حتی الوسع مالک تک پہنچانے کا حکم ہے۔

۱۴۸۶۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ يَزِيدَ، مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ ابْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ؟ فَقَالَ: "اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا۔ ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً۔ فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، وَإِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا" قَالَ:

فَضَالَّةُ الْغَنَمِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ "هِيَ لَكَ، أَوْ لِأَخِيكَ، أَوْ لِلذِّئْبِ" قَالَ: فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ "مَالَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا. تَرِدُ الْمَاءَ، وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ، حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا".

ترجمہ: زید بن خالد جہنی رضؓ نے کہا کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے لُقطہ کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا اس کے برتن وغیرہ کو اچھی طرح پہچان لے اور اس کی ڈوری کو غور سے دیکھ لے۔ پھر ایک سال تک اس کا اعلان کر۔ اگر مالک آ جائے تو بہتر، ورنہ تُو اسے لے لے۔ اس نے کہا کہ یا رسول اللہؐ گم شدہ بھیڑ بکری کا کیا حکم ہے؟ فرمایا وہ تیرے لئے ہے یا تیرے بھائی کے لئے یا بھیڑیے کے لئے۔ اس نے کہا کہ گم شدہ اُونٹ کے بارے فرمائیے۔ فرمایا تجھ کو اس سے کیا کام؟ اس کے ساتھ اس کا پانی پینے کا برتن یعنی پیٹ ہے اور اس کے موزے یعنی پاؤں ہیں۔ وہ پانی پر چلا جاتا ہے اور درخت کھا لیتا ہے۔ حتّٰی کہ اس کا مالک اس کو آ ملے۔

شرح: لُقطہ کو خود اچھی طرح پہچاننے کا حکم دیا۔ مگر یہ نہیں فرمایا کہ ہر مدعی کو دے ڈالیں مبادا کوئی اور شخص لے جائے جو اس کا مالک نہ ہو۔ تعریف کی صورت بھی یہی ہے کہ رقم وغیرہ کی مقدار اور تعداد نہ بتائی جائے۔ اور اس کے بٹوے وغیرہ کو مبہم رکھا جائے۔ زید ابن خالدؓ کی روایاتِ حدیث میں ایک سال کی تعریف و اعلان کا حکم ہے۔ اُبی بن کعبؓ کی بعض احادیث میں ایک سال اور بعض میں تین سال کا ذکر ہے۔ بعض روایات میں دو یا تین سال کے لفظ بھی ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ایک سال تو وجوب کے لئے ہے اور زائد احتیاط و استحباب کے لئے۔ اصل بات یہ ہے کہ لُقطہ بعض دفعہ مقدار میں بڑا اور بعض دفعہ چھوٹا ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ حضرت عمرؓ سے چار اقوال منقول ہیں تین سال، ایک سال، تین ماہ، تین دن۔ ہدایہ میں ہے کہ تعریف کی مدّت کی مقدار لُقطہ اٹھانے والے کی دیانت و امانت پر ہے۔ جتنی مدّت کے بعد وہ مطمئن ہو جائے کہ اب اس کا مالک نہیں ملتا۔ اس کے بعد وہ تعریف ختم کر سکتا ہے۔

تعریف کی مدّت ختم ہو جانے پر لُقطہ اُٹھانے والا اسے صدقہ کر دے تو بہتر ہے۔ مالکؒ، الحسن بن صالحؒ، ثوریؒ اور حنفیہ سے یہی منقول ہے۔ پھر اگر مالک آ جائے تو اُسے اختیار ہے کہ ثواب کا امیدوار رہے یا لُقطہ اٹھانے والے سے اس کا تاوان لے لے۔ یہی مضمون ابوہریرہؓ کی ایک حدیث میں بھی وارد ہے۔ بھیڑ بکری کے لُقطہ کے متعلق حضورؐ نے اس حدیث میں جو کچھ فرمایا ہے وہ ان جانوروں کے ضعیف اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہے۔ مطلب یہ تھا کہ انہیں پکڑ لینا چاہیے ورنہ درندہ کھا جائے گا۔ اونٹ چونکہ ایک عظیم جانور ہونے کی بنا پر اور بھوک پیاس پر صبر کے باعث بھیڑ بکری کی مانند نہیں ہوتا۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے متعلق سوال پسند نہ آیا۔ حضورؐ کے دور میں اور اسی طرح حضراتِ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں گم شدہ اونٹ محفوظ رہتا تھا۔ اور اس کا مالک اسے تلاش کر لیتا تھا۔ بعد میں جب یہ احوال نہ رہے تو علماء نے کہا کہ اونٹ کو بطور لُقطہ پکڑ لینا مباح ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ سے یہی منقول ہوا ہے۔ موطا کے آئندہ ابواب میں اس مسئلہ کی مزید وضاحت آتی ہے۔

۱۴۴۷ - وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسٰى، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَدْرٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ نَزَلَ مَنْزِلَ قَوْمٍ بِطَرِيقِ الشَّامِ. فَوَجَدَ صُرَّةً فِيهَا ثَمَانُونَ دِينَارًا. فَذَكَرَهَا لِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: عَرِّفْهَا عَلٰى أَبْوَابِ الْمَسَاجِدِ. وَاذْكُرْهَا لِكُلِّ مَنْ يَأْتِي مِنَ الشَّامِ، سَنَةً. فَإِذَا مَضَتِ السَّنَةُ، فَشَأْنَكَ بِهَا.

ترجمہ: عبداللہ بن بدر جہنی نے کہا کہ وہ (یعنی خود عبداللہ) شام کے راستے میں ایک قوم کے پاس اُترا اور ایک تھیلی پائی جس میں اَسّی دینار تھے۔ پس اس نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے اس کا ذکر کیا تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ مسجدوں کے دروازوں پر اس کا اعلان کر اور شام سے آنے والے ہر شخص سے ایک سال تک اس کا ذکر کر۔ جب سال گزر جائے تو پھر اسے لے لے۔ (وہ شخص غالباً خود محتاج ہوگا۔ اس لئے یہ فرمایا لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ اگر مالک اس کے بعد بھی آ جائے تو رقم ادا کرنی پڑے گی۔)

۱۴۸۸۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ رَجُلًا وَجَدَ لُقَطَةً۔ فَجَاءَ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ إِنِّي وَجَدْتُ لُقَطَةً۔ فَمَاذَا تَرٰى فِيهَا؟ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: عَرِّفْهَا۔ قَالَ: قَدْ فَعَلْتُ۔ قَالَ زِدْ۔ قَالَ: قَدْ فَعَلْتُ۔ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا آمُرُكَ أَنْ تَأْكُلَهَا۔ وَلَوْ شِئْتَ، لَمْ تَأْخُذْهَا۔

ترجمہ: نافعؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کوئی لُقطہ پایا اور اسے عبداللہ بن عمرؓ کے پاس لایا اور کہا کہ میں نے لُقطہ پایا ہے۔ آپ اس میں کیا فرماتے ہیں؟ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ اس کا اعلان کر۔ اس نے کہا کہ میں نے کیا ہے۔ عبداللہؓ نے کہا کہ اور اعلان کر۔ اس نے کہا کہ میں نے یہ بھی کیا ہے۔ عبداللہؓ نے کہا کہ میں تجھے اس کے کھانے کا حکم نہیں دیتا۔ اور اگر تُو چاہتا تو اسے نہ پکڑتا۔ (یہ اثر موطائے امام محمدؒ میں بھی مروی ہے۔ کتاب اللُقطہ)۔

شرح: امام محمدؒ نے کہا ہے کہ جو شخص دس درہم یا اس سے زائد کا لُقطہ اٹھائے اس کا ایک سال تک اعلان کرے۔ اگر اس کا مالک مل جائے تو بہتر ورنہ اسے صدقہ کرے اور اگر محتاج ہو تو اسے کھالے۔ پھر اگر اس کا مالک آجائے تو اسے ثواب میں یا تاوان میں اختیار ہے۔ اور اگر اس کی قیمت دس درہم سے کم ہے تو اپنی صوابدید کے مطابق کچھ مدت تک اس کا اعلان کرے۔ پھر اس طرح کرے جس کا ذکر اوپر گزرا ہے۔ اور اگر وہ اسے اس جگہ پر رکھ دے جہاں سے اُٹھایا تھا تو وہ اس سے بری ہے۔ اس پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ امام محمدؒ نے دس درہم کی مقدار غالباً قطعِ ید کے نصاب سے اخذ کی ہے کہ یہ ایک ایسی رقم ہے جس پر سارق کے لئے قطعِ ید کا حکم ہے۔ لہٰذا اس کو معیار قرار دیا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۳۹۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي اسْتِهْلَاكِ الْعَبْدِ اللُّقَطَةَ

غلام اگر لُقطہ ضائع کر دے تو اس کا حکم

قَالَ يَحْيٰى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي الْعَبْدِ يَجِدُ اللُّقَطَةَ فَيَسْتَهْلِكُهَا، قَبْلَ أَنْ تَبْلُغَ الْأَجَلَ الَّذِي أُجِّلَ فِي اللُّقَطَةِ، وَذٰلِكَ سَنَةٌ، أَنَّهَا فِي رَقَبَتِهِ۔ إِمَّا أَنْ يُعْطِيَ سَيِّدُهُ ثَمَنَ مَا اسْتَهْلَكَ غُلَامُهُ۔ وَإِمَّا أَنْ يُسَلِّمَ إِلَيْهِمْ غُلَامَهُ۔ وَإِنْ أَمْسَكَهَا حَتّٰى يَأْتِيَ الْأَجَلُ الَّذِي أُجِّلَ فِي اللُّقَطَةِ، ثُمَّ اسْتَهْلَكَهَا، كَانَتْ دَيْنًا عَلَيْهِ۔ يُتْبَعُ بِهِ۔ وَلَمْ تَكُنْ فِي رَقَبَتِهِ۔ وَلَمْ يَكُنْ عَلٰى سَيِّدِهِ فِيهَا شَيْءٌ۔

ایضاً۔ ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں معمول یہ ہے کہ غلام اگر لقطہ پائے اور اس کو اس مدت سے قبل ضائع کردے جو لقطہ میں مقرر کی گئی ہے، یعنی ایک سال۔ تو وہ اس کے ذمہ ہے۔ یا تو اس کا مالک ضائع شدہ چیز کی قیمت ادا کرے اور یا اپنے غلام کو اس کے سپرد کر دے۔ اور اگر غلام نے اسے ایک سال کے بعد ہلاک کیا تو وہ اس کے ذمہ قرض ہے اور اس میں اس کا پیچھا کیا جائے گا۔ اس کے مالک پر کوئی ذمہ داری نہیں نہ غلام کی جان اس میں سپرد ہوسکتی ہے۔ (ابوحنیفہؒ، احمدؒ اور شافعیؒ۔ ایک قول کے مطابق۔ کہتے ہیں کہ غلام چاہے سال سے پہلے اور چاہے اس کے بعد لقطہ کو ضائع کرے۔ مالک سے قیمت لی جائے گی یا غلام کو اس میں بکوا دیا جائے گا۔)

۴۰۔ بَابُ الْقَضَاءِ فِي الضَّوَالِّ

گم شدہ جانوروں کا باب

۱۴۸۹۔ مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ وَجَدَ بَعِيرًا بِالْحَرَّةِ. فَعَقَلَهُ. ثُمَّ ذَكَرَهُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. فَأَمَرَهُ عُمَرُ أَنْ يُعَرِّفَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. فَقَالَ لَهُ ثَابِتٌ: إِنَّهُ قَدْ شَغَلَنِي عَنْ ضَيْعَتِي. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَرْسِلْهُ حَيْثُ وَجَدْتَهُ.

ترجمہ: ثابت بن ضحاک انصاریؓ نے حرّہ کے مقام پر ایک اُونٹ پایا اور اسے باندھ لیا۔ پھر حضرت عمر بن الخطابؓ کو اطلاع دی گئی تو انہوں نے کہا تین بار اس کا اعلان کر۔ ثابتؓ نے کہا کہ اس نے مجھے اپنی زمین کی نگرانی سے روک رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسے تم نے جہاں پایا تھا وہیں چھوڑ دو۔ (امام محمدؒ نے اس اثر کو موطّا کی کتاب اللقطہ میں روایت کیا ہے۔)

۱۴۹۰۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ وَهُوَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ: مَنْ أَخَذَ ضَالَّةً فَهُوَ ضَالٌّ.

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا، جب کہ وہ اپنی پشت کعبہ شریف سے لگائے ہوئے تھے کہ جس شخص نے کوئی گم شدہ جانور پکڑ لیا وہ گمراہ ہے۔ (یہ اثر موطائے محمدؒ میں بھی مروی ہے۔ امام محمدؒ نے کہا کہ حضرت عمرؓ کی اس سے یہ مراد تھی کہ پکڑنے والا جب اسے کھوئے جانا چاہے تو وہ گمراہ ہے اور جو شخص اسے واپس کرنے اور اس کا اعلان کرنے کے لیے پکڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ گزشتہ احادیث و آثار میں گزر چکا ہے۔)

۱۴۹۱۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ يَقُولُ: كَانَتْ ضَوَالُّ الْإِبِلِ فِي زَمَانِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ إِبِلًا مُؤَبَّلَةً. تَنَاتَجُ. لَا يَمَسُّهَا أَحَدٌ. حَتَّى إِذَا كَانَ زَمَانُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، أَمَرَ بِتَعْرِيفِهَا. ثُمَّ تُبَاعُ. فَإِذَا جَاءَ صَاحِبُهَا، أُعْطِيَ ثَمَنَهَا.

ترجمہ: مالکؒ نے ابن شہابؒ کو کہتے سنا کہ گم شدہ اونٹ حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانے میں بالکل محفوظ اور آزاد رہتے تھے۔ وہ بچے جنتے تھے اور انہیں کوئی نہیں چھیڑتا تھا۔ جب حضرت عثمان بن عفان کا دور آیا تو انہوں نے ان کے اعلان کا حکم کیا۔ اس کے بعد انہیں بیچ دیا جاتا تھا اور جب ان کا مالک آتا تو اسے ان کی قیمت مل جاتی تھی۔ (یہ اثر موطائے محمدؒ کی کتاب اللقطہ میں مروی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتیں درست ہیں۔ اگر امام چاہے تو انہیں چھوڑ دے تاکہ ان کے مالک آ کر لے جائیں اور اگر ان کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا انہیں چرانے والا نہ ملے تو انہیں فروخت کر کے قیمت محفوظ رکھے۔ حتیٰ کہ ان کے مالک آ کر قیمت لے جائیں۔ قاضی ابوالولید الباجیؒ نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں صحابہ کی تعداد بہت تھی۔ ملک میں امن تھا اور یہ خوف نہ تھا کہ ان جانوروں کو کوئی مفت میں لے جائے گا۔ بعد میں یہ صورت نہ رہی تو احتیاطاً حضرت عثمانؓ نے یہ نیا حکم دیا تھا

۴۱۔ بَابُ صَدَقَةِ الْحَيِّ مِنَ الْمَيِّتِ

میت کی طرف سے زندہ کا صدقہ

میت کی طرف سے صدقہ کیا جائے تو اُسے ثواب پہنچتا ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ مسئلہ کی اصل بنیاد یہ ہے کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو نفع ہو سکتا ہے یا نہیں۔ سوائے چند جہلاء کے ساری امت اس پر متفق ہے کہ یہ ہو سکتا ہے۔ حج بدل کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہوا ہے۔ حضورؐ کی شفاعت سے اُمت کو فائدہ پہنچنا ثابت شدہ امر ہے۔ ایک کی دعا سے دوسروں کو فائدہ ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ دوسروں کی طرف سے قرض ادا ہو سکتا ہے۔ صدقہ جاریہ، اولاد صالح کی دُعا اور انسان کی موت کے بعد دنیا میں باقی رہنے والا علم بروئے حدیث صحیح انسان کو نفع دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو امت کے لئے استغفار کا حکم دیا ہے۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ اسی طرح رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ ــ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ــ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ ــ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا ــ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ۔ اور کئی اور آیات سے یہ مضمون ثابت ہے۔ معتزلہ نے لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ سے اس کے خلاف استدلال کیا ہے۔ مگر یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے۔ اس آیت میں دراصل کفار و مشرکین کے اس خیال کا ردّ کیا گیا ہے کہ آخرت کی بخشش کے لئے آباء و اجداد کا رشتہ کافی ہے اور خود کسی عقیدے اور عمل کی ضرورت نہیں۔ کتاب و سُنت کے بے شمار دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر ایمان موجود ہو تو دوسروں کی دعا و استغفار اور صدقہ و خیرات سے میت کو نفع پہنچتا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے فصل المعبود دیکھئے۔ مشہور حدیث ہے کہ دو قبروں میں مُردوں کو عذاب ہو رہا تھا تو حضورؐ نے ان پر تازہ کھجور کی ٹہنیاں گاڑ دیں اور فرمایا کہ جب تک یہ ہری رہیں گی، ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات اور امت کی طرف سے قربانی دی۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضورؐ کی وصیت کے مطابق آپ کی طرف سے قربانی دی۔ مالی عبادات کے ایصالِ ثواب میں تمام علمائے حق کا اتفاق ہے۔ رہا قرأت قرآن کا ثواب، سو امام شافعیؒ کا مشہور مذہب تو یہ ہے کہ اس کا ثواب نہیں پہنچتا۔ مگر اصحابِ شافعی اور احمد بن حنبلؒ اس کے قائل ہیں۔ ہدایہ میں ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسروں کو پہنچا سکتا ہے۔ خواہ وہ عمل نماز ہو، روزہ ہو یا صدقہ وغیرہ ہو۔ مگر جو فرض اپنے ذمہ ہو، اس کے ایصال ثواب کا سوال نہیں ہے۔ اسی طرح جو فرض نمازیں اور روزے کسی کے رہ گئے ہوں، ان کا فدیہ دیا جائے گا۔ مالی عبادتیں نیابتاً جائز ہے۔ مثلاً صدقہ و زکوٰۃ۔ جو عبادات مالی و بدنی کا مجموعہ ہوں، ان میں بھی جائز

ہے۔ مثلاً حج۔ خالص بدنی عبادات میں نیابت نہیں ہو سکتی۔ ان کا فدیہ دیا جائے۔

۱۴۹۲۔ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيْلَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ ۔ فَحَضَرَتْ أُمَّهُ الْوَفَاةُ بِالْمَدِيْنَةِ۔ فَقِيْلَ لَهَا: أَوْصِيْ۔ فَقَالَتْ: فِيْمَ أُوْصِيْ؟ إِنَّمَا الْمَالُ مَالُ سَعْدٍ۔ فَتُوُفِّيَتْ قَبْلَ أَنْ يَقْدَمَ سَعْدٌ۔ فَلَمَّا قَدِمَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، ذُكِرَ ذٰلِكَ لَهُ۔ فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ يَنْفَعُهَا أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَعَمْ" فَقَالَ سَعْدٌ: حَائِطُ كَذَا وَكَذَا صَدَقَةٌ عَنْهَا۔ لِحَائِطٍ سَمَّاهُ۔

ترجمہ: سعد بن عبادہ کسی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا اور اس کی ماں کی مدینہ میں وفات ہو گئی۔ وفات سے قبل اس سے کہا کہ وصیت کر۔ اس نے کہا کہ وصیت کس مال کی جو مال تو سعد کا ہے۔ پس وہ سعدؓ کے واپس آنے سے پہلے وفات پا گئی جب سعد واپس آیا تو اس نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور کہا یا رسول اللہ، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا اس کو نفع ہو گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ پس سعد نے کہا کہ فلاں فلاں باغ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔ (اس باغ کا نام تھا۔)

۱۴۹۳۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أُمِّيْ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا۔ وَأُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ، تَصَدَّقَتْ، أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَعَمْ"۔

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مکرمہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، میری ماں اچانک مر گئی ہے میرا خیال ہے کہ اگر وہ بول سکتی تو صدقہ کرتی۔ سو کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔

۱۴۹۴۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ مِنْ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، تَصَدَّقَ عَلَى أَبَوَيْهِ بِصَدَقَةٍ۔ فَهَلَكَا۔ فَوَرِثَ ابْنُهُمَا الْمَالَ۔ وَهُوَ نَخْلٌ۔ فَسَأَلَ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَقَالَ "أُجِرْتَ فِيْ صَدَقَتِكَ۔ وَخُذْهَا بِمِيْرَاثِكَ۔"

ترجمہ: مالکؒ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ انصار کے قبیلے بنی حارث الخزرج نے اپنے والدین پر صدقہ کیا (صدقہ نافلہ) پھر وہ ہر دو مر گئے اور ان کا بیٹا اسی مال کا وارث ہوا، اور وہ کھجور کے درخت تھے۔ اس نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تجھے اپنے صدقہ کا اجر ملا اور اب لے اپنی وراثت کے باعث لے لے۔ (تمام فقہا کا یہی مذہب ہے۔ ظاہر یہ کے ایک طبقے کا قول اس کے خلاف ہے جو شاذ ہے۔)

كِتَابُ الْوَصِيَّةِ

١- بَابُ الْأَمْرِ بِالْوَصِيَّةِ

وصیت کے حکم کا باب

وراثت کے احکام نازل ہونے تک وصیت مطلقاً واجب تھی۔ بعد میں اس کا وجوب استحباب میں بدل گیا۔ کتاب وسنت اور اجماع اس پر دلالت کرتے ہیں اور تمام علما وفقہائے امصار کا بالاتفاق یہی مذہب ہے۔ وصیت کرنے والا اپنے مال کے ایک ثلث (⅓) تک وصیت کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ کافی مال چھوڑ رہا ہو۔ یہ تو مستحب وصیت کا حال ہوا۔ ودیعت وامانت کی ادائیگی اور مجہول (نامعلوم) قرض کی ادائیگی کی وصیت کرنا واجب ہے۔ کفاروں، نماز روزہ کے فدیے کی وصیت مستحب ہے۔ اقارب کے وصیت کرنا مباح ہے اور فاسقوں کے حق میں وصیت کرنا مکروہ ہے۔ یہ تو شامی کا بیان ہے۔ مگر ہدایہ میں ہے کہ آدمی کے ذمے جو فرائض وواجبات مثلاً حج اور کفارات ہوں، ان کی وصیت واجب ہے۔

۱۴۹۵- حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصَى فِيهِ، يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ، إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ عِنْدَهُ مَكْتُوبَةٌ".

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، أَنَّ الْمُوصِيَ إِذَا أَوْصَى فِي صِحَّتِهِ أَوْ مَرَضِهِ بِوَصِيَّةٍ فِيهَا عَتَاقَةُ رَقِيقٍ مِنْ رَقِيقِهِ، أَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ، فَإِنَّهُ يُغَيِّرُ مِنْ ذٰلِكَ مَا بَدَا لَهُ، وَيَصْنَعُ مِنْ ذٰلِكَ مَا شَاءَ حَتَّى يَمُوتَ. وَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَطْرَحَ تِلْكَ الْوَصِيَّةَ، وَيُبْدِلَهَا، فَعَلَ. إِلَّا أَنْ يُدَبِّرَ مَمْلُوكًا. فَإِنْ دَبَّرَ فَلَا سَبِيلَ إِلَى تَغْيِيرِ مَا دَبَّرَ. وَذٰلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصَى فِيهِ، يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ، إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ عِنْدَهُ مَكْتُوبَةٌ".

قَالَ مَالِكٌ: فَلَوْ كَانَ الْمُوصِي لَا يَقْدِرُ عَلَى تَغْيِيرِ وَصِيَّتِهِ. وَلَا مَا ذُكِرَ فِيهَا مِنَ الْعَتَاقَةِ كَانَ كُلُّ مُوصٍ قَدْ حَبَسَ مَالَهُ الَّذِي أَوْصَى فِيهِ مِنَ الْعَتَاقَةِ وَغَيْرِهَا. وَقَدْ يُوصِي الرَّجُلُ فِي

صِحَّتِهٖ وَعِنْدَ سَفَرِهٖ۔

قَالَ مَالِكٌ: فَالْاَمْرُ عِنْدَنَا الَّذِيْ لَا اخْتِلَافَ فِيْهِ، اَنَّهٗ يُغَيِّرُ مِنْ ذٰلِكَ مَاشَاءَ، غَيْرَ التَّدْبِيْرِ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس مسلمان کے پاس وصیت کرنے کی کوئی چیز ہو، اس کا یہ حق نہیں کہ دو دن بھی گزارے مگر اس حال میں کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہو۔ (اس سے مراد قرض وغیرہ اور کفارات وغیرہ کی واجب وصیت ہے۔ اگر مستحب وصیت مراد لیں تو یہ حدیث ترغیب و استحباب پر مبنی ہوگی۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک (مدینہ منورہ میں) یہ اجماعی امر ہے کہ وصیت کرنے والا اگر صحت کی حالت میں یا مرض میں اپنے غلاموں میں سے کسی کی آزادی کی وصیت کرے یا کسی کو مثلاً کچھ مال دینے کی وصیت کرے تو وہ اس میں اپنی صوابدید سے موت سے پہلے تبدیلی اور کمی کرسکتا ہے۔ اور اگر وہ اس وصیت کو بالکل باطل کردے یا اس میں کوئی بڑی تبدیلی کردے تو کرسکتا ہے۔ لیکن اگر اس نے کسی غلام کو مدبر کیا ہو تو اس میں تبدیلی کا مجاز نہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کا یہ حق نہیں کہ اگر اس کے پاس کوئی وصیت کرنے کی چیز ہو تو وہ دو دن گزارے، مگر اس حال میں کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہو۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر موصی اپنی وصیت کو تبدیل کرنے پر قادر نہ ہوتا اور غلام کی آزادی وغیرہ میں تصرف نہ کرسکتا تو گویا یہ وصیت کرکے اس نے اپنا مال باندھ دیا ہوتا۔ حالانکہ آدمی بعض دفعہ سفر کے وقت یا صحت میں بھی وصیت کرتا ہے۔ (اور بعد میں حسب ضرورت اس میں تبدیلی کا محتاج ہوتا ہے۔ اس پر علما کا اجماع ہے کہ موصی اپنی وصیت میں تغیر و تبدل کرسکتا ہے، سوائے غلام کی تدبیر کے۔ اس مدبر بنانے کے، کہ اس میں وہ تبدیلی نہیں کرسکتا۔) مالک نے کہا کہ ہمارے ہاں علما اس پر متفق ہیں کہ تدبیر کے سوا موصی ہر تبدیلی کرسکتا ہے۔

۲۔ بَابُ جَوَازِ وَصِيَّةِ الصَّغِيْرِ وَالضَّعِيْفِ وَالْمُصَابِ وَالسَّفِيْهِ

ضعیف العقل، نابالغ، مجنون اور احمق کی وصیت کا جواز

ان میں سے بعض وصیتوں کے جواز و عدم جواز میں اختلاف بھی ہے۔

۱۴۹۶۔ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ عَمْرَو بْنَ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيَّ اَخْبَرَهٗ، اَنَّهٗ قِيْلَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: اِنَّ هَاهُنَا غُلَامًا يَفَاعًا۔ لَمْ يَحْتَلِمْ مِنْ غَسَّانَ۔ وَوَارِثُهٗ بِالشَّامِ۔ وَهُوَ ذُوْ مَالٍ۔ وَلَيْسَ لَهٗ هَاهُنَا اِلَّا ابْنَةُ عَمٍّ لَهٗ۔ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: فَلْيُوْصِ لَهَا۔ قَالَ فَاَوْصٰى لَهَا بِمَالٍ يُقَالُ لَهٗ بِئْرُ جُشَمٍ۔ قَالَ عَمْرُو بْنُ سُلَيْمٍ: فَبِيْعَ ذٰلِكَ الْمَالُ بِثَلَاثِيْنَ اَلْفِ دِرْهَمٍ۔ وَابْنَةُ عَمِّهِ الَّتِيْ اَوْصٰى لَهَا، هِيَ اُمُّ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یہاں پر ایک قریب البلوغ لڑکا ہے جو قبیلہ غسان کا ہے اور اس کے وارث شام میں ہیں۔ وہ مالدار ہے اور مدینہ میں اس کی چچا زاد بہن کے سوا کوئی نہیں اور وہ اس کی وارث نہیں۔ سو کیا وہ اس کے

حق میں وصیت کر سکتا ہے؟ پس حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ وہ اس کے حق میں وصیت کرے۔ راوی نے کہا کہ اس نے اس کے لئے ایک مال کی وصیت کی۔ جسے بیر جشم کہتے تھے۔ عمرو بن سلیم زُرقیؒ راوی نے کہا کہ وہ مال تیس ہزار درہم میں بکا۔ اور اس کی چچازاد بہن جس کے لئے اس نے وصیت کی تھی۔ وہ عمرو بن سلیمؒ کی ماں تھی۔

۱۴۹۷۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، اَنَّ غُلَامًا مِنْ غَسَّانَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ بِالْمَدِيْنَةِ۔ وَوَارِثُهُ بِالشَّامِ۔ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقِيْلَ لَهُ: اِنَّ فُلَانًا يَمُوْتُ۔ اَفَيُوْصِيْ؟ قَالَ: فَلْيُوْصِ۔

قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ: قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: وَكَانَ الْغُلَامُ ابْنَ عَشْرِ سِنِيْنَ، اَوِ ثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً قَالَ، فَاَوْصٰى بِبِئْرِ جُشَمٍ۔ فَبَاعَهَا اَهْلُهَا بِثَلَاثِيْنَ اَلْفِ دِرْهَمٍ۔

قَالَ يَحْيٰى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُوْلُ: اَلْاَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا۔ اَنَّ الضَّعِيْفَ فِيْ عَقْلِهِ وَالسَّفِيْهَ وَالْمُصَابَ الَّذِيْ يُفِيْقُ اَحْيَانًا۔ تَجُوْزُ وَصَايَاهُمْ۔ اِذَا كَانَ مَعَهُمْ مِنْ عُقُوْلِهِمْ، مَا يَعْرِفُوْنَ مَا يُوْصُوْنَ بِهِ۔ فَاَمَّا مَنْ لَيْسَ مَعَهُ مِنْ عَقْلِهِ مَا يَعْرِفُ بِذٰلِكَ مَا يُوْصِيْ بِهِ، وَكَانَ مَغْلُوْبًا عَلٰى عَقْلِهِ، فَلَا وَصِيَّةَ لَهُ۔

ترجمہ: ابوبکر بن حزمؒ سے روایت ہے کہ ایک غسانی لڑکے کی مدینہ میں وفات ہوئی اور اس کے وارث شام میں تھے۔ پس یہ بات حضرت عمر بن الخطابؓ کے سامنے بیان کی گئی اور کہا گیا کہ فلاں شخص (وہ لڑکا) مرنے والا ہے کیا وہ وصیت کر سکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں، وہ وصیت کرے۔ ابوبکر بن حزمؒ نے کہا کہ وہ لڑکا دس بارہ سال کا تھا۔ پس اس نے بیر جشم کی وصیت کی پس اس لڑکے نے اسے تیس ہزار درہم میں فروخت کیا۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے کہ ضعیف العقل، احمق اور مجنون جسے کبھی کبھی دورہ پڑتا ہو، ان کی وصیتیں جائز ہیں۔ بشرطیکہ ان میں اتنی عقل ضرور ہو کہ اس سے وہ اپنی کی ہوئی وصیت کو جان لیں۔ لیکن جس کی عقل اس قدر نہ ہو جس سے وہ اپنی کی ہوئی وصیت کو جانے اور مغلوب العقل ہو، اس کی وصیت جائز نہیں۔ (اوپر کی روایت میں عدم اتصال کا قوی شبہ ہے۔ امام ابوحنیفہ اور شافعیؒ کے نزدیک احمق کی وصیت جائز مگر نابالغ کی ناجائز ہے۔ مالکیہ میں اس پر بھی اختلاف ہوا ہے کہ قریب البلوغ کتنی عمر کا ہو تو اس کی وصیت جائز ہے۔ صاحب ہدایہ نے اس لڑکے کے متعلق جس کا اس روایت میں ذکر ہے، کہا ہے کہ وہ بالغ تھا، گو بالغ ہوئے زیادہ وقت نہ گزرا تھا۔ جن بیماروں کا مالکؒ نے ذکر کیا ہے، بیماری کی حالت میں اور دورے کے اندر کی ہوئی ان کی وصیت علماء کے نزدیک جائز نہیں۔)

۳- بَابُ الْوَصِيَّةِ فِي الثُّلُثِ لَا تَتَعَدَّى

ثلث سے زائد وصیت نہ کرنے کا باب

۱۴۹۸- حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ. مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرَى. وَأَنَا ذُو مَالٍ. وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ لِي. أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا" فَقُلْتُ: فَالشَّطْرُ؟ قَالَ "لَا" ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "الثُّلُثُ. وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ. إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ، خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ. وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ، إِلَّا أُجِرْتَ. حَتَّى تَجْعَلَ فِي فِي امْرَأَتِكَ" قَالَ: فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَأُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِي؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ، فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا، إِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَرِفْعَةً. وَلَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ. اللَّهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ. وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ. لَكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ ابْنُ خَوْلَةَ. يَرْثِي لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ".

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ، فِي الرَّجُلِ يُوصِي بِثُلُثِ مَالِهِ لِرَجُلٍ: وَيَقُولُ: غُلَامِي يَخْدُمُ فُلَانًا مَا عَاشَ. ثُمَّ هُوَ حُرٌّ. فَيُنْظَرُ فِي ذَلِكَ، فَيُوجَدُ الْعَبْدُ ثُلُثَ مَالِ الْمَيِّتِ. قَالَ: فَإِنَّ خِدْمَةَ الْعَبْدِ تُقَوَّمُ، ثُمَّ يَتَحَاصَّانِ. يُحَاصُّ الَّذِي أُوصِيَ لَهُ بِالثُّلُثِ بِثُلُثِهِ. وَيُحَاصُّ الَّذِي أُوصِيَ لَهُ بِخِدْمَةِ الْعَبْدِ بِمَا قُوِّمَ لَهُ مِنْ خِدْمَةِ الْعَبْدِ. فَيَأْخُذُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ خِدْمَةِ الْعَبْدِ، أَوْ مِنْ إِجَارَتِهِ، إِنْ كَانَتْ لَهُ إِجَارَةٌ، بِقَدْرِ حِصَّتِهِ. فَإِذَا مَاتَ الَّذِي جُعِلَتْ لَهُ خِدْمَةُ الْعَبْدِ مَا عَاشَ، عَتَقَ الْعَبْدُ.

قَالَ: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ، فِي الَّذِي يُوصِي فِي ثُلُثِهِ، فَيَقُولُ: لِفُلَانٍ كَذَا وَكَذَا. وَلِفُلَانٍ

كَذَا وَكَذَا. وَلِفُلَانٍ كَذَا وَكَذَا. يُسَمِّي مَالًا مِنْ مَالِهِ. فَيَقُولُ وَرَثَتُهُ: قَدْ زَادَ عَلَى ثُلُثِهِ: فَإِنَّ الْوَرَثَةَ يُخَيَّرُونَ، بَيْنَ أَنْ يُعْطُوا أَهْلَ الْوَصَايَا وَصَايَاهُمْ، وَيَأْخُذُوا جَمِيعَ مَالِ الْمَيِّتِ. وَبَيْنَ أَنْ يَقْسِمُوا لِأَهْلِ الْوَصَايَا ثُلُثَ مَالِ الْمَيِّتِ. فَيُسَلِّمُوا إِلَيْهِمْ ثُلُثَهُ. فَتَكُونُ حُقُوقُهُمْ فِيهِ إِنْ أَرَادُوا، بَالِغًا مَا بَلَغَ.

ترجمہ: سعد بن ابی وقاص رض نے کہا کہ آخری حج کے زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے۔ میری بیماری شدید ہو چکی تھی۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ میری بیماری بہت بڑھ چکی ہے اور میں مالدار شخص ہوں اور میری وارث صرف ایک بیٹی ہے۔ تو کیا میں اپنا ⅔ مال صدقہ کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں۔ میں نے کہا کہ نصف کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا، نہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ⅓ کی وصیت کر دو۔ اور ⅓ کی مقدار بھی بہت ہے۔ اگر تو اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں دوسروں کا محتاج چھوڑے کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے کے لئے تو جو بھی خرچ کرے اس پر تجھ کو اجر ملے گا حتیٰ کہ جو کچھ تو اپنے بیوی کے منہ میں ڈالے اس میں بھی اجر ہے۔ سعد رض نے کہا کہ میں نے کہا، یا رسول اللہ کیا میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے (بیماری کے باعث یہاں مکہ میں) رہ جاؤں گا؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تجھے ہرگز پیچھے نہ چھوڑا جائے گا۔ پھر تو جو بھی نیک عمل کرے گا، اس کے باعث تیرا درجہ اور بلندی زیادہ ہوگی۔ اور شاید تیری زندگی دراز کی جائے گی۔ حتیٰ کہ کچھ قوموں کو تیرے باعث نفع اور بعض کو تیری وجہ سے نقصان پہنچے گا۔ (یہ ان فتوحات کی اشارہ ہے جو سعد رض نے بعد میں کیں) اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت پوری فرما اور انہیں الٹے پاؤں نہ پھرا۔ لیکن بیچارے سعد بن خولہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہو رہے تھے کہ اس کی وفات مکہ میں ہوئی۔ (یہ آخری فقرہ مُدرج ہے اور زہری کا کلام ہے۔)

شرح: سعد بن خولہ رض مہاجر تھے، بدری تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد مکہ میں آئے اور وہیں فوت ہو گئے۔ یہ بخاری رح کا قول ہے۔ ابن سعد رح نے کہا کہ ان کی وفات آخری حج کے ایام میں ہوئی تھی۔ حضور ص کی وفات شریف کے بعد کئی اصحاب مثلاً ابن عباس رض مکہ میں آ بسے تھے اور طائف میں فوت ہوئے۔ اس سے پتہ چلا کہ کسی شرعی ضرورت و خدمت کے لئے مکہ میں آ بسنا مہاجرین کے لئے جائز تھا۔ لیکن بالعموم ہجرت گاہ میں وفات کو ناپسند کیا جاتا تھا۔ کیونکہ اسے اللہ کی خاطر چھوڑ چکے تھے۔ ہم نے اس پر فضل المعبود میں مفصل بحث کی ہے۔

ایضاً۔ ترجمہ: مالک رح نے کہا کہ اگر کوئی شخص اپنے مال کے ⅓ کی وصیت کسی کے حق میں کرے اور یہ بھی کہے کہ میرا غلام فلاں کی زندگی بھر خدمت کرے گا۔ اس کے بعد وہ آزاد ہوگا۔ اگر غلام اس میت کے مال کا ⅓ ہو تو اس کی خدمت کی قیمت لگائی جائے گی۔ پھر وہ اس میں سے اپنا حصہ لیں گے یعنی جس کے لئے ثلث کی وصیت کی تھی۔ وہ اس کا ثلث لے گا۔ اور جس کے لئے غلام کی خدمت کی وصیت تھی۔ وہ غلام کی خدمت کی جو قیمت پڑی، وہ لے گا۔ پس ان میں سے ہر ایک غلام کی خدمت میں سے یا اس کے اجارے میں سے۔ اگر اس کا کوئی اجارہ ہو۔ اپنے حصہ کی مقدار لے گا۔ پھر وہ شخص جس کے لئے غلام کی خدمت کی اس کی زندگی بھر وصیت تھی، مر جائے تو غلام آزاد ہے۔

مالک رح نے کہا کہ جو آدمی اپنے مال کے ثلث کی وصیت کرے اور کہے کہ فلاں کو اتنا اور فلاں کو اتنا ملے گا۔ یعنی وہ مقدار کا نام

ے۔ اور وارث کہیں کہ یہ مقدار ثلث سے زیادہ ہوگئی ہے تو وارثوں کو اختیار رہے، یا تو وصیّت والوں کو ان کی وصیّت کے مطابق دے دیں اور میّت کا باقی سب مال لے لیں۔ اور یا میت کے مال کا ⅓ وصیّت والوں میں تقسیم کردیں اور ان کے حقوق انہی میں ہوں، کم ہو یا زیادہ۔ (یعنی پہلی صورت میں تو جو جو مال میّت نے بطور وصیت لوگوں کو دیا تھا، وہ مال انہیں دے دیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ میّت کے ترکے کا ثلث وصیت والوں کے حوالے کر دیں۔ خواہ وہ اصل وصیّت سے کم ہو یا زائد۔ دلیکن جمہور علما کے نزدیک دوسری صورت میں وصیّت کی تبدیلی ہے جو شرعًا جائز نہیں۔ صرف وارثوں کے اس دعویٰ پر وصیّت تبدیل نہیں کی جا سکتی کہ یہ ⅓ سے زائد ہے۔ جب تک کہ وہ اس کا حتمی ثبوت پیش نہ کریں۔)

۴۔ بَابُ اَمْرِ الْحَامِلِ وَالْمَرِيْضِ وَالَّذِىْ يَحْضُرُ الْقِتَالَ فِىْ اَمْوَالِهِمْ

حاملہ عورت، بیمار اور میدان جنگ میں حاضر ہونے والے کے اموال کا باب

اس باب کا موضوع یہ ہے کہ مرض الموت میں آدمی صرف اپنے مال کے ⅓ میں تصرف کر سکتا ہے۔ کیا حاملہ عورت اور میدان قتال میں حاضر ہونے والے کا بھی یہی حکم ہے یا کچھ اور؟

قَالَ يَحْيٰى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُوْلُ: اَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِىْ وَصِيَّةِ الْحَامِلِ وَفِىْ قَضَايَاهَا فِىْ مَالِهَا وَمَا يَجُوْزُ لَهَا. اَنَّ الْحَامِلَ كَالْمَرِيْضِ۔ فَاِذَا كَانَ الْمَرَضُ الْخَفِيْفُ، غَيْرُ الْمَخُوْفِ عَلٰى صَاحِبِهٖ، فَاِنَّ صَاحِبَهٗ يَصْنَعُ فِىْ مَالِهٖ مَا يَشَاءُ۔ وَاِذَا كَانَ الْمَرَضُ الْمَخُوْفُ عَلَيْهِ، لَمْ يَجُزْ لِصَاحِبِهٖ شَىْءٌ۔ اِلَّا فِىْ ثُلُثِهٖ۔

قَالَ: وَكَذٰلِكَ الْمَرْاَةُ الْحَامِلُ۔ اَوَّلُ حَمْلِهَا بِشْرٌ وَسُرُوْرٌ۔ وَلَيْسَ بِمَرَضٍ وَلَا خَوْفٍ۔ لِاَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ فِىْ كِتَابِهٖ ــ فَبَشَّرْنَاهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَاءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ــ وَقَالَ ــ حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّا اَثْقَلَتْ دَعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ ــ

فَالْمَرْاَةُ الْحَامِلُ اِذَا اَثْقَلَتْ لَمْ يَجُزْ لَهَا قَضَاءٌ اِلَّا فِىْ ثُلُثِهَا۔ فَاَوَّلُ الْاِتْمَامِ سِتَّةُ اَشْهُرٍ۔ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِىْ كِتَابِهٖ ــ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ــ وَقَالَ ــ وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا ــ فَاِذَا مَضَتْ لِلْحَامِلِ سِتَّةُ اَشْهُرٍ مِنْ يَوْمَ حَمَلَتْ لَمْ يَجُزْ لَهَا قَضَاءٌ فِىْ مَالِهَا، اِلَّا فِى الثُّلُثِ۔

قَالَ: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ، فِي الرَّجُلِ يَحْضُرُ الْقِتَالَ: إِنَّهُ إِذَا زَحَفَ فِي الصَّفِّ لِلْقِتَالِ، لَمْ يَجُزْ لَهُ أَنْ يَقْضِيَ فِي مَالِهِ شَيْئًا. إِلَّا فِي الثُّلُثِ. وَإِنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْحَامِلِ وَالْمَرِيضِ الْمَخُوفِ عَلَيْهِ. مَا كَانَ تِلْكَ الْحَالِ.

ایضاً۔ ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ حاملہ عورت کی وصیت اور اپنے مال میں اس کے تصرف اور اس کے جواز کے متعلق احسن بات جو میں نے سُنی ہے وہ یہ ہے کہ حاملہ عورت بھی مریض کی مانند ہے۔ جب معمولی ہو اور مریض کی جان کا خوف نہ ہو تو وہ اپنے مال میں جو چاہے تصرف کر سکتا ہے اور جب مریض ایسا ہے کہ اس کی جان کا خوف ہو تو وہ صرف ⅓ میں ہی تصرف کر سکتا ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ حاملہ عورت کا بھی یہی حال ہے۔ اس کے حمل کا پہلا دَور تو خوشی اور سرور کا ہے۔ وہ مرض یا خوف نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے پس ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جب مرد اس پر چھا گیا تو عورت کو ہلکا سا حمل ہو گیا، تو وہ اسے لے کر پھرتی تھی۔ پھر جب بوجھل ہو گئی تو زوجین نے اپنے رب سے دُعا کی کہ اگر تو ہمیں نیک اولاد دے گا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے۔ مالکؒ نے کہا کہ حاملہ عورت جب بوجھل ہو جائے تو اپنے مال میں صرف ثلث تک تصرف کر سکتی ہے۔ کیونکہ حمل کے پورا ہونے کی پہلی مدت چھ ماہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا، اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں، اس کے لئے جو مدت رضاعت پوری کرنا چاہے۔ اور فرمایا، اور اس کا حمل اور دودھ چھڑانا تیس ماہ میں ہے۔ (چھ ماہ حمل کے اور دو سال رضاعت کے) پس جب حاملہ کا حمل چھ ماہ کا ہو جائے تو اس کے لئے اپنے مال میں صرف ⅓ تک تصرف جائز ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ جو آدمی میدانِ قتال میں ہو تو جب وہ قتال کی صف میں ہو، اس کے لئے ثلث سے زائد کے اندر تصرف جائز نہیں۔ جب وہ اس حال میں رہے گا، وہ حاملہ عورت اور مرض الموت والے کی مانند ہے۔

(حاملہ عورت کو جب تک دردِ زِہ شروع نہ ہو، حنیفہ اور دوسرے کئی علما کے نزدیک وہ اپنے پورے مال میں جو چاہے تصرف کر سکتی ہے۔ باقی دو مسائل میں حنفیہ کا اختلاف نہیں ہے۔)

۵۔ بَابُ الْوَصِيَّةِ لِلْوَارِثِ وَالْحِيَازَةِ

وارث کے لئے وصیت اور اس کا قبضہ

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ: إِنَّهَا مَنْسُوخَةٌ. قَوْلُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ـ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ـ نَسَخَهَا مَا نَزَلَ مِنْ قِسْمَةِ الْفَرَائِضِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

قَالَ وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: السُّنَّةُ الثَّابِتَةُ عِنْدَنَا الَّتِي لَا اخْتِلَافَ فِيهَا. أَنَّهُ لَا تَجُوزُ وَصِيَّةٌ لِوَارِثٍ. إِلَّا أَنْ يُجِيزَ لَهُ ذٰلِكَ وَرَثَةُ الْمَيِّتِ. وَأَنَّهُ إِنْ أَجَازَ لَهُ بَعْضُهُمْ. وَأَبَى بَعْضٌ. جَازَ لَهُ

حَقَّ مَنْ اَجَازَ مِنْهُمْ۔ وَمَنْ اَبٰى، اَخَذَ حَقَّهٗ مِنْ ذٰلِكَ۔

قَالَ وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُوْلُ فِي الْمَرِيْضِ الَّذِيْ يُوْصِيْ، فَيَسْتَاْذِنُ وَرَثَتَهٗ فِيْ وَصِيَّةٍ وَهُوَ مَرِيْضٌ، لَيْسَ لَهٗ مِنْ مَالِهٖ اِلَّا ثُلُثُهٗ۔ فَيَاْذَنُوْنَ لَهٗ اَنْ يُوْصِيَ لِبَعْضِ وَرَثَتِهٖ بِاَكْثَرَ مِنْ ثُلُثِهٖ: اِنَّهٗ لَيْسَ لَهُمْ اَنْ يَرْجِعُوْا فِيْ ذٰلِكَ۔ وَلَوْ جَازَ ذٰلِكَ لَهُمْ، صَنَعَ كُلُّ وَارِثٍ ذٰلِكَ فَاِذَا هَلَكَ الْمُوْصِيْ اَخَذُوْا ذٰلِكَ لِاَنْفُسِهِمْ۔ وَمَنَعُوْهُ الْوَصِيَّةَ فِيْ ثُلُثِهٖ، وَمَا اُذِنَ لَهٗ بِهٖ فِيْ مَالِهٖ۔

قَالَ: فَاَمَّا اَنْ يَسْتَاْذِنَ وَرَثَتَهٗ فِيْ وَصِيَّةٍ يُوْصِيْ بِهَا لِوَارِثٍ فِيْ صِحَّتِهٖ، فَيَاْذَنُوْنَ لَهٗ۔ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا يَلْزَمُهُمْ۔ وَلِوَرَثَتِهٖ اَنْ يَرُدُّوْا ذٰلِكَ اِنْ شَاءُوْا۔ وَذٰلِكَ اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا كَانَ صَحِيْحًا كَانَ اَحَقَّ بِجَمِيْعِ مَالِهٖ۔ وَيَصْنَعُ فِيْهِ مَا شَاءَ۔ اِنْ شَاءَ اَنْ يَخْرُجَ مِنْ جَمِيْعِهٖ۔ خَرَجَ فَيَتَصَدَّقُ بِهٖ۔ اَوْ يُعْطِيْهِ مَنْ شَاءَ۔ وَاِنَّمَا يَكُوْنُ اسْتِئْذَانُهٗ وَرَثَتَهٗ جَائِزًا عَلَى الْوَرَثَةِ، اِذَا اَذِنُوْا لَهٗ حِيْنَ يُحْجَبُ عَنْهُ مَالُهٗ۔ وَلَا يَجُوْزُ لَهٗ شَيْءٌ اِلَّا فِيْ ثُلُثِهٖ۔ وَحِيْنَ هُمْ اَحَقُّ بِثُلُثَيْ مَالِهٖ مِنْهُ۔ فَذٰلِكَ حِيْنَ يَجُوْزُ عَلَيْهِمْ اَمْرُهُمْ وَمَا اَذِنُوْا لَهٗ بِهٖ۔ فَاِنْ سَاَلَ بَعْضَ وَرَثَتِهٖ اَنْ يَهَبَ لَهٗ مِيْرَاثَهٗ حِيْنَ تَحْضُرُهُ الْوَفَاةُ فَيَفْعَلُ۔ ثُمَّ لَا يَقْضِيْ فِيْهِ الْهَالِكُ شَيْئًا۔ فَاِنَّهٗ رَدٌّ عَلٰى مَنْ وَهَبَهٗ۔ اِلَّا اَنْ يَقُوْلَ لَهُ الْمَيِّتُ: فُلَانٌ لِبَعْضِ وَرَثَتِهٖ، ضَعِيْفٌ۔ وَقَدْ اَحْبَبْتُ اَنْ تَهَبَ لَهٗ مِيْرَاثَكَ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ فَاِنَّ ذٰلِكَ جَائِزٌ اِذَا سَمَّاهُ الْمَيِّتُ لَهٗ۔

قَالَ: وَاِنْ وَهَبَ لَهٗ مِيْرَاثَهٗ۔ ثُمَّ اَنْفَذَ الْهَالِكُ بَعْضَهٗ وَبَقِيَ بَعْضٌ۔ فَهُوَ رَدٌّ عَلَى الَّذِيْ وَهَبَ يَرْجِعُ اِلَيْهِ مَا بَقِيَ بَعْدَ وَفَاةِ الَّذِيْ اُعْطِيَهٗ۔

قَالَ وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُوْلُ، فِيْمَنْ اَوْصٰى بِوَصِيَّةٍ فَذَكَرَ اَنَّهٗ قَدْ كَانَ اَعْطٰى بَعْضَ وَرَثَتِهٖ شَيْئًا لَمْ يَقْبِضْهُ فَاَبَى الْوَرَثَةُ اَنْ يُجِيْزُوْا ذٰلِكَ فَاِنَّ ذٰلِكَ يَرْجِعُ اِلَى الْوَرَثَةِ مِيْرَاثًا عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ۔ لِاَنَّ الْمَيِّتَ لَمْ يُرِدْ اَنْ يَقَعَ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ فِيْ ثُلُثِهٖ۔ وَلَا يُحَاصُّ اَهْلُ الْوَصَايَا فِيْ ثُلُثِهٖ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ۔

ایضاً۔ ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے۔" اگر وہ مال چھوڑے تو اس پر وصیت فرض ہے، والدین اور رشتہ داروں کے لیئے"۔ اسے منسوخ کرنے والے وہ احکام ہیں جو کتاب اللہ میں میراث کے متعلق اُترے تھے۔ (جن رشتہ داروں کو میراث سے حصہ دے دیا گیا، ان کے حق میں وصیت نہیں ہو سکتی۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ ثابت شدہ سنت ہے جس میں اختلاف نہیں کہ وارث کے لیئے کوئی وصیت جائز نہیں۔ مگر یہ کہ میت کے وارث اسے جائز قرار دیں۔ اگر بعض جائز ٹھیرائیں اور بعض انکار کریں تو اجازت دینے والوں کا حق اس کے لیئے جائز ہے (حضور کے خطبہ حجۃ الوداع میں یہ صراحت موجود ہے کہ ہر حقدار کو حق مل چکا۔ لہٰذا کسی وارث کے حق میں وصیت کرنا جائز نہیں۔ اگر دیگر ورثاء کو اعتراض نہ ہو تو جائز ہے۔ آخری فقرے کا اضافہ بھی ثابت ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جو مریض اپنے وارثوں کی اجازت کے ساتھ کسی وارث کے حق میں وصیت کر دے اور وہ ثلث سے زائد ہو تو اجازت دے چکنے کے بعد وہ رجوع نہیں کر سکتے۔ اگر ان کے لیئے یہ جائز ہوتا تو ہر وارث یہی کرتا۔ اور جب موصی مر جاتا تو مال کو خود لے لیتے اور اسے ثلث میں وصیت کرنے سے روکتے۔ اور جو حق اس کا مال میں تھا اسے پورا نہ کرنے دیتے۔

مالکؒ نے کہا کہ موصی اپنی صحت کی حالت میں وارثوں سے اجازت مانگے کہ وہ اپنے کسی وارث کے حق میں وصیت کرے اور وہ اسے اجازت دے دیں تو یہ اذن ان پر لازم نہیں آتا اور اس کے وارثوں کو اسے رد کرنا جائز ہے۔ اگر وہ ایسا کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں یہ اس لیئے کہ آدمی جب تندرست ہو تو وہ اپنے سارے مال کا حقدار ہوتا ہے۔ اسے جو چاہے کرے۔ اگر چاہے تو سارا دے ڈالے۔ صدقہ کر دے۔ اور کسی کو عطیہ دے دے۔ اور وارثوں سے اس کی اجازت وارثوں پر اس وقت جائز ہوگی اور ان سے اجازت کا سوال اس وقت ہے، جبکہ اس کا مال محجوب (ممنوع) ہو جائے۔ اور وہ صرف ثلث میں تصرف کا مجاز ہے۔ اور جب کہ اس سے زیادہ وارث اس کے دو ثلث مال کے حقدار ہوں تو اس وقت ان کے اذن کا سوال ہوتا ہے اور وہ وارثوں پر جائز ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر اس کے وارثوں میں سے کوئی مُورث سے یہ سوال کرے کہ مرض الموت میں اس کی میراث اسے ہبہ کر دے اور وہ ایسا کر دے اور پھر اس کا کوئی فیصلہ نہ کرے تو وہ اسے دی جائے گی۔ جسے اس نے ہبہ کیا (اور وہ ہے بھی اسی کی میراث)۔ مگر یہ کہ میت کہے کہ میرا فلاں وارث کمزور ہے اور مجھے یہ پسند ہے کہ تو اپنی میراث کو اسے ہبہ کر دے۔ اور وہ اسے ہبہ ہی دے دے۔ تو یہ جائز ہے۔ جبکہ میت اس کا نام لے لے۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر میت نے ایک وارث کو اس کی میراث کا ہبہ کیا۔ پھر مرنے والے نے بعض کو نافذ کیا اور بعض باقی تھا، تو وہ ہبہ کرنے والے کی موت کے بعد اسی کو دیا جائے گا، جسے میت نے ہبہ کیا۔ (جہاں تک مسئلہ اذن کا سوال ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ نے کہا کہ وارثوں کی اجازت اُن پر مُورث کی موت کے بعد لازم آئے گی۔ کیونکہ ممکن ہے اس سے پہلے کوئی اور وارث نکل آئے۔ المحلّٰی میں ہے کہ جمہور کے نزدیک اگر مُوصی کی زندگی میں وارثوں نے اجازت دی تھی تو وہ اس سے رجوع کر سکتے ہیں۔ بعد کی اجازت نافذ ہے۔ امام محمدؒ نے بھی الآثار میں یہی لکھا ہے۔ دوسرے مسئلہ میں بھی جمہور مالکؒ کے خلاف ہے۔ کیونکہ زندگی میں اس کے اذن کا سوال نہیں ہوتا۔ بعد میں ہو جاتا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس نے کوئی وصیت کی اور ذکر کیا کہ اس نے صحت کے وقت میں اپنے کسی وارث کو کوئی چیز دی تھی جس پر اس نے قبضہ نہیں کیا۔ وارثوں نے اس کی اجازت دینے سے انکار کیا تو وہ چیز بطور میراث وارثوں کی طرف لوٹے گی۔ جیسا کہ کتاب اللہ میں فیصلہ ہے۔ کیونکہ میت نے وہ چیز اپنے ثلث میں سے نہیں دی اور اہل وصیت کے ساتھ وہ شخص میت کے ثلث میں حصہ نہیں بٹا سکتا۔ (کیونکہ وہ وصیت نہیں اگر ہبہ ہے تو وہ قبضہ کے بغیر تام نہیں ہو سکتا۔

۶۔ بَابُ مَا جَاءَ فِی الْمُؤَنَّثِ مِنَ الرِّجَالِ وَمَنْ اَحَقُّ بِالْوَلَدِ

مخنث کا باب اور یہ کہ اولاد کا حق دار کون ہے؟

۱۴۹۹۔ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ مُخَنَّثًا كَانَ عِنْدَ اُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اُمَيَّةَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ، اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ غَدًا، فَاَنَا اَدُلُّكَ عَلَى ابْنَةِ غَيْلَانَ. فَاِنَّهَا تُقْبِلُ بِاَرْبَعٍ وَ تُدْبِرُ بِثَمَانٍ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُمْ"۔

ترجمہ: عروہؒ نے کہا کہ ایک مخنث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اُمّ سلمہؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے اُمّ سلمہؓ کے بھائی (عبد اللہ بن ابی امیہ) سے کہا، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سُن رہے تھے، اے عبداللہ اگر اللہ تعالیٰ کل طائف تم سے فتح کرا دے تو غیلان کی بیٹی کرلے لینا۔ کیونکہ جب وہ آئے تو اس کے جسم میں چار شکن پڑتے ہیں اور جائے تو آٹھ شکن پڑتے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ (مخنث لوگ) ہرگز تمہارے پاس نہ آیا کریں۔

شرح: جس مخنث کو عورتوں کی رغبت نہ ہو اور ان کے بارے میں کچھ نہ جانتا ہو، اس کا گھروں میں آنا جائز ہے لیکن اگر اس کے کلام یا کسی حرکت سے اس کے خلاف ظاہر ہو تو اسے گھروں میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اس مخنث کا نام احادیث میں ہیت آیا ہے۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے نکلوا دیا تھا۔ کبھی کبھی کھانا وغیرہ ضروریات حاصل کرنے آتا تھا اور پھر چلا جاتا تھا۔

۱۵۰۰۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، اَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ يَقُوْلُ: كَانَتْ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ. فَوَلَدَتْ لَهُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ. ثُمَّ اِنَّهُ فَارَقَهَا. فَجَاءَ عُمَرُ قُبَاءَ. فَوَجَدَ ابْنَهُ عَاصِمًا يَلْعَبُ بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَاَخَذَ بِعَضُدِهِ. فَوَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ عَلَى الدَّابَّةِ. فَاَدْرَكَتْهُ جَدَّةُ الْغُلَامِ. فَنَازَعَتْهُ اِيَّاهُ. حَتّٰى اَتَيَا اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقَ. فَقَالَ عُمَرُ: ابْنِیْ. وَقَالَتِ الْمَرْاَةُ: ابْنِیْ. فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: خَلِّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ. قَالَ، فَمَا رَاجَعَهُ عُمَرُ الْكَلَامَ۔

قَالَ، وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُوْلُ: وَهٰذَا الْاَمْرُ الَّذِیْ اٰخُذُ بِهٖ فِیْ ذٰلِكَ۔

ترجمہ: القاسم بن محمدؒ کہتے تھے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے نکاح میں ایک انصاری عورت تھی۔ جس سے عاصمؒ بن عمر پیدا ہوا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اسے طلاق دے دی۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ بن الخطاب قبا میں گئے تو اپنے بیٹے عاصمؒ کو مسجد کے صحن میں بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے پایا۔ حضرت عمرؓ نے اسے بازو سے پکڑا اور سواری پر اپنے آگے بٹھا لیا۔ لڑکے کی نانی آگئی اور آپ سے جھگڑا کرنے لگی۔ حتیٰ کہ دونوں ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے۔ پس حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور عورت بولی کہ یہ میرا بیٹا (دوہتا) ہے۔ حضرت ابوبکر الصدیقؓ نے فرمایا

کہ اسے عورت کے ساتھ جانے دو۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں کچھ نہ کہا۔ (اور لڑکا دے دیا) مالکؒ نے کہا کہ اس معاملے میں میرا مختار یہی ہے۔

تشریح: اس عورت کا نام جمیلہ بنت ثابت تھا۔ اس سے عاصم بن عمرؓ پیدا ہوا۔ حضورؐ کی وفات کے وقت اس کی عمر دو سال تھی۔ جمیلہ نے طلاق کے بعد زید بن جاریہ سے نکاح کر لیا اور عاصم نانی کہاں پلتا رہا۔ اس کی نانی کا نام شموسؓ بنت ابی عامر تھا۔ اس قسم کی صورتِ حال میں اولاد ماں کے سپرد کی جاتی ہے۔ اگر وہ نکاح کرے تو بچے کی حقدار نہیں رہتی۔ ہاں، بچہ نانی یا خالہ کے ہاں رہ سکتا ہے۔ لڑکی ہو تو بلوغت تک اور لڑکا ہو تو ہوش سنبھالنے تک اور اپنے کام کاج خود انجام دے لینے تک پرورش کرنے والوں کے پاس رہ سکتا ہے۔ پھر باپ اس کا حقدار ہے۔

۷۔ بَابُ الْعَيْبِ فِي السِّلْعَةِ وَضَمَانِهَا

فروخت شدہ سامان میں عیب کا نکلنا اور اس کی ذمہ داری

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ، فِي الرَّجُلِ يَبْتَاعُ السِّلْعَةَ مِنَ الْحَيَوَانِ أَوِ الثِّيَابِ أَوِ الْعُرُوضِ فَيُوجَدُ ذٰلِكَ الْبَيْعُ غَيْرَ جَائِزٍ. فَيُرَدُّ وَيُؤْمَرُ الَّذِي قَبَضَ السِّلْعَةَ أَنْ يَرُدَّ إِلَى صَاحِبِهِ سِلْعَتَهُ.

قَالَ مَالِكٌ: فَلَيْسَ لِصَاحِبِ السِّلْعَةِ إِلَّا قِيمَتُهَا يَوْمَ قُبِضَتْ مِنْهُ. وَلَيْسَ يَوْمَ يَرُدُّ ذٰلِكَ إِلَيْهِ. وَذٰلِكَ أَنَّهُ ضَمِنَهَا مِنْ يَوْمِ قَبَضَهَا. فَمَا كَانَ فِيهَا مِنْ نُقْصَانٍ بَعْدَ ذٰلِكَ كَانَ عَلَيْهِ. فَبِذٰلِكَ كَانَ نِمَاؤُهَا وَزِيَادَتُهَا لَهُ. وَإِنَّ الرَّجُلَ يَقْبِضُ السِّلْعَةَ فِي زَمَانٍ هِيَ فِيهِ نَافِقَةٌ. مَرْغُوبٌ فِيهَا. ثُمَّ يَرُدُّهَا فِي زَمَانٍ هِيَ فِيهِ سَاقِطَةٌ. لَا يُرِيدُهَا أَحَدٌ. فَيَقْبِضُ الرَّجُلُ السِّلْعَةَ مِنَ الرَّجُلِ. فَيَبِيعُهَا بِعَشَرَةِ دَنَانِيرَ وَيُمْسِكُهَا وَثَمَنُهَا ذٰلِكَ. ثُمَّ يَرُدُّهَا وَإِنَّمَا ثَمَنُهَا دِينَارٌ. فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَذْهَبَ مِنْ مَالِ الرَّجُلِ بِتِسْعَةِ دَنَانِيرَ. أَوْ يَقْبِضُهَا مِنْهُ الرَّجُلُ فَيَبِيعُهَا بِدِينَارٍ. أَوْ يُمْسِكُهَا. وَإِنَّمَا ثَمَنُهَا دِينَارٌ. ثُمَّ يَرُدُّهَا وَقِيمَتُهَا يَوْمَ يَرُدُّهَا عَشَرَةُ دَنَانِيرَ. فَلَيْسَ عَلَى الَّذِي قَبَضَهَا أَنْ يَغْرَمَ لِصَاحِبِهَا مِنْ مَالِهِ تِسْعَةَ دَنَانِيرَ. إِنَّمَا عَلَيْهِ قِيمَةُ مَا قَبَضَ يَوْمَ قَبْضِهِ.

قَالَ: وَمِمَّا يُبَيِّنُ ذٰلِكَ. أَنَّ السَّارِقَ إِذَا سَرَقَ السِّلْعَةَ فَإِنَّمَا يُنْظَرُ إِلَى ثَمَنِهَا يَوْمَ يَسْرِقُهَا. فَإِنْ كَانَ يَجِبُ فِيهِ الْقَطْعُ. كَانَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ. وَإِنِ اسْتَأْخَرَ قَطْعُهُ. إِمَّا فِي سِجْنٍ. يُحْبَسُ فِيهِ حَتَّى يُنْظَرَ فِي شَأْنِهِ. وَإِمَّا أَنْ يَهْرُبَ السَّارِقُ ثُمَّ يُؤْخَذَ بَعْدَ ذٰلِكَ. فَلَيْسَ اسْتِئْخَارُ قَطْعِهِ بِالَّذِي يَضَعُ عَنْهُ

حَدًّا قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ يَوْمَ سَرَقَ ۔ وَإِنْ رَخُصَتْ تِلْكَ السِّلْعَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ۔ وَلَا بِالَّذِي يُوجِبُ عَلَيْهِ قَطْعًا لَمْ يَكُنْ وَجَبَ عَلَيْهِ يَوْمَ أَخَذَهَا ۔ إِنْ غَلَتْ تِلْكَ السِّلْعَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ۔

ایضاً ترجمہ: امام مالکؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی حیوان یا کپڑے یا اور ساز و سامان خریدے پھر معلوم ہو کہ یہ بیع جائز نہ تھی تو اسے رد کیا جائے گا۔ اور مشتری سے کہا جائے گا کہ بائع کا سامان واپس کر دو۔ مالکؒ نے کہا کہ بائع کو صرف اس دن کی قیمت ملے گی جس دن وہ چیز اس سے لی گئی تھی نہ کہ اس دن کی قیمت جس دن اسے واپس کیا گیا۔ یہ اس لئے کہ مشتری اس کا ضامن اس دن سے ہوتا جس دن اس نے اس پر قبضہ کیا تھا۔ اور جو نقصان اس میں قبضے کے بعد پیدا ہوا وہ مشتری پر ہوگا۔ اور اسی طرح اس کی نشوونما اور زیادتی بھی اسی کے لئے ہوگی۔ آدمی سامان پر قبضہ کرتا ہے تو اس وقت اس چیز کا چلن ہوتا ہے۔ اور اس میں لوگوں کی رغبت ہوتی ہے۔ پھر اسے واپس کرتا ہے تو وہ نظروں سے گری ہوئی ہوتی ہے، اسے کوئی نہیں چاہتا۔ پس مشتری بائع سے ایک سامان لیتا ہے اور اسے دس دینار میں فروخت کرتا ہے۔ یا روک رکھتا ہے اور اس کی یہی قیمت ہوتی ہے۔ پھر وہ اسے واپس کرتا ہے تو اس کی قیمت ایک دینار رہتی ہے پس مشتری کو اس کی اجازت نہیں کہ بائع کے سامان میں سے نو دینار لے جائے یا اس پر قبضہ کر کے اسے ایک دینار میں بیچ دے یا اسے روک رکھے۔ جب کہ اس کی قیمت ایک دینار رہا ہو اور جب اسے واپس کرے تو اس کی قیمت دس دینار رہو۔ پس مشتری پر واجب نہیں کہ بائع کے مال میں سے نو دینار کا تاوان برداشت کرے۔ اس کے ذمے صرف وہ قیمت ہے جو اس چیز کی قبضہ کے دن تھی۔ (اس سے پتہ چلا کہ بیع فاسد سے مشتری کا ملک تو ثابت ہو جاتا ہے مگر وہ فساد کے باعث واجب الرد ہے۔ یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔)

مالک نے کہا کہ اس مسئلہ کا حکم اس سے واضح ہوتا ہے کہ چور جب کوئی سامان چرالے تو اس پر قطع واجب ہو گیا۔ اگر اس کے قید خانے میں ہونے کے باعث تحقیقات جاری ہو رکہ قطع ید واجب ہے یا نہیں) اور اس طرح ہاتھ کاٹنے میں تاخیر ہوئی یا چور بھاگ گیا اور اس کے بعد پکڑا گیا۔ تو اس تاخیر کے باعث حد ساقط نہ ہوگی۔ جو چوری کے دن کی قیمت کے لحاظ سے واجب ہو چکی ہے۔ اگرچہ اس کے بعد وہ چوری کا مال ارزاں ہو گیا ہو۔ اور اگر وہ سامان اتنی مقدار کا نہ تھا جس کے باعث قطع لازم آتا تو بعد میں اس کی گرانی کے باعث حد واجب نہ ہوگی۔ (یہ ائمہ ثلاثہ کا اور حنفیہ میں سے امام محمدؒ اور زفرؒ کا قول ہے۔)

۸۔ بَابُ جَامِعِ الْقَضَاءِ وَكَرَاهِيَتِهِ

قضا کے متفرق مسائل اور اسے اختیار کرنے کی کراہت کا باب

۱۵۰۱ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ كَتَبَ إِلَى سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ: أَنْ هَلُمَّ إِلَى الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ ۔ فَكَتَبَ إِلَيْهِ سَلْمَانُ: إِنَّ الْأَرْضَ لَا تُقَدِّسُ أَحَدًا ۔ وَإِنَّمَا يُقَدِّسُ الْإِنْسَانَ عَمَلُهُ وَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّكَ جُعِلْتَ طَبِيبًا تُدَاوِي ۔ فَإِنْ كُنْتَ تُبْرِئُ فَنِعِمَّا لَكَ ۔ وَإِنْ كُنْتَ مُتَطَبِّبًا فَاحْذَرْ أَنْ تَقْتُلَ إِنْسَانًا فَتَدْخُلَ النَّارَ ۔ فَكَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ، إِذَا قَضَى بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ أَدْبَرَا عَنْهُ، نَظَرَ إِلَيْهِمَا ۔ وَقَالَ: ارْجِعَا إِلَيَّ أَعِيدَا عَلَيَّ قِصَّتَكُمَا ۔ مُتَطَبِّبٌ، وَاللّٰهِ ۔

قَالَ: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: مَنِ اسْتَعَانَ عَبْدًا بِغَيْرِ إِذْنِ سَيِّدِهِ فِي شَيْءٍ لَهُ بَالٌ. وَلِمِثْلِهِ إِجَارَةٌ فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا أَصَابَ الْعَبْدَ. إِنْ أُصِيبَ الْعَبْدُ بِشَيْءٍ. وَإِنْ سَلِمَ الْعَبْدُ، فَطَلَبَ سَيِّدُهُ إِجَارَتَهُ لِمَا عَمِلَ فَذَلِكَ لِسَيِّدِهِ. وَهُوَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا.

قَالَ: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ، فِي الْعَبْدِ يَكُونُ بَعْضُهُ حُرًّا وَبَعْضُهُ مُسْتَرَقًّا: إِنَّهُ يُوقَفُ مَالُهُ بِيَدِهِ. وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُحْدِثَ فِيهِ شَيْئًا. وَلَكِنَّهُ يَأْكُلُ فِيهِ وَيَكْتَسِي بِالْمَعْرُوفِ. فَإِذَا هَلَكَ، فَمَالُهُ لِلَّذِي بَقِيَ لَهُ فِيهِ الرِّقُّ.

قَالَ: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا أَنَّ الْوَالِدَ يُحَاسِبُ وَلَدَهُ بِمَا أَنْفَقَ عَلَيْهِ مِنْ يَوْمِ يَكُونُ لِلْوَلَدِ مَالٌ. نَاضًّا كَانَ أَوْ عَرَضًا. إِنْ أَرَادَ الْوَالِدُ ذَلِكَ.

ترجمہ: ابو الدرداءؓ نے سلمان فارسی کو لکھا کہ پاک سرزمین کی طرف آؤ۔ سلمانؓ نے جواب دیا کہ زمین کسی کو پاک نہیں کرتی۔ انسان کا عمل اسے پاک کرتا ہے اور مجھے خبر ملی ہے کہ تجھے طبیب بنایا گیا ہے اور تو امراض (معنوی) کا علاج کرتا ہے۔ پس اگر تو واقعی شفا کا سبب بنتا ہے تو یہ بات بہت اچھی ہے۔ اور اگر تو بتکلف طبیب بنا ہے تو بچ کر رہنا، مبادا کسی انسان کو قتل کر ڈالے اور جہنم میں داخل ہو جائے پس ابو الدرداءؓ جب دو آدمیوں کا فیصلہ کرتے اور وہ واپس جاتے تو ان کی طرف دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ واپس آؤ اور اپنا مقدمہ دوبارہ پیش کرو۔ واللہ میں تو بتکلف طبیب بنا ہوا ہوں۔

شرح: ابو الدرداء کا نام عویمر تھا۔ انصاری تھے اور بڑے فاضل صحابی تھے سلمان فارسی رامہرمز یا اصبہان کے رہنے والے تھے۔ کہتے ہیں کہ تین سو سال عمر پائی تھی۔ ان دونوں کو حضورؐ نے مواخات کے وقت بھائی بنا دیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے وقت میں ابو الدرداء دمشق (شام) کے قاضی تھے۔ شام کو اس کی زرخیزی و سرسبزی اور کثرتِ انبیا کے باعث پاک سرزمین کہا جاتا تھا۔ سلمانؓ کا جواب ان کی گہری فقاہت اور تقویٰ و بصیرت پر دلالت کرتا ہے۔ طبیب ظاہری امراض کا علاج کرتا ہے اور قاضی روحانی فساد کا مداوا کرتا ہے۔ لہٰذا سلمانؓ نے قاضی کو طبیب کہا۔ یہ ابو الدرداءؓ کا تقویٰ تھا، کہ انہوں نے اپنے دینی بھائی کی بات کو پلے باندھ لیا اور ہمیشہ احتیاط سے کام لیا۔ قاضی اور مفتی کی بڑی ذمہ داری ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ جس نے مالک کی اجازت کے بغیر کسی اہم کام میں اس کے غلام سے مدد لی اور اس قسم کے کاموں میں اجارہ ہوتا ہے تو اگر غلام کو کوئی نقصان پہنچے تو ذمہ دار وہ مدد لینے والا ہے۔ اگر غلام تو سلامت رہا، مگر اس کے مالک نے اس کے کام کی مزدوری طلب کی، تو وہ مالک کو دینی پڑے گی۔ ہمارے ہاں یہی دستور ہے۔"

مالکؒ نے کہا کہ جس غلام کا کچھ حصہ غلام اور کچھ آزاد ہو تو اس کا مال اس کے ہاتھ میں رہنے دیا جائے گا۔ اور اسے اس مال میں کوئی نئی بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن وہ اسے کھا سکتا ہے اور معروف طریقے سے پہن سکتا ہے اور اس کی موت پر اس کا مال اس کی ملکیت ہے جس کی غلامی اس میں باقی تھی۔" (یہی زہریؒ اور ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔ اور شافعیؒ کا ایک قول بھی یہی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس دن سے اولاد کا اپنا مال ہو، والد اس دن سے اس کے اوپر خرچ کئے ہوئے مال کا حساب لے سکتا ہے خواہ وہ مال نقد ہو یا کوئی ساز و سامان۔ باپ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ (یعنی یہ حساب واجب نہیں، جائز ہے۔ اس طرح اس دن سے اولاد کا نفقہ بھی والد کے ذمہ واجب نہیں رہتا۔)

١٥٠٢- وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ دَلَافٍ الْمُزَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ جُهَيْنَةَ كَانَ يَسْبِقُ الْحَاجَّ. فَيَشْتَرِي الرَّوَاحِلَ فَيُغْلِي بِهَا. ثُمَّ يُسْرِعُ السَّيْرَ فَيَسْبِقُ الْحَاجَّ. فَأَفْلَسَ. فَرُفِعَ أَمْرُهُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. فَقَالَ: أَمَّا بَعْدُ. أَيُّهَا النَّاسُ. فَإِنَّ الْأُسَيْفِعَ جُهَيْنَةَ، رَضِيَ مِنْ دِينِهِ وَأَمَانَتِهِ بِأَنْ يُقَالَ سَبَقَ الْحَاجَّ. أَلَا وَإِنَّهُ قَدْ دَانَ مُعْرِضًا. فَأَصْبَحَ قَدْ رِينَ بِهِ. فَمَنْ كَانَ لَهُ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا بِالْغَدَاةِ. نَقْسِمُ مَالَهُ بَيْنَهُمْ. وَإِيَّاكُمْ وَالدَّيْنَ. فَإِنَّ أَوَّلَهُ هَمٌّ وَآخِرَهُ حَرْبٌ.

ترجمہ: جُہینہ کا ایک آدمی سواریاں مہنگی خریدتا اور ان پر حاجیوں سے پہلے مکّے جا پہنچتا تھا۔ وہ دیوالیہ ہو گیا اور اس کا قصہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے سامنے بیان کیا گیا۔ انہوں نے ایک خطبہ دیا اور فرمایا، اے لوگو! قبیلہ جہینہ کے اُسیفع نامی شخص نے اپنے دین اور امانت کے عوض اس بات کو پسند کیا کہ اس کے متعلق کہا جائے، "وہ حاجیوں سے آگے گزر گیا"۔ سنو، اس نے ادائیگی سے نظریں ہٹا کر قرض لیا اور اس کا یہ حال ہو گیا کہ قرض اس پر محیط ہو گیا۔ جس کسی کا اس پر قرض ہو وہ کل صبح ہمارے پاس آئے، ہم اس کا مال قرضخواہوں میں تقسیم کر دیں گے اور یاد رکھو قرض سے بچو۔ کیونکہ اس کی ابتدا غم ہے اور اس کا انجام لڑائی ہے۔ (جو دیوالیہ ہو جائے، جمہور کے نزدیک اس کا مال فروخت کر کے قرضخواہوں پر تقسیم کر دیں گے۔ یہ تقسیم قرض کی نسبت کے حوالے سے ہوگی۔ امام ابو حنیفہؒ اور فقہاء عراق کی ایک جماعت نے کہا کہ اسے قید کیا جائے۔ حتیٰ کہ وہ اپنا تمام مال قرضخواہوں کے حوالے کر دے۔ جس نسبت سے بھی ہو سکے ایسا کرے۔ حدیث جابر بن عبداللہؓ میں اس کا ثبوت ہے کہ حضورؐ نے قرضخواہوں میں ان کے باپ کا باغ تقسیم نہیں فرمایا تھا۔)

٩- بَابُ مَا جَاءَ فِيمَا أَفْسَدَ الْعَبِيدُ أَوْ جَرَحُوا

غلاموں کے کسی چیز کو بگاڑنے یا کسی کو زخمی کرنے کا باب

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: السُّنَّةُ عِنْدَنَا فِي جِنَايَةِ الْعَبِيدِ. أَنَّ كُلَّ مَا أَصَابَ الْعَبْدُ مِنْ جُرْحٍ جَرَحَ بِهِ إِنْسَانًا. أَوْ شَيْءٍ اخْتَلَسَهُ. أَوْ حَرِيسَةٍ احْتَرَسَهَا. أَوْ ثَمَرٍ مُعَلَّقٍ جَذَّهُ أَوْ أَفْسَدَهُ أَوْ سَرِقَةٍ سَرَقَهَا لَا قَطْعَ عَلَيْهِ فِيهَا. إِنَّ ذٰلِكَ فِي رَقَبَةِ الْعَبْدِ. لَا يَعْدُو ذٰلِكَ، الرَّقَبَةَ. قَلَّ ذٰلِكَ أَوْ كَثُرَ. فَإِنْ شَاءَ سَيِّدُهُ أَنْ يُعْطِيَ قِيمَةَ مَا أَخَذَ غُلَامُهُ، أَوْ أَفْسَدَ. أَوْ عَقْلَ مَا جَرَحَ، أَعْطَاهُ. وَأَمْسَكَ غُلَامَهُ وَإِنْ شَاءَ أَنْ يُسْلِمَهُ، أَسْلَمَهُ. وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ غَيْرُ ذٰلِكَ. فَسَيِّدُهُ فِي ذٰلِكَ بِالْخِيَارِ.

ایضاً۔ ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک غلاموں کے جرم میں سنت یہ ہے کہ غلام اگر کسی کو زخم لگائے یا کوئی چیز کھسکائے یا کوئی چیز چوری کرے یا درخت پر لٹکا ہوا پھل اُتارے یا اُسے خراب کر ڈالے یا کوئی چیز چوری کرے تو ان صورتوں میں اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ یہ سب چیزیں غلام کی گردن پر رہوں گی۔ اس سے آگے نہ گزریں گی۔ خواہ ان کی قیمت غلام سے کم ہو یا زیادہ۔ اگر مالک چاہے تو غلام کی لی ہوئی یا بگاڑی ہوئی چیز کی قیمت ادا کر دے یا اس کے لگائے ہوئے زخم کا تاوان دے دے اور غلام کو اپنے پاس رکھے اور اگر چاہے تو غلام کے حوالے کر دے۔ مالک پر اس کے علاوہ کچھ نہیں اور اسے یہ اختیار حاصل ہے۔ (اس مسئلہ میں دیگر فقہا کا بھی یہی قول ہے۔ اور اس بعض تفاصیل میں اختلاف ہے۔ یہ مسئلہ صحابہ میں بھی مختلف فیہ رہا ہے۔)

۱۰۔ بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ النُّحْلِ

جو عطیے جائز ہیں ان کا باب

۱۵۰۳۔ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ: مَنْ نَحَلَ وَلَدًا لَهٗ صَغِيْرًا۔ لَمْ يَبْلُغْ اَنْ يَحُوْزَ نُحْلَهٗ۔ فَاَعْلَنَ ذٰلِكَ لَهٗ۔ وَاَشْهَدَ عَلَيْهَا۔ فَهِیَ جَائِزَةٌ وَاِنْ وَلِيَهَا اَبُوْهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا۔ اَنَّ مَنْ نَحَلَ ابْنًا لَهٗ صَغِيْرًا، ذَهَبًا اَوْ وَرِقًا، ثُمَّ هَلَكَ۔ وَهُوَ يَلِيْهِ۔ اِنَّهٗ لَا شَیْءَ لِلْاِبْنِ مِنْ ذٰلِكَ۔ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْاَبُ عَزَلَهَا بِعَيْنِهَا۔ اَوْ دَفَعَهَا اِلٰی رَجُلٍ وَضَعَهَا لِابْنِهٖ عِنْدَ ذٰلِكَ الرَّجُلِ۔ فَاِنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَهُوَ جَائِزٌ لِلْاِبْنِ۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے کسی چھوٹے بچے کو عطیہ دے اور بچہ ابھی قبضہ کرنے کی عمر کو نہ پہنچا ہو۔ پس باپ نے اس کا اعلان کیا اور اس پر گواہی مقرر کی تو یہ جائز ہے اور اس عطیے کا ولی خود باپ ہوگا۔ (اس اثر کو امام محمدؒ نے بھی موطا کے باب النحل میں روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ جب باپ نے اعلان کر دیا اور گواہی رکھ دی تو اب وہ رجوع نہیں کر سکتا۔ نہ دوسرے وارث لے سکتے ہیں۔ یہی ابو حنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک عمل اس پر ہے کہ جس شخص نے اپنے کسی چھوٹے بچے کو سونا یا چاندی بطور عطیہ دیا۔ پھر وہ مر گیا۔ اور متولی بھی خود ہی تھا تو بیٹے کو اس میں سے کچھ نہ ملے گا۔ مگر اس صورت میں کہ باپ نے وہ عطیہ الگ کر دیا ہو، یا بچے کے لئے کسی شخص کے پاس رکھ دیا ہو۔ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ بیٹے کے لئے جائز ہے۔ (مطلب یہ کہ اس مسئلہ کی تفصیل میں مالکؒ اور محمد بن الحسنؒ میں یہ اختلاف ہے کہ مالکؒ کے نزدیک اس عطیے کو اپنے مال سے الگ کر دینا یا کسی اور کے سپرد کر دینا ضروری ہے۔ مگر حنیفہ کے نزدیک اعلان اور شہادت کافی ہے۔)

كِتَابُ الْفَرَائِضِ

١- بَابُ مِيرَاثِ الصُّلْبِ

اولاد کی میراث کا باب

حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ: اَلْاَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، وَالَّذِي اَدْرَكْتُ عَلَيْهِ اَهْلَ الْعِلْمِ بِبَلَدِنَا، فِي فَرَائِضِ الْمَوَارِيثِ: اَنَّ مِيرَاثَ الْوَلَدِ مِنْ وَالِدِهِمْ، اَوْ وَالِدَتِهِمْ، اَنَّهُ اِذَا تُوُفِّيَ الْاَبُ اَوِ الْاُمُّ. وَتَرَكَا وَلَدًا رِجَالًا وَنِسَاءً. فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ. فَاِنْ شَرِكَهُمْ اَحَدٌ بِفَرِيضَةٍ مُسَمَّاةٍ، وَكَانَ فِيهِمْ ذَكَرٌ، بُدِئَ بِفَرِيضَةِ مَنْ شَرِكَهُمْ. وَكَانَ مَا بَقِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ بَيْنَهُمْ عَلَى قَدْرِ مَوَارِيثِهِمْ. وَمَنْزِلَةُ وَلَدِ الْاَبْنَاءِ الذُّكُورِ، اِذَا لَمْ يَكُنْ وَلَدٌ، كَمَنْزِلَةِ الْوَلَدِ. سَوَاءٌ ذُكُورُهُمْ كَذُكُورِهِمْ. وَاِنَاثُهُمْ كَاِنَاثِهِمْ. يَرِثُونَ كَمَا يَرِثُونَ. وَيَحْجُبُونَ كَمَا يَحْجُبُونَ. فَاِنِ اجْتَمَعَ الْوَلَدُ لِلصُّلْبِ، وَوَلَدُ الْاِبْنِ، وَكَانَ فِي الْوَلَدِ لِلصُّلْبِ ذَكَرٌ. فَاِنَّهُ لَا مِيرَاثَ مَعَهُ لِاَحَدٍ مِنْ وَلَدِ الْاِبْنِ. فَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِي الْوَلَدِ لِلصُّلْبِ ذَكَرٌ، وَكَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَاَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ مِنَ الْبَنَاتِ لِلصُّلْبِ، فَاِنَّهُ لَا مِيرَاثَ لِبَنَاتِ الْاِبْنِ مَعَهُنَّ. اِلَّا اَنْ يَكُونَ مَعَ بَنَاتِ الْاِبْنِ ذَكَرٌ، هُوَ مِنَ الْمُتَوَفَّى بِمَنْزِلَتِهِنَّ. اَوْ هُوَ اَطْرَفُ مِنْهُنَّ. فَاِنَّهُ يَرُدُّ عَلَى مَنْ هُوَ بِمَنْزِلَتِهِ، وَمَنْ هُوَ فَوْقَهُ مِنْ بَنَاتِ الْاَبْنَاءِ، فَضْلًا اِنْ فَضَلَ. فَيَقْتَسِمُونَهُ بَيْنَهُمْ. لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ. فَاِنْ لَمْ يَفْضُلْ شَيْءٌ، فَلَا شَيْءَ لَهُمْ. وَاِنْ لَمْ يَكُنِ الْوَلَدُ لِلصُّلْبِ اِلَّا ابْنَةً وَاحِدَةً، فَلَهَا النِّصْفُ. وَلِابْنَةِ ابْنِهِ، وَاحِدَةً كَانَتْ

أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ مِنْ بَنَاتِ الْأَبْنَاءِ، مِمَّنْ هُوَ مِنَ الْمُتَوَفّٰى بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ السُّدُسُ. فَإِنْ كَانَ مَعَ بَنَاتِ الِابْنِ ذَكَرٌ، هُوَ مِنَ الْمُتَوَفّٰى بِمَنْزِلَتِهِنَّ. فَلَا فَرِيضَةَ وَلَا سُدُسَ لَهُنَّ. وَلٰكِنْ إِنْ فَضَلَ بَعْدَ فَرَائِضِ أَهْلِ الْفَرَائِضِ فَضْلٌ. كَانَ ذٰلِكَ الْفَضْلُ لِذٰلِكَ الذَّكَرِ، وَلِمَنْ هُوَ بِمَنْزِلَتِهِ، وَمَنْ فَوْقَهُ مِنْ بَنَاتِ الْأَبْنَاءِ. لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. وَلَيْسَ لِمَنْ هُوَ أَطْرَفُ مِنْهُمْ شَيْءٌ. فَإِنْ لَمْ يَفْضُلْ شَيْءٌ فَلَا شَيْءَ لَهُمْ. وَذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ فِي كِتَابِهِ. يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ.

قَالَ مَالِكٌ: الْأَطْرَفُ هُوَ الْأَبْعَدُ.

ایضاً۔ ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک ایک اجماعی امر یہ ہے اور میں نے میراث کے حصوں کے متعلق اپنے شہر کے اہل علم کو اسی پر پایا ہے کہ باپ یا ماں کی طرف سے ان کی وفات پر اولاد اگر مذکر و مونث موجود ہو تو مذکر کا دگنا اور مونث کا ایک حصہ ہے۔ اور صرف لڑکیاں ہوں اور دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کا حصہ $\frac{2}{3}$ ہے۔ اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اس کا نصف ہے۔ اگر اولاد کے ساتھ کوئی اور حصہ دار شریک ہو اور اولاد میں مذکر بھی موجود ہو، تو پہلے حصہ داروں کو حصے کے مطابق دیا جائے گا۔ اور باقی اولاد میں تقسیم ہوگا، ان کے حقوق کے مطابق۔ اور بیٹوں کی عدم موجودگی میں ان کی اولاد کا وہی حکم ہے۔ جو بیٹوں کا ہے۔ مذکر کا حکم مذکر جیسا، اور مونث کا مونث جیسا ہے۔ وہ میت کی اولاد کی طرح وارث ہوں گے۔ اور انہی کی مانند دوسرے وارثوں کے لئے رکاوٹ بنیں گے۔ پس اگر حقیقی اولاد اور بیٹے کی اولاد جمع ہو جائے اور حقیقی اولاد میں کوئی مذکر موجود ہے تو اس کے ہوتے ہوئے بیٹے کی اولاد کا کوئی حصہ نہیں۔ اگر حقیقی اولاد میں مذکر کوئی نہیں اور دو یا زیادہ لڑکیاں ہیں۔ تو ان کی موجودگی میں لڑکے کی بیٹیوں کا کوئی میراث نہیں۔ مگر یہ کہ پوتیوں کے ساتھ کوئی مذکر ہو، جو میت سے اتنا ہی قریب ہو، جتنی کہ وہ ہیں۔ یا وہ مذکر ان کی نسبت بعید تر ہو۔ تو وہ اپنے درجے کے وارث کو اور ان کو جو اس کے اوپر ہیں، یعنی میت کی پوتیاں، بچا ہوا مال رد کرتا ہے بشرطیکہ کچھ بچا ہوا مال ہو۔ وہ اسے باہم مذکر کا دگنا اور مونث کا ایک کے حساب سے تقسیم کریں گے۔ اگر کوئی چیز نہ بچے تو انہیں کچھ نہیں ملتا۔ (یہی تمام فقہا کا اجماعی قول ہے۔) اور میت کی حقیقی اولاد جب صرف ایک بیٹی ہو تو اسے $\frac{1}{2}$ ملے گا اور میت کی پوتی ایک ہو یا زیادہ، اس کا $\frac{1}{6}$ ہے۔ اگر پوتیوں کے ساتھ پوتا بھی ہو اور اس کا درجہ میت سے انہی کی مانند ہو تو انہیں کوئی حصہ یا $\frac{1}{6}$ نہیں ملتا۔ لیکن اگر اہل فرائض کے فرائض ادا کرنے بعد کچھ بچ جائے تو وہ اس پوتے کا اور اسی درجہ کے وارثوں کا یا اوپر والوں کا ہوگا۔ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ اور جو ان سے بعید تر ہو اسے کچھ نہ ملے گا۔ اور اگر فرائض سے کچھ نہ بچے تو ان کا کوئی حصہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا، اللہ تمہیں اولاد کے متعلق حکم دیتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو مادہ کے برابر ہے۔ اگر دو یا زیادہ بیٹیاں ہوں (اور بیٹا نہ ہو) تو ان کا $\frac{2}{3}$ ہے۔ اگر ایک ہو تو اس کا $\frac{1}{2}$ ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ اَطرف کا معنیٰ ہے بعید تر۔

۲۔ بَابُ مِيرَاثِ الرَّجُلِ مِنِ امْرَأَتِهِ وَالْمَرْأَةِ مِنْ زَوْجِهَا

خاوند اور بیوی کی میراث ایک دوسرے سے

قَالَ مَالِكٌ: وَمِيرَاثُ الرَّجُلِ مِنِ امْرَأَتِهِ، وَإِذَا لَمْ تَتْرُكْ وَلَدًا وَلَا وَلَدَ ابْنٍ مِنْهُ أَوْ مِنْ غَيْرِهِ، النِّصْفُ. فَإِنْ تَرَكَتْ وَلَدًا، أَوْ وَلَدَ ابْنٍ، ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثَى، فَلِزَوْجِهَا الرُّبُعُ، مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ.

وَمِيرَاثُ الْمَرْأَةِ مِنْ زَوْجِهَا، إِذَا لَمْ يَتْرُكْ وَلَدًا وَلَا وَلَدَ ابْنٍ، الرُّبُعُ. فَإِنْ تَرَكَ وَلَدًا، أَوْ وَلَدَ ابْنٍ، ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثَى، فَلِامْرَأَتِهِ الثُّمُنُ. مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ. وَذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ. وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ. فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ، فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ، وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ، فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ.

مالکؒ نے کہا کہ مرد کی میراث اپنی بیوی سے جب کہ وہ وہ کوئی اولاد اور بیٹے کی اولاد نہ چھوڑے، نصف ہے۔ پس اگر وہ کوئی اولاد چھوڑے یا بیٹے کی اولاد، خواہ مذکر ہو خواہ مؤنث تو اس کے خاوند کا حصہ ¼ ہے۔ وصیت یا قرض کی ادائیگی کے بعد۔ اور عورت کی میراث اپنے خاوند سے جب کہ وہ کوئی اولاد نہ چھوڑے نہ بیٹے کی اولاد ¼ ہے۔ اگر وہ کوئی اولاد یا بیٹے کی اولاد چھوڑے مذکر یا مؤنث تو عورت ⅛ ہے وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ، "اور تمہارے لئے نصف ہے اس کا جو تمہاری بیویاں چھوڑیں، اگر ان کی اولاد نہ ہو۔ اگر ان کی اولاد ہو تو تمہارے لئے ان کے ترکے میں سے ¼ ہے، وصیت کے بعد یا قرض کے بعد۔ اور عورتوں کے لئے ¼ ہے تمہارے ترکے کا اگر تمہاری اولاد نہ ہو۔ اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کا حصہ ⅛ ہے وصیت یا قرض کے بعد۔ (قرض کی ادائیگی وصیت سے پہلے ہوتی ہے۔ مگر وصیت کی اہمیت کے پیش نظر اس کا ذکر پہلے کیا گیا۔ بیوی ایک یا زیادہ، اس کا حصہ یہی ہے جو بیان ہوا۔)

۳۔ بَابُ مِيرَاثِ الْأَبِ وَالْأُمِّ مِنْ وَلَدِهِمَا

اولاد کے ترکے سے والدین کی میراث

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ، وَالَّذِي أَدْرَكْتُ عَلَيْهِ أَهْلَ

الْعِلْمِ بِبَلَدِنَا: أَنَّ مِيرَاثَ الْأَبِ مِنِ ابْنِهِ أَوِ ابْنَتِهِ، أَنَّهُ إِنْ تَرَكَ الْمُتَوَفَّى وَلَدًا، أَوْ وَلَدَ ابْنٍ ذَكَرًا، فَإِنَّهُ يُفْرَضُ لِلْأَبِ السُّدُسُ فَرِيضَةً. فَإِنْ لَمْ يَتْرُكِ الْمُتَوَفَّى وَلَدًا، وَلَا وَلَدَ ابْنٍ ذَكَرًا، فَإِنَّهُ يُبْدَأُ بِمَنْ شَرَّكَ الْأَبَ مِنْ أَهْلِ الْفَرَائِضِ. فَيُعْطَوْنَ فَرَائِضَهُمْ. فَإِنْ فَضَلَ مِنَ الْمَالِ السُّدُسُ، فَمَا فَوْقَهُ، كَانَ لِلْأَبِ. وَإِنْ لَمْ يَفْضُلْ عَنْهُمُ السُّدُسُ فَمَا فَوْقَهُ، فُرِضَ لِلْأَبِ السُّدُسُ، فَرِيضَةً.

وَمِيرَاثُ الْأُمِّ مِنْ وَلَدِهَا، إِذَا تُوُفِّيَ ابْنُهَا أَوِ ابْنَتُهَا، فَتَرَكَ الْمُتَوَفَّى وَلَدًا أَوْ وَلَدَ ابْنٍ، ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثَى، أَوْ تَرَكَ مِنَ الْإِخْوَةِ اثْنَيْنِ فَصَاعِدًا، ذُكُورًا كَانُوا أَوْ إِنَاثًا، مِنْ أَبٍ وَأُمٍّ أَوْ مِنْ أَبٍ أَوْ مِنْ أُمٍّ. فَالسُّدُسُ لَهَا.

وَإِنْ لَمْ يَتْرُكِ الْمُتَوَفَّى، وَلَدًا وَلَا وَلَدَ ابْنٍ، وَلَا اثْنَيْنِ مِنَ الْإِخْوَةِ فَصَاعِدًا. فَإِنَّ لِلْأُمِّ الثُّلُثَ كَامِلًا. إِلَّا فِي فَرِيضَتَيْنِ فَقَطْ.

وَإِحْدَى الْفَرِيضَتَيْنِ، أَنْ يُتَوَفَّى رَجُلٌ وَيَتْرُكَ امْرَأَتَهُ وَأَبَوَيْهِ. فَلِامْرَأَتِهِ الرُّبُعُ. وَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ مِمَّا بَقِيَ. وَهُوَ الرُّبُعُ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ.

وَالْأُخْرَى: أَنْ تُتَوَفَّى امْرَأَةٌ. وَتَتْرُكَ زَوْجَهَا وَأَبَوَيْهَا. فَيَكُونُ لِزَوْجِهَا النِّصْفُ. وَلِأُمِّهَا الثُّلُثُ مِمَّا بَقِيَ. وَهُوَ السُّدُسُ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ.

وَذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُولُ فِي كِتَابِهِ — وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ. فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ. فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ۔

فَمَضَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الْإِخْوَةَ اثْنَانِ فَصَاعِدًا۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ اجماعی امر ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں اور میں نے اپنے شہر کے اہل علم کو اسی پر پایا کہ باپ کی میراث اس کے بیٹے یا بیٹی سے یوں ہوگی کہ اگر مرنے والے کی اولاد یا بیٹے کی اولاد مذکر یا مونث ہو تو باپ کا حصہ ۱/۶ ہے۔ اور اگر مرنے والے کی اولاد یا بیٹے کی مذکر یا مونث اولاد نہ ہو تو اہل فرائض میں سے جو باپ کے ساتھ شریک ہوں، ان سے شروع کیا جائے گا۔ پھر اگر

$\frac{1}{6}$ یا اس سے زیادہ مال بچے تو وہ باپ کا ہے۔ اگر ان سے $\frac{1}{6}$ یا زیادہ نہ بچے تو باپ کو $\frac{1}{6}$ بطورِ فریضہ دیا جائے گا۔ (یعنی عول کے ذریعے سے) اور ماں کی میراث اس کی اولاد سے جب کہ اس کا بیٹا یا بیٹی مرجائے اور اولاد یا بیٹے کی اولاد چھوڑ جائے، مذکر یا مؤنث۔ یا دو یا زیادہ بھائی چھوڑ جائے مذکر یا مؤنث، حقیقی ہوں یا علّی یا اخیافی تو ماں کا حصہ $\frac{1}{6}$ ہے۔ اگر مرنے والے نے اولاد یا بیٹے کی اولاد یا دو یا زیادہ بہن بھائی نہ چھوڑے ہوں تو ماں کا $\frac{1}{3}$ ہے۔ اس سے دو صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ پہلی یہ کہ مرنے والے مرنے والے کی بیوی کے ساتھ والدین بھی ہوں تو بیوی کا حصہ $\frac{1}{4}$ اور ماں کا $\frac{1}{4}$ ہے۔ (باقی میں سے) جو کہ کل مال میں سے $\frac{1}{4}$ ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بیوی مرجائے اور خاوند چھوڑے اور مرنے والی کے والدین بھی ہوں تو $\frac{1}{2}$ خاوند کا ہے اور باقی میں سے میّت کی ماں کا $\frac{1}{3}$ جو کل مال کا $\frac{1}{6}$ ہے۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے، اور اس کے والدین میں سے ہر ایک کے لئے ترکے کا $\frac{1}{6}$ ہے۔ بشرطیکہ میّت کی اولاد ہو۔ اگر اس کی اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کا $\frac{1}{3}$ ہے۔ اور یہ بات جمہور علما کے نزدیک ثابت ہے کہ اِخوۃ کے لفظ سے مراد دو یا زیادہ ہیں۔ (یہی حضرت عثمانؓ اور زید بن ثابتؓ سے مروی ہے۔)

۴۔ بَابُ مِيْرَاثِ الْاِخْوَةِ لِلْاُمِّ

مادری بہن بھائیوں کی میراث

قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، اَنَّ الْاِخْوَةَ لِلْاُمِّ لَا يَرِثُوْنَ مَعَ الْوَلَدِ۔ وَلَا مَعَ وَلَدِ الْاَبْنَاءِ، ذُكْرَانًا كَانُوْا اَوْ اِنَاثًا، شَيْئًا۔ وَلَا يَرِثُوْنَ مَعَ الْاَبِ وَلَا مَعَ الْجَدِّ اَبِي الْاَبِ، شَيْئًا۔ وَاَنَّهُمْ يَرِثُوْنَ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ۔ يُفْرَضُ لِلْوَاحِدِ مِنْهُمُ السُّدُسُ۔ ذَكَرًا كَانَ اَوْ اُنْثٰى۔ فَاِنْ كَانَا اثْنَيْنِ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ۔ فَاِنْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ۔ يَقْتَسِمُوْنَهُ بَيْنَهُمْ بِالسَّوَاءِ، لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔ وَذٰلِكَ اَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ فِي كِتَابِهِ — وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُوْرَثُ كَلٰلَةً، اَوِ امْرَاَةٌ، وَلَهُ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ۔ فَاِنْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ۔ فَكَانَ الذَّكَرُ وَالْاُنْثٰى، فِي هٰذَا بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے کہ مادری بہن بھائی (یعنی جو صرف ماں کی طرف سے ہوں) میّت کی اولاد کے ساتھ اور اس کے پوتوں پوتیوں کے ساتھ وارث نہیں ہوتے۔ نہ وہ باپ کے ساتھ اور نہ دادا کے ساتھ وارث ہوتے ہیں۔ اور ان صورتوں کے سوا وہ وارث ہوتے ہیں۔ مذکّر ہو یا مؤنّث: اگر ایک ہو تو اس کا $\frac{1}{6}$ ہے اور دو ہوں تو ہر ایک کا $\frac{1}{6}$، $\frac{1}{6}$ ہے۔ اگر زیادہ ہوں تو وہ $\frac{1}{3}$ میں شریک ہیں۔ اسے آپس میں تقسیم کریں گے۔ مذکّر کا حصّہ مونث سے دگنا ہوگا۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے، اگر میّت کلالہ ہو یا عورت ہو اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا حصہ $\frac{1}{6}$ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو وہ

لے میں شریک ہیں۔ پس اس مسئلہ میں مذکر و مونث ایک جیسے ہیں۔ (کلالہ وہ میّت ہے جس کے وارثوں میں والدین اور اولاد نہ ہوں۔ اس آیت میں بھائی یا بہن سے مراد مادری بہن بھائی ہیں۔ والدین، اولاد اور بیٹوں کی اولاد کی موجودگی میں مادری بہن بھائیوں کو کچھ نہیں ملتا۔ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔)

۵۔ بَابُ مِيرَاثِ الْإِخْوَةِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ

حقیقی بھائی بہنوں کی میراث کا باب

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، أَنَّ الْإِخْوَةَ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ لَا يَرِثُونَ مَعَ الْوَلَدِ الذَّكَرِ شَيْئًا، وَلَا مَعَ وَلَدِ الِابْنِ الذَّكَرِ شَيْئًا وَلَا مَعَ الْأَبِ دِنْيَا شَيْئًا۔ وَهُمْ يَرِثُونَ مَعَ الْبَنَاتِ وَبَنَاتِ الْأَبْنَاءِ، مَا لَمْ يَتْرُكِ الْمُتَوَفَّى جَدًّا أَبَا أَبٍ، مَا فَضَلَ مِنَ الْمَالِ۔ يَكُونُونَ فِيهِ عَصَبَةً۔ يُبْدَأُ بِمَنْ كَانَ لَهُ أَصْلُ فَرِيضَةٍ مُسَمَّاةٍ۔ فَيُعْطَوْنَ فَرَائِضَهُمْ۔ فَإِنْ فَضَلَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَضْلٌ۔ كَانَ لِلْإِخْوَةِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ۔ يَقْتَسِمُونَهُ بَيْنَهُمْ عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ۔ ذُكْرَانًا كَانُوا أَوْ إِنَاثًا۔ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَفْضُلْ شَيْءٌ، فَلَا شَيْءَ لَهُمْ۔

قَالَ: وَإِنْ لَمْ يَتْرُكِ الْمُتَوَفَّى أَبًا، وَلَا جَدًّا أَبَا أَبٍ، وَلَا وَلَدًا، وَلَا وَلَدَ ابْنٍ، ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثَى، فَإِنَّهُ يُفْرَضُ لِلْأُخْتِ الْوَاحِدَةِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ، النِّصْفُ۔ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ، فَمَا فَوْقَ ذٰلِكَ مِنَ الْأَخَوَاتِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ، فُرِضَ لَهُمَا الثُّلُثَانِ۔ فَإِنْ كَانَ مَعَهُمَا أَخٌ ذَكَرٌ، فَلَا فَرِيضَةَ لِأَحَدٍ مِنَ الْأَخَوَاتِ وَاحِدَةً كَانَتْ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔ وَيُبْدَأُ بِمَنْ شَرِكَهُمْ بِفَرِيضَةٍ مُسَمَّاةٍ۔ فَيُعْطَوْنَ فَرَائِضَهُمْ۔ فَمَا فَضَلَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْ شَيْءٍ كَانَ بَيْنَ الْإِخْوَةِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ۔ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ إِلَّا فِي فَرِيضَةٍ وَاحِدَةٍ فَقَطْ۔ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ فِيهَا شَيْءٌ فَاشْتَرَكُوا فِيهَا مَعَ بَنِي الْأُمِّ فِي ثُلُثِهِمْ۔ وَتِلْكَ الْفَرِيضَةُ هِيَ امْرَأَةٌ تُوُفِّيَتْ۔ وَتَرَكَتْ زَوْجَهَا، وَأُمَّهَا، وَإِخْوَتَهَا لِأُمِّهَا، وَإِخْوَتَهَا لِأُمِّهَا وَأَبِيهَا۔ فَكَانَ لِزَوْجِهَا النِّصْفُ۔ وَلِأُمِّهَا السُّدُسُ وَلِإِخْوَتِهَا لِأُمِّهَا الثُّلُثُ۔ فَلَمْ يَفْضُلْ شَيْءٌ بَعْدَ ذٰلِكَ۔ فَيَشْتَرِكُ بَنُو الْأَبِ وَالْأُمِّ فِي هٰذِهِ الْفَرِيضَةِ۔ مَعَ بَنِي الْأُمِّ

فِي ثُلُثِهِمْ. فَيَكُونُ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَى. مِنْ أَجْلِ أَنَّهُمْ كُلَّهُمْ إِخْوَةُ الْمُتَوَفَّى لِأُمِّهِ. وَإِنَّمَا وَرِثُوا بِالْأُمِّ. وَذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ فِي كِتَابِهِ. وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ. فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ. فَلِذٰلِكَ شُرِّكُوا فِي هٰذِهِ الْفَرِيضَةِ. لِأَنَّهُمْ كُلَّهُمْ إِخْوَةُ الْمُتَوَفَّى لِأُمِّهِ.

مالکؒ نے کہا کہ یہ ہمارے نزدیک اجماعی امر ہے کہ حقیقی بہن بھائی مذکر اولاد (میت کی) کے ساتھ اور پوتوں کے ساتھ وارث نہیں ہوتے اور نہ میت کے حقیقی باپ کے ساتھ وارث ہوتے ہیں۔ اور وہ بیٹیوں، پوتوں کے ساتھ فاضل مال کے وارث ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ میت نے حقیقی دادا بھی نہ چھوڑا ہو۔ اس صورت میں وہ عصبہ ہیں۔ پہلے ذوی الفروض سے وراثت کی تقسیم شروع ہوگی اور انہیں ان کے مقرر حصوں کے مطابق دے دیا جائے گا۔ اس کے بعد اگر کچھ بچ جائے تو سگے بہن بھائیوں کو کتاب کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ مذکر کا حصہ مونث سے دگنا ہوگا۔ اگر میت کا باپ، دادا، اولاد، پوتے پوتیاں نہ ہوں تو ایک بہن کی صورت میں اس کا نصف ہوگا۔ دو یا زیادہ سگی بہنوں کا ⅔ ہوگا۔ اگر ان کے ساتھ بھائی بھی ہو تو بہنوں کا، ایک ہو یا زیادہ، کوئی مقرر حصہ نہیں ہے پہلے ذوی الفروض کو ان کے حصے دیئے جائیں گے۔ اگر اس کے بعد کچھ بچ جائے تو سگے بہن بھائیوں کو مذکر کے لئے دگنا اور مونث کے لئے ایک کے حساب سے دیا جائے گا۔ (حقیقی بہن بھائیوں کی مذکورہ میراث پر عامۃ فقہا کا اتفاق ہے۔) اس قاعدے سے صرف ایک صورت مستثنیٰ ہے جس میں انہیں کچھ نہیں ملتا۔ (اس مسئلے کو حماریہ، مشترکہ اور مجریہ کہتے ہیں۔) اور وہ اس میں مادری بھائیوں کے شریک ہیں۔ وہ یہ کہ ایک عورت مرگئی اور خاوند، ماں، مادری بہن بھائی اور حقیقی بہن بھائی چھوڑ گئی۔ پس خاوند کو ½، ماں کو ⅙ اور مادری بہن بھائیوں کو ⅓ ملا۔ اور باقی کچھ نہ بچا تو سگے بہن بھائیوں کو مادری بہن بھائیوں کے ساتھ شریک کیا گیا جو ان کے ⅓ میں شریک ہوں۔ اس میں مذکر کا حصہ مونث جیسا ہے۔ کیونکہ وہ میت کے مادری بھائی بہن ہیں اور ماں کی وجہ سے وارث ہیں۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اور اگر میت مرد یا عورت کلالہ ہو اور اس کا ایک بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا حصہ ⅙ ہے۔ اور اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو ⅓ میں شریک ہیں۔ پس یہ اسی لئے شریک ہوئے کہ اس فریضہ میں وہ سب میت کے مادری بہن بھائی ہیں۔

۶۔ بَابُ مِيرَاثِ الْإِخْوَةِ لِلْأَبِ

پدری بہن بھائیوں کی میراث کا باب

قَالَ مَالِكٌ: اَلْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا أَنَّ مِيرَاثَ الْإِخْوَةِ لِلْأَبِ، إِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ أَحَدٌ مِنْ بَنِي الْأَبِ وَالْأُمِّ، كَمَنْزِلَةِ الْإِخْوَةِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ. سَوَاءٌ، ذَكَرُهُمْ كَذَكَرِهِمْ. وَأُنْثَاهُمْ كَأُنْثَاهُمْ. إِلَّا أَنَّهُمْ لَا يُشَرَّكُونَ مَعَ بَنِي الْأُمِّ فِي الْفَرِيضَةِ، الَّتِي شَرَّكَهُمْ فِيهَا بَنُو الْأَبِ وَالْأُمِّ. لِأَنَّهُمْ خَرَجُوا مِنْ وِلَادَةِ الْأُمِّ الَّتِي جَمَعَتْ أُولٰئِكَ.

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنِ اجْتَمَعَ الْإِخْوَةُ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ، وَالْإِخْوَةُ لِلْأَبِ، فَكَانَ فِي بَنِي الْأَبِ وَالْأُمِّ ذَكَرٌ، فَلَا مِيرَاثَ لِأَحَدٍ مِنْ بَنِي الْأَبِ. وَإِنْ لَمْ يَكُنْ بَنُو الْأَبِ وَالْأُمِّ إِلَّا امْرَأَةً وَاحِدَةً، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ مِنَ الْإِنَاثِ، لَا ذَكَرَ مَعَهُنَّ، فَإِنَّهُ يُفْرَضُ لِلْأُخْتِ الْوَاحِدَةِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ، النِّصْفُ. وَيُفْرَضُ لِلْأَخَوَاتِ لِلْأَبِ، السُّدُسُ، تَتِمَّةَ الثُّلُثَيْنِ. فَإِنْ كَانَ مَعَ الْأَخَوَاتِ لِلْأَبِ ذَكَرٌ، فَلَا فَرِيضَةَ لَهُنَّ. وَيُبْدَأُ بِأَهْلِ الْفَرَائِضِ الْمُسَمَّاةِ. فَيُعْطَوْنَ فَرَائِضَهُمْ. فَإِنْ فَضَلَ بَعْدَ ذَلِكَ فَضْلٌ كَانَ بَيْنَ الْإِخْوَةِ لِلْأَبِ. لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. وَإِنْ لَمْ يَفْضُلْ شَيْءٌ فَلَا شَيْءَ لَهُمْ. فَإِنْ كَانَ الْإِخْوَةُ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ، امْرَأَتَيْنِ، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ مِنَ الْإِنَاثِ، فُرِضَ لَهُنَّ الثُّلُثَانِ. وَلَا مِيرَاثَ مَعَهُنَّ لِلْأَخَوَاتِ لِلْأَبِ. إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعَهُنَّ أَخٌ لِأَبٍ. فَإِنْ كَانَ مَعَهُنَّ أَخٌ لِأَبٍ بُدِئَ بِمَنْ شَرَكَهُمْ بِفَرِيضَةٍ مُسَمَّاةٍ. فَأُعْطُوا فَرَائِضَهُمْ. فَإِنْ فَضَلَ بَعْدَ ذَلِكَ فَضْلٌ، كَانَ بَيْنَ الْإِخْوَةِ لِلْأَبِ. لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. وَإِنْ لَمْ يَفْضُلْ شَيْءٌ، فَلَا شَيْءَ لَهُمْ. وَلِبَنِي الْأُمِّ، مَعَ بَنِي الْأَبِ وَالْأُمِّ. وَمَعَ بَنِي الْأَبِ، لِلْوَاحِدِ السُّدُسُ. وَلِلِاثْنَيْنِ فَصَاعِدًا الثُّلُثُ: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَى. هُمْ فِيهِ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ، سَوَاءٌ.

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے کہ پدری بہن بھائیوں کی میراث جب کہ ان کے ساتھ حقیقی بہن بھائی نہ ہوں تو ان کی میراث سگے بہن بھائیوں کی مانند ہے۔ ان کے مذکر اور مؤنث سگے بہن بھائیوں کے مذکر مؤنث کی مانند ہیں۔ مگر وہ مادری بہن بھائیوں کے ساتھ حقیقی بہن بھائیوں کی مانند شریک نہ ہوں گے۔ کیونکہ وہ ماں شریک نہیں ہیں۔ پس اگر حقیقی بہن بھائی اور پدری بہن بھائی جمع ہوں اور حقیقی بھائی بھی موجود ہو تو پدری اولاد کو کچھ نہیں ملتا۔ اور حقیقی بہن صرف ایک ہو یا زیادہ ہوں۔ اور ان کے ساتھ کوئی مذکر نہ ہوں تو حقیقی بہن کو $\frac{1}{2}$ ملے گا۔ اور پدری بہنوں کو $\frac{1}{6}$ ملے گا۔ اس طرح $\frac{2}{3}$ پورے ہو جائیں گے۔ اور اگر پدری بہنوں کے ساتھ کوئی مذکر ہو تو انہیں کوئی مقرر حصہ نہ ملے گا۔ اور مقرر شدہ حصوں والوں کو پہلے ان کے حصے دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد اگر کچھ بچ رہا تو پدری بہن بھائیوں کو مذکر کا دگنا اور مؤنث کا ایک کے حساب سے دیا جائے گا۔ اور اگر کچھ نہ بچا تو انہیں کچھ نہیں دیا جائے گا۔ اگر حقیقی بہنیں دو ہوں یا زیادہ ہوں تو انہیں $\frac{2}{3}$ دیا جائے گا۔ اور ان کے ساتھ پدری بہنوں کو کچھ نہ ملے گا۔ مگر یہ کہ ان کے ساتھ کوئی پدری بھائی ہو۔ اگر ان کے ساتھ پدری بھائی ہو تو پہلے ذوی الفروض کو ان کے حصے دیں گے، ان کے بعد اگر کچھ بچ گیا تو وہ پدری بھائی بہنوں کا ہے۔ مذکر کا دگنا اور مؤنث کا ایک حصہ۔ اور ان سے اگر کچھ نہ بچا تو ان کو کچھ نہیں ملے گا۔

مالکؒ نے کہا کہ مادری بہن بھائیوں کو حقیقی بہن بھائیوں کے ساتھ اور پدری بہن بھائیوں کے ساتھ ایک کو $\frac{1}{6}$ اور دو یا زیادہ

کو ⅓ ملے گا۔ مذکر کا حصہ مؤنث کے برابر ہو گا۔ یہ لوگ (ماں شریک ہونے کے باعث) مذکر مؤنث برابر ہوں گے۔

۷۔ بَابُ مِيرَاثِ الْجَدِّ

دادے کی میراث کا باب

۱۵۰۴۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ كَتَبَ إِلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ يَسْأَلُهُ عَنِ الْجَدِّ. فَكَتَبَ إِلَيْهِ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: إِنَّكَ كَتَبْتَ إِلَيَّ تَسْأَلُنِي عَنِ الْجَدِّ. وَاللَّهُ أَعْلَمُ. وَذَلِكَ مِمَّا لَمْ يَكُنْ يَقْضِي فِيهِ إِلَّا الْأُمَرَاءُ. يَعْنِي الْخُلَفَاءَ. وَقَدْ حَضَرْتُ الْخَلِيفَتَيْنِ قَبْلَكَ. يُعْطِيَانِهِ النِّصْفَ، مَعَ الْأَخِ الْوَاحِدِ. وَالثُّلُثَ، مَعَ الِاثْنَيْنِ. فَإِنْ كَثُرَتِ الْإِخْوَةُ، لَمْ يُنَقِّصُوهُ مِنَ الثُّلُثِ.

ترجمہ: زید بن ثابتؓ نے معاویہ بن ابی سفیانؓ کے خط کے جواب میں دادا کی میراث کے متعلق لکھا۔ آپ نے مجھ سے خط کے ذریعے سے دادا کی میراث کا سوال کیا ہے واللہ اعلم۔ اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا فیصلہ صرف خلفا نے کیا ہے۔ اور میں آپ سے پہلے دو خلفا (عمرؓ و عثمانؓ) کے سامنے حاضر تھا، جب انہوں نے ایک بھائی کی موجودگی میں دادا کو ½ دیا اور دو کی موجودگی میں ⅓ دیا تھا اور زیادہ بھائی بہنوں (سگے یا پدری) کی موجودگی میں اس کا حصہ ⅓ سے نہیں گھٹایا تھا۔ (اس مسئلے میں صحابہؓ کا بھی اختلاف ہے۔ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ اور دیگر صحابہؓ کی ایک جماعت نے دادا کو باپ کے قائم مقام ٹھہرایا ہے اور یہی ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔)

۱۵۰۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَرَضَ لِلْجَدِّ، الَّذِي يَفْرِضُ النَّاسُ لَهُ الْيَوْمَ.

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ نے دادا کو وہی حصہ دیا جو آج کل لوگ دیتے ہیں۔ (یہ اثر موطا امام محمدؒ کتاب الفرائض میں مروی ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہمارا مختار یہی ہے۔ یہی زید بن ثابتؓ کا قول ہے اور عامہ فقہا اسی پر ہیں۔ مگر ابوحنیفہؒ دادا کی میراث میں ابوبکر الصدیقؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کے قول کو اختیار کرتے تھے۔ اور دادا کی موجودگی میں بہن بھائیوں کی میراث کے قائل نہ تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں اہل مدینہ مختلف تھے۔)

۱۵۰۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ قَالَ: فَرَضَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، لِلْجَدِّ مَعَ الْإِخْوَةِ، الثُّلُثَ.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، وَالَّذِي أَدْرَكْتُ عَلَيْهِ أَهْلَ الْعِلْمِ بِبَلَدِنَا، أَنَّ الْجَدَّ

اَبَا الْاَبِ، لَا يَرِثُ مَعَ الْاَبِ دِنْيَا، شَيْئًا۔ وَهُوَ يُفْرَضُ لَهُ مَعَ الْوَلَدِ الذَّكَرِ، وَمَعَ ابْنِ الْاِبْنِ الذَّكَرِ السُّدُسُ فَرِيْضَةً۔ وَهُوَ فِيْمَا سِوٰى، مَا لَمْ يَتْرُكِ الْمُتَوَفّٰى اُمًّا اَوْ اُخْتًا لِاَبِيْهِ، يُبْدَاُ بِاَحَدٍ اِنْ شَرَّكَهُ بِفَرِيْضَةٍ مُسَمَّاةٍ۔ فَيُعْطَوْنَ فَرَائِضَهُمْ۔ فَاِنْ فَضَلَ مِنَ الْمَالِ السُّدُسُ فَمَا فَوْقَهُ فُرِضَ لِلْجَدِّ السُّدُسُ فَرِيْضَةً۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْجَدُّ، وَالْاِخْوَةُ لِلْاَبِ وَالْاُمِّ، اِذَا شَرَّكَهُمْ اَحَدٌ بِفَرِيْضَةٍ مُسَمَّاةٍ۔ يُبْدَاُ بِمَنْ شَرَّكَهُمْ مِنْ اَهْلِ الْفَرَائِضِ۔ فَيُعْطَوْنَ فَرَائِضَهُمْ۔ فَمَا بَقِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ لِلْجَدِّ وَالْاِخْوَةِ مِنْ شَيْءٍ، فَاِنَّهُ يُنْظَرُ، اَيُّ ذٰلِكَ اَفْضَلُ لِحَظِّ الْجَدِّ، اُعْطِيَهُ الثُّلُثُ مِمَّا بَقِيَ لَهُ وَلِلْاِخْوَةِ۔ اَوْ يَكُوْنُ بِمَنْزِلَةِ رَجُلٍ مِنَ الْاِخْوَةِ، فِيْمَا يَحْصُلُ لَهُ وَلَهُمْ، يُقَاسِمُهُمْ بِمِثْلِ حِصَّةِ اَحَدِهِمْ، اَوِ السُّدُسُ مِنْ رَاْسِ الْمَالِ كُلِّهِ۔ اَيُّ ذٰلِكَ كَانَ اَفْضَلَ لِحَظِّ الْجَدِّ، اُعْطِيَهُ الْجَدُّ۔ وَكَانَ مَا بَقِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ لِلْاِخْوَةِ لِلْاَبِ وَالْاُمِّ۔ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔ اِلَّا فِيْ فَرِيْضَةٍ وَاحِدَةٍ تَكُوْنُ قِسْمَتُهُمْ فِيْهَا عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ۔ وَتِلْكَ الْفَرِيْضَةُ: امْرَاَةٌ تُوُفِّيَتْ۔ وَتَرَكَتْ زَوْجَهَا، وَاُمَّهَا، وَاُخْتَهَا لِاُمِّهَا وَاَبِيْهَا، وَجَدَّهَا۔ فَلِلزَّوْجِ النِّصْفُ۔ وَلِلْاُمِّ الثُّلُثُ۔ وَلِلْجَدِّ السُّدُسُ۔ وَلِلْاُخْتِ لِلْاُمِّ وَالْاَبِ النِّصْفُ۔ ثُمَّ يُجْمَعُ سُدُسُ الْجَدِّ، وَنِصْفُ الْاُخْتِ، فَيُقْسَمُ اَثْلَاثًا۔ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔ فَيَكُوْنُ لِلْجَدِّ ثُلُثَاهُ۔ وَلِلْاُخْتِ ثُلُثُهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَمِيْرَاثُ الْاِخْوَةِ لِلْاَبِ مَعَ الْجَدِّ، اِذَا لَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ اِخْوَةٌ لِاَبٍ وَاُمٍّ، كَمِيْرَاثِ الْاِخْوَةِ لِلْاَبِ وَالْاُمِّ، سَوَاءٌ۔ ذَكَرُهُمْ كَذَكَرِهِمْ۔ وَاُنْثَاهُمْ كَاُنْثَاهُمْ۔ فَاِذَا اجْتَمَعَ الْاِخْوَةُ لِلْاَبِ وَالْاُمِّ، وَالْاِخْوَةُ لِلْاَبِ، فَاِنَّ الْاِخْوَةَ لِلْاَبِ وَالْاُمِّ۔ يُعَادُّوْنَ الْجَدَّ بِاِخْوَتِهِمْ لِاَبِيْهِمْ فَيَمْنَعُوْنَهُ بِهِمْ كَثْرَةَ الْمِيْرَاثِ بِعَدَدِهِمْ۔ وَلَا يُعَادُّوْنَهُ بِالْاِخْوَةِ لِلْاُمِّ۔ لِاَنَّهُ لَوْ لَمْ يَكُنْ مَعَ الْجَدِّ غَيْرُهُمْ، لَمْ يَرِثُوْا مَعَهُ شَيْئًا۔ وَكَانَ الْمَالُ كُلُّهُ لِلْجَدِّ۔ فَمَا حَصَلَ لِلْاِخْوَةِ مِنْ بَعْدِ حَظِّ

اَلْجَدِّ، فَإِنَّهُ يَكُوْنُ لِلْإِخْوَةِ مِنَ الْأَبِ وَالْأُمِّ دُوْنَ الْإِخْوَةِ لِلْأَبِ. وَلَا يَكُوْنُ لِلْإِخْوَةِ لِلْأَبِ مَعَهُمْ شَيْءٌ. إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ الْإِخْوَةُ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ امْرَأَةً وَاحِدَةً. فَإِنْ كَانَتِ امْرَأَةً وَاحِدَةً، فَإِنَّهَا تُعَادُّ الْجَدَّ بِإِخْوَتِهَا لِأَبِيْهَا، مَا كَانُوْا. فَمَا حَصَلَ لَهُمْ وَلَهَا مِنْ شَيْءٍ، كَانَ لَهَا دُوْنَهُمْ. مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ أَنْ تَسْتَكْمِلَ فَرِيْضَتَهَا. وَفَرِيْضَتُهَا النِّصْفُ مِنْ رَأْسِ الْمَالِ كُلِّهِ. فَإِنْ كَانَ فِيْمَا يُحَازُ لَهَا وَلِإِخْوَتِهَا لِأَبِيْهَا فَضْلٌ عَنْ نِصْفِ رَأْسِ الْمَالِ كُلِّهِ، فَهُوَ لِإِخْوَتِهَا لِأَبِيْهَا. لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ. فَإِنْ لَمْ يَفْضُلْ شَيْءٌ، فَلَا شَيْءَ لَهُمْ.

ترجمہ: سلیمان بن یسارؒ نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ اور عثمان بن عفانؓ اور زید بن ثابتؓ نے دادا کے لئے میّت کے بہن بھائیوں کی موجودگی میں $\frac{1}{3}$ مقرر کیا تھا۔ (گفتگو اُوپر ہو چکی)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اجماعی امر یہ ہے اور اسی پر میں نے اپنے شہر میں علما کو پایا ہے کہ دادا باپ کی موجودگی میں کچھ نہیں پا سکتا۔ اور جب صرف دادا ہو تو اس کے لئے میّت کی مذکر اولاد کے ساتھ اور پوتے سمیت $\frac{1}{6}$ بطور حصہ مقرر ہوگا۔ اور وہ ان بیٹوں اور پوتوں کے علاوہ بشرطیکہ میّت کوئی پدری بھائی یا پدری بہن نہ چھوڑے تو پہلے اس کو دیا جائے گا جس کا حصہ مقرر ہے اگر $\frac{1}{6}$ یا زیادہ مال بچ جائے تو دادا کا ہے۔ اور اگر اتنا نہ بچے تو باپ کو $\frac{1}{6}$ بطور فریضہ مقررہ ملے گا۔

مالکؒ نے کہا کہ دادا اور سگے بھائی بہن کے ساتھ جب کوئی مقررہ حصے والا شریک ہو۔ تو پہلے ان حصہ والوں کو ان کا حصہ دیں گے اس کے بعد جو کچھ دادا اور بھائی بہن کے لئے بچے گا تو دیکھا جائے گا۔ کہ مندرجہ ذیل تین صورتوں میں سے دادا کے لئے افضل کونسی ہے پس اُسے وہی ملے گی۔ ایک یہ کہ بقایا میں سے $\frac{1}{3}$ اس کا اور میّت کے بہن بھائیوں کا۔ دوسری یہ کہ وہ بھی بھائیوں میں سے ایک کی مانند ہے جو کچھ انہیں ملے گا یہ بھی ان کے ساتھ تقسیم کرے گا بحصہ مساوی۔ تیسری صورت یہ کہ کل مال میں سے $\frac{1}{6}$۔ دادا کے حصے کے لئے ان تین صورتوں میں سے جو بہتر ہوگی وہ اسے دی جائے گی۔ اس کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ حقیقی بہن بھائیوں کا ہوگا۔ مذکر کا حصہ مؤنث سے دُگنا۔ مگر ایک فریضہ اس سے مستثنیٰ ہے جس میں ان کی تقسیم اس کے سوا ہوگی۔ وہ یہ ہے کہ ایک عورت مر گئی اور اپنا خاوند، ماں، سگی بہن اور دادا چھوڑ گئی۔ پس خاوند کا $\frac{1}{2}$، ماں کا $\frac{1}{3}$، دادا کا $\frac{1}{6}$ اور سگی بہن کا $\frac{1}{2}$۔ پھر دادا کا $\frac{1}{6}$ اور بہن کا $\frac{1}{2}$ جمع کیا جائے گا۔ اور اثلاث کے حساب سے تقسیم کیا جائے گا۔ یعنی مذکر کا مؤنث سے دُگنا۔ پس دادا کے لئے $\frac{2}{3}$ اور بہن کے لئے $\frac{1}{3}$ ہوگا۔

مالکؒ نے کہا کہ پدری بھائی بہنوں کی میراث دادا کے ساتھ جب کہ ان کے ساتھ حقیقی بھائی بہن نہ ہوں، بالکل حقیقی بہن بھائیوں کی طرح ہے۔ مذکروں کی مذکروں جیسی اور مؤنثوں کی مؤنثوں جیسی۔ پس جب حقیقی اور پدری بھائی بہن جمع ہوں تو حقیقی بہن بھائی پدری بہن بھائیوں کے ساتھ شمار ہوتے ہیں۔ اور وہ دادا کو کثرتِ میراث سے روک دیتے ہیں، اپنی تعداد کے باعث۔ اور وہ مادری بہن بھائیوں کے ساتھ شمار ہو کر دادا کو نہیں روکتے۔ کیونکہ اگر دادا کے ساتھ صرف مادری بھائی بہن ہوں اور نہ ہوں تو انہیں میراث نہیں ملتی۔ اور سارا مال دادا کا ہوتا ہے۔ اور دادا کے بعد جو کچھ بہن بھائیوں کو حاصل ہو وہ حقیقی بہن بھائیوں کا ہے پدری کا نہیں۔ ان کے ساتھ پدری بہن بھائیوں کا کوئی حصہ نہیں۔ لیکن اگر سگی بہن صرف ایک ہو تو پھر پدری بھائی بہن بھی شمار ہو جاتے ہیں۔ خواہ ان کی تعداد کچھ بھی ہو۔

پس جو کچھ ان کو اور اس کو حاصل ہو وہ اسی کا ہوگا نہ کہ ان کا، حتیٰ کہ وہ اپنا حصّہ یعنی ½ پورا کرے۔ اور اس کا پورے مال سے یہی حصہ ہے
پس نصف راس المال سے جو کچھ بچے گا وہ پدری بہن بھائیوں کا ہے۔ مذکر کا مؤنث سے دُگنا ہے۔ اور اگر کوئی مال نہ بچے تو انہیں کچھ نہ ملے گا۔
(لیکن حنفی مسلک اس مسئلہ میں اوپر امام محمد بن الحسنؒ کے حوالہ سے بیان ہو چکا ہے۔)

۸- بَابُ مِيرَاثُ الْجَدَّةِ

نانی دادی کی میراث کا باب

۱۵۰۷- حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ خَرَشَةَ، عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَتِ الْجَدَّةُ إِلَى أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا. فَقَالَ لَهَا أَبُوْ بَكْرٍ: مَا لَكِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ شَيْءٌ. وَمَا عَلِمْتُ لَكِ فِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا. فَارْجِعِيْ حَتّٰى أَسْأَلَ النَّاسَ. فَسَأَلَ النَّاسَ. فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهَا السُّدُسَ. فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ؟ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيْرَةُ. فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ. ثُمَّ جَاءَتِ الْجَدَّةُ الْأُخْرٰى، إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا. فَقَالَ لَهَا: مَا لَكِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ شَيْءٌ. وَمَا كَانَ الْقَضَاءُ الَّذِيْ قُضِيَ بِهِ إِلَّا لِغَيْرِكِ. وَمَا أَنَا بِزَائِدٍ فِي الْفَرَائِضِ شَيْئًا. وَلٰكِنَّهُ ذٰلِكَ السُّدُسُ. فَإِنِ اجْتَمَعْتُمَا فَهُوَ بَيْنَكُمَا. وَأَيَّتُكُمَا خَلَتْ بِهِ فَهُوَ لَهَا.

ترجمہ: قبیصہ بن ذؤیبؒ نے کہا کہ (ایک میّت کی) نانی ابوبکر صدیقؓ کے پاس اپنی میراث طلب کرنے کو آئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس سے فرمایا کہ تیرے لئے اللہ کی کتاب میں کوئی میراث نہیں اور مجھے تیرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت سے بھی کسی چیز کا علم نہیں ہے۔ تُو واپس جا حتیٰ کہ میں لوگوں سے پوچھ لوں (مشورہ کرلوں) پس انہوں نے لوگوں سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا۔ جب کہ آپ نے نانی کو ⅙ دیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، کیا تیرے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔ (جو یہ گواہی دے) تو محمد بن مسلمہ انصاریؓ اُٹھے اور انہوں نے بھی مغیرہ بن شعبہؓ جیسی بات کہی۔ پس حضرت ابوبکر الصدیقؓ نے نانی کے لئے یہ حکم نافذ کر دیا۔ پھر دوسری جدّہ (دادی) حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس اپنی میراث طلب کرنے آئی۔ تو انہوں نے اس سے فرمایا کہ تیرے لئے اللہ کی کتاب میں کچھ نہیں اور جو فیصلہ پہلے ہوا تھا۔ وہ تیرے علاوہ کسی اور کے لئے تھا۔ اور میں حصوں میں کمی بیشی کرنے والا نہیں ہوں۔ لیکن وہ پہلا چھٹا حصہ ہی ہے۔ اگر تم دونوں اس میں اکٹھی ہو تو وہ تمہارے درمیان ہے (یعنی برابر برابر) اور تم میں سے جو بھی اسے اکیلی لے لے (دوسری مر چکی ہو) تو وہ اس کا ہے۔

شرح: یہ حدیث موطأ امام محمدؒ کی کتاب الفرائض میں مروی ہوئی ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ اگر نانی اور دادی جمع ہوں تو ½ دونوں کا ہے۔ اور اگر ایک ہی ہو تو وہ اس کا ہے۔ اور اس کی موجودگی میں اوپر والی جدہ پڑدادی یا پڑنانی اوپر تک وارث نہیں ہوتی۔ یہی ابو حنیفہ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ حافظ ابن حزم نے فرمایا کہ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔

۱۵۰۸۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، اَنَّهٗ قَالَ: اَتَتِ الْجَدَّتَانِ اِلٰى اَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ۔ فَاَرَادَ اَنْ يَجْعَلَ السُّدُسَ لِلَّتِيْ مِنْ قِبَلِ الْاُمِّ۔ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ: اَمَا اِنَّكَ تَتْرُكُ الَّتِيْ لَوْ مَاتَتْ وَهُوَ حَيٌّ، كَانَ اِيَّاهَا يَرِثُ۔ فَجَعَلَ اَبُوْ بَكْرٍ السُّدُسَ بَيْنَهُمَا۔

ترجمہ: القاسم بن محمدؒ نے کہا کہ نانی اور دادی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئیں تو انہوں نے چاہا کہ ⅙ اس کے لئے مقرر کریں جو ماں کی طرف سے (نانی) تھی، تو ایک انصاری بولا: آپ اسے چھوڑ رہے ہیں (دادی کو) کہ اگر وہ مرتی اور مرنے والا زندہ ہوتا تو وہی اس کا وارث ہوتا۔ پس ابوبکر الصدیقؓ نے ⅙ ان دونوں کو دے دیا۔ (یعنی نانی اور دادی کو)۔

شرح: یہ غالباً گزشتہ حدیث کے واقعہ کے علاوہ کوئی اور واقعہ ہے اور شاید حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ بقول بیہقیؒ ایک مرسل مسند کے ساتھ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے۔ زیر نظر اثر بھی مرسل ہے کیونکہ القاسمؒ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نہیں پایا۔

۱۵۰۹۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهٖ بْنِ سَعِيْدٍ، اَنَّ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ هِشَامٍ، كَانَ لَا يَفْرِضُ اِلَّا لِلْجَدَّتَيْنِ

قَالَ مَالِكٌ اَلْاَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، الَّذِيْ لَا اخْتِلَافَ فِيْهِ، وَالَّذِيْ اَدْرَكْتُ عَلَيْهِ اَهْلَ الْعِلْمِ بِبَلَدِنَا، اَنَّ الْجَدَّةَ اُمَّ الْاُمِّ، لَا تَرِثُ مَعَ الْاُمِّ دِنْيَا، شَيْئًا۔ وَهِيَ فِيْمَا سِوٰى۔ ذٰلِكَ يُفْرَضُ لَهَا السُّدُسُ، فَرِيْضَةً۔ وَاَنَّ الْجَدَّةَ اُمَّ الْاَبِ، لَا تَرِثُ مَعَ الْاُمِّ، وَلَا مَعَ الْاَبِ شَيْئًا۔ وَهِيَ فِيْ مَا سِوٰى ذٰلِكَ يُفْرَضُ لَهَا السُّدُسُ، فَرِيْضَةً۔ فَاِذَا اجْتَمَعَتِ الْجَدَّتَانِ، اُمُّ الْاَبِ وَاُمُّ الْاُمِّ، وَلَيْسَ لِلْمُتَوَفّٰى دُوْنَهُمَا اَبٌ وَلَا اُمٌّ۔ قَالَ مَالِكٌ: فَاِنِّيْ سَمِعْتُ اَنَّ اُمَّ الْاُمِّ، اِنْ كَانَتْ اَقْعَدَهُمَا، كَانَ لَهَا السُّدُسُ، دُوْنَ اُمِّ الْاَبِ۔ وَاِنْ كَانَتْ اُمُّ الْاَبِ اَقْعَدَهُمَا، اَوْ كَانَتَا فِي الْقُعْدَدِ مِنَ الْمُتَوَفّٰى بِمَنْزِلَةٍ سَوَاءٍ۔ فَاِنَّ السُّدُسَ بَيْنَهُمَا، نِصْفَانِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا مِيْرَاثَ لِاَحَدٍ مِنَ الْجَدَّاتِ۔ اِلَّا لِلْجَدَّتَيْنِ۔ لِاَنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَّثَ الْجَدَّةَ. ثُمَّ سَأَلَ أَبُوْبَكْرٍ عَنْ ذٰلِكَ. حَتّٰى أَتَاهُ الثَّبْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ وَرَّثَ الْجَدَّةَ. فَأَنْفَذَهُ لَهَا. ثُمَّ أَتَتِ الْجَدَّةُ الْأُخْرٰى إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. فَقَالَ لَهَا: مَا أَنَا بِزَائِدٍ فِي الْفَرَائِضِ شَيْئًا. فَإِنِ اجْتَمَعْتُمَا، فَهُوَ بَيْنَكُمَا. وَأَيَّتُكُمَا خَلَتْ بِهِ فَهُوَ لَهَا.

قَالَ مَالِكٌ: ثُمَّ لَمْ نَعْلَمْ أَحَدًا وَرَّثَ غَيْرَ جَدَّتَيْنِ. مُنْذُ كَانَ الْإِسْلَامُ إِلَى الْيَوْمِ.

ترجمہ: ابوبکر بن عبدالرحمٰنؒ بن الحارث بن ہشام نانی دادی کے علاوہ کسی اور (جدّہ) کو حصہ نہ دلواتے تھے۔
مالک نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں اور جس پر میں نے اپنے شہر کے اہل علم کو پایا کہ نانی کو ماں کی موجودگی میں کچھ نہیں ملتا اور اس صورت کے علاوہ (یعنی جب میّت کی ماں موجود نہ ہو) اس کا چھٹا حصہ مقرر ہے۔ اور دادی کو میّت کی ماں یا باپ کی موجودگی میں میراث نہیں ملتی۔ اور اس صورت کے سوا اس کا چھٹا حصّہ مقرر کیا جاتا ہے۔ اور نانی اور دادی دونوں موجود ہوں اور میّت کا باپ یا ماں زندہ نہیں، تو مالکؒ نے کہا کہ نانی اگر میّت سے دادی کی نسبت قریب تر ہو تو اسے چھٹا حصّہ ملے گا نہ کہ بعید دادی کو۔ اور اگر دادی قریب تر ہو یا دادی نانی قرب میں برابر ہوں، تو ۱/۶ ان دونوں میں نصفا نصف ہوگا۔ (قریب سے مراد یہ ہے کہ مثلاً ایک تو نانی ہو اور پڑدادی ہو تو نانی قریب تر ہے وعلیٰ ہذاالقیاس۔ اور اس مسئلہ پر عامہ فقہا و تابعین کا اتفاق ہے ایک جزئیہ میں مالکؒ مختلف ہیں کہ جمہور کے نزدیک دادی اور پڑنانی کی صورت میں دادی کا سُدس ہوگا۔)
مالکؒ نے کہا کہ دادی اور نانی کے سوا کسی اور جدّہ کی کوئی میراث نہیں۔ کیونکہ مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدّہ کو میراث دلوائی تھی۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے اس کے متعلق صحابہؓ سے پوچھا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پختہ دلیل مل گئی کہ آپؐ نے جدّہ کو میراث دلوائی تھی۔ تو ابوبکرؓ نے جدّہ کی میراث نافذ کی۔ پھر دوسری جدّہ (دادی) حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس آئی اور انہوں نے کہا کہ میں حصوں میں کوئی چیز بڑھا نہیں سکتا۔ پس اگر تم دونوں (نانی اور دادی) جمع ہو جاؤ تو ۱/۶ تم دونوں کا ہے۔ اگر صرف ایک ہو تو اس کا ہے۔ مالک نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ اسلام کی ابتدا سے آج تک کسی نے دادی نانی کے سوا کسی اور کو وراثت دی ہو۔

۹۔ بَابُ مِيْرَاثِ الْكَلَالَةِ

کلالہ کی میراث کا باب

۱۵۱۰۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَلَالَةِ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَكْفِيْكَ، مِنْ ذٰلِكَ، الْآيَةُ الَّتِيْ أُنْزِلَتْ فِي الصَّيْفِ، آخِرَ سُوْرَةِ النِّسَاءِ".

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، الَّذِيْ لَا اخْتِلَافَ فِيْهِ، وَالَّذِيْ أَدْرَكْتُ عَلَيْهِ أَهْلَ

الْعِلْمِ بِبَلَدِنَا، اَنَّ الْكَلَالَةَ عَلٰى وَجْهَيْنِ: فَاَمَّا الْاٰيَةُ الَّتِيْ اُنْزِلَتْ فِيْ اَوَّلِ سُوْرَةِ النِّسَاءِ الَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْهَا - وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلَالَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ، فَاِنْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ - فَهٰذِهِ الْكَلَالَةُ الَّتِيْ لَا يَرِثُ فِيْهَا الْاِخْوَةُ لِلْاُمِّ. حَتّٰى لَا يَكُوْنَ وَلَدٌ وَّلَا وَالِدٌ. وَاَمَّا الْاٰيَةُ الَّتِيْ فِيْ اٰخِرِ سُوْرَةِ النِّسَاءِ الَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْهَا - يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ اِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ -

قَالَ مَالِكٌ: فَهٰذِهِ الْكَلَالَةُ الَّتِيْ تَكُوْنُ فِيْهَا الْاِخْوَةُ عَصَبَةً، اِذَا لَمْ يَكُنْ وَلَدٌ، فَيَرِثُوْنَ مَعَ الْجَدِّ فِي الْكَلَالَةِ. فَالْجَدُّ يَرِثُ مَعَ الْاِخْوَةِ، لِاَنَّهٗ اَوْلٰى بِالْمِيْرَاثِ مِنْهُمْ. وَذٰلِكَ اَنَّهٗ يَرِثُ، مَعَ ذُكُوْرِ وَلَدِ الْمُتَوَفّٰى، السُّدُسَ. وَالْاِخْوَةُ لَا يَرِثُوْنَ، مَعَ ذُكُوْرِ وَلَدِ الْمُتَوَفّٰى، شَيْئًا. وَكَيْفَ لَا يَكُوْنُ كَاَحَدِهِمْ، وَهُوَ يَاْخُذُ السُّدُسَ مَعَ وَلَدِ الْمُتَوَفّٰى؟ فَكَيْفَ لَا يَاْخُذُ الثُّلُثَ مَعَ الْاِخْوَةِ، وَبَنُو الْاُمِّ يَاْخُذُوْنَ مَعَهُمُ الثُّلُثَ؟ فَالْجَدُّ هُوَ الَّذِيْ حَجَبَ الْاِخْوَةَ لِلْاُمِّ. وَمَنَعَهُمْ مَكَانُهُ الْمِيْرَاثَ. فَهُوَ اَوْلٰى بِالَّذِيْ كَانَ لَهُمْ. لِاَنَّهُمْ سَقَطُوْا مِنْ اَجْلِهِ. وَلَوْ اَنَّ الْجَدَّ لَمْ يَاْخُذْ ذٰلِكَ الثُّلُثَ، اَخَذَهٗ بَنُو الْاُمِّ. فَاِنَّمَا اَخَذَ مَا لَمْ يَكُنْ يَرْجِعُ اِلَى الْاِخْوَةِ لِلْاَبِ. وَكَانَ الْاِخْوَةُ لِلْاُمِّ هُمْ اَوْلٰى بِذٰلِكَ الثُّلُثِ مِنَ الْاِخْوَةِ لِلْاَبِ. وَكَانَ الْجَدُّ هُوَ اَوْلٰى بِذٰلِكَ مِنَ الْاِخْوَةِ لِلْاُمِّ.

ترجمہ: عمر بن الخطابؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلالہ کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس مسئلے میں تمہارے لئے وہ آیت کافی ہے جو موسم گرما میں سورۂ نساء کے آخر میں اُتری تھی۔

شرح: وہ آیت یہ ہے: يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ الخ

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں اور اسی پر میں نے اپنے شہر کے علما کو پایا ہے کہ کلالہ کی دو قسمیں ہیں۔ جو آیت کلالہ کے بارے میں سورہ نساء کے اوائل میں اُتری، اس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اگر مُورِث مرد کلالہ ہو یا عورت کلالہ ہو اور اس کی ایک بہن یا بھائی ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصّہ ہے اور اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ تیسرے حصے میں شریک ہیں۔ مالکؒ نے کہا کہ یہ کلالہ وہ ہے جس میں مادری بہن بھائی اس وقت تک وارث نہیں ہوتے، جب تک کہ اس کی اولاد یا والدین نہ ہوں۔ اور وہ آیت جو سورۂ نساء کے آخر میں ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، لوگ تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کوئی مرد مر جائے، جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کا حصّہ ترکے میں سے ½ ہے اور وہ مرد اس عورت کا وارث ہے اگر اس کی اولاد نہ ہو۔ اگر دو بہنیں ہوں تو ان کا ترکے میں سے ⅔ ہے۔ اور اگر مذکر و مؤنث بھائی بہن ہوں تو مرد کا حصہ عورت سے دُگنا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کھول کر بتاتا ہے مبادا تم گمراہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ یہ وہ کلالہ ہے جس میں بھائی بہن عصبہ ہوتے ہیں اور میت کی اولاد نہیں ہوتی۔ پس وہ کلالہ میں دادا سمیت وارث ہوتے ہیں۔

مالکؒ نے کہا کہ دادا میت کے بھائی بہنوں کے ساتھ وارث ہوتا ہے کیونکہ وہ میراث میں ان کی نسبت اقرب ہے اور یہ اس لئے کہ وہ مرنے والے کی نرینہ اولاد کے ساتھ ⅙ کا وارث ہے۔ درآنحالیکہ متوفیّ کے بیٹوں کے ساتھ بھائی بہن کوئی وراثت نہیں پاتے اور وہ ان میں سے کسی جیسا کیونکر نہ ہوگا، جب کہ وہ میت کی اولاد کے ساتھ ⅙ پاتا ہے۔ پس وہ بہن بھائیوں کے ساتھ ⅓ کیوں نہ پائے گا جب کہ مادری اولاد ان کے ساتھ ⅓ پاتی ہے؟ پس وہ دادا ہی ہے جس نے مادری بہن بھائیوں کو محجوب کیا ہے۔ اور اس کی موجودگی کے باعث انہیں میراث نہیں ملی۔ پس دادا اس میراث کا زیادہ حقدار ہے۔ جو اس کی عدم موجودگی میں ان کی تھی۔ کیونکہ وہ اس کے باعث ساقط ہوئے ہیں اور اگر دادا وہ ثلث نہ لیتا تو اسے مادری اولاد لیتی۔ اور اس نے وہ میراث لی ہے جو پدری بہن بھائیوں کو نہ ملتی اور مادری بہن بھائی اس ثلث کے بارے میں پدری بہن بھائیوں سے زیادہ حقدار تھے اور دادا ان مادری بہن بھائیوں سے زیادہ حقدار ہوا ہے۔ (یعنی مادری اولاد پدری اولاد کو محجوب کرتی ہے۔ اور دادا مادری اولاد کو محجوب کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دادا ان سب سے اَولیٰ ہے۔)

١٠۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَمَّةِ

پھوپھی کی میراث کا باب

١٥١١۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيِّ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، عَنْ مَوْلَى لِقُرَيْشٍ كَانَ قَدِيمًا يُقَالُ لَهُ ابْنُ مِرْسَى، أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. فَلَمَّا صَلَّى الظُّهْرَ، قَالَ: يَا يَرْفَا هَلُمَّ ذَلِكَ الْكِتَابَ، لِكِتَابٍ كَتَبَهُ فِي شَأْنِ الْعَمَّةِ. فَنَسْأَلَ عَنْهَا وَنَسْتَخْبِرَ فِيهَا. فَأَتَاهُ بِهِ يَرْفَا. فَدَعَا بِتَوْرٍ أَوْ قَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ، فَمَحَا ذَلِكَ الْكِتَابَ فِيهِ. ثُمَّ قَالَ: لَوْ رَضِيَكِ اللَّهُ وَارِثَةً، أَقَرَّكِ. لَوْ رَضِيَكِ اللَّهُ أَقَرَّكِ۔

ترجمہ: قریش کے ایک غلام ابنِ مرسیٰ نے کہا کہ میں حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس بیٹھا تھا جب انہوں نے ظہر کی نماز پڑھی، تو خادم سے کہا: اے یرفاء وہ خط لاؤ۔ یہ خط انہوں نے پھوپھی کے بارے میں لکھا تھا۔ اس میں پھوپھی کے متعلق کچھ سوال و جواب تھے۔ یرفاء وہ خط لایا تو حضرت عمرؓ نے دھات کا ایک پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا اور اس میں وہ خط مٹا دیا۔ پھر کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی تو وہ (وراثت میں) تجھے قائم رکھتا۔ (یہ اثر بعض الفاظ کے اختلاف کے ساتھ موطائے امام محمد میں بھی مروی ہے۔ شیخ الحدیث نے فرمایا کہ اس اثر کے الفاظ میں موطا کے نسخوں میں بہت اختلاف ہے۔)

۱۵۱۲۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ كَثِيرًا يَقُولُ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُولُ: عَجَبًا لِلْعَمَّةِ تُورَثُ وَلَا تَرِثُ۔

ترجمہ: محمد بن ابی بکر بن حزم نے بارہا اپنے باپ کو کہتے سُنا کہ حضرت عمر بن الخطاب فرماتے تھے۔ پھوپھی پر تعجب ہے کہ اس کے بھتیجے اس کے وارث ہوتے ہیں مگر وہ ان کی وارث نہیں ہوتی۔ (یہ اثر موطائے امام محمدؒ کے باب میراث العمۃ میں مروی ہے۔)

شرح: امام محمد بن الحسنؒ نے فرمایا کہ ہمارے خیال میں حضرت عمرؓ کی مراد اس قول سے یہ ہے کہ بھتیجا پھوپھی کی میراث میں حصہ دار ہے لیکن وہ اس کی وارث نہیں ہوتی۔ اور ہم کو عمر بن الخطابؓ، علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے کہا پھوپھی اور خالہ کی میراث یہ ہے کہ جب میت کا کوئی وارث ذوی الفروض اور عصبات میں سے نہ ہو تو خالہ کو ⅓ اور پھوپھی کو ⅔ ملتا ہے۔ اور ایک اور حدیث کو اہل مدینہ روایت کرتے ہیں اور اسے رَد نہیں کر سکتے کہ ثابت بن الدحداحؓ فوت ہو گیا اور اس کا کوئی وارث نہ تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بھتیجے ابولبابہ بن عبدالمنذرؓ کو اس کی میراث دی۔ اور ابن شہابؒ پھوپھی اور خالہ اور دیگر رشتہ داروں کے باعث میراث دیتے تھے اور وہ اہل مدینہ میں سب سے بڑے بڑے فقیہ اور علم روایت کے سب سے بڑے عالم تھے۔

زیر نظر اثر کے بارے میں علامہ ابن الترکمانی نے کہا ہے کہ یہ روایت دو طرح سے آتی ہے۔ ایک میں تو مجہول ہے۔ (ابن مرساہ یا ابن مرسیٰ — اور ابن حنظلہ زرقی بھی مجہول ہے۔)

۱۱۔ بَابُ مِيرَاثِ وَلَايَةِ الْعَصَبَةِ

عصبات کی میراث کا باب

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ، وَالَّذِي أَدْرَكْتُ عَلَيْهِ أَهْلَ الْعِلْمِ بِبَلَدِنَا، وَفِي وَلَايَةِ الْعَصَبَةِ، أَنَّ الْأَخَ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ، أَوْلَى بِالْمِيرَاثِ مِنَ الْأَخِ لِلْأَبِ۔ وَالْأَخُ لِلْأَبِ، أَوْلَى بِالْمِيرَاثِ مِنْ بَنِي الْأَخِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ۔ وَبَنُو الْأَخِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ، أَوْلَى مِنْ بَنِي الْأَخِ لِلْأَبِ۔ وَبَنُو الْأَخِ لِلْأَبِ، أَوْلَى بَنِي ابْنِ الْأَخِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ۔ وَبَنُو ابْنِ الْأَخِ لِلْأَبِ، أَوْلَى مِنَ الْعَمِّ أَخِي الْأَبِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ۔ وَالْعَمُّ أَخُو الْأَبِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ، أَوْلَى مِنَ الْعَمِّ أَخِي الْأَبِ لِلْأَبِ۔ وَالْعَمُّ

أَخُو الْأَبِ لِلْأَبِ، أَوْلَى مِنْ بَنِي الْعَمِّ أَخِي الْأَبِ وَالْأُمِّ. وَابْنُ الْعَمِّ لِلْأَبِ أَوْلَى مِنْ عَمِّ الْأَبِ أَخِي أَبِي الْأَبِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ.

قَالَ مَالِكٌ: وَكُلُّ شَيْءٍ سُئِلْتَ عَنْهُ مِنْ مِيرَاثِ الْعَصَبَةِ، فَإِنَّهُ عَلَى نَحْوِ هَذَا: انْسُبِ الْمُتَوَفَّى وَمَنْ يُنَازِعُ فِي وَلَايَتِهِ مِنْ عَصَبَتِهِ. فَإِنْ وَجَدْتَ أَحَدًا مِنْهُمْ يَلْقَى الْمُتَوَفَّى إِلَى أَبٍ لَا يَلْقَاهُ أَحَدٌ مِنْهُمْ إِلَى أَبٍ دُونَهُ. فَاجْعَلْ مِيرَاثَهُ لِلَّذِي يَلْقَاهُ إِلَى الْأَبِ الْأَدْنَى، دُونَ مَنْ يَلْقَاهُ إِلَى فَوْقِ ذَلِكَ. فَإِنْ وَجَدْتَهُمْ كُلَّهُمْ يَلْقَوْنَهُ إِلَى أَبٍ وَاحِدٍ يَجْمَعُهُمْ جَمِيعًا، فَانْظُرْ أَقْعَدَهُمْ فِي النَّسَبِ. فَإِنْ كَانَ ابْنَ أَبٍ فَقَطْ، فَاجْعَلِ الْمِيرَاثَ لَهُ دُونَ الْأَطْرَفِ. وَإِنْ كَانَ ابْنَ أَبٍ وَأُمٍّ. وَإِنْ وَجَدْتَهُمْ مُسْتَوِينَ، يَنْتَسِبُونَ مِنْ عَدَدِ الْآبَاءِ إِلَى عَدَدٍ وَاحِدٍ. حَتَّى يَلْقَوْا نَسَبَ الْمُتَوَفَّى جَمِيعًا. وَكَانُوا كُلُّهُمْ جَمِيعًا بَنِي أَبٍ وَأُمٍّ. فَاجْعَلِ الْمِيرَاثَ بَيْنَهُمْ سَوَاءً. وَإِنْ كَانَ وَالِدُ بَعْضِهِمْ أَخَا وَالِدِ الْمُتَوَفَّى لِلْأَبِ وَالْأُمِّ، وَكَانَ مَنْ سِوَاهُ مِنْهُمْ إِنَّمَا هُوَ أَخُو أَبِي الْمُتَوَفَّى لِأَبِيهِ فَقَطْ، فَإِنَّ الْمِيرَاثَ لِبَنِي أَخِي الْمُتَوَفَّى لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ، دُونَ بَنِي الْأَخِ لِلْأَبِ. وَذَلِكَ أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ: وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْجَدُّ أَبُو الْأَبِ، أَوْلَى مِنْ بَنِي الْأَخِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ، وَأَوْلَى مِنَ الْعَمِّ أَخِي الْأَبِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ بِالْمِيرَاثِ. وَابْنُ الْأَخِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ، أَوْلَى مِنَ الْجَدِّ بِوَلَاءِ الْمَوَالِي.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ امر اجماعی ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں اور میں نے اپنے شہر کے اہل علم کو اسی پر پایا ہے کہ عصبات کی ترتیب یوں ہے۔ سگا بھائی پدری بھائی سے میراث کا زیادہ حقدار ہے اور پدری بھائی سگے بھتیجوں سے زیادہ حقدار ہے۔ سگے بھتیجے پدری بھتیجوں سے قریب تر ہیں۔ اور پدری بھتیجے سگے بھتیجوں کی اولاد سے قریب تر ہیں۔ اور پدری بھتیجوں کی اولاد چچا سے قریب تر ہے۔ جو سگے باپ کا بھائی ہو۔ اور پدری بھائی سگے چچاؤں کی اولاد سے قریب تر ہیں۔ اور پدری چچا کی اولاد سگے دادا کے بھائی سگے چچاؤں سے قریب ہیں۔ مالکؒ نے کہا کہ عصبات کی میراث کے بارے میں تم سے جو سوال بھی کیا جائے وہ اسی طرح پر ہے۔ متوفیؒ کا نسب دیکھو اور اس کے عصبات میں سے جو اس کے قرب کا مدعی ہے، اس کا نسب دیکھو۔ اگر تم ان میں سے کسی کو متوفیؒ کے ساتھ قریب تر باپ میں ملتا دیکھو تو میراث اسی کی ہے نہ کہ اس کی، جو دور والے باپ میں جا کر ملتا ہو۔ اگر تم ان سب کو ایک ہی باپ میں ملتا دیکھو کہ نسب میں قریب تر کون ہے۔ پس اگر فقط ایک پدری بھائی ہو تو اسے میراث دو

نہ کہ بعید ترکو، اگرچہ وہ حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر تو انہیں پائے کہ وہ برابر ہیں، آباء کی تعداد سے ایک ہی باپ کی طرف منسوب ہیں، حتیٰ کہ سب متوفی کے نسب سے جا کر ملتے ہیں اور وہ سب پدری اولاد ہے یا حقیقی بھائی ہیں تو میراث کو ان کے درمیان تقسیم کر۔ اور اگر ان میں سے بعض کا والد متوفی کا حقیقی بھائی تھا اور دوسرے کا والد صرف متوفی کا پدری بھائی تھا تو میراث متوفی کے سگے بھائی کی اولاد کی ہے نہ کہ پدری بھائی کی اولاد کی۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور رشتہ دار اللہ کی کتاب میں بعض بعضوں سے قریب تر ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

مالک نے کہا کہ حقیقی دادا سگے بھتیجوں سے قریب تر ہے اور سگے چچا سے بھی قریب تر ہے۔ اور حقیقی بھائی کا بیٹا اس دادا سے قریب تر ہے، آزاد شدہ غلاموں کی ولاء کے بارے میں۔

۱۲- بَابُ مَنْ لَا مِيْرَاثَ لَهُ

جسے میراث نہیں ملتی اس کا بیان

اس سے مراد ذوی الارحام کی میراث ہے جس میں ائمہ فقہ کے درمیان اختلاف ہے۔

قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، الَّذِيْ لَا اخْتِلَافَ فِيْهِ، وَالَّذِيْ اَدْرَكْتُ عَلَيْهِ اَهْلَ الْعِلْمِ بِبَلَدِنَا: اَنَّ ابْنَ الْاَخِ لِلْاُمِّ، وَالْجَدَّ اَبَا الْاُمِّ، وَالْعَمَّ اَخَا الْاَبِ لِلْاُمِّ، وَالْخَالَ وَالْجَدَّةَ اُمَّ اَبِي الْاُمِّ، وَابْنَةَ الْاَخِ لِلْاَبِ وَالْاُمِّ، وَالْعَمَّةَ، وَالْخَالَةَ، لَا يَرِثُوْنَ بِاَرْحَامِهِمْ شَيْئًا۔

قَالَ: وَاِنَّهُ لَا تَرِثُ امْرَاَةٌ، هِيَ اَبْعَدُ نَسَبًا مِنَ الْمُتَوَفّٰى، مِمَّنْ سُمِّيَ فِيْ هٰذَا الْكِتٰبِ بِرَحِمِهَا شَيْئًا۔ وَاِنَّهُ لَا يَرِثُ اَحَدٌ مِنَ النِّسَاءِ شَيْئًا۔ اِلَّا حَيْثُ سُمِّيْنَ۔ وَاِنَّمَا ذَكَرَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ: مِيْرَاثَ الْاُمِّ مِنْ وَلَدِهَا، وَمِيْرَاثَ الْبَنَاتِ مِنْ اٰبِيْهِنَّ، وَمِيْرَاثَ الزَّوْجَةِ مِنْ زَوْجِهَا، مِيْرَاثَ الْاَخَوَاتِ لِلْاَبِ وَالْاُمِّ، وَمِيْرَاثَ الْاَخَوَاتِ لِلْاَبِ، وَمِيْرَاثَ الْاَخَوَاتِ لِلْاُمِّ۔ وَوَرِثَتِ الْجَدَّةُ بِالَّذِيْ جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا۔ وَالْمَرْاَةُ تَرِثُ مَنْ اَعْتَقَتْ هِيَ نَفْسُهَا۔ لِاَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ فِيْ كِتَابِهِ۔ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ۔

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں اور جس پر میں نے اپنے شہر کے اہل علم کو پایا کہ مادری بھائی کا بیٹا اور نانا کا بھائی اور ماموں اور نانے کی ماں اور سگے بھائی کی بیٹی اور پھوپھی اور خالہ اپنے رشتوں کی بنا پر وارث نہیں ہوتے۔ (ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں، جن کا کوئی مقررشدہ حصہ نہیں اور نہ وہ عصبات ہیں۔ امام احمدؒ، حنفیہ، شریحؒ، عمر

بن عبدالعزیز، عطاءؒ، طاؤسؒ، علقمہؒ اور مسروقؒ نے انہیں ذوی الفروض اور عصبات کی عدم موجودگی میں میراث دلوائی ہے۔ یہی عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، ابو عبیدہ بن الجراح، معاذ بن الجبلؓ اور ابوالدرداءؓ سے مروی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ متوفی سے بعید تر نسب والی کوئی عورت، جیسا کہ اس کتاب میں بیان ہوا ہے، اپنے رشتے کی بنا پر وارث نہیں ہے اور کوئی عورت وارث نہیں، مگر جہاں جہاں کتاب وسنت میں مذکور ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بتایا ہے کہ اولاد سے ماں کو کیا حصّہ ملتا ہے۔ لڑکیوں کو باپ سے کیا ملتا ہے۔ بیوی کو خاوند سے کیا ملتا ہے۔ سگی بہنوں کو، پدری بہنوں کو اور مادری بہنوں کو کیا حصّہ ملتا ہے۔ اور نانی دادی کی میراث اس حدیث کی بنا پر ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آئی ہے۔ اور عورت اس غلام کی وارث ہوتی ہے، جسے وہ خود آزاد کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا، پس وہ تمہارے دینی بھائی اور موالی ہیں۔

۱۲۔ بَابُ مِيرَاثِ اَهْلِ الْمِلَلِ

مختلف مذاہب کی میراث کا بیان

۱۵۱۳۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ"

ترجمہ: اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلم کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ (اور اسی طرح اس کا عکس بھی نہیں ہوسکتا۔ یہ حدیث موطائے امام محمدؒ میں باب لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ کے اندر وارد ہوئی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ مسلم کافر اور کافر مسلم کا وارث نہیں ہے۔ اور کفر ایک ہی ملّت ہے جس کے ساتھ وہ (کافر) باہم وارث ہیں۔ اگرچہ ان کے مذاہب مختلف ہوں۔ یہودی عیسائی کا اور عیسائی یہودی کا وارث ہے۔ یہی امام ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔

۱۵۱۴۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ: إِنَّمَا وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ عَقِيلٌ وَطَالِبٌ. وَلَمْ يَرِثْهُ عَلِيٌّ. قَالَ: فَلِذٰلِكَ تَرَكْنَا نَصِيبَنَا مِنَ الشِّعْبِ.

ترجمہ: علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (زین العابدین) نے بتایا کہ ابوطالب کے وارث عقیل اور طالب ہوئے تھے اور علیؓ اس کے وارث نہ ہوئے۔ علیؓ نے کہا، اسی لئے ہم نے شعب میں سے اپنا حصہ ترک کر دیا تھا۔ (آخری فقرے کے بغیر یہ اثر موطائے محمدؒ میں مروی ہے۔)

شرح: ابوطالب کی موت نبوت کے دسویں سال ہوئی تھی۔ عقیلؓ جنگ بدر کے بعد فتح مکّہ کے وقت اسلام لائے تھے اور طالب جنگ بدر سے قبل مرگیا تھا۔ ابوطالب کا نام عبدِ مناف تھا۔ طالب اپنے باپ کا سب سے بڑا لڑکا تھا جو عقیلؓ سے دس سال بڑا تھا۔

اور عقیلؓ علیؓ سے دس برس بڑا تھا۔ ابوطالب کی موت کا کفر پر ہونا بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے صراحت و وضاحت کے ساتھ لکھا ہے اور وہ حدیث نسائی اور ابن خزیمہ میں سند صحیح سے وارد ہے۔ شِعب سے مراد شعب ابوطالب کے وہ مکانات ہیں جو ابوطالب کی ملک میں تھے۔ انہیں بروئے حدیث صحیح عقیل نے فتح مکہ سے قبل فروخت کر ڈالا تھا۔

۱۵۱۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الْأَشْعَثِ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَمَّةً لَهُ يَهُودِيَّةً أَوْ نَصْرَانِيَّةً تُوُفِّيَتْ. وَأَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الْأَشْعَثِ ذَكَرَ ذٰلِكَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. وَقَالَ لَهُ: مَنْ يَرِثُهَا؟ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، يَرِثُهَا أَهْلُ دِينِهَا. ثُمَّ أَتَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَسَأَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ. فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ: أَتَرَانِي نَسِيتُ مَا قَالَ لَكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ؟ يَرِثُهَا أَهْلُ دِينِهَا۔

ترجمہ: محمد بن الاشعث کی ایک پھوپھی جو یہودی یا عیسائی تھی، مرگئی۔ محمد بن الاشعث نے اس کا ذکر حضرت عمر بن الخطابؓ سے کیا اور پوچھا کہ اس کا وارث کون ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اس کے وارث اس کے ہم مذہب ہیں۔ پھر وہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس (ان کی خلافت کے دور میں) آیا اور ان سے یہی سوال کیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا، کیا تیرے خیال میں میں وہ بات بھول چکا ہوں جو حضرت عمر بن الخطابؓ نے تجھ سے کہی تھی؟ اس کے وارث اس کے ہم مذہب ہیں۔

۱۵۱۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي حَكِيمٍ، أَنَّ نَصْرَانِيًّا أَعْتَقَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، هَلَكَ. قَالَ إِسْمَاعِيلُ: فَأَمَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَنْ أَجْعَلَ مَالَهُ فِي بَيْتِ الْمَالِ۔

ترجمہ: اسمٰعیل بن ابی حکیم (عمر ثانی کا کاتب) سے روایت ہے کہ ایک نصرانی جسے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے آزاد کیا تھا۔ مرگیا۔ اسمٰعیل نے کہا کہ مجھے عمر بن عبدالعزیزؒ نے حکم دیا کہ اس کا ترکہ بیت المال میں جمع کر دوں۔ (عمر بن عبدالعزیز گو اس کے ولی تھے مگر اس کے کفر کے باعث اس کی وراثت نہ لے سکے۔)

۱۵۱۷۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الثِّقَةِ عِنْدَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ: أَبَى عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ أَنْ يُوَرِّثَ أَحَدًا مِنَ الْأَعَاجِمِ. إِلَّا أَحَدًا وُلِدَ فِي الْعَرَبِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنْ جَاءَتِ امْرَأَةٌ حَامِلٌ مِنْ أَرْضِ الْعَدُوِّ، فَوَضَعَتْهُ فِي أَرْضِ الْعَرَبِ، فَهُوَ وَلَدُهَا، يَرِثُهَا إِنْ مَاتَتْ. وَتَرِثُهُ إِنْ مَاتَ، مِيرَاثَهَا فِي كِتَابِ اللهِ۔

قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، وَالسُّنَّةُ الَّتِي لَا اخْتِلَافَ فِيهَا، وَالَّذِي اَدْرَكْتُ عَلَيْهِ اَهْلَ الْعِلْمِ بِبَلَدِنَا: اَنَّهُ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، بِقَرَابَةٍ، وَلَا وَلَاءٍ، وَلَا رَحِمٍ. وَلَا يَحْجُبُ اَحَدًا عَنْ مِيرَاثِهِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَكَذٰلِكَ كُلُّ مَنْ لَا يَرِثُ، اِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهُ وَارِثٌ. فَاِنَّهُ لَا يَحْجُبُ اَحَدًا عَنْ مِيرَاثِهِ۔

ترجمہ: سعید بن المسیّب کہتے تھے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے عجمیوں میں سے کسی کو دوسرے کا وارث بنانے سے انکار کیا مگر وہ جس کی پیدائش عرب میں ہوئی تھی۔ (اس اثر کو امام محمدؒ نے موطا کے باب میراث الحمیل میں روایت کیا ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے کہا کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ جس بچے کو قیدی بنا کر لایا جائے اور اس کے ساتھ ایک عورت بھی قید ہو۔ وہ کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے یا کہے کہ میرا بھائی ہے یا بچہ کہے کہ یہ میری بہن ہے۔ اور انساب میں سے محض دعویٰ سے کوئی نسب وراثت کو لازم نہیں کرتا سوائے باپ اور بیٹے کے۔ پس جب باپ کہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اور بیٹا اس کی تصدیق کرے۔ تو وہ واقعی اس کا بیٹا ہوگا۔ اس معاملے میں کسی گواہی کی ضرورت نہیں۔ مگر یہ کہ لڑکا غلام ہو اور اس کا آقا اس کی تکذیب کر دے۔ تو جب تک وہ غلام رہے گا، اسے اس باپ کا بیٹا شمار نہیں کیا جائے گا، جب تک کہ آقا اس کی تصدیق نہ کر دے۔ اور عورت جب بچے کا دعویٰ کرے اور ایک آزاد مسلم عورت گواہی دے کہ اس نے اسے جنا تھا اور لڑکا بھی اس کی تصدیق کرے، جب کہ وہ آزاد ہو، تو وہ واقعی اس کا بیٹا ہے۔ یہی ابو حنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر دشمن کی سرزمین سے (دار الحرب سے) ایک عورت حاملہ ہونے کی صورت میں آئے اور عرب میں (دار الاسلام میں) بچہ جنے تو وہ اس کی اولاد ہے۔ ایک دوسرے کی موت کے بعد وہ وارث ہیں۔ کتاب اللہ کے حکم کے مطابق ان کی میراث ہوگی۔ (بلاد عرب سے مراد یہاں دار الاسلام ہے کہ اس وقت وہی مرکز حکومت اور مسلمانوں کے ملک تھے۔ ہر دار الاسلام کا یہی حکم ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے اور ایسی سنت ہے جس میں کوئی اختلاف ہمارے نزدیک نہیں اور اسی پر میں نے اپنے شہر کے علماء کو پایا کہ مسلم کافر کا وارث نہیں، نہ قرابت سے، نہ ولاء سے، نہ ددھ کے رشتے سے، اور نہ کوئی کسی کو اس کی میراث سے محجوب کر سکتا ہے (کیونکہ جو شخص بالفعل یا بالقوۃ وارث نہ ہو، وہ کسی اور کا حاجب نہیں ہو سکتا۔)

۱۴۔ بَابُ مَنْ جَهِلَ اَمْرُهُ بِالْقَتْلِ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ

جن مُردوں کی موت کی تقدیم و تاخیر معلوم نہ ہو، ان کا بیان

۱۵۱۸۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ عُلَمَائِهِمْ: اَنَّهُ لَمْ يَتَوَارَثْ مَنْ قُتِلَ يَوْمَ الْجَمَلِ. وَيَوْمَ صِفِّينَ. وَيَوْمَ الْحَرَّةِ. ثُمَّ كَانَ يَوْمُ قُدَيْدٍ

فَلَمْ يُوَرَّثْ أَحَدٌ مِنْهُمْ مِنْ صَاحِبِهِ شَيْئًا. إِلَّا مَنْ عُلِمَ أَنَّهُ قُتِلَ قَبْلَ صَاحِبِهِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَذٰلِكَ الْأَمْرُ الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ. وَلَا شَكَّ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِبَلَدِنَا۔ وَكَذٰلِكَ الْعَمَلُ فِي كُلِّ مُتَوَارِثَيْنِ هَلَكَا، بِغَرَقٍ، أَوْ قَتْلٍ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْمَوْتِ. إِذَا لَمْ يُعْلَمْ أَيُّهُمَا مَاتَ قَبْلَ صَاحِبِهِ، لَمْ يَرِثْ أَحَدٌ مِنْهُمَا مِنْ صَاحِبِهِ شَيْئًا. وَكَانَ مِيرَاثُهُمَا لِمَنْ بَقِيَ مِنْ وَرَثَتِهِمَا. يَرِثُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَرَثَتُهُ مِنَ الْأَحْيَاءِ۔

وَقَالَ مَالِكٌ: لَا يَنْبَغِي أَنْ يَرِثَ أَحَدٌ أَحَدًا بِالشَّكِّ. وَلَا يَرِثُ أَحَدٌ أَحَدًا إِلَّا بِالْيَقِينِ مِنَ الْعِلْمِ، وَالشُّهَدَاءِ. وَذٰلِكَ أَنَّ الرَّجُلَ يَهْلِكُ هُوَ وَمَوْلَاهُ الَّذِي أَعْتَقَهُ أَبُوهُ، فَيَقُولُ بَنُو الرَّجُلِ الْعَرَبِيِّ: قَدْ وَرِثَهُ أَبُونَا. فَلَيْسَ ذٰلِكَ لَهُمْ أَنْ يَرِثُوهُ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا شَهَادَةٍ. إِنَّهُ مَاتَ قَبْلَهُ۔ وَإِنَّمَا يَرِثُهُ أَوْلَى النَّاسِ بِهِ مِنَ الْأَحْيَاءِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَمِنْ ذٰلِكَ أَيْضًا الْأَخَوَانِ لِلْأَبِ وَالْأُمِّ. يَمُوتَانِ. وَلِأَحَدِهِمَا وَلَدٌ. وَالْآخَرُ لَا وَلَدَ لَهُ. وَلَهُمَا أَخٌ لِأَبِيهِمَا، فَلَا يُعْلَمُ أَيُّهُمَا مَاتَ قَبْلَ صَاحِبِهِ. فَمِيرَاثُ الَّذِي لَا وَلَدَ لَهُ، لِأَخِيهِ لِأَبِيهِ. وَلَيْسَ لِبَنِي أَخِيهِ، لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ، شَيْءٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَمِنْ ذٰلِكَ أَيْضًا أَنْ تَهْلِكَ الْعَمَّةُ وَابْنُ أَخِيهَا، أَوِ ابْنَةُ الْأَخِ وَعَمُّهَا، فَلَا يُعْلَمُ أَيُّهُمَا مَاتَ قَبْلُ. فَإِنْ لَمْ يُعْلَمْ أَيُّهُمَا مَاتَ قَبْلُ، لَمْ يَرِثِ الْعَمُّ مِنِ ابْنَةِ أَخِيهِ شَيْئًا. وَلَا يَرِثُ ابْنُ الْأَخِ مِنْ عَمَّتِهِ شَيْئًا۔

ترجمہ: ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن اور کئی علماء سے روایت ہے کہ جنگِ جمل، جنگِ صفین اور جنگِ حرّہ کے مقتولوں میں باہم وراثت تقسیم نہ کی گئی۔ پھر قدیم کی جنگ ہوئی تو ان میں سے بھی کوئی کسی کا وارث نہ بنایا گیا۔ مگر وہ جن کے متعلق علم تھا کہ وہ دوسرے سے پہلے یا بعد میں، قتل ہوا۔ (جنگِ جمل ۳۶ھ میں، جنگ صفین ۳۷ھ میں، جنگ حرّہ ۶۳ھ میں اور واقعہ قُدَید ۱۲۸ھ میں پیش آیا۔)

مالکؒ نے کہا کہ یہی وہ امر ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں اور ہمارے شہر کے اہل علم کو اس میں کوئی شک نہیں۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک ہر دو وراثت لینے دینے والوں کے متعلق اسی پر عمل ہے۔ جو غرق ہو کر یا قتل سے یا ہدم وغیرہ سے ہلاک ہوں۔ جب کہ یہ معلوم نہ ہو کہ ان میں سے پہلے کون مرا تھا۔ پس جب معلوم نہ ہو کہ پہلے کون مرا تھا تو ان میں سے ایک دوسرے

کا وارث نہیں ہونا۔ اور ان کی میراث ان کے باقی وارثوں کی ہے۔ ان کے زندہ وارث ان کی وراثت لیں گے۔

مالکؒ نے کہا کہ یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص شک کے ساتھ کسی کا وارث بن جائے اور کوئی کسی کا وارث سوائے یقین کے اور شہادت کے نہیں ہو سکتا۔ اور یہ اس لئے کہ آدمی خود اور وہ جس کو اس کے باپ نے آزاد کیا تھا، ہلاک ہو جائے۔ پھر اس عربی شخص کے بیٹے کہیں کہ ہمارا باپ اس آزاد کردہ غلام کا وارث تھا۔ تو ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ علم کے بغیر اور اس شہادت کے بغیر کہ وہ اس سے پہلے مرا تھا، اس کے وارث نہیں ہو سکتے۔ اس کے وارث وہ ہوں گے جو زندوں میں سے اس کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔

مالکؒ نے کہا کہ اس کی مثال یہ بھی ہے کہ دو سگے بھائی مر جائیں۔ ان میں سے ایک کی اولاد ہو اور دوسرے کی اولاد نہ ہو۔ اور ان کا ایک پدری بھائی ہو۔ اور یہ نہ معلوم ہو کہ ان میں سے پہلے کون مرا تھا۔ پس لاولد کی میراث پدری بھائی کے لئے ہے اور اس کے حقیقی بھائی کی اولاد کو کچھ نہیں مل سکتا۔

مالکؒ نے کہا کہ اس کی مثال یوں ہے کہ پھوپھی اور اس کا بھتیجا اکٹھے مر جائیں یا بھتیجی اور اس کا چچا مر جائیں اور یہ نہ پتہ ہو کہ کون پہلے مرا تھا تو چچا بھتیجی کا وارث نہیں اور نہ بھتیجا اپنی پھوپھی کا وارث ہے۔

۱۵۔ بَابُ مِيْرَاثِ وَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ وَوَلَدِ الزِّنَا

لعان کرنے والی عورت کی اولاد اور ولد الزنا کی میراث

۱۵۱۹۔ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِكٍ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ كَانَ يَقُوْلُ فِیْ وَلَدِ الْمُلَاعَنَةِ وَوَلَدِ الزِّنَا: اِنَّهٗ اِذَا مَاتَ وَرِثَتْهُ اُمُّهٗ، حَقَّهَا فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ وَاِخْوَتُهٗ لِاُمِّهٖ حُقُوْقَهُمْ۔ وَيَرِثُ الْبَقِيَّةَ، مَوَالِیْ اُمِّهٖ۔ اِنْ كَانَتْ مَوْلَاةً۔ وَاِنْ كَانَتْ عَرَبِيَّةً، وَرِثَتْ حَقَّهَا۔ وَوَرِثَ اِخْوَتُهٗ لِاُمِّهٖ حُقُوْقَهُمْ۔ وَكَانَ مَا بَقِیَ لِلْمُسْلِمِيْنَ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَبَلَغَنِیْ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ مِثْلُ ذٰلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَعَلٰی ذٰلِكَ اَدْرَكْتُ اَهْلَ الْعِلْمِ بِبَلَدِنَا۔

ترجمہ: مالک کو خبر پہنچی ہے کہ عروہ بن زبیرؓ لعان کرنے والی عورت کی اولاد اور ولد الزنا کے متعلق کہتے تھے کہ جب وہ مر جائے تو اس کی وارث اس کی ماں ہے کتاب اللہ میں اپنے حق کے مطابق۔ اور اس کے مادری بھائی بہن اپنے حقوں کے مطابق حقدار ہیں۔ جو مال بچ جائے وہ مسلمانوں کا ہے۔ (یعنی بیت المال میں داخل کیا جائے گا۔

مالکؒ نے کہا کہ مجھ کو سلیمان بن یسار سے بھی ایسی ہی خبر پہنچی ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ میں نے اپنے شہر کے علما کی یہی رائے پائی ہے۔

كِتَابُ الْعُقُولِ

عقول عقل کی جمع ہے جس کا معنی دیت ہے۔ موطا امام محمدؒ میں کتاب الدیات کا عنوان ہے۔

١۔ بَابُ ذِكْرِ الْعُقُولِ

عقول کے ذکر کا باب

١٥٢٠۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ فِي الْكِتَابِ الَّذِي كَتَبَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ فِي الْعُقُولِ: أَنَّ فِي النَّفْسِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ۔ وَفِي الْأَنْفِ، إِذَا أُوعِيَ جَدْعًا، مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ۔ وَفِي الْمَأْمُومَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ۔ وَفِي الْجَائِفَةِ مِثْلُهَا۔ وَفِي الْعَيْنِ خَمْسُونَ۔ وَفِي الْيَدِ خَمْسُونَ۔ وَفِي الرِّجْلِ خَمْسُونَ۔ وَفِي كُلِّ أُصْبُعٍ مِمَّا هُنَالِكَ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ۔ وَفِي السِّنِّ خَمْسٌ۔ وَفِي الْمُوضِحَةِ خَمْسٌ۔

ترجمہ: ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزمؒ نے کہا کہ جو خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزمؓ کے لئے دیات کے بارے میں لکھا تھا۔ اس میں یہ تھا کہ جان کے قتل (خطا) میں سو اونٹ ہیں۔ جب پوری ناک کاٹی جائے تو اس میں سو اونٹ ہیں۔ دماغ کی جھلی تک پہنچنے والے زخم میں دیت کا ⅓ ہے اور پیٹ کے اندر تک پہنچنے والے زخم میں بھی اسی طرح ⅓ دیت ہے۔ اور آنکھ میں پچاس اونٹ ہیں اور ایک ہاتھ میں پچاس اور ایک پاؤں میں پچاس اور ہر ایک انگلی میں (ہاتھ یا پاؤں کی) دس اونٹ اور ایک دانت میں پانچ اور ہڈی کو ننگا کرنے والے زخم میں پانچ اونٹ ہیں۔

شرح: اس حدیث میں امام محمدؒ نے موطا کی کتاب الدیات میں روایت کیا ہے اور کہا کہ یہی سب احکام ہمارے مختار ہیں اور یہی ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ دیت کے مسئلہ میں بنیاد اونٹ ہیں۔ حضورؐ کا یہ خط بقول امام شافعیؒ ایک ثابت شدہ خط ہے۔ عمرو بن حزم انصاری حضورؐ کی طرف سے نجران کے حاکم تھے۔

۲۔ بَابُ الْعَمَلِ فِي الدِّيَةِ

دیت کی ادائیگی کا باب

۱۵۲۱۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ أَنَّهُ بَلَغَهُ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَوَّمَ الدِّيَةَ عَلَى أَهْلِ الْقُرَى. فَجَعَلَهَا عَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفَ دِينَارٍ. وَعَلَى أَهْلِ الْوَرِقِ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفَ دِرْهَمٍ.

قَالَ مَالِكٌ: فَأَهْلُ الذَّهَبِ أَهْلُ الشَّامِ وَأَهْلُ مِصْرَ. وَأَهْلُ الْوَرِقِ أَهْلُ الْعِرَاقِ.

ترجمہ: مالک کو خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے آبادیوں میں رہنے والوں دیت کی قیمت مقرر کی تھی۔ پس سونے والوں ہزار دینار مقرر کیے گئے۔ اور چاندی والوں پر بارہ ہزار درہم مقرر کئے۔

مالکؒ نے کہا کہ سونے والے اہل شام اور اہل مصر تھے اور چاندی والے اہل عراق تھے۔

شرح: امام مالکؒ کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ شام و مصر میں سونے کا سکہ رائج تھا اور عراق میں چاندی کا۔ ان لوگوں پر آسانی کی خاطر اونٹ کی بجائے دینار و درہم کا تبادلہ مقرر ہوا۔ دراہم کی مقدار کتاب الآثار امام محمدؒ میں دس ہزار درہم آئی ہے۔ اس بنا پر کہ مقادیر زکوٰۃ میں ۲۰ مثقال سونا ۲۰۰ درہم چاندی کے برابر بالاجماع ہے اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ بارہ ہزار درہم کی مقدار اونٹ کی قیمت کی گرانی کے وقت میں مقرر ہوئی تھی۔ آثار میں سونے چاندی کے علاوہ گائے بھینس بھیڑ بکری اور کپڑوں کے جوڑے بھی آئے ہیں جن کی مقدار میں حنفیہ کا اختلاف ہے۔ دراصل اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اونٹ کے علاوہ باقی ہر مقدار اجتہادی تھی۔ تو ہر ملک اور ہر زمانے کے سکے کی قیمت کا لحاظ لازم ہوگا۔ واللہ اعلم۔

وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَ، أَنَّ الدِّيَةَ تُقْطَعُ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ أَوْ أَرْبَعِ سِنِينَ.

قَالَ مَالِكٌ: وَالثَّلَاثُ أَحَبُّ مَا سَمِعْتُ إِلَيَّ فِي ذٰلِكَ.

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، أَنَّهُ لَا يُقْبَلُ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى، فِي الدِّيَةِ، الْإِبِلُ. وَلَا مِنْ أَهْلِ الْعَمُودِ، الذَّهَبُ وَلَا الْوَرِقُ. وَلَا مِنْ أَهْلِ الذَّهَبِ، الْوَرِقُ. وَلَا مِنْ أَهْلِ الْوَرِقِ الذَّهَبُ.

ایضاً۔ ترجمہ: مالکؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے اہل علم سے سنا کہ دیت کی (بغرض آسانی) تین یا چار سالانہ قسطیں مقرر کی جائیں گی۔

مالکؒ نے کہا کہ تین سال کی مدت میرے نزدیک پسندیدہ تر ہے۔ (یہی ابو حنیفہ اور شافعیؒ کا قول ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے کہ آبادی اور شہر والوں سے دیت میں اونٹ قبول نہ کئے جائیں گے اور نہ خانہ بدوش اور صحرا والوں سے سونا چاندی لیا جائے گا۔ اور نہ سونے والوں سے چاندی اور نہ چاندی والوں سے سونا لیا جائے گا۔ (ابو حنیفہؒ کے

نزدیک یہ پابندی ہے۔ جو بھی آسان ہو، اس کی ادائیگی جائز ہے۔ حنابلہ کا مذہب بھی یہی ہے۔)

۲- بَابُ مَا جَاءَ فِي دِيَةِ الْعَمْدِ إِذَا قُبِلَتْ وَجِنَايَةِ الْمَجْنُونِ

قتل عمد کی دیت جب قبول کی جائے اور مجنون کا جرم

جمہور علما کے نزدیک قتل کی تین قسمیں ہیں، عمد، شبہ عمد اور خطا۔ لیکن مالکؒ کے نزدیک صرف عمد اور خطا دو اقسام ہیں۔ انہوں نے شبہ عمد کا انکار کیا ہے۔ لیکن ایک روایت میں ان کا قول بھی جمہور کی مانند ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں شبہ عمد کا لفظ صراحۃً وارد ہے۔ ہدایہ میں مذکورہ بالا تین اقسام کے علاوہ دو اور اقسام بھی آئی ہیں۔ شبہ خطا اور قتل سبب۔ لیکن غور کیا جائے تو یہ دو اقسام بھی در اصل قتل خطا کی صورتیں ہیں۔ امام ابن رشدؒ مالکی نے کہا ہے کہ قتل عمد میں ولی دم قصاص یا عفو کا حقدار ہے۔ عفو کی دو صورتیں ہیں۔ عفو بشرطِ دیت اور عفو بغیر دیت۔ دیت کی صورت میں اختلاف ہے کہ اس میں قاتل کی رضا شرط ہے یا نہیں۔ پہلا مذہب ابوحنیفہؒ و مالکؒ کا ہے اور دوسرا شافعیؒ اور احمدؒ کا۔ اور یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ قتل عمد کی دیت قاتل کے مال میں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی ادائیگی تین سال میں ہوتی ہے۔

حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ كَانَ يَقُولُ: فِي دِيَةِ الْعَمْدِ إِذَا قُبِلَتْ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ بِنْتَ مَخَاضٍ. وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بِنْتَ لَبُونٍ. وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ حِقَّةً. وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ جَذَعَةً.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ابن شہاب کہتے تھے کہ قتل عمد کی دیت جب قبول کی جائے تو ۲۵ یک سالہ اونٹنیاں ہیں۔ ۲۵ دو سالہ، ۲۵ تین سالہ اور ۲۵ چار سالہ۔ (جمہور کا مذہب یہی ہے اور اس میں محمد بن الحسنؒ اور شافعیؒ کا اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک دیت عمد کے تین حصے ہیں۔)

۱۵۲۲- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ مَرْوَانَ ابْنَ الْحَكَمِ كَتَبَ إِلَى مُعَاوِيَةَ ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ: أَنَّهُ أُتِيَ بِمَجْنُونٍ قَتَلَ رَجُلًا. فَكَتَبَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ: أَنِ اعْقِلْهُ وَلَا تُقِدْ مِنْهُ فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَى مَجْنُونٍ قَوَدٌ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْكَبِيرِ وَالصَّغِيرِ إِذَا قَتَلَا رَجُلًا جَمِيعًا عَمْدًا، أَنَّ عَلَى الْكَبِيرِ أَنْ يُقْتَلَ. وَعَلَى الصَّغِيرِ نِصْفُ الدِّيَةِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَكَذٰلِكَ الْحُرُّ وَالْعَبْدُ يَقْتُلَانِ الْعَبْدَ. فَيُقْتَلُ الْعَبْدُ. وَيَكُونُ عَلَى الْحُرِّ نِصْفُ قِيمَتِهِ.

ترجمہ: مروان بن الحکم نے معاویہ بن ابی سفیانؓ کو لکھا کہ ایک مجنون کو لایا گیا ہے، جس نے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے۔ پس معاویہؓ نے لکھا کہ اسے قید کر دو۔ اور اس سے قصاص مت لو۔ کیونکہ مجنون پر قصاص نہیں ہے۔ (مجنون بروئے حدیث مرفوع القلم ہے۔ لہذا اس پر بچے اور نائم کی طرح قصاص نہیں۔ مجنون سے قتل خطا کی دیت لی جائے گی۔ اعقلہ کا مطلب یہ ہے کہ اسے قید کر لو۔ اور قتل خطا کی دیت وصول کرو۔)

مالکؒ نے کہا کہ ایک بالغ اور ایک نابالغ اگر عمداً مل کر ایک شخص کو قتل کر دیں تو بالغ کو قتل کیا جائے گا اور نابالغ پر نصف دیت ہوگی۔ مالکؒ نے کہا کہ اس طرح جب ایک آزاد اور ایک غلام مل کر غلام کو قتل کر دیں تو قاتل غلام کو قتل کیا جائے گا اور آزاد پر نصف قیمت واجب (پہلے مسئلہ میں حنفیہ کا اتفاق ہے اور دوسرے میں اختلاف ہے۔ ان کے ہاں دوسرے کے غلام کو قتل کرنے سے آزاد پر قصاص آئے گا)

۴۔ بَابُ دِيَةِ الْخَطَاِ فِي الْقَتْلِ

قتلِ خطا کی دیت کا باب

یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ قتل خطا کی دیت پانچ اقسام کے بیس بیس اونٹ ہیں (بنت مخاض[۱]، ابن مخاض[۲]، بنت لبون، حقہ، جذعہ[۵]) بعض کے نزدیک ابن مخاض کے بجائے ابن لبون ہے۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ قتل خطا کی دیت عاقلہ (اہل خاندان و برادری) پر ہے۔ ابوحنیفہؒ کے نزدیک خود قاتل بھی ان میں شامل ہوگا۔ اور اس کی مدت ادائیگی تین سال ہے)۔

۱۵۲۳۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَجُلاً مِنْ بَنِي سَعْدِ بْنِ لَيْثٍ أَجْرَى فَرَسًا فَوَطِئَ عَلَى إِصْبَعِ رَجُلٍ مِنْ جُهَيْنَةَ. فَنُزِيَ مِنْهَا فَمَاتَ. فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِلَّذِي ادُّعِيَ عَلَيْهِمْ: أَتَحْلِفُونَ بِاللَّهِ خَمْسِينَ يَمِينًا مَا مَاتَ مِنْهَا؟ فَأَبَوْا وَتَحَرَّجُوا. وَقَالَ لِلْآخَرِينَ: أَتَحْلِفُونَ أَنْتُمْ؟ فَأَبَوْا. فَقَضَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِشَطْرِ الدِّيَةِ عَلَى السَّعْدِيِّينَ.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَيْسَ الْعَمَلُ عَلَى هٰذَا.

ترجمہ: بنی سعد بن لیث کے ایک آدمی نے گھوڑا دوڑایا اور جُہینہ کے ایک آدمی کی انگلی کو کچل دیا۔ اس سے خون نکلا جو بند نہ ہوا اور وہ مر گیا۔ پس حضرت عمر بن الخطابؓ نے مدعا علیہم (بنی سعد والوں) سے کہا کہ کیا تم پچاس قسمیں کھاتے ہو کہ وہ شخص اس سبب سے نہیں مرا؟ انہوں نے انکار کیا اور اسے گناہ سمجھا۔ پھر دوسروں سے (جہینہ والوں سے) کہا کہ تم قسم کھاتے ہو؟ انہوں نے بھی انکار کیا۔ پس حضرت عمرؓ نے سعدیوں کے خلاف نصف دیت کا فیصلہ کیا۔ (امام محمدؒ نے یہ اثر باب القسامۃ میں درج کیا ہے۔) امام مالکؒ نے کہا کہ اس اثر پر عمل نہیں ہے۔ (اس پر بحث انشاء اللہ باب القسامہ میں ہوگی۔ حضرت عمرؓ نے قطع نزاع کے لئے بطور صلح بین الفریقین یہ فیصلہ کیا تھا۔ ورنہ قسامہ میں اصل فیصلہ یہ نہ ہوتا۔ شاید اسی لئے مالکؒ نے کہا کہ اس پر عمل نہیں ہے۔)

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ وَرَبِيعَةَ بْنَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ كَانُوا يَقُولُونَ

دِيَةُ الْخَطَاءِ عِشْرُونَ بِنْتَ مَخَاضٍ۔ وَعِشْرُونَ بِنْتَ لَبُونٍ۔ وَعِشْرُونَ ابْنَ لَبُونٍ ذَكَرًا۔ وَعِشْرُونَ حِقَّةً۔ وَعِشْرُونَ جَذَعَةً۔

قَالَ مَالِكٌ: الْاَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا۔ اَنَّهُ لَا قَوَدَ بَيْنَ الصِّبْيَانِ۔ وَاِنَّ عَمْدَهُمْ خَطَأٌ۔ مَا لَمْ تَجِبْ عَلَيْهِمُ الْحُدُوْدُ وَيَبْلُغُوا الْحُلُمَ۔ وَاِنَّ قَتْلَ الصَّبِيِّ لَا يَكُوْنُ اِلَّا خَطَأً۔ وَذٰلِكَ لَوْ اَنَّ صَبِيًّا وَكَبِيْرًا قَتَلَا رَجُلًا حُرًّا خَطَأً۔ كَانَ عَلٰى عَاقِلَةِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفُ الدِّيَةِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَمَنْ قَتَلَ خَطَأً۔ فَاِنَّمَا عَقْلُهُ مَالٌ لَا قَوَدَ فِيْهِ۔ وَاِنَّمَا هُوَ كَغَيْرِهِ مِنْ مَالِهِ۔ يُقْضٰى بِهِ دَيْنُهُ۔ وَيَجُوْزُ فِيْهِ وَصِيَّتُهُ۔ فَاِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ تَكُوْنُ الدِّيَةُ قَدْرَ ثُلُثِهِ، ثُمَّ عُفِيَ عَنْ دِيَتِهِ، فَذٰلِكَ جَائِزٌ لَهُ۔ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُ دِيَتِهِ جَازَ لَهُ مِنْ ذٰلِكَ، الثُّلُثُ۔ اِذَا عُفِيَ عَنْهُ، وَاَوْصٰى بِهٖ۔

مالکؒ نے کہا کہ ابن شہابؒ، سلیمان بن یسارؒ اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمان کہتے تھے، قتل خطا کی دیت ۲۰ یک سالہ اونٹنیاں ۲۰ دو سالہ اونٹنیاں، بیس دو سالہ اُونٹ، بیس سہ سالہ اونٹنیاں اور بیس چہار سالہ اونٹنیاں ہیں۔ (امام محمدؒ نے باب دیۃ الخطا میں یہ اثر مالکؒ اخبرنا ابن شہاب عن سلیمان بن یسار کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور اس پر کہا ہے کہ ہمارا یہ مختار نہیں ہے۔ ہم عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کو لیتے ہیں، جو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا دیت خطا پانچ حصوں میں ہے۔ بیس بنت مخاض، بیس ابن مخاض، بیس ابن لبون، بیس حِقّے اور بیس جذعے۔ اس میں سلیمان بن یسارؒ نے ہمارے خلاف کہا اور مذکر اونٹوں میں ابن مخاض (یک سالہ مذکر) کے بجائے ابن لبون (دو سالہ مذکر) کہا ہے۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ نے یک سالہ مذکر اُونٹ کہا ہے۔ اور ابوحنیفہؒ کا قول عبداللہ بن مسعودؓ کے قول کے مانند ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے کہ بچوں کے درمیان کوئی قصاص نہیں اور ان کا عمد خطا ہے۔ جب تک کہ ان پر حدود واجب نہ ہو جائیں اور بالغ نہ ہو جائیں اور بچے کا قتل صرف خطا ہوتا ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ اگر ایک بچہ اور بالغ کسی آدمی کو قتل کریں اور وہ مرد آزاد ہو اور قتل خطاً ہو تو ان میں سے ہر ایک کے عاقلہ پر نصف دیت ہوگی۔

مالکؒ نے کہا کہ جس نے قتل خطا کیا تو اس کی دیت مال سے ہوگی۔ اس میں قصاص نہیں اور دیت کا مال مقتول کے دوسرے اموال کی مانند ہے۔ اس میں سے اس کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے اور اس میں سے اس کی وصیت ادا ہو سکتی ہے۔ اگر اس کے سوا اس کا اور کوئی مال نہ ہو تو اس کی وصیت دیت کے ⅓ میں سے پوری کی جائے گی۔ اگر وہ قاتل کو معاف کرے تو ثلث ہی معاف کر سکتا ہے اور اس طرح وصیت بھی صرف ثلث میں ہی کر سکتا ہے۔

۵۔ بَابُ عَقْلِ الْجِرَاحِ فِي الْخَطَاءِ

خطا سے لگنے والے زخموں کی دیت کا باب

حَدَّثَنِي مَالِكٌ: أَنَّ الْأَمْرَ الْمُجْتَمَعَ عَلَيْهِ عِنْدَهُمْ فِي الْخَطَإِ أَنَّهُ لَا يُعْقَلُ حَتَّى يَبْرَأَ الْمَجْرُوحُ وَيَصِحَّ۔ وَأَنَّهُ إِنْ كُسِرَ عَظْمٌ مِنَ الْإِنْسَانِ۔ يَدٌ أَوْ رِجْلٌ أَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الْجَسَدِ، خَطَأً۔ فَبَرَأَ وَصَحَّ وَعَادَ لِهَيْئَتِهِ۔ فَلَيْسَ فِيهِ عَقْلٌ۔ فَإِنْ نَقَصَ أَوْ كَانَ عَثَلٌ فَفِيهِ مِنْ عَقْلِهِ بِحِسَابِ مَا نَقَصَ مِنْهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنْ كَانَ ذٰلِكَ الْعَظْمُ مِمَّا جَاءَ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقْلٌ مُسَمًّى فَبِحِسَابِ مَا فَرَضَ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَمَا كَانَ مِمَّا لَمْ يَأْتِ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ عَقْلٌ مُسَمًّى وَلَمْ تَمْضِ فِيهِ سُنَّةٌ وَلَا عَقْلٌ مُسَمًّى، فَإِنَّهُ يُجْتَهَدُ فِيهِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَيْسَ فِي الْجِرَاحِ فِي الْجَسَدِ، إِذَا كَانَتْ خَطَأً، عَقْلٌ۔ إِذَا بَرَأَ الْجُرْحُ وَعَادَ لِهَيْئَتِهِ فَإِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ عَثَلٌ أَوْ شَيْنٌ۔ فَإِنَّهُ يُجْتَهَدُ فِيهِ۔ إِلَّا الْجَائِفَةَ۔ فَإِنَّ فِيهَا ثُلُثَ دِيَةِ النَّفْسِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَيْسَ فِي مُنَقِّلَةِ الْجَسَدِ عَقْلٌ۔ وَهِيَ مِثْلُ مُوضِحَةِ الْجَسَدِ۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا أَنَّ الطَّبِيبَ إِذَا خَتَنَ فَقَطَعَ الْحَشَفَةَ، إِنَّ عَلَيْهِ الْعَقْلَ وَأَنَّ ذٰلِكَ مِنَ الْخَطَإِ الَّذِي تَحْمِلُهُ الْعَاقِلَةُ۔ وَأَنَّ كُلَّ مَا أَخْطَأَ بِهِ الطَّبِيبُ أَوْ تَعَدَّى، إِذَا لَمْ يَتَعَمَّدْ ذٰلِكَ، فَفِيهِ الْعَقْلُ۔

ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے کہ خطا میں اس وقت تک دیت نہ لی جائے گی، جب تک کہ مجروح تندرست نہ ہو جائے۔ اور اگر کسی انسان کی ہڈی مثلاً پاؤں خطا سے توڑ دی جائے، پھر وہ شخص تندرست ہو جائے اور بالکل پہلی حالت پر آ جائے تو اس میں کوئی دیت نہیں ہے۔ لیکن اگر اس میں کوئی نقص پیدا ہو جائے یا اس جوڑ میں کجی وغیرہ پیدا ہو جائے اور عیب دار ہو جائے تو اس کی دیت نقص کے حساب سے ہو گی۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر وہ ہڈی ایسی ہو کہ اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دیت ثابت ہو تو نقص کی دیت اسی حساب سے ہو گی۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے۔ اور اگر اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مقررہ دیت نہیں آئی۔ نہ اس میں کوئی سلف سے کوئی سنت ثابت ہو اور نہ کوئی متعین دیت آئی ہو۔ تو اس میں اجتہاد

کام لیا جائے گا۔ مالکؒ نے کہا کہ جسمانی زخم جب بالکل درست ہو جائے اور خطا سے لگا ہو جب وہ اپنی اصل حالت پر درست ہو جائے۔ تو اس میں کوئی دیت نہیں ہے لیکن اگر کوئی کجی یا عیب باقی رہ جائے تو اس میں اجتہاد کیا جائے گا۔ سوائے جائفہ زخم کے۔ کیونکہ اس میں جان کی دیت کا تیسرا حصہ ہے۔

مالک نے کہا کہ جسم کی ہڈی کو ادھر اُدھر نقل کردینے (کھسکا دینے) والے زخم میں کوئی مقررہ دیت نہیں۔ (یعنی جب وہ بالکل درست ہو جائے تو) اور یہ زخم بھی ہڈی ننگی کردینے والے زخم کی مانند ہے۔ (کہ اس میں کوئی مقررہ دیت نہیں جب کہ بالکل درست ہو جائے لیکن سر کے اور چہرے کے زخم اس سے مستثنیٰ ہیں اور ان میں دیت ہے۔ اس مسئلہ میں حنفی مسلک کو صاحب ہدایہ نے یوں لکھا ہے کہ زخموں کی دس اقسام ہیں۔ حارصہ، دامعہ، دامیہ، باضعہ، متلاحمہ، سمحاق، موضحہ، ہاشمہ، منقلہ اور آمہ۔ موضحہ اگر عمداً ہو تو اس میں قصاص ہے اور بقیہ زخموں میں قصاص نہیں۔ کیونکہ ان میں مساوات کا اعتبار ممکن نہیں ہوتا۔ اور موضحہ سے کم زخموں میں عادل آدمی کا فیصلہ ہوتا ہے۔ کیونکہ انہیں نظر انداز کردینا ممکن نہیں ہوتا۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے کہ طبیب جب ختنہ کرے اور حشفہ کو کاٹ ڈالے تو اس پر دیت ہوگی۔ اور یہ دیت ان دیت والے خطاؤں میں سے ہے جن کو عاقلہ برداشت کرتا ہے۔ اور ڈاکٹر کی ہر خطا اور تعدی جب خطا سے ہو اور عمداً نہ ہو تو اس میں دیت ہوتی ہے۔ (اور عمداً ہو تو قصاص ہے۔ طبیب کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اپنے فن کا مستند ماہر ہو۔ اور اپریشن میں مقرر حد سے تجاوز نہ کرے یعنی صرف اس عضو کی چیر پھاڑ کرے جس کی ضروری ہے۔ اگر یہ شرطیں نہ پائی جائیں تو طبیب پر قصاص واجب ہوتا ہے حنفیہ اور شافعیؒ کا یہی مذہب ہے۔)

۶۔ بَابُ عَقْلِ الْمَرْاَةِ

عورت کی دیت کا بیان

حافظ ابن البرؒ اور ابن المنذرؒ نے کہا کہ یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے کہ عورت کی دیت (نہ کہ قصاص) مرد کی دیت سے نصف ہے ابن علیہ اور الاصم کا شاذ قول یہ ہے کہ عورت اور مرد کی دیت برابر ہے۔

وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ تُعَاقِلُ الْمَرْأَةُ الرَّجُلَ إِلَى ثُلُثِ الدِّيَةِ. إِصْبَعُهَا كَإِصْبَعِهِ. وَسِنُّهَا كَسِنِّهِ. وَمُوضِحَتُهَا كَمُوضِحَتِهِ. وَمُنَقِّلَتُهَا كَمُنَقِّلَتِهِ۔

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ کہتے تھے کہ عورت دیت کے ⅓ تک مرد کے برابر ہے۔ اس کی انگلی مرد کی انگلی کی مانند ہے اور اس کا دانت مرد کے دانت کی مانند ہے اور اس کا موضحہ زخم مرد کے موضحہ کی طرح اور اس کا منقلہ زخم مرد کے منقلہ زخم جیسا ہے۔ (ثلث دیت کے بعد عورت کی دیت مرد سے نصف ہے۔)

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، وَبَلَغَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُمَا كَانَا يَقُولَانِ

مِثْلَ قَوْلِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فِي الْمَرْأَةِ. أَنَّهَا تُعَاقِلُ الرَّجُلَ إِلَى ثُلُثِ دِيَةِ الرَّجُلِ. فَإِذَا بَلَغَتْ ثُلُثَ دِيَةِ الرَّجُلِ كَانَتْ إِلَى النِّصْفِ مِنْ دِيَةِ الرَّجُلِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَتَفْسِيرُ ذٰلِكَ أَنَّهَا تُعَاقِلُهُ فِي الْمُوضِحَةِ وَالْمُنَقِّلَةِ. وَمَا دُونَ الْمَأْمُومَةِ وَالْجَائِفَةِ وَأَشْبَاهِهِمَا. مِمَّا يَكُونُ فِيهِ ثُلُثُ الدِّيَةِ فَصَاعِدًا. فَإِذَا بَلَغَتْ ذٰلِكَ كَانَ عَقْلُهَا فِي ذٰلِكَ النِّصْفَ مِنْ عَقْلِ الرَّجُلِ.

مالکؒ نے ابن شہابؒ سے روایت کی اور یہی قول مالکؒ کو عروہ بن زبیرؒ سے پہنچا کہ وہ بھی عورت کے بارے میں سعید بن المسیبؒ جیسی بات کہتے تھے کہ ثلث دیت تک مرد و عورت کی دیت برابر ہے اور اس کے بعد عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

امام مالکؒ نے کہا کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ عورت اور مرد کی دیت مُوضحہ اور منقلہ میں برابر ہے اور مامومہ اور جائفہ سے کم زخم مثلاً ہاشمہ کا یہی حکم ہے۔ مگر مامومہ اور جائفہ جیسے زخم جن کی دیت ⅓ یا اس سے زیادہ ہے، ان میں عورت کی دیت مرد سے نصف ہے۔

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ: أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ يَقُولُ: مَضَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا أَصَابَ امْرَأَتَهُ بِجُرْحٍ أَنَّ عَلَيْهِ عَقْلَ ذٰلِكَ الْجُرْحِ. وَلَا يُقَادُ مِنْهُ.

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنَّمَا ذٰلِكَ فِي الْخَطَإِ أَنْ يَضْرِبَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فَيُصِيبُهَا. مِنْ ضَرْبِهِ مَا لَمْ يَتَعَمَّدْ. كَمَا يَضْرِبُهَا بِسَوْطٍ فَيَفْقَأُ عَيْنَهَا. وَنَحْوَ ذٰلِكَ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْمَرْأَةِ يَكُونُ لَهَا زَوْجٌ وَوَلَدٌ مِنْ غَيْرِ عَصَبَتِهَا وَلَا قَوْمِهَا. فَلَيْسَ عَلَى زَوْجِهَا إِذَا كَانَ مِنْ قَبِيلَةٍ أُخْرَى، مِنْ عَقْلِ جِنَايَتِهَا شَيْءٌ. وَلَا عَلَى وَلَدِهَا إِذَا كَانُوا مِنْ غَيْرِ قَوْمِهَا. وَلَا عَلَى إِخْوَتِهَا مِنْ أُمِّهَا إِذَا كَانُوا مِنْ غَيْرِ عَصَبَتِهَا وَلَا قَوْمِهَا. فَهٰؤُلَاءِ أَحَقُّ بِمِيرَاثِهَا. وَالْعَصَبَةُ عَلَيْهِمُ الْعَقْلُ مُنْذُ زَمَانِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَوْمِ. وَكَذٰلِكَ مَوَالِي الْمَرْأَةِ. وَإِنْ كَانُوا مِنْ غَيْرِ قَبِيلَتِهَا. وَعَقْلُ جِنَايَةِ الْمَوَالِي عَلَى قَبِيلَتِهَا.

مالکؒ نے ابن شہابؒ کو کہتے سنا کہ سنت یہ چلی آرہی ہے کہ مرد جب اپنی عورت کو زخم لگائے (خطاسے نہ کہ عمداً) تو اس پر

اس کی دیت واجب ہے، قصاص نہیں۔ مالکؒ نے کہا کہ یہ حکم صرف خطا میں ہے کہ مرد اپنی عورت کو مارے اور غیر ارادی طور پر مثلاً کوڑا لگائے تو اس کی آنکھ پھوڑ دے وغیرہ وغیرہ۔ (عمد میں قصاص ہے اور خطا کی صورت یہ ہے کہ مثلاً تادیب کی خاطر مارے اور رسی یا کوڑا وغیرہ آنکھ میں جا لگے۔

مالکؒ نے کہا کہ جس عورت کا خاوند اور اولاد اس کے عصبہ اور قوم میں سے نہیں تو عورت کے جرم کی صورت میں غیر قبیلہ کا ہونے کی وجہ سے عورت کے ذمہ جو دیت ہو اس کا کوئی حصّہ مرد اور اولاد پر واجب نہیں۔ نہ عورت کی ماں سے پیدا ہونے والے اس کے بھائی بہنوں پر ہے۔ یہ مذکور لوگ عورت کی میراث کے زیادہ حقدار ہیں۔ مگر عورت کی دیت اس کے عاقلہ پر واجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک یہی حکم رہا ہے۔ اور اس طرح عورت کے آزاد کردہ غلاموں کی میراث تو اس عورت کی اولاد کو ملتی ہے۔ اگرچہ وہ اولاد اس کے قبیلہ سے نہ ہو۔ اور ان موالی کے جرم کی دیت عورت کے قبیلہ پر ہے۔ (عاقلہ سے مراد بالاجماع عصبات ہیں، دُور کے ہوں یا نزدیک کے۔

۷۔ بَابُ عَقْلِ الْجَنِيْنِ

پیٹ کے بچّے کی دیت کا باب

۱۵۲۴۔ وَحَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ۔ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ امْرَاَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ رَمَتْ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى۔ فَطَرَحَتْ جَنِيْنَهَا۔ فَقَضٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغُرَّةٍ: عَبْدٍ اَوْ وَلِيْدَةٍ۔

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہذیل کی دو عورتوں میں سے ایک نے دوسری کو پتھر مار کر اس کے پیٹ کا بچہ گرا دیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک جان یعنی ایک غلام کا لونڈی کا فیصلہ فرمایا۔ (امام محمدؒ نے موطا کے بَابُ دِيَةِ الْجَنِيْنِ میں یہ حدیث روایت کی اور کہا کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ جب آزاد عورت کے پیٹ پر چوٹ لگائی جائے اور وہ مُردہ بچّہ ساقط کر دے تو اس ایک جان کی دیت ہے۔ مؤطائے محمدؒ میں پتھر کا ذکر نہیں ہے۔)

شرح: یہ دونوں عورتیں سوت تھیں۔ دیگر کتبِ حدیث میں یہ روایت کہیں مختصر کہیں مفصل مروی ہوئی ہے۔ مارنے کے آلے کے بارے میں ان روایات میں اضطراب پایا گیا ہے۔ مالکؒ کے نزدیک قتل عمد میں آلہ قتل کا اختلاف کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ لہٰذا انہوں نے اس اختلاف کو نظر انداز کیا ہے۔ بخاری کی روایت میں بھی پتھر کا لفظ ہے۔ جب پیٹ کے بچے کی صورت بن چکی ہو تو یہی حکم ہے جو مذکور ہے۔ اس حدیث میں وہ روایت جو لیثؒ نے ابن شہاب سے کی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ پھر وہ مجرم عورت مر گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی دیت اس کے عاقلہ (عصبات) پر ہے۔ اور میراث خاوند اور اولاد کے لئے۔ یونس کی روایت بھی اس کے قریب قریب ہے۔ اور یہ دونوں متفق علیہ ہیں۔ حافظ ابن عبدالبر مالکی نے کہا کہ مالکؒ نے وہ روایت نہیں لی۔ کیونکہ اس میں شبہ عمد کا ثبوت تھا۔ اور مالکؒ اس کے قائل نہیں۔ اور اہل مدینہ کا فتویٰ اور عمل اس کے خلاف ہے۔

۱۵۲۵۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَضَى فِي الْجَنِينِ يُقْتَلُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ بِغُرَّةٍ: عَبْدٍ أَوْ وَلِيدَةٍ. فَقَالَ الَّذِي قُضِيَ عَلَيْهِ: كَيْفَ أَغْرَمُ مَا لَا شَرِبَ وَلَا أَكَلَ. وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ. وَمِثْلُ ذٰلِكَ بَطَلَ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّمَا هٰذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ".

ترجمہ: سعید بن المسیب سے (مرسلاً) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے بچے میں، جو اپنی ماں کے پیٹ میں قتل کیا جائے ایک جان یعنی غلام یا لونڈی کا فیصلہ فرمایا۔ جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا (عورت کا ولی جو اس کا خاوند حمل بن نابغہ یا اس کا بیٹا مسروح تھا۔) اس نے کہا کہ میں اس کا تاوان کیسے اٹھاؤں، جس نے نہ کھایا نہ پیا، نہ بولا نہ چلایا اور اس قسم کا خون تو ضائع ہوتا ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو کوئی کاہنوں کا بھائی ہے۔ (یعنی کاہنوں جیسی باوزن و مسجع عبارت بولتا ہے۔ اس حدیث کو بھی امام محمدؒ نے مؤطا میں روایت کیا ہے۔ اس شخص نے یہ کلام یا تو از راہ تعجب کیا تھا۔ یا اس لئے کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ جنین مردہ گرا تھا۔ لہٰذا اس کا حکم کوئی اور ہونا چاہئے۔ اہل علم کے نزدیک یہ دیت اس جنین کی وراثت شمار ہوگی اور اس کے وارث اسے وصول کریں گے۔ یہی حنفیہ، مالکیہ اور شوافع کا مذہب ہے۔ ظاہریہ کے نزدیک یہ عورت کی میراث ہوگی۔)

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: الْغُرَّةُ تُقَوَّمُ خَمْسِينَ دِينَارًا أَوْ سِتَّ مِائَةِ دِرْهَمٍ. وَدِيَةُ الْمَرْأَةِ الْحُرَّةِ الْمُسْلِمَةِ خَمْسُ مِائَةِ دِينَارٍ أَوْ سِتَّةُ آلَافِ دِرْهَمٍ.

قَالَ مَالِكٌ: فَدِيَةُ جَنِينِ الْحُرَّةِ عُشْرُ دِيَتِهَا. وَالْعُشْرُ خَمْسُونَ دِينَارًا أَوْ سِتُّ مِائَةِ دِرْهَمٍ.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا يُخَالِفُ فِي أَنَّ الْجَنِينَ لَا تَكُونُ فِيهِ الْغُرَّةُ، حَتَّى يُزَايِلَ بَطْنَ أُمِّهِ وَيَسْقُطَ مِنْ بَطْنِهَا مَيِّتًا.

قَالَ مَالِكٌ: وَسَمِعْتُ أَنَّهُ إِذَا خَرَجَ الْجَنِينُ مِنْ بَطْنِ أُمِّهِ حَيًّا ثُمَّ مَاتَ أَنَّ فِيهِ الدِّيَةَ كَامِلَةً.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا حَيَاةَ لِلْجَنِينِ إِلَّا بِالِاسْتِهْلَالِ. فَإِذَا خَرَجَ مِنْ بَطْنِ أُمِّهِ فَاسْتَهَلَّ ثُمَّ مَاتَ فَفِيهِ الدِّيَةُ كَامِلَةً. وَنَرَى أَنَّ فِي جَنِينِ الْأَمَةِ عُشْرَ ثَمَنِ أُمِّهِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَإِذَا قَتَلَتِ الْمَرْأَةُ رَجُلًا أَوِ امْرَأَةً عَمْدًا. وَالَّتِي قَتَلَتْ حَامِلٌ. لَمْ يُقَدْ مِنْهَا حَتَّى تَضَعَ حَمْلَهَا. وَإِنْ قُتِلَتِ الْمَرْأَةُ وَهِيَ حَامِلٌ، عَمْدًا أَوْ خَطَأً، فَلَيْسَ عَلَى مَنْ قَتَلَهَا فِي جَنِينِهَا

شَیْءٌ۔ فَإِنْ قُتِلَتْ عَمْدًا قُتِلَ الَّذِیْ قَتَلَهَا۔ وَلَیْسَ فِیْ جَنِیْنِهَا دِیَةٌ۔ وَإِنْ قُتِلَتْ خَطَأً فَعَلٰی عَاقِلَةِ قَاتِلِهَا دِیَتُهَا۔ وَلَیْسَ فِیْ جَنِیْنِهَا دِیَةٌ۔

وَحَدَّثَنِیْ یَحْیٰی، سُئِلَ مَالِكٌ عَنْ جَنِیْنِ الْیَهُوْدِیَّةِ وَالنَّصْرَانِیَّةِ یُطْرَحُ؟ فَقَالَ: أَرٰی أَنَّ فِیْهِ عُشْرَ دِیَةِ أُمِّهٖ۔

مالکؒ نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ جس غرّہ (جان) کا ذکر اس حدیث میں ہے وہ پچاس دینار کے برابر ہونا چاہیئے یا چھ سو درہم کے برابر۔ اور مسلم آزاد عورت کی دیت پانچ سو دینار یا چھ ہزار درہم ہے۔ (اور یہ آزاد مرد کی دیت کا نصف ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ آزاد عورت کے جنین کی دیت کا دسواں حصّہ ہے جو پچاس دینار یا چھ سو دینار ہوتا ہے۔ (لیکن زکوٰۃ کے حساب سے پانچ سو درہم بنتی ہے۔ اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے۔ وہ دینار کو دس درہم کے مساوی مانتے ہیں جو بروئے احادیث صحیحہ زکوٰۃ کے حساب میں ثابت ہے یعنی ۲۰ مثقال یا دینار = ۲۰۰ درہم)

مالکؒ نے کہا کہ میں نے یہ نہیں سنا، جو اس بات کا مخالف ہو کہ جنین میں غرّہ اس وقت واجب ہوگا جبکہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے زائل ہو کر مُردہ باہر ساقط ہو جائے۔ مالکؒ نے کہا کہ میں نے یہ سُنا ہے کہ اگر جنین اپنی ماں کے پیٹ سے زندہ نکلے اور پھر مر جائے تو اس میں پوری دیت ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ جنین کی زندگی کا پتہ آواز نکالنے سے لگتا ہے۔ جب وہ اپنی ماں کے پیٹ سے نکلے اور چیخے اور پھر مر جائے، تو اس میں پوری دیت ہے۔ (بشرطیکہ اس کی ماں زندہ ہو۔ مالکؒ نے کہا کہ ہماری رائے میں لونڈی کے جنین میں اس کی ماں کی قیمت کا دسواں حصّہ ہے۔ (جنین کے باہر آنے کے بعد زندگی کی علامات میں سے کوئی بھی ظاہر ہو جائے۔ مثلاً آواز نکالنا، چھینک مارنا، دودھ پی لینا وغیرہ، تو اسے ابوحنیفہؒ، شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک زندہ کہا جائے گا۔ اور اس پر زندوں کے احکام نافذ ہوں گے۔ مالکؒ نے زندگی کی علامت فقط استہلال یعنی آواز نکالنا قرار دیا ہے۔ لونڈی کے اس بچے کا حکم جو مالک نے بتایا ہے، وہ اس وقت ہے، جب کہ وہ اس کے مالک کا نہ ہو۔ ورنہ وہ آزاد ہے اور اس کا حکم آزاد عورت کے بچے جیسا ہے۔ حنفیہ اور اکثر فقہا کا یہی مذہب ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ ان کے اصحاب اور ثوریؒ کے نزدیک یہ حکم لڑکی کا ہے۔ اگر ذکر ہو تو اس کی دیت اس کی جان کی قیمت کا ½ ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جب کسی مرد یا عورت کو عورت عمداً مار دے اور مارنے والی حاملہ ہو تو اس سے وضع حمل تک قصاص نہ لیا جائے گا (تاکہ ایک جان کے بدلے میں دو قتل نہ ہوں) اور اگر مقتول عورت حاملہ ہو تو اس کے قتل عمد یا خطا میں قاتل پر جنین کے متعلق کوئی چیز نہیں۔ اگر قاتل نے اسے عمداً مارا تھا تو قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ مگر جنین میں کوئی دیت نہیں۔ اور اگر وہ خطا سے قتل کی گئی تھی تو اس کی دیت قاتل کے عاقلہ (عصبات) پر ہے اور اس کے جنین میں کوئی دیت نہیں۔ (یہ وہ صورتیں ہیں، جن میں جنین پیٹ کے اندر ہی رہا ہو زندہ یا مُردہ، خارج یا ساقط نہ ہوا ہو، تو وہ عورت کے اعضا میں سے ایک عضو کی مانند ہے۔ مالکؒ کے علاوہ ابوحنیفہؒ اور احمدؒ کا قول بھی یہی ہے۔ شافعیؒ نے اس صورت میں بھی جنین کے لئے غرّہ واجب قرار دیا ہے)

اور امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ یہودی اور نصرانی عورت کا جنین اگر ساقط کیا جائے تو اس میں کیا واجب ہے؟ مالکؒ نے کہا کہ میری رائے میں اس میں اس کی ماں کی دیت کا $\frac{1}{10}$ ہوگا۔ (شافعیؒ، ابوثورؒ اور حنفیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ گو حنفیہ کا دوسرے فقہا سے کافرہ کی دیت میں اختلاف ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کی دیت مسلم عورت کی مانند ہے۔)

٨۔ بَابُ مَا فِيهِ الدِّيَةُ كَامِلَةً

جن جنایتوں میں کامل دیت واجب ہوتی ہے

انسانی جسم کے اکہرے اعضا میں سے اگر کسی کو ضائع کر دیا جائے۔ مثلاً زبان، ناک، ذکر۔ تو اس میں پوری دیت ہے۔ کیونکہ اس عضو کا ضائع کرنا جان کو مار دینے کی طرح ہے۔ دوہرے اعضاء مثلاً ہاتھ پاؤں، ہونٹ، آنکھیں، کان، نتھنے، خصیے، پستان وغیرہ میں جب ہر دو کو ضائع کیا جائے۔ مثلاً دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں وغیرہا تو ان کی دیت کامل ہے اور ایک کے ضائع کرنے میں نصف دیت ہے۔ اور جو اعضا چار چار ہوں مثلاً آنکھوں کے پردے، تو ان سب کے ضائع کرنے سے پوری دیت اور ہر ایک میں $\frac{1}{4}$ دیت ہے اور جو اعضا دس دس ہیں، مثلاً دو ہاتھوں کی انگلیاں، تو ان سب میں پوری دیت اور ایک میں $\frac{1}{10}$ ہے۔ بدن انسانی میں صرف دانت ایسی چیز ہے، جن کی دیت کا مجموعہ پوری دیت سے زاید ہے۔ کیونکہ ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں۔ اور مجموعہ ایک سو ساٹھ ہو جاتا ہے۔ اور دانت کی دیت خلاف قیاس ثابت شدہ ہے۔

حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: فِي الشَّفَتَيْنِ الدِّيَةُ كَامِلَةً. فَإِذَا قُطِعَتِ السُّفْلَى فَفِيهَا ثُلُثَا الدِّيَةِ.

حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ شِهَابٍ عَنِ الرَّجُلِ الْأَعْوَرِ يَفْقَأُ عَيْنَ الصَّحِيحِ؟ فَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ: إِنْ أَحَبَّ الصَّحِيحُ أَنْ يَسْتَقِيدَ مِنْهُ فَلَهُ الْقَوَدُ. وَإِنْ أَحَبَّ فَلَهُ الدِّيَةُ أَلْفُ دِينَارٍ أَوِ اثْنَا عَشَرَ أَلْفَ دِرْهَمٍ.

وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ فِي كُلِّ زَوْجٍ مِنَ الْإِنْسَانِ الدِّيَةَ كَامِلَةً. وَأَنَّ فِي اللِّسَانِ الدِّيَةَ كَامِلَةً. وَأَنَّ فِي الْأُذُنَيْنِ، إِذَا ذَهَبَ سَمْعُهُمَا، الدِّيَةَ كَامِلَةً. اصْطُلِمَتَا أَوْ لَمْ تُصْطَلَمَا. وَفِي ذَكَرِ الرَّجُلِ الدِّيَةُ كَامِلَةً. وَفِي الْأُنْثَيَيْنِ الدِّيَةُ كَامِلَةً.

وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ فِي ثَدْيَيِ الْمَرْأَةِ الدِّيَةَ كَامِلَةً.

قَالَ مَالِكٌ: وَأَخَفُّ ذَلِكَ عِنْدِي الْحَاجِبَانِ. وَثَدْيَا الرَّجُلِ.

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا أُصِيبَ مِنْ أَطْرَافِهِ أَكْثَرُ مِنْ دِيَتِهِ فَذَلِكَ لَهُ.

إِذَا أُصِيبَتْ يَدَاهُ وَرِجْلَاهُ وَعَيْنَاهُ فَلَهُ ثَلَاثُ دِيَاتٍ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي عَيْنِ الْأَعْوَرِ الصَّحِيحَةِ إِذَا فُقِئَتْ خَطَأً: إِنَّ فِيهَا الدِّيَةَ كَامِلَةً۔

ترجمہ: سعید بن المسیّب کہتے تھے کہ دونوں ہونٹوں میں پوری دیت ہے اور جب نچلا کاٹا جائے تو دیت کا ثلث ہے۔ (یہ اثر مؤطائے امام محمد میں بھی مروی ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اس کو اختیار نہیں کرتے۔ دونوں برابر ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں نصف دیت ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ چھنگلی اور انگوٹھا دیت میں برابر ہیں۔ مگر ان کی منفعت مختلف ہے۔ اور یہ قول ابراہیم نخعیؒ، ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ میں نے ابن شہاب سے یک چشم آدمی کے متعلق پوچھا، جو تندرست کی آنکھ پھوڑ دے تو اس نے کہا کہ اگر وہ تندرست اس یک چشم سے قصاص لینا چاہے تو لے لے۔ اور دیت لینا چاہے تو (پوری دیت) ایک ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم ہے۔ (نخعیؒ، ثوریؒ، ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اس میں نصف دیت ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں پچاس اونٹ فرمائے ہیں۔)

مالکؒ نے کہا کہ انسان کے سب دوہرے اعضا میں کامل دیت ہے۔ (یعنی دونوں کے مجموعے میں، اور زبان میں پوری دیت ہے۔ اگر وہ ایک ہی ہے۔ دونوں کانوں کی سماعت جب جاتی رہی تو ان میں پوری دیت ہے وہ قطع ہوں یا نہ ہوں۔ اور آدمی کے ذکر میں پوری دیت ہے۔ اور دونوں خصیوں میں کامل دیت ہے۔ (کیونکہ ان کے جاتے رہنے سے نسل کا ضیاع ہے۔)

مالکؒ سے روایت ہے کہ انہیں خبر ملی ہے کہ عورت کے پستانوں میں پوری دیت ہے۔ (اور ایک میں نصف دیت ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ میرے نزدیک اس سے خفیف تر چیز جس میں دیت ہے، وہ دونوں ابرو اور مرد کے دونوں پستان ہیں۔ (ابروؤں میں دیت واجب کہنے والے یہ ہیں۔ سعید بن المسیبؒ، شریحؒ، الحسنؒ، قتادہؒ۔ حنفیہ کے نزدیک ان میں پوری دیت ہے۔ اور ان میں سے ایک میں نصف دیت ہے۔ مرد کے پستانوں کی دیت میں اختلاف ہے۔ امام احمدؒ وغیرہ کے نزدیک ان میں دیت ہے۔ مگر حنفیہ کے نزدیک ان میں ایک عادل شخص کا فیصلہ مشروع ہے۔ کیونکہ مرد کے پستان عورت کی مانند نہیں کہ ان سے جمال اور منفعت وابستہ ہو۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک معمول یہ ہے کہ آدمی کے اطراف میں سے اس قدر ضائع ہوں کہ ان کی دیت پوری دیت سے زیادہ ہو تو اسے سب دیتیں دی جائیں گی۔ مثلاً اگر اس کے دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں اور دونوں آنکھیں ضائع کی جائیں تو تین دیتیں واجب ہوں گی (اس پر اجماع ہے، کسی کا اختلاف نہیں۔)

مالکؒ نے کہا کہ یک چشم آدمی کی صحیح آنکھ جب پھوڑ دی جائے تو اس میں پوری دیت ہے (مسروقؒ، عبداللہ بن مغفلؒ، نخعیؒ، ثوریؒ، ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اس میں نصف دیت ہے۔ کیونکہ حضورؐ کا فیصلہ ایک آنکھ کے متعلق پچاس اونٹ کا ہوا تھا۔)

۹۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي عَقْلِ الْعَيْنِ إِذَا ذَهَبَ بَصَرُهَا

جب آنکھ کا نور جاتا رہے تو اس کی دیت کا بیان

حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ كَانَ يَقُولُ: فِي الْعَيْنِ الْقَائِمَةِ إِذَا طُفِئَتْ مِائَةُ دِينَارٍ۔

قَالَ يَحْيٰى: وَسُئِلَ مَالِكٌ عَنْ شَتَرِ الْعَيْنِ وَحِجَاجِ الْعَيْنِ؟ فَقَالَ: لَيْسَ فِيْ ذٰلِكَ اِلَّا الْاِجْتِهَادُ اِلَّا اَنْ يَنْقُصَ بَصَرُ الْعَيْنِ. فَيَكُوْنَ لَهٗ بِقَدْرِ مَا نَقَصَ مِنْ بَصَرِ الْعَيْنِ.

قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا فِي الْعَيْنِ الْقَائِمَةِ الْعَوْرَاءِ اِذَا طُفِئَتْ. وَفِي الْيَدِ الشَّلَّاءِ اِذَا قُطِعَتْ. اِنَّهٗ لَيْسَ فِيْ ذٰلِكَ اِلَّا الْاِجْتِهَادُ. وَلَيْسَ فِيْ ذٰلِكَ عَقْلٌ مُسَمًّى.

ترجمہ: زید بن ثابتؓ کہتے تھے کہ جب آنکھ اپنی جگہ پر باقی رہے مگر اس کی روشنی ضائع کر دی جائے تو اس میں ایک سو دینار ہیں۔ (یہ اثر موطا امام محمدؒ کے بَابُ اَرْشِ السِّنِّ السَّوْدَاءِ وَالْعَيْنِ الْقَائِمَةِ میں مروی ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک اس میں کوئی مقررہ شرعی دیت نہیں ہے۔ پس اس میں ایک عادل کا فیصلہ ہے۔ اگر فیصلہ سو دینار تک پہنچے یا اس سے زیادہ تو وہی درست ہوگا۔ اور ہمارے نزدیک یہ زید بن ثابتؓ کا فیصلہ تھا نہ کہ فتویٰ۔)

مالکؒ سے پوچھا گیا کہ آنکھ کے نچلے پردے کو کاٹنے اور آنکھ کے گرد کی ہڈی کاٹنے پر کیا دیت ہے؟ مالکؒ نے کہا کہ اس میں اجتہاد کے سوا کچھ نہیں۔ مگر یہ کہ آنکھ کا نور کم ہو اور اس میں نور کی کمی کے حساب سے دیت ہوگی۔ (آنکھ کے ایک پپوٹے میں ¼ دیت امام ابوحنیفہؒ، ثوریؒ، الحسنؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک معمول بہ امر یہ ہے کہ اپنی جگہ پر قائم بے نور آنکھ کو زائل کر دیا جائے اور شل ہاتھ کو جب کاٹ دیا جائے تو اس میں صرف اجتہاد ہوگا۔ اور اس میں کوئی مقررہ دیت نہیں ہے۔ (یعنی اس میں ایک عدل کا فیصلہ ہوگا۔ کوئی متعین شرعی دیت نہیں۔ اور یہی ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کا قول بھی ہے۔ ابو داؤد کی ایک روایت میں اس کی دیت ⅓ آئی ہے۔ مگر اس کا مطلب بھی وہی ہے جو اوپر زید بن ثابتؓ کے قول میں گزرا کہ یہ ایک عادلانہ فیصلہ ہے شرعی فتویٰ نہیں ہے۔)

۱۰۔ بَابُ مَا جَاءَ فِيْ عَقْلِ الشِّجَاجِ

سر اور چہرے کے زخم کا باب

وَحَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، اَنَّهٗ سَمِعَ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ يَذْكُرُ، اَنَّ الْمُوْضِحَةَ فِي الْوَجْهِ مِثْلُ الْمُوْضِحَةِ فِي الرَّاْسِ. اِلَّا اَنْ تَعِيْبَ الْوَجْهَ فَيُزَادُ فِيْ عَقْلِهَا، مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ عَقْلِ نِصْفِ الْمُوْضِحَةِ فِي الرَّاْسِ. فَيَكُوْنُ فِيْهَا خَمْسَةٌ وَسَبْعُوْنَ دِيْنَارًا.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْاَمْرُ عِنْدَنَا اَنَّ فِي الْمُنَقِّلَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ فَرِيْضَةً.

قَالَ: وَالْمُنَقِّلَةُ الَّتِيْ يَطِيْرُ فِرَاشُهَا مِنَ الْعَظْمِ. وَلَا تَخْرِقُ اِلَى الدِّمَاغِ. وَهِيَ تَكُوْنُ فِي الرَّاْسِ وَفِي الْوَجْهِ.

قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا اَنَّ الْمَأْمُومَةَ وَالْجَائِفَةَ لَيْسَ فِيْهِمَا قَوَدٌ۔ وَقَدْ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: لَيْسَ فِي الْمَأْمُوْمَةِ قَوَدٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْمَأْمُوْمَةُ مَا خَرَقَ الْعَظْمَ اِلَى الدِّمَاغِ۔ وَلَا تَكُوْنُ الْمَأْمُوْمَةُ اِلَّا فِي الرَّاْسِ وَمَا يَصِلُ اِلَى الدِّمَاغِ اِذَا خَرَقَ الْعَظْمَ۔

قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا اَنَّهُ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ الْمُوْضِحَةِ مِنَ الشِّجَاجِ عَقْلٌ، حَتّٰى تَبْلُغَ الْمُوْضِحَةَ۔ وَاِنَّمَا الْعَقْلُ فِي الْمُوْضِحَةِ فَمَا فَوْقَهَا۔ وَذٰلِكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَهٰى اِلَى الْمُوْضِحَةِ، فِيْ كِتَابِهِ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ۔ فَجَعَلَ فِيْهَا خَمْسًا مِنَ الْاِبِلِ۔ وَلَمْ تَقْضِ الْاَئِمَّةُ فِي الْقَدِيْمِ وَلَا فِي الْحَدِيْثِ، فِيْمَا دُوْنَ الْمُوْضِحَةِ، بِعَقْلٍ۔

سراور چہرے کے زخم کو شجہّ کہتے ہیں۔ جس کی جمع شجاج ہے۔ جسم کے دوسرے حصّوں کا زخم جراحت کہلاتا ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ شجاج کی دس اقسام ہیں۔ (۱) حارصہ جسے خادشہ بھی کہتے ہیں۔ جس سے خراش پڑے مگر خون نہ نکلے۔ (۲) دامعہ جس سے خون ظاہر ہو مگر بہے نہیں (۳) دامیہ جو خون بہا دے (۴) باضعہ جو گوشت کو کاٹ ڈالے۔ (۵) متلاضحہ جو گوشت کر باضعہ سے کاٹ دے (۶) سمحاق جو سر کی ہڈی کے اوپر والی پتلی جلد تک پہنچ جائے (۷) مُوضحہ جو ہڈی کو ننگا کر دے (۸) ہاشمہ جو ہڈی کو توڑ دے۔ (۹) منقلہ جو ہڈی کو توڑ کر اس کی جگہ سے کھسکا دے (۱۰) آمّہ جو اُمّ الرأس یعنی دماغ کے اُوپر والی ہڈی تک جا پہنچے۔ اس کے بعد گیارھواں زخم دامغہ ہے جو دماغ کو باہر نکال دے۔ امام محمدؒ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ اس سے عادۃً موت واقع ہو جاتی ہے۔ اور پھر معاملہ قصاص یا دیت پر آ جاتا ہے۔ اسی طرح امام محمدؒ نے حارصہ کا ذکر بھی نہیں کیا۔ کیونکہ اس کا نشان باقی نہیں رہتا، لہٰذا اس کا کوئی حکم نہیں ہے۔ مُوضحہ زخم اگر عمداً ہو تو اس میں قصاص ہے۔ اور باقی زخموں میں قصاص نہیں۔ مُوضحہ سے کم تر زخموں میں ایک عادل کا فیصلہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان میں کوئی مقررہ دیت نہیں۔ مگر انہیں بے سزا چھوڑنا بھی ممکن نہیں۔ لہٰذا اس کا اعتبار عادل کے فیصلے سے واجب ہوا۔ اور یہی نخعیؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ سے منقول ہے۔ مُوضحہ اگر خطا سے ہو تو اس میں دیت کا 1/20۔ مُنقّلہ میں 1/10 دیت ہے اور آمّہ میں 1/3 دیت ہے۔

ترجمہ: سلیمان بن یسار بیان کرتے تھے کہ چہرے کا مُوضحہ بھی سر کے مُوضحہ کی طرح ہے۔ (یعنی اس میں 1/20 دیت ہے) مگر یہ کہ وہ چہرے کو عیب دار کر دے۔ اس صورت میں اس کی دیت پر مُوضحہ کی نصف دیت کا اضافہ کیا جائے گا۔ پس اس میں ۷۵ دینار ہوں گے۔ (امام محمد نے اسے بَابُ الْمُوْضِحَۃِ فِی الْوَجْہِ وَالرَّاْسِ میں بیان کیا اور کہا کہ سر اور چہرے کے مُوضحہ میں 1/20 دیت ہے۔ اور یہی ابو حنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔) ابن القاسمؒ نے کہا کہ مالکؒ نے سلیمان بن یسارؒ کے قول کو نہیں لیا۔ کیونکہ یہ بات سلیمانؒ کے علاوہ کسی اور نے نہیں کہی۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اجماعی امر یہ ہے کہ مُنقّلہ میں پندرہ اونٹ ایک مقرر شدہ فریضہ ہے۔ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے خط میں جو عمرو بن حزمؓ کو گیا تھا یہ موجود ہے اور اس پر اجماع ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ منقلہ وہ زخم ہے کہ دوا کے ساتھ اس کی ہڈی ادھر اُدھر ہو جائے، مگر وہ زخم دماغ تک نہ جائے اور یہ زخم سر میں ہوتا ہے اور چہرے میں بھی۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے کہ مامومہ (آمّہ) اور جائفہ (پیٹ کے اندر جانے والا زخم) میں قصاص نہیں ہوتا اور ابن شہابؒ نے کہا ہے کہ مامومہ میں قصاص نہیں۔ (مالکؒ، ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کا یہی قول ہے۔ وجہ یہ کہ ایسا زخم منضبط نہیں ہو سکتا اور اس میں لہٰذا دیت ہے۔ اس کے قصاص میں جان کا خطرہ ہوتا ہے۔ اور کوئی ایسا قاعدہ نہیں کہ قصاص کا زخم بالکل ایسا ہی لگے گا۔)

مالکؒ نے کہا کہ مامومہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو دماغ تک پھاڑ دے۔ اور یہ صرف سر میں ہوتا ہے اور وہ بھی ایسا زخم جو ہڈی پھاڑ کر دماغ تک چلا جائے۔

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے کہ مُوضحہ سے کم درجے کے زخم میں قصاص نہیں ہوتا۔ قصاص صرف موضحہ میں ہے یا اس کے اُوپر والے زخم میں۔ اور یہ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خط عمرو بن حزمؓ کو لکھوایا تھا، اس میں صرف مُوضحہ تک کی دیت کا بیان ہے جو پانچ اُونٹ ہے۔ اور ہمارے ہاں حاکموں نے شروع سے اب تک مُوضحہ سے کم زخم میں کوئی مقررہ دیت نہیں بتائی۔ (اس مسئلہ پر اجماع ہے۔)

وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ قَالَ: كُلُّ نَافِذَةٍ فِي عُضْوٍ مِنَ الْأَعْضَاءِ فَفِيهَا ثُلُثُ عَقْلِ ذٰلِكَ الْعُضْوِ.

حَدَّثَنِي مَالِكٌ: كَانَ ابْنُ شِهَابٍ لَا يَرَى ذٰلِكَ. وَأَنَا لَا أَرَى فِي نَافِذَةٍ فِي عُضْوٍ مِنَ الْأَعْضَاءِ فِي الْجَسَدِ أَمْرًا مُجْتَمَعًا عَلَيْهِ. وَلٰكِنِّي أَرَى فِيهَا الْاِجْتِهَادَ. يَجْتَهِدُ الْإِمَامُ فِي ذٰلِكَ. وَلَيْسَ فِي ذٰلِكَ أَمْرٌ مُجْتَمَعٌ عَلَيْهِ عِنْدَنَا.

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا أَنَّ الْمَأْمُومَةَ وَالْمُنَقِّلَةَ وَالْمُوضِحَةَ لَا تَكُونُ إِلَّا فِي الْوَجْهِ وَالرَّأْسِ فَمَا كَانَ فِي الْجَسَدِ مِنْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ فِيهِ إِلَّا الْاِجْتِهَادُ.

قَالَ مَالِكٌ: فَلَا أَرَى اللَّحْيَ الْأَسْفَلَ وَالْأَنْفَ مِنَ الرَّأْسِ فِي جِرَاحِهِمَا. لِأَنَّهُمَا عَظْمَانِ مُنْفَرِدَانِ. وَالرَّأْسُ بَعْدَهُمَا، عَظْمٌ وَاحِدٌ.

سعید بن المسیّب نے کہا کہ ہر زخم جو کسی عضو کے اندر تک نفوذ کر جائے اس میں اس عضو کی دیت کا ⅓ ہے۔ مالکؒ نے کہا ابن شہاب کی رائے یہ نہ تھی۔

مالکؒ نے کہا کہ میری رائے میں جسمانی اعضا میں سے کسی عضو میں نفوذ کرنے والے زخم کے بارے میں کوئی متفق علیہ امر نہیں ہے لیکن میرے خیال میں اس میں اجتہاد ہونا چاہیے۔ امام اس میں اجتہاد کرے کیونکہ اس میں کوئی اجماعی معمول نہیں ہے۔ (حافظ ابن حزمؒ نے کہا کہ یہی ابوحنیفہ اور جمہور کی رائے ہے۔ قاضی ابوالولید الباجی نے کہا کہ مالکؒ کا قول بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم۔ کہ خطا سے لگے ہوئے زخم کی

دیت اس وقت تک نہیں ہوتی، جب تک کہ وہ درست نہیں نہ ہو جائے۔ اگر درست ہو جائے اور عضو میں کوئی عیب نہ چھوڑ جائے تو اس میں کچھ نہیں۔ اور اگر عیب رہ جائے تو اس میں حکومتِ عدل ہے اور وہ وہی ہے جس تک مجتہد کا اجتہاد اسے پہنچاتا ہو۔ دیت کے مقداروں میں عقل وقیاس کا دخل نہیں ہے۔ اور جو چیز شرع نے مقدر نہیں کی، اس میں اجتہاد کے سوا چارہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک متفق علیہ امر یہ ہے کہ ماموَمہ، منقّلہ اور مُوضحہ زخم صرف چہرے اور سر پر ہوتے ہیں۔ پس جو زخم اس قسم کے ہوں اور جسم پر ہوں تو ان میں اجتہاد کے سوا کچھ نہیں۔

مالک نے کہا کہ میرے نزدیک نچلا جبڑا اور ناک زخمی ہونے کی صورت میں سر کا حصہ نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ مستقل الگ ہڈیاں ہیں اور سر ان کے بعد ایک واحد ہڈی ہے۔ (مالکؒ اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے۔ مگر جمہور صحابہ وتابعین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سر کی موضحہ اور چہرے کی مُوضحہ کا ایک ہی حکم ہے۔ مالک اور ان کے اصحاب اس میں منفرد ہیں۔)

وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ أَقَادَ مِنَ الْمُنَقِّلَةِ۔

مالکؒ نے کہا کہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰنؒ نے عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے مُنقلہ کا قصاص لیا۔ (لیکن اوپر گزر چکا ہے کہ منقّلہ میں قصاص نہیں اور مالکؒ نے اس مسئلہ میں ابن زبیر کے خلاف کیا ہے۔ اور ابن زُبیرؓ سے یہ ثابت بھی نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں فقہا کا اتفاق ہے۔)

١١۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي عَقْلِ الْأَصَابِعِ

انگلیوں کی دیت کا بیان

وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ: كَمْ فِي إِصْبَعِ الْمَرْأَةِ؟ فَقَالَ: عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ۔ فَقُلْتُ: كَمْ فِي إِصْبَعَيْنِ؟ قَالَ: عِشْرُونَ مِنَ الْإِبِلِ۔ فَقُلْتُ: كَمْ فِي ثَلَاثٍ؟ فَقَالَ: ثَلَاثُونَ مِنَ الْإِبِلِ۔ فَقُلْتُ: كَمْ فِي أَرْبَعٍ؟ قَالَ: عِشْرُونَ مِنَ الْإِبِلِ۔ فَقُلْتُ: حِينَ عَظُمَ جُرْحُهَا وَاشْتَدَّتْ مُصِيبَتُهَا نَقَصَ عَقْلُهَا؟ فَقَالَ سَعِيدٌ: أَعِرَاقِيٌّ أَنْتَ؟ فَقُلْتُ: بَلْ عَالِمٌ مُتَثَبِّتٌ۔ أَوْ جَاهِلٌ مُتَعَلِّمٌ۔ فَقَالَ سَعِيدٌ: هِيَ السُّنَّةُ يَا ابْنَ أَخِي۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي أَصَابِعِ الْكَفِّ إِذَا قُطِعَتْ فَقَدْ تَمَّ عَقْلُهَا۔ وَذٰلِكَ أَنَّ خَمْسَ الْأَصَابِعِ قُطِعَتْ، كَانَ عَقْلُهَا عَقْلَ الْكَفِّ۔ خَمْسِينَ مِنَ الْإِبِلِ۔ فِي كُلِّ إِصْبَعٍ عَشَرَةٌ مِنَ الْإِبِلِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَحِسَابُ الْأَصَابِعِ ثَلَاثَةٌ وَثَلَاثُونَ دِينَارًا وَثُلُثُ دِينَارٍ فِي كُلِّ أُنْمُلَةٍ، وَهِيَ مِنَ الْإِبِلِ ثَلَاثُ فَرَائِضَ وَثُلُثُ فَرِيضَةٍ۔

ترجمہ: ربیعہؒ نے کہا کہ میں نے سعید بن المسیبؒ سے کہا: عورت کی انگلی کی دیت کتنی ہے؟ اس نے کہا، دس اونٹ۔ میں نے پوچھا، دو انگلیوں کی؟ اس نے کہا کہ بیس اونٹ۔ میں نے کہا کہ تین انگلیوں کی؟ اس نے کہا تیس اونٹ۔ میں نے کہا چار انگلیوں کی دیت کتنی ہے؟ اس نے کہا کہ بیس اونٹ۔ میں نے کہا کہ جب اس کا زخم بڑا ہوا اور مصیبت عظیم ہوگئی۔ تو دیت گھٹ گئی؟ پس سعید نے کہا کیا تو عراقی ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ بلکہ یا تو محقق عالم ہوں یا نادان متعلّم ہوں۔ تو سعید نے کہا اے میرے بھتیجے یہی سُنّت ہے۔ (شافعیؒ نے کہا کہ پہلے میرا یہی قول تھا۔ مگر پھر میں نے اس سے رجوع کر لیا۔ سعیدؒ کا کسی چیز کو سُنّت کہنا مرفوع کے حکم میں نہیں ہے۔ اور ہمارے نزدیک اس میں قیاس زیادہ بہتر ہے۔ شافعیؒ کے اس قول کے مطابق تو بقولِ سعیدؒ شافعیؒ بھی عراقی ہوگئے۔ امام سرخسیؒ نے کہا کہ جب تین انگلیوں کی دیت تیس اونٹ ہے تو چار کی بیس کیونکر ہوئی؟ ایک انگلی کے اضافے سے تو یہاں دس اونٹ کم ہوگئے ہیں۔ سعیدؒ کا یہ قول کہ یہ سُنّت ہے۔ اس سے مراد زید بن ثابتؓ کی سُنّت ہے۔ اور کبار صحابہؓ نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ زیلعیؒ نے کہا کہ اس میں مروی حدیث نادر ہے اور جو بات عقلِ صریح کے خلاف ہو وہ نادر حدیث سے ثابت نہیں ہوسکتی۔ ابوحنیفہؒ نے اور شافعیؒ نے ہر زخم میں عورت کی دیت کو مرد کی دیت سے نصف ٹھیرایا ہے۔ وحید الزمان صاحب نے حسبِ عادت یہاں ایسے الفاظ لکھے ہیں، جن سے دلی بُغض کا اظہار ہوتا ہے۔ مگر وہ یہ بھول گئے کہ اس مسئلہ میں شافعیؒ (مکی) اور ربیعہ (مدنی) بھی اہلِ عراق کے ہم نوا تھے۔ اللہ تعالیٰ بُغضِ اسلاف سے محفوظ رکھے۔ آمین۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہاتھ کی انگلیوں میں ہمارے نزدیک اجتماعی امر یہ ہے کہ جب ہاتھ کی انگلیاں قطع کی گئیں تو ان کی دیت پوری ہوگئی۔ اور وہ اس طرح کہ جب پانچوں انگلیوں قطع کی جائیں تو ان کی دیت ہاتھ کی دیت ہے یعنی پچاس اونٹ۔ ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں۔ اور سونے کے حساب سے انگلیوں کی دیت ہر پور میں ⅓۳۳ دینار ہے۔ (کیونکہ کامل دیت ایک ہزار دینار ہے اور ایک ہاتھ کی پانچ سو دینار ہوئی۔ ہر انگلی کے ایک سو دینار ہوتے اور انگلی کے ہر پور کے ⅓۳۳ دینار ہوتے۔) اور اونٹ کے حساب سے ⅓۲ ہیں۔ (اونٹ کے حساب دیت ایک سو اونٹ ہوئے۔ ایک ہاتھ کی دیت پچاس اونٹ ہوئے۔ ہاتھ کی ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہوئے اور ہر پور میں ⅓۳ اونٹ ہوئے۔ انگلیوں اور ان کی پوروں میں علما کا اختلاف بھی ہے۔)

۱۲۔ بَابُ جَامِعِ عَقْلِ الْأَسْنَانِ

دانتوں کی دیت کے مختلف مسائل کا باب

۱۵۲۶۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنْ أَسْلَمَ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَضَى فِي الضِّرْسِ بِجَمَلٍ۔ وَفِي التَّرْقُوَةِ بِجَمَلٍ۔ وَفِي الضِّلَعِ

ترجمہ: جناب عمر بن الخطاب کے آزاد کردہ غلام اسلم سے روایت ہے کہ حضرت بن الخطاب نے ایک ڈاڑھ میں ایک اونٹ دیت کا فیصلہ کیا اور ہنسلی میں ایک اونٹ کا اور پسلی میں ایک اونٹ کا۔ (ان مسائل میں اجتہاد سے کام لیا جاتا ہے۔ لہذا صحابہؓ و تابعین اور ائمہ فقہ کا ان میں اختلاف رہا ہے۔ امام محمدؒ نے بَابُ دِیَۃِ الْاَسْنَانِ میں کہا ہے کہ ہم ابن عباسؓ کا قول اختیار کرتے ہیں۔ سب دانتوں کی دیت برابر ہے اور انگلیوں کی دیت برابر ہے۔ ہر انگلی میں ۱/۱۰ دیت ہے یعنی دس اونٹ۔ اور ہر دانت میں ۱/۲۰ دیت ہے یعنی پانچ اونٹ۔ اور یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔)

وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ يَقُولُ: قَضَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الْأَضْرَاسِ بِبَعِيرٍ بَعِيرٍ. وَقَضَى مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ فِي الْأَضْرَاسِ بِخَمْسَةِ أَبْعِرَةٍ، خَمْسَةِ أَبْعِرَةٍ.

قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ: فَالدِّيَةُ تَنْقُصُ فِي قَضَاءِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَتَزِيدُ فِي قَضَاءِ مُعَاوِيَةَ. فَلَوْ كُنْتُ أَنَا لَجَعَلْتُ فِي الْأَضْرَاسِ بَعِيرَيْنِ بَعِيرَيْنِ. فَتِلْكَ الدِّيَةُ سَوَاءٌ. وَكُلُّ مُجْتَهِدٍ مَأْجُورٌ.

ترجمہ: سعید بن المسیب نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ڈاڑھوں میں ایک ایک اونٹ کا فیصلہ فرمایا۔ اور معاویہ بن ابی سفیانؓ نے ڈاڑھوں میں پانچ پانچ اونٹ کا فیصلہ کیا۔ سعید بن المسیب نے کہا کہ حضرت عمرؓ کے فیصلے میں دیت کم ہے اور معاویہؓ کے فیصلے میں زیادہ ہے اور اگر میں ہوتا تو ڈاڑھوں میں دو دو اونٹوں کا فیصلہ کرتا۔ کیونکہ یہ فیصلہ کامل دیت کے حساب سے برابر ہوتا۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ اضراس ۲۰ ہیں۔ پس یہ بیس اونٹ ہوئے اور باقی دانت بارہ ہوئے۔ جن میں سے ہر ایک میں پانچ اونٹ ہوئے تو یہ ساٹھ ہوگئے۔ اور کل ۲۰ + ۶۰ = ۸۰ ہوئے۔ یہ دیت جان کی دیت ۱۰۰ اونٹ سے کم رہی۔ سعیدؒ نے ہر ضرس کے دو اونٹ بتائے تو یہ ۲۰×۲ = ۴۰ ہوگئے اور ۴۰ + ۶۰ = ۱۰۰۔ یہ پوری دیت ہوگئی۔ لیکن مالکؒ، ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ ہر دانت میں پانچ اونٹ قرار دیتے ہیں۔ اور یہی حضرت معاویہؓ کا فیصلہ تھا۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔)

وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: إِذَا أُصِيبَتِ السِّنُّ فَاسْوَدَّتْ فَفِيهَا عَقْلُهَا تَامًّا. فَإِنْ طُرِحَتْ بَعْدَ أَنْ تَسْوَدَّ فَفِيهَا عَقْلُهَا أَيْضًا تَامًّا.

ترجمہ: سعید بن المسیب کہتے تھے کہ جب دانت کو چوٹ لگائی گئی اور وہ سیاہ ہوگیا۔ تو اس میں دانت کی پوری دیت ہے۔ اگر سیاہ ہوجانے کے بعد پھر اسے نکال دیا گیا تو اس میں بھی پوری دیت ہے۔ (موطا امام محمدؒ میں اس اثر کا صرف پہلا حصہ بَابُ اَرْشِ السِّنِّ السَّوْدَاءِ میں مروی ہے اور فَاِنْ طُرِحَتْ سے آخر تک کی عبارت نہیں ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ جب دانت کو چوٹ لگائی گئی اور وہ سیاہ یا سرخ یا سبز ہوگیا تو اس کی دیت پوری ہے۔ یعنی دانت کی پوری دیت ہے۔ اور یہی قول ابوحنیفہؒ کا ہے)

۱۲۔ بَابُ الْعَمَلِ فِي عَقْلِ الْأَسْنَانِ

دانتوں کی دیت میں معمول کا باب

یعنی گزشتہ باب کی روایات پر عمل نہیں ہے اور معمول بہا وہ روایات ہیں جو اس باب میں۔ الموفق کے بقول اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ہے۔ عمرو بن حزم کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط میں یہی آیا ہے۔ اور یہی حضرت عمرؓ، ابن عباسؓ، معاویہؓ، ابن المسیب، عروہؒ، مالکؒ، ابوحنیفہؒ، ثوریؒ، شافعیؒ، اسحاقؒ، اسحاق اور محمد بن الحسن سے مروی ہے۔ دانتوں کی دیت میں اضراس، انیاب، طواحن اور ثنایا کا کوئی فرق نہیں ہے۔ سب دانت اس باب میں مساوی ہیں۔

۱۵۲۷۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ أَبِي غَطَفَانَ بْنِ طَرِيفٍ الْمُرِّيِّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ بَعَثَهُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ. يَسْأَلُهُ مَاذَا فِي الضِّرْسِ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ: فِيهِ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ. قَالَ فَرَدَّنِي مَرْوَانُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ. فَقَالَ أَتَجْعَلُ مُقَدَّمَ الْفَمِ مِثْلَ الْأَضْرَاسِ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ: لَوْ لَمْ تَعْتَبِرْ ذَلِكَ إِلَّا بِالْأَصَابِعِ. عَقْلُهَا سَوَاءٌ.

ترجمہ: مروان بن الحکم نے ابوغطفان مُرّی کو عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ڈاڑھ کی دیت کا حکم پوچھنے کو بھیجا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اس میں پانچ اونٹ ہیں۔ ابوغطفان نے کہا کہ مروان نے مجھے دوبارہ عبداللہ بن عباسؓ کی طرف بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ کیا آپ کے نزدیک اگلے دانتوں کو ڈاڑھوں کی مانند ٹھیراتے ہیں؟ ابن عباسؓ نے کہا اگر تم انہیں انگلیوں پر قیاس کر لیتے تو کافی تھا۔ انگلیوں کی دیت برابر ہے۔ (موطائے امام محمدؒ میں یہ اثر بَابُ دِيَةِ الْأَسْنَانِ میں آیا ہے۔ جیسا کہ اُوپر گزر چکا۔ امام محمدؒ نے اس پر لکھا ہے کہ یہی ہمارا قول مختار ہے۔)

وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ يُسَوِّي بَيْنَ الْأَسْنَانِ فِي الْعَقْلِ. وَلَا يُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْأَمْرُ عِنْدَنَا أَنَّ مُقَدَّمَ الْفَمِ وَالْأَضْرَاسِ وَالْأَنْيَابِ عَقْلُهَا سَوَاءٌ. وَذَلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "فِي السِّنِّ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ" وَالضِّرْسُ سِنٌّ مِنَ الْأَسْنَانِ لَا يُفَضَّلُ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ۔

ترجمہ: عروہ نے کہا کہ تمام دانتوں کو مساوی شمار کیا جائے گا۔ سب کی دیت برابر ہے اور ایک دوسرے پر فضیلت نہیں رکھتے۔ امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک معمول یہ ہے کہ اگلے دانت، کچلیاں اور ڈاڑھیں دیت میں برابر ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دانت میں پانچ اونٹ ہیں اور ڈاڑھیں بھی دانتوں میں سے ایک دانت ہے۔ دیت میں ان کو ایک دوسرے پر فضیلت نہیں ہے۔

۴۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي دِيَةِ جِرَاحِ الْعَبْدِ

غلاموں کے زخموں کی دیت کا باب

وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ كَانَا يَقُولَانِ: فِي مُوضِحَةِ الْعَبْدِ نِصْفُ عُشْرِ ثَمَنِهِ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ سعید بن المسیب اور سلیمان بن یسار کہتے تھے کہ غلام کے موضحہ زخم میں اس کی قیمت کا ۱/۲۰ حصّہ ہے۔ (آزاد شخص کو موضحہ زخم لگا ہو تو اس کی دیت ۱/۲۰ یعنی پانچ اونٹ ہے۔ اور غلام میں اس کی قیمت کا اعتبار رہوتا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو یہ قیمت خواہ کس قدر ہو، وہی دیت ہے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ اگر یہ دیت آزاد مرد کی دیت کے برابر ہو جائے تو اس میں دس کم کر دیئے جائیں گے۔ ابویوسف اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کے ساتھ ہیں۔)

وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ كَانَ يَقْضِي فِي الْعَبْدِ يُصَابُ بِالْجِرَاحِ: أَنَّ عَلَى مَنْ جَرَحَهُ قَدْرَ مَا نَقَصَ مِنْ ثَمَنِ الْعَبْدِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْأَمْرُ عِنْدَنَا أَنَّ فِي مُوضِحَةِ الْعَبْدِ نِصْفَ عُشْرِ ثَمَنِهِ۔ وَفِي مُنَقِّلَتِهِ الْعُشْرُ وَنِصْفُ الْعُشْرِ مِنْ ثَمَنِهِ۔ وَفِي مَأْمُومَتِهِ وَجَائِفَتِهِ، فِي كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا ثُلُثُ ثَمَنِهِ۔ وَفِيمَا سِوَى هٰذِهِ الْخِصَالِ الْأَرْبَعِ، مِمَّا يُصَابُ بِهِ الْعَبْدُ مَا نَقَصَ مِنْ ثَمَنِهِ، يُنْظَرُ فِي ذٰلِكَ بَعْدَ مَا يَصِحُّ الْعَبْدُ وَيَبْرَأُ۔ كَمْ بَيْنَ قِيمَةِ الْعَبْدِ بَعْدَ أَنْ أَصَابَهُ الْجُرْحُ، وَقِيمَتِهِ صَحِيحًا قَبْلَ أَنْ يُصِيبَهُ هٰذَا؟ ثُمَّ يَغْرَمُ الَّذِي أَصَابَهُ مَا بَيْنَ الْقِيمَتَيْنِ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْعَبْدِ إِذَا كُسِرَتْ يَدُهُ أَوْ رِجْلُهُ ثُمَّ صَحَّ كَسْرُهُ۔ فَلَيْسَ عَلَى مَنْ أَصَابَهُ شَيْءٌ۔ فَإِنْ أَصَابَ كَسْرَهُ ذٰلِكَ نَقْصٌ أَوْ عَثَلٌ، كَانَ عَلَى مَنْ أَصَابَهُ قَدْرُ مَا نَقَصَ مِنْ ثَمَنِ الْعَبْدِ۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي الْقِصَاصِ بَيْنَ الْمَمَالِيكِ كَهَيْئَةِ قِصَاصِ الْأَحْرَارِ۔ نَفْسُ الْأَمَةِ بِنَفْسِ الْعَبْدِ۔ وَجُرْحُهَا بِجُرْحِهِ۔ فَإِذَا قَتَلَ الْعَبْدُ عَبْدًا عَمْدًا خُيِّرَ سَيِّدُ الْعَبْدِ الْمَقْتُولِ۔ فَإِنْ شَاءَ

قَتَلَ. وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الْعَقْلَ. فَإِنْ أَخَذَ الْعَقْلَ أَخَذَ قِيمَةَ عَبْدِهِ. وَإِنْ شَاءَ رَبُّ الْعَبْدِ الْقَاتِلِ أَنْ يُعْطِيَ ثَمَنَ الْعَبْدِ الْمَقْتُولِ فَعَلَ. وَإِنْ شَاءَ أَسْلَمَ عَبْدَهُ: فَإِذَا أَسْلَمَهُ فَلَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُ ذٰلِكَ. وَلَيْسَ لِرَبِّ الْعَبْدِ الْمَقْتُولِ، إِذَا أَخَذَ الْعَبْدَ الْقَاتِلَ وَرَضِيَ بِهِ أَنْ يَقْتُلَهُ. وَذٰلِكَ فِي الْقِصَاصِ كُلِّهِ بَيْنَ الْعَبِيدِ فِي قَطْعِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ وَأَشْبَاهِ ذٰلِكَ، بِمَنْزِلَتِهِ فِي الْقَتْلِ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْعَبْدِ الْمُسْلِمِ يَجْرَحُ الْيَهُودِيَّ أَوِ النَّصْرَانِيَّ: إِنَّ سَيِّدَ الْعَبْدِ إِنْ شَاءَ أَنْ يَعْقِلَ عَنْهُ مَا قَدْ أَصَابَ فَعَلَ. أَوْ أَسْلَمَهُ. فَيُبَاعُ. فَيُعْطِي الْيَهُودِيَّ أَوِ النَّصْرَانِيَّ، مِنْ ثَمَنِ الْعَبْدِ، دِيَةَ جُرْحِهِ. أَوْ ثَمَنَهُ كُلَّهُ. إِنْ أَحَاطَ بِثَمَنِهِ. وَلَا يُعْطِي الْيَهُودِيَّ وَلَا النَّصْرَانِيَّ عَبْدًا مُسْلِمًا.

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ مروان بن الحکم غلام کے زخم کے بارے میں یہ فیصلہ کیا کرتا تھا کہ زخم سے اس کی قیمت جتنی گھٹ گئی۔ وہی زخم لگانے والے سے وصول کی جائے گی۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک امر یہ ہے کہ غلام کو لگائے ہوئے مُوضحہ زخم میں اس کی قیمت کا ۱/۲۰ ہے۔ اور مُنقّلہ میں اس کی قیمت کا ۳/۲۰ ہے۔ اور مامومہ میں اور جائفہ میں اس کی قیمت کا ۱/۳۔ اور ان چار زخموں کے علاوہ غلام کو جو زخم لگایا جائے۔ اس کی دیت اسی قدر ہے جس قدر اس کی قیمت کم ہوگئی۔ غلام کے تندرست ہو جانے کے بعد دیکھا جائے گا کہ زخم سے قبل تندرست ہونے کی حالت میں اس کی قیمت کیا تھی۔ اور زخم کے بعد اب کیا رہ گئی ہے۔ پس جس قدر قیمت گھٹ گئی ہو، وہی اس کے زخم کی دیت ہے۔ (اس کو امام طحاوی نے حکومتِ عدل کا نام دیا ہے۔ مگر اس مسئلہ میں ابو حنیفہؒ، شافعیؒ اور ایک روایت میں احمدؒ نے کہا کہ آزاد کے تمام اعضا میں جو دیت مقرر ہے وہ غلام کے اعضا میں اس کی قیمت سے حساب سے ہوگا۔ یعنی آزاد کے لئے معیار دیت ہے۔ اور غلام کے لئے اس کی قیمت)

مالکؒ نے کہا کہ قصاص میں ہمارے نزدیک غلاموں کے درمیان وہی حساب ہے، جو آزادوں کے قصاص میں ہے۔ یعنی لونڈی کی جان غلام کے بدلے لی جائے گی۔ اور غلام کے زخم کے بدلے میں لونڈی کو زخم لگایا جائے گا۔ (یعنی قتل کرنے والی اور زخم لگانے والی لونڈی کو)۔ جب غلام کسی غلام کو عمداً قتل کر دے تو مقتول کے آقا کو اختیار دیا جائے گا۔ چاہے تو قاتل کو قتل کر دے اور چاہے تو دیت لے لے۔ اگر دیت لے تو اپنے غلام کی قیمت وصول کرے گا (اکثر علما کے نزدیک غلاموں کے اندر جان کا قصاص جاری ہوتا ہے۔ اس مسئلے کی بعض فروع میں اختلاف ہے۔) اور اگر قاتل غلام کا مالک چاہے کہ مقتول غلام کی قیمت دے دے۔ تو دے سکتا ہے اور اگر چاہے تو اپنے غلام کو مقتول کے آقا کے سپرد کر دے۔ جب وہ غلام کو سپرد کر دے تو اس کے ذمے اس کے سوا اور کچھ نہیں رہتا۔ مقتول غلام کا آقا جب قاتل غلام کو زندہ لینے پر رضامند ہو گیا اور اسے قتل نہ کیا۔ تو بعد میں وہ اسے قتل نہیں کر سکتا۔ اور یہی فیصلہ قصاص کی سب صورتوں میں ہے۔ مثلاً ہاتھ کاٹنا اور پاؤں کاٹنا وغیرہ۔ جیسے کہ اس کی دیت کا بھی یہی حساب ہوتا ہے۔ (کہ اعضا کی دیت جان کی دیت کے حساب سے ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ مسلم غلام اگر یہودی یا نصرانی کو زخمی کر دے تو غلام کا آقا چاہے تو اس زخم کی دیت دے دے اور یا اگر چاہے تو غلام کو سپرد کر دے۔ تاکہ اسے فروخت کر کے قیمت سے یہودی یا نصرانی (یا دیگر کفار) کو دیت دی جا سکے۔ اگر دیت ساری قیمت پر محیط ہو جائے

ساری قیمت دی جائے۔ اور مسلم غلام یہودی یا نصرانی کو نہ دیا جائے۔ (مبادا مسلم غلام پر کافر کا تبضہ لازم آجائے یا مبادا وہ اسے مرتد کرلے)

۱۵۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي دِيَةِ أَهْلِ الذِّمَّةِ

ذمیوں کی دیت کا باب

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَضَى أَنَّ دِيَةَ الْيَهُودِيِّ أَوِ النَّصْرَانِيِّ، إِذَا قُتِلَ أَحَدُهُمَا، مِثْلُ نِصْفِ دِيَةِ الْحُرِّ الْمُسْلِمِ۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا أَنْ لَا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ۔ إِلَّا أَنْ يَقْتُلَهُ مُسْلِمٌ قَتْلَ غِيلَةٍ۔ فَيُقْتَلُ بِهِ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے فیصلہ کیا تھا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مقتول ہونے کی صورت میں آزاد مسلم کی دیت سے نصف ہے۔ (علقمہؒ، مجاہدؒ، شعبیؒ، نخعیؒ، ثوریؒ اور ابوحنیفہؒ کے نزدیک ذمی کی دیت مسلم کی دیت کی مانند ہے۔ اور یہ حضرت عمرؓ، عثمانؓ، ابن مسعودؓ اور معاویہؓ سے مروی ہے۔ حافظ ابن عبدالبرؒ نے کہا کہ یہی قول ابن المسیبؒ اور زہریؒ کا ہے۔ اس مضمون کی مرفوع حدیث مسند احمد میں مروی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک معمول یہ ہے کہ مسلم کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔ مگر یہ کہ مسلم نے اس کو دھوکے سے مار ڈالا ہو تو اسے اس کے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ (نخعیؒ، شعبیؒ اور حنفیہؒ نے النَّفْسُ بِالنَّفْسِ جیسے عمومات سے استدلال کرکے کہا ہے کہ ذمی کے بدلے مسلم کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ مصنف عبدالرزاق میں حضرت علیؓ سے یہی مروی ہے۔ مسلم اگر ذمی کا مال چرائے تو اس کا ہاتھ قطع ہوتا ہے تو اس کی جان لینے سے قصاص کیوں جاری نہ ہوگا؟ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ کی حدیث کا تعلق ان کے نزدیک حربی یا مستامن سے ہے۔)

وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ كَانَ يَقُولُ: دِيَةُ الْمَجُوسِيِّ ثَمَانِي مِائَةِ دِرْهَمٍ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَهُوَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَجِرَاحُ الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَالْمَجُوسِيِّ فِي دِيَاتِهِمْ عَلَى حِسَابِ جِرَاحِ الْمُسْلِمِينَ فِي دِيَاتِهِمْ۔ الْمُوضِحَةُ نِصْفُ عُشْرِ دِيَتِهِ۔ وَالْمَأْمُومَةُ ثُلُثُ دِيَتِهِ۔ وَالْجَائِفَةُ ثُلُثُ دِيَتِهِ۔ فَعَلَى حِسَابِ ذَلِكَ، جِرَاحَاتُهُمْ كُلُّهَا۔

ترجمہ: سلیمان بن یسار کہتے تھے کہ مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ (نخعیؒ، شعبیؒ اور حنفیہ کے نزدیک اس کی دیت مسلم کی دیت کے برابر ہے۔ یعنی جب کہ وہ ذمی ہو۔ کیونکہ جان کی عظمت میں وہ بحیثیتِ انسان دوسروں سے کم نہیں۔

مالکؒ نے کہا کہ یہودی، نصرانی اور مجوسی کے زخم ان کی دیتوں میں اسی حساب سے جو کہ مسلمانوں کی دیتوں میں ہیں۔ یعنی موضحہ زخم کی دیت ۱/۲۰ کل دیت کا ہے۔ (یعنی اس کی دیت کا) اور ماموعہ میں اس کی دیت کا ۱/۳ اور جائفہ میں اس کی دیت کا ۱/۳ اور اسی طرح ان کی تمام جراحتوں کی دیتوں کا حساب ہے۔

۱۶۔ بَابُ مَا يُوجِبُ الْعَقْلَ عَلَى الرَّجُلِ فِي خَاصَّةِ مَالِهِ

مرد کے ذاتی مال میں اس کی کونسی دیت آتی ہے

حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: لَيْسَ عَلَى الْعَاقِلَةِ عَقْلٌ فِي قَتْلِ الْعَمْدِ. إِنَّمَا عَلَيْهِمْ عَقْلُ قَتْلِ الْخَطَإِ۔

ترجمہ: عروہ کہتے تھے کہ قتل عمد کی دیت عاقلہ پر نہیں۔ ان کے ذمہ فقط قتل خطا کی دیت ہے۔ (قتل خطا کی صورت میں لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى کا اصول ترک کیا گیا۔ باوجودیکہ اصول وہی ہے۔ سبب اس کا خطا کا عذر ہے۔ تاکہ اس سے تخفیف کی جائے اور اس کے ساتھ نرمی اور خیر خواہی کا برتاؤ ہو۔ کیونکہ اس کا فعل عمداً نہ تھا۔)

وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ قَالَ: مَضَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الْعَاقِلَةَ لَا تَحْمِلُ شَيْئًا مِنْ دِيَةِ الْعَمْدِ. إِلَّا أَنْ يَشَاءُوا ذَلِكَ۔

مالکؒ نے ابن شہاب سے روایت کی کہ اس نے کہا، یہ سنت چلی آتی ہے کہ عاقلہ قتل عمد کا کوئی بوجھ برداشت نہ کرے۔ مگر یہ کہ وہ ایسا کرنا چاہیں۔ (یہ اثر موطائے امام محمدؒ میں باب دِيَةِ الْعَمْدِ میں مروی ہے۔ امام محمدؒ نے کہا کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ ابن المنذر وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔)

وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، مِثْلَ ذَلِكَ۔

مالکؒ نے یحییٰ بن سعید انصاری سے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے۔

قَالَ مَالِكٌ: إِنَّ ابْنَ شِهَابٍ قَالَ: مَضَتِ السُّنَّةُ فِي قَتْلِ الْعَمْدِ حِينَ يَعْفُو أَوْلِيَاءُ الْمَقْتُولِ أَنَّ الدِّيَةَ تَكُونُ عَلَى الْقَاتِلِ فِي مَالِهِ خَاصَّةً. إِلَّا أَنْ تُعِينَهُ الْعَاقِلَةُ عَنْ طِيبِ نَفْسٍ مِنْهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْأَمْرُ عِنْدَنَا أَنَّ الدِّيَةَ لَا تَجِبُ عَلَى الْعَاقِلَةِ، حَتَّى تَبْلُغَ الثُّلُثَ فَصَاعِدًا. فَمَا بَلَغَ الثُّلُثَ فَهُوَ عَلَى الْعَاقِلَةِ. وَمَا كَانَ دُونَ الثُّلُثِ فَهُوَ فِي مَالِ الْجَارِحِ خَاصَّةً۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ عِنْدَنَا، فِي مَنْ قُبِلَتْ مِنْهُ الدِّيَةُ فِي قَتْلِ الْعَمْدِ

اَوْ فِیْ شَیْءٍ مِنَ الْجِرَاحِ الَّتِیْ فِیْهَا الْقِصَاصُ: اَنَّ عَقْلَ ذٰلِكَ لَا یَكُوْنُ عَلَى الْعَاقِلَةِ. اِلَّا اَنْ یَّشَاءُوْا وَ اِنَّمَا عَقْلُ ذٰلِكَ فِیْ مَالِ الْقَاتِلِ اَوِ الْجَارِحِ خَاصَّةً. اِنْ وُجِدَ لَهٗ مَالٌ. فَاِنْ لَّمْ یُوْجَدْ لَهٗ مَالٌ، كَانَ دَیْنًا عَلَیْهِ. وَلَیْسَ عَلَى الْعَاقِلَةِ مِنْهُ شَیْءٌ اِلَّا اَنْ یَّشَاءُوْا.

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ اَحَدًا، اَصَابَ نَفْسَهٗ عَمْدًا اَوْ خَطَاً، بِشَیْءٍ. وَعَلٰى ذٰلِكَ رَاْیُ اَهْلِ الْفِقْهِ عِنْدَنَا. وَلَمْ اَسْمَعْ اَنَّ اَحَدًا ضَمَّنَ الْعَاقِلَةَ مِنْ دِیَةِ الْعَمْدِ شَیْئًا. وَمِمَّا یُعْرَفُ بِهٖ ذٰلِكَ اَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ فِیْ كِتَابِهٖ ــ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ــ فَتَفْسِیْرُ ذٰلِكَ، فِیْ مَا نُرٰى وَاللّٰهُ اَعْلَمُ: اَنَّهٗ مَنْ اُعْطِیَ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ مِنَ الْعَقْلِ. فَلْیَتَّبِعْهُ بِالْمَعْرُوْفِ. وَلْیُؤَدِّ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ.

قَالَ مَالِكٌ، فِی الصَّبِیِّ الَّذِیْ لَا مَالَ لَهٗ. وَالْمَرْاَةِ الَّتِیْ لَا مَالَ لَهَا. اِذَا جَنٰى اَحَدُهُمَا جِنَایَةً دُوْنَ الثُّلُثِ: اِنَّهٗ ضَامِنٌ عَلَى الصَّبِیِّ وَالْمَرْاَةِ فِیْ مَالِهِمَا خَاصَّةً. اِنْ كَانَ لَهُمَا مَالٌ اُخِذَ مِنْهُ. وَ اِلَّا فَجِنَایَةُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا دَیْنٌ عَلَیْهِ. لَیْسَ عَلَى الْعَاقِلَةِ مِنْهُ شَیْءٌ. وَلَا یُؤْخَذُ اَبُو الصَّبِیِّ بِعَقْلِ جِنَایَةِ الصَّبِیِّ. وَلَیْسَ ذٰلِكَ عَلَیْهِ.

قَالَ مَالِكٌ: الْاَمْرُ عِنْدَنَا الَّذِیْ لَا اخْتِلَافَ فِیْهِ، اَنَّ الْعَبْدَ اِذَا قُتِلَ كَانَتْ فِیْهِ الْقِیْمَةُ یَوْمَ یُقْتَلُ. وَلَا تَحْمِلُ عَاقِلَةُ قَاتِلِهٖ مِنْ قِیْمَةِ الْعَبْدِ شَیْئًا. قَلَّ اَوْ كَثُرَ. وَ اِنَّمَا ذٰلِكَ عَلَى الَّذِیْ اَصَابَهٗ فِیْ مَالِهٖ خَاصَّةً. بَالِغًا مَا بَلَغَ. وَاِنْ كَانَتْ قِیْمَةُ الْعَبْدِ الدِّیَةَ اَوْ اَكْثَرَ، فَذٰلِكَ عَلَیْهِ فِیْ مَالِهٖ. وَذٰلِكَ لِاَنَّ الْعَبْدَ سِلْعَةٌ مِنَ السِّلَعِ.

مالکؒ نے ابن شہاب سے روایت کی، اس نے کہا کہ قتل عمد میں یہ سُنت چلی آتی ہے کہ جب مقتول کے اولیاء قصاص معاف کردیں (اور دیت پر راضی ہو جائیں) تو دیت قاتل کے خالص مال میں ہوتی ہے۔ مگر یہ کہ عاقلہ اپنے دل کی خوشی سے اس کی مدد کرے۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک معمول بہا امر یہ ہے کہ دیت عاقلہ پر واجب نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ ⅓ یا اس سے زائد مقدار کو پہنچ جائے پس جب ثلث کو پہنچ جائے تو وہ عاقلہ پر ہے (ظاہر ہے کہ یہ اطراف و اعضاء وغیرہ کی دیت ہے) اور جو ثلث سے کم ہو وہ زخم لگانے والے کے مال پر ہے۔ (امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دیت کے ½ کی اور اس سے زائد مقدار عاقلہ برداشت کرے گا۔ شافعیؒ کے نزدیک قلیل وکثیر دیت

(یعنی اطراف کی) عاقلہ پر ہے۔ ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے جنین کی دیت جو دیت کا ۲/۱ ہے۔ عاقلہ پر ڈالی تھی۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں طے شدہ بات یہ ہے جس میں اختلاف نہیں ہے کہ قتل عمد میں جب دیت پر فیصلہ ہو جائے یا قصاص والے زخموں میں دیت پر سمجھوتہ ہو جائے تو اس کی دیت عاقلہ پر نہیں ہوتی۔ مگر جب وہ ایسا چاہیں۔ یہ دیت خاص طور پر زخم لگانے والے یا قاتل کے مال میں ہے بشرطیکہ اس کا کوئی مال ہو۔ اگر وہ مفلس و قلاش ہو تو یہ دیت اس پر قرض ہو گی اور عاقلہ پر اس میں سے کچھ نہیں سوائے اس صورت کے کہ وہ خود چاہیں۔ (امام محمدؒ نے باب دِیَۃِ الْعَمَدِ میں اپنی سند سے ابن عباسؓ کی روایت درج کی ہے کہ انہوں نے کہا: عاقلہ برداشت نہیں کرتا قتل عمد کو نہ صلح کو اور نہ اعتراف کو اور نہ غلام کے جرم کو۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی ہمارا مختار ہے اور یہی ابوحنیفہؒ اور اور ہمارے عامۃ فقہا کا قول ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ عاقلہ اپنی جان کو عمداً یا خطاءً نقصان پہنچانے والے کی کوئی ذمہ داری نہیں لیتا اور ہمارے ملک کے فقہا کی یہی رائے ہے اور میں نے کسی کو نہیں سنا کہ اس ... دیت میں سے کچھ عاقلہ پر ڈالا ہو۔ اور یہ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس جس کو اپنے بھائی کی طرف سے کچھ معا... نیکی کے ساتھ اس کا اتباع کرنا اور احسان کے ساتھ اسے ادا کرنا ہے۔ اس کی تفسیر ہمارے نزدیک یہ ہے۔ واللہ اعلم۔ کہ جس شخص کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ دیت دی گئی تو وہ نیکی کے ساتھ اس دینے والے سے طلب کرے۔ اور احسان کے ساتھ اسے واپس کر دے۔ (یہ آیت کی ایک تفسیر ہے۔ دوسری یہ ہے کہ اس کا شان نزول دیت کی ادائیگی میں قاتل کی مدد نہیں بلکہ قاتل اور مقتول کے اولیا میں جب صلح ہو جائے تو اس کی پابندی کرنا ہے۔ قاتل صلح کے قاتل کے مطابق دیت کی رقم ادا کرے۔ اور مقتول کے وارث معاہدے کی پابندی کریں اور اسے قبول کریں۔)

مالکؒ نے کہا کہ بچہ اور عورت جن کا کوئی مال نہ ہو، جب ان میں سے کوئی جرم کرے جو دیت کے ثلث سے کم ہو تو وہ خاص طور پر انہی کے مال میں سے وصول ہو گا۔ مال کی عدم موجودگی میں ان پر قرض ہو گا۔ اس میں سے کچھ بھی عاقلہ پر نہ آئے گا۔ اور بچے کے جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا۔ نہ اس کی دیت اس سے لی جائے گی۔

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ غلام جب قتل کیا جائے تو اس میں قتل کے دن کی قیمت واجب ہے اور قاتل کا عاقلہ غلام کی قیمت میں سے کم یا زیادہ کچھ برداشت نہیں کرتا۔ یہ خاص طور پر قاتل کے مال میں واجب ہے۔ چاہے جس قدر بھی ہو۔ گو دیت سے غلام کی قیمت زیادہ کیوں نہ ہو۔ کیونکہ غلام بھی مال تجارت ہے۔ (ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہی ہے۔ مگر ابوحنیفہؒ نے کہا کہ غلام کی دیت اس کی جان کی ضمان ہے۔ کیونکہ وہ آدمی ہے۔ اور اگر اس کی قیمت دیت سے زیادہ ہو تو آزاد کی دیت سے دس درہم کم دیت واجب ہے کیونکہ اس کا مرتبہ آزاد سے کم ہے۔ یہ سب اس وقت ہے۔ جب کہ غلام کا آقا دیت پر صلح کرلے۔ ورنہ حنفیہ کے نزدیک اس کے قتل سے قصاص واجب ہوتا ہے۔)

۱۷۔ بَابُ مَاجَاءَ فِیْ مِیْرَاثِ الْعَقْلِ وَالتَّغْلِیْظِ فِیْهِ

دیت کی میراث اور اس کی تغلیظ کا باب

۱۵۱۲۸۔ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ نَشَدَ النَّاسَ بِمِنًى: مَنْ كَانَ

عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الدِّيَةِ اَنْ يُخْبِرَنِي؟ فَقَامَ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ الْكِلَابِيُّ فَقَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُوَرِّثَ امْرَاَةَ اَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ، مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: ادْخُلِ الْخِبَاءَ حَتّٰى اٰتِيَكَ. فَلَمَّا نَزَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، اَخْبَرَهُ الضَّحَّاكُ. فَقَضٰى بِذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ.

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَكَانَ قَتْلُ اَشْيَمَ خَطَأً.

ترجمہ: مالکؒ نے ابن شہاب سے روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے لوگوں سے منیٰ میں بآواز بلند قسم دے کر کہا کہ جس کے پاس دیت کے بارے میں کچھ علم ہو وہ مجھے بتائے۔ پس ضحاکؓ بن سفیان کلابی اُٹھا اور بولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خط لکھوایا تھا، کہ اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے خاوند کی دیت سے میراث دو۔ پس حضرت عمرؓ بن الخطابؓ نے اس سے فرمایا کہ تم خیمے میں داخل ہو جاؤ، حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آؤں۔ جب حضرت عمر بن الخطابؓ خیمے میں آئے تو ضحاکؓ نے انہیں یہ واقعہ سنایا۔ اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ ابن شہابؒ نے کہا کہ اشیمؓ کا قتل خطاءً ہوا تھا۔

شرح: امام محمدؒ نے یہ حدیث موطا کے بَابُ الرَّجُلِ يَرِثُ مِنْ دِيَةِ امْرَاَتِهِ وَالْمَرْاَةُ تَرِثُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا، میں روایت کی اور کہا ہے کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ ہر وارث کا دیت میں اور خون میں حصہ ہے۔ وارث خواہ بیوی ہو یا خاوند یا کوئی اور۔ یہی ابوحنیفہ کا قول ہے۔ اور یہی ہمارے عامہ فقہا کا قول ہے۔ قاضی ابوالولید الباجی نے کہا کہ ابن شہاب کا قول بظاہر یہ تقاضا کرتا ہے کہ یہ حکم قتلِ خطاء کی دیت میں ہے مگر فقہائے امصار نے اس ضمن میں عمد اور خطا میں کوئی فرق نہیں کیا۔ مالکؒ، شافعیؒ، زہری وغیرہم کا یہی مذہب ہے۔

۱۵۲۹۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، اَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي مُدْلِجٍ يُقَالُ لَهُ قَتَادَةُ. حَذَفَ ابْنَهُ بِالسَّيْفِ. فَاَصَابَ سَاقَهُ. فَنُزِيَ فِي جُرْحِهِ فَمَاتَ. فَقَدِمَ سُرَاقَةُ بْنُ جُعْشُمٍ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اعْدُدْ عَلٰى مَاءِ قُدَيْدٍ عِشْرِينَ وَمِائَةَ بَعِيرٍ. حَتّٰى اَقْدَمَ عَلَيْكَ. فَلَمَّا قَدِمَ اِلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، اَخَذَ مِنْ تِلْكَ الْاِبِلِ ثَلَاثِينَ حِقَّةً، وَثَلَاثِينَ جَذَعَةً، وَاَرْبَعِينَ خَلِفَةً. ثُمَّ قَالَ: اَيْنَ اَخُو الْمَقْتُولِ؟ قَالَ، هَا اَنَذَا. قَالَ: خُذْهَا فَاِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَيْسَ لِقَاتِلٍ شَيْءٌ".

ترجمہ: عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ بنی مُدلج کے قتادہ نامی ایک شخص نے اپنے بیٹے کی طرف تلوار پھینکی، جو اس کی پنڈلی پر لگی۔ اس کا خون بند نہ ہوا اور وہ مر گیا۔ سراقہ بن جعشم حضرت عمر بن الخطاب کے پاس آیا اور یہ واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ قدید کے چشمہ پر ایک سو بیس اونٹ جمع کر، حتیٰ کہ میں تیرے پاس آؤں۔ جب حضرت عمر بن الخطاب آئے تو ان میں سے

تیس حِقّے اور تیس جذعے اور چالیس حاملہ اونٹنیاں لے لیں۔ پھر فرمایا، مقتول کا بھائی کہاں ہے؟ وہ بولا کہ میں حاضر ہوں۔ فرمایا، انہیں لے لو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قاتل کو کچھ نہیں مل سکتا۔

شرح: جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ اُونٹنیاں باپ کے مال سے لی گئی تھیں اور یہ دیت مغلّظہ تھی، جو اس قسم کی صورت میں باپ سے وصول کی جاتی ہے۔ سراقہ بن مالک بن جعشم رض چونکہ مسئلہ پوچھنے آیا تھا اور وہ اس قوم کا سردار تھا۔ اس بنا پر حضرت عمر رض نے اسے اونٹ جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔ باپ قاتل تھا، لہذا محروم کیا گیا اور مقتول کی ماں لونڈی تھی، اس لئے وارث نہ ہو سکی۔

وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ: أَنَّهُ بَلَغَهُ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ سُئِلَا: أَتُغَلَّظُ الدِّيَةُ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ؟ فَقَالَا: لَا. وَلَكِنْ يُزَادُ فِيهَا لِلْحُرْمَةِ. فَقِيلَ لِسَعِيدٍ: هَلْ يُزَادُ فِي الْجِرَاحِ كَمَا يُزَادُ فِي النَّفْسِ؟ فَقَالَ: نَعَمْ۔

قَالَ مَالِكٌ: أُرَاهُمَا أَرَادَا مِثْلَ الَّذِي صَنَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي عَقْلِ الْمُدْلِجِيِّ، حِينَ أَصَابَ ابْنَهُ۔

ترجمہ: مالک رح کو خبر پہنچی ہے کہ سعید بن المسیب رح اور سلیمان بن یسار سے پوچھا گیا کہ کیا با حرمت مہینے میں دیت مغلّظ ہو جاتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں (تعداد میں نہیں)، بلکہ حرمت کے باعث جانوروں کی عمروں میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ پھر سعید بن المسیب سے پوچھا گیا کہ کیا جان کی دیت کی طرح کیا زخموں کی دیت میں بھی (عمروں کا) اضافہ کیا جاتا ہے؟ سعید نے کہا کہ ہاں۔ مالک رح نے کہا کہ میرے خیال میں ان دونوں حضرات کی مراد یہ تھی کہ جس طرح حضرت عمر بن الخطاب رض نے مُدلجی کی دیت میں کیا، جب کہ اس نے اپنے بیٹے کو قتل کیا تھا۔ (الحسن رح، نخعی رح، ابوحنیفہ اور مدینہ کے فقہائے سبعہ کا قول ہے کہ دیت کسی چیز سے مغلظ نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں مارے جانے والے ایک بندی کی دیت سو اونٹ مقرر فرمائی تھی۔ آیت قرآنی نے بھی ہر قتل میں دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ کا لفظ بولا ہے پس دیت کی تغلیظ کا معنیٰ یہ ہے کہ اُونٹوں کی عمروں میں ردّ و بدل ہو نہ کہ تعداد میں اضافہ کیا جائے۔)

۱۵۳۰۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أُحَيْحَةُ بْنُ الْجُلَاحِ. كَانَ لَهُمْ عَمٌّ صَغِيرٌ. هُوَ أَصْغَرُ مِنْ أُحَيْحَةَ. وَكَانَ عِنْدَ أَخْوَالِهِ. فَأَخَذَهُ أُحَيْحَةُ فَقَتَلَهُ. فَقَالَ أَخْوَالُهُ: كُنَّا أَهْلَ ثُمِّهِ وَرُمِّهِ. حَتَّى إِذَا اسْتَوَى عَلَى عُمَمِهِ غَلَبَنَا حَقُّ امْرِئٍ فِي عَمِّهِ۔

قَالَ عُرْوَةُ: فَلِذَلِكَ لَا يَرِثُ قَاتِلٌ مَنْ قَتَلَ۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ عِنْدَنَا، أَنَّ قَاتِلَ الْعَمْدِ لَا يَرِثُ مَنْ قَتَلَ شَيْئًا. وَلَا

مِنْ مَالِهٖ۔ وَلَا يَحْجُبُ اَحَدًا وَقَعَ لَهٗ مِيْرَاثٌ۔ وَاَنَّ الَّذِيْ يَقْتُلُ خَطَأً لَا يَرِثُ مِنَ الدِّيَةِ شَيْئًا وَقَدِ اخْتُلِفَ فِيْ اَنْ يَرِثَ مِنْ مَالِهٖ۔ لِاَنَّهٗ لَا يُتَّهَمُ عَلٰى اَنَّهٗ قَتَلَهٗ لِيَرِثَهٗ۔ وَلِيَاْخُذَ مَالَهٗ۔ فَاَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ يَرِثَ مِنْ مَالِهٖ۔ وَلَا يَرِثُ مِنْ دِيَتِهٖ۔

ترجمہ: عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ اُحیحہ بن الجلاح نامی ایک انصاری کا ایک چچا تھا جو اس سے عمر میں چھوٹا تھا۔ اور وہ اپنے ماموؤں کے پاس رہتا تھا۔ اُحیحہ نے اسے پکڑا اور مار ڈالا۔ اس کے ماموؤں نے کہا کہ ہم لوگ اس کی پرورش کے ذمہ دار تھے، حتیٰ کہ وہ جوان ہوگیا تو ایک آدمی کا حق اس کے چچا کے بارے میں ہم پر غالب آگیا (یعنی بھتیجا چچا کو زبردستی لے گیا اور اسے قتل کر دیا۔ اور اس کا حق اس کے عصبہ کو ہے۔ ہمیں نہیں ملتا کیونکہ ہم فقط ماموں تھے۔) عروہؒ نے کہا کہ اس لئے قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوتا۔

مالکؒ نے کہا کہ اس امر میں ہمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں کہ عمداً قتل کرنے والا مقتول کی کسی چیز کا وارث نہیں ہے۔ نہ دیت کا نہ مال کا۔ اور نہ وہ کسی وارث کو محجوب کر سکتا ہے۔ اور جو کسی کو خطاً قتل کر دے وہ دیت کا وارث نہیں ہوتا۔ اور اس میں اختلاف ہوا ہے کہ آیا وہ مقتول کے مال کا وارث بھی ہے یا نہیں، کیونکہ اس پر یہ تہمت نہیں ہوتی کہ اس کا مال حاصل کرنے کے لئے اس نے قتل کیا تھا۔ پس مجھے یہ بات پسندیدہ تر ہے کہ وہ اس کے مال کا وارث تو ہے مگر دیت کا نہیں۔ (لیکن عروہؒ، نخعیؒ، ابو حنیفہؒ، شافعیؒ اور ثوریؒ کے نزدیک قاتل خطا نہ مال کا وارث ہے نہ دیت کا۔ ان کا یہ مسلک دلائل کے عموم کے باعث ہے۔)

۱۸۔ بَابُ جَامِعِ الْعَقْلِ

دیت کے متفرق مسائل کا باب

۱۵۲۱۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "جَرْحُ الْعَجْمَاءِ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ۔ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ"۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے زبان جانور کا زخم ضائع ہے اور کنواں ضائع ہے۔ اور کان ضائع ہے اور گڑے ہوئے خزانے میں خمس ہے۔ (یہ حدیث امام محمدؒ میں "بَابُ الْبِئْرِ جُبَارٌ" میں مروی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ جُبار کا معنی ہدر ہے۔ (یعنی ضائع، بلا عوض، بے سزا) بے زبان جانور سے مراد وہ جانور ہے، جو چھوٹ جائے اور انسان کو زخمی کر دے یا اسے کاٹ کھائے۔ اور کنوئیں اور کان کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص مزدور کو کنواں کھودنے یا کان کھودنے پر لگائے اور وہ اس پر گر جائے اور اسے مار ڈالے، پس وہ ہدر ہے۔ (اس کی کوئی سزا وغیرہ نہیں) اور رکاز سے مراد کان سے نکلنے والے معدنیات ہیں۔ مثلاً سونا، چاندی، سکہ، تانبا، لوہا اور پارہ۔ پس اس میں خمس ہے۔ یہی ابو حنیفہؒ اور ہمارے عامۃ فقہا کا قول ہے۔ امام محمدؒ کی شرح سے پتہ چلا کہ جس جانور کے ساتھ کوئی قائد یا ہانکنے والا نہ ہو، یہ اس کا حکم ہے

پس جس جانور کے نقصان میں کوئی شخص یعنی اس کا مالک یا قائد وغیرہ سبب بنے، اس کا یہ حکم نہ ہوگا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَتَفْسِيرُ الْجُبَارِ أَنَّهُ لَا دِيَةَ فِيهِ۔

وَقَالَ مَالِكٌ: الْقَائِدُ وَالسَّائِقُ وَالرَّاكِبُ، كُلُّهُمْ ضَامِنُونَ لِمَا أَصَابَتِ الدَّابَّةُ۔ إِلَّا أَنْ تَرْمَحَ الدَّابَّةُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا شَيْءٌ تَرْمَحُ لَهُ وَقَدْ قَضَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الَّذِي أَجْرَى فَرَسَهُ بِالْعَقْلِ۔

قَالَ مَالِكٌ: فَالْقَائِدُ وَالرَّاكِبُ وَالسَّائِقُ أَحْرَى، أَنْ يَغْرَمُوا، مِنَ الَّذِي أَجْرَى فَرَسَهُ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي الَّذِي يَحْفِرُ الْبِئْرَ عَلَى الطَّرِيقِ، أَوْ يَرْبِطُ الدَّابَّةَ، أَوْ يَصْنَعُ أَشْبَاهَ هٰذَا عَلَى طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ۔ أَنَّ مَا صَنَعَ مِنْ ذٰلِكَ مِمَّا لَا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَصْنَعَهُ عَلَى طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا أُصِيبَ فِي ذٰلِكَ مِنْ جَرْحٍ أَوْ غَيْرِهِ۔ فَمَا كَانَ مِنْ ذٰلِكَ عَقْلُهُ دُونَ ثُلُثِ الدِّيَةِ فَهُوَ فِي مَالِهِ خَاصَّةً۔ وَمَا بَلَغَ الثُّلُثَ فَصَاعِدًا، فَهُوَ عَلَى الْعَاقِلَةِ۔ وَمَا صَنَعَ مِنْ ذٰلِكَ مِمَّا يَجُوزُ لَهُ أَنْ يَصْنَعَهُ عَلَى طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ، فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ فِيهِ۔ وَلَا غُرْمَ۔ وَمِنْ ذٰلِكَ، الْبِئْرُ يَحْفِرُهَا الرَّجُلُ لِلْمَطَرِ۔ وَالدَّابَّةُ، يَنْزِلُ عَنْهَا الرَّجُلُ لِلْحَاجَةِ۔ فَيَقِفُهَا عَلَى الطَّرِيقِ۔ فَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ فِي هٰذَا غُرْمٌ۔

وَقَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَنْزِلُ فِي الْبِئْرِ فَيُدْرِكُهُ رَجُلٌ آخَرُ فِي أَثَرِهِ۔ فَيَجْبِذُ الْأَسْفَلُ الْأَعْلَى فَيَخِرَّانِ فِي الْبِئْرِ۔ فَيَهْلِكَانِ جَمِيعًا: أَنَّ عَلَى عَاقِلَةِ الَّذِي جَبَذَهُ، الدِّيَةَ۔

قَالَ مَالِكٌ فِي الصَّبِيِّ يَأْمُرُهُ الرَّجُلُ يَنْزِلُ فِي الْبِئْرِ، أَوْ يَرْقَى فِي النَّخْلَةِ، فَيَهْلِكُ فِي ذٰلِكَ، أَنَّ الَّذِي أَمَرَهُ ضَامِنٌ لِمَا أَصَابَهُ مِنْ هَلَاكٍ أَوْ غَيْرِهِ۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ عِنْدَنَا۔ أَنَّهُ لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ عَقْلٌ يَجِبُ عَلَيْهِمْ أَنْ يَعْقِلُوهُ مَعَ الْعَاقِلَةِ۔ فِيمَا تَعْقِلُهُ الْعَاقِلَةُ مِنَ الدِّيَاتِ۔ وَإِنَّمَا يَجِبُ الْعَقْلُ عَلَى مَنْ بَلَغَ الْحُلُمَ مِنَ الرِّجَالِ۔

وَقَالَ مَالِكٌ، فِي عَقْلِ الْمَوَالِي تُلْزَمُهُ الْعَاقِلَةُ إِنْ شَاؤُوا. وَإِنْ أَبَوْا كَانُوا أَهْلَ دِيوَانٍ أَوْ مُقْطَعِينَ. وَقَدْ تَعَاقَلَ النَّاسُ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَفِي زَمَانِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ دِيوَانٌ. وَإِنَّمَا كَانَ الدِّيوَانُ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَعْقِلَ عَنْهُ غَيْرُ قَوْمِهِ وَمَوَالِيهِ. لِأَنَّ الْوَلَاءَ لَا يَنْتَقِلُ. وَلِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ".

قَالَ مَالِكٌ: وَالْوَلَاءُ نَسَبٌ ثَابِتٌ.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْأَمْرُ عِنْدَنَا فِيمَا أُصِيبَ مِنَ الْبَهَائِمِ، أَنَّ عَلَى مَنْ أَصَابَ مِنْهَا شَيْئًا، قَدْرَ مَا نَقَصَ مِنْ ثَمَنِهَا.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَكُونُ عَلَيْهِ الْقَتْلُ. فَيُصِيبُ حَدًّا مِنَ الْحُدُودِ: أَنَّهُ لَا يُؤْخَذُ بِهِ. وَذَلِكَ أَنَّ الْقَتْلَ يَأْتِي عَلَى ذَلِكَ كُلِّهِ. إِلَّا الْفِرْيَةَ. فَإِنَّهَا تَثْبُتُ عَلَى مَنْ قِيلَتْ لَهُ. يُقَالُ لَهُ: مَا لَكَ لَمْ تَجْلِدْ مَنِ افْتَرَى عَلَيْكَ؟ فَأَرَى أَنْ يُجْلَدَ الْمَقْتُولُ الْحَدَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْتَلَ. ثُمَّ يُقْتَلَ. وَلَا أَرَى أَنْ يُقَادَ مِنْهُ فِي شَيْءٍ مِنَ الْجِرَاحِ إِلَّا الْقَتْلَ. لِأَنَّ الْقَتْلَ يَأْتِي عَلَى ذَلِكَ كُلِّهِ.

وَقَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا أَنَّ الْقَتِيلَ إِذَا وُجِدَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ قَوْمٍ فِي قَرْيَةٍ أَوْ غَيْرِهَا. لَمْ يُؤْخَذْ بِهِ أَقْرَبُ النَّاسِ إِلَيْهِ دَارًا. وَلَا مَكَانًا. وَذَلِكَ أَنَّهُ قَدْ يُقْتَلُ الْقَتِيلُ. ثُمَّ يُلْقَى عَلَى بَابِ قَوْمٍ لِيُلَطَّخُوا بِهِ. فَلَيْسَ يُؤَاخَذُ أَحَدٌ بِمِثْلِ ذَلِكَ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي جَمَاعَةٍ مِنَ النَّاسِ اقْتَتَلُوا. فَانْكَشَفُوا. وَبَيْنَهُمْ قَتِيلٌ أَوْ جَرِيحٌ. لَا يُدْرَى مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ بِهِ: إِنَّ أَحْسَنَ مَا سُمِعَ فِي ذَلِكَ أَنَّ عَلَيْهِ الْعَقْلَ، وَأَنَّ عَقْلَهُ عَلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ نَازَعُوهُ. وَإِنْ كَانَ الْجَرِيحُ أَوِ الْقَتِيلُ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيقَيْنِ. فَعَقْلُهُ عَلَى الْفَرِيقَيْنِ جَمِيعًا.

ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا کہ جبار کی تفسیر یہ ہے کہ اس میں کوئی دیت نہیں ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ قائد یا ہانکنے والا یا سوار جانور کی تمام حرکتوں کا ذمہ دار ہے، سوائے اس صورت کے کہ جانور بلا سبب کسی کو لات مار دے۔ حضرت عمرؓ نے گھوڑا دوڑانے والے

پر دیت کا حکم دیا تھا۔

مالکؒ نے کہا کہ گھوڑا دوڑانے والے کی نسبت قائد، ہانکنے والا اور سوار زیادہ اس بات کے مستوجب ہیں کہ انہیں ذمّہ دار ٹھیرایا جائے۔ (حافظ ابن حزمؒ نے لکھا ہے کہ اس میں ائمہ اربعہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے کہ جو شخص راستے میں کنوآں کھودے یا شارع عام پر جانور باندھے یا اس قسم کا کوئی اور کام کرے جس کا کرنا شاہراہ پر اس کے لیے جائز نہ ہو تو وہ اس کے زخم اور نقصان کا ذمہ دار ہے۔ اور اس کی دیت جو ثلث تک ہو تو وہ خاص اس کے مال میں ہے اور ثلث یا اس سے زاید دیت عاقلہ پر ہے۔ اور جن کاموں کا مسلمانوں کے راستے پر کرنا جائز ہے تو اس پر کوئی ذمہ داری یا تاوان نہیں ہے۔ مثلاً ایک آدمی بارش کا پانی جمع کرنے کے لیے گڑھا کھودے یا مثلاً کسی ضرورت کی وجہ سے سواری سے اُترے اور راستے پر کھڑا کرے تو اس میں کوئی تاوان نہیں۔ (معلوم ہوا کہ غیر مباح کام کے لئے گڑھا کھودنے یا بلا ضرورت راستے میں سواری کا جانور کھڑا کر دینے سے جو نقصان ہو، مالک اس کا ذمہ دار ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ایک آدمی کنوئیں میں اُترے اور دوسرا اس کے پیچھے اُترے اور نچلا اُوپر والے کو کھینچے اور وہ دونوں کنوئیں میں گر کر ہلاک ہو جائیں تو اُوپر والے کی دیت نچلے کے عاقلہ پر ہے۔ (اور نچلے کی کوئی دیت نہیں۔ کیونکہ وہ قتل کا باعث بنا۔)

مالکؒ نے کہا کہ ایک بچے کو اگر کوئی شخص کنوئیں میں اُترنے یا کھجور پر چڑھنے کا حکم دے۔ اور وہ بچہ ہلاک ہو جائے تو حکم دینے والا اس کی موت یا زخم وغیرہ — جو کچھ بھی ہو — کا ضامن ہوگا۔ (یہی قول امام ابوحنیفہ کا بھی ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو دیت عاقلہ پر آتی ہے اس کا کوئی حصّہ بچوں اور عورتوں کے ذمّہ نہیں دیت کا وجوب عاقلہ کے بالغ مردوں پر ہے۔ (یہی قول ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ موالی کی دیت ان کے مالکوں کے عاقلہ پر ہے۔ خواہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں۔ ان کے نام درج رجسٹر ہوں یا نہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَور میں کوئی دیوان (رجسٹر اور حساب کتاب) نہ تھا۔ مگر لوگ ایک دوسرے کی دیت ادا کرتے تھے۔ دیوان کا قیام تو حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانے میں ہوا تھا۔ پس کسی کی دیت اس کی قوم یا موالی کے سوا اور کوئی نہ دے گا۔ کیونکہ ولاء منتقل نہیں ہو سکتی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ولاء آزاد کرنے والے کی ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ ولاء بھی ایک ثابت شدہ نسب ہے۔ (یہ مضمون ایک مرفوع حدیث اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ سے ماخوذ ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ معمول ہے کہ جانوروں کو نقصان پہنچانے والا ان کی قیمت کا کمی کا ذمہ دار ہے۔ (حافظ ابن حزمؒ نے کہا ہے کہ یہی قول شافعیؒ اور ابوحنیفہ کا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس شخص کے ذمہ قتل ثابت ہو چکا ہو اور وہ کسی اور حد کا ارتکاب کرے تو اُسے وہ حد نہیں لگائی جاتی۔ وجہ یہ ہے کہ قتل دیگر سب حدود پر حاوی ہو جاتا ہے سوائے بہتان (قذف) کی حد کے۔ (کہ وہ پہلے لگائی جائے گی۔ پھر قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔) کیونکہ یہ مقذوف پر باقی رہ جاتی ہے۔ (بطور عار) اسے کہا جائے گا کہ (اگر تو بری تھا) کیا بات تھی تیرے بہتان پر فلاں کو حد کیوں نہ لگائی گئی۔ پس میرے نزدیک پہلے تو حدِ قذف لگائی جائے۔ اور پھر اسے قتل میں قصاص کے طور پر قتل کیا جائے اور میرے خیال میں قتل کے سوا کسی اور زخم وغیرہ کا قصاص اس سے نہ لیا جائے کیونکہ قتل ان سب پر حاوی ہو جاتا ہے۔ (لیکن قتل کے علاوہ دوسرے جرائم اگر متعدد ہوں تو سب کی سزا الگ الگ دی جائے گی۔ اس مسئلہ کے فروع میں فقہا کا کچھ اختلاف ہے۔)

مالک رح نے کہا کہ ہمارے ہاں معمول یہ ہے کہ جب کسی قوم کے اندر کسی بستی وغیرہ میں کوئی مقتول پایا جائے تو اس جگہ کے قریب والے لوگوں کو (بلا دلیل شرعی) ماخوذ نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ قتل کرنے والے دوسروں کو آلودہ کرنے کے لئے مقتول کی لاش کو دوسروں میں جا کر پھینک آتے ہیں۔ (یعنی مقتول کا پایا جانا لازمی طور پر اس بات کی دلیل نہیں کہ قاتل وہی لوگ ہیں، جن کے آس پاس مقتول کا جسم ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایسے واقعات میں قسامہ ہوتا ہے جس کے مسائل عنقریب آئیں گے۔)

مالک رح نے کہا کہ اگر لوگوں کی ایک جماعت میں لڑائی ہوئی۔ اس کے اختتام تک وہاں کوئی مقتول یا زخمی پایا گیا جس کے قاتل یا زخمی کرنے والے کا علم نہ ہو تو اس بارے میں یہ احسن بات سُنی گئی ہے کہ اس میں دیت ہے۔ اگر مقتول یا مجروح ان میں سے ایک فریق کا ہو تو دوسرے فریق پر دیت ہوگی۔ اور اگر وہ فریقین میں سے کسی کا نہ ہو تو اس کی دیت دونوں فریقوں پر ہے۔ (ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس میں دعویٰ شرط ہے کہ مقتول کا فریق دوسروں پر دعویٰ کرے کہ انہوں نے قتل کیا ہے۔ دعویٰ نہ ہو تو ذمہ داری محلہ والوں کی ہے، جن کا فرض تھا کہ اپنے درمیان ایسا واقعہ نہ ہونے دیتے۔)

۱۹- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغِيلَةِ وَالسِّحْرِ

دھوکے کے قتل اور جادو کا باب

۱۵۳۲- وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ قَتَلَ نَفَرًا. خَمْسَةً أَوْ سَبْعَةً. بِرَجُلٍ وَاحِدٍ قَتَلُوهُ قَتْلَ غِيلَةٍ. وَقَالَ عُمَرُ: لَوْ تَمَالَأَ عَلَيْهِ أَهْلُ صَنْعَاءَ لَقَتَلْتُهُمْ جَمِيعًا.

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے پانچ یا سات آدمیوں کو ایک مرد کے بدلے میں قتل کرایا تھا۔ انہوں نے اسے دھوکے سے قتل کیا تھا اور حضرت عمرؓ نے کہا تھا کہ اگر صنعاء کے سب لوگ اس کے قتل میں شامل ہوتے، تو میں ان سب کو قتل کرا دیتا۔ (امام محمدؒ نے یہ اثر بَابُ النَّفَرِ يَجْتَمِعُونَ عَلَى قَتْلِ وَاحِدٍ میں روایت کیا ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ اگر سات یا زیادہ آدمیوں نے ایک آدمی کو عمداً قتل کیا۔ خواہ دھوکے سے خواہ دھوکے کے بغیر، انہوں نے اسے اپنی تلواروں سے مارا۔ حتیٰ کہ قتل کر دیا۔ تو ان سب کو قتل کیا جائے گا۔ یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عامۃ فقہا کا قول ہے۔)

۱۵۳۳- وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ حَفْصَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتَلَتْ جَارِيَةً لَهَا، سَحَرَتْهَا. وَقَدْ كَانَتْ دَبَّرَتْهَا فَأَمَرَتْ بِهَا فَقُتِلَتْ.

قَالَ مَالِكٌ: السَّاحِرُ الَّذِي يَعْمَلُ السِّحْرَ. وَلَمْ يَعْمَلْ ذٰلِكَ لَهُ غَيْرُهُ. هُوَ مَثَلُ الَّذِي قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي كِتَابِهِ۔ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ۔ فَأَرَى أَنْ

يُقْتَلُ ذٰلِكَ - إِذَا عَمِلَ ذٰلِكَ هُوَ نَفْسُهُ۔

ترجمہ : محمد بن عبد الرحمٰن بن سعد بن زرارہ کو خبر پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مکرمہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک لونڈی کو قتل کرا دیا تھا جس نے حضرت حفصہؓ کو جادو کیا تھا۔ اس لونڈی کو انہوں نے مُدبّر کیا تھا مگر وہ ان کے حکم سے قتل کی گئی۔

شرح : یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت کا واقعہ ہے۔ حضرت عثمانؓ نے اس بنا پر حضرت حفصہؓ کے فعل کو نامناسب جانا کہ انہوں نے خود کیوں قتل کرایا۔ مگر جب حقیقتِ حال معلوم ہوئی تو خاموش رہے۔ اکثر علما کے نزدیک جادوگر کو قتل کرانا واجب ہے اس امر میں اختلاف ہے کہ قتل سے پہلے توبہ کرائی جائے یا نہ۔ شرعی دلائل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب جادوگر زندیق ہو اور اس کا جادو کفر و شرک پر مبنی ہو تو بلا توبہ قتل کرایا جائے۔ ورنہ شرک و ارتداد سے توبہ ہو سکتی ہے تو جادو سے کیوں نہیں؟ جادو کو دراصل اس بنا پر شدید سمجھا گیا کہ اس کا ضرر و فساد بہت زیادہ ہے اور عموماً یہ کارروائی خفیہ طور پر کراتے کرتے ہیں۔

مالکؒ نے کہا کہ جو جادوگر خود جادو کرے کسی اور سے نہ کرائے تو وہ ان لوگوں کی مانند ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے، اور وہ یہ جانتے تھے کہ جو شخص جادو کو اختیار کرے۔ اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ پس جادوگر خود یہ کام کرے تو میرے نزدیک اسے قتل کیا جائے گا۔ (امام مالکؒ کے نزدیک جادوگر کافر ہے اور اُسے توبہ کرائے بغیر ہی قتل کیا جائے گا۔)

۲۰۔ بَابُ مَا يَجِبُ فِي الْعَمْدِ

قتل عمد کا موجب کیا ہے؟

۱۵۳۴۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ حُسَيْنٍ، مَوْلٰى عَائِشَةَ بِنْتِ قُدَامَةَ۔ أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ أَقَادَ وَلِيَّ رَجُلٍ مِنْ رَجُلٍ قَتَلَهُ بِعَصًا۔ فَقَتَلَهُ وَلِيُّهُ بِعَصًا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ عِنْدَنَا. أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا ضَرَبَ الرَّجُلَ بِعَصًا. أَوْ رَمَاهُ بِحَجَرٍ. أَوْ ضَرَبَهُ عَمْدًا۔ فَمَاتَ مِنْ ذٰلِكَ۔ فَإِنَّ ذٰلِكَ هُوَ الْعَمْدُ وَفِيهِ الْقِصَاصُ۔

قَالَ مَالِكٌ: فَقَتْلُ الْعَمْدِ عِنْدَنَا أَنْ يَعْمِدَ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فَيَضْرِبَهُ۔ حَتّٰى تَفِيظَ نَفْسُهُ۔ وَمِنَ الْعَمْدِ أَيْضًا أَنْ يَضْرِبَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي النَّائِرَةِ تَكُونُ بَيْنَهُمَا۔ ثُمَّ يَنْصَرِفُ عَنْهُ وَهُوَ حَيٌّ۔ فَيُنْزَى فِي ضَرْبِهِ۔ فَيَمُوتُ۔ فَتَكُونُ، فِي ذٰلِكَ، الْقَسَامَةُ۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا أَنَّهُ يُقْتَلُ فِي الْعَمْدِ، الرِّجَالُ الْأَحْرَارُ بِالرَّجُلِ الْحُرِّ الْوَاحِدِ۔ وَالنِّسَاءُ بِالْمَرْأَةِ كَذٰلِكَ۔ وَالْعَبِيدُ بِالْعَبْدِ كَذٰلِكَ۔

ترجمہ: عبدالملک بن مروان نے ایک مقتول کے ولی کو قاتل سے قصاص دلوایا۔ قاتل نے مقتول کو ڈنڈے سے قتل کیا تھا۔ پس مقتول کے ولی نے اسے ڈنڈے سے ہی قتل کیا۔ (حنفیہ کے نزدیک قاتل کو تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ خواہ اس نے کسی طرح مارا ہو۔ حافظ زیلعیؒ نے حدیث لَا قَوَدَ اِلَّا بِالسَّیْفِ (قصاص صرف تلوار سے ہے) کو کئی طُرق و اسانید سے ثابت کیا ہے۔ اس کے خلاف اگر کچھ ثابت ہے تو وہ بطور زجر و توبیخ ہوگا یا تعزیراً، ورنہ قتل تو آلۂ قتل سے ہی ہونا چاہیئے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ اجماعی امر ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آدمی جب کسی کو ڈنڈا مارے یا اسے پھینک کر مارے یا اسے عمداً ہاتھ سے مارے تو یہ قتلِ عمد ہے اور اس میں قصاص ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک قتلِ عمد یہ ہے کہ ایک آدمی عمداً دوسرے کو مارے۔ حتیٰ کہ اس کی جان نکل جائے اور یہ بھی عمد کی صورت ہے کہ دو آدمیوں میں شدید لڑائی ہو جائے اور ایک دوسرے کو مارے اور پھر ضارب یا مضروب وہاں سے چلا جائے، جب کہ وہ زندہ ہو۔ پھر اس کا خون بہے۔ اور بند نہ ہو اور وہ مر جائے تو اس میں قسامت ہوگی۔ (اس میں قسامت صرف امام مالکؒ اور ان کے موافقین کے نزدیک ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک امر یہ ہے کہ قتلِ عمد میں ایک آزاد مرد کے قتل کے باعث متعدد آزاد مردوں کو قتل کیا جائے گا۔ اور اسی طرح ایک عورت کے بدلے کئی عورتوں کو اور اسی طرح ایک غلام کے بدلے کئی غلاموں کو قتل کیا جائے گا۔

شرح: قاضی ابوالولید الباجی نے کہا کہ امام مالکؒ کا مذہب قتلِ عمد میں یہ ہے کہ جو شخص کسی آزاد آدمی کو کسی ایسے آلے سے قتل کرے جس کے ساتھ قتل واقع ہو سکتا ہے۔ یا وہ قصداً قتل کرے تو قصاص واجب ہے۔ خواہ پتھر سے مارے یا ڈنڈے سے مارے یا غرق کرکے یا جلا کر یا گلا گھونٹ کر یا دیوار میں چُن کر یا گرا کر، اور شافعیؒ، ابو یوسف اور محمد بن الحسن کا یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ قصاص فقط اس صورت میں ہے کہ آگ سے جلا دے یا تیز دھار والے آلے سے قتل کرے۔ چاہے وہ آلہ لوہے کا ہو یا لکڑی کا یا پتھر کا۔ اگر تیز آلے سے یا آگ سے نہ قتل کرے بلکہ لاٹھی وغیرہ یا کسی بھاری چیز سے مارے تو ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ شبہ عمد ہے نہ کہ عمد۔ اور اس میں قصاص نہیں بلکہ دیت ہے۔ ابو حنیفہ جیسا قول الحسنؒ، شعبیؒ، ابن المسیبؒ، عطاؒ اور طاؤسؒ سے منقول ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ کے دونوں ساتھی اس مسئلہ میں ان سے متفق نہیں تھے۔ ایک مقتول کے بدلے میں بہت سے قاتلوں سے قصاص لینا جمہور کا مذہب ہے۔

۲۱۔ بَابُ الْقِصَاصِ فِي الْقَتْلِ

قتل میں قصاص کا باب

حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ: أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ كَتَبَ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ يَذْكُرُ أَنَّهُ أُتِيَ بِسَكْرَانَ قَدْ قَتَلَ رَجُلًا۔ فَكَتَبَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ۔ أَنِ اقْتُلْهُ بِهِ۔

قَالَ يَحْيَى، قَالَ مَالِكٌ: أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِي تَأْوِيلِ هٰذِهِ الْآيَةِ، قَوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى۔ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ ـ فَهٰؤُلَاءِ الذُّكُورُ۔ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى۔ أَنَّ الْقِصَاصَ يَكُونُ بَيْنَ الْإِنَاثِ كَمَا يَكُونُ بَيْنَ الذُّكُورِ۔ وَالْمَرْأَةُ الْحُرَّةُ تُقْتَلُ بِالْمَرْأَةِ الْحُرَّةِ۔ كَمَا يُقْتَلُ الْحُرُّ بِالْحُرِّ۔ وَالْأَمَةُ

تُقتَلُ بِالأَمَةِ. كَمَا يُقتَلُ العَبدُ بِالعَبدِ. وَالقِصَاصُ يَكُونُ بَينَ النِّسَاءِ كَمَا يَكُونُ بَينَ الرِّجَالِ. وَالقِصَاصُ أَيضًا يَكُونُ بَينَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ. وَذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ فِي كِتَابِهِ۔ وَكَتَبنَا عَلَيهِم فِيهَا أَنَّ النَّفسَ بِالنَّفسِ وَالعَينَ بِالعَينِ وَالأَنفَ بِالأَنفِ وَالأُذُنَ بِالأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالجُرُوحَ قِصَاصٌ۔ فَذَكَرَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّ النَّفسَ بِالنَّفسِ. فَنَفسُ المَرأَةِ الحُرَّةِ بِنَفسِ الرَّجُلِ الحُرِّ. وَجُرحُهَا بِجُرحِهِ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يُمسِكُ الرَّجُلَ لِلرَّجُلِ فَيَضرِبُهُ فَيَمُوتُ مَكَانَهُ: أَنَّهُ، إِن أَمسَكَهُ، وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ يُرِيدُ قَتلَهُ قُتِلَا بِهِ جَمِيعًا. وَإِن أَمسَكَهُ وَهُوَ يَرَى أَنَّهُ إِنَّمَا يُرِيدُ الضَّربَ مِمَّا يَضرِبُ بِهِ النَّاسُ، لَا يَرَى أَنَّهُ عَمَدَ لِقَتلِهِ، فَإِنَّهُ يُقتَلُ القَاتِلُ. وَيُعَاقَبُ المُمسِكُ أَشَدَّ العُقُوبَةِ. وَيُسجَنُ سَنَةً. لِأَنَّهُ أَمسَكَهُ. وَلَا يَكُونُ عَلَيهِ القَتلُ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَقتُلُ الرَّجُلَ عَمدًا. أَو يَفقَأُ عَينَهُ عَمدًا. فَيُقتَلُ القَاتِلُ أَو تُفقَأُ عَينُ الفَاقِئِ قَبلَ أَن يُقتَصَّ مِنهُ: أَنَّهُ لَيسَ عَلَيهِ دِيَةٌ وَلَا قِصَاصٌ. وَإِنَّمَا كَانَ حَقُّ الَّذِي قُتِلَ أَو فُقِئَت عَينُهُ فِي الشَّيءِ، بِالَّذِي ذَهَبَ. وَإِنَّمَا ذٰلِكَ بِمَنزِلَةِ الرَّجُلِ يَقتُلُ الرَّجُلَ عَمدًا. ثُمَّ يَمُوتُ القَاتِلُ. فَلَا يَكُونُ لِصَاحِبِ الدَّمِ، إِذَا مَاتَ القَاتِلُ، شَيءٌ. دِيَةٌ وَلَا غَيرُهَا. وَذٰلِكَ لِقَولِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى۔ كُتِبَ عَلَيكُمُ القِصَاصُ فِي القَتلَى الحُرُّ بِالحُرِّ وَالعَبدُ بِالعَبدِ۔

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنَّمَا يَكُونُ لَهُ القِصَاصُ عَلَى صَاحِبِهِ الَّذِي قَتَلَهُ. وَإِذَا هَلَكَ قَاتِلُهُ الَّذِي قَتَلَهُ، فَلَيسَ لَهُ قِصَاصٌ وَلَا دِيَةٌ۔

قَالَ مَالِكٌ: لَيسَ بَينَ الحُرِّ وَالعَبدِ قَوَدٌ فِي شَيءٍ مِنَ الجِرَاحِ. وَالعَبدُ يُقتَلُ بِالحُرِّ إِذَا قَتَلَهُ عَمدًا. وَلَا يُقتَلُ الحُرُّ بِالعَبدِ وَإِن قَتَلَهُ عَمدًا. وَهُوَ أَحسَنُ مَا سَمِعتُ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ مروان بن الحکم نے معاویہؓ بن ابی سفیان کو لکھا کہ اس کے پاس (مروان کے پاس) ایک نشہ میں وحشت آدمی کو لایا گیا جس نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ پس معاویہؓ نے لکھا کہ اسے قتل کر دو۔ (امام ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کا بھی یہ

قول ہے نشہ آور اشیا کا استعمال حرام ہے۔ لہذا سکران کو مجنون پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ لوگ ایک دوسرے کی جان و مال اور عزت سے کھیلنے لگیں گے۔ مجنون کا کوئی قصد نہیں ہوتا مگر سکران کو اتنا ہوش ضرور ہوتا ہے کہ اس کے افعال قصد و ارادے سے ہوں۔)

مالکؒ نے کہا کہ اس آیت کی تفسیر میں میں نے جو بہترین بات سُنی ہے" آزاد بدلے آزاد کے اور غلام بدلے غلام کے (پس یہ تو مذکر ہیں) اور مؤنث بدلے مؤنث کے ہے۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤنثوں میں اسی طرح قصاص ہے جس طرح مردوں میں ہے۔ آزاد عورت کو آزاد عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ جس طرح کہ آزاد مرد کو آزاد مرد کے بدلے میں قتل کیا جاتا ہے۔ اور لونڈی کو لونڈی کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ جیسے کہ غلام کو غلام کے بدلے میں قتل کیا جاتا ہے۔ اور قصاص عورتوں میں بھی مردوں کی طرح ہوتا ہے۔ اور قصاص مردوں اور عورتوں میں بھی باہم ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے"۔ اور ہم نے تورات میں ان پر فرض کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے کان اور دانت کے دانت اور سب زخموں کا قصاص ہے۔" پس اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جان کے بدلے میں جان ہے۔ پس آزاد مسلم عورت کو آزاد مسلم مرد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ اور اس کے زخم کے عوض میں اسے زخم لگایا جائے گا۔ (سب فقہا کا یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ نے اس آیت سے استدلال کر کے کہا ہے کہ مسلم اور کافر ذمی میں اور آزاد اور غلام میں باہم قصاص جاری ہوگا۔ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں اہل جاہلیت کی اس بدرسم کو رَدّ کیا گیا ہے جس کے مطابق مختلف قبائل میں جانوں کی مساوات نہ تھی۔ ایک قبیلے کا آزاد مرد دوسرے کے غلام اور ایک عورت دوسرے کے مرد مساوی سمجھی جاتی تھی۔ اور قصاص میں یہی عدم مساوات ملحوظ رکھتے تھے۔ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ آزاد کے بدلے آزاد الخ۔ یعنی جب آزاد کا قاتل آزاد ہو تو قصاص میں اسی آزاد کو مارا جائے نہ کہ از راہِ غرور کوئی بڑا قبیلہ کہے کہ ہمارا غلام تمہارے آزاد کے مساوی ہے۔ و علیٰ ہذا القیاس۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر ایک شخص دوسرے کو پکڑ رکھے اور تیسرا اُسے مار ڈالے۔ تو پکڑنے والے نے قتل کی نیت سے اُسے پکڑا تو قصاص میں دونوں کو قتل کیا جائے گا۔ اور اگر پکڑنے والے کا خیال یہ ہو کہ قاتل اسے قتل نہ کرے گا۔ صرف مارے گا۔ جیسے کہ لوگ باہم ایک دوسرے کو مارتے ہیں، اسے یہ خیال نہ تھا کہ وہ اسے قتل کر دے گا۔ پس اس صورت میں قاتل کو قتل کیا جائے اور پکڑنے والے کو شدید سزا دی جائے۔ اور اسے ایک سال قید رکھا جائے۔ کیونکہ اس کے پکڑنے کے باعث قتل ہوا، ہاں اسے قتل نہ کیا جائے۔ (سزا کی شدت کا معاملہ حاکم پر موقوف ہے اور اس مسئلہ میں ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کا مذہب بھی یہی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر ایک آدمی دوسرے کو عمداً قتل کر دے یا عمداً اس کی آنکھ پھوڑ دے۔ پھر قصاص لئے جانے سے قبل قاتل قتل ہو جائے یا اس کی آنکھ پھوڑ دی جائے تو اس پر کوئی دیت یا قصاص نہیں۔ جو قتل ہوا تھا (یعنی پہلے) یا اس کی آنکھ پھوڑ دی گئی تھی۔ اس کا حق اس چیز میں تھا، جو جاتی رہی۔ اور یہ اسی طرح ہے کہ جیسے کہ ایک آدمی دوسرے کو عمداً قتل کرے، پھر قاتل مر جائے تو قاتل کی موت کے بعد مقتول کے اولیاء کا قاتل کے ذمے دیت یا قصاص وغیرہ کچھ نہیں۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ,تم پر قصاص فرض کیا گیا مقتولوں کے بارے میں۔ آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔

مالکؒ نے کہا کہ مقتول کا قصاص قاتل کے ذمے ہے اور جب قاتل مر گیا تو ولیِ مقتول کے لئے نہ قصاص ہے نہ دیت۔ (ہدایہ میں ہے کہ اگر ایک شخص بہتوں کا قاتل ہو تو ان سب کی طرف سے قاتل کو قتل کیا جائے گا اور اس کے سوا انہیں اور کچھ نہ ملے گا۔ اگر ایک مقتول کا وارث آ گیا اور اس مقتول کے بدلے میں قاتل کو قتل کر دیا گیا تو باقی کا حق ساقط ہے۔ کیونکہ حق کا محل ہی ختم ہو گیا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ کسی زخم میں آزاد اور غلام کے درمیان قصاص نہیں۔ اور غلام جب آزاد آدمی کو عمداً مار ڈالے تو اس غلام کو قتل کیا

جائے گا اور آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا اور یہ بہترین بات ہے جو میں نے سُنی۔ (پہلے فقرے میں قتلِ نفس کا نہیں بلکہ قطع اطراف کا حکم ہے۔ قطع اطراف کی صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اطراف کی قیمت واجب ہے۔ یعنی جب کہ قطع کرنے والا آزاد اور مقطوع غلام ہے یا اس کے برعکس ہو۔ قتل نفس کی صورت میں ابوحنیفہؒ کے نزدیک آزاد اور غلام میں سے ہر ایک کا قصاص دوسرے پر واجب ہے، بقاعدہ اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ سب ایمانداروں کی جانیں برابر ہیں۔ اس سے صرف وہ آقا مستثنیٰ ہے، جو اپنے غلام کو قتل کر دے۔)

۲۲۔ بَابُ الْعَفْوِ فِي قَتْلِ الْعَمْدِ

قتل عمد میں معافی کا باب

حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ أَدْرَكَ مَنْ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَقُولُونَ فِي الرَّجُلِ إِذَا أَوْصَى أَنْ يُعْفَى عَنْ قَاتِلِهِ، إِذَا قَتَلَ عَمْدًا: إِنَّ ذٰلِكَ جَائِزٌ لَهُ۔ وَأَنَّهُ أَوْلَى بِدَمِهِ مِنْ غَيْرِهِ مِنْ أَوْلِيَائِهِ مِنْ بَعْدِهِ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَعْفُوا عَنْ قَتْلِ الْعَمْدِ بَعْدَ أَنْ يَسْتَحِقَّهُ۔ وَيَجِبَ لَهُ: إِنَّهُ لَيْسَ عَلَى الْقَاتِلِ عَقْلٌ يَلْزَمُهُ۔ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الَّذِي عَفَا عَنْهُ اشْتَرَطَ ذٰلِكَ عِنْدَ الْعَفْوِ عَنْهُ۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْقَاتِلِ عَمْدًا إِذَا عُفِيَ عَنْهُ: أَنَّهُ يُجْلَدُ مِائَةَ جَلْدَةٍ وَيُسْجَنُ سَنَةً۔

قَالَ مَالِكٌ: وَإِذَا قَتَلَ الرَّجُلُ عَمْدًا وَقَامَتْ، عَلَى ذٰلِكَ، الْبَيِّنَةُ۔ وَلِلْمَقْتُولِ بَنُونَ وَبَنَاتٌ۔ فَعَفَا الْبَنُونَ وَأَبَى الْبَنَاتُ أَنْ يَعْفُونَ۔ فَعَفْوُ الْبَنِينَ جَائِزٌ عَلَى الْبَنَاتِ۔ وَلَا أَمْرَ لِلْبَنَاتِ مَعَ الْبَنِينَ فِي الْقِيَامِ بِالدَّمِ وَالْعَفْوِ عَنْهُ۔

ترجمہ: مالکؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے پسندیدہ اہل علم کو یہ کہتے پایا کہ اگر مقتول قاتل کو معاف کر دینے کی وصیت کر جائے جب کہ اس نے عمداً قتل کیا ہو تو یہ اس کے لئے جائز ہے اور وہ اپنے خون کا اپنے وارثوں کی نسبت زیادہ حقدار ہے (قتل خطا کی صورت میں مقتول کی وصیت اس کے ثلث میں جائز ہے۔ لہٰذا یہ اسی میں محسوب ہوگی۔ قتل عمد میں مقتول کا قاتل کو معاف کر دینا مالکؒ کے علاوہ ابوحنیفہؒ، اوزاعیؒ اور شافعیؒ کے ایک قول میں جائز ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ قتل عمد میں (قبل از موت) مقتول اگر قاتل کو معاف کر دے تو اگر وہ دیت کی شرط پر معاف کرے تو بھی جائز ہے اور بلا دیت بھی وہ معاف کر سکتا ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ عمداً قتل کرنے والے کو جب معاف کر دیا گیا تو اسے سو دُرّے لگائے جائیں اور ایک سال قید رکھا جائے۔ (ا)

حزم ظاہریؒ نے کہا کہ یہ تعزیر ہی ہوسکتی ہے۔ مگر اسے میں نے علمائے حنفیہ کی کتابوں میں نہیں دیکھا۔ کیونکہ جو کچھ قاتل کے ذمہ تھا جب وہ معاف کر دیا گیا تو اب اس کے ذمے کچھ نہیں رہا۔ تعزیر و تادیب کی بات دوسری ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جب کسی شخص نے عمداً دوسرے کو قتل کر دیا اور اس پر گواہی قائم ہوگئی۔ اور مقتول کے کچھ بیٹے ہیں اور کچھ بیٹیاں ہیں۔ پس بیٹوں نے تو معاف کر دیا۔ اور بیٹیوں نے انکار کیا تو بیٹوں کی معافی بیٹیوں پر جائز (حاوی) ہے۔ اور خون کا قصاص لینے یا معاف کرنے میں بیٹوں کی موجودگی بیٹیوں کا کوئی حق نہیں۔ (ابو حنیفہؒ، ثوریؒ، احمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ہر وارث کا قول قصاص کو ساقط کرنے یا دیت میں سے اپنا حصہ ترک کرنے میں معتبر ہے۔ جب ایک نے بھی قصاص معاف کر دیا تو قصاص ساقط ہوگیا۔)

۲۳۔ بَابُ الْقِصَاصِ فِي الْجِرَاحِ

زخموں کے قصاص کا باب

قَالَ يَحْيَى: قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، أَنَّ مَنْ كَسَرَ يَدًا أَوْ رِجْلًا عَمْدًا، أَنَّهُ يُقَادُ مِنْهُ وَلَا يَعْقِلُ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَلَا يُقَادُ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى تَبْرَأَ جِرَاحُ صَاحِبِهِ۔ فَيُقَادُ مِنْهُ۔ فَإِنْ جَاءَ جُرْحُ الْمُسْتَقَادِ مِنْهُ مِثْلَ جُرْحِ الْأَوَّلِ حِينَ يَصِحُّ، فَهُوَ الْقَوَدُ۔ وَإِنْ زَادَ جُرْحُ الْمُسْتَقَادِ مِنْهُ أَوْ مَاتَ، فَلَيْسَ عَلَى الْمَجْرُوحِ الْأَوَّلِ الْمُسْتَقِيدِ شَيْءٌ۔ وَإِنْ بَرَأَ جُرْحُ الْمُسْتَقَادِ مِنْهُ۔ وَشَلَّ الْمَجْرُوحُ الْأَوَّلُ۔ أَوْ بَرَأَتْ جِرَاحُهُ وَبِهَا عَيْبٌ أَوْ نَقْصٌ أَوْ عَثَلٌ۔ فَإِنَّ الْمُسْتَقَادَ مِنْهُ لَا يَكْسِرُ الثَّانِيَةَ۔ وَلَا يُقَادُ بِجُرْحِهِ۔

قَالَ: وَلَكِنَّهُ يُعْقَلُ لَهُ بِقَدْرِ مَا نَقَصَ مِنْ يَدِ الْأَوَّلِ۔ أَوْ فَسَدَ مِنْهَا۔ وَالْجِرَاحُ فِي الْجَسَدِ عَلَى مِثْلِ ذَلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ: إِذَا عَمَدَ الرَّجُلُ إِلَى امْرَأَتِهِ فَفَقَأَ عَيْنَهَا۔ أَوْ كَسَرَ يَدَهَا۔ أَوْ قَطَعَ إِصْبَعَهَا۔ أَوْ شِبْهَ ذَلِكَ۔ مُتَعَمِّدًا لِذَلِكَ۔ فَإِنَّهَا تُقَادُ مِنْهُ۔ وَأَمَّا الرَّجُلُ يَضْرِبُ امْرَأَتَهُ بِالْحَبْلِ۔ أَوْ بِالسَّوْطِ۔ فَيُصِيبُهَا مِنْ ضَرْبِهِ مَا لَمْ يُرِدْ وَلَمْ يَتَعَمَّدْ۔ فَإِنَّهُ يَعْقِلُ مَا أَصَابَ مِنْهَا عَلَى هَذَا الْوَجْهِ۔ وَلَا يُقَادُ مِنْهُ۔

وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ أَقَادَ مِنْ كَسْرِ الْفَخِذِ۔

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اس امر پر اجماع ہے کہ جس نے عمداً کسی کا ہاتھ یا پاؤں توڑ دیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور دیت نہ لی جائے گی۔ (یعنی مجروح کی رضا کے بغیر جارح سے دیت نہیں لی جا سکتی اور مجروح پر دیت قبول کرنے میں جبر نہیں ہو سکتا۔ اطراف کے زخموں اور قطع وغیرہ میں قصاص کا جاری ہونا اجماعی مسئلہ ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ جب تک مجروح کا زخم درست نہ ہو جائے جارح سے قصاص نہیں لیا جا سکتا۔ (کیونکہ معلوم نہیں زخم کا انجام کیا ہو۔ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب بھی یہی ہے۔) پس اگر جارح کو قصاص میں لگایا ہوا زخم مجروح جیسا ہوا جب کہ وہ تندرست ہو گیا تو وہ قصاص ہے اور اگر جس سے قصاص لیا گیا، اس کا زخم بڑھ گیا یا وہ اس سے مرگیا تو پہلے مجروح یعنی قصاص لینے والے پر کچھ نہیں۔ اور اگر جس سے قصاص لیا گیا وہ تندرست ہو گیا۔ اور پہلا مجروح شل ہو گیا، یا اس کا زخم اچھا ہو گیا۔ مگر عیب باقی رہا یا نقص یا کجی پیدا ہو گئی تو اس کے جارح سے دوبارہ قصاص لے کر اسے توڑا نہیں جائے گا۔ مالکؒ نے کہا لیکن پہلے مجروح کا ہاتھ جتنا ناقص ہوا یا فاسد ہوا، اس کے مطابق دیت لی جائے گی۔ اور جسم کے زخموں کا بھی یہی حال ہے۔ (ہدایہ میں ہے کہ جس کا ہاتھ کاٹا گیا اور اس کا قصاص لے لیا گیا۔ مگر اس کے بعد مجروح یعنی پہلا شخص مرگیا تو اب جارح کو قتل کیا جائے گا کیونکہ ثابت ہو گیا کہ جرم قتل عمد کا تھا۔ جس کی سزا قتل ہے۔ اور ہاتھ کا کاٹنا قصاص کو ساقط نہیں کرتا۔ دوسرا مسئلہ جو امام مالکؒ نے بیان کیا ہے، وہی حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ، شافعیؒ، اسحاقؒ، ابو یوسفؒ، محمد بن الحسنؒ کا قول ہے۔ لیکن قصاص لینے والے کی چوٹ اگر پہلے مجروح سے زائد ہو گئی یا وہ مرگیا تو ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی ضمان ولیٔ مجروح پر ہے۔ جس نے قصاص لیا۔ اور عطاءؒ، طاؤسؒ، ابن دینارؒ، شعبیؒ اور نخعیؒ کا یہی قول ہے۔ زیادتی کی دیت ولیٔ مجروح اول کے مال سے لی جائے گی۔)

مالکؒ نے کہا کہ جب کوئی شخص عمداً اپنی بیوی کی آنکھ پھوڑ دے یا ہاتھ توڑ دے۔ یا انگلی کاٹ دے وغیرہ، تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ لیکن مرد اگر اپنی عورت کو رسی یا کوڑے سے پیٹے۔ اور بے ارادہ وہ زخمی ہو جائے تو اس کی دیت ہے۔ قصاص نہیں۔ (کیونکہ مرد کو تادیب کا حق ہے اور اس نے عمداً زخمی نہیں کیا۔)

مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ ابوبکر بن حزم نے ران توڑنے کا قصاص لیا تھا۔ (لیکن اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ کیونکہ اس قسم کے قصاص سے جان جانے کا خطرہ ہوتا ہے اور قصاص کی شرط یہ ہے کہ اس میں زیادتی نہ ہو۔)

۴۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي دِيَةِ السَّائِبَةِ وَجِنَايَتِهِ

سائبہ کی دیت اور اس کے جرم کا باب

سائبہ وہ غلام ہے جسے اس شرط پر آزاد کیا گیا کہ اس کی ولا کسی کو نہیں ملے گی۔ مالکؒ کے نزدیک تو یہ درست ہے مگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ شرط باطل ہے۔ کیونکہ حضور کا ارشاد ہے اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ۔ ولاء آزاد کرنے والے کی ہے۔

۱۵۳۵ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ سَائِبَةً أَعْتَقَهُ بَعْضُ

الْحُجَّاجِ۔ فَقَتَلَ ابْنَ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَائِذٍ۔ فَجَاءَ الْعَائِذِيُّ، أَبُو الْمَقْتُولِ، إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَطْلُبُ دِيَةَ ابْنِهِ۔ فَقَالَ عُمَرُ: لَا دِيَةَ لَهُ۔ فَقَالَ الْعَائِذِيُّ: أَرَأَيْتَ لَوْ قَتَلَهُ ابْنِي؟ فَقَالَ عُمَرُ: إِذًا، تُخْرِجُونَ دِيَتَهُ۔ فَقَالَ: هُوَ إِذًا كَالْأَرْقَمِ۔ إِنْ يُتْرَكْ يَلْقَمْ۔ وَإِنْ يُقْتَلْ يُنْقَمْ۔

ترجمہ: سلیمان بن یسارؒ سے روایت ہے کہ کسی حاجی نے ایک سائبہ کو آزاد کیا اور اس نے بنی عائذ کے ایک شخص کا بیٹا مار ڈالا۔ مقتول کا عائذی باپ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس اپنے بیٹے کی دیت مانگنے آیا۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس کی کوئی دیت نہیں۔ عائذی نے کہا کہ یہ فرمائیے اگر میرا بیٹا اسے مار دیتا تو کیا ہوتا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تب تم اس کی دیت دیتے۔ عائذی بولا کہ تب وہ تو سیاہ و سفید نقش والے سانپ کی مانند ہے۔ جسے چھوڑا جائے تو کاٹ کھائے اور قتل کیا جائے تو انتقام لے۔ (یہ ایک عربی مثل ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ خیال تھا کہ اس قسم کے سانپ کا بدلہ جن لیتے تھے۔)

شرح: امام محمدؒ نے بَابُ مَنْ قَتَلَ خَطَاءً وَلَمْ تُعْرَفْ لَهُ عَاقِلَةٌ میں یہ اثر روایت کیا اور کہا کہ ہم اسے اختیار کرتے ہیں۔ ہمارا یہ خیال نہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس کی دیت کو باطل کیا تھا۔ اور یہ بھی نہیں کہتے کہ حضرت عمرؓ نے دیت کو اس بنا پر باطل کیا کہ قاتل کا عاقلہ کوئی نہ تھا۔ بلکہ یہ کہ حضرت عمرؓ کو عاقلہ معلوم نہ تھا جس پر دیت ڈالتے۔ اس شخص کا آزاد کنندہ بھی تھا اور عاقلہ بھی تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت عمرؓ اس کی دیت قاتل کے مال میں ڈالتے یا بیت المال پر۔ حضرت عمرؓ کو معلوم تھا کہ اس کا عاقلہ ہے۔ لیکن عاقلہ معلوم نہ تھا۔ کیونکہ کسی حاجی نے اسے آزاد کیا تھا۔ نہ آزاد کرنے والے کا علم تھا اور نہ اس کے عاقلہ کا۔ پس حضرت عمرؓ نے دیت اس وقت تک باطل کی جب تک کہ آزاد کنندہ اور اس کا عاقلہ معلوم ہو جائے۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو دیت قاتل کے مال میں یا بیت المال میں واجب ہوتی۔ امام محمدؒ کے اس بیان سے نوعیتِ مسئلہ بالکل مختلف ہو گئی۔

کِتَابُ الْقَسَامَۃِ

قسامہ کا اصل معنیٰ قسم ہے اور یہ لفظ قسم کھانے والی جماعت پر بھی بولا جاتا ہے۔ اصطلاح میں امام مالکؒ وشافعیؒ کے نزدیک ان قسموں کو قسامہ کہتے ہیں جو مقتول کے وارث اپنے مقتول کے خون کے استحقاق کے لئے کھاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ وہ قسمیں ہیں، جو اہل محلّہ کھاتے ہیں تاکہ ان سے قتل کی نفی ہوسکے۔ تورات میں قسامہ کی بعض صورتوں کا بیان موجود ہے۔ حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ عرب میں قسامہ زمانہ جاہلیت میں شروع ہوا تھا۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب نے شروع کیا تھا۔ بخاری میں ابن عباسؓ کا قول مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں پہلا قسامہ ہم بنی ہاشم میں ہوا تھا۔ پھر اسلام نے اسے باقی رکھا۔ فقہا میں قسامہ کے بارے میں کچھ اختلاف بھی ہے کہ اس کے انعقاد کی صورت کیا ہے۔ تاہم جمہور علما نے اسے اختیار کیا ہے۔ مگر سالم بن عبداللہؒ، سلیمان بن یسارؒ، قتادہؒ۔ ابن علیہؒ، بخاری، الحکم بن عتبہؒ، ابوقلابہؒ، مسلم بن خالدؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ قسامہ کے قائل نہیں۔ ان کا قول یہ ہے کہ اس سے کوئی شرعی قول ثابت نہیں ہوتا۔ جس بات کا کسی کو علم نہ ہو اور اس نے دیکھی نہ ہو، اس پر قسم کیونکر کھائے گا؟ قاضی عیاض مالکی نے سہل بن ابی حثمہ کی حدیث کو اصولِ شرع اور قواعدِ احکام میں سے ٹھیرایا ہے اور کہا ہے کہ سب ائمہ فقہ نے اسے اختیار کیا ہے۔ سالم بن عبداللہؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے قسامہ سے انکار کے بعد یہ دعویٰ باطل ہوجاتا ہے کہ اہل مدینہ کا اس پر اجماع ہے۔ مخالفین نے اسے اصولِ شرع کے خلاف قرار دیا ہے۔ اس کے پیش نظر حنفیہ نے نہ تو قسامہ سے قصاص کو واجب کیا ہے اور نہ مدعیوں پر قسم رکھی ہے۔ انہوں نے قواعد شہادت کے عین مطابق قسم مدّعیٰ علیہ پر رکھی ہے۔ قسامہ کے قائلین کے نزدیک شبہ یعنی لوث کے بغیر قسامہ نہیں ہوتا۔ پھر اس شبہ میں اور اس کی تفاصیل میں بہت اختلاف ہے۔

١۔ بَابُ تَبْدِئَۃِ اَھْلِ الدَّمِ فِی الْقَسَامَۃِ

قسامہ میں اولیائے مقتول سے قسمیں شروع کرنے کا باب

١٥٣٦۔ حَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِیْ لَیْلَی بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَھْلٍ، عَنْ سَھْلِ ابْنِ اَبِیْ حَثْمَۃَ، اَنَّہٗ اَخْبَرَہٗ رِجَالٌ مِّنْ کُبَرَاءِ قَوْمِہٖ: اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ سَھْلٍ وَمُحَیِّصَۃَ خَرَجَا اِلٰی خَیْبَرَ مِنْ جَھْدٍ اَصَابَھُمْ۔ فَاُتِیَ مُحَیِّصَۃُ۔ فَاُخْبِرَ: اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ سَھْلٍ قَدْ قُتِلَ وَطُرِحَ فِیْ فَقِیْرِ

بُغیۃ السالک

یعنی

مؤطا امام مالک مترجم

عنبرہ

کا

مکمل عربی متن

مع بامحاورہ اردو ترجمہ

وعام فہم مفصل شرح مبنی براوجز المسالک مرتبہ شیخ الحدیث حضرت العلامہ محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوم

از

مولانا منظور احمد دامت فیوضہم

مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم الشہابیہ سیالکوٹ

المصباح

۱۶- اردو بازار، لاہور

کِتَابُ الْقَسَامَةِ

قسامہ کا اصل معنیٰ قسم ہے اور یہ لفظ قسم کھانے والی جماعت پر بھی بولا جاتا ہے۔ اصطلاح میں امام مالکؒ وشافعیؒ کے نزدیک ان قسموں کو قسامہ کہتے ہیں جو مقتول کے وارث اپنے مقتول کے خون کے استحقاق کے لئے کھاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ وہ قسمیں ہیں، جو اہل محلہ کھاتے ہیں تاکہ ان سے قتل کی نفی ہوسکے۔ تورات میں قسامہ کی بعض صورتوں کا بیان موجود ہے۔ حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ عرب میں قسامہ زمانہ جاہلیت میں شروع ہؤا تھا۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب نے شروع کیا تھا۔ بخاری میں ابن عباسؓ کا قول مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں پہلا قسامہ ہم بنی ہاشم میں ہوا تھا۔ پھر اسلام نے اسے باقی رکھا۔ فقہا میں قسامہ کے بارے میں کچھ اختلاف بھی ہے کہ اس کے انعقاد کی صورت کیا ہے۔ تاہم جمہور علما نے اسے اختیار کیا ہے۔ مگر سالم بن عبداللہؒ، سلیمان بن یسارؒ، قتادہؒ، ابن علیہؒ، بخاری، الحکم بن عتبہؒ، ابوقلابہؒ، مسلم بن خالدؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ قسامہ کے قائل نہیں۔ ان کا قول یہ ہے کہ اس سے کوئی شرعی قول ثابت نہیں ہوتا۔ جس بات کا کسی کو علم نہ ہو اور اس نے دیکھی نہ ہو، اس پر قسم کیونکر کھائے گا؟ قاضی عیاض مالکی نے سہل بن ابی حثمہ کی حدیث کو اصول شرع اور قواعد احکام میں سے ٹھیرایا ہے اور کہا ہے کہ سب ائمہ فقہ نے اسے اختیار کیا ہے۔ سالم بن عبداللہؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے قسامہ سے انکار کے بعد یہ دعویٰ باطل ہوجاتا ہے کہ اہل مدینہ کا اس پر اجماع ہے۔ مخالفین نے اسے اصولِ شرع کے خلاف قرار دیا ہے۔ اس کے پیش نظر حنفیہ نے نہ تو قسامہ سے قصاص کو واجب کیا ہے اور نہ مدعیوں پر قسم رکھی ہے۔ انہوں نے قواعد شہادت کے عین مطابق قسم مدعیٰ علیہ پر رکھی ہے۔ قسامہ کے قائلین کے نزدیک شبہ یعنی لوث کے بغیر قسامہ نہیں ہوتا۔ پھر اس شبہ میں اور اس کی تفاصیل میں بہت اختلاف ہے۔

۱۔ بَابُ تَبْدِئَةِ أَهْلِ الدَّمِ فِي الْقَسَامَةِ

قسامہ میں اولیائے مقتول سے قسمیں شروع کرنے کا باب

۱۵۳۶۔ حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي لَيْلَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ سَهْلِ ابْنِ أَبِي حَثْمَةَ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ رِجَالٌ مِنْ كُبَرَاءِ قَوْمِهِ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةَ خَرَجَا إِلَى خَيْبَرَ مِنْ جَهْدٍ أَصَابَهُمْ. فَأُتِيَ مُحَيِّصَةُ. فَأُخْبِرَ: أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلٍ قَدْ قُتِلَ وَطُرِحَ فِي فَقِيرِ

بِئْرٍ أَوْ عَيْنٍ. فَأَتَى يَهُودَ. فَقَالَ: أَنْتُمْ وَاللّٰهِ قَتَلْتُمُوهُ. فَقَالُوا: وَاللّٰهِ مَا قَتَلْنَاهُ. فَأَقْبَلَ حَتَّى قَدِمَ عَلَى قَوْمِهِ. فَذَكَرَ لَهُمْ ذٰلِكَ. ثُمَّ أَقْبَلَ هُوَ وَأَخُوهُ حُوَيِّصَةُ، وَهُوَ أَكْبَرُ مِنْهُ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ. فَذَهَبَ مُحَيِّصَةُ لِيَتَكَلَّمَ. وَهُوَ الَّذِي كَانَ بِخَيْبَرَ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كَبِّرْ كَبِّرْ" يُرِيدُ السِّنَّ. فَتَكَلَّمَ حُوَيِّصَةُ. ثُمَّ تَكَلَّمَ مُحَيِّصَةُ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِمَّا أَنْ يَدُوا صَاحِبَكُمْ وَإِمَّا أَنْ يُؤْذِنُوا بِحَرْبٍ" فَكَتَبَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ. فَكَتَبُوا: إِنَّا وَاللّٰهِ مَا قَتَلْنَاهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحُوَيِّصَةَ وَمُحَيِّصَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ "أَتَحْلِفُونَ وَتَسْتَحِقُّونَ دَمَ صَاحِبِكُمْ؟" فَقَالُوا: لَا. قَالَ "أَفَتَحْلِفُ لَكُمْ يَهُودُ؟" قَالُوا: لَيْسُوا بِمُسْلِمِينَ. فَوَدَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ. فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ بِمِائَةِ نَاقَةٍ حَتَّى أُدْخِلَتْ عَلَيْهِمُ الدَّارَ. قَالَ سَهْلٌ: لَقَدْ رَكَضَتْنِي مِنْهَا نَاقَةٌ حَمْرَاءُ.

قَالَ مَالِكٌ: اَلْفَقِيرُ هُوَ الْبِئْرُ.

ترجمہ: سہل بن ابی حثمہ کو اس کی قوم کے بزرگوں نے بتایا کہ عبداللہ بن سہلؓ اور محیّصہؓ شدید فقر کے باعث خیبر کو گئے۔ محیّصہؓ نے واپس آکر بتایا کہ عبداللہ بن سہل قتل ہوگیا تھا اور اس کی لاش کو ایک غیر آباد کنوئیں یا چشمے میں پھینک دیا گیا تھا۔ تو وہ محیّصہؓ یہود کے پاس گیا، اور ان سے کہا کہ واللہ تم نے ہی اسے قتل کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ واللہ ہم نے اسے قتل نہیں کیا۔ پس محیّصہؓ نے واپس آکر اپنی قوم کو یہ قصہ بتایا۔ پھر وہ اور اس کا بھائی حویّصہؓ (جو اس سے بڑا تھا) اور عبدالرحمٰنؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ محیّصہؓ بات کرنے لگا (اور وہی خیبر میں تھا۔) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے کو بات کرنے دو۔ پس پہلے حویّصہؓ نے پھر محیّصہؓ نے بات کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا تو یہودی تمہارے آدمی کی دیت دیں یا پھر انہیں جنگ کی اطلاع دی جائے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو لکھا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ واللہ ہم نے اسے قتل نہیں کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حویّصہؓ، محیّصہؓ اور عبدالرحمٰنؓ سے فرمایا کہ کیا تم قسم کھاتے ہو اور اپنے ساتھی کی دیت کے اس طرح مستحق بنتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ پھر تمہارے لئے یہود قسم کھائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ وہ تو مسلم نہیں ہیں (ان کی قسم کا اعتبار؟)۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت اپنی طرف سے (بیت المال سے) ادا کی اور ان کی طرف سو اونٹنیاں بھیجیں حتیٰ کہ ان کے گھر میں داخل کی گئیں۔ سہل نے کہا کہ ان میں سے ایک سرخ اونٹنی نے مجھے لات ماری تھی۔

شرح: امام محمدؒ نے موطا میں اس حدیث کو باب القسامہ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ جو فرمایا کہ کیا تم قسم کھاتے ہو اور اپنے آدمی کے خون کے مستحق ہوتے ہو؟ اس سے حضورؐ کی مراد دیت تھی نہ کہ قصاص۔ حدیث کا پہلا حصہ کہ یا تو یہودی دیت ادا کریں یا پھر ان کے خلاف اعلانِ جنگ کیا جائے، یہ آخری حصے پر دلالت کرتا ہے۔ استحقاقِ دم سے

مراد یہاں پر دیت کا استحقاق ہے جو استحقاقِ دم کی ہی صورت ہے۔ جیسا کہ قصاص بھی اس کی صورت ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم قسم کھا کر اپنے دعویٰ کے مطابق اپنے آدمی کے خون کے حقدار ہو جاؤ گے۔ اگر یہ فرماتے تو یہ قصاص ہوتا۔ پس آپ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ تم اپنے آدمی کی دیت کے مستحق ہو گے۔ اس پر حدیث کا پہلا حصہ دلالت کرتا ہے اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ قسامہ دیت واجب کرتا ہے۔ اور خون کو ضائع و باطل نہیں کرتا۔ یہ مضمون بہت سی احادیث میں آیا ہے۔ پس یہی ہمارا مختار ہے اور یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عامہ فقہاء کا قول ہے۔ اس حدیث کے آخر میں امام مالکؒ کا قول ہے کہ حدیث میں الفقیر کے لفظ کا معنی کنواں ہے۔

۱۵۳۷۔ قَالَ یَحْیٰی عَنْ مَالِكٍ، عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ بُشَیْرِ بْنِ یَسَارٍ، اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ سَهْلٍ الْاَنْصَارِیَّ وَمُحَیِّصَةَ بْنَ مَسْعُوْدٍ خَرَجَا اِلٰی خَیْبَرَ. فَتَفَرَّقَا فِیْ حَوَائِجِهِمَا. فَقُتِلَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ سَهْلٍ. فَقَدِمَ مُحَیِّصَةُ. فَاَتٰی هُوَ، وَاَخُوْهُ حُوَیِّصَةُ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لِیَتَکَلَّمَ. لِمَکَانِهٖ مِنْ اَخِیْهِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "کَبِّرْ کَبِّرْ" فَتَکَلَّمَ حُوَیِّصَةُ وَمُحَیِّصَةُ. فَذَکَرَا شَاْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَهْلٍ. فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَتَحْلِفُوْنَ خَمْسِیْنَ یَمِیْنًا وَتَسْتَحِقُّوْنَ دَمَ صَاحِبِکُمْ اَوْ قَاتِلِکُمْ؟" قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. لَمْ نَشْهَدْ وَلَمْ نَحْضُرْ. فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "فَتُبْرِئُکُمْ یَهُوْدُ بِخَمْسِیْنَ یَمِیْنًا؟" فَقَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. کَیْفَ نَقْبَلُ اَیْمَانَ قَوْمٍ کُفَّارٍ؟

قَالَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ: فَزَعَمَ بُشَیْرُ بْنُ یَسَارٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَدَاهُ مِنْ عِنْدِهٖ۔

قَالَ مَالِكٌ، اَلْاَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَیْهِ عِنْدَنَا. وَالَّذِیْ سَمِعْتُ مِمَّنْ اَرْضٰی فِی الْقَسَامَةِ. وَالَّذِیْ اجْتَمَعَتْ عَلَیْهِ الْاَئِمَّةُ فِی الْقَدِیْمِ وَالْحَدِیْثِ. اَنْ یَبْدَاَ بِالْاَیْمَانِ، الْمُدَّعُوْنَ فِی الْقَسَامَةِ. فَیَحْلِفُوْنَ وَاَنَّ الْقَسَامَةَ لَا تَجِبُ اِلَّا بِاَحَدِ اَمْرَیْنِ. اِمَّا اَنْ یَقُوْلَ الْمَقْتُوْلُ: دَمِیْ عِنْدَ فُلَانٍ. اَوْ یَاْتِیَ وُلَاةُ الدَّمِ بِلَوْثٍ مِنْ بَیِّنَةٍ. وَاِنْ لَمْ تَکُنْ قَاطِعَةً عَلَی الَّذِیْ یُدَّعٰی عَلَیْهِ الدَّمُ. فَهٰذَا یُوْجِبُ الْقَسَامَةَ لِلْمُدَّعِیْنَ الدَّمَ عَلٰی مَنِ ادَّعَوْهُ عَلَیْهِ. وَلَا تَجِبُ الْقَسَامَةُ عِنْدَنَا اِلَّا بِاَحَدِ هٰذَیْنِ الْوَجْهَیْنِ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَتِلْكَ السُّنَّةُ الَّتِي لَا اخْتِلَافَ فِيهَا عِنْدَنَا. وَالَّذِي لَمْ يَزَلْ عَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ أَنَّ الْمُبَدَّئِينَ بِالْقَسَامَةِ أَهْلُ الدَّمِ. وَالَّذِينَ يَدَّعُونَهُ فِي الْعَمْدِ وَالْخَطَإِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَقَدْ بَدَّأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَارِثِيِّينَ فِي قَتْلِ صَاحِبِهِمُ الَّذِي قُتِلَ بِخَيْبَرَ.

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنْ حَلَفَ الْمُدَّعُونَ اسْتَحَقُّوا دَمَ صَاحِبِهِمْ وَقَتَلُوا مَنْ حَلَفُوا عَلَيْهِ. وَلَا يُقْتَلُ فِي الْقَسَامَةِ إِلَّا وَاحِدٌ. لَا يُقْتَلُ فِيهَا اثْنَانِ. يَحْلِفُ مِنْ وُلَاةِ الدَّمِ خَمْسُونَ رَجُلًا خَمْسِينَ يَمِينًا. فَإِنْ قَلَّ عَدَدُهُمْ أَوْ نَكَلَ بَعْضُهُمْ رُدَّتِ الْأَيْمَانُ عَلَيْهِمْ. إِلَّا أَنْ يَنْكُلَ أَحَدٌ مِنْ وُلَاةِ الْمَقْتُولِ، وُلَاةِ الدَّمِ، الَّذِينَ يَجُوزُ لَهُمُ الْعَفْوُ عَنْهُ. فَإِنْ نَكَلَ أَحَدٌ مِنْ أُولَئِكَ فَلَا سَبِيلَ إِلَى الدَّمِ إِذَا نَكَلَ أَحَدٌ مِنْهُمْ.

قَالَ يَحْيَى: قَالَ مَالِكٌ: وَإِنَّمَا تُرَدُّ الْأَيْمَانُ عَلَى مَنْ بَقِيَ مِنْهُمْ. إِذَا نَكَلَ أَحَدٌ مِمَّنْ لَا يَجُوزُ لَهُ عَفْوٌ. فَإِنْ نَكَلَ أَحَدٌ مِنْ وُلَاةِ الدَّمِ الَّذِينَ يَجُوزُ لَهُمُ الْعَفْوُ عَنِ الدَّمِ، وَإِنْ كَانَ وَاحِدًا، فَإِنَّ الْأَيْمَانَ لَا تُرَدُّ عَلَى مَنْ بَقِيَ مِنْ وُلَاةِ الدَّمِ. إِذَا نَكَلَ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنِ الْأَيْمَانِ. وَلَكِنِ الْأَيْمَانُ إِذَا كَانَ ذَلِكَ، تُرَدُّ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِمْ. فَيَحْلِفُ مِنْهُمْ خَمْسُونَ رَجُلًا، خَمْسِينَ يَمِينًا. فَإِنْ لَمْ يَبْلُغُوا خَمْسِينَ رَجُلًا، رُدَّتِ الْأَيْمَانُ عَلَى مَنْ حَلَفَ مِنْهُمْ. فَإِنْ لَمْ يُوجَدْ أَحَدٌ إِلَّا الَّذِي ادُّعِيَ عَلَيْهِ، حَلَفَ هُوَ خَمْسِينَ يَمِينًا وَبَرِئَ.

قَالَ يَحْيَى: قَالَ مَالِكٌ: وَإِنَّمَا فُرِقَ بَيْنَ الْقَسَامَةِ فِي الدَّمِ وَالْأَيْمَانِ فِي الْحُقُوقِ. أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا دَايَنَ الرَّجُلَ اسْتَثْبَتَ عَلَيْهِ فِي حَقِّهِ. وَأَنَّ الرَّجُلَ إِذَا أَرَادَ قَتْلَ الرَّجُلِ لَمْ يَقْتُلْهُ فِي جَمَاعَةٍ مِنَ النَّاسِ. وَإِنَّمَا يَلْتَمِسُ الْخَلْوَةَ. قَالَ: فَلَوْ لَمْ تَكُنِ الْقَسَامَةُ إِلَّا فِيمَا تَثْبُتُ فِيهِ الْبَيِّنَةُ. وَلَوْ عُمِلَ فِيهَا كَمَا يُعْمَلُ فِي الْحُقُوقِ، هَلَكَتِ الدِّمَاءُ. وَاجْتَرَأَ النَّاسُ عَلَيْهَا إِذَا عَرَفُوا الْقَضَاءَ فِيهَا. وَلَكِنْ

إِنَّمَا جُعِلَتِ الْقَسَامَةُ إِلَى وُلَاةِ الْمَقْتُولِ. يُبَدَّؤُنَ بِهَا فِيهَا لِيَكُفَّ النَّاسُ عَنِ الدَّمِ. وَلِيَحْذَرَ الْقَاتِلُ أَنْ يُؤْخَذَ فِي مِثْلِ ذٰلِكَ بِقَوْلِ الْمَقْتُولِ.

قَالَ يَحْيَى: وَقَدْ قَالَ مَالِكٌ، فِي الْقَوْمِ يَكُونُ لَهُمُ الْعَدَدُ يُتَّهَمُونَ بِالدَّمِ. فَيَرُدُّ وُلَاةُ الْمَقْتُولِ الْأَيْمَانَ عَلَيْهِمْ. وَهُمْ نَفَرٌ لَهُمْ عَدَدٌ: أَنَّهُ يَحْلِفُ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ عَنْ نَفْسِهِ خَمْسِينَ يَمِينًا. وَلَا تُقْطَعُ الْأَيْمَانُ عَلَيْهِمْ بِقَدْرِ عَدَدِهِمْ. وَلَا يَبْرَؤُنَ دُونَ أَنْ يَحْلِفَ كُلُّ إِنْسَانٍ عَنْ نَفْسِهِ خَمْسِينَ يَمِينًا.

قَالَ مَالِكٌ: وَهٰذَا أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ فِي ذٰلِكَ.

قَالَ: وَالْقَسَامَةُ تَصِيرُ إِلَى عَصَبَةِ الْمَقْتُولِ. وَهُمْ وُلَاةُ الدَّمِ الَّذِينَ يُقْسِمُونَ عَلَيْهِ. وَالَّذِينَ يُقْتَلُ بِقَسَامَتِهِمْ.

ترجمہ: بشیر بن یسار نے کہا کہ عبداللہ سہل انصاری اور مُحیصہؓ بن مسعود خیبر کی طرف گئے۔ وہاں پر وہ اپنی ضروریات کے لئے جُدا جُدا ہو گئے اور عبداللہ بن سہلؓ قتل ہو گیا۔ مُحیصہؓ واپس آیا اور وہ اور اس کا بھائی حویصہؓ اور عبدالرحمٰن بن سہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ عبدالرحمٰن اپنے بھائی (مقتول عبداللہ بن سہلؓ) کے رشتے کے باعث بات کرنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بڑے کو بات کرنے دو، بڑے کو بات کرنے دو۔ پھر حُویصہؓ اور مُحیصہؓ نے بات کی اور عبداللہ بن سہلؓ کا واقعہ بیان کیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، کیا تم پچاس قسمیں کھا کر اپنے آدمی کے خون کے حقدار بنتے ہو؟ (یعنی تم کو اس کی دیت مل سکے گی) یا فرمایا کہ قاتل کے خون کے۔ (یعنی مدعا علیہ پر تمہارا حق ثابت ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ ہم وہاں موجود نہ تھے نہ گواہ تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود پچاس قسموں کے ساتھ تمہارے دعویٰ سے بری ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ ہم کافر قوم کی قسمیں کیونکر قبول کریں گے؟ بشیر نے کہا کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کی دیت اپنے پاس سے ادا کر دی۔

شرح: شرعی قاعدے اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى مَنْ اَنْكَرَ کے مطابق مدعی کو اپنے دعویٰ کا ثبوت بہم پہنچانا لازم ہے۔ ورنہ مدعا علیہ پر قسم آئے گی۔ اس لئے حضورؐ نے پہلے مدعیوں سے ثبوت مانگا۔ اور چونکہ موقع پر ان میں سے کوئی نہ تھا۔ لہذا انہیں قسم کھانے کو فرمایا۔ ظاہر بات ہے کہ وہ ایسا نہ کر سکتے تھے۔ آخر جس بات کا انہیں علم نہ تھا، اس پر قسم کیونکر کھاتے؟ یہی وجہ ہے کہ پھر مدعا علیہ پر قسم آتی تھی۔ لیکن خیبر کے یہودی معاہد یا مُستامن تھے۔ لہذا قطع نزاع کے لئے آپ نے دیت بیت المال سے دے دی۔

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ امر اجماعی ہے اور یہی میں نے پسندیدہ لوگوں سے سُنا ہے اور اسی پر ہمارے ائمہ پہلے اور پچھلے متفق ہیں کہ قسامہ میں پہلے مدعی قسم کھائیں گے۔ اور قسامہ دو میں سے ایک چیز سے واجب ہوتا ہے۔ یا یہ کہ مقتول یہ کہے (موت سے

قبل) کو میرا خون فلاں کے پاس ہے۔ یعنی میرا قاتل فلاں شخص ہے۔ یا خون کے وارث اس کے گھر سے کوئی لوث (دلیل شبہ) لے کر آئیں۔ جو اگرچہ قاطع نہ ہو مگر وہ مدعا علیہ کے خلاف ہو۔ پس اس سے قسامہ واجب ہوگا۔ ان مدعیوں کے لئے مدعا علیہ کے خلاف۔ اور ہمارے نزدیک قسامہ صرف ان دو میں سے ایک صورت میں واجب ہوتا ہے۔ (امام مالکؒ کی لگائی ہوئی یہ دو شرطیں ظواہر حدیث سے تو ثابت نہیں ہوتیں فقہائے کوفہ کو اہل الرائے کہا گیا ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ قیاس اور رائے کو تو ہر مجتہد قدم قدم پر استعمال کرتا ہے حتیٰ کہ ظاہریہ کا بھی یہی حال ہے اس کے لئے ابن حزم ظاہری کی کتاب المحلیٰ اور الاحکام فی اصول الاحکام اور الفصل فی الاھواء والملل والنحل کا مطالعہ مفید اور دلچسپ ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ یہ وہ سنت ہے جس میں ہمارے نزدیک اختلاف نہیں اور جس پر ہمیشہ سے عمل رہا ہے کہ جن لوگوں کو پہلے قسم دی جائے وہ خون کے مدعی ہیں۔ خواہ یہ قتلِ عمد میں ہوں یا قتلِ خطا میں۔ مالکؒ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قسم ان پر پیش کی تھی، جو حارثی لوگ ہیں جن کا آدمی خیبر میں مارا گیا تھا۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر مدعی پہلے قسم کھالیں تو وہ اپنے آدمی کے خون کے مستحق ہو جائیں گے۔ (حنفیہ کے نزدیک اس سے مراد دیت کا استحقاق ہے جیسا کہ اوپر امام محمدؒ کے حوالے سے گزرا۔) اور وہ اسے قتل کردیں گے۔ جس پر قسم کھائی۔ اور قسامہ میں صرف ایک آدمی کو قتل کیا جاتا ہے نہ کہ دو۔ اولیائے مقتول میں سے پچاس آدمی پچاس قسمیں کھائیں گے۔ اگر ان کی تعداد کم ہو یا بعض قسم کھانے سے انکار کردیں تو ان قسموں کو دوبارہ پیش کیا جائے گا۔ (قلت کی صورت میں موجود لوگوں پر۔ اور انکار کی صورت میں قسم کھانے والوں پر) مگر یہ کہ مقتول کے والیوں میں سے کوئی انکار کردے، جو خون کے وارث ہیں۔ اور جن کے لئے اس سے معافی جائز ہے۔ پس ان میں سے اگر کوئی انکار کرے تو خون کے استحقاق کی طرف کوئی راستہ نہیں۔

امام مالکؒ نے کہا کہ اگر خون کے وارثوں میں سے، جن کے لئے قصاص معاف کرنا جائز ہے۔ کوئی ایک بھی قسم سے انکار کرے تو قسمیں خون کے باقی وارثوں پر پیش کی جائیں گی۔ مگر جب یہ صورت پیش آئے تو قسمیں مدعا علیہم پر پیش کی جائیں گی۔ ان میں سے پچاس آدمی پچاس قسمیں کھائیں گے۔ اگر پچاس آدمی نہ ملیں گے تو قسمیں ان پر لوٹائی جائیں جو ان میں سے قسمیں کھاچکے ہوں۔ اور اگر قسمیں کھانے والا مدعا علیہ کے علاوہ اور کوئی نہ ہو تو وہ پچاس قسمیں کھائے اور بری ہو جائے۔

مالکؒ نے کہا کہ خون کے بارے میں قسم کھانے میں اور حقوق کے بارے میں قسم میں یہ فرق ہے کہ مثلاً ایک شخص جب دوسرے کے ساتھ معاملہ کرے تو اپنے حق کو پکا کر لیتا ہے۔ (گواہی یا رہن یا کفیل وغیرہ کے ذریعے سے) اور جب ایک شخص دوسرے کو قتل کرنا چاہتا ہے تو اسے لوگوں کے مجمع میں قتل نہیں کرتا بلکہ خلوت تلاش کرتا ہے۔ پس اگر قسامہ صرف ان مقدموں میں ہوتا جن میں گواہی ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ حقوق میں کیا جاتا ہے تو خون ضائع ہو جاتے۔ اور لوگ ان پر جرأت کرنے لگتے۔ جب کہ انہیں معلوم ہوتا کہ خون کا فیصلہ بھی مال حقوق کی مانند ہے۔ لیکن قسامہ مقتول کے وارثوں سے اس لئے شروع کیا جاتا ہے۔ تاکہ لوگ خون گرانے سے رک جائیں اور قاتل ڈرے کہ اس قسم کے معاملے میں اسے مقتول کے قول پر (قبل از موت) پکڑ لیا جائے گا۔ (امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مدعی قسم نہیں کھاتے بلکہ مدعا علیہم کھاتے ہیں۔ لیکن موطا میں امام محمد کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی کے سامنے پہلے قسم پیش کی جاتی ہے۔ اگر وہ فریق قسم کھالے تو اسے خون کا استحقاق یعنی دیت مل جاتی ہے۔ ورنہ مدعا علیہم پر قسم پیش کی جاتی ہے اور ان کی قسم پر وہ فریق بری ہو جاتا ہے۔ اگر مدعا علیہ کا فریق قسم کھانے سے انکار کرے یا پچاس قسمیں پوری نہ ہو تو ان کے ذمے دیت واجب ہوگی۔)

مالکؒ نے کہا جس قوم کی کچھ تعداد ہو یا مقتول سے ان کی عداوت رہی ہو) اور ان پر خون کی تہمت لگائی جائے۔ مقتول کے ولی قسم سے انکار کر کے قسم ان کی طرف لوٹا دیں اور ان کی جماعت کی ایک معقول تعداد ہو تو ان سے ہر ایک انسان اپنی جان کی

طرف سے پچاس قسمیں کھائے گا۔ اور یہ نہ کیا جائے گا کہ ان پر پچاس قسمیں تقسیم کی جائیں اور بغیر اس کے ان کی برأت نہیں ہوگی کہ ان میں سے ہر شخص پچاس قسمیں کھائے۔ مالکؒ نے کہا کہ اس مسئلہ میں مَیں نے جو کچھ سنا، یہ اس میں سے احسن بات ہے۔ (یہ وہ صورت ہے کہ قتل کا الزام زیادہ لوگوں پر ہو۔ اگر ان میں سے ہر ایک اپنے عصبات سے مدد لے اور مثلاً ہر ایک کے ۴۹، ۴۹ آدمی قسمیں کھالیں تو قسامہ ہو جائے گا۔)

مالکؒ نے کہا کہ قسامہ مقتول کے عصبات کی طرف جاتا ہے، وہی خون کے ولی ہیں، جو اس پر قسم کھائیں گے اور جن کے قسامہ سے قاتل کو قتل کیا جائے گا (یعنی قتل عمد میں۔ اور حنفیہ کا اختلاف گزر چکا ہے کہ ان کے نزدیک قسامہ کے نتیجے میں دیت واجب ہوتی ہے قصاص نہیں۔)

۲۔ بَابُ تَجُوزُ قَسَامَةٌ فِي الْعَمْدِ مِنْ وُلَاةِ الدَّمِ

قتل عمد میں کون کون سے ولی دم کا قسامہ جائز ہے

قَالَ يَحْيَى: قَالَ مَالِكٌ: اَلْأَمْرُ الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ عِنْدَنَا، أَنَّهُ لَا يَحْلِفُ فِي الْقَسَامَةِ فِي الْعَمْدِ أَحَدٌ مِنَ النِّسَاءِ. وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْمَقْتُولِ وُلَاةٌ إِلَّا النِّسَاءُ. فَلَيْسَ لِلنِّسَاءِ فِي قَتْلِ الْعَمْدِ قَسَامَةٌ وَلَا عَفْوٌ.

قَالَ يَحْيَى: قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يُقْتَلُ عَمْدًا: أَنَّهُ إِذَا قَامَ عَصَبَةُ الْمَقْتُولِ أَوْ مَوَالِيهِ، فَقَالُوا: نَحْنُ نَحْلِفُ وَنَسْتَحِقُّ دَمَ صَاحِبِنَا. فَذٰلِكَ لَهُمْ.

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنْ أَرَادَ النِّسَاءُ أَنْ يَعْفُونَ عَنْهُ، فَلَيْسَ ذٰلِكَ لَهُنَّ. اَلْعَصَبَةُ وَالْمَوَالِي أَوْلَى بِذٰلِكَ مِنْهُنَّ. لِأَنَّهُمْ هُمُ الَّذِينَ اسْتَحَقُّوا الدَّمَ وَحَلَفُوا عَلَيْهِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنْ عَفَتِ الْعَصَبَةُ أَوِ الْمَوَالِي، بَعْدَ أَنْ يَسْتَحِقُّوا الدَّمَ، وَأَبَى النِّسَاءُ، وَقُلْنَ: لَا نَدَعُ قَاتِلَ صَاحِبِنَا. فَهُنَّ أَحَقُّ وَأَوْلَى بِذٰلِكَ. لِأَنَّ مَنْ أَخَذَ الْقَوَدَ أَحَقُّ مِمَّنْ تَرَكَهُ مِنَ النِّسَاءِ وَالْعَصَبَةِ إِذَا ثَبَتَ الدَّمُ وَوَجَبَ الْقَتْلُ.

قَالَ مَالِكٌ: لَا يُقْسِمُ فِي قَتْلِ الْعَمْدِ مِنَ الْمُدَّعِينَ إِلَّا اثْنَانِ فَصَاعِدًا. تُرَدَّدُ الْأَيْمَانُ عَلَيْهِمَا حَتّٰى يَحْلِفَا خَمْسِينَ يَمِينًا ثُمَّ قَدِ اسْتَحَقَّا الدَّمَ. وَذٰلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا.

قَالَ مَالِكٌ: وَإِذَا ضَرَبَ النَّفَرُ الرَّجُلَ حَتّٰى يَمُوتَ تَحْتَ أَيْدِيهِمْ قُتِلُوا بِهِ جَمِيعًا. فَإِنْ

هُوَ مَاتَ بَعْدَ ضَرْبِهِمْ كَانَتِ الْقَسَامَةُ - وَإِذَا كَانَتِ الْقَسَامَةُ لَمْ تَكُنْ اِلَّا عَلٰى رَجُلٍ وَاحِدٍ - وَلَمْ يُقْتَلْ غَيْرُهُ. وَلَمْ نَعْلَمْ قَسَامَةً كَانَتْ قَطُّ اِلَّا عَلٰى رَجُلٍ وَاحِدٍ.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ اس امر میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں کہ قتلِ عمد کے قسامہ میں کوئی عورت قسم نہیں کھاتی۔ اور اگر مقتول کے خون کی ولی صرف عورتیں ہوں تو بھی قتل عمد کے قسامہ میں نہ وہ قسم کھائیں اور نہ معاف کر سکتی ہیں۔ (حنفیہ کے نزدیک بھی قسامہ کسی بچے یا عورت پر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ کتاب القسامہ کی ابتدا میں گزرا۔)

مالکؒ نے کہا کہ جس شخص کو عمداً قتل کیا گیا تو جب مقتول کے عصبات یا موالی اُٹھ کھڑے ہوں اور کہیں کہ ہم حلف اٹھاتے ہیں اور اپنے آدمی کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں تو ان کی یہ بات مانی جائے گی۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر عورتیں خون معاف کرنا چاہیں تو یہ ان کا حق نہیں ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ عصبہ اور موالی عورتوں سے اس بات کے زیادہ حقدار ہیں، کیونکہ وہی خون کے حقدار تھے۔ اور انہوں نے ہی قسم کھائی۔

مالکؒ نے کہا کہ استحقاقِ دم کے بعد عصبات اور موالی معاف کر دیں اور عورتیں انکار کریں۔ اور کہیں کہ ہم اپنے آدمی کے قاتل کو نہیں چھوڑتے۔ تو وہی اس کے زیادہ حقدار اور اقرب ہیں۔ کیونکہ قصاص لینے والا اس کے ترک کرنے والوں سے زیادہ حقدار ہے۔ خواہ عورتیں ہوں یا عصبات ہوں۔ یہ تب ہے جب کہ خون ثابت ہو گیا۔ اور قتل واجب ہو گیا۔ (یعنی مالکؒ کے نزدیک قسامہ سے قبل عورتوں کا اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں مگر بعد میں ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ قتلِ عمد میں مدّعیوں میں سے دو یا اُن سے زیادہ ہی قسم کھا سکتے ہیں (دو سے کم نہیں) دو ہوں تو ان پر قسم بار بار لوٹائی جائے گی۔ حتیٰ کہ وہ پچاس قسمیں کھا لیں۔ پھر وہ دم کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک یہی امر معمول بہ ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ جب کئی لوگ ایک آدمی کو ماریں۔ حتیٰ کہ وہ ان کے ہاتھوں کے نیچے مر جائے تو ان سب کو اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ اور اگر وہ ان کی مار کے بعد مرا تو پھر قسامہ ہو گا۔ اور جب قسامہ ہوا تو وہ ایک ہی معیّن شخص کے خلاف ہو گا۔ اور اس کے سوا کسی کو قتل نہ کیا جائے گا۔ اور ہم کسی ایسے قسامہ کو نہیں جانتے جو صرف ایک آدمی کے خلاف نہ ہُوا ہو۔

۳۔ بَابُ الْقَسَامَةِ فِيْ قَتْلِ الْخَطَأِ

قتل خطا میں قسامہ کا باب

قَالَ يَحْيٰى، قَالَ مَالِكٌ: اَلْقَسَامَةُ فِيْ قَتْلِ الْخَطَإِ، يُقْسِمُ الَّذِيْنَ يَدَّعُوْنَ الدَّمَ وَيَسْتَحِقُّوْنَهُ بِقَسَامَتِهِمْ - يَحْلِفُوْنَ خَمْسِيْنَ يَمِيْنًا - تَكُوْنُ عَلٰى قَسْمِ مَوَارِيْثِهِمْ مِنَ الدِّيَةِ - فَاِنْ كَانَ فِي الْاَيْمَانِ كُسُوْرٌ اِذَا قُسِمَتْ بَيْنَهُمْ، نُظِرَ اِلَى الَّذِيْ يَكُوْنُ عَلَيْهِ اَكْثَرُ تِلْكَ الْاَيْمَانِ اِذَا قُسِمَتْ فَتُجْبَرُ عَلَيْهِ تِلْكَ الْيَمِيْنُ۔

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لِلْمَقْتُولِ وَرَثَةٌ إِلَّا النِّسَاءُ. فَإِنَّهُنَّ يَحْلِفْنَ وَيَأْخُذْنَ الدِّيَةَ. فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَارِثٌ إِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ، حَلَفَ خَمْسِينَ يَمِينًا وَأَخَذَ الدِّيَةَ. وَإِنَّمَا يَكُونُ ذٰلِكَ فِي قَتْلِ الْخَطَإِ وَلَا يَكُونُ فِي قَتْلِ الْعَمْدِ.

ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا کہ جب قتلِ خطا میں قسامہ ہو تو خون کے مدعی قسم کھا کر حقدار ہوں گے۔ وہ پچاس قسمیں کھائیں گے پھر دیت میں سے ان پر ان کی میراث کے حصوں کے مطابق قسمیں تقسیم کی جائیں گی۔ اگر قسمیں وارثوں پر تقسیم نہ ہو سکیں تو دیکھا جائیگا زیادہ قسمیں کن پر آتی ہیں۔ تو قسموں کی کسر کا نقصان ان پر پورا کیا جائے گا۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر عورتوں کے سوا مقتول کا کوئی وارث نہ ہو تو وہ قسمیں کھا کر دیت لیں گی۔ (قتلِ عمد میں قصاص ہے۔ لہذا عورتوں کی قسم نہیں ہوتی۔ قتلِ خطا میں مال ہے لہذا جائز ہوئی۔ یعنی مالکؒ کے مذہب میں) اور اگر مقتول کا وارث صرف ایک مرد ہے تو وہ پچاس قسمیں کھا کر دیت لے لے گا۔ اور یہ صرف قتلِ خطا میں ہے۔ قتلِ عمد میں ایسا نہیں ہو سکتا۔

۴۔ بَابُ الْمِيرَاثِ فِي الْقَسَامَةِ

قسامہ میں میراث کا بیان

قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ: إِذَا قَبِلَ وُلَاةُ الدَّمِ الدِّيَةَ فَهِيَ مَوْرُوثَةٌ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ. يَرِثُهَا بَنَاتُ الْمَيِّتِ وَأَخَوَاتُهُ. وَمَنْ يَرِثُهُ مِنَ النِّسَاءِ. فَإِنْ لَمْ يُحْرِزِ النِّسَاءُ مِيرَاثَهُ كَانَ مَا بَقِيَ مِنْ دِيَتِهِ لِأَوْلَى النَّاسِ بِمِيرَاثِهِ مَعَ النِّسَاءِ.

قَالَ مَالِكٌ: إِذَا قَامَ بَعْضُ وَرَثَةِ الْمَقْتُولِ الَّذِي يُقْتَلُ خَطَأً، يُرِيدُ أَنْ يَأْخُذَ مِنَ الدِّيَةِ بِقَدْرِ حَقِّهِ مِنْهَا. وَأَصْحَابُهُ غُيَّبٌ. لَمْ يَأْخُذْ ذٰلِكَ. وَلَمْ يَسْتَحِقَّ مِنَ الدِّيَةِ شَيْئًا. قَلَّ وَلَا كَثُرَ. دُونَ أَنْ يَسْتَكْمِلَ الْقَسَامَةَ. يَحْلِفُ خَمْسِينَ يَمِينًا. فَإِنْ حَلَفَ خَمْسِينَ يَمِينًا اسْتَحَقَّ حِصَّتَهُ مِنَ الدِّيَةِ. وَذٰلِكَ أَنَّ الدَّمَ لَا يَثْبُتُ إِلَّا بِخَمْسِينَ يَمِينًا. وَلَا تَثْبُتُ الدِّيَةُ حَتّٰى يَثْبُتَ الدَّمُ. فَإِنْ جَاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنَ الْوَرَثَةِ أَحَدٌ، حَلَفَ مِنَ الْخَمْسِينَ يَمِينًا بِقَدْرِ مِيرَاثِهِ. وَأَخَذَ حَقَّهُ. حَتّٰى يَسْتَكْمِلَ الْوَرَثَةُ حُقُوقَهُمْ. إِنْ جَاءَ أَخٌ لِأُمٍّ فَلَهُ السُّدُسُ. وَعَلَيْهِ مِنَ الْخَمْسِينَ يَمِينًا السُّدُسُ. فَمَنْ حَلَفَ اسْتَحَقَّ مِنَ الدِّيَةِ. وَمَنْ نَكَلَ بَطَلَ حَقُّهُ. وَإِنْ كَانَ بَعْضُ الْوَرَثَةِ

غَائِبًا اَوْصَبِيًّا لَمْ يَبْلُغْ، حَلَفَ الَّذِيْنَ حَضَرُوْا خَمْسِيْنَ يَمِيْنًا. فَإِنْ جَاءَ الْغَائِبُ بَعْدَ ذٰلِكَ، أَوْ بَلَغَ الصَّبِيُّ الْحُلُمَ، حَلَفَ كُلٌّ مِنْهُمَا. يَحْلِفُوْنَ عَلٰى قَدْرِ حُقُوْقِهِمْ مِنَ الدِّيَةِ. وَعَلٰى قَدْرِ مَوَارِيْثِهِمْ مِنْهَا.

قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ: وَهٰذَا أَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ جب خون کے وارث دیت کو قبول کریں تو اس کی میراث کتاب اللہ کے مطابق ہے۔ (مقتول کی وارث میت کی بیٹیاں اور بہنیں اور دوسری وارث عورتیں بھی ہیں۔ اگر ساری میراث وارث عورتوں کو نہ ملے اور کچھ بچ جائے تو باقی دیت بطورِ میراث عورتوں کے ساتھ دوسروں کو بھی ملے گی۔ یعنی قسامہ میں گو عورتوں کی قسم اور معافی نہیں مگر وہ وارث ہیں۔)

مالکؒ نے کہا کہ مقتول کی دیت کے بعض وارث جب کھڑے ہوں، جو مقتول کہ خطاءً قتل ہوا تھا، اور چاہے کہ دیت میں سے اپنے حق کے مطابق حصہ لے لے۔ مگر باقی وارث غائب ہوں تو وہ یہ نہیں لے سکتا۔ اور نہ وہ دیت میں سے کسی چیز کا مستحق ہے۔ کم ہو یا زیادہ۔ قبل اس کے کہ قسم کھانے والے پچاس قسمیں کھائیں۔ اور جب پچاس قسمیں ہو چکیں تو وہ دیت میں سے اپنا حصہ لے سکتا ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ خون نہیں ثابت ہو سکتا مگر پچاس قسموں کے ساتھ، اور دیت ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ خون ثابت نہ ہو۔ اُن وارثوں میں سے کوئی اس کے بعد آئے تو اپنی میراث کی مقدار لینے کے لئے پچاس قسمیں کھائے اور اپنا حق لے لے۔ حتیٰ کہ سب وارث اپنا اپنا حق پورا کریں۔ اگر اس کے بعد مادری بھائی آئے تو اس کا ⅙ حصہ ہے اور اس پر پچاس قسموں میں سے چھٹا حصہ ہوگا۔ پس جس نے قسم کھائی وہ دیت میں سے اپنے حق کا حقدار ہو گیا۔ اور جس نے انکار کیا۔ اس کا حق باطل ہو گیا۔ اور اگر کچھ وارث غائب ہوں یا نابالغ بچے ہوں، تو جو موجود ہوں وہ پچاس قسمیں کھائیں گے۔ اگر اس کے بعد غیر حاضر بھی آئے تو وہ بھی قسم کھائے یا بچہ بالغ ہو جائے تو وہ بھی حلف اُٹھائے۔ سب لوگ دیت میں اپنے حقوق کے مطابق قسمیں کھائیں گے۔ یعنی جس قدر ان کے وراثت میں حقوق ہیں۔

مالکؒ نے کہا کہ یہ احسن بات ہے جو میں نے اس مسئلے میں سُنی۔ (مگر اس میں علماء و فقہاء کا اختلاف ہے۔ احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ جب تک تمام وارث دعویٰ پر متفق نہ ہوں قسامہ نہیں ہو سکتا۔)

۵۔ بَابُ الْقَسَامَةِ فِي الْعَبِيْدِ

غلام کے بارے میں قسامہ کا باب

قَالَ يَحْيٰى: قَالَ مَالِكٌ، اَلْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي الْعَبِيْدِ. أَنَّهُ إِذَا أُصِيْبَ الْعَبْدُ عَمْدًا أَوْ خَطَأً، ثُمَّ جَاءَ سَيِّدُهُ بِشَاهِدٍ، حَلَفَ مَعَ شَاهِدِهِ يَمِيْنًا وَاحِدَةً ثُمَّ كَانَ لَهُ قِيْمَةُ عَبْدِهِ. وَلَيْسَ فِي الْعَبِيْدِ قَسَامَةٌ فِيْ عَمْدٍ وَلَا خَطَإٍ. وَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالَ ذٰلِكَ.

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنْ قُتِلَ الْعَبْدُ عَمْدًا أَوْ خَطَأً، لَمْ يَكُنْ عَلٰى سَيِّدِ الْعَبْدِ الْمَقْتُوْلِ قَسَامَةٌ وَلَا

یَمِیْنٌ۔ وَلَا یَسْتَحِقُّ سَیِّدُہٗ ذٰلِکَ اِلَّا بِبَیِّنَۃٍ عَادِلَۃٍ۔ اَوْ بِشَاھِدٍ۔ فَیَحْلِفُ مَعَ شَاھِدِہٖ۔

قَالَ یَحْیٰی: قَالَ مَالِکٌ: وَھٰذَا اَحْسَنُ مَا سَمِعْتُ۔

زہریؒ، ثوریؒ، مالکؒ اور اوزاعیؒ کے نزدیک مقتول غلام پر کوئی قسامہ نہیں۔ حنفیہ اور شافعیؒ کے نزدیک ہے۔

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ غلام کے بارے میں ہمارے نزدیک امر یہ ہے کہ جب غلام کو عمداً یا خطاً مار دیا جائے تو پھر اس کا مالک گواہ لے کر آئے گا اور اپنے گواہ کے ساتھ ایک قسم کھائے تو اس کے لئے اپنے غلام کی قیمت ہوگی۔ اور غلاموں میں نہ قتلِ عمد میں نہ خطا میں قسامہ ہے۔ اور میں نے کسی اہلِ علم کو یہ کہتے نہیں سُنا کہ غلاموں کے قتل میں بھی قسامہ ہوتا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ اگر غلام عمداً یا خطاءً کسی غلام کو مار ڈالے تو مقتول غلام کے آقا پر کوئی قسامہ نہیں اور نہ حلف ہے۔ اور اس کا مالک صرف عادلوں کی گواہی سے خون کا حقدار ہوگا۔ یا شاہد کے ساتھ وہ خود بھی قسم کھائے۔ (یہ مسئلہ پہلے گزر چکا ہے کہ مدعی صرف دلیل اور گواہی لانے پر مامور ہے۔ اور قسم مدعا علیہ پر ہوتی ہے۔ امام مالکؒ نے یہاں جو کچھ لکھا ہے یہ ان کے مسلک کی فرع ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ یہ احسن بات ہے جو میں نے سُنی۔

كِتَابُ الْحُدُوْدِ

حد کا لغوی معنیٰ ہے دو چیزوں کے درمیان حائل چیز۔ شرعی احکامِ حلّت و حُرمت کو حُدود اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کے ساتھ حلال و حرام اور جائز و ناجائز میں امتیاز قائم کیا گیا ہے۔ پھر یہ لفظ ان سزاؤں پر بولا جانے لگا، جو خدا و رسولؐ کے احکام کو توڑنے پر شرع نے مقرر کی ہیں۔ ان حدود کا مقصد خدائی احکام پھاندنے والوں کو روکنا اور دوسروں کو عبرت دلانا ہے۔ ان حدود میں سے یہاں پر زنا، قذف، سرقہ اور خمر کی حدود بیان کی گئی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ بعض علما نے حدود کی تعداد ۱۷ بتائی ہے۔ ان میں چھ متفق علیہ ہیں۔ حدِ زنا، حدِ قذف، حدِ سرقہ، حدِ شربِ خمر، حدِ ارتداد اور حدِ حرابہ۔ اور گیارہ میں اختلاف ہے۔ عاریت سے انکار کر دینا، خمر کے علاوہ اور نشہ آور چیزوں کا استعمال، زنا کے علاوہ کسی اور چیز کا قذف، لواطت، حیوان سے بدکاری کرنا، عورتوں کا چپٹی لڑانا، عورت کا کسی سے بدکاری کرانا، جادو، ترکِ صلوٰۃ، صومِ رمضان نہ رکھنا۔ اشارے کنائے سے قذف کرنا۔ حدّ کا لفظ صرف ان سزاؤں پر بولا جاتا ہے، جو حق اللہ میں داخل ہیں۔ پس قصاص اور تعزیر کو حدّ نہیں کہتے۔ قصاص تو بندے کا حق ہے۔ اور تعزیر کی مقدار شرعاً مقرر نہیں ہے۔

۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجْمِ

رجم یعنی سنگسار کرنے کا باب

۱۵۳۸۔ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَتِ الْيَهُوْدُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ وَامْرَأَةً زَنَيَا۔ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا تَجِدُوْنَ فِي التَّوْرَاةِ فِي شَأْنِ الرَّجْمِ؟" فَقَالُوْا نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُوْنَ۔ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ: كَذَبْتُمْ۔ إِنَّ فِيْهَا الرَّجْمَ فَأْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ فَنَشَرُوْهَا۔ فَوَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ۔ ثُمَّ قَرَأَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا۔ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ: ارْفَعْ يَدَكَ۔ فَرَفَعَ يَدَهُ، فَإِذَا فِيْهَا آيَةُ الرَّجْمِ۔ فَقَالُوْا: صَدَقَ۔ يَا مُحَمَّدُ۔ فِيْهَا آيَةُ الرَّجْمِ۔

فَاَمَرَبِهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا۔

فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: فَرَاَيْتُ الرَّجُلَ يَحْنِيْ عَلَى الْمَرْاَةِ۔ يَقِيْهَا الْحِجَارَةَ۔

قَالَ مَالِكٌ: يَعْنِيْ يَحْنِيْ يُكِبُّ عَلَيْهَا حَتّٰى تَقَعَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بیان کیا کہ ان میں سے ایک مرد عورت نے زنا کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ رجم کے متعلق تم تورات میں کیا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم زانیوں کو رسوا کرتے ہو اور انہیں کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن سلامؓ نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ تورات میں تو رجم کا حکم ہے۔ تم تورات کو لاؤ اور اسے پڑھو۔ پس انہوں نے تورات کھولی تو ان میں سے ایک نے آیت رجم پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس آیت کا ماقبل اور مابعد پڑھا۔ پس عبداللہ بن سلامؓ نے کہا کہ تو اپنا ہاتھ اٹھا۔ اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس میں رجم کی آیت تھی۔ یہود نے کہا، اے محمدؐ یہ سچ کہتا ہے۔ اس میں آیت رجم موجود ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان دونوں کو سنگسار کیا گیا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ میں نے اس مرد کو دیکھا کہ وہ اس عورت پر جھکتا اور اسے پتھروں سے بچاتا تھا۔

مالکؒ نے کہا کہ یحنی کے لفظ کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ جھکتا تھا کہ پتھر اس پر پڑیں (عورت بچی رہے) یہ حدیث بخاری، مسلم اور دیگر صحاح کے علاوہ موطائے امام محمدؒ میں بھی مروی ہے۔

شرح: یہود کے نزدیک یہ مقدمہ ثابت تھا۔ مگر ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہوں کو طلب کیا، اور انہوں نے شہادت دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کی گواہی خود انہی کے مقدمات میں ایک دوسرے پر نافذ و جائز ہے۔ میثاق مدینہ کے مطابق مقدمات کے فیصلے کا حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ آپ یہ نہ بھی پوچھتے کہ تورات کا حکم کیا ہے اور مقدمہ جب آگیا تھا تو اس کا اسلامی (ملکی) قانون پر فیصلہ فرما دیتے تو بھی انہیں قبول کرنا پڑتا۔ اور شاید وہ یہ مقدمہ ایک سازش کے تحت حضورؐ کے پاس لائے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش ان پر الٹ دی۔ اور ان کے علما خصوصاً ابن صوریا کی برسرعام رسوائی ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ وہ لوگ تورات کی تحریف کرتے اور اس کے احکام کو چھپاتے تھے۔ مدینہ کے یہود کی مذہبی زبان حسب بیان زید بن ثابت (بخاری) عبرانی تھی۔ لہٰذا یہی قرین قیاس ہے کہ تورات کا یہ نسخہ عبرانی میں ہوگا۔ تورات کی موجودہ کتابوں میں بھی باوجود تحریف و تبدیلی کے بے شمار قینچیاں چل چکنے کے رجم کا حکم موجود ہے۔

۱۵۳۹۔ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَسْلَمَ جَاءَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ فَقَالَ لَهُ: اِنَّ الْاٰخِرَ زَنٰى۔ فَقَالَ لَهُ اَبُوْبَكْرٍ: هَلْ ذَكَرْتَ هٰذَا لِاَحَدٍ غَيْرِيْ؟ فَقَالَ: لَا۔ فَقَالَ لَهُ اَبُوْبَكْرٍ: فَتُبْ اِلَى اللّٰهِ۔ وَاسْتَتِرْ بِسِتْرِ اللّٰهِ۔ فَاِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ۔ فَلَمْ تُقْرِرْهُ نَفْسُهُ حَتّٰى اَتٰى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ۔ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِاَبِيْ بَكْرٍ۔ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ مِثْلَ مَا قَالَ لَهُ اَبُوْبَكْرٍ۔ فَلَمْ تُقْرِرْهُ نَفْسُهُ حَتّٰى جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَقَالَ

لَهُ: إِنَّ الْآخِرَ زَنٰى. فَقَالَ سَعِيدٌ: فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. كُلُّ ذٰلِكَ يُعْرِضُ عَنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. حَتّٰى إِذَا أَكْثَرَ عَلَيْهِ. بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَهْلِهِ فَقَالَ: أَيَشْتَكِي أَمْ بِهِ جِنَّةٌ؟ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ. وَاللهِ! إِنَّهُ لَصَحِيحٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَبِكْرٌ أَمْ ثَيِّبٌ"؟ فَقَالُوا: بَلْ ثَيِّبٌ. يَا رَسُولَ اللهِ. فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَ.

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ قبیلۂ اسلم کا ایک آدمی ابوبکر الصدیقؓ کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اس ناہنجار نے (یعنی خود اس قائل نے) زنا کیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ کیا تونے یہ بات میرے علاوہ کسی اور سے بیان کی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں حضرت ابوبکرؓ نے اس سے فرمایا کہ تو اللہ کے حضور توبہ کر اور اللہ کے پردے کو اپنے اوپر ڈال لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرمالیتا ہے لیکن اس شخص کے دل نے اسے ٹھہرنے نہ دیا۔ حتیٰ کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس گیا اور ان سے وہی کچھ کہا جو حضرت ابوبکرؓ سے کہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے بھی اس سے اسی طرح کی بات کہی۔ جو حضرت ابوبکرؓ نے کہی تھی سعیدؒ نے کہا کہ اس کے دل نے اسے ٹھہرنے نہ دیا حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ اور آپؐ سے کہا کہ اس ناہنجار نے زنا کیا ہے۔ سعید نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار۔ اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ وہ بار بار وہی کہتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منہ پھیرتے رہے۔ پس جب اس نے زیادہ بار (چار بار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے گھر والوں کو پیغام بھیجے اور پوچھا کہ کیا اسے کوئی بیماری ہے یا اسے جنون ہے؟ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ، واللہ یہ تندرست ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ وہ کنوارا ہے یا شادی شدہ؟ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ شادی شدہ ہوں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اسے سنگسار کر دیا گیا۔ (اس شخص کا نام ماعز اسلمیؓ تھا۔)

شرح: اس حدیث کو امام محمدؒ نے باب الاقرار بالزنا میں روایت کیا ہے اور اس پر لکھا کہ جو آدمی اپنے آپ پر زنا کا اعتراف کرے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ چار مرتبہ چار مختلف مجالس میں اقرار کرے۔ اس کے بغیر اسے سزا نہیں دی جاتی۔ اگر وہ اس کے بعد رجوع کرے تو اس کا رجوع قبول کیا جائے گا۔ اور اسے جانے دیا جائے گا۔ ہم نے فضل المعبود شرح ابی داؤد میں اس پر مفصل گفتگو کی ہے۔

۱۵۴۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، أَنَّهُ قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ مِنْ أَسْلَمَ. يُقَالُ لَهُ هَزَّالٌ "يَا هَزَّالُ. لَوْ سَتَرْتَهُ بِرِدَائِكَ لَكَانَ خَيْرًا لَكَ" قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ يَزِيدُ بْنُ نُعَيْمِ بْنِ هَزَّالٍ الْأَسْلَمِيُّ. فَقَالَ يَزِيدُ هَزَّالٌ جَدِّي. وَهٰذَا الْحَدِيثُ حَقٌّ.

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ نے کہا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ اسلم کے ایک ہزّالؓ نامی شخص سے فرمایا۔

اے ہزّال رض اگر تو اس شخص کو (ماعز اسلمی رض) اپنی چادر سے ڈھانپ لیتا تو یہ تیرے لئے بہتر ہوتا۔ یحییٰ بن سعید رح نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ایک مجلس میں بیان کی جس میں یزید بن نعیم بن ہزّال اسلمی بھی تھا۔ تو یزید نے کہا کہ ہزّال رض میرا دادا تھا اور یہ حدیث برحق ہے۔

شرح: ہزّال رض قبیلۂ اسلم کا ایک شخص تھا، جس کی لونڈی کے ساتھ ماعزّ اسلمی رض ملوث ہُوا۔ ہزّال رض کے مشورے اور نصیحت پر ہی ماعز اسلمی رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ اور اعتراف کیا تھا۔ شاید ان دونوں کو یہ اندازہ نہ تھا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ پچھلی حدیث کے مطابق ماعز رض پہلے حضراتِ ابوبکر رض و عمر رض کے پاس آیا اور انہوں نے توبہ اور خاموشی کا مشورہ دیا۔ ماعز رض کی تسلّی نہ ہوئی اور حضور ص کے پاس آکر چار مرتبہ اعتراف کرلیا۔ حاکم ہونے کی حیثیت سے اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض ہوگیا کہ حد جاری کریں۔ اگر ہزّال معاملے کو وہیں ختم کر دیتا اور ماعز سے توبہ کراتا تو وہ کچھ نہ ہوتا، جو بعد میں ہُوا۔ اسی چیز کی طرف حضور ص کا یہ ارشاد اشارہ کر رہا ہے جو اس حدیث میں ہے۔

۱۴۱۵۔ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَجُلًا اعْتَرَفَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالزِّنَاءِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَشَهِدَ عَلٰى نَفْسِهٖ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ۔ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَ۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ بِاعْتِرَافِهٖ عَلٰى نَفْسِهٖ۔

ترجمہ: ابن شہاب رح نے مالک رح کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص نے زنا کا اعتراف کیا اور اپنے خلاف چار مرتبہ شہادت دی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے رجم کا حکم دیا۔ اور اسے سنگسار کیا گیا۔ ابن شہاب رح نے کہا کہ اسی بنا پر آدمی کو اپنے خلاف اعتراف کرنے پر ماخوذ کیا جاتا ہے۔ (یہ حدیث موطّائے امام محمد رح کے بابُ الاقرار بالزنا میں مروی ہے۔)

شرح: علما کا اس پر اجماع ہے کہ زنا اعتراف سے اور شہادت سے ثابت ہوتا ہے اور حمل ظاہر ہونے سے۔ اس کے ثبوت میں اختلاف ہے۔

۱۴۱۶۔ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ زَيْدِ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ اَبِيْهِ زَيْدِ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ، اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ امْرَاَةً جَاءَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا زَنَتْ۔ وَهِیَ حَامِلٌ۔ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذْهَبِیْ حَتّٰى تَضَعِیْ" فَلَمَّا وَضَعَتْ جَاءَتْهُ۔ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِذْهَبِیْ حَتّٰى تُرْضِعِيْهِ" فَلَمَّا اَرْضَعَتْهُ جَاءَتْهُ۔ فَقَالَ "اِذْهَبِیْ فَاسْتَوْدِعِيْهِ" قَالَ فَاسْتَوْدَعَتْهُ۔ ثُمَّ جَاءَتْ۔ فَاَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ۔

ترجمہ: عبداللہ بن ابی مُلیکہ نے بتایا کہ ایک عورت (جو جُہینہ کی شاخ غامد سے تھی اور جس کے نام میں اختلاف ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ کو بتایا کہ اس نے زنا کیا ہے اور وہ حاملہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جا، حتی کہ تو

بچہ جنے۔ جب اس نے بچہ جنا تو پھر حضورؐ کے پاس آئی۔ آپؐ نے فرمایا، جا، حتیٰ کہ تو اس کو دودھ پلالے۔ جب وہ دودھ پلا چکی (یعنی مدتِ رضاعت ختم ہوگئی) تو پھر حاضر ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا، جا اسے کسی کی حفاظت میں دے ڈال۔ پس اس نے وہ بچہ کسی کے سپرد کر دیا۔ پھر آئی تو آپؐ نے اس کے رجم کا حکم دیا اور اسے رجم کیا گیا۔ (یہ حدیث موطائے محمدؒ میں بھی بابُ الاقرار الخ میں مروی ہے۔

شرح: احادیث سے ثابت ہے کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی اور فرمایا تھا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر چونگی وصول کرنے والا بھی ویسی توبہ کرلے تو بخشا جائے۔ ہر مسلم کی نمازِ جنازہ کا حکم ہے اور پڑھی جاسکتی ہے۔ حضورؐ نے اگر کسی عذر سے یا کسی مصلحت کے باعث کسی وقت کسی کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی تو اس سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ فلاں قسم کے گناہ گار کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ کافر و مشرک اور مرتد کے علاوہ سب کی نماز جائز ہے۔

۱۵۴۳۔ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَزَیْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِیِّ، اَنَّهُمَا اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَجُلَیْنِ اخْتَصَمَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ فَقَالَ اَحَدُهُمَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اقْضِ بَیْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰہِ۔ وَقَالَ الْاٰخَرُ، وَهُوَ اَفْقَهُهُمَا: اَجَلْ۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ فَاقْضِ بَیْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰہِ۔ وَائْذَنْ لِیْ اَنْ اَتَكَلَّمَ قَالَ "تَكَلَّمْ" فَقَالَ: اِنَّ ابْنِیْ كَانَ عَسِیْفًا عَلٰی هٰذَا۔ فَزَنٰی بِامْرَاَتِهٖ۔ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ عَلَی ابْنِیَ الرَّجْمَ۔ فَافْتَدَیْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَبِجَارِیَةٍ لِیْ۔ ثُمَّ اِنِّیْ سَاَلْتُ اَهْلَ الْعِلْمِ فَاَخْبَرُوْنِیْ: اَنَّ مَا عَلَی ابْنِیْ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِیْبُ عَامٍ۔ وَاَخْبَرُوْنِیْ اَنَّمَا الرَّجْمُ عَلَی امْرَاَتِهٖ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ: اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَاَقْضِیَنَّ بَیْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰہِ۔ اَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِیَتُكَ فَرَدٌّ عَلَیْكَ"۔ وَجَلَدَ ابْنَهٗ مِائَةً۔ وَغَرَّبَهٗ عَامًا وَاَمَرَ اُنَیْسًا الْاَسْلَمِیَّ اَنْ یَّاْتِیَ امْرَاَةَ الْاٰخَرِ۔ فَاِنِ اعْتَرَفَتْ، رَجَمَهَا۔ فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْعَسِیْفُ الْاَجِیْرُ۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ اور زید بن خالد جہنی نے خبر دی ہے کہ دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس تنازعہ لے کر آئے۔ ایک بولا، یا رسول اللہؐ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیے۔ دوسرا جو زیادہ سمجھدار تھا کہنے لگا، ہاں یا رسول اللہؐ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیے اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا، تو بات کر۔ وہ بولا کہ میرا بیٹا اس شخص کا مزدور تھا اور اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا۔ میں نے کسی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میرے بیٹے پر رجم ہے۔ پس میں نے اس کا فدیہ ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی دی۔ پھر میں نے علم والوں سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے پر ایک سو کوڑے ہیں

اور ایک سال کی جلاوطنی اور رجم اس کی بیوی پر ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کہ میں تم میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ جہاں تک تیری بھیڑ بکریاں اور لونڈی ہے، سو وہ تجھ پر رد ہے۔ اور حضورؐ نے اس کے بیٹے کو سو کوڑے لگائے اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا۔ اور انیس اسلمیؓ کو حکم دیا کہ دوسرے کی عورت سے جاکر سوال کرے۔ اگر وہ اعتراف کرلے تو اسے رجم کردے۔ راوی نے کہا کہ اس نے اعتراف کرلیا تو انیسؓ نے اسے رجم کرا دیا۔ مالکؒ نے کہا کہ عسیف کا معنی مزدور ہے۔ (یہ حدیث موطائے امام محمدؒ کے باب الاقرار بالزنا میں مروی ہے۔)

شرح: جس کا بیٹا ملوث تھا، اس کے نزدیک تو زنا ثابت تھا۔ لیکن چونکہ یہ مقدمہ شہادت سے ثابت نہ ہوا تھا۔ لہٰذا دوسرے کی بیوی کی سزا اس کے اعتراف کے بغیر نہ ہوسکتی تھی۔ اس لئے حضورؐ نے انیس کو بھیجا اور عورت کے اعتراف پر اسے رجم کرایا گیا۔ قرآن مجید نے کنوارے زانی کی سزا ایک سو کوڑے مقرر فرمائی ہے۔ لہٰذا ایک سال کی جلاوطنی بطور مصلحت و تعزیر تھی۔ اگر مصلحت اس کے خلاف ہو تو جلاوطنی کی سزا نہ دی جائے گی۔ مثلاً اس شخص کے دارالحرب میں بھاگ جانے، دشمن سے جا ملنے اور ارتداد کا خدشہ ہو تو تعزیر نہیں ہوگی۔ عامہ احادیث میں کنوارے کی سزا ایک سو کوڑے ہی آئی ہے۔ اگر جلاوطنی کے ساتھ عبرت و موعظت اور زانی کی اصلاح وابستہ ہو تو تعزیر بھی ضرور دی جائے گی ورنہ نہیں۔

۱۵۴۴۔ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ سَعْدَ ابْنَ عُبَادَةَ قَالَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَأَيْتَ لَوْ أَنِّيْ وَجَدْتُ مَعَ امْرَأَتِيْ رَجُلًا أَأُمْهِلُهُ حَتّٰى آتِيَ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "نَعَمْ"۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، یہ تو فرمائیے کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پاؤں تو کیا اسے چار گواہ لانے تک مہلت دوں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ (یہ حدیث بَابُ الْقَضَاءِ فِيْ مَنْ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا میں گزر چکی ہے۔)

۱۵۴۵۔ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ: اَلرَّجْمُ فِيْ كِتَابِ اللهِ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ۔ إِذَا أُحْصِنَ۔ إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ۔ أَوْ كَانَ الْحَبَلُ أَوِ الْاِعْتِرَافُ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو فرماتے سنا، شادی شدہ مردوں یا عورتوں کو زنا کی صورت کتاب اللہ کے مطابق رجم برحق ہے۔ جب کہ گواہی قائم ہوجائے یا حمل ہو یا اعتراف ہو۔ (یہ اثر موطائے امام محمدؒ کے باب الرجم میں مروی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ جو آزاد مسلم مرد کسی عورت کے ساتھ زنا کرے اور اس سے قبل وہ کسی آزاد مسلم عورت سے شادی

کرکے جماع کرچکا ہو تو اس پر رجم ہے۔ ایسے شخص کو محصن کہتے ہیں۔ اگر اس مرد نے نکاح کیا ہو مگر جماع نہ کیا ہو، یا اس کے ہاں کوئی یہودی یا عیسائی لونڈی ہو تو اس کی وجہ سے وہ محصن نہ ہوگا۔ اسے رجم نہ کیا جائے۔ بلکہ سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ یہی ابوحنیفہؒ اور عام فقہا کا قول ہے۔ اُوپر گزر چکا ہے کہ شہادت اور اعتراف کی صورت میں تو سزا ملنے میں کسی کا اختلاف نہیں مگر صرف حمل کی صورت میں سزا دیئے جانے میں اختلاف ہے۔

۱۵۴۶۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَتَاهُ رَجُلٌ، وَهُوَ بِالشَّامِ. فَذَكَرَ لَهُ أَنَّهُ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا. فَبَعَثَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ أَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ إِلَى امْرَأَتِهِ. يَسْأَلُهَا عَنْ ذٰلِكَ. فَأَتَاهَا وَعِنْدَهَا نِسْوَةٌ حَوْلَهَا. فَذَكَرَ لَهَا الَّذِي قَالَ زَوْجُهَا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. وَأَخْبَرَهَا أَنَّهَا لَا تُؤْخَذُ بِقَوْلِهِ. وَجَعَلَ يُلَقِّنُهَا أَشْبَاهَ ذٰلِكَ لِتَنْزِعَ. فَأَبَتْ أَنْ تَنْزِعَ، وَتَمَّتْ عَلَى الِاعْتِرَافِ. فَأَمَرَ بِهَا عُمَرُ فَرُجِمَتْ.

ترجمہ: ابوواقد لیثیؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ جب شام میں تھے تو ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ کہ اس نے اپنی بیوی کے پاس ایک مرد کو پایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ابوواقد لیثیؓ کو اس عورت کی طرف پوچھ گچھ کے لئے بھیجا۔ ابوواقدؓ جب گئے تو اس عورت کے پاس کچھ عورتیں تھیں۔ ابوواقدؓ نے اس عورت کو، اس کے خاوند کی بات بتائی، جو اس نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے کہی تھی۔ اور اسے یہ بھی بتایا کہ صرف خاوند کے بیان پر اسے ماخوذ نہیں کیا جا سکتا اور وہ اسے اسی قسم کی باتیں تلقین کرنے لگا، تاکہ وہ انکار کر جائے۔ (اور سزا سے بچ جائے) مگر اس نے اعتراف سے ہٹنے سے انکار کر دیا۔ اور اعتراف پر اڑی رہی۔ پس حضرت عمرؓ نے اسے رجم کرایا۔ (جب شہادت موجود نہ ہو اور معاملہ صرف اعتراف پر موقوف ہو تو ملزم کو حتی الوسع بچانے کی کوشش کرنا مستحب ہے۔ حدود میں شبہ ہو جائے تو معاف کر دی جاتی ہیں اور معاملہ خدائے غفور رحیم کے سپرد ہوتا ہے۔)

۱۵۴۷۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: لَمَّا صَدَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مِنْ مِنًى، أَنَاخَ بِالْأَبْطَحِ. ثُمَّ كَوَّمَ كَوْمَةً بَطْحَاءَ. ثُمَّ طَرَحَ عَلَيْهَا رِدَاءَهُ وَاسْتَلْقَى. ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: اللّٰهُمَّ كَبِرَتْ سِنِّي. وَضَعُفَتْ قُوَّتِي. وَانْتَشَرَتْ رَعِيَّتِي. فَاقْبِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مُضَيِّعٍ وَلَا مُفَرِّطٍ. ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَخَطَبَ النَّاسَ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ سُنَّتْ لَكُمُ السُّنَنُ. وَفُرِضَتْ لَكُمُ الْفَرَائِضُ. وَتُرِكْتُمْ عَلَى الْوَاضِحَةِ. إِلَّا أَنْ تَضِلُّوا بِالنَّاسِ يَمِينًا وَشِمَالًا. وَضَرَبَ بِإِحْدَى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى. ثُمَّ قَالَ: إِيَّاكُمْ أَنْ تَهْلِكُوا عَنْ آيَةِ الرَّجْمِ. أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ لَا نَجِدُ حَدَّيْنِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ. فَقَدْ رَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَرَجَمْنَا۔ وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ، لَوْلَا اَنْ یَقُوْلَ النَّاسُ: زَادَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِی کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی، لَکَتَبْتُھَا اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ فَارْجُمُوْھُمَا اَلْبَتَّۃَ، فَاِنَّا قَدْ قَرَاْنَاھَا۔

قَالَ مَالِکٌ: قَالَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ: قَالَ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ: فَمَا انْسَلَخَ ذُوالْحِجَّۃِ حَتّٰی قُتِلَ عُمَرُ۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ۔

قَالَ یَحْیٰی: سَمِعْتُ مَالِکًا یَقُوْلُ: قَوْلُہُ الشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ، یَعْنِی الثَّیِّبَ وَالثَّیِّبَۃَ۔ فَارْجُمُوْھُمَا اَلْبَتَّۃَ۔

ترجمہ: سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر بن الخطابؓ اپنے آخری حج کے موقع پر (منیٰ سے مکہ کو گئے تو پتھریلی زمین پر اپنی سواری کو بٹھایا اور کنکریوں کا ایک ڈھیر بنایا۔ پھر اس پر اپنی چادر ڈال دی۔ اور سیدھے لیٹ گئے۔ اور پھر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا دیئے اور کہا اے اللہ! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور میری طاقت کمزور ہوگئی ہے اور میری رعیت پھیل گئی ہے۔ پس تو مجھے اپنی طرف بلا لے۔ اس حال میں کہ میں تیرے احکام کو ضائع کرنے والا نہ ہوں۔ اور نہ اُن میں کمی کرنے والا ہوں۔ پھر جب مدینہ آئے تو لوگوں کو خطبہ میں فرمایا، اے لوگو! تمہارے لئے سنتیں قائم ہو چکی ہے۔ اور فرائض مقرر ہو چکے ہیں۔ اور تمہیں ایک کھلے واضح راستے پر چھوڑا گیا ہوں۔ خبردار گمراہ مت ہونا اور لوگوں کو دائیں بائیں نہ بھٹکا دینا۔ پھر بطور تاکید یا بطورِ تاسّف اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا اور کہا کہ خبردار آیتِ رجم کے بارے میں ہلاکت میں نہ پڑ جانا۔ مبادا کوئی کہنے والا یہ کہنے لگے کہ ہم کتاب اللہ کی (زناکی) دو حدیں نہیں پاتے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رجم کیا اور ہم نے بھی رجم کیا۔ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ عمرؓ نے اللہ کی کتاب میں اضافہ کر دیا ہے تو میں اس منسوخ التلاوت آیت کو لکھ دیتا کہ شادی شدہ مرد عورت جب زنا کریں تو انہیں ضرور سنگسار کر دو۔ ہم نے یہ آیت پڑھی تھی۔ (پھر اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی۔) یحییٰ بن سعیدؒ کہتا ہے کہ سعید بن المسیبؒ نے کہا کہ ذوالحجہ ابھی گزرا نہ تھا کہ عمر بن الخطابؓ شہید کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ مالکؒ نے کہا کہ اس آیت کے لفظ اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ کا معنیٰ ہے شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت (اگر یہ زنا کریں تو) انہیں بالضرور رجم کر دو۔

شرح: یہ اثر موطائے امام محمدؒ کے بابُ الرجم میں مروی ہے۔ بقولِ امام نوویؒ یہ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہے کہ انہوں نے پیش از وقت ایسے لوگوں کی اطلاع دے دی جو رجم کے منکر تھے۔ مثلاً خوارج و معتزلہ اور زمانہ حال کے جدید خارجی وملحد و زندیق لوگ۔ یہ آیت منسوخ التلاوۃ اور باقی الحکم ہے۔ حضرت عمرؓ اسے مصاحف کے حواشی میں لکھوانا چاہتے تھے۔ مگر نہیں لکھوائی اور یہ کلام بطورِ تاکید و مبالغہ ہے۔ وہ خود بھی جانتے تھے کہ اس آیت کے الفاظ باقی نہیں رہے۔ بلکہ سنتِ ثابتہ مشہورہ اس کی قائم مقام ہوگئی ہے۔ ابن حبانؒ، الحاکمؒ، عبدالرزاقؒ، طیالسیؒ، نسائیؒ، دارقطنیؒ نے اُبی بن کعب کی حدیث روایت کی ہے کہ اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا نَکَالًا مِّنَ اللّٰہِ ط وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ سورہ نور میں اُتری تھی۔ مگر پھر منسوخ ہوگئی اور شاید اس کے نسخ کا باعث الحاکم کی وہ حدیث ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کے نزول کے بعد حضورؐ کے پاس آئے اور کہا کہ بوڑھا جب زنا کرے گو محصن نہ ہو تو اسے سنگسار کیا جائے مگر جوان اگر محصن ہو تب بھی اسے سو کوڑے مارے جائیں؟ یعنی اس آیت کے ظاہری الفاظ کا مفاد تو یہی ہے۔ تقریباً یہی الفاظ نسائی نے

زید بن ثابت سے بھی روایت کئے ہیں۔ مطلب یہ کہ اس آیت کے ظواہر سے ایک قانونی الجھن پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ لہٰذا اس کے الفاظ منسوخ کئے گئے۔

۱۵۴۸۔ وَحَدَّثَنِی مَالِكٌ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ، اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ اُتِیَ بِامْرَاَةٍ قَدْ وَلَدَتْ فِیْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ۔ فَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُرْجَمَ۔ فَقَالَ لَهٗ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ: لَیْسَ ذٰلِكَ عَلَیْهَا۔ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی یَقُوْلُ فِیْ كِتَابِهٖ۔ وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ وَقَالَ۔ وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ۔ فَالْحَمْلُ یَكُوْنُ سِتَّةَ اَشْهُرٍ۔ فَلَا رَجْمَ عَلَیْهَا۔ فَبَعَثَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فِیْ اَثَرِهَا۔ فَوَجَدَهَا قَدْ رُجِمَتْ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ عثمان بن عفانؓ کے پاس ایک عورت کو لایا گیا جس نے بعد از نکاح چھ ماہ میں بچہ جنا تھا۔ پس انہوں نے اس کے رجم کا حکم دیا۔ علی ابن ابی طالبؓ نے ان سے کہا کہ اس پر رجم نہیں آتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے "اور اس کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ میں ہے"۔ اور یہ بھی فرماتا ہے کہ "مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں اس کے لئے جو رضاعت پوری کرنا چاہے"۔ پس معلوم ہوا کہ حمل چھ ماہ میں وضع ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس پر رجم نہیں ہے۔ حضرت عثمانؓ نے اس عورت کے پیچھے لوگ بھیجے (تاکہ اسے رجم سے روکیں) مگر اسے رجم کیا جا چکا تھا۔

شرح: حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے اور رضاع کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔ کیونکہ رضاعت کے متعلق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے کہ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ۔ پس رضاعت کا اتمام دو سال ہے۔ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔ لیکن ممکن ہے کسی بیماری کے باعث زیادہ ہو جائے۔ دراصل اس مسئلہ کا تعلق تجربۂ طب سے ہے۔ اس اثر میں جس عورت کا ذکر ہے۔ اس کے گھر والوں نے اس کے بارے میں گڑبڑ کا خیال کیا اس لئے وہ یہ مسئلہ لے کر آئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ معلوم نہ تھا۔ لہٰذا انہوں رجم کا حکم دیا۔ حاکم اور قاضی سے اجتہاد میں خطا ہو جانا عین ممکن ہے۔ مگر اس قسم کی صورت میں سزا یافتہ کی دیت بیت المال پر ہوتی ہے

۱۵۴۹۔ حَدَّثَنِی مَالِكٌ اَنَّهٗ سَاَلَ ابْنَ شِهَابٍ عَنِ الَّذِیْ یَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ؟ فَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ: عَلَیْهِ الرَّجْمُ۔ اَحْصَنَ اَوْ لَمْ یُحْصِنْ۔

ترجمہ: مالکؒ نے ابن شہابؒ سے قوم لوطؑ کا عمل کرنے والے کے متعلق پوچھا تو ابن شہابؒ نے کہا کہ اس پر رجم ہے۔ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔ (لواطت کی کوئی شرعی حد مقرر نہیں ہے۔ جو سزا بھی دیں گے بطور تعزیر ہو گی۔ پھر اس تعزیر میں علما کا اختلاف ہے۔ ویسے چونکہ یہ غیر فطری فعل ہے۔ اس لئے اس کے ثبوت میں بطور عبرت جو تعزیر بھی مناسب ہو وہی ٹھیک ہے۔ واللہ اعلم۔)

۲- بَابُ مَا جَاءَ فِي مَنِ اعْتَرَفَ عَلَى نَفْسِهِ بِالزِّنَا

جو شخص اپنے آپ پر زنا کا اعتراف کرے اس کا بیان

۱۵۵۰- حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَنَّ رَجُلًا اعْتَرَفَ عَلَى نَفْسِهِ بِالزِّنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَدَعَا لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَوْطٍ. فَأُتِيَ بِسَوْطٍ مَكْسُورٍ، فَقَالَ "فَوْقَ هٰذَا" فَأُتِيَ بِسَوْطٍ جَدِيدٍ، لَمْ تُقْطَعْ ثَمَرَتُهُ. فَقَالَ "دُونَ هٰذَا" فَأُتِيَ بِسَوْطٍ قَدْ رُكِبَ بِهِ وَلَانَ. فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجُلِدَ. ثُمَّ قَالَ "أَيُّهَا النَّاسُ. قَدْ آنَ لَكُمْ أَنْ تَنْتَهُوا عَنْ حُدُودِ اللّٰهِ. مَنْ أَصَابَ مِنْ هٰذِهِ الْقَاذُورَاتِ شَيْئًا، فَلْيَسْتَتِرْ بِسِتْرِ اللّٰهِ. فَإِنَّهُ مَنْ يُبْدِي لَنَا صَفْحَتَهُ، نُقِمْ عَلَيْهِ كِتَابَ اللّٰهِ".

ترجمہ: زید بن اسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص نے اپنے آپ پر زنا کا اعتراف کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ایک کوڑا منگایا۔ پس ایک جدید کوڑا لایا گیا۔ جس کا سر بھی توڑا نہیں گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے کم درجے کا لاؤ تو ایک ٹوٹا ہوا لایا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس سے اوپر والے درجے کا لاؤ۔ پھر ایک کوڑا لایا گیا جو سواری کے جانوروں پر استعمال کیا گیا تھا اور نرم ہو گیا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ سزا دینے کا حکم دیا تو اس شخص کو کوڑے لگائے گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا، اے لوگو! اب تمہارے لئے وقت آ چکا ہے کہ اللہ کی حدیں توڑنے سے باز رہو۔ جو شخص ان گندے کاموں میں سے کوئی کام کرے گا۔ تو اُسے اللہ کے پردے کے ساتھ اپنے آپ کو ڈھانپنا چاہئے۔ کیونکہ جو شخص اپنا پوشیدہ کام ہمارے سامنے ظاہر کرے گا۔ اس پر اللہ کی کتاب کا حکم قائم کیا جائے گا۔

شرح: اقرار کے ساتھ حد کا واجب ہونا ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ گو اس کی بعض فروع میں اختلاف ہے۔ اس مسئلہ پر کچھ گفتگو اوپر ماعزؓ اسلمیؓ کے واقعہ میں گزر چکی ہے۔ حدیث زیر نظر سے یہ واضح ہے کہ اقرار کرنے والا غیر شادی شدہ تھا۔ اس لئے اسے کوڑے لگائے گئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سزا دینے کے لئے درمیانہ درجے کا مستعمل کوڑا استعمال کیا جائے۔ کیونکہ مقصد سزا اور عبرت ہے جان لینا نہیں۔

۱۵۵۱- حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ أَبِي عُبَيْدٍ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ وَقَعَ عَلَى جَارِيَةٍ بِكْرٍ فَأَحْبَلَهَا. ثُمَّ اعْتَرَفَ عَلَى نَفْسِهِ بِالزِّنَا. وَلَمْ يَكُنْ أَحْصَنَ. فَأَمَرَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ فَجُلِدَ الْحَدَّ. ثُمَّ نُفِيَ إِلَى فَدَكَ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الَّذِي يَعْتَرِفُ عَلَى نَفْسِهِ بِالزِّنَا. ثُمَّ يَرْجِعُ عَنْ ذٰلِكَ وَيَقُولُ، لَمْ أَفْعَلْ

وَإِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ مِنِّي عَلَى وَجْهِ كَذَا وَكَذَا. لِشَيْءٍ يَذْكُرُهُ: إِنَّ ذٰلِكَ يُقْبَلُ مِنْهُ. وَلَا يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ. وَذٰلِكَ أَنَّ الْحَدَّ الَّذِي هُوَ لِلّٰهِ، لَا يُؤْخَذُ إِلَّا بِأَحَدِ وَجْهَيْنِ: إِمَّا بِبَيِّنَةٍ عَادِلَةٍ تَثْبُتُ عَلَى صَاحِبِهَا. وَإِمَّا بِاعْتِرَافٍ يُقِيمُ عَلَيْهِ. حَتّٰى يُقَامَ عَلَيْهِ الْحَدُّ. فَإِنْ أَقَامَ عَلَى اعْتِرَافِهِ، أُقِيمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ.

قَالَ مَالِكٌ: الَّذِي أَدْرَكْتُ عَلَيْهِ أَهْلَ الْعِلْمِ أَنَّهُ لَا نَفْيَ عَلَى الْعَبِيدِ إِذَا زَنَوْا.

ترجمہ: صفیہ بنت ابی عُبید نے بتایا کہ حضرت ابوبکر الصدیق کے پاس ایک مرد کو لایا گیا۔ جس نے ایک کنواری لونڈی سے زنا کیا اور اسے حاملہ کر دیا تھا۔ اس نے اپنے آپ پر زنا کا اعتراف کر لیا تھا اور وہ شادی شدہ نہ تھا پس حضرت ابوبکرؓ نے اسے کوڑوں کی حد لگائی اور پھر اسے فدک کی طرف جلا وطن کر دیا تھا۔ (جلاوطنی بطور تعزیر تھی اور اس کے فعل کی سزا کوڑے تھے۔ یہ اثر موطائے محمدؒ میں بھی مروی ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ جو شخص اپنے آپ پر زنا کا اقرار کرے اور پھر اس سے پلٹ جائے اور کہے کہ میں نے زنا تو نہیں کیا بلکہ مجھ سے فلاں فلاں کام ہوا تھا۔ یعنی وہ کسی ایسی چیز کا ذکر کرے، جو زنا نہیں تو یہ رجوع اس سے قبول کیا جائے گا۔ اور اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی یہ اس لئے کہ حد جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے صرف دو صورتوں میں سے ایک میں لگائی جا سکتی ہے۔ یا تو عادل گواہوں سے ملزم کے خلاف ثبوت مل جائے اور یا ملزم کا اپنا اعتراف ہو۔ جس پر وہ حد قائم ہونے تک قائم رہے۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر وہ اپنے اعتراف پر قائم رہے، تو اس پر حد قائم کی جائے گی۔

مالکؒ نے کہا کہ میں نے اہل علم کو اس امر پر پایا کہ غلام جب زنا کریں تو ان پر جلاوطنی نہیں۔ مبادا وہ بھاگ جائیں، مرتد ہو جائیں یا دشمن سے جا ملیں۔ حنفیہ کے نزدیک آزاد مردوں پر بھی جلاوطنی محض تعزیر کے طور پر ہے، لازم نہیں۔ کیونکہ کتاب اللہ اور عام احادیث اس سے خاموش ہیں۔ یہ محض مصلحت کے لئے ہے۔ اور امام کی رائے پر مبنی ہے۔ غلام کی جلاوطنی میں بھی علما کا اختلاف پایا جاتا ہے۔)

۳۔ بَابُ جَامِعِ مَا جَاءَ فِي حَدِّ الزِّنَا

حدِ زنا کی متفرق احادیث کا بیان

۱۵۵۲۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ؟ فَقَالَ: إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا. ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا. ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا. ثُمَّ بِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ.

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: لَا أَدْرِي أَبَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ۔

قَالَ يَحْيٰى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: وَالضَّفِيرُ الْحَبْلُ۔

ترجمہ: ابو ہریرہؓ اور زید بن خالد جُہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لونڈی کی حد کے متعلق پوچھا گیا جبکہ وہ اپنی عزت کی حفاظت نہ کرے اور زنا کرے۔ تو فرمایا اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ، پھر اگر زنا کرے تو کوڑے لگاؤ، پھر اگر زنا کرے تو کوڑے لگاؤ، پھر اسے بیچ ڈالو۔ چاہے بالوں سے بٹی ہوئی رسّی کے عوض ہو۔ مالکؒ نے کہا کہ ابن شہابؒ نے کہا میں نہیں جانتا کہ تیسری مرتبہ کے بعد یہ فرمایا یا چوتھی مرتبہ کے بعد۔ مالکؒ نے کہا کہ ضفیر کا معنیٰ رسّی ہے۔ (امام محمدؒ نے یہ حدیث باب حدّ المملیک فی الزنا والسُکر میں روایت کی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہمارا یہی مختار ہے۔ غلام اور لونڈی کو حدِّ زنا میں آزاد عورت سے نصف حد لگائی جائے۔ یعنی پچاس دُرّے۔ اور اسی طرح قذف، شراب نوشی اور نشہ کی سزا کا حال ہے۔ یہی ابو حنیفہؒ اور ہمارے عامّہ فقہا کا قول ہے۔ اس حدیث میں لونڈی کے لئے احصان کا لفظ شادی شدہ ہونے کے معنی میں نہیں بلکہ عفّت کے معنی میں ہے۔ لونڈی شادی شدہ ہو یا نہ ہو، اس کی حد پچاس کوڑے ہے یعنی آزاد کنوارے مرد و عورت سے نصف۔ رجم کی تنصیف ممکن نہیں۔ لہٰذا اس کی سزا صرف نصف جلد ہے۔ حافظ قسطلانی نے کہا ہے۔ بالوں کی رسّی کے عوض بیچنے کا حکم بطور مبالغہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسے جس قیمت پر ہو سکے بیچ دو۔ وہ کسی کام کی نہیں ہے۔

۱۵۵۳۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدًا كَانَ يَقُومُ عَلٰى رَقِيقِ الْخُمُسِ. وَأَنَّهُ اسْتَكْرَهَ جَارِيَةً مِنْ ذٰلِكَ الرَّقِيقِ. فَوَقَعَ بِهَا. فَجَلَدَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَنَفَاهُ. وَلَمْ يَجْلِدِ الْوَلِيدَةَ، لِأَنَّهُ اسْتَكْرَهَهَا۔

ترجمہ: نافعؒ سے روایت ہے کہ ایک غلام خمس کے غلاموں (بیت المال کے غلاموں) کا منتظم تھا۔ اس نے ان غلاموں میں سے ایک لونڈی کے ساتھ جبراً بدکاری کی۔ تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے اسے حد لگائی اور جلا وطن کیا اور لونڈی کو حد نہ لگائی۔ کیونکہ غلام نے اسے مجبور کیا تھا۔ (جمہور کے نزدیک غلام کی حد آزاد سے نصف ہے۔ اس میں ظاہریہ کا اختلاف ہے۔)

۱۵۵۴۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَيَّاشِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ الْمَخْزُومِيَّ قَالَ: أَمَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فِي فِتْيَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ، فَجَلَدْنَا وَلَائِدَ مِنَ الْإِمَارَةِ. خَمْسِينَ خَمْسِينَ فِي الزِّنَا۔

ترجمہ: عبد اللہ بن عیاشؓ بن ابی ربیعہ مخزومی نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے مجھے اور قریش کے کچھ نوجوانوں کو حکم دیا تو ہم نے بیت المال کی کچھ لونڈیوں کو زنا کی سزا میں پچاس پچاس کوڑے لگائے۔ (موطائے محمدؒ میں یہ اثر باب حدّ المملیک میں مروی ہے۔)

۴۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُغْتَصَبَةِ

چھینی ہوئی عورت کا باب

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي الْمَرْأَةِ تُوجَدُ حَامِلًا وَلَا زَوْجَ لَهَا۔ فَتَقُولُ: قَدِ اسْتُكْرِهْتُ۔ أَوْ تَقُولُ: تَزَوَّجْتُ۔ إِنَّ ذٰلِكَ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا۔ وَإِنَّهَا يُقَامُ عَلَيْهَا الْحَدُّ۔ إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهَا عَلَى مَا ادَّعَتْ مِنَ النِّكَاحِ بَيِّنَةٌ۔ أَوْ عَلَى أَنَّهَا اسْتُكْرِهَتْ۔ أَوْ جَاءَتْ تَدْمَى، إِنْ كَانَتْ بِكْرًا۔ أَوِ اسْتَغَاثَتْ حَتَّى أُتِيَتْ وَهِيَ عَلَى ذٰلِكَ الْحَالِ۔ أَوْ مَا أَشْبَهَ هٰذَا۔ مِنَ الْأَمْرِ الَّذِي تَبْلُغُ فِيهِ فَضِيحَةَ نَفْسِهَا۔ قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَأْتِ بِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا۔ أُقِيمَ عَلَيْهَا الْحَدُّ۔ وَلَمْ يُقْبَلْ مِنْهَا مَا ادَّعَتْ مِنْ ذٰلِكَ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْمُغْتَصَبَةُ لَا تَنْكِحُ حَتَّى تَسْتَبْرِئَ نَفْسَهَا بِثَلَاثِ حِيَضٍ۔

قَالَ: فَإِنِ ارْتَابَتْ مِنْ حَيْضَتِهَا، فَلَا تَنْكِحُ حَتَّى تَسْتَبْرِئَ نَفْسَهَا مِنْ تِلْكَ الرِّيبَةِ۔

ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا کہ بے خاوند عورت اگر حاملہ پائی جائے تو ہمارے نزدیک اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر وہ کہے مجھے مجبور کیا گیا یا کہے کہ میں نے نکاح کیا تھا (مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں۔) تو اس کی بات نہ مانی جائے گی اور اس پر حد قائم کی جائے گی۔ ہاں اگر اس کے دعویٰ کی شہادت ہو یا اگر اسے مجبور کیا گیا تو وہ اس حال میں آئی کہ خون بہہ رہا تھا، یا اس نے فریاد کی، شور مچایا اور لوگوں نے آکر اُسے دیکھا تو وہ چیخ چلّا رہی تھی، یا اس قسم کے اور قرائن موجود ہوں، جن سے معلوم ہو کہ اس نے اپنی رسوائی کو نہیں چھپایا۔ بلکہ اس خوف کے بغیر اپنے اوپر زیادتی کا اظہار کر دیا۔ (تو حدّ نہیں لگے گی)۔ مالکؒ نے کہا کہ اگر ان میں سے کوئی ثبوت نہ ہو تو اس پر حدّ قائم کی جائے گی۔ اور اس کا دعویٰ قبول نہ کیا جائے گا۔ (ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حاملہ عورت اگر جبر کا دعویٰ کرے یا شبہ کے ساتھ وطی کا دعویٰ کرے تو بصورتِ حمل اسے حدّ نہیں لگائی جا سکتی۔ کیونکہ یہ ایک قوی شبہ ہے اور حدود شبہ سے زائل ہو جاتی ہیں۔ امام مالکؒ کا مسلک اس مسئلہ میں جمہور کے خلاف ہے جیسا کہ اثر سے واضح ہے۔)
مالکؒ نے کہا کہ چھینی ہوئی عورت نکاح نہیں کر سکتی، جب تک کہ اپنے آپ کو تین حیض کے ساتھ پاک نہ کرے اور اگر اسے اپنے حیض میں شک ہو جائے (کہ شاید اب نہیں آتا) تو وہ اس وقت تک نکاح نہ کرے جب تک کہ اس شبہ سے پاک نہ ہو لے۔ (حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ سے مروی ہے اور شافعیؒ، ثوریؒ اور حنفیہ کا یہی قول ہے کہ ایسی عورت پر کوئی عدّت نہیں۔ عدّت کا منشا حفظِ نسب ہے اور یہاں نسب خارج از بحث ہے۔)

۵۔ بَابُ الْحَدِّ فِي الْقَذْفِ وَالنَّفْيِ وَالتَّعْرِيضِ

قذف، کسی کے نسب کی نفی اور اشارے کنائے سے قذف کا باب

۱۵۵۵۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، أَنَّهُ قَالَ: جَلَدَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَبْدًا فِي فِرْيَةٍ ثَمَانِينَ۔

قَالَ أَبُو الزِّنَادِ: فَسَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: أَدْرَكْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، وَالْخُلَفَاءَ هَلُمَّ جَرًّا. فَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا جَلَدَ عَبْدًا فِي فِرْيَةٍ، أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ۔

ترجمہ: ابوالزنادؒ نے کہا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک غلام کو قذف میں اسّی دُرّے لگائے۔ ابوالزنادؒ نے کہا میں نے یہ مسئلہ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ اور حضرت عثمان بن عفّانؓ اور ان کے بعد خلفا کو پایا اور کسی کو بھی غلام کو چالیس کوڑے سے زیادہ مارتے نہ دیکھا۔ (یہ اثر امام محمدؒ نے موطّا کے باب الممالیک میں روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہی ہمارا مختار ہے کہ غلام کو قذف کی حد میں چالیس کوڑے مارے جائیں، جو آزاد کی حدّ کا نصف ہیں۔ ائمہ اربعہ کا اسی پر اجماع ہے۔)

۱۵۵۶۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زُرَيْقِ بْنِ حَكِيمٍ الْأَيْلِيِّ، أَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ مِصْبَاحٌ، اسْتَعَانَ ابْنًا لَهُ. فَكَأَنَّهُ اسْتَبْطَأَهُ. فَلَمَّا جَاءَهُ قَالَ لَهُ: يَا زَانٍ. قَالَ، زُرَيْقٌ: فَاسْتَعْدَانِي عَلَيْهِ. فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَجْلِدَهُ، قَالَ ابْنُهُ: وَاللهِ لَئِنْ جَلَدْتَهُ لَأَبُوءَنَّ عَلَى نَفْسِي بِالزِّنَا. فَلَمَّا قَالَ ذٰلِكَ أَشْكَلَ عَلَيَّ أَمْرُهُ. فَكَتَبْتُ فِيهِ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ. وَهُوَ الْوَالِي يَوْمَئِذٍ. أَذْكُرُ لَهُ ذٰلِكَ. فَكَتَبَ إِلَيَّ عُمَرُ: أَنْ أَجِزْ عَفْوَهُ۔

قَالَ زُرَيْقٌ: وَكَتَبْتُ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَيْضًا: أَرَأَيْتَ رَجُلًا افْتُرِيَ عَلَيْهِ أَوْ عَلَى أَبَوَيْهِ وَقَدْ هَلَكَا أَوْ أَحَدُهُمَا. قَالَ: فَكَتَبَ إِلَيَّ عُمَرُ: إِنْ عَفَا فَأَجِزْ عَفْوَهُ فِي نَفْسِهِ. وَإِنِ افْتُرِيَ عَلَى أَبَوَيْهِ وَقَدْ هَلَكَا أَوْ أَحَدُهُمَا فَخُذْ لَهُ بِكِتَابِ اللهِ. إِلَّا أَنْ يُرِيدَ سِتْرًا۔

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: وَذٰلِكَ أَنْ يَكُونَ الرَّجُلُ الْمُفْتَرَى عَلَيْهِ يَخَافُ إِنْ كُشِفَ ذٰلِكَ مِنْهُ، أَنْ تَقُومَ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ. فَإِذَا كَانَ عَلَى مَا وَصَفْتُ فَعَفَا، جَازَ عَفْوُهُ۔

ترجمہ: زریق بن حکیم سے روایت ہے کہ مصباح نامی ایک شخص نے کسی کام میں اپنے بیٹے سے مدد مانگی مگر بیٹے نے کام میں تاخیر کی۔

کی جب آیا تو باپ نے کہا، اے زناکار! زریق نے کہا کہ بیٹے نے باپ کے خلاف مجھ سے مدد مانگی۔ جب میں نے باپ کو حد لگانا چاہی، تو اس کا بیٹا بولا کہ اگر آپ نے اسے حد لگائی تو میں اپنے آپ پر زنا کا اعتراف کروں گا۔ اس کے قول پر مجھ پر یہ معاملہ مشکل ہو گیا۔ پس میں نے یہ معاملہ عمر بن عبدالعزیزؒ کو لکھا، جو اس وقت حاکمِ مدینہ تھے۔ (اور زریق ایلہ کا حاکم تھا) عمرؒ ثانی نے مجھے لکھا کہ اس کی معافی کو جائز قرار دے دو۔ زریق نے کہا کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کو یہ بھی لکھا کہ فرمائیے کہ جس شخص پر بہتان لگایا جائے یا اس کے ماں باپ پر بہتان لگایا جائے در آں حالیکہ وہ مر چکے ہوں یا ان میں سے ایک مر چکا ہو۔ تو پھر کیا کیا جائے؟ پس عمرؒ نے مجھے لکھا کہ اگر وہ شخص معاف کر دے تو اس کی ذات تک اس کی معافی کو جائز رکھو۔ اور اگر اس کے والدین پر قذف کیا گیا اور وہ مر گئے یا ان میں سے ایک مر چکا ہے، تو ان کا حق کتاب اللہ کے مطابق لو۔ (یعنی حدِ قذف لگاؤ) مگر یہ کہ وہ بیٹا اس معاملہ کو پوشیدہ رکھنا چاہے۔

مالکؒ نے کہا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ جس پر بہتان لگایا گیا ہو، وہ اس بات سے ڈرے کہ اگر یہ بات کھل گئی تو اس پر گواہی قائم ہو جائے گی۔ پس ایسی صورت میں اگر معاف کر دے تو جائز ہے۔ (حدِ قذف میں حق اللہ اور حق العباد جمع ہوتا ہے۔ لہٰذا مقذوف کے دعویٰ ومطالبہ کے بغیر یہ حد نہیں لگائی جا سکتی۔ یہی قول حنفیہ کا بھی ہے۔ صاحبِ ہدایہ نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارے فقہا میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔)

١٥٥٠۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ فِي رَجُلٍ قَذَفَ قَوْمًا جَمَاعَةً أَنَّهُ لَيْسَ عَلَيْهِ إِلَّا حَدٌّ وَاحِدٌ

قَالَ مَالِكٌ: وَإِنْ تَفَرَّقُوا فَلَيْسَ عَلَيْهِ إِلَّا حَدٌّ وَاحِدٌ۔

حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الرِّجَالِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ الْأَنْصَارِيِّ ثُمَّ بَنِي النَّجَّارِ، عَنْ أُمِّهِ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ رَجُلَيْنِ اسْتَبَّا فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِلْآخَرِ: وَاللّٰهِ مَا أَبِي بِزَانٍ، وَلَا أُمِّي بِزَانِيَةٍ۔ فَاسْتَشَارَ فِي ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔ فَقَالَ قَائِلٌ: مَدَحَ أَبَاهُ وَأُمَّهُ۔ وَقَالَ آخَرُونَ: قَدْ كَانَ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ مَدْحٌ غَيْرُ هٰذَا۔ نَرٰى أَنْ تَجْلِدَهُ الْحَدَّ۔ فَجَلَدَهُ عُمَرُ الْحَدَّ ثَمَانِينَ۔

قَالَ مَالِكٌ: لَا حَدَّ عِنْدَنَا إِلَّا فِي نَفْيٍ أَوْ قَذْفٍ۔ أَوْ تَعْرِيضٍ۔ يُرٰى أَنَّ قَائِلَهُ إِنَّمَا أَرَادَ بِذٰلِكَ نَفْيًا۔ أَوْ قَذْفًا۔ فَعَلٰى مَنْ قَالَ ذٰلِكَ، الْحَدُّ تَامًّا۔

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا أَنَّهُ إِذَا نَفٰى رَجُلٌ رَجُلًا مِنْ أَبِيهِ۔ فَإِنَّ عَلَيْهِ الْحَدَّ۔ وَإِنْ كَانَتْ أُمُّ الَّذِي نُفِيَ مَمْلُوكَةً۔ فَإِنَّ عَلَيْهِ الْحَدَّ۔

ترجمہ: عروہؒ نے کہا کہ اگر کوئی شخص ایک جماعت کی جماعت کو قذف کرے تو اس پر صرف ایک حدّ واجب ہوگی۔

مالکؒ نے کہا کہ اگر وہ متفرق تھے اور قاذف نے ان پر فرداً فرداً قذف کیا تو بھی ایک ہی حدّ واجب ہوگی۔ (یعنی کئی لوگ چاہے مجتمع ہوں چاہے متفرق، قاذف پر ایک حدّ آئے گی۔ ابوحنیفہؒ کا قول بھی یہی ہے۔ مگر شافعیؒ ہر ایک کے لئے الگ حدّ قرار دیتے ہیں۔)

عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے دور میں دو شخصوں میں گالی گلوچ ہوا تو ایک نے دوسرے سے کہا۔ واللہ میرا باپ زانی نہ تھا اور میری ماں زانیہ نہ تھی۔ اس معاملے میں عمر بن الخطابؓ نے لوگوں سے مشورہ کیا تو کسی نے کہا کہ اس نے اپنے باپ اور ماں کی تعریف کی ہے اور دوسروں نے کہا کہ اس کے باپ اور ماں کی تعریف اور طریقے سے بھی ہو سکتی تھی۔ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ اسے حد لگائیں۔ پس حضرت عمر بن الخطابؓ نے اسے اسّی دُرّے حد لگائی۔ (یعنی اسے قذف کی تعریض جان کر حد لگائی۔ امام ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک تعریض میں حدّ نہیں ہے۔ اس اثر کو امام محمدؒ نے بَابُ الْحَدِّ فِي التَّعْرِيْضِ میں روایت کیا اور کہا کہ اس معاملے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے اختلاف کیا تھا اور کہا تھا کہ اس پر حدّ نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے تو صرف اپنے والدین کی مدح کی ہے۔ پس ہم نے ان حدّ کو ساقط کرنے والوں کا قول لیا۔ حدّ کو ساقط کرنے والے اور تعریض میں حدّ واجب نہ جاننے والے اصحاب میں علی ابن ابی طالب تھے۔ ہم اس کو اختیار کرتے ہیں اور یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ یہ بات تو مسلّم ہے کہ حدود شبہات کے باعث ساقط ہو جاتی ہیں۔ ساورء حدود کو حتی الامکان ساقط کرنا حکم نبوی ہے۔ حاکم اگر بری کرنے میں غلطی کر جائے تو اتنا حرج نہیں جتنا کہ سزا میں غلطی کرنے سے واقع ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعض لوگوں نے تعریض کے کلمات استعمال کئے۔ مگر آپؐ نے کوئی سزا نہ دی۔ مثلاً ایک شخص کا یہ کہنا کہ میری بیوی نے ایک کالا کلوٹا بچہ جنا ہے۔ یا ایک شخص کا یہ قول کہ میری بیوی کسی چھونے والے کا ہاتھ نہیں جھٹکتی وغیرہ۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک حدّ صرف قذف میں یا نسب کی نفی میں یا تعریض میں ہے جب کہ یہ معلوم ہو کہ قائل نے اس تعریض سے نسب کی نفی یا قذف مراد لیا ہے۔ پس اس کے کہنے والے پر پوری حدّ ہے۔ (امام مالک کا یہ مذہب ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جب ایک آدمی دوسرے کے نسب کی اس کے باپ سے نفی کرے تو اس پر حدّ ہے۔ اگرچہ جس کی نفی گئی ہو اس کی ماں لونڈی ہو۔ بہرحال نفی کرنے والے پر حدّ ہے۔ (اس آخری صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدّ نہیں۔ کیونکہ قذف میں محصن ہونے کی قید ہے۔ اور لونڈی کو محصن نہیں کہا جاتا۔)

۶۔ بَابُ مَا لَا حَدَّ فِيْهِ

جن احوال میں زنا کی حدّ نہیں ہے

قَالَ مَالِكٌ: اِنَّ اَحْسَنَ مَا سُمِعَ فِي الْاَمَةِ يَقَعُ بِهَا الرَّجُلُ۔ وَلَهٗ فِيْهَا شِرْكٌ۔ اَنَّهٗ لَا يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ۔ وَاَنَّهٗ يُلْحَقُ بِهِ الْوَلَدُ۔ وَتُقَوَّمُ عَلَيْهِ الْجَارِيَةُ حِيْنَ حَمَلَتْ۔ فَيُعْطِي شُرَكَاءُهٗ حِصَصَهُمْ مِنَ الثَّمَنِ۔ وَتَكُوْنُ الْجَارِيَةُ لَهٗ۔ وَعَلٰى هٰذَا، الْاَمْرُ عِنْدَنَا۔

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يُحِلُّ لِلرَّجُلِ جَارِيَتَهٗ: اِنَّهٗ اِنْ اَصَابَهَا الَّذِيْ اُحِلَّتْ لَهٗ قُوِّمَتْ عَلَيْهِ

يَوْمَ اَصَابَهَا. حَمَلَتْ اَوْ لَمْ تَحْمِلْ. وَدُرِئَ عَنْهُ الْحَدُّ بِذٰلِكَ. فَاِنْ حَمَلَتْ اُلْحِقَ بِهِ الْوَلَدُ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الرَّجُلِ يَقَعُ عَلٰى جَارِيَةِ ابْنِهِ اَوِ ابْنَتِهِ: اَنَّهُ يُدْرَاُ عَنْهُ الْحَدُّ. وَتُقَامُ عَلَيْهِ الْجَارِيَةُ. حَمَلَتْ اَوْ لَمْ تَحْمِلْ.

ترجمہ: امام مالکؒ نے کہا کہ جس لونڈی میں کسی آدمی کی شرکت ہو اور وہ اس سے وطی کر لے تو اس کے متعلق بہترین بات جو سُنی گئی، وہ یہ ہے کہ اس پر حد قائم نہ کی جائے گی۔ اور بچہ اس کا ٹھیرایا جائے گا۔ اور لونڈی جب حاملہ ہو جائے تو اس کی قیمت ڈلوائی جائے گی۔ اور وہ دوسرے شریکوں کو ان کے حصّے کے مطابق ادا کرے گا اور لونڈی اس کی ہو جائے گی۔ (چونکہ لونڈی میں اس کا بھی حصّہ ہے۔ لہذا ملک کے اس حصّے کے باعث اس پر حد قائم نہیں کی جاتی۔) مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں اسی پر عمل ہے۔ (ابن حزم نے کہا کہ ابو حنیفہؒ اور جمہور کا بھی یہی قول ہے۔)

مالکؒ نے اس شخص کے متعلق کہا، جو دوسرے کے لئے اپنی لونڈی کو حلال قرار دیتا ہے۔ تو وہ دوسرا شخص اگر اس سے وطی کرے تو لونڈی کی اس وقت کی قیمت ڈلوائی جائے گی۔ خواہ اسے حمل ہو جائے یا نہ ہو اور اسی سبب سے اس سے حد ساقط کی جائے گی۔ اگر حمل ہو جائے تو بچّہ اسی کا شمار ہو گا۔ (ہبہ یا ملک کے شبہ کے باعث حد ساقط ہوئی۔ لیکن اسے تعزیر دی جا سکتی ہے۔ جیسے کہ اُوپر کے مسئلہ میں بھی دی جا سکتی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جو آدمی اپنے بیٹے یا بیٹی کی لونڈی سے وطی کرے تو حد تو نہیں لگائی جا سکتی۔ مگر وہ حاملہ ہو یا نہ ہو، اس کی قیمت مقرر کرا کے اس سے وصول کی جائے گی۔ (یہاں بھی ملک کا شبہ ہو سکتا ہے کیونکہ حدیث میں ہے اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس صورت میں اور گزشتہ دو صورتوں میں ان وطی کرنے والوں کا ہر فعل جائز قرار دیا گیا۔ حد نہ ہونے کا سبب اَور ہے۔ اور اس کا فعل حرام ہونا الگ بات ہے۔)

۱۵۵۸۔ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِرَجُلٍ خَرَجَ بِجَارِيَةٍ لِامْرَاَتِهِ مَعَهُ فِيْ سَفَرٍ. فَاَصَابَهَا. فَغَارَتِ امْرَاَتُهُ. فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. فَسَاَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: وَهَبَتْهَا لِيْ. فَقَالَ عُمَرُ: لَتَاْتِيَنِّيْ بِالْبَيِّنَةِ. اَوْ لَاَرْمِيَنَّكَ بِالْحِجَارَةِ قَالَ فَاعْتَرَفَتِ امْرَاَتُهُ اَنَّهَا وَهَبَتْهَا لَهُ.

ترجمہ: ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰنؒ سے روایت ہے کہ ایک آدمی اپنی بیوی کی لونڈی کو اپنے ساتھ سفر میں لے گیا اور اس سے جماع کر لیا۔ اس کی بیوی کو غیرت آئی اور اس نے یہ بات حضرت بن الخطابؓ سے بیان کی۔ حضرت عمرؓ نے اس شخص سے پوچھا، تو اس نے کہا کہ میری بیوی نے یہ لونڈی مجھے ہبہ کر دی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یا تو اس پر گواہ پیش کرو۔ ورنہ میں تمہیں سنگسار کرا دوں گا۔ ربیعہ نے کہا کہ اس کی بیوی نے اعتراف کر لیا کہ اس نے وہ لونڈی اس شخص کو ہبہ کر دی تھی۔ (دونوں صورتیں ممکن ہیں کہ یا تو واقعی اس عورت نے ہبہ کیا تھا۔ مگر لونڈی سے وطی کے باعث وہ بھڑک اٹھی اور شکایت کر دی۔ اس صورت میں تو معاملہ بالکل واضح ہے کہ مرد کو کوئی

سزا نہیں مل سکتی تھی۔ یا پھر عورت نے ہبہ نہ کیا تھا مگر مرد کی سزا سے ڈر کر کہ اس کی جان جائے گی، اس نے ہبہ کا اقرار کر لیا۔ اس صورت میں جو گناہ ہوا، وہ عورت کے ذمہ رہا۔ بیہقی کی روایت میں ہبہ کا واضح ذکر موجود ہے۔)

کِتَابُ السَّرِقَةِ

ہدایہ میں ہے کہ سرقہ کا لغوی معنیٰ کسی اور کی چیز کو خفیہ طور پر لے لینا ہے۔ چپکے سے چھپ کر کسی کی بات سُننا استراق السمع کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیاطین کے متعلق فرمایا اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ یہی وجہ ہے کہ کسی کی چیز جھپٹ لینا یا چالاکی سے کھسکا لینا سرقہ نہیں کہلاتا ہے اور اس پر سرقہ کی حدّ نہیں آتی۔ گو سختی سے سخت تعزیر نافذ کی جا سکے گی۔

۱۔ بَابُ مَا یَجِبُ فِیْهِ الْقَطْعُ

کس صورت میں ہاتھ کاٹنا واجب ہے؟

علما نے قطع ید کی سات شرطیں بیان کی ہیں (۱) اس فعل پر سرقہ کی تعریف صادق آئے (۲) چرائی جانے والی چیز نصاب ہو جس کی شرح آگے آتی ہے۔ (۳) مال مسروق پر مال کا لفظ صادق آئے (۴) سرقہ حرز (حفاظت) میں سے ہو نہ کہ باہر پڑی ہوئی غیر محفوظ شی (۵) چوری کرنے والا مکلف ہو (۶) سرقہ شرعی طریقے سے ثابت ہو اور مالک دعویٰ پیش کرے۔ (۷) شکوک و شبہات نہ ہوں۔

نصابِ سرقہ حنفیہ کے نزدیک ایک دینار = دس درہم ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں ڈھال کی قیمت پر قطع ید ہوتا تھا۔ اور ڈھال کی قیمت اس وقت ایک دینار تھی۔ مزید گفتگو آگے ہوگی۔

۱۵۵۹ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ فِيْ مِجَنٍّ ثَمَنُهٗ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال (کی چوری) میں ہاتھ کاٹا۔ جس کی قیمت تین درہم تھی۔ (یہ حدیث موطائے امام محمدؒ کے بَابُ مَا یَجِبُ فِیْهِ الْقَطْعُ میں مروی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ قطعِ ید کے نصاب کی مقدار میں لوگوں کا اختلاف ہوا ہے۔ اہل مدینہ نے اس کی مقدار ¼ دینار بتائی ہے اور یہ احادیث روایت کی ہیں (جنہیں مالکؒ کی روایت سے محمدؒ نے بیان کیا ہے) اہل عراق نے کہا ہے کہ دس درہم سے کم میں قطع ید نہیں ہے۔ اور انہوں نے اس مقدار کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرات عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہم سے روایت کیا ہے۔ پس جب حدود میں اختلاف پیدا ہو جائے تو پُر اعتماد بات کو اختیار کیا جائے گا۔ اور یہ قول ابو حنیفہؒ اور ہمارے عامۃ فقہا کا ہے۔ امام محمدؒ کی مراد پُر اعتماد بات سے غالباً یہ ہے کہ دس درہم میں تو ربع دینار، تین درہم وغیرہ سب مقداریں شامل ہیں۔ مگر

کم مقدار میں بڑی مقدار شامل نہیں ہوتی۔ لہٰذا حدود کے معاملے میں بتقاضائے احتیاط ہم نے بڑی مقدار کو لیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ امام محمدؒ نے بَابُ مَنْ سَرَقَ ثَمَرًا الخ میں کہا ہے کہ ڈھال کی قیمت حضورؐ کے عہد میں دس درہم تھی۔ لہٰذا اس سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ روایات میں ڈھال کی قیمت کا اختلاف بھی موجود ہے۔ بعض میں پانچ درہم کا ذکر ہے۔ الحاکم، طبرانی، نسائی نے ابن کی روایت سے ڈھال کی قیمت دس درہم یا ایک دینار بتائی ہے۔ اس روایت کو امام طحاویؒ نے بھی نقل کیا ہے۔

۱۵۶۰۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ الْمَكِّيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ مُعَلَّقٍ. وَلَا فِي حَرِيسَةِ جَبَلٍ" فَإِذَا آوَاهُ الْمُرَاحُ أَوِ الْجَرِينُ فَالْقَطْعُ فِيمَا يَبْلُغُ ثَمَنَ الْمِجَنِّ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین مکیؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ لٹکتے ہوئے پھل میں قطع ید نہیں۔ نہ پہاڑ پر چرنے والی بکری میں قطع ہے۔ پس جب اسے باڑہ یا پھلوں کا کھلیان اسے محفوظ کرے تو قطع اس مقدار میں ہوگا جو ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے۔

شرح: امام محمدؒ نے اس حدیث کو بَابُ مَنْ سَرَقَ ثَمَرًا الخ میں روایت کیا اور اس پر لکھا ہے کہ ہم اسے اختیار کرتے ہیں۔ جس نے کھجور کے اوپر سے پھل چرایا۔ یا بھیڑ بکری کو چراگاہ سے چرایا، اس پر قطع نہیں۔ جب پھل کو خشک کرنے کی جگہ میں لایا گیا یا گھر میں لایا گیا اور بھیڑ بکری کو باڑے میں لایا گیا اور اس کی حفاظت کرنے والا بھی کوئی موجود تھا۔ پھر کسی چور نے آکر ان میں سے کوئی چیز چرائی جو ڈھال کی قیمت تک پہنچے تو اس میں قطع ہے۔ اور ڈھال کی قیمت ان دنوں میں دس درہم کے برابر تھی۔ اس سے کم میں قطع نہیں یہی ابو حنیفہؒ اور ہمارے عامہ فقہا کا قول ہے۔ جائے حفاظت میں حالات، ممالک اور احوال کے لحاظ سے اختلاف ممکن ہے مطلب صرف یہ ہے کہ چرائی جانے والی چیز آوارہ یا باہر پڑی ہوئی نہ ہو، بلکہ کسی نہ کسی طرح محفوظ ہو۔

۱۵۶۱۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ سَارِقًا سَرَقَ فِي زَمَانِ عُثْمَانَ أُتْرُجَّةً. فَأَمَرَ بِهَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ أَنْ تُقَوَّمَ. فَقُوِّمَتْ بِثَلَاثَةِ دَرَاهِمَ. مِنْ صَرْفِ اثْنَيْ عَشَرَ دِرْهَمًا بِدِينَارٍ. فَقَطَعَ عُثْمَانُ يَدَهُ۔

ترجمہ: عمرہ بنت عبدالرحمان سے روایت ہے کہ ایک چور نے حضرت عثمان بن عفانؓ کے عہد میں ایک نارنگی چرائی تو حضرت عثمانؓ نے اس کی قیمت لگانے کا حکم دیا اور اس کی قیمت ۳ درہم لگائی گئی بحساب بارہ درہم = ایک دینار۔ تو حضرت عثمانؓ نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا۔ (یہ روایت موطائے امام محمدؒ میں بھی مروی ہے۔)

شرح: شاید حضرت عثمانؓ کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ یہی سبب ہے کہ امام محمد نے ان کا نام ان بزرگوں میں شمار کیا ہے جو ۱۲ درہم میں قطع کے قائل تھے۔ حافظ ابن حجرؒ نے الدرایہ میں کہا ہے کہ ابن ابی شیبہ کی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ کے پاس ایک شخص لایا گیا۔ جس نے ایک کپڑا چرایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کپڑے کی قیمت عثمانؓ سے لگوائی تو وہ آٹھ درہم ہوتی۔ پس

حضرت عمرؓ نے اس کا ہاتھ نہ کاٹا۔ مبسوطِ سرخسیؒ میں ہے کہ اس قصّے میں حضرت عثمانؓ نے جناب عمرؓ کو مشورہ دیا تھا کہ کپڑے کی قیمت دس درہم نہیں ہے۔ لہٰذا قطع نہیں آتا۔ سرخسیؒ نے کہا کہ اس سے ثابت ہوا کہ یہ مقدار اس وقت مشہور و معروف تھی۔

۱۵۶۲۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: مَا طَالَ عَلَيَّ وَمَا نَسِيتُ "الْقَطْعُ فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا"۔

ترجمہ: عمرہ بنت عبدالرحمٰنؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا، زیادہ عرصہ نہیں ہوا اور میں نہیں بھولی کہ قطع ید ¼ دینار یا اس سے زائد میں ہے۔

شرح: المحلّٰی میں حافظ ابن حزمؒ نے لکھا ہے کہ ¼ دینار کی حدیث سوائے حضرت عائشہؓ کے اور کسی سے مروی نہیں۔ اور ان کی روایت تین طرح پر ہے۔ المبسوط میں امام سرخسیؒ نے کہا کہ اس حدیث میں محدثین کو اضطراب ہے اور اکثر کے نزدیک یہ مرفوع نہیں ہے۔ حتیٰ کہ القاسم بن محمدؒ جب کسی کو اسے مرفوع بیان کرتے ہوئے پاتے تو اس پر پتھر پھینکتے تھے۔ اگلی روایت کے بعد امام مالکؒ کا قول بھی ربعِ دینار کے خلاف آ رہا ہے۔

۱۵۶۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهَا قَالَتْ: خَرَجَتْ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ. وَمَعَهَا مَوْلَاتَانِ لَهَا. وَمَعَهَا غُلَامٌ لِبَنِي عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَبَعَثَتْ مَعَ الْمَوْلَاتَيْنِ بِبُرْدٍ مُرَجَّلٍ. قَدْ خِيطَ عَلَيْهِ خِرْقَةٌ خَضْرَاءُ. قَالَتْ: فَأَخَذَ الْغُلَامُ الْبُرْدَ. فَفَتَقَ عَنْهُ فَاسْتَخْرَجَهُ. وَجَعَلَ مَكَانَهُ لِبْدًا أَوْ فَرْوَةً. وَخَاطَ عَلَيْهِ. فَلَمَّا قَدِمَتِ الْمَوْلَاتَانِ الْمَدِينَةَ دَفَعَتَا ذٰلِكَ إِلَى أَهْلِهِ. فَلَمَّا فَتَقُوا عَنْهُ وَجَدُوا فِيهِ اللِّبْدَ. وَلَمْ يَجِدُوا الْبُرْدَ. فَكَلَّمُوا الْمَرْأَتَيْنِ. فَكَلَّمَتَا عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ كَتَبَتَا إِلَيْهَا، وَاتَّهَمَتَا الْعَبْدَ. فَسُئِلَ الْعَبْدُ عَنْ ذٰلِكَ فَاعْتَرَفَ. فَأَمَرَتْ بِهِ عَائِشَةُ، زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُطِعَتْ يَدُهُ. وَقَالَتْ عَائِشَةُ: الْقَطْعُ فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا۔

وَقَالَ مَالِكٌ: أَحَبُّ مَا يَجِبُ فِيهِ الْقَطْعُ إِلَيَّ، ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ. وَإِنِ ارْتَفَعَ الصَّرْفُ أَوِ اتَّضَعَ. وَذٰلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ فِي مِجَنٍّ قِيمَتُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ. وَأَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَطَعَ فِي أُتْرُجَّةٍ قُوِّمَتْ بِثَلَاثَةِ دَرَاهِمَ. وَهٰذَا أَحَبُّ مَا سَمِعْتُ إِلَيَّ فِي ذٰلِكَ۔

ترجمہ: عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ کی طرف گئیں اور ان

کے ساتھ ان کی دو لونڈیاں تھیں۔ اور عبداللہ بن ابی بکر الصدیق کے خاندان کا ایک غلام تھا پس انہوں نے لونڈیوں کے ہاتھ ایک یمنی چادر بھیجی جس پر ایک سبز کپڑا سیا ہوا تھا۔ عمرہؒ نے کہا کہ غلام نے غلاف پھاڑ کر چادر نکال لی اور اس کی جگہ ایک نمدہ یا کھال رکھ دی اور اس پر غلاف سی دیا۔ پس جب وہ لونڈیاں مدینہ آئیں تو وہ چیز اس کے مالکوں کو دے دی۔ جب انہوں نے غلاف پھاڑا، تو اندر سے نمدہ نکلا اور انہوں نے چادر نہ پائی۔ ان لوگوں نے لونڈیوں سے بات کی، تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بات کی یا ان کی طرف لکھا۔ اور غلام پر تہمت رکھی۔ غلام سے یہ پوچھا گیا تو اس نے اقرار کر لیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اور حضرت عائشہ نے فرمایا کہ قطع ¼ دینار یا اس سے زیادہ میں ہے۔ (موطائے امام محمدؒ میں یہ روایت بَابُ مَا یَجِبُ فِیْہِ الْقَطْعُ میں وارد ہے۔)

شرح: قاضی ابو الولید الباجی نے کہا ہے کہ حدیث کے آخری الفاظ میں یہ احتمال ہے کہ حضرت عائشہؓ نے یہ مقدمہ امیر مدینہ کو بھیجا ہو گا اور اس کے حکم سے ہاتھ کاٹا گیا۔ وہ چادر لونڈیوں کی حفاظت میں تھی۔ اور غلام نے اسے حرز (حفاظت) میں سے نکال کر یہ کارستانی کی۔ نصاب قطع پر اوپر گفتگو ہو چکی ہے۔

امام مالکؒ نے کہا کہ قطع ید میں میں نے جو پسندیدہ تر بات سنی ہے وہ تین درہم ہے۔ اگرچہ تبادلہ اونچا ہو جائے یا کم ہو جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری میں چور کا ہاتھ کٹوایا تھا جس کی قیمت ۳ درہم تھی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نارنگی پر چور کا ہاتھ کٹوایا تھا۔ اور میری سنی ہوئی باتوں میں سے یہ پسندیدہ تر بات ہے۔ (شافعیؒ کے نزدیک نصاب ¼ دینار ہے اور مالکؒ کے نزدیک ۳ درہم۔ اوپر گزر چکا ہے کہ حنفیہ نے احادیث کے علاوہ اس معاملے میں احتیاط کو بھی مدنظر رکھا ہے اور نصاب قطع دس درہم قرار دیا ہے۔)

۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِیْ قَطْعِ الْاٰبِقِ وَالسَّارِقِ

بھاگ جانے والے چور غلام کا ہاتھ کاٹنا

۱۵۶۴۔ حَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ عَبْدًا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ سَرَقَ وَهُوَ اٰبِقٌ. فَاَرْسَلَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اِلٰى سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ، وَهُوَ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ، لِيَقْطَعَ يَدَهٗ. فَاَبٰى سَعِيْدٌ اَنْ يَقْطَعَ يَدَهٗ. وَقَالَ: لَا تُقْطَعُ يَدُ الْاٰبِقِ السَّارِقِ اِذَا سَرَقَ. فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: فِيْ اَيِّ كِتَابِ اللّٰهِ وَجَدْتَ هٰذَا؟ ثُمَّ اَمَرَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، فَقُطِعَتْ يَدُهٗ.

ترجمہ: نافعؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کے ایک غلام نے چوری کی جب کہ وہ بھاگا ہوا تھا۔ پس عبداللہ بن عمرؓ نے اسے سعید بن العاصؓ کے پاس بھیجا۔ تاکہ اس کا ہاتھ کاٹے۔ سعیدؓ اس وقت امیر مدینہ تھے۔ سعیدؓ نے اس کا ہاتھ کاٹنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ بھاگے ہوئے غلام کا ہاتھ جب وہ چوری کرے نہیں کاٹا جاتا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے اس سے کہا کہ تو نے اللہ کی کونسی کتاب میں یہ حکم پایا ہے؟ پھر عبداللہ بن عمرؓ نے حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ (یہ روایت موطائے امام محمدؒ میں بَابُ الْعَبْدِ یَأْبِقُ ثُمَّ یَسْرِقُ میں وارد ہے۔)

شرح: الحاکم نے مستدرک میں ابن عباسؓ کی ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ بھاگے ہوئے غلام پر قطع نہیں جب وہ چوری کرے۔ شاید سعید بن العاصؓ کو یہ روایت پہنچی ہو۔ علامہ ابن رشد نے حضرت عثمانؓ، ابن عباسؓ، عمر بن عبدالعزیزؒ اور مروان بن الحکم کے نام گنے ہیں کہ ان کے نزدیک بھاگے ہوئے چور غلام پر قطع نہیں۔ مگر اس کے بعد اجماع ہوگیا کہ اس پر قطع واجب ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، خواہ وہ بھاگا ہوا غلام ہو یا نہ ہو۔ لیکن قطع ید امام کے سوا کسی اور کے لئے جائز نہیں کیونکہ حدود کا قائم کرنا اسی کا ذمہ ہے یا جسے امام اس کام پر مقرر کرے وہ کر سکتا ہے۔ یہی ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ ابن عمرؓ کا مسلک شاید یہ ہو کہ آقا اپنے غلام پر حد قائم کر سکتا ہے۔

۱۵۶۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زُرَيْقِ بْنِ حَكِيمٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ أَخَذَ عَبْدًا آبِقًا قَدْ سَرَقَ. قَالَ فَأَشْكَلَ عَلَيَّ أَمْرُهُ. قَالَ فَكَتَبْتُ فِيهِ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَسْأَلُهُ عَنْ ذَلِكَ. وَهُوَ الْوَالِي يَوْمَئِذٍ. قَالَ فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّنِي كُنْتُ أَسْمَعُ أَنَّ الْعَبْدَ الْآبِقَ إِذَا سَرَقَ وَهُوَ آبِقٌ لَمْ تُقْطَعْ يَدُهُ. قَالَ فَكَتَبَ إِلَيَّ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ نَقِيضَ كِتَابِي، يَقُولُ: كَتَبْتَ إِلَيَّ أَنَّكَ كُنْتَ تَسْمَعُ أَنَّ الْعَبْدَ الْآبِقَ إِذَا سَرَقَ لَمْ تُقْطَعْ يَدُهُ. وَأَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ فِي كِتَابِهِ ــ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ، وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ فَإِنْ بَلَغَتْ سَرِقَتُهُ رُبُعَ دِينَارٍ فَصَاعِدًا، فَاقْطَعْ يَدَهُ ۔

ترجمہ: زُریق بن حکیم نے کہا کہ اس نے (زریق نے) ایک بھاگا ہوا غلام پکڑا جس نے چوری کی تھی۔ زُریق نے کہا کہ مجھ پر اس کا معاملہ مشکل ہوگیا تو میں نے اس کے حل کے لئے عمر بن عبدالعزیزؒ کو لکھا جو ان دنوں حاکم تھے۔ میں نے انہیں لکھا کہ میں سُنا کرتا تھا کہ جب غلام چوری کرے اور وہ بھاگا ہوا ہو تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ پس عمر بن عبدالعزیزؒ نے میرے خط کا حوالہ دیا اور جواب لکھا کہ تم نے لکھا ہے کہ تُو سُنا کرتا تھا کہ بھاگے ہوئے غلام کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے، کہ چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت، ان کا ہاتھ کاٹ دو۔ یہ ان کے فعل کی جزا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غالب دانا ہے۔ پس اگر اس کی چوری ¼ دینار کو پہنچی ہے تو تُو اس کا ہاتھ کاٹ دے۔ (نصاب پر گفتگو اوپر گزر چکی ہے۔ اگر عمر بن عبدالعزیزؒ سے وہ روایت درست ہے، جس کا ابن رشد نے ذکر کیا تو ان سے مختلف روایات ہوں گی۔ واللہ اعلم۔)

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ، أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، وَعُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ كَانُوا يَقُولُونَ: إِذَا سَرَقَ الْعَبْدُ الْآبِقُ مَا يَجِبُ فِيهِ الْقَطْعُ، قُطِعَ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَذَلِكَ الْأَمْرُ الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ عِنْدَنَا، أَنَّ الْعَبْدَ الْآبِقَ إِذَا سَرَقَ مَا يَجِبُ

بِيَدِهِ الْقَطْعُ، قُطِعَ۔

ترجمہ: مالک کو خبر پہنچی ہے کہ القاسم بن محمدؒ، سالم بن عبداللہ اور عروہ بن زبیرؒ کہتے تھے کہ جب بھاگا ہوا غلام چوری کرے اور قطع کے نصاب کو پہنچ جائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

مالکؒ نے کہا کہ اس امر میں ہمارے نزدیک کوئی اختلاف نہیں کہ بھاگا ہوا غلام جب قطع کے لائق چیز چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

۴۔ بَابُ تَرْكِ الشَّفَاعَةِ لِلسَّارِقِ إِذَا بَلَغَ السُّلْطَانَ

چور کا مقدمہ جب حاکم کو پہنچے تو سفارش نہ کرنے کا حکم

۱۵۶۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَفْوَانَ، أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ قِيلَ لَهُ: إِنَّهُ مَنْ لَمْ يُهَاجِرْ هَلَكَ. فَقَدِمَ صَفْوَانُ بْنُ أُمَيَّةَ الْمَدِينَةَ. فَنَامَ فِي الْمَسْجِدِ وَتَوَسَّدَ رِدَاءَهُ. فَجَاءَ سَارِقٌ فَأَخَذَ رِدَاءَهُ. فَأَخَذَ صَفْوَانُ السَّارِقَ. فَجَاءَ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَسَرَقْتَ رِدَاءَ هَذَا؟" قَالَ: نَعَمْ. فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُقْطَعَ يَدُهُ. فَقَالَ لَهُ صَفْوَانُ: إِنِّي لَمْ أُرِدْ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ. هُوَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَهَلَّا قَبْلَ أَنْ تَأْتِيَنِي بِهِ".

ترجمہ: صفوان بن امیہؓ سے کہا گیا کہ جو ہجرت نہ کرے وہ ہلاک ہو گیا۔ پس صفوانؓ بن امیہ مدینہ آیا۔ وہ مسجد میں سویا اور اپنی چادر کا تکیہ بنایا۔ ایک چور آیا اور اس نے اس کی چادر کو پکڑا۔ صفوانؓ نے چور کو پکڑ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا، کیا تو نے اس کی چادر چرائی ہے؟ اس نے کہا ہاں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، تو صفوانؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ نہ چاہتا تھا۔ وہ چادر اس پر صدقہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے میرے پاس لانے سے پہلے تو نے ایسا کیوں نہ کیا؟ (یہ حدیث مؤطائے محمدؒ کے بابُ الرَّجُلِ يُسرق منهُ الشَّيْءُ الخ میں مروی ہے)

شرح: صفوان بن امیہؓ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لایا تھا۔ فتح کے بعد ہجرت ختم تھی۔ شاید اسے اس کا علم نہ ہو سکا اور مسئلہ بتانے والے کو بھی معلوم نہ تھا۔ اس حدیث سے بوقتِ ضرورت (سفر وغیرہ) مسجد میں سونے کا جواز نکلا۔ امام محمدؒ نے اس حدیث پر لکھا ہے کہ جب چور یا قاذف کا مقدمہ حاکم سے سامنے پیش ہو جائے۔ اور اس وقت صاحب حدّ (حقدار) اپنا حق معاف کر دے تو امام کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسے معطل کرے۔ بلکہ وہ اسے جاری کر دے۔ یہی ابو حنیفہؒ اور ہمارے سب فقہا کا قول ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرافعہ پیش ہونے سے پہلے اگر حقدار معاف کر دے تو حد جاری نہ ہو گی نہ امام اس کا فیصلہ کرے گا۔

۱۵۶۷۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ لَقِيَ

رَجُلًا قَدْ اَخَذَ سَارِقًا۔ وَھُوَ یُرِیْدُ اَنْ یَذْھَبَ بِہٖ اِلَی السُّلْطَانِ۔ فَشَفَعَ لَہُ الزُّبَیْرُ لِیُرْسِلَہٗ فَقَالَ: لَا حَتّٰی اُبْلِغَہٗ السُّلْطَانَ۔ فَقَالَ الزُّبَیْرُ: اِذَا بَلَغْتَ بِہٖ السُّلْطَانَ، فَلَعَنَ اللّٰہُ الشَّافِعَ وَ الْمُشَفَّعَ۔

ترجمہ: زبیر بن العوامؓ ایک آدمی سے ملے جس نے ایک چور کو پکڑا تھا اور اس کو حاکم کے پاس (سزا کے لئے) لے جانا چاہتا تھا۔ پس حضرت زبیرؓ نے سفارش کی کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ اس شخص نے انکار کیا اور حاکم کے پاس لے جانے پر اصرار کیا۔ زبیر بن عوامؓ نے فرمایا جب تو حاکم کے پاس گیا تو اللہ تعالیٰ سفارش کرنے والے اور سفارش قبول کرنے والے پر لعنت کرے۔

۴۔ بَابُ جَامِعِ الْقَطْعِ

قطع کے بارے میں متفرق روایات کا باب

۱۵۶۸۔ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِکٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ۔ عَنْ اَبِیْہِ، اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَھْلِ الْیَمَنِ، اَقْطَعَ الْیَدِ وَالرِّجْلِ، قَدِمَ۔ فَنَزَلَ عَلٰی اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ۔ فَشَکَا اِلَیْہِ اَنَّ عَامِلَ الْیَمَنِ قَدْ ظَلَمَہٗ۔ فَکَانَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ۔ فَیَقُوْلُ اَبُوْبَکْرٍ: وَاَبِیْکَ۔ مَا لَیْلُکَ بِلَیْلِ سَارِقٍ۔ ثُمَّ اِنَّھُمْ فَقَدُوْا عِقْدًا لِاَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَیْسٍ۔ امْرَاَۃِ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ فَجَعَلَ الرَّجُلُ یَطُوْفُ مَعَھُمْ وَیَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِمَنْ بَیَّتَ اَھْلَ ھٰذَا الْبَیْتِ الصَّالِحِ۔ فَوَجَدُوْا الْحُلِیَّ عِنْدَ صَائِغٍ، زَعَمَ اَنَّ الْاَقْطَعَ جَاءَہٗ بِہٖ۔ فَاعْتَرَفَ بِہٖ الْاَقْطَعُ۔ اَوْ شُھِدَ عَلَیْہِ بِہٖ۔ فَاَمَرَ بِہٖ اَبُوْبَکْرِ نِ الصِّدِّیْقُ۔ فَقُطِعَتْ یَدُہُ الْیُسْرٰی۔ وَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ: وَاللّٰہِ لَدُعَاؤُہٗ عَلٰی نَفْسِہٖ اَشَدُّ عِنْدِیْ عَلَیْہِ مِنْ سَرِقَتِہٖ۔

قَالَ یَحْیٰی: قَالَ مَالِکٌ: اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا فِی الَّذِیْ یَسْرِقُ مِرَارًا ثُمَّ یُسْتَعْدٰی عَلَیْہِ، اِنَّہٗ لَیْسَ عَلَیْہِ اِلَّا اَنْ تُقْطَعَ یَدُہٗ۔ لِجَمِیْعِ مَنْ سَرَقَ مِنْہُ۔ اِذَا لَمْ یَکُنْ اُقِیْمَ عَلَیْہِ الْحَدُّ۔ فَاِنْ کَانَ قَدْ اُقِیْمَ عَلَیْہِ الْحَدُّ قَبْلَ ذٰلِکَ، ثُمَّ سَرَقَ مَا یَجِبُ فِیْہِ الْقَطْعُ، قُطِعَ اَیْضًا۔

ترجمہ: القاسم بن محمدؒ نے کہا کہ ایک یمنی مرد جس کا ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا تھا۔ وہ ابوبکر الصدیقؓ کے ہاں مہمان ہوا۔ اور شکایت کی کہ یمن کے حاکم نے اس پر ظلم کیا ہے۔ وہ رات کو تہجد پڑھتا تھا اور حضرت ابوبکرؓ فرماتے تھے۔ خدا کی قسم رات تیری چور کی رات نہیں۔ پھر لوگوں نے اسماء بنت عمیسؓ (صدیق اکبرؓ کی بیوی) کا ایک ہار گم پایا۔ وہ آدمی بھی ہار کی تلاش میں اور لوگوں کے ساتھ پھرتا اور کہتا

اے اللہ اس نیک گھرانے والوں کی چوری کرنے والے کو عذاب دے۔ پھر انہوں نے وہ زیور ایک سنار کے پاس پایا اور اس نے کہا کہ وہ ہاتھ پاؤں کٹا آدمی یہ لایا تھا۔ پس اس ہاتھ پاؤں کٹے نے اعتراف کر لیا۔ یا اس کے خلاف گواہی دی گئی۔ تو حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، واللہ وہ اپنے آپ پر اس کی بددعا میرے نزدیک اس کی چوری سے شدید تر ہے۔ (موطا امام محمدؒ میں یہ اثر بَابُ الرَّجُلِ يَسْرِقُ وَقَدْ قُطِعَتْ يَدُهُ الخ میں مروی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ابنِ شہاب زہریؒ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص نے اسماءؓ کا زیور چرایا تھا۔ اس کا فقط دایاں ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے اس کا بایاں پاؤں کٹوا دیا تھا۔ اور حضرت عائشہؓ اس بات سے انکار کرتی تھیں کہ وہ شخص ہاتھ پاؤں کٹا تھا۔ اور ابن شہابؒ اس بات کو اپنے شہر کے دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ جاننے والا تھا۔ اور ہمیں خبر پہنچی ہے کہ حضرات عمر بن الخطابؓ اور علی بن ابی طالبؓ نے قطع میں دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں پر اضافہ نہیں کیا تھا۔ اگر اس کے بعد بھی چور کو لایا جاتا تو اسے قطع نہ کرتے اور نقصان کا ضامن بناتے تھے۔ یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ یہی الحسنؒ، شعبیؒ، نخعیؒ کا قول بھی ہے۔ امام ابویوسفؒ نے کتاب الخراج میں حضرت عمر بن الخطابؓ کا ایک اثر نقل کیا ہے۔ جو اس کی تائید کرتا ہے۔

امام مالکؒ نے کہا کہ جو شخص بار بار چوری کرے پھر اس کے خلاف چوری کا دعویٰ دائر ہو تو اس کی سابقہ تمام چوریوں میں اس کا صرف ایک ہاتھ کاٹا جائے گا۔ بشرطیکہ اس پر پہلے حد قائم نہ کر دی گئی۔ اگر پہلے حد قائم کی جا چکی ہو، مگر وہ پھر چوری کرے تو پھر قطع کی سزا دی جائے گی۔

۱۵۶۹۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّ أَبَا الزِّنَادِ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَامِلًا لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخَذَ نَاسًا فِي حِرَابَةٍ. وَلَمْ يَقْتُلُوا أَحَدًا. فَأَرَادَ أَنْ يَقْطَعَ أَيْدِيَهُمْ أَوْ يَقْتُلَ. فَكَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي ذٰلِكَ. فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: لَوْ أَخَذْتَ بِأَيْسَرِ ذٰلِكَ.

قَالَ يَحْيٰى: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي الَّذِي يَسْرِقُ أَمْتِعَةَ النَّاسِ. الَّتِي تَكُونُ مَوْضُوعَةً بِالْأَسْوَاقِ مُحْرَزَةً. قَدْ أَحْرَزَهَا أَهْلُهَا فِي أَوْعِيَتِهِمْ. وَضَمُّوا بَعْضَهَا إِلَى بَعْضٍ: إِنَّهُ مَنْ سَرَقَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا مِنْ حِرْزِهِ. فَبَلَغَ قِيمَتُهُ مَا يَجِبُ فِيهِ الْقَطْعُ. فَإِنَّ عَلَيْهِ الْقَطْعَ. كَانَ صَاحِبُ الْمَتَاعِ عِنْدَ مَتَاعِهِ أَوْ لَمْ يَكُنْ. لَيْلًا ذٰلِكَ أَوْ نَهَارًا.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الَّذِي يَسْرِقُ مَا يَجِبُ عَلَيْهِ فِيهِ الْقَطْعُ. ثُمَّ يُوجَدُ مَعَهُ مَا سَرَقَ فَيُرَدُّ إِلَى صَاحِبِهِ، إِنَّهُ تُقْطَعُ يَدُهُ.

قَالَ مَالِكٌ: فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: كَيْفَ تُقْطَعُ يَدُهُ وَقَدْ أُخِذَ الْمَتَاعُ مِنْهُ وَدُفِعَ إِلَى صَاحِبِهِ؟ فَإِنَّمَا هُوَ بِمَنْزِلَةِ الشَّارِبِ يُوجَدُ مِنْهُ رِيحُ الشَّرَابِ الْمُسْكِرِ وَلَيْسَ بِهِ سُكْرٌ، فَيُجْلَدُ الْحَدَّ.

قَالَ: وَإِنَّمَا يُجْلَدُ الْحَدَّ فِي الْمُسْكِرِ إِذَا شَرِبَهُ وَإِنْ لَمْ يُسْكِرْهُ. وَذَلِكَ أَنَّهُ إِنَّمَا شَرِبَهُ لِيُسْكِرَهُ. فَكَذَلِكَ تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِي السَّرِقَةِ الَّتِي أُخِذَتْ مِنْهُ. وَلَوْ لَمْ يَنْتَفِعْ بِهَا. وَرَجَعَتْ إِلَى صَاحِبِهَا وَإِنَّمَا سَرَقَهَا حِينَ سَرَقَهَا لِيَذْهَبَ بِهَا.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الْقَوْمِ يَأْتُونَ إِلَى الْبَيْتِ فَيَسْرِقُونَ مِنْهُ جَمِيعًا. فَيَخْرُجُونَ بِالْعِدْلِ يَحْمِلُونَهُ جَمِيعًا. أَوِ الصُّنْدُوقِ أَوِ الْخَشَبَةِ أَوْ بِالْمِكْتَلِ أَوْ مَا أَشْبَهَ. مِمَّا يَحْمِلُهُ الْقَوْمُ جَمِيعًا: إِنَّهُمْ إِذَا أَخْرَجُوا ذَلِكَ مِنْ حِرْزِهِ وَهُمْ يَحْمِلُونَهُ جَمِيعًا. فَبَلَغَ ثَمَنُ مَا خَرَجُوا بِهِ مِنْ ذَلِكَ مَا يَجِبُ فِيهِ الْقَطْعُ. وَذَلِكَ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ فَصَاعِدًا. فَعَلَيْهِمُ الْقَطْعُ جَمِيعًا.

قَالَ: وَإِنْ خَرَجَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِمَتَاعٍ عَلَى حِدَتِهِ. فَمَنْ خَرَجَ مِنْهُمْ بِمَا تَبْلُغُ قِيمَتُهُ ثَلَاثَةَ دَرَاهِمَ فَصَاعِدًا. فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ. وَمَنْ لَمْ يَخْرُجْ مِنْهُمْ بِمَا تَبْلُغُ قِيمَتُهُ ثَلَاثَةَ دَرَاهِمَ فَلَا قَطْعَ عَلَيْهِ.

قَالَ يَحْيَى: قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا أَنَّهُ إِذَا كَانَتْ دَارُ رَجُلٍ مُغْلَقَةً عَلَيْهِ، لَيْسَ مَعَهُ فِيهَا غَيْرُهُ، فَإِنَّهُ لَا يَجِبُ، عَلَى مَنْ سَرَقَ مِنْهَا شَيْئًا، الْقَطْعُ حَتَّى يَخْرُجَ بِهِ مِنَ الدَّارِ كُلِّهَا. وَذَلِكَ أَنَّ الدَّارَ كُلَّهَا هِيَ حِرْزُهُ. فَإِنْ كَانَ مَعَهُ فِي الدَّارِ سَاكِنٌ غَيْرُهُ، وَكَانَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ يُغْلِقُ عَلَيْهِ بَابَهُ، وَكَانَتْ حِرْزًا لَهُمْ جَمِيعًا، فَمَنْ سَرَقَ مِنْ بُيُوتِ تِلْكَ الدَّارِ شَيْئًا يَجِبُ فِيهِ الْقَطْعُ، فَخَرَجَ بِهِ إِلَى الدَّارِ، فَقَدْ أَخْرَجَهُ مِنْ حِرْزِهِ إِلَى غَيْرِ حِرْزِهِ. وَوَجَبَ عَلَيْهِ فِيهِ الْقَطْعُ.

قَالَ مَالِكٌ، وَالْأَمْرُ عِنْدَنَا فِي الْعَبْدِ يَسْرِقُ مِنْ مَتَاعِ سَيِّدِهِ: أَنَّهُ إِنْ كَانَ لَيْسَ مِنْ خَدَمِهِ وَلَا مِمَّنْ يَأْمَنُ عَلَى بَيْتِهِ. ثُمَّ دَخَلَ سِرًّا فَسَرَقَ مِنْ مَتَاعِ سَيِّدِهِ مَا يَجِبُ فِيهِ الْقَطْعُ، فَلَا قَطْعَ عَلَيْهِ. وَكَذَلِكَ الْأَمَةُ، إِذَا سَرَقَتْ مِنْ مَتَاعِ سَيِّدِهَا، لَا قَطْعَ عَلَيْهَا.

وَقَالَ، فِي الْعَبْدِ لَا يَكُونُ مِنْ خَدَمِهِ وَلَا مِمَّنْ يَأْمَنُ عَلَى بَيْتِهِ، فَدَخَلَ سِرًّا فَسَرَقَ مِنْ مَتَاعِ

قَالَ: وَكَذٰلِكَ أَمَةُ الْمَرْأَةِ. إِذَا كَانَتْ لَيْسَتْ بِخَادِمٍ لَهَا وَلَا لِزَوْجِهَا. وَلَا مِمَّنْ تَأْمَنُ عَلَى بَيْتِهَا. فَدَخَلَتْ سِرًّا. فَسَرَقَتْ مِنْ مَتَاعِ سَيِّدَتِهَا مَا يَجِبُ فِيهِ الْقَطْعُ. فَلَا قَطْعَ عَلَيْهَا.

قَالَ مَالِكٌ: وَكَذٰلِكَ أَمَةُ الْمَرْأَةِ الَّتِي لَا تَكُونُ مِنْ خَدَمِهَا. وَلَا مِمَّنْ تَأْمَنُ عَلَى بَيْتِهَا. فَدَخَلَتْ سِرًّا. فَسَرَقَتْ مِنْ مَتَاعِ زَوْجِ سَيِّدَتِهَا مَا يَجِبُ فِيهِ الْقَطْعُ، أَنَّهَا تُقْطَعُ يَدُهَا.

قَالَ مَالِكٌ: وَكَذٰلِكَ الرَّجُلُ. يَسْرِقُ مِنْ مَتَاعِ امْرَأَتِهِ. أَوِ الْمَرْأَةُ تَسْرِقُ مِنْ مَتَاعِ زَوْجِهَا. مَا يَجِبُ فِيهِ الْقَطْعُ: إِنْ كَانَ الَّذِي سَرَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ مَتَاعِ صَاحِبِهِ فِي بَيْتٍ سِوَى الْبَيْتِ الَّذِي يُغْلِقَانِ عَلَيْهِمَا. وَكَانَ فِي حِرْزٍ سِوَى الْبَيْتِ الَّذِي هُمَا فِيهِ. فَإِنَّ مَنْ سَرَقَ مِنْهُمَا مِنْ مَتَاعِ صَاحِبِهِ مَا يَجِبُ فِيهِ الْقَطْعُ، فَعَلَيْهِ الْقَطْعُ فِيهِ.

قَالَ مَالِكٌ، فِي الصَّبِيِّ الصَّغِيرِ وَالْأَعْجَمِيِّ الَّذِي لَا يُفْصِحُ: أَنَّهُمَا إِذَا سُرِقَا مِنْ حِرْزِهِمَا أَوْ غَلْقِهِمَا، فَعَلَى مَنْ سَرَقَهُمَا الْقَطْعُ. وَإِنْ خَرَجَا مِنْ حِرْزِهِمَا وَغَلْقِهِمَا، فَلَيْسَ عَلَى مَنْ سَرَقَهُمَا قَطْعٌ.

قَالَ: وَإِنَّمَا هُمَا بِمَنْزِلَةِ حَرِيسَةِ الْجَبَلِ وَالثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْأَمْرُ عِنْدَنَا، فِي الَّذِي يَنْبِشُ الْقُبُورَ: أَنَّهُ إِذَا بَلَغَ مَا أَخْرَجَ مِنَ الْقَبْرِ مَا يَجِبُ فِيهِ الْقَطْعُ. فَعَلَيْهِ فِيهِ الْقَطْعُ.

وَقَالَ مَالِكٌ: وَذٰلِكَ أَنَّ الْقَبْرَ حِرْزٌ لِمَا فِيهِ. كَمَا أَنَّ الْبُيُوتَ حِرْزٌ لِمَا فِيهَا.

قَالَ: وَلَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْقَطْعُ حَتّٰى يَخْرُجَ بِهِ مِنَ الْقَبْرِ.

ترجمہ: ابوالزناد نے بتایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ایک عامل نے کچھ لوگوں کو رہزنی میں پکڑا۔ وہ قاتل نہ تھے۔ مگر عامل نے ان کے ہاتھ قطع کرنا یا انہیں قتل کرنا چاہا اور اس مسئلہ میں عمر بن عبدالعزیز کو لکھا۔ پس عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواب میں لکھا کہ کاش تو انہیں اس سے نرم تر سزا دیتا۔ (یعنی جلاوطنی کی سزا یا کوڑے مارنے کی سزا۔ ڈاکے اور رہزنی کی سزا میں امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ رہزنوں نے جس قسم کا گناہ کیا ہو، اس کے مطابق انہیں قرآنی آیات کے مطابق ان چار سزاؤں میں سے کوئی سزا دی جائے گی۔ بُری طرح قتل کرنا، صلیب پر چڑھانا، مخالف طرفوں کے ہاتھ پاؤں کاٹنا، جلاوطن کرنا۔ امام مالکؒ اور

دیگر ائمہ فقہ کے نزدیک امام کو ان سزاؤں میں سے حسبِ مصلحت علماء کے مشورے سے ایک یا زیادہ سزائیں دینے کا حق ہے۔ فتح القدیر میں محقق امام ابن الہمامؒ نے حنفیہ کا بھی یہی مذہب لکھا ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک بازاروں میں رکھے ہوئے لوگوں کے محفوظ مالوں کو چرانے والے کے متعلق امر یہ ہے کہ ان کے مالکوں نے ان مالوں کو ان کے برتنوں وغیرہ میں محفوظ کیا ہے اور ان سامانوں کو ایک دوسرے کے قریب ملا کر رکھا ہے۔ جو شخص ان میں سے کسی چیز کی چوری کرے اور اس کی قیمت قطع کرنے والے نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر قطع واجب ہے۔ سامان والا اپنے مال کے پاس ہو یا نہ ہو۔ دن ہو یا رات ہو۔ (قطع کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ چُرائی جانے والی چیز حفاظت کے اندر ہو۔ اور حفاظت (حرز) مختلف چیزوں میں مختلف ہوتی ہے۔ اس کا تعلق مختلف اوقات و مقامات کے اختلافات کے ساتھ بھی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جو شخص اتنا مال چُرائے جس میں قطع واجب ہو، پھر اس کے پاس چوری کا مال پایا جائے تو سامان اس کے مالک کو واپس کیا جائے گا اور اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اگر کوئی کہے کہ جب سامان اس سے لے لیا گیا اور مالکؒ کو واپس دے دیا گیا تو اس کا ہاتھ کیوں کاٹا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا حال اس شرابی جیسا ہے جس سے مُسکر شراب کی بُو آئے حالانکہ اُسے نشہ نہ ہو تو بھی اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور حد صرف مُسکر میں لگائی جاتی ہے، جب کہ کوئی اسے پیئے۔ اگرچہ اس کو نشہ نہ ہو۔ یہ اس لئے کہ اس نے تو اسے نشہ کی خاطر ہی پیا تھا۔ (نشہ ہوا یا نہ ہوا یہ دوسری بات ہے۔) اسی طرح چور کا ہاتھ اس سرقے میں کاٹا جاتا ہے جس کا مال اس سے لے لیا جائے اور اس نے اس سے نفع نہ پایا ہو۔ اگرچہ وہ مالک کی طرف واپس لوٹ آیا ہے۔ کیونکہ چوری کے وقت اس نے یہ مال اسی لئے چرایا تھا کہ اسے لے جائے۔ (چور اگر مرافعہ سے قبل چوری کا مال مالک کو واپس کر دے۔ اور وہ دعویٰ دائر نہ کرے تو حنفیہ کے نزدیک قطع نہیں ہے۔ مرافعہ کے بعد اگر واپس کرے تو قطع لازم ہے)

مالکؒ نے کہا کہ کچھ لوگ گھر میں آ کر چوری کریں اور بوری (یا گٹھڑ وغیرہ) باہر نکال کر اسے سب اُٹھالیں۔ یا صندوق یا کوئی بوجھل لکڑی یا ٹوکرا وغیرہ ہو، جسے سب لوگ اُٹھائیں تو جب وہ اسے مالک کی حفاظت سے باہر نکال لیں گے اور سب اُٹھائے ہوئے ہوں گے اور اس کی قیمت قطع ید کے نصاب تک پہنچ جائے گی، تو ان سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے اور وہ نصاب (مالکؒ کے نزدیک تین درہم ہے۔ (اور شافعیؒ کے نزدیک ¼ دینار اور حنفیہ کے نزدیک دس درہم۔) مالک نے کہا اگر وہ سب الگ الگ مال لے کر باہر نکلیں، تو جس کے لائے ہوئے مال کی قیمت تین درہم یا اس سے زیادہ ہوگی، اس پر قطع واجب ہوگا۔ اور جو اس نصاب سے کم چیز لے کر نکلا اس پر قطع واجب نہیں۔ (اگر سب لوگ سامان نکال کر لائیں اور اسے مل کر اُٹھائے ہوئے ہوں تو ہر ایک کا حصہ اگر نصابِ قطع کو نہ پہنچے تو حنفیہ کے نزدیک کسی پر قطع واجب نہیں ہوتا۔ ثوریؒ، شافعیؒ اور اسحاقؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ معمول ہے کہ جب ایک شخص کا گھر اس پر بند ہو، یعنی اس کے سوا وہاں کوئی اور نہ رہتا ہو تو اس سے کوئی چیز چرانے والے پر قطع نہیں آتا۔ جب تک کہ وہ اسے لے کر سارے گھر سے باہر نہ نکل جائے۔ یہ اس لئے کہ اس کی حرز (حفاظت گاہ) وہ پورا گھر ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ اس گھر میں کوئی اور بھی رہتا ہو۔ اور ہر شخص اپنا دروازہ بند کر لیتا ہو۔ اور وہ گھر ان سب کے لئے حرز ہو تو ان میں سے کسی کمرے سے چیز کو نکال لینے والے پر قطع واجب ہے۔ کیونکہ چور نے اس چیز کو ایک کی حرز سے دوسرے کی حرز تک نکال لیا۔ (حنفیہ کا مذہب بھی اس مسئلہ میں یہی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ غلام اگر اپنے مالک کے سامان میں سے کچھ چرائے تو اس میں ہمارے ہاں کا معمول یہ ہے کہ اگر وہ غلام اس کے خادموں میں سے

نہ ہو اور نہ اس پر مالک اپنے گھر کے بارے میں بھروسہ رکھتا ہو، پھر وہ پوشیدہ طور پر داخل ہو اور اپنے مالک کے سامان میں سے کچھ چرالے۔ جو قطع کا نصاب ہو تو اس پر قطع نہیں آتا۔ اور اگر وہ خادموں میں ہو یا معتمد علیہ ہو تو بطریق اولیٰ قطع نہ آئے گا) اور اگر مذکورہ صفات کا غلام (جو خدام میں سے بھی نہ ہو نہ معتمد علیہ ہو) اپنے مالک کی بیوی کا کوئی سامان چرالے، جو قطع کا نصاب ہو تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اور اسی طرح عورت کی لونڈی جب اس کی خادمہ نہ ہو نہ اس کے خاوند کی خادمہ ہو اور نہ عورت کی معتمد علیہا ہو، پھر وہ چھپ کر داخل ہو جائے اور اپنی مالکہ کے سامان میں سے اتنا چرائے جس پر قطع واجب ہو تو اس پر قطع واجب نہیں۔ مالکؒ نے کہا اور اسی طرح عورت کی وہ لونڈی جو مالکہ کی خادم نہ ہو اور نہ گھر کے معاملے میں اعتماد والی ہو، پس وہ چھپ کر داخل ہو اور مالکہ کے خاوند کے سامان میں سے کچھ چرالے، جو قطع کا نصاب ہو تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ (بقول قاضی ابوالولید الباجی غلام اور لونڈی جب مالک کا یا مالکہ کا مال چرالیں تو ان پر قطع نہیں ہے۔ حنفیہ کے نزدیک مالک کے مال اور اس کی زوجہ کے مال کی چوری کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہی حکم بیوی خاوند کے اموال کی باہمی چوری کا بھی ہے کہ ان پر قطع نہیں۔)

مالکؒ نے کہا کہ اسی طرح جو مرد اپنی بیوی کے مال کی چوری کرے یا بیوی خاوند کے مال میں سے کچھ چرالے اور وہ قطع کا نصاب ہو تو اگر وہ سامان ان کے باہمی رہائشی گھر کے علاوہ کہیں اور محفوظ ہو تو نصاب قطع ہونے کی صورت میں اس پر قطع واجب ہے۔ (حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی قطع نہیں آتا۔)

مالکؒ نے کہا کہ چھوٹا بچہ یا غیر زبان والا جو ہماری زبان نہ جانے (جو اچھی طرح اظہار خیال نہ کر سکے) اگر ان کی کوئی چیز چرالی جائے اور وہ حرز (حفاظت گاہ) کے اندر ہو یا مقفل ہو تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اور جب ان کا مال حرز میں نہ ہو یا مقفل نہ ہو تو چرانے والے پر قطع ید نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی مثال پہاڑ پر رکی ہوئی چیز کی یا لٹکتے ہوئے پھل کی ہے۔ (کہ یہ حرز میں نہ ہونے کے باعث چور پر قطع ید نہیں آتا۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں کفن چور کے متعلق یہ معمول ہے کہ جو کچھ قبر سے نکالے، اگر وہ نصاب قطع ہو تو اس پر قطع ہے۔
مالکؒ نے کہا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ قبر اپنے اندر کی چیز کے لئے حرز (حفاظت گاہ) ہے جیسے کہ گھر اپنے اندر کی چیزوں کے چیزوں کے لئے حرز ہوتے ہیں۔ اور جب تک وہ اس چیز کو قبر سے نکال نہ لے اس پر قطع نہیں ہے۔

شرح: حافظ ابن حزمؒ نے المحلیٰ میں کہا ہے کہ کفن چور کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ نے کہا ہے کہ اسے قتل کیا جائے۔ بعض نے کہا کہ اس کا ہاتھ اور پاؤں کاٹا جائے اور بعض نے کہا کہ اس کا صرف ہاتھ کاٹا جائے۔ اور ایک گروہ نے کہا کہ اسے تعزیر دی جائے، اس پر حد نہیں ہے۔ یہ آخری قول امام ابوحنیفہؒ اور ثوریؒ کا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قبر حرز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حرز کی تعریف یہ ہے کہ اس میں حفاظت کے لئے سامان رکھا جائے اور کفن کو قبر میں حفاظت کے لئے نہیں رکھا جاتا۔ قبر نہ مردے کے لئے اور نہ کسی اور کے لئے حرز ہو سکتی ہے۔ بہت سے آثار اس پر دلالت کرتے ہیں۔ حنفیہ میں سے ابو یوسفؒ امام باقی ائمہ کے ہم نوا ہیں۔)

۵۔ بَابُ مَا لَا قَطْعَ فِيهِ

ہاتھ نہ کاٹا جانے کی صورتوں کا باب

۱۵۷۰۔ وَحَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، أَنَّ

عَبْدًا سَرَقَ وَدِيًّا مِنْ حَائِطِ رَجُلٍ. فَغَرَسَهُ فِي حَائِطِ سَيِّدِهِ. فَخَرَجَ صَاحِبُ الْوَدِيِّ يَلْتَمِسُ وَدِيَّهُ فَوَجَدَهُ. فَاسْتَعْدَى عَلَى الْعَبْدِ، مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ. فَسَجَنَ مَرْوَانُ الْعَبْدَ. وَأَرَادَ قَطْعَ يَدِهِ. فَانْطَلَقَ سَيِّدُ الْعَبْدِ إِلَى رَافِعِ بْنِ خُدَيْجٍ. فَسَأَلَهُ عَنْ ذٰلِكَ؟ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ" وَالْكَثَرُ الْجُمَّارُ. فَقَالَ الرَّجُلُ: فَإِنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ أَخَذَ غُلَامًا لِي وَهُوَ يُرِيدُ قَطْعَهُ. وَأَنَا أُحِبُّ أَنْ تَمْشِيَ مَعِيَ إِلَيْهِ فَتُخْبِرَهُ بِالَّذِي سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَمَشَى مَعَهُ رَافِعٌ إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ. فَقَالَ: أَخَذْتَ غُلَامًا لِهٰذَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ: فَمَا أَنْتَ صَانِعٌ بِهِ؟ قَالَ: أَرَدْتُ قَطْعَ يَدِهِ. فَقَالَ لَهُ رَافِعٌ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ" فَأَمَرَ مَرْوَانُ بِالْعَبْدِ فَأُرْسِلَ.

ترجمہ: محمد بن یحییٰ بن حبّان سے روایت ہے کہ ایک غلام نے (جو اس راوی کے چچا واسع کا غلام تھا اور اس کا نام فیل تھا) کھجور کے درختوں کی پنیری ایک شخص کے باغ سے چرائی اور مالک کے باغ میں لگا دی۔ پنیری والا اپنی پنیری کی تلاش میں نکلا۔ اور اسے پالیا۔ پس اس نے مروان بن الحکم (حاکم مدینہ) کے پاس جاکر دعویٰ دائر کر دیا۔ مروان بن الحکم نے غلام کو قید کر دیا اور اس کا ہاتھ کاٹنا چاہا۔ غلام کا مالک رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ اور ان سے اس بارے میں پوچھا۔ رافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ پھل میں (جو درخت پر ہو) اور کھجور کے گودے میں کوئی قطع نہیں۔ اس شخص نے کہا مروان بن الحکم نے میرے غلام کو پکڑ لیا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹنا چاہتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ چل کر اس کو وہ بات بتائیں، جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی تھی۔ پس رافع رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ مروان بن الحکم کے پاس گئے اور فرمایا کہ تُو نے اس شخص کے غلام کو پکڑا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ تُو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہے؟ مروان نے کہا کہ اس کا ہاتھ کاٹنا چاہتا ہوں۔ رافع نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ (معلق) پھل میں اور کھجور کے گودے میں قطع نہیں۔ پس مروان نے حکم دیا کہ غلام کو چھوڑ دیا جائے اور اسے چھوڑ دیا گیا۔

شرح: امام محمد رحمہ اللہ نے موطا میں اس اثر کو باب مَنْ سَرَقَ ثَمَرًا الخ میں روایت کیا ہے اور باب کے عنوان میں مِمَّا لَمْ يُحْرَزْ کا لفظ لکھا ہے۔ شاید اس سے وہ یہ اشارہ کرنا چاہتے تھے کہ پنیری مال محرز نہ تھا۔ پھر اس اثر کے بعد امام محمد رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہم اس کو اختیار کرتے ہیں کہ درخت پر معلق پھل میں اور کھجور کے گودے میں اور پنیری یا درخت میں قطع نہیں ہے اور یہی ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ اثر میں تو پنیری چرانے کا ذکر تھا۔ اور رافع رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں یہ استدلال تھا کہ بڑی کھجور کا گودا چرانے میں جب قطع نہیں تو پنیری تو اس سے کمتر چیز ہے لہٰذا اس میں بھی قطع نہیں آتا۔ امام محمد رحمہ اللہ نے اپنے قول میں پنیری یا درخت (چھوٹا پودا) کا لفظ بول کر شاید

اسی قیاس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ اس پر مزید گفتگو فضل المعبود شرح ابی داؤد میں دیکھئے۔

۱۵۷۱۔ حَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو ابْنِ الْحَضْرَمِيِّ جَاءَ بِغُلَامٍ لَهُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔ فَقَالَ لَهُ: اقْطَعْ يَدَ غُلَامِي هٰذَا۔ فَإِنَّهُ سَرَقَ۔ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: مَاذَا سَرَقَ؟ فَقَالَ سَرَقَ مِرْآةً لِامْرَأَتِي ثَمَنُهَا سِتُّونَ دِرْهَمًا۔ فَقَالَ عُمَرُ: أَرْسِلْهُ۔ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَطْعٌ۔ خَادِمُكُمْ سَرَقَ مَتَاعَكُمْ۔

ترجمہ: السائب بن یزید سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن الحضرمی اپنے ایک غلام کو حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس لایا اور ان سے کہا کہ میرے اس غلام کا ہاتھ کٹوائیے کیونکہ اس نے چوری کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ اس نے کس چیز کی چوری کی ہے؟ تو اس نے کہا کہ اس نے میری بیوی کا آئینہ چرایا ہے جس کی قیمت ساٹھ درہم تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اسے چھوڑ دو، اس پر کوئی قطع نہیں۔ تمہارے خادم نے تمہارا سامان چرایا (تو اس پر قطع کا کیا سوال ہے؟)۔

شرح: مؤطائے امام محمدؒ میں بھی یہ اثر موجود ہے، بَابُ الْعَبْدِ يَسْرِقُ مِنْ مَوْلَاهُ۔ امام محمدؒ نے اس کی روایت کے بعد فرمایا کہ ہم اس کو اختیار کرتے ہیں۔ جس آدمی کا غلام اپنے کسی محرم رشتہ دار کی چوری کرے یا اپنے آقا کی یا اپنے آقا کی بیوی کی یا اپنی مالکہ کے خاوند کی تو اس چوری میں اس پر کوئی قطع نہیں۔ اور اس چوری میں اس پر قطع کیونکر ہو سکتا ہے جو وہ اپنی بہن یا بھائی یا پھوپھی یا خالہ سے کرے؟ وہ اگر لُولھا محتاج ہوتا یا بچہ ہوتا یا وہ رشتہ دار محتاج ہوتی تو اسے اس کے نفقہ پر مجبور کیا جاتا۔ پس اُن کا اس مال میں حصہ ہوتا تو اس کا ہاتھ کیونکر کاٹا جائے گا، جو اس کی چوری کرے جس میں اس کے مال کا حصہ ہے؟ اور یہ سارا قول ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا ہے۔ اس زیر نظر اثر میں یہ دلیل موجود ہے کہ حدود کی اقامت امام کا کام ہے۔

۱۵۷۲۔ وَحَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ أُتِيَ بِإِنْسَانٍ قَدِ اخْتَلَسَ مَتَاعًا۔ فَأَرَادَ قَطْعَ يَدِهِ۔ فَأَرْسَلَ إِلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ يَسْأَلُهُ عَنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ زَيْدُ ابْنُ ثَابِتٍ: لَيْسَ فِي الْخُلْسَةِ قَطْعٌ۔

ترجمہ: ابن شہاب سے روایت ہے کہ مروان بن الحکم کے پاس ایک انسان لایا گیا، جس نے کسی کا کوئی مال جھپٹ لیا تھا۔ مروان نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا ارادہ کیا تو زید بن ثابتؓ کو یہ مسئلہ پوچھنے کے لئے پیغام بھیجا۔ زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ جھپٹا مار کر چھین لینے میں قطع نہیں ہے۔ (یہ اثر مؤطائے امام محمدؒ کے باب المختلس میں موجود ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ جھپٹی ہوئی چیز میں قطع نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سرقہ کی تعریف میں نہیں آتا۔ قاضی عیاض نے کہا کہ اس پر قطع نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ یہ سرقہ کی نسبت قلیل الوجود ہے اور کسی کی معاونت سے یہ چھینا ہوا مال واپس لیا جا سکتا ہے۔ اس پر گواہی رکھنا اور دلوانا بھی آسان ہے۔ اس پر اجماع ہے (سوائے ایاس معاویہ کے)۔ لیکن قطع نہ ہونے کی صورت میں تعزیر کا وسیع باب کھلا ہوا ہے۔

۱۵۷۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ أَنَّهُ أَخَذَ نَبَطِيًّا قَدْ سَرَقَ خَوَاتِمَ مِنْ حَدِيدٍ. فَحَبَسَهُ لِيَقْطَعَ يَدَهُ. فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ عَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، مَوْلَاةً لَهَا. يُقَالُ لَهَا أُمَيَّةُ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَجَاءَتْنِي وَأَنَا بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ. فَقَالَتْ: تَقُولُ لَكَ خَالَتُكَ عَمْرَةُ: يَا ابْنَ أُخْتِي. أَخَذْتَ نَبَطِيًّا فِي شَيْءٍ يَسِيرٍ ذُكِرَ لِي. فَأَرَدْتَ قَطْعَ يَدِهِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَتْ: فَإِنَّ عَمْرَةَ تَقُولُ لَكَ: لَا قَطْعَ إِلَّا فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا. قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَأَرْسَلْتُ النَّبَطِيَّ.

قَالَ مَالِكٌ: وَالْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا فِي اعْتِرَافِ الْعَبِيدِ، أَنَّهُ مَنِ اعْتَرَفَ مِنْهُمْ عَلَى نَفْسِهِ بِشَيْءٍ يَقَعُ الْحَدُّ وَالْعُقُوبَةُ فِيهِ فِي جَسَدِهِ. فَإِنَّ اعْتِرَافَهُ جَائِزٌ عَلَيْهِ، وَلَا يُتَّهَمُ أَنْ يُوقِعَ عَلَى نَفْسِهِ هٰذَا.

قَالَ مَالِكٌ: وَأَمَّا مَنِ اعْتَرَفَ مِنْهُمْ بِأَمْرٍ يَكُونُ غُرْمًا عَلَى سَيِّدِهِ. فَإِنَّ اعْتِرَافَهُ غَيْرُ جَائِزٍ عَلَى سَيِّدِهِ.

قَالَ مَالِكٌ: لَيْسَ عَلَى الْأَجِيرِ وَلَا عَلَى الرَّجُلِ يَكُونَانِ مَعَ الْقَوْمِ يَخْدُمَانِهِمْ، إِنْ سَرَقَاهُمْ، قَطْعٌ. لِأَنَّ حَالَهُمَا لَيْسَتْ بِحَالِ السَّارِقِ. وَإِنَّمَا حَالُهُمَا حَالُ الْخَائِنِ. وَلَيْسَ عَلَى الْخَائِنِ قَطْعٌ.

قَالَ مَالِكٌ فِي الَّذِي يَسْتَعِيرُ الْعَارِيَةَ فَيَجْحَدُهَا: إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْهِ قَطْعٌ. وَإِنَّمَا مَثَلُ ذٰلِكَ مَثَلُ رَجُلٍ كَانَ لَهُ عَلَى رَجُلٍ دَيْنٌ فَجَحَدَهُ ذٰلِكَ. فَلَيْسَ عَلَيْهِ فِيمَا جَحَدَهُ قَطْعٌ.

قَالَ مَالِكٌ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا فِي السَّارِقِ يُوجَدُ فِي الْبَيْتِ. قَدْ جَمَعَ الْمَتَاعَ وَلَمْ يَخْرُجْ بِهِ: إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْهِ قَطْعٌ وَإِنَّمَا مَثَلُ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ وَضَعَ بَيْنَ يَدَيْهِ خَمْرًا لِيَشْرَبَهَا فَلَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ حَدٌّ. وَمَثَلُ ذٰلِكَ رَجُلٌ جَلَسَ مِنِ امْرَأَةٍ مَجْلِسًا. وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يُصِيبَهَا حَرَامًا. فَلَمْ يَفْعَلْ. وَلَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ مِنْهَا. فَلَيْسَ عَلَيْهِ أَيْضًا فِي ذٰلِكَ حَدٌّ.

قَالَ مَالِكٌ: اَلْاَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا، اَنَّهُ لَيْسَ فِي الْخُلْسَةِ قَطْعٌ. بَلَغَ ثَمَنُهَا مَا يُقْطَعُ فِيْهِ اَوْلَمْ يَبْلُغْ۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعید نے کہا کہ مجھ کو ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے بتایا کہ اس نے (ابو بکر نے) ایک نبطی کو پکڑا، جس نے لوہے کی مہریں چرائی تھیں۔ پس اسے قید کر دیا تاکہ اس کا ہاتھ کاٹے۔ تو عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے اس کی طرف اپنی ایک لونڈی بھیجی، جس کا نام امیّہ تھا۔ ابو بکر نے کہا کہ وہ میرے پاس آئی، جب کہ میں لوگوں کے درمیان تھا۔ اس نے کہا کہ تیری خالہ عمرہ تجھ سے کہتی ہے کہ اے میرے بھانجے تو نے ایک نبطی کو ایک معمولی چیز میں پکڑا ہے جس کا مجھ سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور تو نے چاہا ہے کہ اس کا ہاتھ قطع کرے۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ لونڈی نے کہا کہ عمرہ تجھ سے کہتی ہے کہ ¼ دینار سے کم میں قطع نہیں۔ ابو بکر نے کہا کہ میں نے نبطی کو چھوڑ دیا۔ (نصابِ قطع پر اس سے قبل گفتگو ہو چکی ہے۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں غلاموں کے اعتراف کے متعلق اجماعی امر یہ ہے کہ غلاموں میں سے جو کوئی اپنے اوپر کسی بات اعتراف کرے تو اس میں اس پر حد واقع ہو گی۔ یا بصورت دیگر اس کو جسمانی سزا ملے گی۔ کیونکہ اس کا اعتراف اپنے متعلق جائز ہے اور اس پر یہ تہمت نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ اپنے آپ پر (بلاوجہ) یہ مصیبت واقع کرے گا۔

مالکؒ نے کہا، لیکن ان میں سے اگر کوئی ایسا اعتراف کرے جس کا تاوان (بوجھ) اس کے آقا پر پڑے تو اس کا اعتراف اپنے مالک کے خلاف ناجائز ہے۔

مالکؒ نے کہا کہ جو مزدور یا کوئی اور شخص خدمت کے لئے کسی قوم کے ساتھ ہوں۔ اگر یہ ان کی چوری کریں تو ان پر قطع نہیں ہے کیونکہ ان کا حال چور جیسا نہیں ہے۔ (کیونکہ رواج اور عادت کے لحاظ سے ہر وقت اندر یا باہر آنے جانے کی اجازت ہوتی ہے، اور کوئی چیز ان سے حرز میں نہیں رکھی جا سکتی) اور ان کا حال خائن جیسا ہے اور خائن پر قطع نہیں ہوتا۔ (کہ اس نے بھی خفیہ طور پر کسی کی حرز میں سے کچھ نہیں چرایا۔ مگر تادیب و تعزیر ہو سکتی ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ جو شخص عاریت لے کر مکر جائے اس پر قطع نہیں۔ کیونکہ اس کی مثال اس شخص جیسی ہے، جس کا کسی پر قرض تھا اور وہ اس کا منکر ہو گیا۔ پس قرض کا انکار کرنے والے پر قطع نہیں۔ (کیونکہ اس میں بھی سرقہ کی شرط حرز نہیں پائی جاتی۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ ایک اجماعی امر ہے کہ جب چور کو گھر میں پایا جائے، اس نے سامان جمع کر لیا ہو مگر نکالا نہ ہو، تو اس پر قطع نہیں۔ اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے اپنے سامنے شراب رکھی ہو تاکہ اسے پیئے، لیکن ابھی یہ کام کیا نہیں تو اس پر حد نہیں ہے۔ اور اس کی مثال اس جیسی ہے کہ جو عورت کے ساتھ جماع کرنے کی حالت میں بیٹھا ہو۔ مگر اس نے یہ فعل کیا نہ ہو اور فعل حرام تک نوبت نہ آئی ہو۔ تو اس پر بھی حد نہیں۔ (کیونکہ حد کا موجب یعنی فعلِ زنا ابھی متحقق نہیں ہوا۔ یہ تمام مسائل اجماعی ہیں)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اجماعی امر یہ ہے کہ جھپٹ کر لے جانے میں حد نہیں، خواہ اس کی مقدار نصابِ قطع جتنی ہو۔ یا اس سے کم ہو۔ (اوپر یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔)

کِتَابُ الْاَشْرِبَۃِ

اشربہ شراب کی جمع ہے جیسے کہ اطعمہ طعام کی جگہ ہے شراب لغت میں پینے کی چیز ہے مگر اصطلاح میں نشہ آور چیز کو کہتے ہیں۔ انگور کا شیرہ جب گاڑھا ہو کر نشہ آور ہو جائے تو اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ حنفیہ کے نزدیک نشہ آور شراب کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) انگور کا شیرہ جو گاڑھا ہو کر مُسکر ہو جائے اسے خمر کہا جاتا ہے (۲) انگور کا شیرہ جو پکایا جائے اور ⅓ سے زیادہ باقی ہو اسے طلاء کہتے ہیں۔ (۳) کھجور کا نشہ آور پانی (۴) کشمش کا پانی، جب گاڑھا اور سخت ہو جائے۔ خمر کسی کو نشہ دے یا نہ دے حرام ہے اور اس کے پینے والے پر حدّ واجب ہے۔ دوسری قسم کی شرابوں میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر نشہ ہو تو حدّ ہے۔ ورنہ نہیں اور وہ حرام ضرور ہیں۔ مگر ائمہ ثلاثہ اور حنفیہ میں سے ابو یوسفؒ اور محمد بن الحسن کے نزدیک ان سب کے پینے والے پر بھی حدّ ہے۔ اور یہی حال تمام نشہ آور شرابوں اور دوسری چیزوں کا بھی ہے۔ اس مسئلہ پر طویل گفتگو کی گنجائش ہے۔ تفصیل فضل المعبود میں دیکھئے۔

۱۔ بَابُ الْحَدِّ فِي الْخَمْرِ

خمر کی حدّ کا باب

۱۵۷۴۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ، اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَرَجَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ: اِنِّيْ وَجَدْتُ مِنْ فُلَانٍ رِيْحَ شَرَابٍ۔ فَزَعَمَ اَنَّهٗ شَرَابُ الطِّلَاءِ۔ وَاَنَا سَائِلٌ عَمَّا شَرِبَ۔ فَاِنْ كَانَ يُسْكِرُ جَلَدْتُهٗ۔ فَجَلَدَهٗ عُمَرُ الْحَدَّ تَامًّا۔

ترجمہ: السائب بن یزیدؓ نے ابن شہاب کو بتایا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ صحابہ کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے فلاں سے (بخاری کی معلق روایت میں اس کا نام عبید اللہ بن عمر آیا ہے) شراب کی بُو پائی ہے اور اس نے کہا کہ میں نے طلاء پیا ہے (انگور کا پکایا ہوا شیرہ جس کا تقریباً ⅓ باقی رہ جائے) اور میں پوچھوں گا کہ اس نے کیا پیا ہے۔ اگر وہ نشہ آور ہے تو میں اسے حد ماروں گا۔ پس عمر بن الخطابؓ نے اسے پوری حد لگائی۔ (یہ اثر مؤطائے امام محمدؒ میں بَابُ الْحَدِّ فِي الشُّرْبِ میں مروی ہے۔)

شرح: طلاء انگور کا شیرہ ہے۔ جسے پکا کر نصف کے قریب رہنے دیا جائے۔ حضرت عمرؓ جو دریافت کرنا چاہتے تھے اس میں دونوں احتمال ہیں۔ یا یہ کہ آیا اس نے اتنی مقدار میں پیا ہے جس سے نشہ ہو جائے اور یا یہ کہ آیا وہ مُسکر شراب ہے یا نہیں۔ امام طحاویؒ نے پہلا احتمال لکھا ہے اور کہا ہے کہ چونکہ اس نے اتنی تعداد میں پیا تھا جس سے نشہ ہو گیا۔ لہذا حد واجب ہوئی۔

سے جناب عمرؓ کے عدل و مساوات کا معیار معلوم ہوا کہ بیٹے کو سزا سے مستثنیٰ نہ کیا اور احادیث کے مطابق اسے خود حد لگائی۔

۱۵۷۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيلِيِّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اسْتَشَارَ فِي الْخَمْرِ يَشْرَبُهَا الرَّجُلُ. فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ. نَرَى أَنْ تَجْلِدَهُ ثَمَانِينَ. فَإِنَّهُ إِذَا شَرِبَ سَكِرَ. وَإِذَا سَكِرَ هَذَى. وَإِذَا هَذَى افْتَرَى. أَوْ كَمَا قَالَ. فَجَلَدَ عُمَرُ فِي الْخَمْرِ ثَمَانِينَ۔

ترجمہ: ثور بن زید دیلی سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے خمر کے متعلق مشورہ کیا کہ آدمی اسے پیئے تو کیا کریں۔ پس علی بن ابی طالبؓ نے ان سے کہا کہ ہماری رائے ہیں آپ اسے اسّی دُرّے (حد قذف) لگائیں۔ کیونکہ جب وہ شراب پیئے تو نشہ آتا ہے اور جب نشہ آئے تو بکواس کرتا ہے اور جب بکواس کرے تو بہتان لگاتا ہے یا جیسا کہ علیؓ نے کہا۔ پس حضرت عمرؓ نے شراب میں اسّی دُرّے حد لگائی۔ (حضورؐ سے یہ حد منصوص نہ تھی۔ لہٰذا مشورے کی ضرورت ہوئی اور اسّی پر اجماع ہو گیا یہ اثر موطائے محمدؒ میں بھی مروی ہے۔)

۱۵۷۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ حَدِّ الْعَبْدِ فِي الْخَمْرِ. فَقَالَ بَلَغَنِي أَنَّ عَلَيْهِ نِصْفَ حَدِّ الْحُرِّ فِي الْخَمْرِ. وَأَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، قَدْ جَلَدُوا عَبِيدَهُمْ نِصْفَ حَدِّ الْحُرِّ فِي الْخَمْرِ۔

ترجمہ: ابن شہابؒ سے خمر میں غلام کی حد کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ خمر میں اس پر آزاد کی حد سے نصف ہے اور حضرت عمر بن الخطابؓ، عثمان بن عفانؓ اور عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے غلاموں کو خمر میں آزاد سے نصف حد لگائی تھی۔

۱۵۷۷۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ مَا مِنْ شَيْءٍ إِلاَّ اللَّهُ يُحِبُّ أَنْ يُعْفَى عَنْهُ. مَا لَمْ يَكُنْ حَدًّا۔

قَالَ يَحْيَى: قَالَ مَالِكٌ: وَالسُّنَّةُ عِنْدَنَا، أَنَّ كُلَّ مَنْ شَرِبَ شَرَابًا مُسْكِرًا، فَسَكِرَ أَوْ لَمْ يَسْكَرْ، فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْحَدُّ۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعیدؒ نے سعید بن المسیبؒ کو کہتے سنا کہ حد کے سوا باقی سب گناہ معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ (یعنی گناہ کی پردہ پوشی بہتر ہے۔ جب تک موجب حد جرم حاکم تک نہ پہنچے اسے چھپانا مستحب ہے۔ حاکم کو جب معلوم ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ حد قائم کرے تاکہ لوگ جرائم پر دلیر نہ ہو جائیں۔ یہ مسئلہ پہلے گزر چکا ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ ہمارے نزدیک سنت یہ ہے کہ جس نے کوئی نشہ آور چیز پی ہو تو اسے نشہ ہو یا نہ ہو اس پر حد واجب ہے۔ (خمر کی حد تو متفق علیہ ہے۔ باقی شرابوں کی حرمت پر بھی اتفاق ہے۔ مگر حد میں ابو حنیفہؒ کا اختلاف ہے جیسا کہ اوپر گزر رہا۔)

۲۔ بَابُ مَا يُنْهَىٰ أَنْ يُنْبَذَ فِيهِ

جن برتنوں میں نبیذ بنانا ممنوع ہے

۱۵۷۸۔ حَدَّثَنِي يَحْيَىٰ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: فَأَقْبَلْتُ نَحْوَهُ. فَانْصَرَفَ قَبْلَ أَنْ أَبْلُغَهُ. فَسَأَلْتُ مَاذَا قَالَ؟ فَقِيلَ لِي: نَهَىٰ أَنْ يُنْبَذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض غزوات میں لوگوں سے خطاب فرمایا۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ میں (خطبے کی خبر سُن کر) آپ کی طرف گیا مگر آپ میرے آنے سے پہلے فارغ ہو چکے تھے۔ میں نے لوگوں سے کہ حضورؐ نے کیا فرمایا ہے؟ مجھ کو بتایا گیا کہ آپ نے کدو اور روغنِ قار ملے ہوئے مٹکے میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (یہ حدیث موطائے امام محمدؒ کے بَابُ نَبِيذِ الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ میں مروی ہے۔)

شرح: صحاح کی اور احادیث میں ان دو کے علاوہ حنتم (مٹکے) مُقَيَّر (مزفت) نقیر (کھجور کی کھوکھلی لکڑی) میں بھی نبیذ بنانے اور ان برتنوں کو عام طور پر استعمال کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ یہ نہی حرمتِ خمر کے بعد ہوئی تھی۔ اور چونکہ ان برتنوں میں شراب بنائی یا رکھی جاتی تھی۔ لہٰذا بطور سدِّ ذرائع ان کے استعمال سے بھی روک دیا گیا۔ بعد میں یہ نہی نرم کر دی گئی تھی۔

۱۵۷۹۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَىٰ أَنْ يُنْبَذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کدو اور روغن قار ملے ہوئے مٹکے میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا (یہ حدیث موطائے امام محمدؒ کے مذکورہ بالا باب میں مروی ہے۔)

شرح: صحیحین کی حدیثِ ابن عباسؓ میں کدو اور مزفت اور حنتم اور نقیر کے استعمال کی ممانعت ہے۔ موطا کی احادیث صرف کدو اور مزفت کا ذکر ہے۔ صحیح یہی ہے کہ ان سب کی ممانعت بعد میں ختم ہو گئی تھی۔ تفصیل فضل المعبود میں ہے۔

۳۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ أَنْ يُنْبَذَ جَمِيعًا

جن دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانا مکروہ ہے

۱۵۸۰۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَىٰ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَىٰ أَنْ يُنْبَذَ الْبُسْرُ وَالرُّطَبُ جَمِيعًا، وَالتَّمْرُ وَالزَّبِيبُ جَمِيعًا۔

ترجمہ: عطا بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بُسر اور رُطب کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا اور کھجور

اور کِشمِش ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔ (امام محمدؒ نے موطا کے باب الخلیطین میں اس حدیث کو روایت کیا۔)
شرح: امام نوویؒ نے اس کا سبب اہل علم کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ ملا کر نبیذ بنانے سے اس میں جلدی نشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور پینے والا بعض دفعہ سمجھتا ہے کہ یہ حدِّ سُکر کو نہیں پہنچی۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہوتا ہے۔

۱۵۸۱۔ وَحَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الثِّقَةِ عِنْدَهُ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحُبَابِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِی قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُشْرَبَ التَّمْرُ وَالزَّبِيبُ جَمِيعًا، وَالزَّهْوُ وَالرُّطَبُ جَمِيعًا.
قَالَ مَالِكٌ: وَهُوَ الْأَمْرُ الَّذِی لَمْ يَزَلْ عَلَيْهِ أَهْلُ الْعِلْمِ بِبَلَدِنَا. أَنَّهُ يُكْرَهُ ذٰلِكَ لِنَهْيِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ.

ترجمہ: ابو قتادہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور اور کِشمِش کو اکٹھے پینے سے اور زہو اور رُطب کو اکٹھا پینے سے منع فرمایا ہے۔ (یہ حدیث موطائے محمدؒ میں بھی باب الخلیطین میں مروی ہے۔)
مالکؒ نے کہا کہ ہمارے شہر کے اہل علم ہمیشہ اسی پہ رہے ہیں کہ ایسا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کے باعث ممنوع ہے۔

۴۔ بَابُ تَحْرِيمِ الْخَمْرِ

تحریم خمر کا باب

۱۵۸۲۔ وَحَدَّثَنِی يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِی سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِتْعِ؟ فَقَالَ: كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ.

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مکرمہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بتع (شہد کی شراب) کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، ہر مشروب جو نشہ آور ہو حرام ہے۔ (موطائے امام محمدؒ میں یہ حدیث باب شرب البتع میں ہے۔)
شرح: نشہ آور مشروب (بلکہ ہر نشہ آور چیز) کی حرمت پر تو سب کا اتفاق ہے۔ اختلاف حد میں ہے کہ آیا خمر (شیرۂ انگور) کے علاوہ کسی اور شراب کے پینے سے حد واجب ہے یا نہیں ہے۔ میرے خیال میں یہ محض ایک علمی اور قانونی اختلاف ہے۔ ورنہ سب متاخرین حنفیہ اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کے ہمنوا ہیں کہ مسکر کے استعمال سے حد واجب ہے۔ مولانا عبدالحیؒ لکھنوی نے موطائے امام محمدؒ کے حاشیے التعلیق الممجد میں اس کی صراحت کی ہے۔

۱۵۸۳۔ وَحَدَّثَنِی عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سُئِلَ عَنِ الْغُبَيْرَاءِ؟ فَقَالَ "لَا خَيْرَ فِيهَا" وَنَهَى عَنْهَا.

قَالَ مَالِكٌ: فَسَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ، مَا الْغُبَيْرَاءُ؟ فَقَالَ: هِيَ الْأُسْكُرْكَةُ.

ترجمہ: عطا بن یسارؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غُبیراء کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی خیر نہیں اور آپ نے اس سے منع فرمایا۔ مالکؒ نے کہا کہ میں نے زید بن اسلم سے پوچھا کہ غبیراء کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ وہ سکرکہ ہے۔ (یہ حدیث مؤطائے امام محمدؒ کے باب شرب البتع والغبیراء وغیرذالک میں مروی ہے۔)

شرح: غُبیرا کا معنی اسکرکہ مالکؒ نے روایت کیا۔ مگر لفظ اور معنی میں کافی اختلاف ہے۔ اس کی شرح میں جوار کی شراب جیسی شراب اور چاول کی شراب منقول ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ ایک حبشی زبان کا لفظ ہے۔

۱۵۸۴۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا، حُرِمَهَا فِي الْآخِرَةِ".

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے خمر کو دنیا میں پیا، پھر اس سے توبہ نہ کی تو اسے آخرت میں اس سے (جنت کی شراب) سے محروم رکھا جائے گا۔ (یعنی اس فعل کی سزا یہ ہے کہ اسے جنت میں داخلہ نہ ملے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے یا شفاعت سے معافی مل جائے یا کسی اور اچھے عمل کے باعث معاملہ رفع دفع ہو جائے۔ توبہ کی صورت میں گناہ کی معافی ایک مسلمہ اسلامی قاعدہ ہے۔)

۵۔ بَابُ جَامِعِ تَحْرِيمِ الْخَمْرِ

شراب کی حرمت کے مختلف مسائل

۱۵۸۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنِ ابْنِ وَعْلَةَ الْمِصْرِيِّ، أَنَّهُ سَأَلَ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عَبَّاسٍ عَمَّا يُعْصَرُ مِنَ الْعِنَبِ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَهْدَى رَجُلٌ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاوِيَةَ خَمْرٍ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ اللهَ حَرَّمَهَا؟" قَالَ: لَا- فَسَارَّهُ رَجُلٌ إِلَى جَنْبِهِ. فَقَالَ لَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بِمَ سَارَرْتَهُ؟" فَقَالَ: أَمَرْتُهُ أَنْ يَبِيعَهَا فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ الَّذِي حَرَّمَ شُرْبَهَا، حَرَّمَ بَيْعَهَا" فَفَتَحَ الرَّجُلُ الْمَزَادَتَيْنِ. حَتَّى ذَهَبَ مَا فِيهِمَا.

ترجمہ: ابو وعلہ مصری نے عبداللہ بن عباسؓ سے انگور کے شیرے کے متعلق پوچھا تو ابن عباسؓ نے کہا کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خمر کی ایک مشک تحفہ میں دی، تو حضورؐ نے فرمایا، کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کیا ہے؟ ابن عباس

نے کہا کہ اس شخص کے پہلو میں ایک آدمی تھا، جس نے اس سے سرگوشی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تُو نے اس کے ساتھ کیا سرگوشی کی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اسے کہا ہے کہ اسے بیچ ڈالے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اس کا پینا حرام کیا ہے، اُس نے اس کی بیع بھی حرام کی ہے۔ اس پر اس آدمی نے دونوں چمڑے برتنوں کا منہ کھول دیا، حتیٰ کہ ان کی ساری شراب بہ گئی۔ (یہ حدیث مؤطائے امام محمدؒ میں بَابُ تَحْرِیْمِ الْخَمْرِ الخ میں مروی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ جس چیز کا پینا ناجائز ہے مثلاً خمر یا نشہ آور مشروب وغیرہ، اس کی بیع بھی ناجائز ہے، اور نہ اس کی قیمت کا استعمال درست ہے۔

۱۵۸۶- وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهٗ قَالَ: كُنْتُ أَسْقِیْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ. وَأَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِیَّ. وَأُبَیَّ بْنَ كَعْبٍ. شَرَابًا مِنْ فَضِيْخٍ وَتَمْرٍ. قَالَ فَجَاءَهُمْ اٰتٍ فَقَالَ: إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ. فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: يَا أَنَسُ. قُمْ إِلٰى هٰذِهِ الْجِرَارِ فَاكْسِرْهَا. قَالَ فَقُمْتُ إِلٰى مِهْرَاسٍ لَنَا. فَضَرَبْتُهَا بِأَسْفَلِهٖ حَتّٰى تَكَسَّرَتْ.

ترجمہ: انس بن مالکؓ نے کہا کہ میں ابوعبیدہ بن الجراحؓ، ابوطلحہ انصاریؓ اور اُبی بن کعبؓ کو کوٹے ہوئے پھلوں کی شراب پلا رہا تھا۔ انس نے کہا کہ کوئی آنے والا آیا اور کہا کہ شراب حرام ہو گئی۔ پس ابوطلحہؓ نے کہا اے انسؓ اٹھو اور ان شراب کے مٹکوں کو توڑ دو۔ انسؓ نے کہا کہ میں نے ایک موسل لیا، جو ہمارے ہاں تھا اور اس کا نچلا حصہ مٹکوں پر مارا۔ حتیٰ کہ وہ ٹوٹ گئے۔ (یہ حدیث موطائے محمدؒ میں مروی ہے۔)

امام محمدؒ نے کہا کہ ہمارے ہاں نقیع مکروہ ہے اور اس کا پینا جائز نہیں، خواہ بُسر سے ہو یا کشمش سے یا کھجور سے۔ اور یہی ابوحنیفہ کا قول ہے، جب کہ وہ نشیلی ہو جائے۔

۱۵۸۷- وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ وَاقِدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَنَّهٗ أَخْبَرَهٗ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ الْأَنْصَارِیِّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِيْنَ قَدِمَ الشَّامَ شَكَا إِلَيْهِ أَهْلُ الشَّامِ وَبَاءَ الْأَرْضِ وَثِقَلَهَا. وَقَالُوْا: لَا يُصْلِحُنَا إِلَّا هٰذَا الشَّرَابُ. فَقَالَ عُمَرُ: اشْرَبُوْا هٰذَا الْعَسَلَ. قَالُوْا لَا يُصْلِحُنَا الْعَسَلُ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ: هَلْ لَكَ أَنْ نَجْعَلَ لَكَ مِنْ هٰذَا الشَّرَابِ شَيْئًا لَا يُسْكِرُ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَطَبَخُوْهُ حَتّٰى ذَهَبَ مِنْهُ الثُّلُثَانِ وَبَقِیَ الثُّلُثُ. فَأَتَوْا بِهٖ عُمَرَ. فَأَدْخَلَ فِيْهِ عُمَرُ إِصْبَعَهٗ. ثُمَّ رَفَعَ يَدَهٗ. فَتَبِعَهَا يَتَمَطَّطُ. فَقَالَ: هٰذَا الطِّلَاءُ. هٰذَا مِثْلُ طِلَاءِ الْإِبِلِ. فَأَمَرَهُمْ عُمَرُ أَنْ يَشْرَبُوْهُ. فَقَالَ لَهٗ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ:

اَحْلَلْتَهَا وَاللّٰهِ۔ فَقَالَ عُمَرُ: كَلَّا وَاللّٰهِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَا اُحِلُّ لَهُمْ شَيْئًا حَرَّمْتَهٗ عَلَيْهِمْ۔ وَلَا اُحَرِّمُ عَلَيْهِمْ شَيْئًا اَحْلَلْتَهٗ لَهُمْ۔

ترجمہ: محمود بن لبید انصاری سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضؓ جب شام میں گئے تو اہل شام نے ان سے اس سرزمین کی وبا اور پانی کے بوجھل ہونے کی شکایت کی اور کہا کہ ہمیں صرف یہ شراب ہی درست رکھ سکتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شہد پیا کرو۔ انہوں نے کہا کہ شہد ہمیں راس نہیں آتا۔ اس علاقے کے ایک شخص نے کہا کہ کیا آپ ہمارے لیۓ اس انگور کا مشروب میں سے کوئی چیز بنا سکتے ہیں جو نشہ آور نہ ہو، جو نشہ آور نہ ہو؟ حضرت عمر نے فرمایا کہ ہاں۔ پس انہوں نے اسے پکایا حتٰی کہ ۲/۳ جاتا رہا اور ۱/۳ باقی رہ گیا اور اسے حضرت عمرؓ کے پاس لے گئے۔ پس حضرت عمرؓ نے اس میں انگلی ڈالی پھر اپنا ہاتھ اُٹھایا تو مطبوخ لیس دار ہونے کی وجہ سے انگلی کے ساتھ اوپر اُٹھ آیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ طلاء ہے جو خارش زدہ اُونٹ کو ملنے کے طلا کی مانند ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ اسے پیئو۔ عبادہ بن صامتؓ نے حضرت عمر سے کہا کہ واللہ آپ نے ان کے لئے شراب کو حلال کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا، ہرگز نہیں واللہ! اے اللہ میں ان کے لئے کوئی چیز حلال نہیں کر رہا جسے تُو نے ان پر حرام کیا ہے۔ اور نہ کوئی چیز حرام کر رہا ہوں جو تُو نے ان کے لئے حلال کی ہے۔ (امام محمدؒ نے یہ اثر بابُ نبیذ الطلا میں روایت کیا ہے۔)

شرح: یہ مشروب جو اس شامی نے بنایا تھا، مُسکر نہ تھا۔ اس لئے حضرت عمر نے اس کی اجازت دی۔ امام محمدؒ نے اسے نبیذ الطلاء کہا ہے جس سے ظاہر ہے کہ نبیذ تھی نہ کہ شراب۔ امام محمدؒ نے اس اثر پر لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ نبیذ طلا میں کوئی حرج نہیں، جس کا ۲/۳ جاتا رہے۔ اور ۱/۳ باقی رہے۔ اور وہ نشہ آور نہ رہے۔ لیکن ہر خالص نشہ آور چیز میں خیر نہیں۔ یعنی اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے کہ یہ طلاء مسکر نہیں تھا۔ ورنہ حضرت عمرؓ اس کی اجازت نہ دیتے۔ طلائے مثلث امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مطلقاً حلال ہے۔ بشرطیکہ پینے والا اتنی مقدار میں نہ پیئے کہ نشہ ہو جائے۔ امام محمدؒ اس مسئلہ میں جمہور کے ساتھ ہیں کہ اگر یہ طلا مُسکر ہو، خواہ پینے والے کو نشہ ہو یا نہ ہو، حرام ہے۔ اس مسئلہ کی گہرائی کو بے سمجھ لوگوں نے بازیچہ اطفال بنا کر حنفیہ پر سب وشتم کی بوچھاڑ کی ہے۔ کاش وہ بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔

۱۵۸۸۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رِجَالًا مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ قَالُوْا لَهٗ: يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ۔ اِنَّا نَبْتَاعُ مِنْ ثَمَرِ النَّخْلِ وَالْعِنَبِ۔ فَنَعْصِرُهٗ خَمْرًا فَنَبِيْعُهَا۔ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ: اِنِّیْ اُشْهِدُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتَهٗ وَمَنْ سَمِعَ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔ اَنِّیْ لَا اٰمُرُكُمْ اَنْ تَبِيْعُوْهَا۔ وَلَا تَبْتَاعُوْهَا۔ وَلَا تَعْصِرُوْهَا۔ وَلَا تَشْرَبُوْهَا۔ وَلَا تَسْقُوْهَا۔ فَاِنَّهَا رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ۔

ترجمہ: کچھ عراقی لوگوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن! ہم کھجور اور انگور کا پھل خریدتے، ان کی شراب نچوڑتے اور اسے فروخت کرتے ہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا، میں تم پر اللہ، اس کے فرشتوں اور جنوں اور انسانوں میں سے میری بات سننے

والوں کو گواہ بناتا ہوں۔ میں تمہیں یہ حکم نہیں دیتا ہوں کہ اسے بیچو یا خریدو یا نچوڑو یا پیو یا پلاؤ۔ کیونکہ وہ پلید ہے شیطانی کام ہے۔ (موطا امام محمد میں یہ اثر باب تحریم الخمر الخ میں مروی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ جن مشروبوں اور نشہ آور چیزوں کا استعمال ناجائز ہے۔ اور ان کی رقم کھانا ناجائز نہیں ہے۔

كِتَابُ الْجَامِعِ

١۔ بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَدِينَةِ وَأَهْلِهَا

مدینہ اور اہل مدینہ کے لئے دعا کا باب

۱۵۸۹۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ:

حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مِكْيَالِهِمْ. وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ" يَعْنِي أَهْلَ الْمَدِينَةِ۔

ترجمہ: انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اللہ ان کے لئے (مدینہ والوں کے لئے) ان کے ناپ میں برکت دے اور ان کے صاع اور مُد میں برکت عطا فرما۔ آپ کی مراد اہل مدینہ تھی۔

شرح: مدینہ منورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ ہے یہیں آپ نے زندگی کے آخری دس سال گزارے اور یہی شہر مرکز اسلام بنا۔ ہجرت سے قبل اس کی آب و ہوا باہر والوں کے لئے ناموافق تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے لئے کئی خصوصی دعائیں کی تھیں۔ جن میں سے ایک اسی حدیث میں ہے۔ مُد اور صاع دونوں ناپنے کے آلے تھے۔ اور مکیال کا معنیٰ بھی ناپنے کا آلہ ہے۔ دعا میں پہلے عموم اور پھر خصوص پایا جاتا ہے

۱۵۹۰۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا أَوَّلَ الثَّمَرِ جَاءُوا بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَإِذَا أَخَذَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثَمَرِنَا. وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا. وَبَارِكْ

لَنَا فِي صَاعِنَا۔ وَبَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ عَبْدُكَ وَخَلِيْلُكَ وَنَبِيُّكَ۔ وَاِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ۔ وَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ لِلْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ بِهٖ لِمَكَّةَ، وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ" ثُمَّ يَدْعُوْ اَصْغَرَ وَلِيْدٍ يَرَاهُ۔ فَيُعْطِيْهِ ذٰلِكَ الثَّمَرَ۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ نے کہا کہ لوگ جب پہلا پھل دیکھتے (اتارتے) تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا کرتے تھے۔ آپ جب اسے پکڑتے تو یوں دعا کرتے، اے اللہ ہمارے لئے ہمارے پھل میں برکت دے اور ہمارے لئے شہر میں برکت دے اور ہمارے لئے ہمارے صاع میں برکت دے اور ہمارے لئے ہمارے مُد میں برکت دے۔ اے اللہ ابراہیمؑ تیرا بندہ اور تیرا دوست اور تیرا نبی تھا اور میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ اس نے تجھ سے مکّہ کے لئے دُعا کی تھی اور میں تجھ سے مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں جیسی کہ اس نے تجھ سے مکّہ کے لئے دعا کی تھی اور اس جیسی اس کے ساتھ اور بھی۔ پھر اس دعا سے فارغ ہو کر وہاں موجود بچوں میں سے سب سے چھوٹے بچے کو بلاتے اور اسے وہ پھل عطا فرماتے۔

شرح: حضورؐ کے سینۂ اطہر سے اُبلی ہوئی اور لب ہائے مبارک ومقدس سے نکلی ہوئی ان دعاؤں کا واضح اثر آج ڈیڑھ ہزار برس کے بعد بھی اس مقدس سرزمین میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِيْ سُكْنَى الْمَدِيْنَةِ وَالْخُرُوْجِ مِنْهَا

مدینہ کی سکونت اور وہاں سے نکلنے کا بیان

۱۵۹۱۔ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ قَطَنِ بْنِ وَهْبِ بْنِ الْاَجْدَعِ، اَنَّ يُحَنِّسَ مَوْلَى الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ اَخْبَرَهُ، اَنَّهُ كَانَ جَالِسًا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فِي الْفِتْنَةِ۔ فَاَتَتْهُ مَوْلَاةٌ لَهُ تُسَلِّمُ عَلَيْهِ۔ فَقَالَتْ: اِنِّيْ اَرَدْتُ الْخُرُوْجَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ۔ اِشْتَدَّ عَلَيْنَا الزَّمَانُ۔ فَقَالَ لَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: اُقْعُدِيْ لُكَعُ۔ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "لَا يَصْبِرُ عَلٰى لَاْوَائِهَا وَشِدَّتِهَا اَحَدٌ، اِلَّا كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا اَوْ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: یُحنّس مولائے زبیر بن العوّام نے بتایا کہ وہ فتنہ (واقعہ حرّہ) کے زمانے میں عبداللہ بن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کی ایک آزاد کردہ لونڈی نے آ کر سلام کیا اور کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن! میں یہاں سے چلی جانا چاہتی ہوں۔ ہم پر ہر زمانہ کی شدت وارد ہو گئی ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ نے اس سے کہا، بیٹھی رہ کمینی! کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا تھا، مدینہ کے فقر و فاقہ پر اور اس کی شدّت پر جو صبر کرے گا، میں قیامت کے دن اس کے لئے گواہ دیا فرمایا سفارشی بنوں گا۔

شرح: یزید بن معاویہؓ کے دورِ حکومت میں مدینہ میں شدید فتنہ و فساد ہوا تھا۔ حکومت کی فوجوں نے اہل مدینہ پر شدید مظالم توڑے تھے۔ یہ اس دور کا واقعہ ہے۔ حدیث کے آخر میں جو "یا سفارشی" کا لفظ ہے، یہ غالباً کسی نیچے کے راوی کا شک ظاہر کرتا ہے کہ اسے اپنے استاد سے کون سا لفظ پہنچا تھا۔ شہید کا یا شفیع کا۔ قاضی عیاضؒ نے کہا کہ یہ لفظ خود حدیث مرفوع کا حصّہ ہے اور حضورؐ کی مراد یہ ہے کہ بعض اہل مدینہ کے لئے میں قیامت کو ایمان و عمل اور صبر و ثبات کی شہادت دوں گا۔ اور بعض جو شفاعت کے حقدار ہوں گے، ان کی شفاعت کروں گا۔

۱۵۹۲۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ. فَأَصَابَ الْأَعْرَابِيَّ وَعْكٌ بِالْمَدِينَةِ فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَقِلْنِي بَيْعَتِي. فَأَبَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ: أَقِلْنِي بَيْعَتِي. فَأَبَى. ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ: أَقِلْنِي بَيْعَتِي. فَأَبَى. فَخَرَجَ الْأَعْرَابِيُّ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّمَا الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ. تَنْفِي خَبَثَهَا. وَيَنْصَعُ طِيبُهَا"۔

ترجمہ: جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک بدّو نے اسلام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور اس بدّو کو مدینہ میں بخار ہو گیا۔ پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور بولا یا رسول اللہؐ میری بیعت واپس لے لیجئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے انکار فرمایا۔ وہ پھر آپ کے پاس آیا اور کہا میری بیعت واپس لیجئے۔ حضورؐ نے انکار فرمایا۔ وہ پھر آیا اور کہا کہ میری بیعت واپس لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے انکار فرمایا۔ وہ اعرابی اس کے باوجود وہاں سے نکل گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ بھٹی کی طرح ہے جو میل کچیل کو نکال دیتا ہے اور کھرے سونے کو پاک صاف کر کے چمکا دیتا ہے۔ (یہ حدیث موطائے امام محمدؒ کے بابُ فَضْلِ الْمَدِینَۃِ میں مروی ہے۔)

شرح: جو شخص تقاضائے حق سے مدینہ میں وارد ہوا، اس کا فرض تھا کہ وہاں کی شدت اور فقر و فاقہ پر صبر کرے۔ مصائب و آلام تو ہر جگہ آ سکتے ہیں۔ مخلص مسلمان ذرا سی تکلیف سے گھبرا کر حضورؐ کی ہمسائگی کو ترک نہیں کر سکتا۔ وہ صحرائی آدمی بار بار بیعت واپس کرنے آتا تھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے دل میں اسلام کی خاطر مطلوبہ خلوص نہ تھا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے میل کچیل سے تشبیہ دی۔

۱۵۹۳۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ قَالَ، سَمِعْتُ أَبَا الْحُبَابِ سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى. يَقُولُونَ: يَثْرِبُ. وَهِيَ الْمَدِينَةُ. تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ

خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔

ترجمہ: سعید بن یسار نے ابوہریرہؓ کو کہتے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے ایک بستی میں ہجرت کا حکم ملا جو دوسری بستیوں کو کھا جائے گی۔ (ان پر غالب آ جائے گی) اسے یثرب کہتے ہیں۔ مگر وہ المدینہ ہے۔ وہ لوگوں کو اس طرح چھانٹ دے گی جس طرح بھٹی لوہے کی میل کچیل کو چھانٹ دیتی ہے۔

۱۵۹۴۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَخْرُجُ اَحَدٌ مِنَ الْمَدِيْنَةِ رَغْبَةً عَنْهَا، اِلَّا اَبْدَلَهَا اللّٰهُ خَيْرًا مِنْهُ"۔

ترجمہ: عروہؒ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو ناپسندیدگی کی بنا پر مدینہ سے نکل جائے، اللہ تعالیٰ مدینہ کو اس سے بہتر باشندہ دے دیتا ہے۔

شرح: اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی ضرورت اور شرعی اجازت سے مدینہ کو چھوڑنے والا اس حدیث کا مصداق نہیں ہے۔

۱۵۹۵۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَبِيْ زُهَيْرٍ، اَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "تُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبِسُّوْنَ۔ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ۔ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ وَتُفْتَحُ الشَّامُ۔ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبِسُّوْنَ۔ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ۔ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ وَتُفْتَحُ الْعِرَاقُ۔ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبِسُّوْنَ۔ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ۔ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ"۔

ترجمہ: سُفیان بن ابی زہیرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، یمن فتح ہوگا اور لوگ تیزی سے چلے جائیں گے اور اپنے اہل وعیال کو بھی اور اپنے ماتحتوں کو بھی ساتھ لے جائیں گے۔ اور اگر وہ جانیں تو مدینہ ان کے لئے بہتر ہوگا۔ اور شام فتح ہوگا اور لوگ تیزی سے وہاں چلے جائیں گے اور اپنے اہل وعیال اور ماتحتوں کو بھی ساتھ لے جائیں گے اور اگر ان کو علم ہو تو مدینہ ان کے لئے بہتر ہوگا۔ اور عراق فتح ہوگا اور کچھ لوگ وہاں تیزی سے چلے جائیں گے اور اپنے گھر والوں اور ماتحتوں کو بھی لے جائیں گے اور اگر انہیں علم ہو تو مدینہ ان کے لئے بہتر ہوگا۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ ممالک فتح ہوئے اور کچھ لوگ ان میں جا کر رہائش پذیر ہو گئے۔ مدینہ منورہ مہبطِ وحی، مہبطِ برکات اور مسکنِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی وجہ سے تمام دنیا کے شہروں سے بہتر اور افضل ہے۔ امام مالکؒ وغیرہ علما نے تو اسے مکّہ سے بھی افضل مانا ہے۔)

۱۵۹۶۔ وَحَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ حِمَاسٍ، عَنْ عَمِّهِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَتُتْرَكَنَّ الْمَدِيْنَةُ عَلٰى اَحْسَنِ مَا كَانَتْ. حَتّٰى يَدْخُلَ الْكَلْبُ اَوِالذِّئْبُ فَيُغَذِّيْ عَلٰى بَعْضِ سَوَارِي الْمَسْجِدِ. اَوْعَلَى الْمِنْبَرِ" فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. فَلِمَنْ تَكُوْنُ الثِّمَارُ ذٰلِكَ الزَّمَانُ؟ قَالَ "لِلْعَوَافِيْ. الطَّيْرِ وَالسِّبَاعِ".

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مدینہ کو بہترین حالت میں چھوڑا جائے گا حتیٰ کہ کتا اور بھیڑیا اس میں داخل ہوگا اور مسجد کے بعض ستونوں پر پیشاب کرے یا منبر پر۔ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ اس پھلوں کا کا کیا ہوگا؟ فرمایا خوراک تلاش کرنے والے پرندوں کو درندوں کے لیئے۔ (بقول امام نوویؒ یہ واقعہ آخری زمانے میں قرب قیامت کے وقت پیش آئے گا۔ بعض اہل علم کے نزدیک یہ واقعہ حرہ کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۵۹۷۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ حِيْنَ خَرَجَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ الْتَفَتَ اِلَيْهَا. فَبَكٰى. ثُمَّ قَالَ: يَا مُزَاحِمُ. اَتَخْشٰى اَنْ تَكُوْنَ مِمَّنْ نَفَتِ الْمَدِيْنَةُ؟

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ جب مدینہ سے نکلے اور اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور روئے۔ پھر کہا کہ اے مزاحم کیا تجھے ڈر ہے کہ ہم ان لوگوں میں سے ہوں، جنہیں مدینہ نے نکال باہر کیا ہے؟ (یعنی جیسا کہ پچھلی حدیثوں میں گزرا کہ مدینہ میل کچیل کو یوں نکال پھینکتا ہے جیسے کہ بھٹی اپنے میل کچیل کو نکال دیتی ہے۔)

شرح: یہ عبدالملک بن مروان کا زمانہ تھا۔ عمرؒ کو ان کے والد نے تحصیل علم کے لئے مدینہ بھیجا تھا۔ عبدالعزیز کی وفات کے بعد عبدالملک نے انہیں دمشق بلایا اور اپنی لڑکی فاطمہ کی شادی ان سے کی۔ پھر ولید بن عبدالملک کے دور میں عمرؒ مدینہ کے حاکم ہوئے اور تقریباً سات سال وہاں رہے۔ یہ قول شاید اس وقت کا ہے جب کہ گورنری کا دور ختم ہونے کے بعد وہاں سے جا رہے تھے۔ مزاحم بن ابی مزاحم المکی حضرت عمر بن عبدالعزیز کا آزاد کردہ غلام تھا۔

۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِيْ تَحْرِيْمِ الْمَدِيْنَةِ

مدینہ کی حرمت قائم کرنے کا باب

امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک حدودِ مدینہ میں شکار کرنا، درخت کاٹنا اور گھاس کھودنا اسی طرح حرام ہے جس طرح کہ مکہ کی حدود حرم میں۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ ادب و احترام مسلّم لیکن اس کے احکام وہ نہیں جو حدودِ حرم مکہ کے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حرمت و وضاحت فرماتے جس طرح کہ حرم مکہ کے بارے میں فرمایا تھا۔ سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، ابو یوسفؒ اور محمد بن الحسنؒ کا بھی یہی قول ہے اور جن احادیث میں مدینہ کے درختوں کو کاٹنے کی ممانعت ہے۔ ان سے مراد یہ ہے کہ مدینہ کی رونق اور زیب و زینت قائم رکھی جائے تاکہ اس کے باشندے اور باہر سے آنے والے اس سے مانوس ہوں۔ در نہ صحیح احادیث میں انس بن مالکؓ کے بھائی ابوعمیر کے لئے ایک چڑیا کو پنجرے میں بند رکھنا اور اس کی موت پر بچے کا پریشان ہونا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ثابت ہے کہ یَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ۔

۱۵۹۸ - حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ. فَقَالَ: "هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ. اَللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ. وَأَنَا أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا".

ترجمہ: انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے اُحد پہاڑ کو دیکھا تو فرمایا، یہ پہاڑ ہم سے پیار کرتا ہے اور ہم اس سے پیار کرتے ہیں۔ اے اللہ! ابراہیمؑ نے مکّہ کو محرّم ٹھیرایا تھا اور میں مدینہ کے دو پتھریلے اطراف کے درمیان کے علاقے کو محرّم قرار دیتا ہوں۔

شرح: اس حدیث کی بناپر امام مالکؒ اور شافعیؒ حرم مدینہ کے لئے انہی احکام کے قائل ہیں جو حرم مکّہ کے ہیں۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب اور ثوریؒ اور ابن المبارکؒ کے نزدیک حرم مدینہ کا ادب و احترام تو ضرور ہے لیکن شکار کرنے اور درخت وغیرہ کاٹنے کے احکام وہ نہیں جو حرم مکّہ کے ہیں۔ تشبیہ سے مراد فقط حرمت و ادب ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ شریعتِ ابراہیمیؑ میں جزائے صید کے وہ احکام نہ تھے جو امّتِ محمدیہ کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت بھی ہے۔ لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ ۱۶۔

۱۵۹۹ - وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: لَوْ رَأَيْتُ الظِّبَاءَ بِالْمَدِينَةِ تَرْتَعُ مَا ذَعَرْتُهَا. قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ".

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ سے روایت ہے کہ ابوہریرہؓ کہتے تھے، میں اگر ہرنوں کو مدینہ میں چرتے دیکھوں تو ان کو نہیں ڈراؤں گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مدینہ کے دو اطراف (حَرّدں) کے درمیان کا علاقہ باحرمت ہے۔

۱۶۰۰ - وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يُونُسَ بْنِ يُوسُفَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ وَجَدَ غِلْمَانًا قَدْ أَلْجَؤُوا ثَعْلَبًا إِلَى زَاوِيَةٍ. فَطَرَدَهُمْ عَنْهُ.

قَالَ مَالِكٌ: لَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: أَفِي حَرَمِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْنَعُ هٰذَا؟

ترجمہ: ابوایوب انصاریؓ نے چند لڑکوں کو پایا کہ انہوں نے ایک لومڑی کو ایک کونے میں دبکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ابوایوبؓ نے انہیں اس سے ہٹایا۔ مالکؒ نے کہا کہ میرے علم کے مطابق ابوایوبؓ نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں ایسا کام کیا جاتا ہے؟

۱۶۰۱ - وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ عَنْ رَجُلٍ، قَالَ دَخَلَ عَلَيَّ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَنَا

بِالْأَسْوَافِ. قَدِ اصْطَدْتُ نُهَسًا. فَأَخَذَهُ مِنْ يَدِي فَأَرْسَلَهُ.

ترجمہ: مالکؒ نے ایک شخص سے روایت کی کہ اس نے کہا، زید بن ثابتؓ میرے پاس آئے اور میں اس وقت اسواف نامی جگہ میں تھا اور ممولے جیسا ایک پرندہ شکار کیا تھا۔ پس زیدؓ نے اسے میرے ہاتھ سے پکڑا اور چھوڑ دیا۔ (امام مالکؒ نے جس شخص سے روایت کی ہے اس کا نام مسند احمد اور بیہقی میں شرحبیل بن سعد لکھا ہے۔)

۴۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي وَبَاءِ الْمَدِينَةِ

مدینہ کی وباء کا بیان

۱۶۰۲۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنَّهَا قَالَتْ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، وُعِكَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ. قَالَتْ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا فَقُلْتُ: يَا أَبَتِ كَيْفَ تَجِدُكَ؟ وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تَجِدُكَ؟ قَالَتْ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمَّى يَقُولُ:

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ　　　وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أُقْلِعَ عَنْهُ يَرْفَعُ عَقِيرَتَهُ فَيَقُولُ.

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً　　　بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلُ؟

وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ؟　　　وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيلُ؟

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ. فَقَالَ "اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ. كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ. وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ".

ترجمہ: حضرت عائشہ ام المؤمنین سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا، جب رسول اللہ صلی اللہ وسلم مدینہ میں آئے (یعنی ہجرت فرمائی) تو حضرت ابوبکرؓ اور بلالؓ کو بخار ہوگیا۔ عائشہؓ نے فرمایا کہ میں ان کے پاس گئی اور پوچھا ابا جان! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ اور اے بلالؓ! تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ اور ابوبکرؓ کو جب بخار ہوتا تو کہا کرتے تھے، ہر شخص کو اس کے گھر میں صبح بخیر کہا جاتا ہے حالانکہ موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی قریب ہے۔ اور بلالؓ کا بخار جب اترتا تو با آواز بلند یوں فرماتے

تھے۔ اے کاش مجھے معلوم ہوجاتا کہ میں کبھی مکہ کی وادی میں رات گزاروں گا اور میرے اردگرد اذخر اور جلیل کی بوٹیاں ہوں گی۔ اور کیا میں کسی دن مقام مجنّہ کے چشموں پر جاؤں گا اور کیا شامہ اور طفیل کے پہاڑ میرے لئے موجود ہوں گے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو آپ نے دعا کی۔ اے اللہ مدینہ کو ہمارے لئے محبوب بنا دے جیسے کہ ہمیں مکہ سے محبت ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ۔ اور اس کو وبا سے پاک کر دے۔ اور ہمارے لئے اس کے صاع اور مُد میں برکت دے۔ اور اس کا بخار یہاں سے منتقل فرما کر جُحفہ میں بھیج دے۔

شرح: نئے مقام کی آب وہوا ویسے بھی ناموافق ہوتی ہے جب تک کہ طبیعت کے ساتھ مل نہ جائے۔ اور مدینہ کا بخار تو قبل از ہجرت بہت مشہور تھا۔ انسان کو۔ بلکہ حیوان کو بھی۔ اپنے وطن سے پیار رہتا ہے اور نئی جگہ میں احساسِ بیگانگی ہوتا ہے۔ بلالؓ کے اشعار میں یہی چیز ظاہر ہے۔ بخار کی حالت میں اپنے پہلے وطن کی یاد ایک فطری امر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی چیزوں کو مدِّنظر رکھ کر یہ دُعا فرمائی تھی: جُحفہ کا مقام ان دنوں اعدائے اسلام کا مسکن تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے مواقع پر اعدائے اسلام کے لئے بیماری اور شدّت کی دُعا (عمومی دعا) جائز ہے: جُحفہ کا مقام اسی وقت سے وباؤں بالخصوص بخار کا مسکن ہے۔ وہاں پرندے تک بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مدینہ اس دُعا کے بعد وبائی بخار سے محفوظ ہو گیا تھا۔

۱۶۰۳۔ قَالَ مَالِكٌ:

وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: وَكَانَ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ يَقُولُ:

قَدْ رَأَيْتُ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهِ ۔۔۔ إِنَّ الْجَبَانَ حَتْفُهُ مِنْ فَوْقِهِ

ترجمہ: حضرت عائشہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا، عامر بن فہیرہؓ کہتے تھے۔ میں نے موت کو چکھنے سے پہلے اسے دیکھ لیا۔ بُزدل کی موت اس کے اوپر مُسلّط ہے۔ (یعنی موت سے مفر نہیں تو بُزدلی سے کیا حاصل؟)

شرح: عامر بن فہیرہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انھوں نے اسلام کی خاطر بڑی شدت برداشت کی تھی۔ یہ سفر ہجرت میں حضورؐ کے ساتھ تھے۔ ان کا یہ قول دراصل اُوپر کی حدیث کا ہی ایک حصّہ ہے۔ جسے امام مالکؒ نے منقطع روایت کیا ہے۔ ان کا یہ شعر ان کی شجاعت وجرأت کا آئینہ دار ہے۔

۱۶۰۴۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُجْمِرِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ. لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ وَلَا الدَّجَّالُ".

ترجمہ: ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مدینہ کے دروازوں اور اندر آنے کی جگہوں پر حفاظت کے لئے فرشتے مقرر ہیں۔ اس میں طاعون اور دجّال داخل نہ ہوں۔ (اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے طاعون کی وبا مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوئی اور اِن شاء اللہ تعالیٰ دجّال بھی داخل نہ ہو سکے گا۔)

۵۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي إِجْلَاءِ الْيَهُودِ مِنَ الْمَدِينَةِ

مدینہ سے یہود کی جلاوطنی کا بیان

ہجرت کے بعد مدینہ کے تین یہودی قبائل بنو قینقاع بنو نضیر اور بنو قریظہ سے تحریری معاہدہ ہوا تھا۔ یہودی مدینہ کی آبادی کا ایک اہم عنصر تھے اور تعلیم اور تجارت پر چھائے ہوئے تھے۔ ان قبائل نے ایک ایک کرکے معاہدہ توڑا پہلے بنو قینقاع اپنی خوشی سے جلاوطن ہوئے۔ جنگ بدر کے بعد بنو نضیر بھی جلاوطن کر دیئے گئے اور جنگ خندق کے بعد بنو قریظہ کا بھی صفایا کر دیا گیا۔ ۷ھ میں جنگ خیبر ہوئی، جہاں پر وہاں کے اصلی یہودیوں کے علاوہ مدینہ اور اطراف کے یہودی بھی جمع ہو گئے۔ اس خبیث قوم نے اسلام کو زک پہنچانے اور مسلمانوں کو دکھ دینے میں کبھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ان کا کردار ان کے موجودہ رویے سے بھی واضح ہے۔ خیبر کی فتح کے موقعہ پر یہودیوں نے التجا کی تھی کہ انہیں کاشت کار اور مزدور کی حیثیت سے ان کی آبادیوں میں رہنے دیا جائے۔ حضورؐ نے صراحت فرما دی تھی کہ تمہیں اس وقت تک یہاں رہنے دیا جائے گا، جب تک تمہاری طرف سے نقضِ عہد نہ ہو۔ ان کی شرارتیں اور سازشیں پھر بھی باقی رہیں۔ حتیٰ کہ جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں جزیرۂ عرب سے باہر نکال دیا۔

۱۶۰۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي حَكِيمٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَقُولُ: كَانَ مِنْ آخِرِ مَا تَكَلَّمَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ قَالَ "قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى. اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ. لَا يَبْقَيَنَّ دِينَانِ بِأَرْضِ الْعَرَبِ"۔

ترجمہ: عمر بن عبدالعزیز کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری باتوں میں سے ایک یہ تھی کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ سنو! سرزمینِ عرب میں دو دین ہرگز باقی نہ رہنے دیئے جائیں۔ (اس حدیث کا دوسرا حصہ موطائے امام محمدؒ کے بَابُ نُزُولِ اَہلِ الذِّمَّۃِ مَکَّۃَ وَالْمَدِینَۃَ الخ میں مروی ہے۔)

شرح: عقیدت و محبت میں غلو شرک کا مقدمہ ہے۔ پچھلے انبیاء کی امتوں میں یہ بیماری پیدا ہوئی اور نوبت کفر و شرک تک پہنچ گئی۔ یہود نے عزیرؑ کو، نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو جس طرح خدا اور خدا کا بیٹا بنایا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مشرکین مکہ نے بھی قوم نوحؑ کی پیروی میں نیک لوگوں کی قبروں کو پوجا اور پھر ان کے بت بنا کر پوجا کرنے لگے۔ فتح مکہ کے دن عین کعبہ کی عمارت سے جو بت نکالے گئے تھے، ان میں ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کے بت بھی تھے۔ جن کے ہاتھوں میں فال کے تیر تھے۔ لات ایک نیک شخص تھا۔ جو حاجیوں کے لئے حوضوں میں ستو گھول کر انہیں موسم حج میں پلاتا تھا۔ اس کی موت کے بعد اس کا بت بنا کر پوجا جانے لگا۔ غرض محبت و تعظیم میں غلو چونکہ شرک کا پیش خیمہ ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سدباب کیا اور اپنی قبر شریف کو سجدہ گاہ اور عبادت کا محل بنانے سے روکا۔ دوسرا حکم اس حدیث میں یہ دیا گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں دو دینوں کو (باہم) نہ رہنے دیا جائے۔ یعنی عرب مرکز اسلام ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ دنیا بھر میں دعوتِ اسلام دینا مسلمانوں پر فرض ہے۔ ایسا کرنا اس صورت میں ممکن تھا کہ مرکز اسلام کو کفر سے پاک کر دیا جائے۔ پچھلا تجربہ یہی بتاتا تھا کہ کفار (یہود و نصاریٰ) اگر ملکِ عرب میں خدانخواستہ کسی معتدبہ حیثیت سے رہے تو وہ اسلامی مقاصد کو کبھی بروئے کار نہ لانے دیں گے۔ پس مرکزِ دین کو کفر و عناد کی آلائشوں

سے پاک کرنا لازم ٹھیرا۔ ایک با اصول نظریاتی حکومت اپنے مرکز میں (بلکہ اگر وہ اشتراکی ہو تو اپنے ملک کی حدود میں) مخالفین کو ہرگز برداشت نہیں کرسکتی۔ غیر کاروبار، تجارت، ملازمت، سفارت وغیرہا اغراض کے لئے اسلامی علاقوں میں آجاسکتے ہیں۔ مگر انہیں عرب میں بالخصوص حجاز میں سکونت اختیار کرنے اور اسے وطن بنانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اس سلسلے کے بعض فرعی مسائل میں ائمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ جو ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

۱۶۰۶۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا يَجْتَمِعُ دِيْنَانِ فِیْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ"۔

ترجمہ: ابن شہاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جزیرۂ عرب میں دو دین جمع نہ ہوں گے۔

شرح: جزیرۂ عرب کی حدود وہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھیں۔ امام محمدؒ نے اوپر کی حدیث پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کام حضرت عمر بن الخطابؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اور یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال باہر کیا تھا۔ امام محمدؒ نے یہ بھی فرمایا کہ مکہ اور مدینہ اور ان کا ماحول جزیرۂ عرب میں سے ہے اور ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جزیرہ عرب میں دو دینوں کو باہم باقی نہ رہنے دیا جائے۔ پس عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کے باعث غیر مسلموں کو جزیرہ عرب سے نکال دیا تھا۔

۱۶۰۷۔ قَالَ مَالِكٌ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ، فَفَحَصَ عَنْ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ حَتّٰى اَتَاهُ الثَّلْجُ وَالْيَقِيْنُ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَجْتَمِعُ دِيْنَانِ فِیْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ" فَاَجْلٰى يَهُوْدَ خَيْبَرَ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَقَدْ اَجْلٰى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَهُوْدَ نَجْرَانَ وَفَدَكَ۔ فَاَمَّا يَهُوْدُ خَيْبَرَ فَخَرَجُوْا مِنْهَا لَيْسَ لَهُمْ مِنَ الثَّمَرِ وَلَا مِنَ الْاَرْضِ شَیْءٌ۔ وَاَمَّا يَهُوْدُ فَدَكَ فَكَانَ لَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ وَنِصْفُ الْاَرْضِ۔ لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ صَالَحَهُمْ عَلٰى نِصْفِ الثَّمَرِ وَنِصْفِ الْاَرْضِ فَاَقَامَ لَهُمْ عُمَرُ نِصْفَ الثَّمَرِ وَنِصْفَ الْاَرْضِ۔ قِيْمَةً مِنْ ذَهَبٍ وَوَرِقٍ وَاِبِلٍ وَحِبَالٍ وَاَقْتَابٍ۔ ثُمَّ اَعْطَاهُمُ الْقِيْمَةَ وَاَجْلَاهُمْ مِنْهَا۔

ترجمہ: ابن شہابؒ نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے چھان بین کی، حتیٰ کہ انہیں یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، "جزیرۂ عرب میں دو دین اکٹھے نہیں رہ سکتے"۔ پس انہوں نے خیبر کے یہود کو جلا وطن کردیا۔ (خیبر کے یہود کو ان کے گھروں اور زمینوں پر بطور کاشت کار اور کارکن ان کی درخواست پر رکھا گیا تھا۔ اور حضورؐ نے فرمایا تھا کہ جب تک مناسب ہوگا تمہیں رہنے کی اجازت ہوگی۔ اس سازشی خبیث قوم کی شرارتوں کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوا۔ اور انہوں نے عہد و پیمان کا کبھی پاس و لحاظ نہیں کیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ کو ایک چھت سے گرا کر شدید زخمی کردیا تھا۔ اہل اسلام کے پاس اب اپنے کارکن اور

مزدور کا فی ہو گئے تھے۔ لہٰذا یہود کو خیبر سے نکال دیا گیا۔)

امام مالکؒ نے کہا کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے نجران اور فدک کے یہود کو جلا وطن کر دیا تھا۔ جہاں تک خیبر کے یہود کا سوال ہے، وہ وہاں سے نکل گئے۔ انہیں پھلوں اور یا زمین کی کوئی قیمت کا معاوضہ نہیں ملا۔ فدک کے یہود کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ نصف پھلوں اور نصف زمین پر تھا۔ اس لئے انہیں جلا وطن کرتے وقت اس کی قیمت دی گئی۔ ان کے پھلوں اور زمین کی قیمت لگائی گئی۔ اور سونے چاندی، اونٹ، رسّیوں اور کجاووں کی صورت میں ادا کر کے انہیں جلا وطن کر دیا گیا۔ (یعنی جلاوطن کرتے وقت بھی ان پر زیادتی نہ کی گئی۔ بلکہ ان کے ساتھ حسب معاہدہ فیاضی کا سلوک روا رکھا گیا۔)

۷- بَابُ جَامِعِ مَا جَاءَ فِي أَمْرِ الْمَدِينَةِ

مدینہ کے بارے میں متفرق مسائل کا باب

۱۶۰۸- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ. فَقَالَ "هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ"۔

ترجمہ: عروہ سے روایت ہے کہ اُحد پہاڑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا یہ ایک پہاڑ ہے۔ جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ (اوپر یہ حدیث باب تحریم المدینہ میں موصولاً گزر رہی ہے اور یہاں مرسل آئی ہے پہاڑ کا محبت کرنا حقیقت پر بھی مبنی ہو سکتا ہے اور مجاز پر بھی۔ یہ الفاظ حضورؐ نے کئی بار سفر سے واپسی پر اُحد کو دیکھ کر فرمائے تھے۔ اس حدیث سے مدینہ کی ہر چیز سے محبت کا ثبوت ملتا ہے۔)

۱۶۰۹- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، أَنَّ أَسْلَمَ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ زَارَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَيَّاشٍ الْمَخْزُومِيَّ. فَرَأَى عِنْدَهُ نَبِيذًا وَهُوَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ. فَقَالَ لَهُ أَسْلَمُ: إِنَّ هٰذَا الشَّرَابَ يُحِبُّهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ. فَحَمَلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَيَّاشٍ قَدَحًا عَظِيمًا. فَجَاءَ بِهِ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَوَضَعَهُ فِي يَدَيْهِ. فَقَرَّبَهُ عُمَرُ إِلَى فِيهِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ. فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ هٰذَا الشَّرَابَ طَيِّبٌ. فَشَرِبَ مِنْهُ. ثُمَّ نَاوَلَهُ رَجُلًا عَنْ يَمِينِهِ. فَلَمَّا أَدْبَرَ عَبْدُ اللهِ، نَادَاهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: أَأَنْتَ الْقَائِلُ لَمَكَّةُ خَيْرٌ مِنَ الْمَدِينَةِ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ فَقُلْتُ هِيَ حَرَمُ اللهِ وَأَمْنُهُ وَفِيهَا بَيْتُهُ. فَقَالَ عُمَرُ: لَا أَقُولُ فِي بَيْتِ اللهِ وَلَا فِي حَرَمِهِ شَيْئًا. ثُمَّ قَالَ عُمَرُ: أَأَنْتَ الْقَائِلُ لَمَكَّةُ خَيْرٌ مِنَ الْمَدِينَةِ؟ قَالَ: فَقُلْتُ هِيَ حَرَمُ اللهِ وَأَمْنُهُ وَفِيهَا بَيْتُهُ. فَقَالَ عُمَرُ: لَا أَقُولُ فِي حَرَمِ اللهِ وَلَا فِي بَيْتِهِ شَيْئًا. ثُمَّ انْصَرَفَ.

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ کے آزاد کردہ غلام اسلم کا بیان ہے کہ اس نے عبداللہ بن عیاشؓ سے ملاقات کی اور ان کے پاس نبیذ دیکھی، جب کہ وہ مکّہ کو جا رہے تھے۔ اسلم نے اس سے کہا کہ اس مشروب کو حضرت عمر بن الخطابؓ پسند کرتے ہیں۔ پس عبداللہ بن عیاشؓ نے ایک بڑا پیالہ لیا اور اسے عمر بن الخطابؓ کے پاس لایا اور اسے حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ پس حضرت عمرؓ نے اسے اپنے منہ کے قریب کیا۔ پھر اپنا سر اُٹھایا اور فرمایا کہ یہ مشروب بہت لذیذ اور حلال ہے۔ پھر اس میں سے کچھ پیا اور باقی اپنے دائیں طرف کے ایک شخص کو دے دیا۔ جب عبداللہؓ واپس جانے کے لئے مڑا تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے اسے بُلایا اور کہا کیا تُو نے یہ کہا ہے کہ مکّہ مدینہ سے بہتر ہے؟ عبداللہؓ نے کہا کہ میں نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کا حرم ہے۔ اور اس کا پُر امن شہر ہے اور اس میں بیت اللہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے گھر اور حرم کے متعلق کچھ نہیں کہتا۔ (میرا سوال اور ہے اور ان شہروں کے بارے میں ہے۔) پھر حضرت عمرؓ نے کہا کیا تو نے یہ کہا ہے کہ مکّہ مدینہ سے بہتر ہے؟ عبداللہؓ کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ میں نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کا حرم ہے اور اس کا پُر امن شہر ہے اور اس میں اس کا گھر ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حرم اور اس کے گھر کے متعلق کچھ نہیں کہتا۔ پھر عبداللہؓ (خاموشی سے) واپس چلا گیا۔

شرح: جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یا تو مدینہ کو مکّہ پر فضیلت تھی یا انہوں نے اس مسئلہ میں کلام کرنے کو ناپسند فرمایا اور اس وجہ سے عبداللہ بن عیاش پر نکیر فرمائی تھی۔ ان دونوں شہروں کی دنیا بھر کے دیگر مقامات پر فضیلت تو ایک متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ ان میں تقابل کیا جائے گا کہ کونسا شہر افضل ہے، علمائے اسلام اور فقہا کا اس میں اختلاف ہے۔ دونوں طرف دلائل افضلیت موجود ہیں۔ بعض محققین نے اس میں خاموشی کو بہتر کہا ہے بعض کے نزدیک دونوں فضیلت میں مساوی ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ فضیلت کی جہات مختلف ہو سکتی ہیں۔ ایک جہت سے ایک چیز افضل ہے اور دوسری جہت سے دوسری افضل ہے۔ احادیث میں افضل الاعمال کے متعلق بھی اس قسم کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور ان میں توافق کے لئے یہی کہا گیا ہے کہ اشخاص، امکنہ اور ازمنہ کے لحاظ سے کبھی یہ چیز افضل ہے اور کبھی وہ۔ اسی طرح بیت اللہ اور حرم خداوندی ہونے کے باعث تو مکّہ افضل ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ اور مسکن اور مدفن ہونے کی جہت سے مدینہ افضل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۷۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الطَّاعُوْنِ

طاعون کا باب

۱۶۱۰۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ ابْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، خَرَجَ اِلَى الشَّامِ۔ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ اُمَرَاءُ الْاَجْنَادِ۔ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَاَصْحَابُهُ۔ فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّ الْوَبَاَ قَدْ وَقَعَ بِاَرْضِ الشَّامِ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: ادْعُ لِي الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ. فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ. وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ. فَاخْتَلَفُوا. فَقَالَ بَعْضُهُمْ: قَدْ خَرَجْتَ لِأَمْرٍ، وَلَا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَلَا نَرَى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلَى هٰذَا الْوَبَاءِ. فَقَالَ عُمَرُ: ارْتَفِعُوا عَنِّي. ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِي الْأَنْصَارَ. فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ. فَسَلَكُوا سَبِيلَ الْمُهَاجِرِينَ. وَاخْتَلَفُوا كَاخْتِلَافِهِمْ. فَقَالَ ارْتَفِعُوا عَنِّي. ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِي مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ. مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ. فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ مِنْهُمُ اثْنَانِ. فَقَالُوا: نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلَى هٰذَا الْوَبَاءِ. فَنَادَى عُمَرُ فِي النَّاسِ: إِنِّي مُصْبِحٌ عَلَى ظَهْرٍ فَأَصْبِحُوا عَلَيْهِ. فَقَالَ أَبُو عُبَيْدَةَ: أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ؟ نَعَمْ. نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ إِلَى قَدَرِ اللّٰهِ. أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ فَهَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ. إِحْدَاهُمَا مُخْصِبَةٌ وَالْأُخْرَى جَدْبَةٌ، أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصِبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ؟ وَإِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ؟ فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، وَكَانَ غَائِبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ، فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي مِنْ هٰذَا عِلْمًا. سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ. وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا، فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ" قَالَ فَحَمِدَ اللّٰهَ عُمَرُ. ثُمَّ انْصَرَفَ.

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ شام کی طرف تشریف لے گئے (۱۷ھ یا ۱۸ھ میں۔ یہ طاعون عمواس کہلاتی ہے) حتیٰ کہ جب سرغ کے مقام پر پہنچے تو انہیں فوجوں کے سپہ سالار آ کر ملے یعنی ابوعبیدہ بن الجراح اور ان کے ساتھی۔ اور انہیں بتایا کہ شام میں طاعون کی وبا پڑی ہوئی ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا میرے لئے مہاجرین اولین کو بلاؤ۔ ان کو بلا کر حضرت عمر نے ان سے مشورہ کیا اور انہیں بتایا کہ شام میں وبا پڑی ہوئی ہے۔ (وہاں جانا درست ہے یا نہیں،) ان میں اختلاف ہو گیا۔ بعض نے کہا کہ آپ جس کام کے لئے آئے ہیں، ہماری رائے میں اس سے واپس پھر جانا ٹھیک نہیں۔ بعض نے کہا کہ آپ کے ساتھ بہترین انسانوں کا بقیہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، ہماری رائے

ہیں ہم آپ کا انہیں لے کر اس وبا میں جانا درست نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ لوگ یہاں سے جا سکتے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے انصار کو بلانے کا حکم دیا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے انصار کو بلایا اور انہوں نے ان سے مشورہ کیا۔ انہوں نے بھی مہاجرین کا سا مسلک اختیار کیا اور اس مسئلہ میں انہی کی مانند اختلاف کیا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے بھی فرمایا کہ آپ لوگ جا سکتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہاں پر قریش کے جو بزرگ فتح مکّہ کے زمانے کے مہاجر ہیں، انہیں بلاؤ۔ پس میں نے انہیں بلایا۔ ان میں سے دو شخصوں کا بھی باہم اختلاف نہ ہوا۔ اور سب نے متفقہ رائے دی کہ ہماری رائے میں آپ لوگوں کو لے کر واپس چلے جائیں اور اس وبا میں انہیں نہ لے جائیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں میں منادی کرا دی کہ میں کل صبح کو مدینہ کے لئے سوار ہونے والا ہوں۔ لوگ صبح کو سوار ہو کر آ پہنچے تو ابو عبیدہؓ نے کہا کہ کیا آپ لوگ خدا کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابو عبیدہؓ! کاش تیرے سوا کوئی اور یہ بات کہتا۔ (یعنی تیری جلالتِ شان سے اس قول کی امید نہ تھی۔) ہاں ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر تیرے کچھ اونٹ ہوں اور انہیں لے کر ایک وادی میں اترے جس کے دو کنارے ہوں۔ ایک سرسبز و شاداب ہو اور دوسرا خشک اور بنجر، تو کیا یہ بات نہیں ہے کہ اگر تو شاداب کنارے پر چرائے گا۔ تو تقدیرِ الٰہی سے ہی چرائے گا اور اگر قحط زدہ خشک کنارے پر چرائے گا تو بھی تقدیرِ خداوندی سے ہی چرائے گا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اتنے میں عبدالرحمٰن بن عوف آ موجود ہوئے جو اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے غیر حاضر تھے۔ انہوں نے کہا کہ اس معاملے میں میرے پاس منصوص علم موجود ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جب تم کسی سرزمین کے متعلق سُنو کہ وہاں پر طاعون (یا کوئی اور وبا) پڑی ہوئی ہے تو وہاں مت جانا۔ اور جب وہ کسی علاقے میں آ پڑے اور تم وہاں موجود ہو تو اس سے فرار کر کے باہر مت نکلو۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اس پر حضرت عمرؓ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور واپس تشریف لے گئے۔

شرح: اگر عبدالرحمٰن بن عوفؓ پہلے مشورے کے وقت موجود ہوتے تو وہیں پر فیصلہ ہو جاتا اور اس کے بعد کے مشوروں کی ضرورت نہ پڑتی۔ خلافتِ راشدہ میں شوریٰ کی صحیح روح زندہ تھی اور ہر اہم معاملے مشورے سے طے ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم معلوم ہو جانے پر فیصلہ اسی کے مطابق ہوتا اور سب گردنیں جھکا دیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ڈیڑھ ہزار برس پہلے جو حکم دیا تھا، موجودہ سائنسی دَور میں تجربے نے ہی برحق ثابت ہوا ہے۔ اور آج کل وبا زدہ علاقے کو سیل کر دیا جاتا ہے کہ نہ کوئی باہر سے وہاں آئے نہ کوئی اندر سے باہر جائے۔ یہ بھی اس نبی اُمّی صلّی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے کہ بے شمار تجربات کے بعد جدید طب جس نتیجے پر پہنچی ہے آپ نے اسے پہلے ہی فرما دیا تھا۔ حضرت عمرؓ کا یہ فقرہ بھی الہامی دکھائی دیتا ہے کہ "ہاں! ہم اللہ کی تقدیر سے اس کی تقدیر کی طرف فرار کر رہے ہیں۔" یعنی سب کچھ علم و قدرتِ الٰہی سے ہوتا ہے۔ مگر یہ اسی کا حکم ہے جسے ہم اختیار کر رہے ہیں۔

اس حدیث سے مہاجرین اولین سے مراد بقول قاضی عیاضؒ و امام نوویؒ وہ اصحابؓ تھے، جو تحویلِ قبلہ سے پہلے ہجرت کر کے آ چکے تھے۔ مہاجرینِ فتحِ مکّہ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے فتحِ مکّہ سے کچھ پہلے ہجرت کی۔ یا وہ جو فتحِ مکّہ کے موقع پر ایمان لائے اور صرف ہجرت کی فضیلت کی خاطر اس کے بعد ہجرت کی۔ کیونکہ فتحِ مکّہ کے بعد ہجرت فرض نہ تھی۔ قاضی عیاضؒ نے کہا کہ یہ دوسرا مطلب ظاہر ہے اور یہ لفظ ان لوگوں کے لئے نہیں جو فتحِ مکہ میں مسلمان ہو گئے مگر مکّہ میں مقیم رہے۔ اور بالکل ہجرت نہ کی۔

اس حدیث سے توکّل کا صحیح مفہوم بھی معلوم ہو گیا کہ وہ تعطّل نہیں بلکہ اسباب کو اختیار کر لے اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دینے کا نام ہے۔

۱۱۶۱۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَعَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَسْأَلُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ: مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطَّاعُونِ؟ فَقَالَ أُسَامَةُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "الطَّاعُونُ رِجْزٌ أُرْسِلَ عَلَى طَائِفَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، أَوْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ، فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِ. وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ."

قَالَ مَالِكٌ: قَالَ أَبُو النَّضْرِ: لَا يُخْرِجُكُمْ إِلَّا فِرَارٌ مِنْهُ.

ترجمہ: عامر بن سعدؓ نے اپنے باپ سعد بن ابی وقاص کو اُسامہؓ بن زید سے سوال کرتے سُنا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طاعون کے متعلق کیا کہتے سُنا تھا۔ اُسامہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طاعون کے متعلق فرمایا کہ وہ ایک عذاب تھا، جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر، یا فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں پر بھیجا گیا تھا۔ پس جب تم کسی علاقے کے متعلق سُنو کہ وہاں طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ۔ اور اگر تمہاری وہاں موجودگی میں یہ واقع ہو تو اس سے فرار کرتے ہوئے وہاں سے مت نکلو۔ مالکؒ نے کہا کہ ابوالنضرؒ نے کہا کہ: لَا يُخْرِجُكُمْ إِلَّا فِرَارًا مِنْهُ۔

شرح: یہ واقعہ موسیٰ علیہ السّلام کے وقت کا ہے یا داؤد علیہ السّلام کے دَور کا۔ یا دونوں حضرات کے زمانے میں پیش آیا۔ روایات میں تینوں کا ذکر ہے۔ بعض تفسیری روایات میں ہے کہ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ میں اسی واقعہ کا ذکر ہے۔

ابوالنضر کا بیان کردہ فقرہ دوسری بہت سی احادیث کے خلاف ہے اور لفظ و معنی دونوں کے لحاظ سے غلط ہے محققین نے کہا ہے کہ اسے حذف سمجھنا چاہیئے۔

امام محمدؒ نے اس حدیث کو بَابُ الْفِرَارِ مِنَ الطَّاعُونِ میں روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں ابوالنضر کا یہ فقرہ نہیں ہے۔ محمدؒ نے کہا ہے کہ یہ ایک معروف حدیث ہے اور کئی لوگوں سے مروی ہے۔ جب طاعون کسی علاقے میں ظاہر ہو تو اس سے اجتناب کی خاطر وہاں نہ جانا چاہیئے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

۱۶۱۲ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ. فَلَمَّا جَاءَ سَرْغَ، بَلَغَهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ فَأَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ عَوْفٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ. وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ" فَرَجَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مِنْ سَرْغَ.

ترجمہ: عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ جناب عمر بن الخطابؓ شام کی طرف نکلے۔ جب سرغ کے مقام پر پہنچے تو انہیں خبر ملی کہ شام میں وبا پڑی ہوئی ہے۔ پس انہیں عبدالرحمٰن بن عوف نے بتایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا، جب تم اس کے

متعلق کسی علاقے میں ہونے کی خبر سنو تو وہاں مت جاؤ اور جب کسی علاقے میں آئے اور تم وہاں موجود ہو تو اس سے فرار کرتے ہوئے مت نکلو۔ پس عمر بن الخطابؓ سرغ سے واپس ہو گئے۔ (اوپر ابن عباس کی حدیث میں تفصیل گزری ہے۔)

۱۶۱۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ إِنَّمَا رَجَعَ بِالنَّاسِ مِنْ سَرْغَ، عَنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ۔

ترجمہ: سالم بن عبداللہ سے روایت ہے عمر بن الخطابؓ لوگوں کو لے کر عبدالرحمن بن عوف کی حدیث کے باعث واپس چلے گئے تھے۔ (سالمؒ نے اپنے دادا حضرت عمرؓ کو یا عبدالرحمن بن عوف کی حدیث کو نہیں پایا لہذا یہ روایت منقطع ہے۔)

۱۶۱۴۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لَبَيْتٌ بِرُكْبَةَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ عَشَرَةِ أَبْيَاتٍ بِالشَّامِ۔

قَالَ مَالِكٌ: يُرِيدُ لِطُولِ الْأَعْمَارِ وَالْبَقَاءِ۔ وَلِشِدَّةِ الْوَبَاءِ بِالشَّامِ۔

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ مقام رُکبہ میں ایک گھر مجھے شام میں دس گھروں کی نسبت پسندیدہ تر ہے۔ (رکبہ ایک مقام کا نام ہے جو مکہ اور عراق کے درمیان ہے اور وہاں کی آب و ہوا خوشگوار تھی۔)
مالکؒ نے کہا کہ حضرت عمرؓ کی مراد یہ تھی کہ رُکبہ کے لوگوں کی عمریں طویل ہوتی تھیں اور شام میں وبا کی شدت تھی۔

كِتَابُ الْقَدَرِ

١- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقَوْلِ بِالْقَدَرِ

تقدیر میں گفتگو کرنے سے ممانعت کا باب

۱۶۱۵- وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "تَحَاجَّ آدَمُ مُوسٰى. فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰى. قَالَ لَهُ مُوسٰى: أَنْتَ آدَمُ الَّذِي أَغْوَيْتَ النَّاسَ وَأَخْرَجْتَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ؟ فَقَالَ لَهُ آدَمُ: أَنْتَ الَّذِي أَعْطَاهُ اللّٰهُ عِلْمَ كُلِّ شَيْءٍ. وَاصْطَفَاهُ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَتِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: أَفَتَلُومُنِي عَلٰى أَمْرٍ قَدْ قُدِّرَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ؟"

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمؑ اور موسیٰؑ کا مباحثہ ہوگیا تو آدمؑ دلیل میں موسیٰؑ پر غالب آگئے۔ موسیٰؑ نے کہا کہ آپ ہی وہ آدمؑ ہیں، جس نے لوگوں کو گمراہی کا سامان مہیا کیا؟ اور انہیں جنّت سے نکلوایا؟ آدمؑ نے کہا، تو ہی موسیٰؑ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر (ضروری) علم دیا اور اپنی رسالت کے ساتھ تجھے مخصوص کیا؟ موسیٰؑ نے کہا کہ ہاں۔ آدمؑ نے کہا کہ کیا پھر تو مجھے ایک ایسی بات پر ملامت کرتا ہے جو میری پیدائش سے قبل ہی مقدّر ہو چکا تھا؟

شرح: ان دونوں حضرات کی ملاقات بقولِ حافظ ابن عبدالبر اور القابسیؒ عالمِ برزخ میں ہوئی تھی۔ جب کہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد دونوں حضرات کی ارواح کو ملایا گیا تھا۔ عالمِ دُنیا، عالمِ برزخ اور آخرت کے احکام مختلف ہیں۔ لہٰذا اس کی کیفیت کا سوال خارج از بحث ہے۔ پھر آدمؑ کا یہ قول دنیا میں اپنی (خدانخواستہ) کسی غلطی کو چھپانے کے لئے بہانہ سازی کے طور پر نہ تھا کہ اسے خلافِ شرع کہا جائے۔ اس قول سے ہزارہا سال پہلے وہ اپنی اس لغزش سے تائب ہو چکے تھے۔ جو ان کے جنّت سے اخراج کا سبب بنی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی قبولیّتِ توبہ کا بھی اعلان کر چکا تھا۔ یہ گفتگو انکشافِ حقیقت کے عالم میں تھی۔ لہٰذا اسے اس دُنیا کے پیمانوں سے نہیں ناپا جا سکتا۔ اس پر تفصیلی گفتگو کے لئے فضل المعبود شرح ابی داؤد کو دیکھیے۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر بھی برحق ہے اور انسان کا اختیار و کسب بھی برحق ہے۔ دونوں چیزیں متوازی لائنوں پر چلتی ہیں۔ اور

ان میں کوئی تناقض یا تعارض نہیں۔ تقدیر کا معنیٰ جبر نہیں ہے اور نہ اختیار کا معنیٰ اعتزال و الحاد ہے۔ راہِ حق بین بین ہے۔ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور انسان اپنے فعل کا کاسب ہے خالق نہیں۔ شرع کے احکام اور جزا و سزا اسی کسبِ اختیاری پر مرتب ہوتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے قول کا مطلب یہ تھا کہ انسان کے جنت سے نکلنے کا باعث شجرۂ ممنوعہ کے پھل کو کھانا تھا۔ اور انسان دنیا میں آیا تو شیطان اس کی گمراہی اور بے راہ روی کا سبب بنا۔ پس بالواسطہ انسانوں کی گمراہی کا سبب لغزشِ آدم تھی۔ آدم کے جواب میں تسلیم و رضا، عاجزی، سپردگی اور علم و حلم کی کیفیت پائی جاتی ہے جب کہ موسیٰؑ کے سوال میں شانِ جلال، کچھ افسردگی، کچھ تحسّر اور کچھ بے تکلفی پائی جاتی ہے۔ آدمؑ کے حجت میں غالب آ جانے کا مطلب فقط یہی نہیں کہ انھوں نے اظہارِ حقیقت فرمایا بلکہ یہ بھی ہے کہ ان کے اندازِ جواب میں پدرانہ شفقت اور تحمّل اور بُردباری کی آمیزش بھی ہے۔ ہمارا یہ منہ نہیں کہ موسیٰؑ کے طرزِ تخاطب کو بے باکی قرار دیں۔ اگر ان کے سوا کوئی اور ہوتا تو اس کے لئے یہی لفظ مناسب ہوتا۔

آدم علیہ السلام کے نہایت حکیمانہ جواب میں یہ حقیقت بھی مضمر ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے پیدا فرمایا تھا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ جنت میں انہیں ایک خاص سبق سکھانے کے لئے بھیجا گیا تھا، جو یہ تھا کہ شیطان آدمؑ اور ان کی اولاد کا دشمن ہے چنانچہ اس کی اس عداوت کا ظہور شجرۂ ممنوعہ کا پھل کھانے کی ترغیب میں ہوا۔ اسی کے نتیجے میں انہیں زمین پر اتارا گیا۔ پس یہ جو کچھ ہوا، قضاء و قدرِ خداوندی سے ہوا۔ اور اس میں بڑی حکمت پوشیدہ تھی۔ اس لغزش پر آدمؑ کو موردِ الزام ٹھیرانا مناسب نہ تھا۔ لہٰذا آدمؑ حجت و دلیل کے میدان میں موسیٰؑ سے بازی لے گئے۔ موسیٰؑ کے سامنے اس وقت معاملے کا یہ پہلو نہ ہوگا۔ یہی باعث ہے کہ ان کا لہجہ تلخ اور مجادلانہ نظر آتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۶۱۶ - وَحَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَیْدِ بْنِ اَبِیْ اُنَیْسَةَ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ زَیْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ یَسَارٍ الْجُهَنِیِّ، اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سُئِلَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ — وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ — فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسْاَلُ عَنْهَا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی خَلَقَ اٰدَمَ۔ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهٗ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّیَّةً۔ فَقَالَ خَلَقْتُ هٰۤؤُلَاۤءِ لِلْجَنَّةِ وَبِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ یَعْمَلُوْنَ۔ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهٗ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّیَّةً۔ فَقَالَ: خَلَقْتُ هٰۤؤُلَاۤءِ لِلنَّارِ وَبِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ یَعْمَلُوْنَ"۔ فَقَالَ رَجُلٌ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ فَفِیْمَ الْعَمَلُ؟ قَالَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ اللّٰهَ اِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّةِ، اسْتَعْمَلَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ حَتّٰی یَمُوْتَ عَلٰی

عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ الْجَنَّةِ. فَيُدْخِلُهُ بِهِ الْجَنَّةَ. وَإِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ. اسْتَعْمَلَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، حَتَّى يَمُوتَ عَلَى عَمَلٍ مِنْ أَعْمَالِ أَهْلِ النَّارِ فَيُدْخِلُهُ بِهِ النَّارَ".

ترجمہ: مسلم بن یسار جہنی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن الخطابؓ سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا، وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ الخ" اور جب تیرے رب نے بنی آدم سے ان کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انہیں ان کی جانوں پر گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ ہم گواہ ہیں (فرمایا کہ) مبادا تم قیامت کے دن کہو کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔" پس حضرت عمرؓ بن الخطابؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال ہوتے سُنا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، پھر اس کی پُشت کو اپنے دائیں ہاتھ سے چھوا اور اس میں سے کچھ اولاد نکالی اور فرمایا کہ ان کو میں نے جنت کے لئے پیدا کیا اور وہ جنت والے کام کریں گے۔ پھر اس کی پشت کو چھوا اور اس میں کچھ اولاد نکالی اور فرمایا کہ ان کو میں نے جہنم کے لئے پیدا کیا اور جہنم والوں کے کام کریں گے اس پر ایک آدمی بولا یا رسول اللہ پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب کسی بندے کو جنت کے لئے پیدا فرمایا تو اسے جنت والوں کے کام میں لگا دیا حتیٰ کہ وہ جنت والوں کے اعمال میں سے کسی عمل پر مرے گا اور اللہ تعالیٰ اُسے اس کے باعث جنت میں داخل کرے گا۔ اور جب کسی بندے کو جہنم کے لئے پیدا کیا تو اسے جہنم والوں کے کام میں لگا دے گا، حتیٰ کہ وہ جہنم والوں کے کاموں میں سے کسی کام پر مرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے باعث اسے جہنم میں داخل کر دے گا۔

شرح: یعنی انسان اور اس کے دوزخی یا جنتی اعمال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور ان اعمال کی توفیق بھی وہی پہنچاتا ہے۔ لیکن جنت یا جہنم کا فیصلہ انسان کے اپنے اعمال پر ہوگا۔ خالق اللہ تعالیٰ ہے مگر عامل خود انسان ہے۔ اس حدیث میں آدم کی پشت کو اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ کو چھونے کا ذکر ہے۔ اس کی کیفیت نامعلوم ہے لیکن خبرِ معصوم ہونے کی بنا پر اس کا ماننا واجب ہے۔ ہاتھ یا دائیں ہاتھ یا چھونے کے الفاظ متشابہات میں سے ہیں۔ جن کی حقیقت جاننے کا کوئی ذریعہ وحیٔ رسولؐ کے سوا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ اس مادی جہان کی چیزیں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا محیط علمِ ازلی ہر چیز کو ازل سے ابد تک جانتا ہے لیکن یہ علم جبر کا تقاضا نہیں کرتا۔ جبر تو ہمارے تجربے اور مشاہدے کے خلاف ہے۔

۱۶۱۷ - وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ".

ترجمہ: مالک کو خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم انہیں مضبوطی سے تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے نبیؐ کی سُنّت۔

شرح: یہ ایک محفوظ و مشہور حدیث ہے، جو بقول حافظ ابن عبدالبرؒ اپنی شہرت کے باعث سند سے مستغنی ہے۔ الحاکم نے اپنی مستدرک میں عبداللہ بن عباس سے اس حدیث کو کچھ لفظی اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کا شاہد ابوہریرہ کی حدیث ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ یہ دونوں چیزیں کبھی جُدا نہ ہوں گی، حتیٰ کہ میرے سامنے حوض پر پیش ہوں۔ تمام اسلامی عقائد و اعمال کی اصل و بنیاد یہی دو امر ہیں۔ جو چیز اس کے خلاف ہو یا کسی چیز کا ثبوت ان سے بطریق شرعی نہ ملے وہ مردود ہے۔ اجماع اور مجتہد

کا قیاس بھی دراصل انہیں دو کی وضاحت وحصول کے لئے ہے اور ان کا ثبوت وحدود بھی کتاب وسنت پر ہی مبنی ہے۔

۱۶۱۸- وَحَدَّثَنِی یَحْیٰی عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زِیَادِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَاوُسٍ الْیَمَانِیِّ، أَنَّهُ قَالَ: أَدْرَكْتُ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُونَ: كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ.

قَالَ طَاوُسٌ: وَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ حَتّٰى الْعَجْزِ وَالْكَيْسِ، أَوِ الْكَيْسِ وَالْعَجْزِ"۔

ترجمہ: طاؤس یمانیؒ (اصل نام ذکوان بن کیسان تھا۔ اور یہ لقب تھا۔) نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کو یہ کہتے سُنا کہ ہر چیز تقدیر (قضاء وعلم الٰہی) سے ہے۔ طاؤس نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو یہ کہتے سُنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر چیز تقدیر سے ہے۔ حتیٰ کہ عجز اور ہوشیاری بھی۔ یا فرمایا کہ ہوشیاری اور عاجزی بھی۔ (یہ بھی تخلیق خداوندی سے ہیں۔ وہی خالق کل اور عالم کل ہے۔ مبادا کوئی سمجھے کہ میں بڑا ہوشیار، تجربہ کار، معاملہ فہم اور دقیقہ رس ہوں اور یہ میرا اپنا کمال ہے یہ خداوند تعالیٰ کی دین ہے۔)

۱۶۱۹- وَحَدَّثَنِی مَالِكٌ عَنْ زِیَادِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِینَارٍ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَیْرِ يَقُولُ فِي خُطْبَتِهِ- إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْهَادِي وَالْفَاتِنُ۔

ترجمہ: عمرو بن دینارؒ نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن زبیرؓ کو خطبے میں یہ کہتے سُنا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دینے والا اور آزمائش میں ڈالنے والا ہے۔ (اسی نے رسولؐ بھیجے، کتابیں اتاریں، عقل بخشی اور نیکی کا بیج دل میں بویا۔ وہی کافر ومومن اور نیک وبد کو آزماتا ہے کبھی اچھائی کے ساتھ اور کبھی شر کے ذریعے سے۔)

۱۶۲۰- وَحَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ أَسِيرُ مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَقَالَ: مَا رَأْيُكَ فِي هٰؤُلَاءِ الْقَدَرِيَّةِ؟ فَقُلْتُ: رَأْيِي أَنْ تَسْتَتِيبَهُمْ، فَإِنْ تَابُوا وَإِلَّا عَرَضْتَهُمْ عَلَى السَّيْفِ۔ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ- وَذٰلِكَ رَأْيِي۔

قَالَ مَالِكٌ: وَذٰلِكَ رَأْيِي۔

ترجمہ: امام مالکؒ کے چچا ابوسہیلؒ بن مالک نے کہا ہے کہ میں عمر بن عبدالعزیزؒ کے ساتھ جا رہا تھا کہ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ان قدریہ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے توبہ کرائیں۔ کرلیں تو بہتر ورنہ انہیں تلوار کے حوالے کردیں۔ عمرؒ نے کہا کہ ان کے متعلق میری رائے بھی یہی ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ ان کے متعلق میری بھی رائے یہی ہے۔

شرح: قدریہ تقدیر الٰہی کے منکر تھے اور مخلوق کو اپنے افعال کا خود خالق مانتے تھے۔ گویا قدرت الٰہی کا انکار کرتے اور قدرت مخلوق کا دعویٰ کرتے تھے۔ ان کے قول کے مطابق ہر انسان ورحق خالق ہے۔ گویا بے حد وحساب خالق ہیں۔ یہی لوگ آگے چل کر معتزلہ ہوئے اور

انہوں نے خلق قرآن جیسے فتنے برپا کئے، جن میں سینکڑوں ہزاروں علماء وصلحا کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اہل تحقیق کا مسلک یہ ہے کہ یہ لوگ ازراہ جہالت چونکہ تاویل کا سہارا لیتے ہیں، لہذا انہیں کافر نہ کہا جائے اور ارتداد کی بنا پر قتل نہ کیا جائے۔ یہی حال سب اہل بدعت کا ہے اس اثر میں جو انہیں تلوار کے گھاٹ اتارنے کا ذکر ہے یہ ازراہ زجر و توبیخ ہے۔ ضروریاتِ دین کا برملا انکار البتہ ضرور سببِ تکفیر بن سکتا ہے۔

۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي أَهْلِ الْقَدَرِ

قدریہ کے متعلق متفرق احادیث کا باب

۱۶۲۱۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا، وَلْتَنْكِحْ. فَإِنَّمَا لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے تاکہ اس کے پیالے کو اُلٹ لے۔ اور اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ اسے مل جائے گا جو اس کے مقدر میں ہے۔ (یعنی مرد کے ساتھ نکاح کی یہ شرط نہ لگائے کہ پہلے وہ اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے، اُس کے لئے اُس کی قسمت ہے اور اِس کے لئے اِس کی۔)

۱۶۲۲۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ۔ قَالَ: قَالَ مُعَاوِيَةُ ابْنُ أَبِي سُفْيَانَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَى اللّٰهُ۔ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعَ اللّٰهُ۔ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْهُ الْجَدُّ۔ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ۔ ثُمَّ قَالَ مُعَاوِيَةُ: سَمِعْتُ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى هٰذِهِ الْأَعْوَادِ۔

ترجمہ: محمد بن کعب قرظی نے کہا کہ معاویہ بن ابی سفیانؓ نے منبر پر (خطبہ میں) کہا کہ اے لوگو! جو اللہ عطا کرے اُسے کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ روک دے اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی خوش نصیب کو اس کی قسمت خدا کے عذاب سے بچا نہیں سکتی۔ (اس کے اعمال ہی اس کا سبب بن سکتے ہیں۔) اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہے اسے دین کی گہری سمجھ عطا کر دیتا ہے۔ پھر کہا کہ میں نے یہ کلمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی منبر پر سُنے تھے۔

۱۶۲۳۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّهُ كَانَ يُقَالُ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ كَمَا يَنْبَغِي۔ الَّذِي لَا يَعْجَلُ شَيْءٌ أَنَاهُ وَقَدَّرَهُ۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفَى۔ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا۔ لَيْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ مَرْمَى۔

ترجمہ: مالک کو خبر پہنچی ہے کہ بزرگانِ سلف کہا کرتے تھے، سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہر چیز اس طرح پیدا

کی جس طرح مناسب تھی۔ وہ ذات ہے کہ جس کے مقرر کردہ وقت اور تقدیر سے کوئی چیز سبقت نہیں لے جا سکتی۔ میرے لئے اللہ ہی ہر لحاظ سے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی سنتا ہے جو اسے پکارے۔ اللہ سے آگے کوئی مقصود و مدعا نہیں ہے

۱۶۲۴۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّهُ كَانَ يُقَالُ: إِنَّ أَحَدًا لَنْ يَمُوتَ حَتَّى يَسْتَكْمِلَ رِزْقَهُ. فَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ.

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ کہا جاتا تھا کہ (صحابہ و تابعین کہتے تھے) کوئی شخص اپنا رزق پورا کرنے سے پہلے ہرگز نہ مرے گا پس تم تلاش رزق میں خوش اسلوبی اختیار کرو۔ (یعنی حرص و ہوا اور تعطل سے بچو۔ درمیانی راہ اختیار کرو کہ یہی انبیاء علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے۔)

كِتَابُ حُسْنِ الْخُلُقِ

١۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي حُسْنِ الْخُلُقِ

خوش اخلاقی کا باب

١٦٢٥۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَالَ: آخِرُ مَا أَوْصَانِي بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ وَضَعْتُ رِجْلِي فِي الْغَرْزِ. أَنْ قَالَ "أَحْسِنْ خُلُقَكَ لِلنَّاسِ. يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ"۔

ترجمہ: معاذ بن جبل نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جو آخری وصیت فرمائی۔ جب کہ میں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا، وہ یہ تھی کہ اے معاذ بن جبل! لوگوں کے ساتھ اپنا اخلاق اچھا رکھنا۔ (حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ یہ حدیث کسی سند سے موصول نہیں ہوئی بلکہ منقطع ہے۔ اس کے باوجود اس کا معنیٰ دیگر احادیث سے ثابت ہے۔)

١٦٢٦۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَنَّهَا قَالَتْ: مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا. فَإِنْ كَانَ إِثْمًا، كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ. وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ، إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللَّهِ. فَيَنْتَقِمُ لِلَّهِ بِهَا۔

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مکرمہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو باتوں میں اختیار ملا تو آپ نے ان میں سے آسان تر کو اختیار فرمایا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ اور گناہ کی بات سے آپ سب لوگوں سے بعید تر ہوتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی حرمت توڑی جاتی تو آپ اس کا انتقام اللہ کی خاطر لیتے تھے۔ (یہی وہ خلق عظیم ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے خود تعریف فرمائی ہے۔)

١٦٢٧۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ".

ترجمہ: علیؓ بن حسینؒ بن علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی (بے مطلب) باتوں کو ترک کردے۔ (موطا میں یہ روایت مرسل ہے مگر بقول امام سیوطی اسے دار قطنی نے موصول بیان کیا ہے۔ یہ حدیث موطائے امام محمدؒ کے باب فضل الحیاء میں وارد ہوئی ہے۔)

۱۶۲۸۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: وَأَنَا مَعَهُ فِي الْبَيْتِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ" ثُمَّ أَذِنَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ سَمِعْتُ ضَحِكَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ. فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلُ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قُلْتَ فِيهِ مَا قُلْتَ. ثُمَّ لَمْ تَنْشَبْ أَنْ ضَحِكْتَ مَعَهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنِ اتَّقَاهُ النَّاسُ لِشَرِّهِ".

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت مانگی اور میں گھر میں آپ کے پاس تھی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ اپنے خاندان کا بُرا شخص ہے۔ پھر اسے اجازت دے دی۔ تھوڑی ہی دیر میں مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے ساتھ ہنستے ہوئے سُنا۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے کہا یارسول اللہ آپ نے اس کے متعلق فرمایا جو کچھ فرمایا اور پھر جلدی ہی اس کے ساتھ ہنسنے لگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آدمی بہت بُرا ہوتا ہے جس کے شر کے خوف سے اس سے لوگ بچیں۔ (یعنی اس شخص کا بُرا ہونا الگ بات تھی۔ اور میرا اس سے خوش خلقی سے پیش آنا امرِ آخر تھا۔ اس شخص کا نام عیینہ بن حصن فزاری بتایا گیا ہے۔ حضورؐ اگر کسی کے متعلق ایسی بات فرمائیں تو غیبت کے طور پر نہیں بلکہ بغرضِ اصلاح و اعلام ہوتا تھا۔ اور اس کی اصلاح اور دوسروں کی اصلاح مدِنظر ہوتی تھی۔

۱۶۲۹۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ كَعْبِ الْأَحْبَارِ، أَنَّهُ قَالَ: إِذَا أَحْبَبْتُمْ أَنْ تَعْلَمُوا مَا لِلْعَبْدِ عِنْدَ رَبِّهِ، فَانْظُرُوا مَاذَا يَتْبَعُهُ مِنْ حُسْنِ الثَّنَاءِ.

ترجمہ: کعب الاحبارؒ نے کہا کہ جب تم یہ جاننا پسند کرو کہ بندے کے لئے اس کے رب کے پاس کیا ہے تو دیکھو کہ اس کے پیچھے لوگوں کی کتنی اچھی تعریف ہوتی ہے۔

شرح: یعنی زندگی میں اس کی پس پُشت یا اس کی موت کے بعد لوگوں کی زبان سے اس کے لئے جو تعریفی کلمات نکلیں، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا مقام کیا ہے۔ لوگوں سے مراد عام لوگ بھی ہوسکتے ہیں۔ اور اچھے لوگ بھی نہ کہ فاسق

فاجر اور خلافِ شرع لوگ۔ اللہ تعالیٰ جب صلحا کی زبانی اس کی اچھائی جاری کر دے تو سمجھا جائے گا کہ وہ ایک نیک آدمی ہے۔ اچھے آدمی کی محبت اہلِ خیر اور عوام کے دلوں میں ڈال دی جاتی ہے۔ اور بُرے آدمی کو اسی جیسے لوگ پسند کرتے ہیں۔

۱۶۳۰۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، أَنَّهُ قَالَ: بَلَغَنِيْ أَنَّ الْمَرْءَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ الْقَائِمِ بِاللَّيْلِ، الظَّامِئِ بِالْهَوَاجِرِ۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعید نے کہا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ آدمی اپنی خوش خلقی کی وجہ سے رات کو تہجد پڑھنے والے، گرمیوں میں پیاس برداشت کرنے (روزہ دار) کا درجہ پا لیتا ہے۔ (مرفوع مسند احادیث میں یہ مضمون ثابت ہے نیکی صرف نماز روزے میں ہی نہیں بلکہ خلقِ خدا کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنا بھی نیکی ہے۔ قرآن کی آیت: لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ الخ میں اس قسم کا مضمون وارد ہے۔)

۱۶۳۱۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرٍ مِنْ كَثِيْرٍ مِنَ الصَّلٰوةِ وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوْا: بَلٰى۔ قَالَ: إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ۔ وَإِيَّاكُمْ وَالْبِغْضَةَ۔ فَإِنَّهَا هِيَ الْحَالِقَةُ۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعیدؒ نے سعید بن المسیبؒ کو کہتے سُنا کہ کیا میں تمہیں بہت سی نماز اور صدقہ سے بہتر نیکی نہ بتاؤں؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں۔ سعید بن المسیبؒ نے کہا کہ لوگوں کے درمیانی معاملات میں اصلاح کرنا۔ اور کینے سے بچ کر رہو۔ کیونکہ وہ (دین کو) مونڈ دینے والی چیز ہے۔ (یہ مضمون بھی صحیح مرفوع روایات میں وارد ہے۔)

۱۶۳۲۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَدْ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ"۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کروں۔ (یہ حدیث کئی صحیح سندوں سے حضورؐ تک متصل ہے۔ گو موطا میں سند کے بغیر محض بلاغی ہے۔)

شرح: حسن اخلاق دین کا ایک بڑا شعبہ ہے۔ جس طرح حضورؐ پر دین کی تکمیل ہوئی، اسی طرح یہ شعبہ بھی تمام کو پہنچا۔ دین کے عقائد و اعمال، عبادات، معاشی احکام، معاشرتی اصلاحات، ان سب کا حسن اخلاق سے گہرا تعلق ہے۔ حُسن خلق کو ہر انسانی معاشرہ میں ہمیشہ بلند مقام حاصل رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ نے ان اچھے اخلاق کو ایک نظم و ترتیب اور ضبط کے ساتھ پیش فرمایا۔ آپ کے قول و فعل سے اعلیٰ درجہ کی بلند اخلاقی کا ظہور ہوا۔ حقوق العباد کا شعبہ تو بہت حد تک اخلاق سے ہی منسلک ہے۔ احادیث میں اخلاق و سیرت نبویؐ کے ہر ہر گوشے اور گوشے کی تفصیلات موجود ہیں۔ ام المومنین عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ کا اخلاق قرآن ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔

۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحَيَاءِ

حیا کا باب

۱۶۲۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَفْوَانَ بْنِ سَلَمَةَ الزُّرَقِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ رُكَانَةَ يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لِكُلِّ دِينٍ خُلُقٌ۔ وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ"۔

ترجمہ: زید بن طلحہ بن رکانہؓ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر دین کا ایک خلق ہوتا ہے اور اسلام کا خلق حیا ہے۔ (حیا سب اخلاق سے اشرف ہے۔ اور اسلام سب ادیان و مذاہب سے اشرف ہے۔ لہذا اشرف کو اشرف عطا کیا جائے۔ ایک اور حدیث صحیح کے بموجب حیا ایمان کا ایک بڑا شعبہ ہے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا کہ حیا ساری کی ساری خیر ہے۔ یہ حدیث موطائے محمدؒ کے باب فضل الحیاء میں مروی ہے۔)

۱۶۲۴۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ "دَعْهُ۔ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو حیا (کم کرنے کے متعلق) نصیحت کر رہا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے چھوڑ دو۔ کیونکہ حیا ایمان سے ہے۔ (یہ یاد رہے کہ بزدلی اور حیا دو الگ الگ خلق ہیں۔ ایک ذمیمہ ہے اور دوسرا حسنہ ہے۔ یہ حدیث موطائے امام میں بھی مروی ہے۔)

۳۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغَضَبِ

غضب کا باب

۱۶۲۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ عَلِّمْنِي كَلِمَاتٍ أَعِيشُ بِهِنَّ۔ وَلَا تُكْثِرْ عَلَيَّ فَأَنْسَى فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا تَغْضَبْ"۔

ترجمہ: حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: یا رسول اللہ

مجھے کچھ باتیں سکھائیے۔ جن سے میں زندگی بھر فائدہ اُٹھاؤں اور وہ زیادہ نہ ہوں، مبادا میں بھول جاؤں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غضب ناک نہ ہوا کرو۔ (سوال کرنے والے شاید کئی مواقع پر متعدد لوگ تھے جن میں سے احادیث میں سفیان بن عبداللہؓ، ثقفیؓ، ابوالدرداءؓ اور ابن عمرؓ کا نام اس قسم کے سوال وجواب کے سلسلے میں آتا ہے۔ دوسری کتابوں میں یہ حدیث مرفوع آئی ہے۔)

۱۶۳۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ. إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ"۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، طاقتور وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس کو تھام لے۔

شرح: ایک حدیث کا مضمون ہے کہ تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دو پہلوؤں کے درمیان ہے۔ نفس کے غلط مطالبے انسان کو روحانی موت مار دیتے ہیں۔ اگر اسے تھاما نہ جائے اور اس کی اصلاح نہ کی جائے تو نتیجہ دونوں جہان کا خسارہ ہے۔ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا۔

۴۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُهَاجَرَةِ

ایک دوسرے سے قطع تعلق کا باب

۱۶۳۷۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُهَاجِرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ. يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هَذَا. وَيُعْرِضُ هَذَا. وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ"۔

ترجمہ: ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلم کے لئے حلال نہیں کہ اپنے بھائی (مسلم بھائی) سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھے۔ جب یہ ملیں تو یہ بھی منہ پھیرلے اور وہ بھی منہ پھیرلے۔ اور ان دونوں میں بہتر وہ شخص ہے جو پہلے سلام کہہ دے۔ (امام محمدؒ نے اس حدیث کو موطا کے بَابُ الرَّجُلِ يَهْجُرُ أَخَاهُ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ مسلمانوں کے اندر قطع تعلق جائز نہیں۔)

شرح: کفار و مشرکین اور فساق و مبتدعین سے قطع تعلق اس حدیث کے حکم سے بدلائل شرع مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ وہ دنیوی و ذاتی اغراض کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ حسب تقاضائے ایمان ہوتا ہے۔ یہ بات سمجھ لینے سے مختلف احادیث میں توافق پیدا ہو جاتا ہے ورنہ نَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ بھی تو حدیث میں وارد ہے۔

۱۶۳۸- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا۔ وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُهَاجِرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ"۔

قَالَ مَالِكٌ: لَا أَحْسِبُ التَّدَابُرَ إِلَّا الْإِعْرَاضَ عَنْ أَخِيكَ الْمُسْلِمِ، يُدْبِرُ عَنْكَ بِوَجْهِهِ فَتُدْبِرُ عَنْهُ بِوَجْهِكَ۔

ترجمہ: انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، باہم بغض مت رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ اور ایک دوسرے سے روگردانی مت کرو۔ اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن کر رہو۔ کسی مسلم کے لئے حلال نہیں کہ اپنے مسلم بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔ (بغض دلی نفرت وعداوت اور کینے کو کہتے ہیں۔ حسد کا معنیٰ ہے دوسروں کی نعمت کو دیکھ کر جلنا اور کڑھنا۔)

"امام مالکؒ نے کہا کہ تدابر (روگردانی) کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے مسلم بھائی سے منہ پھیر لے۔ وہ تیری طرف سے منہ پھیرے اور تو اس کی طرف سے چہرہ پھیرے۔"

۱۶۳۹- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ۔ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ۔ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَنَافَسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا"۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بدظنی سے بچو۔ کیونکہ بدظنی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔ اور لوگوں کے عیب مت تلاش کرو اور ان کی ٹوہ میں نہ رہو۔ اور ایک دوسرے کو کہنی مار کر آگے مت بڑھو اور باہم حسد مت کرو۔ اور ایک دوسرے سے کینہ مت رکھو۔ اور ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔ (امام محمدؒ نے اسے باب مایکرہ من الکذب وسوء الظن الخ میں روایت کیا ہے۔)

شرح: تجسس اور تحسس کا معنیٰ ایک جیسا ہے۔ تنافس کا معنیٰ ہے دنیا کی حرص میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا۔ یہ سب اخلاق ذمیمہ اسلامی اخوت کے خلاف ہے۔

۱۶۴۰- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُرَاسَانِيِّ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تَصَافَحُوا يَذْهَبِ الْغِلُّ۔ وَتَهَادَوْا تَحَابُّوا، وَتَذْهَبِ الشَّحْنَاءُ"۔

ترجمہ: عطاء بن عبداللہ خراسانی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، باہم مصافحہ کیا کرو۔ یہ دلوں کے غیظ وغضب

اور کینے کو دور کرتا ہے اور آپس میں تحفوں کا تبادلہ کرو، یہ عداوت کو مٹاتا ہے۔
شرح: بقول منذری یہ حدیث معضل ہے (اس کی سند سے کئی راوی غائب ہیں) مگر اس کا مضمون کئی شواہد سے ثابت ہوتا ہے جنہیں حافظ ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے۔ مصافحہ اور معانقہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے مسنون ہے۔ ابن مسعودؓ کو حضورؐ نے تشہد سکھایا، جب کہ ان کا ہاتھ آپؐ کے دونوں ہاتھوں میں تھا۔ جیسا کہ بخاری نے روایت کیا ہے باب المصافحہ۔ صحابہ و تابعین اور مشائخ میں یہی دستور رہا ہے۔ بخاری نے الادب المفرد میں سلمہ بن الاکوع کی حدیث درج کی ہے کہ انہوں نے دونوں ہاتھ دکھا کر کہا، میں نے ان ہاتھوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی طبرانی کی کئی احادیث سے یہی مضمون ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہوتا ہے اور یہی حضورؐ کا عمل تھا۔ جن احادیث میں اَلْیَدُ بالالف کا لفظ ہے۔ اس سے مراد ہاتھ کی جنس ہے نہ کہ وحدت۔ اب تو اور بھی ضروری ہو گیا ہے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا جائے۔ کیونکہ غیر مسلموں کا شعار ایک ہاتھ ملانا ہے اور ایک ہاتھ کی صرف انگلیاں ملانا بدعتی فرقوں روافض وغیرہ کا طریقہ ہے۔ جیسا کہ الدرالمختار کے مصنف نے القنیہ میں صراحت کی ہے اور علّامہ شامی نے اسے وضاحت سے لکھا ہے۔

۱۶۴۱۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ. فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُسْلِمٍ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا. اِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ. فَيُقَالُ اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا. اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا"۔

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنّت کے دروازے سوموار اور جمعرات کھولے جاتے ہیں۔ پھر ہر مسلم بندے کو بخش دیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا ہو۔ سوائے اس کے کہ جس میں اور اس کے بھائی میں بُغض ہو۔ پس کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت دو حتیٰ کہ صلح کر لیں۔
شرح: یہ تو مسلّم ہے کہ کبائر کے لئے توبہ کی ضرورت ہے پس مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ کبائر سے توبہ کریں گے، ان کی بخشش کا اعلان ان دونوں میں کسی خاص تقریب سے ملائکۃ اللہ میں کیا جاتا۔ یا جو اس دن توبہ کر کے مر جائے یہ مغفرت اس کے لئے ہے رہ گئے صغائر، سو ان کی مغفرت کے کئی اسباب ہیں، جن میں سے ایک سبب یہ ہے۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے مسلم کی طرف سے دل میں عداوت و بُغض لئے رہنا کتنا بڑا کبیرہ گناہ ہے۔ اعاذ اللہ منہ۔

۱۶۴۲۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ اَبِیْ مَرْيَمَ، عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، اَنَّهٗ قَالَ: تُعْرَضُ اَعْمَالُ النَّاسِ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ. يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ. فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ. اِلَّا عَبْدًا كَانَتْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ. فَيُقَالُ اتْرُكُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَفِيْئَا. اَوِ ارْكُوْا

هٰذَیْنِ حَتّٰی یَفِیْئَا۔

ترجمہ: ابو ہریرہؓ نے کہا کہ ہر سات دن میں بندوں کے اعمال کو دو مرتبہ سوموار کو اور جمعرات کو حضورِ خداوندی میں پیش کیا جاتا ہے پس ہر مومن بندے کو بخش دیا جاتا ہے سوائے اس بندے کے کہ اس میں اور اس کے بھائی میں شدید دلی بغض ہو۔ پس کہا جاتا ہے کہ ان دو کو چھوڑ دو، حتیٰ کہ باز آ جائیں۔ یا یہ کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کا معاملہ موخر کر دو حتیٰ کہ باز آ جائیں۔ (یہ حدیث مرفوع بھی آئی ہے۔ گو موطا کے جمہور راویوں نے اسے موقوف روایت کیا ہے۔ صحابی ایسی بات خود نہیں کہہ سکتا۔ پس بہرحال یہ حدیث مرفوع ہے)

كِتَابُ اللِّبَاسِ

١- بَابُ مَا جَاءَ فِي لُبْسِ الثِّيَابِ لِلْجَمَالِ بِهَا

کپڑوں سے زینت حاصل کرنے کے لئے انہیں پہننا

١٦٤٣- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ بَنِي أَنْمَارٍ. قَالَ جَابِرٌ: فَبَيْنَا أَنَا نَازِلٌ تَحْتَ شَجَرَةٍ، إِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ هَلُمَّ إِلَى الظِّلِّ. قَالَ: فَنَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْتُ إِلَى غِرَارَةٍ لَنَا. فَالْتَمَسْتُ فِيهَا شَيْئًا فَوَجَدْتُ فِيهَا جِرْوَ قِثَّاءٍ. فَكَسَرْتُهُ. ثُمَّ قَرَّبْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ "مِنْ أَيْنَ لَكُمْ هٰذَا؟" قَالَ فَقُلْتُ: خَرَجْنَا بِهِ يَا رَسُولَ اللهِ مِنَ الْمَدِينَةِ. قَالَ جَابِرٌ: وَعِنْدَنَا صَاحِبٌ لَنَا نُجَهِّزُهُ يَذْهَبُ يَرْعَى ظَهْرَنَا قَالَ فَجَهَّزْتُهُ. ثُمَّ أَدْبَرَ يَذْهَبُ فِي الظَّهْرِ وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ لَهُ قَدْ خَلَقَا. قَالَ فَنَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ فَقَالَ "أَمَا لَهُ ثَوْبَانِ غَيْرُ هٰذَيْنِ؟" فَقُلْتُ: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ. لَهُ ثَوْبَانِ فِي الْعَيْبَةِ كَسَوْتُهُ إِيَّاهُمَا. قَالَ "فَادْعُهُ فَمُرْهُ فَلْيَلْبَسْهُمَا". قَالَ فَدَعَوْتُهُ فَلَبِسَهُمَا. ثُمَّ وَلَّى يَذْهَبُ. قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا لَهُ ضَرَبَ اللهُ عُنُقَهُ. أَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا لَهُ؟" قَالَ فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فِي سَبِيلِ اللهِ" قَالَ فَقُتِلَ الرَّجُلُ فِي سَبِيلِ اللهِ.

ترجمہ: جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے کہا کہ ہم لوگ غزوہ بنی انمار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ جابرؓ نے

کہا کہ اس اثنا میں کہ میں ایک درخت کے نیچے اُترا ہوا تھا۔ میں نے اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ جابرؓ نے کہا کہ میں نے کہا، یا رسول اللہؐ سائے میں تشریف لائیے۔ جابرؓ نے کہا کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں اُتر آئے۔ پس میں اپنے تھیلے کی طرف اُٹھا اور اس میں کچھ تلاش کیا تو میں نے اس میں کچھ چھوٹی چھوٹی ککڑیاں پائیں۔ پس میں نے انہیں توڑا، پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ تمہیں کہاں سے میسّر آئیں؟ جابرؓ نے کہا کہ میں نے کہا کہ ہم اسے مدینہ سے لے کر آئے تھے؟ جابرؓ نے کہا کہ ہمارے پاس ایک ساتھی تھے جو تیاری کے بعد سواریوں کو چرانے جاتا تھا۔ جابرؓ نے کہا کہ میں نے اسے تیار کیا۔ پھر وہ سواری کے جانور لے کر گیا۔ اور اس پر اس کی دو پرانی چادریں تھیں۔ جابرؓ نے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو فرمایا کیا اس کے پاس ان کے علاوہ اور دو کپڑے نہیں ہیں؟ میں نے کہا، کیوں نہیں یارسول اللہؐ۔ اس کے دو کپڑے زنبیل میں ہیں، جو میں نے اسے پہنائے تھے۔ آپؐ نے فرمایا، اسے بلاؤ اور حکم دو کہ انہیں پہن لے۔ جابرؓ نے کہا کہ میں نے اسے بلایا اور اس نے وہ کپڑے پہن لئے اور پھر جانے کے لئے مُڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی گردن مارے۔ کیا یہ اس کے لئے بہتر نہیں؟ جابرؓ نے کہا کہ اس شخص نے یہ بات سُن لی تو کہا کہ یارسول اللہؐ! یہ بھی فرمائیے کہ "اللہ کی راہ میں" (یعنی ضَرَبَ اللّٰهُ عُنُقَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فرمایئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کی راہ میں"۔ پس وہ شخص راہِ خدا میں قتل کیا گیا۔

شرح: اہلِ عرب اس قسم کے کلمات ضَرَبَ اللّٰهُ عُنُقَهٗ اور تَرِبَتْ يَدَاهُ بطورِ بددعا نہیں، بلکہ بعض وقت بطورِ محبت بولتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلا ہوا لفظ خطا نہیں جاتا تھا۔ اس لئے اس شخص نے فی سبیل اللہ کہلوایا۔ اور واقعی پھر وہ فی سبیل اللہ شہید ہوگیا۔ حضورؐ نے اس شخص کے پھٹے پرانے کپڑے اُتروا کر نئے زیبِ تن کرائے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جائز زینت میں کوئی حرج نہیں بلکہ وہ مطلوبِ شرع ہے۔

۱۶۴۴۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهٗ بَلَغَهٗ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: إِنِّيْ لَأُحِبُّ أَنْ أَنْظُرَ إِلَى الْقَارِئِ أَبْيَضَ الثِّيَابِ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں یہ پسند کرتا ہوں کہ قاری (عالم) کو سفید کپڑوں والا دیکھوں۔ (یعنی وہ اچھے لباس میں ہو، پاک صاف ہو، عوام کی نظروں میں مکرم و محترم ہو۔ نام و نمود اور شہرت سے گریزاں ہو۔ سفید لباس حضورؐ کا پسندیدہ پہناوا ہے۔ آپؐ نے اسے پہننے اور اس میں مُردوں کو کفن دینے کی ترغیب دی ہے۔)

۱۶۴۵۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ أَبِيْ تَمِيْمَةَ، عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِذَا أَوْسَعَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَأَوْسِعُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ. جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابَهٗ۔

ترجمہ: ابن سیرینؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ تمہیں مال میں وسعت دے تو اپنے آپ پر کشائش کرو۔ آدمی کو چاہئے کہ اپنے لباس کو اپنے اُوپر سجا کر رکھے۔ (حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنا پسند فرماتا ہے پس بلا ضرورت اور بلا سبب حقیر لباس پہننا اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے اور اکثر اس کا منشا شہرت پسندی اور ریاکاری ہوتا ہے۔ معاذ اللہ)

۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي لُبْسِ الثِّيَابِ الْمُصْبَغَةِ وَالذَّهَبِ

رنگدار لباس اور سونا پہننے کا بیان

سفید لباس پسندیدہ ہے مگر اس پر اجماع ہے کہ رنگدار کپڑے مردوں عورتوں کے لئے جائز ہیں۔ ہاں مردوں کے لئے بعض رنگ مثلاً سرخ، زعفران کا رنگ اور عصفر کا رنگ مکروہ ہے، عورتوں کے لئے نہیں۔ سونے کا استعمال عورتوں کے لئے جائز ہے اور مردوں کے لئے حرام ہے۔

۱۶۴۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَلْبَسُ الثَّوْبَ الْمَصْبُوغَ بِالْمِشْقِ. وَالْمَصْبُوغَ بِالزَّعْفَرَانِ.

قَالَ يَحْيَى: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: وَأَنَا أَكْرَهُ أَنْ يَلْبَسَ الْغِلْمَانُ شَيْئًا مِنَ الذَّهَبِ. لِأَنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ.

فَأَنَا أَكْرَهُهُ لِلرِّجَالِ، الْكَبِيرِ مِنْهُمْ وَالصَّغِيرِ.

قَالَ يَحْيَى: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ فِي الْمَلَاحِفِ الْمُعَصْفَرَةِ فِي الْبُيُوتِ لِلرِّجَالِ، وَفِي الْأَفْنِيَةِ قَالَ: لَا أَعْلَمُ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا حَرَامًا. وَغَيْرُ ذَلِكَ مِنَ اللِّبَاسِ أَحَبُّ إِلَيَّ.

ترجمہ: نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ سرخ مٹی سے رنگا ہوا کپڑا اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہنتے تھے۔

امام مالکؒ نے کہا کہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں کہ لڑکوں کو سونے کی کوئی چیز پہنائی جائے، کیونکہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا اور میں اسے مردوں کے لئے ناپسند کرتا ہوں۔ (یعنی یہ ناجائز ہے) بالغ ہو یا نابالغ۔ (یہ مضمون صحاح کی احادیث سے ثابت ہے۔)

مالکؒ نے کہا کہ کسم سے رنگی ہوئی بڑی بڑی چادریں گھروں کے اندر اور صحنوں میں مردوں کے لئے جائز ہیں۔ (یعنی باہر نہیں) میں اس میں حرمت نہیں سمجھتا۔ اور اس کے علاوہ اور لباس ہو تو مجھے پسندیدہ تر ہے۔ (عورتوں کے لئے یہ چادریں گھر میں اور باہر ہر جگہ جائز ہیں۔ عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کی حدیث مسلم میں موجود ہے جس میں حضورؐ نے کسم کے رنگے ہوئے کپڑے کی ممانعت فرمائی تھی۔ یہی ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے۔)

شرح: مشق (گیری یا سرخ مٹی) سے رنگا ہوا کپڑا بالاتفاق جائز ہے۔ یہ رنگ معمولی ہوتا ہے اور جلدی اتر جاتا ہے۔ زعفران کے ساتھ رنگا ہوا کپڑا ابن عمرؓ کے نزدیک جائز ہے اور مالکؒ اور اکثر فقہائے مدینہ کا یہی مذہب ہے۔ لیکن حدیث مرفوع میں اس سے ممانعت ثابت ہے اور دیگر آئمہ و فقہا کا یہی مذہب ہے۔ صحیحین میں زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کی ممانعت ثابت ہے۔

۳۔ بَابُ مَا جَاءَ فِیْ لُبْسِ الْخَزِّ

خزّ پہننے کا بیان

تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ تین قسم کے کپڑے پر خزّ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ (۱) خرگوش کی اُون یا اسی قسم کے ایک پانی کے جانور کی اُون۔ اس کے جواز میں شبہ نہیں۔ (۲) ریشم اور اُون کا مخلوط کپڑا۔ اس پر اگر اُون غالب ہو، مثلاً تانا اُون کا اور بانا ریشم کا ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ (۳) خالص ریشم، اس کی حرمت میں شبہ نہیں اور حدیث میں جو آیا ہے کہ آخری زمانے کے لوگ خزّ اور حریر کو حلال جانیں گے، وہ اسی پر محمول ہے۔ غالبًا اسی کو قزّ بھی کہتے ہیں۔

۱۶۴۷۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا كَسَتْ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ مِطْرَفَ خَزٍّ كَانَتْ عَائِشَةُ تَلْبَسُهُ۔

ترجمہ: عروہ نے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مکرمہ عائشہ سلام اللہ علیہا نے عبداللہ بن زبیر کو خزّ کی ایک جھالر دار چادر پہنائی، جسے خود حضرت عائشہؓ پہنا کرتی تھیں۔ (یہاں خزّ سے مراد ریشم نہیں۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جانتی تھیں کہ مردوں کے لئے حضورؐ نے ریشم کا استعمال ممنوع ٹھیرایا ہے۔ عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عائشہؓ کے بھانجے اور مُنہ بولے بیٹے تھے۔)

۴۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ لِلنِّسَاءِ لُبْسُهُ مِنَ الثِّيَابِ

عورتوں کو جو لباس پہننا مکروہ ہے

۱۶۴۸۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ أَبِیْ عَلْقَمَةَ، عَنْ أُمِّهِ، أَنَّهَا قَالَتْ: دَخَلَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَلٰی عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَعَلٰی حَفْصَةَ خِمَارٌ رَقِيْقٌ۔ فَشَقَّتْهُ عَائِشَةُ، وَكَسَتْهَا خِمَارًا كَثِيْفًا۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کی لونڈی مرجانہ نے کہا کہ حفصہ بنت عبدالرحمٰنؒ (اُمّ المومنینؓ کی بھتیجی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور حفصہ کے سر پر ایک پتلا دوپٹہ تھا۔ حضرت عائشہؓ نے وہ دوپٹہ پھاڑ دیا اور ایک موٹا دوپٹہ اُسے پہنا دیا۔ (اس سے معلوم ہوا کہ پتلے کپڑے پہن کر عورت گھر سے باہر نہ نکلے۔)

۱۶۴۹۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِیْ مَرْيَمَ، عَنْ أَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ۔ مَائِلَاتٌ مُمِيْلَاتٌ۔ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ۔ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا۔ وَرِيْحُهَا يُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ نے کہا کہ کپڑے پہننے والیاں مگر درحقیقت لباس سے عاری عورتیں، مردوں کی طرف مائل ہونے والیاں، مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والیاں جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی۔ حالانکہ اس کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے پائی جاسکے گی۔

شرح: یعنی یہ برائے نام لباس پہنیں گی، جس سے جسم نظر آئے اور اس کے محاسن واضح ہوں۔ خود مردوں کی طرف مائل ہوں گی اور انہیں اپنی طرف مائل کریں گی۔ اِٹھلا کر ایسی چال چلیں گی کہ مرد خواہ مخواہ دیکھیں۔ ایسا سنگھار اور زینت کریں گی کہ لوگوں کو رغبت ہو۔ الفاظ کے کچھ اختلاف کے ساتھ یہ حدیث مسلم نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

۱۷۵۰۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ۔ فَنَظَرَ فِیْ اُفُقِ السَّمَاءِ فَقَالَ "مَاذَا فُتِحَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْخَزَائِنِ؟ وَمَاذَا وَقَعَ مِنَ الْفِتَنِ؟ كَمْ مِنْ كَاسِيَةٍ فِی الدُّنْيَا عَارِيَةٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ اَيْقِظُوْا صَوَاحِبَ الْحُجَرِ"۔

ترجمہ: ابن شہابؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ تہجد کے لئے بیدار ہوئے اور آسمان کی اُفق کی طرف نگاہ فرمائی۔ پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آج رات میں کیا کیا خزانے (رحمت کے خزانے) کھولے ہیں اور کس قدر فتنے واقع ہوئے ہیں۔ کئی عورتیں جو دنیا میں لباس پہنتی ہیں۔ قیامت کے دن لباس سے عاری ہوں گی۔ حجروں والیوں (ازواج مطہراتؓ) کو جگاؤ۔ (کہ وہ رحمت خداوندی کے خزانوں سے حصہ پالیں۔ فتنوں سے مراد آنے والے وقت کی گڑبڑ ہے۔)

۵۔ بَابُ مَاجَاءَ فِیْ اِسْبَالِ الرَّجُلِ ثَوْبَهٗ

مرد کے لئے ٹخنوں سے نیچے تہ بند، پاجامہ، شلوار، قمیص وغیرہ لٹکانے کی ممانعت بہت سی صحیح اور حسن احادیث میں آئی ہے۔ ان میں بعض میں اسبال یا جرِّ ثوب (کپڑا لٹکانے) کو خیلاء (تکبر و تبختر) سے مقید کیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ اور ابن عبدالبرؒ نے کہا کہ ازراہِ تکبر کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا یا گھسیٹنا حرام ہے۔ اگر ازراہِ تکبر نہ ہو، تو اس کے لئے یہ وعید نہیں مگر مذموم وہ بھی ہے۔ یہی امام نوویؒ نے لکھا ہے۔ عورتوں کے لئے اسبال ممنوع نہیں بلکہ محمود ہے، کیونکہ ستر کا تقاضا یہی ہے۔

۱۷۵۱۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلَّذِیْ يَجُرُّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ، لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو مرد اپنا کپڑا ازراہِ تکبر گھسیٹے (لٹکائے) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا۔

شرح: قاضی ابوالولید الباجیؒ نے کہا کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث سُنی تو عرض کیا، یا رسول اللہ میرے تہ بند کا ایک طرف لٹک جاتی ہے مگر یہ کہ میں کوشش سے اسے اٹھاؤں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو ان لوگوں میں سے نہیں جو تکبر سے

ایسا کرتے ہیں۔

۱۶۵۲-وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی، یَوْمَ الْقِیَامَةِ، اِلٰی مَنْ یَجُرُّ اِزَارَهٗ بَطَرًا"۔

ترجمہ: ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا، جو تکبر وغرور سے اپنا تہ بند (یا اور کپڑے) نیچے لٹکاتا ہے۔

۱۶۵۳-وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ، وَزَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ. كُلُّهُمْ یُخْبِرُهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ، یَوْمَ الْقِیٰمَةِ، اِلٰی مَنْ یَجُرُّ ثَوْبَهٗ خُیَلَاءَ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نظر نہیں کرے گا جو اپنا کپڑا کبر وغرور سے لٹکاتا ہے۔ (ان میں سے بعض احادیث میں ثوب کا لفظ ہے اور بعض میں ازار کا۔ اس وقت چونکہ لوگ تہ بند ہی عموماً باندھتے تھے۔ لہٰذا ازار کا لفظ فرمایا۔ ورنہ ہر کپڑے کا یہی حکم ہے۔ جیساکہ اس حدیث میں اور ابن عمرؓ کی گزشتہ حدیث میں ہے)

۱۶۵۴-وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِیْهِ، اَنَّهٗ قَالَ: سَاَلْتُ اَبَا سَعِیْدٍ الْخُدْرِیَّ عَنِ الْاِزَارِ؟ فَقَالَ: اَنَا اُخْبِرُكَ بِعِلْمٍ. سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ "اِزْرَةُ الْمُؤْمِنِ اِلٰی اَنْصَافِ سَاقَیْهِ. لَا جُنَاحَ عَلَیْهِ فِیْمَا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْكَعْبَیْنِ. مَا اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَفِی النَّارِ. مَا اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَفِی النَّارِ. لَا یَنْظُرُ اللّٰهُ، یَوْمَ الْقِیَامَةِ، اِلٰی مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا"۔

ترجمہ: عبدالرحمٰن (بن یعقوب الحرقی) نے کہا کہ میں نے ابوسعید الخدریؓ سے تہ بند کے متعلق پوچھا (کہ کہاں تک ہونا چاہیے) انہوں نے کہا کہ میں تجھے اس علم کی خبر دیتا ہوں، جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ مومن کا تہ بند نصف پنڈلی تک ہے۔ اور وہاں سے ٹخنوں تک کوئی گناہ نہیں۔ اور جو اس سے نیچے ہو تو وہ آگ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ جو از راہ کبر وغرور اپنا تہ بند لٹکائے۔

۶- بَابُ مَا جَاءَ فِیْ اِسْبَالِ الْمَرْاَةِ ثَوْبَهَا

عورت کے اپنا کپڑا نیچے لٹکانے کا باب

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کے لئے نصف پنڈلی سے نیچے ایک بالشت تک کپڑا لٹکانا مستحب ہے اور ایک ہاتھ تک

جائز ہے جس طرح مرد کے لئے مستحب نصف پنڈلی تک ہے اور جائز ٹخنے تک۔ مزید گفتگو اُوپر گزری ہے۔

۱۶۵۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ نَافِعٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ أَنَّهَا قَالَتْ، حِينَ ذُكِرَ الْإِزَارُ: فَالْمَرْأَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ "تُرْخِيهِ شِبْرًا" قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: إِذًا يَنْكَشِفُ عَنْهَا۔ قَالَ "فَذِرَاعًا۔ لَا تَزِيدُ عَلَيْهِ"۔

ترجمہ: نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زوجہ محترمہ اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ازار کا ذکر فرمایا تو اُمّ سلمہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ عورت اپنا نچلا کپڑا کس قدر لٹکائے؟ فرمایا، ایک بالشت لٹکائے۔ اُمّ سلمہؓ نے کہا کہ تب تو اس کی بے پردگی ہوگی۔ (پاؤں کھل جائیں گے۔) حضورؐ نے فرمایا کہ ایک ہاتھ لٹکائے۔ مگر اس پر اضافہ نہ کرے۔ (محدث علی القاری نے یہ مقدار نصف پنڈلی سے شمار کی ہے۔ اور کہا ہے کہ مقصد یہ تھا کہ نصف پنڈلی سے لے کر زمین سے ذرا اوپر تک جسم ڈھکا رہے۔ اگر یہ مقدار ٹخنوں یا پاؤں سے لی جائے تو اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ خواتین کپڑے سے زمین گھسیٹتی پھریں۔

۷۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْانْتِعَالِ

جوتے پہننے کا باب

۱۶۵۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا يَمْشِيَنَّ أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ۔ لِيُنْعِلْهُمَا جَمِيعًا أَوْ لِيُحْفِهِمَا جَمِيعًا"۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی ایک جوتے میں نہ چلے، دونوں پہن لے یا دونوں اُتار دے۔ (کیونکہ صرف ایک جوتا پہن کر چلنا بے عقلی اور بدتہذیبی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اس سے چال بھی درست نہیں رہتی اور یہ بالکل حماقت کا کام نظر آتا ہے۔)

۱۶۵۷۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ۔ وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ۔ وَلْتَكُنِ الْيُمْنَى أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ۔ وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ"۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی شخص جوتا پہنے تو پہلے دائیں پاؤں میں پہنے اور جب اُتارے تو بائیں سے پہلے اتارے۔ پس دایاں پاؤں پہننے میں آگے اور اُتارنے میں پیچھے رکھا جائے۔ (حضور کا اپنا عمل یہی تھا۔ جس پر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں۔)

۱۶۵۸- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ كَعْبِ الْأَحْبَارِ، أَنَّ رَجُلًا نَزَعَ نَعْلَيْهِ. فَقَالَ: لِمَ خَلَعْتَ نَعْلَيْكَ؟ لَعَلَّكَ تَأَوَّلْتَ هَذِهِ الْآيَةَ ـ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِي الْمُقَدَّسِ طُوًى. قَالَ: ثُمَّ قَالَ كَعْبٌ لِلرَّجُلِ: أَتَدْرِي مَا كَانَتْ نَعْلَا مُوسَى؟ قَالَ مَالِكٌ: لَا أَدْرِي مَا أَجَابَهُ الرَّجُلُ. فَقَالَ كَعْبٌ: كَانَتَا مِنْ جِلْدِ حِمَارٍ مَيِّتٍ.

ترجمہ: کعب الاحبار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے جوتے اتار دیئے تو کعب نے کہا کہ تو نے اپنے جوتے کیوں اتارے ہیں؟ شاید تو نے اس آیت پر عمل کے لئے ایسا کیا ہے کہ "اے موسیٰؑ اپنے جوتے اتار دے۔ کیونکہ تو طویٰ کی مقدس وادی میں ہے"۔ پھر کعب نے اس شخص سے کہا، کیا تو جانتا ہے کہ موسیٰ کے جوتے کس چیز کے تھے؟ مالکؒ نے کہا کہ نہیں میں نہیں جانتا۔ (راوی حدیث) مالک بن ابی عامرؓ (امام مالکؒ کے دادا) نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم اس شخص نے کعب کے سوال کا کیا جواب دیا۔ کعب نے کہا کہ وہ مردہ گدھے کے چمڑے کے تھے۔ (زرقانی نے کہا کہ یہ روایت اسرائیلیات میں سے ہے۔ کیونکہ کعب ان روایات کا عالم تھا۔ حسن بصریؒ کا قول ہے کہ موسیٰؑ کے جوتے گائے کے چمڑے کے تھے۔ جوتے اتروانے کا منشا یہ تھا کہ ننگے پاؤں اس پاک وادی پر چلیں اور برکت پائیں۔ کعب کا قول بے دلیل اور بے سروپا ہے۔ لہذا اس روایت میں جوتوں سمیت نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا)

۸- بَابُ مَا جَاءَ فِي لُبْسِ الثِّيَابِ

کپڑے پہننے کا باب

۱۶۵۹- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ. وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَعَنِ الْمُنَابَذَةِ. وَعَنْ أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ. وَعَنْ أَنْ يَشْتَمِلَ الرَّجُلُ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ عَلَى أَحَدِ شِقَّيْهِ.

ترجمہ: ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے دو لباسوں اور دو سودوں سے منع فرمایا۔ وہ دو قسم کے ممنوع بیع یہ ہیں۔ ملامسہ اور منابذہ۔ وہ دو قسم کے لباس یہ ہیں۔ آدمی سرینوں پر گھٹنے کھڑے کرکے بیٹھے اور شرم گاہ ننگی ہو اور ایک کپڑے کے ساتھ جسم کی ایک جانب کو ڈھانکے۔

شرح: ملامسہ کا معنی ہے چھو کر بیع کرنا اور منابذہ کا معنی ہے کنکری پھینک کر یا مبیع کو پھینک کر بیع کرنا۔ پہلی قسم کا لباس حبوہ ہے۔ اہل عرب گھٹنے کھڑے کرکے سرینوں کے بل بیٹھتے تھے۔ اوپر کپڑا ہوتا مگر بعض دفعہ شرم گاہ ننگی ہوتی۔ ذرا ہوا آتی اور بیرونی کپڑا ہٹ جاتا تو پردہ کھل جاتا۔ دوسرا لباس وہ ہے جسے اشتمال الصماء کہتے ہیں کہ ایک کپڑا سارے بدن پر بازوؤں سمیت لپیٹ لیتے اور جب ہاتھ نکالنا چاہتے تو وہ جانب عریاں ہو جاتی۔

۱۶۷۰۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأَى حُلَّةً سِيَرَاءَ تُبَاعُ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لَوِ اشْتَرَيْتَ هٰذِهِ الْحُلَّةَ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ". ثُمَّ جَاءَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلَلٌ. فَأَعْطَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهَا حُلَّةً. فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَكَسَوْتَنِيهَا وَقَدْ قُلْتَ فِي حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا". فَكَسَاهَا عُمَرُ أَخًا لَهُ مُشْرِكًا بِمَكَّةَ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے مسجد کے دروازے کے پاس ایک ریشمی لکیر دار کاڑھا ہوا جوڑا دیکھا تو کہا یا رسول اللہؐ اگر آپ یہ جوڑا خرید لیں اور اسے جمعہ کے دن اور آنے والے وفدوں کے لئے پہنیں تو کیا اچھا ہو پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ تو وہی پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے ہی جوڑے آئے تو آپؐ نے ان میں سے ایک جوڑا عمر بن الخطابؓ کو دیا۔ عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ آپؐ نے مجھے یہ عنایت فرمایا ہے۔ حالانکہ آپؐ نے عطارد (ابن حاجب ابن زدارہ تمیمی) کے جوڑے کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ بڑی سخت بات تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تجھے یہ پہننے کے لئے نہیں دیا۔ پس عمر بن الخطاب نے وہ جوڑا اپنے ایک مشرک بھائی کو پہنا دیا جو مکہ میں تھا۔ (بعد میں وہ مسلمان ہوگیا تھا۔ اس کا نام عثمان بن حکیم سُلمی تھا۔ اور وہ زید بن الخطابؓ کا مادری بھائی تھا۔ یہ حدیث موطاء امام محمدؒ میں باب ما یکرہ من لبس الحریر الخ میں مروی ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ مسلمان مرد کے لئے ریشم، دیبا اور سونا پہننا ناجائز ہے۔ بالغوں اور نابالغوں سب کا یہی حکم ہے اور عورتوں کے لئے جائز ہے۔ برسرِ جنگ مشرک کو ہتھیار یا زرہ کا تحفہ دینا جائز نہیں۔ دیگر تحفے جائز ہیں یہی ابوحنیفہ اور ہمارے عامۃ فقہا کا قول ہے۔

۱۶۷۱۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ، وَقَدْ رَقَعَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ بِرُقَعٍ ثَلَاثٍ لَبَّدَ بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ۔

ترجمہ: انس بن مالکؓ نے کہا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو دیکھا جب کہ وہ امیر المؤمنین تھے۔ انہوں نے اپنے کندھوں کے درمیان نیچے اوپر تین پیوند لگائے ہوئے تھے۔ (بیت المال کی تنخواہ سے بمشکل گزارہ ہوتا تھا۔ اور نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔)

کِتَابُ صِفَةِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

١- بَابُ مَا جَاءَ فِی صِفَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کا باب

١٦٦٢- حَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِیعَةَ بْنِ أَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ یَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ بِالطَّوِیلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِیرِ، وَلَیْسَ بِالْأَبْیَضِ الْأَمْهَقِ وَلَا بِالْآدَمِ. وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ. بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلٰی رَأْسِ أَرْبَعِینَ سَنَةً. فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِینَ. وَبِالْمَدِینَةِ عَشْرَ سِنِینَ وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی رَأْسِ سِتِّینَ سَنَةً. وَلَیْسَ فِی رَأْسِهِ وَلِحْیَتِهِ عِشْرُونَ شَعْرَةً بَیْضَاءَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کہتے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت زیادہ طویل تھے اور نہ پست قد تھے۔ نہ بہت ہی سفید رنگ کے تھے اور نہ گندم گوں۔ نہ زیادہ کھنگریالے بالوں والے تھے اور نہ بالکل سیدھے بالوں والے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا۔ پھر مکہ میں دس سال رہے اور مدینہ میں دس رہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساٹھ سال کی عمر میں وفات دی۔ جب کہ آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

شرح: اہل عرب کسروں کو بالعموم چھوڑ دیتے تھے، یہی سبب ہے کہ ۱۳ سال کی زندگی کو دس سال سے تعبیر کیا اور ۶۳ سال کو ۶۰ سال کہا ہے۔ یہ حدیث موطا امام محمدؒ میں باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مروی ہے۔

٢- بَابُ مَا جَاءَ فِی صِفَةِ عِیسَی ابْنِ مَرْیَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَالدَّجَّالِ

عیسیٰ بن مریم اور دجال کی صفت کا بیان

١٦٦٣- وَحَدَّثَنِی عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

بُغیۃ السالک

یعنی

مؤطّا امام مالک مترجم

عربی

کا

مکمل عربی متن

مع بامحاورہ اردو ترجمہ

وعام فہم مفصل شرح مبنی براوجز المسالک مرتبہ شیخ الحدیث حضرت العلامہ محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوم

از

مولانا منظور احمد دامت فیوضہم

مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم الشہابیہ سیالکوٹ

المصباح

۱۶- اردو بازار. لاہور

کِتَابُ صِفَةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

١- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کا باب

١٦٦٢- حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيرِ، وَلَيْسَ بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ وَلَا بِالْآدَمِ. وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبِطِ. بَعَثَهُ اللهُ عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً. فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ. وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ وَتَوَفَّاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ سَنَةً. وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُونَ شَعَرَةً بَيْضَاءَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کہتے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت زیادہ طویل تھے اور نہ پست قد تھے۔ نہ بہت ہی سفید رنگ کے تھے اور نہ گندم گوں۔ نہ زیادہ گھنگریالے بالوں والے تھے اور نہ بالکل سیدھے بالوں والے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا۔ پھر مکہ میں دس سال رہے۔ اور مدینہ میں دس رہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساٹھ سال کی عمر میں وفات دی جب کہ آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

شرح: اہل عرب کسروں کو بالعموم چھوڑ دیتے تھے، یہی سبب ہے کہ ۱۳ سال کی زندگی کو دس سال سے تعبیر کیا اور ۶۳ سال کو ۶۰ سال کہا ہے۔ یہ حدیث موطا امام محمدؒ میں باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مروی ہے۔

٢- بَابُ مَا جَاءَ صِفَةِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالدَّجَّالِ

عیسیٰ بن مریم اور دجال کی صفت کا بیان

١٦٦٣- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ" اَرَانِی اللَّیْلَةَ عِنْدَ الْکَعْبَةِ۔ فَرَاَیْتُ رَجُلًا اٰدَمَ۔ کَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ لَہٗ لِمَّةٌ کَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ۔ قَدْ رَجَّلَهَا فَهِیَ تَقْطُرُ مَاءً۔ مُتَّکِئًا عَلٰی رَجُلَیْنِ، اَوْ عَلٰی عَوَاتِقِ رَجُلَیْنِ۔ یَطُوْفُ بِالْکَعْبَةِ۔ فَسَاَلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قِیْلَ: هٰذَا الْمَسِیْحُ بْنُ مَرْیَمَ۔ ثُمَّ اِذَا اَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ۔ اَعْوَرِ الْعَیْنِ الْیُمْنٰی۔ کَاَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِیَةٌ۔ فَسَاَلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ فَقِیْلَ لِیْ: هٰذَا الْمَسِیْحُ الدَّجَّالُ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے آپ کو آج رات (خواب میں) کعبہ کے پاس دیکھا۔ پس میں نے ایک گندم گوں شخص دیکھا، جو تم گندم گوں مردوں میں سے خوبصورت ترین شخص دیکھ سکتے ہو۔ اس کی زلفیں کندھوں سے اوپر تک تھیں، جیسی کہ تم کوئی خوبصورت ترین زلفیں دیکھ سکو۔ اس نے ان میں کنگھی کی ہوئی تھی اور ان میں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ اس نے دو مردوں کے کندھوں پر سہارا لے رکھا تھا۔ اور کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے تو مجھ سے کہا گیا کہ مسیح بن مریم ہے۔ پھر میں نے دیکھا ایک مرد کو جس کے بال بہت ہی گھنگھریالے تھے اس کی دائیں آنکھ کانی تھی۔ اور یوں تھی جیسے کہ اُبھرا ہوا انگور ہو۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو کہا گیا کہ یہ مسیح دجال ہے۔

شرح: حسب روایت بخاری یہ خواب کا واقعہ ہے اور اس حدیث میں مسیح دجال کے طواف کعبہ کا کوئی ذکر نہیں۔ اور دیگر روایات میں موجود ہے۔ یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ مسیح دجال حرمین میں نہ آسکے گا۔ وہاں فرشتوں کا پہرہ ہوگا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس کے وہاں آ سکنے کی نفی اس وقت کے ساتھ خاص ہے جب وہ دنیا میں خروج کرے گا۔ اور یہاں صرف ایک کشف مذکور ہے جس کا تعلق اس کے زمانۂ خروج کے ساتھ نہیں ہے۔

۳۔ بَابُ مَا جَاءَ فِی السُّنَّةِ فِی الْفِطْرَةِ

فطرت کا بیان

فطرت سے مراد وہ اچھی حالت ہے جس پر انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے اور ان کے قلوب میں نیکی کا بیج ڈالا گیا ہے۔ تمام انبیاء کا مختار و پسندیدہ طریقہ وہی تھا اور تمام آسمانی شریعتیں اس پر متفق تھیں۔ گو انسان میں شیطانی اغوا اور ماحول کی خرابی کے اثرات قبول کر لینے کی استعداد بھی موجود ہے تاکہ معاملہ جبر و اختیار کے بین بین رہے۔

۱۶۷۴۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْمَقْبُرِیِّ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ۔ تَقْلِیْمُ الْاَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَنَتْفُ الْاِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَالْاِخْتِتَانُ۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ نے کہا کہ پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں۔ ناخن کاٹنا۔ مونچھیں کتروانا۔ بغل کے بال اکھاڑنا، زیر ناف کے بال مونڈنا اور ختنہ کرنا۔ (خصالِ فطرت کی تعداد اس سے زیادہ بھی احادیث میں موجود ہے۔ اور ان میں کلی کرنا، ناک صاف

کرنا، داڑھی، مسواک کرنا جسم کے خفیہ حصوں کو دھونا اور استنجا کرنا بھی مذکور ہے۔ نتف الابط کا لفظی معنیٰ ترجمہ میں گزرا، مگر مقصد ان بالوں کا ازالہ ہے خواہ کسی طرح ہو جائے۔ احادیث میں عورتوں کے ختنے کا ذکر بھی موجود ہے۔ مگر جمہور علماء کے نزدیک یہ واجب نہیں۔ بعض احادیث میں غسل جمعہ اور مانگ نکالنا بھی مذکور ہے۔)

۱۶۶۵۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ إِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ النَّاسِ ضَيَّفَ الضَّيْفَ. وَأَوَّلَ النَّاسِ اخْتَتَنَ. وَأَوَّلَ النَّاسِ قَصَّ الشَّارِبَ. وَأَوَّلَ النَّاسِ رَأَى الشَّيْبَ. فَقَالَ: يَا رَبِّ. مَا هٰذَا؟ فَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: وَقَارٌ يَا إِبْرَاهِيْمُ. فَقَالَ: رَبِّ زِدْنِيْ وَقَارًا.

قَالَ يَحْيٰى: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُوْلُ: يُؤْخَذُ مِنَ الشَّارِبِ حَتّٰى يَبْدُوَ طَرَفُ الشَّفَةِ. وَهُوَ الْإِطَارُ. وَلَا يَجُزُّهُ فَيُمَثِّلُ بِنَفْسِهِ.

ترجمہ: سعید بن المسیبؒ نے کہا کہ ابراہیمؑ پہلے آدمی تھے جنہوں نے مہمان نوازی کی اور پہلے انسان تھے جنہوں نے ختنہ کیا اور پہلے آدمی تھے جنہوں نے مونچھیں کاٹیں۔ اور پہلے آدمی تھے جنہوں نے بالوں کی سفیدی دیکھی اور کہا، اے میرے رب یہ کیا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیمؑ یہ وقار ہے۔ انہوں نے کہا اے میرے رب میرا وقار اور بڑھا۔

مالکؒ نے کہا کہ مونچھیں اتنی کاٹی جائیں کہ ہونٹ کے اطراف ننگے ہو جائیں۔ ہونٹ کے اطراف کو اطار کہتے ہیں۔ اور مونچھ کو بالکلیہ نہ قطع کرے ورنہ یہ مُثلہ ہوگا۔ (لیکن دیگر علماء کے نزدیک حدیث کے لفظ اَحْفُوا الشَّوَارِبَ کی بنا پر ان کے بالوں کو خوب کاٹنا کہ نظر نہ آئیں، افضل ہے۔ اصحاب شافعیؒ کا بھی یہی مختار ہے اور حنفیہ کا یہی مذہب ہے۔)

۴۔ بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْأَكْلِ بِالشِّمَالِ

بائیں ہاتھ سے کھانے کی ممانعت

۱۶۶۶۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ السَّلَمِيِّ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ يَأْكُلَ الرَّجُلُ بِشِمَالِهِ. أَوْ يَمْشِيَ فِيْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ. وَأَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ وَأَنْ يَحْتَبِيَ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ كَاشِفًا عَنْ فَرْجِهِ.

ترجمہ: جابر بن عبداللہ سلمی (انصاری) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے سے منع فرمایا اور ایک جوتے میں چلنے سے اور ایک ہی کپڑے کو جسم پر ایسا لپیٹنے سے کہ ہاتھ باہر نہ نکلے۔ اور ایک کپڑے میں احتباء کرنے سے کہ شرمگاہ کھلی ہو، منع فرمایا۔ (بائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے کے علاوہ باقی تین چیزوں کا ذکر اوپر کی احادیث میں گزر چکا ہے۔)

۱۶۶۷۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِيْنِهِ وَلْيَشْرَبْ بِيَمِيْنِهِ. فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی کھائے دائیں ہاتھ سے کھائے اور دائیں ہاتھ سے پئیے۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔ (شیطان انسان کا دشمن ہے۔ وہ اس سے ایسے کام کراتا ہے جو انبیاءؑ و صالحین کے طریقے کے خلاف ہوں پس مطلب یہ ہوا کہ بائیں ہاتھ سے (بلا عذر) کھانے پینے والا شیطان کا شاگرد ہے۔ اور اس کے اتباع میں ایسا کرتا ہے۔)

۵۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَسَاكِيْنِ

مساکین کا باب

۱۶۶۸۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ بِهٰذَا الطَّوَّافِ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ. فَتَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ. وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ" قَالُوْا: فَمَا الْمِسْكِيْنُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ "الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ. وَلَا يَفْطَنُ النَّاسُ لَهُ فَيُتَصَدَّقَ عَلَيْهِ. وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلَ النَّاسَ"۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مسکین یہ گھوم پھر کر مانگنے والا نہیں جو لوگوں کے پاس گھومتا ہے اور ایک لقمہ اور دو لقمے اور ایک کھجور اور دو کھجوریں اسے دربدر گھماتی پھراتی ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ پھر مساکین کون ہیں؟ فرمایا وہ جو نہ دولت پائے جو اسے دوسروں سے غنی کرے۔ اور نہ لوگوں کو اس کا پتہ چلے کہ اسے صدقہ دیں اور نہ اٹھ کر لوگوں سے مانگتا پھرے۔ (حضورؐ نے پیشہ ور گداگر اور صحیح مستحق مسکین کی ان الفاظ میں تصویر کھینچ کر رکھ دی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔)

۱۶۶۹۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنِ ابْنِ بُجَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ ثُمَّ الْحَارِثِيِّ، عَنْ جَدَّتِهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "رُدُّوا الْمِسْكِيْنَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحْرَقٍ"۔

ترجمہ: حواءؓ بنت السکن (صحابیہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین کو کچھ نہ کچھ دے کر بھیجو اگرچہ وہ جلی ہوئی کھری کیوں نہ ہو۔ بطور تاکید و مبالغہ فرمایا۔ مطلب یہ کہ وہ چیز گو نہمائے کام کی نہیں، مگر اس سے اس کا کام نکل سکتا ہے۔

۶- بَابُ مَاجَاءَ فِیْ مِعَیِ الْکَافِرِ

کافر کی آنتوں کا باب

۱۶۷۰- حَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "یَاْکُلُ الْمُسْلِمُ فِیْ مِعًی وَّاحِدٍ. وَالْکَافِرُ یَاْکُلُ فِیْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ".

ترجمہ: ابو ہریرہؓ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلم ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

شرح: طب میں ثابت ہے کہ انسان کی آنتوں کی تعداد سات ہے۔ سات آنتوں میں کھانے کا مطلب یہ ہے کہ کافر صرف کھانے پینے کا حریص ہے اور یہی اس کی زندگی کا مقصد ہے۔ مومن کو تھوڑا بھی مل جائے تو صبر و شکر کے ساتھ گزارہ کر لیتا ہے۔ ہر شخص کی خوراک کی مقدار، اس کی صحت، عمر اور تن و توش کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک صحت مند جوان مسلم کافر سے زیادہ کھائے، جب کہ اس کی صحت اور عمر اس کی اجازت نہ دے۔ لہذا یہ حدیث بقول ابن عبدالبرؒ اور حافظ ابن حجرؒ اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ مومن زندہ رہنے کے لیے کھاتا ہے اور کافر کھانے کے لئے زندہ رہتا ہے۔ مومن پر حلال و حرام کی پابندیاں ہیں اور کافر ان سے آزاد ہے۔

۱۶۷۱- وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُهَیْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَافَهُ ضَیْفٌ کَافِرٌ. فَاَمَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ. فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَهَا. ثُمَّ اُخْرٰی فَشَرِبَهُ. ثُمَّ اُخْرٰی فَشَرِبَهُ. حَتّٰی شَرِبَ حِلَابَ سَبْعِ شِیَاهٍ. ثُمَّ اِنَّهُ اَصْبَحَ فَاَسْلَمَ. فَاَمَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ. فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَهَا. ثُمَّ اَمَرَ لَهُ بِاُخْرٰی فَلَمْ یَسْتَتِمَّهَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَلْمُؤْمِنُ یَشْرَبُ فِیْ مِعًی وَّاحِدٍ. وَالْکَافِرُ یَشْرَبُ فِیْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ".

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کافر مہمان ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ایک بکری دوہنے کا حکم دیا۔ وہ دوہی گئی اور وہ اس کا دودھ پی گیا۔ پھر دوسری دوہی گئی اور وہ اس کا دودھ بھی پی گیا پھر ایک اور دوہی گئی تو وہ اس کا دودھ بھی پی گیا۔ حتیٰ کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ پھر صبح ہوئی تو وہ مسلمان ہو گیا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ایک بکری دوہنے کا حکم دیا تو وہ دوہی گئی اور اس نے اس کا دودھ پیا۔ پھر دوسری بکری دوہنے کا حکم دیا (وہ دوہی گئی) مگر اس کا سارا دودھ نہ پی سکا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں پیتا ہے۔ (اس حدیث کا سیاق ظاہر کرتا ہے کہ یہ بات حضورؐ نے اس شخص کے بارے میں فرمائی تھی۔ یعنی کافر نے

کی حالت میں وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ اور ناکوں ناک بھر گیا لیکن حالتِ ایمان میں ایک پر ہی اکتفا رہا۔ اس صورت میں اس حدیث کو ظاہر سے پھیرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ ایک خاص واقعہ کا اظہار رہے۔ ایمان لانے سے فرق یہ پڑا کہ وہ حرص جو حالتِ کفر میں تھی، جاتی رہی اور اس کی جگہ پر صبر وضبط کا عمل دخل ہوگیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔)

۷۔ بَابُ النَّهْيِ عَنِ الشَّرَابِ فِي آنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالنَّفْخِ فِي الشَّرَابِ

چاندی کے برتن میں پانی پینے کی ممانعت اور پانی میں پھونک مارنے کی ممانعت کا باب

۱۶۷۲۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " الَّذِي يَشْرَبُ فِي آنِيَةِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ "۔

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے، گویا کہ وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ کے گھونٹ انڈیلتا ہے۔ (یہ حدیث موطاء امام محمدؒ میں مروی ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی ہمارا مختار ہے کہ سونے چاندی کے برتن میں پینا ناجائز ہے۔ ہاں جو برتن چاندی کے تار و ں کے ساتھ بندھا ہوا ہو اس میں حرج نہیں۔ یہی ابو حنیفہؒ اور ہمارے عامۃ فقہا کا مذہب ہے۔)

۱۶۷۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ حَبِيبٍ مَوْلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِي الْمُثَنَّى الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ. فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ. فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ: أَسَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ؟ فَقَالَ لَهُ أَبُو سَعِيدٍ: نَعَمْ. فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَا أَرْوَى مِنْ نَفَسٍ وَاحِدٍ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " فَأَبِنِ الْقَدَحَ عَنْ فِيكَ ثُمَّ تَنَفَّسْ " قَالَ: فَإِنِّي أَرَى الْقَذَاةَ فِيهِ. قَالَ " فَأَهْرِقْهَا "۔

ترجمہ: ابو المثنیٰ جہنی نے کہا کہ میں مروان بن الحکم کے پاس تھا کہ وہاں ابو سعید خدریؓ داخل ہوئے۔ مروان بن الحکم نے ان سے کہا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ نے مشروب میں پھونک مارنے سے منع فرمایا؟ ابو سعید نے کہا کہ ہاں! ایک آدمی نے حضورؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ میں ایک سانس میں سیر نہیں ہوتا۔ (تو کیا کروں؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ پیالہ اپنے منہ سے جدا کر دے اور پھر سانس لے۔ اس نے کہا کہ میں اس میں کوئی تنکا وغیرہ دیکھتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسے بہا دو۔ (یعنی پیالے کا کچھ پانی اس تنکے سمیت گرا دو۔ یہ حدیث موطاء امام محمدؒ میں باب النفخ فی الشراب میں مروی ہے۔)

۱۰۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي شُرْبِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَائِمٌ

کھڑے کھڑے پانی پینے کا بیان

۱۶۷۴۔ حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَعَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ كَانُوا يَشْرَبُونَ قِيَامًا۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ عمر بن الخطاب، علی بن ابی طالبؓ اور عثمان بن عفانؓ حالتِ قیام میں پانی پی لیتے تھے۔

شرح: مرفوع احادیث میں کھڑے ہوکر پینے سے ممانعت آئی ہے۔ علی بن ابی طالب کی مرفوع حدیث میں، جو صحیح بخاری کے بَابُ الشُّرب قائمًا میں مروی ہے، خود حضورؐ کا فعل مذکور ہے کہ آنحضورؐ نے کھڑے کھڑے پانی پیا۔ امام نوویؒ نے کہا ہے کہ نہی بطور تنزیہ ہے اور فعل برائے بیانِ جواز، لہٰذا احادیث و آثار میں کوئی تعارض نہیں۔ امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں دونوں قسم کی احادیث حسبِ معمول روایت کرکے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کھڑے کھڑے پانی پینا طبی نقطہ نگاہ سے مضر ہے۔ لہٰذا حضورؐ نے از راہِ شفقت اس سے منع فرمایا۔ خلاصہ یہ کہ نہی تحریم کے لئے نہیں ہے۔ واللہ اعلم

زیر نظر اثر کو امام محمدؒ نے مؤطا کے بَابُ الشُّرب قائمًا روایت کرکے لکھا ہے کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ ہم کھڑے ہوکر پانی پینے میں حرج نہیں جانتے اور یہی ابوحنیفہ اور ہمارے عامۃ فقہا کا قول ہے۔

۱۶۷۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ كَانَا لَا يَرَيَانِ بِشُرْبِ الْإِنْسَانِ، وَهُوَ قَائِمٌ، بَأْسًا۔

ترجمہ: ابن شہابؒ سے روایت ہے کہ عائشہ اُمّ المومنینؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ انسان کے کھڑا ہوکر پانی پینے میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے۔ (یہ اثر بھی موطا ئے محمدؒ میں مروی ہے۔ باب کا اوپر ذکر ہوا۔)

۱۶۷۶۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْقَارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: رَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ يَشْرَبُ قَائِمًا۔

ترجمہ: ابوجعفر القاریؒ نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو کھڑے کھڑے (پانی وغیرہ مشروب) پیتے دیکھا تھا۔

۱۶۷۷۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ يَشْرَبُ قَائِمًا۔

ترجمہ: عبداللہ بن زبیرؓ نے روایت کی کہ ان کے والد (ابن زبیر) کھڑے کھڑے پانی پی لیتے تھے۔

شرح: وضو کے بچے ہوئے پانی اور آبِ زمزم کے اندر تو کوئی اختلاف نہیں کہ اسے کھڑے ہوکر ہی پیا جائے۔ اوپر جو گفتگو گزری۔ اس کا تعلق ان حالات کے علاوہ عام احوال سے ہے۔

۹۔ بَابُ السُّنَّةِ فِي الشُّرْبِ وَمُنَاوَلَتِهِ عَنِ الْيَمِينِ

مشروب میں سُنّت کا بیان اور اسے دائیں طرف والوں کو دینے کا باب

۱۶۷۸۔ حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيبَ بِمَاءٍ مِنَ الْبِئْرِ. وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ. وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ. فَشَرِبَ ثُمَّ أَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ. وَقَالَ "الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ".

ترجمہ: انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی ملا دودھ (کچی لسّی) لایا گیا۔ حضورؐ کے دائیں طرف ایک صحرائی آدمی تھا اور آپ کے بائیں طرف ابوبکر صدّیقؓ تھے۔ پس آپؐ نے پیا اور پھر اس صحرائی کو دیا اور فرمایا دائیں والا زیادہ حقدار ہے اور پھر دائیں والا زیادہ حقدار ہے۔

۱۶۷۹۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ. فَشَرِبَ مِنْهُ. وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ. فَقَالَ لِلْغُلَامِ "أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟" فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ. لَا أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا. قَالَ فَتَلَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدِهِ۔

ترجمہ: سہل بن سعدؓ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مشروب لایا گیا (دودھ)۔ آپؐ نے اس میں سے نوش فرمایا اور آپؐ کے دائیں ہاتھ اس وقت ایک لڑکا تھا اور بائیں طرف بڑے بوڑھے تھے۔ آپؐ نے اس لڑکے سے فرمایا، کیا تو اجازت دیتا ہے کہ میں ان لوگوں کو دے دوں؟ اس نے کہا نہیں، واللہ یا رسول اللہؐ مجھے آپؐ سے حصہ ملے اس میں کسی اور کو ترجیح نہیں دیتا۔ سہلؓ نے کہا کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ برتن لڑکے کے ہاتھ میں دے دیا۔

شرح: یہ جس لڑکے کا ذکر ہے وہ فضل بن عباسؓ یا عبداللہ بن عباسؓ تھا۔ بائیں ہاتھ والوں میں خالد بن الولیدؓ بھی تھے۔ جو ابن عباسؓ کی نسبت کہیں بڑے تھے۔

۱۰۔ بَابُ جَامِعِ مَا جَاءَ فِي الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ

پینے کھانے کے مختلف مسائل

۱۶۸۰۔ حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ أَبُو طَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ: لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيفًا۔

أَعْرِفُ فِيهِ الْجُوعَ. فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ. فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِنْ شَعِيرٍ. ثُمَّ أَخَذَتْ
خِمَارًا لَهَا. فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهِ. ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ يَدِي. وَرَدَّتْنِي بِبَعْضِهِ. ثُمَّ أَرْسَلَتْنِي
إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ فَذَهَبْتُ بِهِ. فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا
فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ. فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”أَأَرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ؟
قَالَ“ لِلطَّعَامِ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَعَهُ ”قُومُوا“ قَالَ فَانْطَلَقَ
وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ. حَتّٰى جِئْتُ أَبَا طَلْحَةَ: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ. قَدْ جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِالنَّاسِ. وَلَيْسَ عِنْدَنَا مِنَ الطَّعَامِ مَا نُطْعِمُهُمْ. فَقَالَتْ: اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ فَانْطَلَقَ أَبُو طَلْحَةَ
حَتّٰى لَقِيَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو طَلْحَةَ مَعَهُ
حَتّٰى دَخَلَا. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”هَلُمِّي يَا أُمَّ سُلَيْمٍ. مَا عِنْدَكِ؟“ فَأَتَتْ بِذٰلِكَ
الْخُبْزِ. فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُتَّ. وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ أُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً لَهَا. فَأَدَمَتْهُ.
ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُولَ. ثُمَّ قَالَ ”ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ بِالدُّخُولِ“
فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا. ثُمَّ قَالَ ”ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ“ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا
حَتّٰى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا. ثُمَّ قَالَ ”ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ“ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا.
ثُمَّ قَالَ ”ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ“ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا. ثُمَّ قَالَ ”ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ“
حَتّٰى أَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا. وَالْقَوْمُ سَبْعُونَ رَجُلًا، أَوْ ثَمَانُونَ رَجُلًا.

ترجمہ: انس بن مالکؓ کہتے تھے کہ ابو طلحہؓ نے اُمّ سلیمؓ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سُن کر اس میں کمزوری محسوس کی اور یہ بھوک کی وجہ سے ہے۔ سو کیا تیرے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہ ہاں۔ پس اُس نے جَو کی کچھ روٹیاں نکالیں اور پھر اپنی ایک اوڑھنی لی اور اس کے ایک حصّے میں روٹیاں لپیٹیں۔ پھر وہ میرے ہاتھ میں نچلی طرف ڈالیں۔ (یعنی بغل میں) اور باقی چادر مجھ پر اوڑھا دی۔ اور مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ اس نے کہا کہ میں وہ لے گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھا پایا۔ میں وہاں جاکر کھڑا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تجھے ابو طلحہؓ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا کھانا دے کر؟ میں نے کہا ہاں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ والوں سے فرمایا، اُٹھو۔ انسؓ

نے کہا کہ حضورؐ چل پڑے اور میں لوگوں کے آگے چلا حتیٰ کہ ابوطلحہؓ کے پاس آکر اسے بتایا۔ ابوطلحہؓ بولا اے اُمّ سلیمؓ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سمیت تشریف لائے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں جو انہیں کھلائیں۔ اُمّ سلیمؓ بولی اللہ اور اس کے رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔ ابوطلحہؓ نے جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور آپؐ سے ملا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطلحہؓ کے ساتھ آئے اور گھر میں داخل ہوئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لاؤ اے اُمّ سلیم جو کچھ تیرے پاس ہے۔ اُمّ سلیمؓ وہی روٹی لے آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔ اُمّ سلیمؓ نے ان پر اپنا ایک کپا نچوڑ کر تر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کچھ پڑھا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر فرمایا دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دو۔ ابوطلحہؓ نے اجازت دی اور انہوں نے سیر ہو کر کھایا اور باہر نکل گئے۔ پھر فرمایا دس آدمیوں کو اجازت دو۔ ابوطلحہؓ نے اجازت دی اور انہوں نے سیر ہو کر کھایا اور باہر چلے گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا دس آدمیوں کو اجازت دو۔ ابوطلحہؓ نے اجازت دی اور انہوں نے سیر ہو کر کھایا اور باہر چلے گئے۔ پھر فرمایا دس کو اجازت دو۔ ابوطلحہؓ نے دس کو اجازت دی۔ انہوں نے کھایا اور سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے۔ پھر فرمایا، دس کو اجازت دو۔ حتیٰ کہ سب لوگوں نے کھایا اور سیر ہو گئے اور یہ ستّر یا اسّی آدمی تھے۔

شرح: احمد اور مسلم وغیرہما کی روایت میں ہے کہ پھر گھر والوں نے کھایا اور کچھ بچ رہا جو ہم نے اپنے ہمسایوں کو دیا۔ حضورؐ سے اس قسم کے معجزات کئی بار صادر ہوئے تھے اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد بار ایسے واقعات انسؓ کے ہاں پیش آئے تھے۔ تھوڑے پانی یا کھانے کا حضورؐ کے معجزے سے زیادہ ہو جانا بہت سی احادیث میں ثابت ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان احادیث کو متواتر کہا ہے۔

۱۶۸۱۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ۔ وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْأَرْبَعَةِ"۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دو کا کھانا تین کے لئے کافی ہے اور تین کا کھانا چار کے لئے کافی ہے۔ (مسلم کی حدیث میں ہے کہ ایک کا کھانا دو کو، دو کا چار اور چار کا آٹھ کو کافی ہو جاتا ہے۔ اور احادیث میں ترتیب مختلف بھی ہے۔ مطلب فقط یہ ہے کہ کم کھانے سے بھی گزارا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا حرص وبخل سے گریز کیا جائے۔

۱۶۸۲۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "أَغْلِقُوا الْبَابَ۔ وَأَوْكُوا السِّقَاءَ۔ وَأَكْفِئُوا الْإِنَاءَ، أَوْ خَمِّرُوا الْإِنَاءَ۔ وَأَطْفِئُوا الْمِصْبَاحَ۔ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ غَلَقًا۔ وَلَا يَحُلُّ وِكَاءً۔ وَلَا يَكْشِفُ إِنَاءً۔ وَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلَى النَّاسِ بَيْتَهُمْ"۔

ترجمہ: جابر بن عبداللہ سلمی (انصاری) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دروازہ بند کر دو، پانی کا برتن ڈھانک دو، برتن کو اُلٹا کر دو یا ڈھانک دو اور چراغ بجھا دو کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا۔ اور ڈھکے ہوئے برتن کو نہیں کھولتا اور برتن کو ننگا نہیں کرتا۔ اور چھوٹا فاسق (چوہا) لوگوں کے گھر جلا ڈالتا ہے۔ (یعنی جلتے چراغ کا فتیلہ لے کر چھپتوں میں

جا گھستا ہے اور آگ لگا دیتا ہے۔ مکان بالعموم کچے اور چھت سرکنڈے وغیرہ کی ہوتی تھیں۔ ایسے واقعات پیش آتے تھے کہ چوہے نے مکان میں آگ لگا دی۔)

۱۶۸۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ۔ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ۔ جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ۔ وَضِيَافَتُهُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ۔ فَمَا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ۔ وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهُ حَتَّى يُحْرِجَهُ"۔

ترجمہ: ابو شریح کعبی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔ اور جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسایے کی عزت کرے۔ اور جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ مہمان کا جائزہ (تحفہ و ہدیہ) ایک دن رات ہے۔ اور ضیافت تین دن رات ہے۔ اور جو اس کے بعد ہے وہ صدقہ ہے اور مہمان کے لئے جائز نہیں کہ اتنی دیر رہے جس سے میزبان "تنگ" آجائے۔

۱۶۸۴۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ إِذِ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا۔ فَنَزَلَ فِيهَا، فَشَرِبَ، وَخَرَجَ۔ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ۔ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ۔ فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي بَلَغَ مِنِّي۔ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ۔ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ حَتَّى رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ۔ فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ۔ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لَأَجْرًا؟ فَقَالَ "فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ"۔

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس اثنا میں کہ ایک آدمی کسی راستے پر چل رہا تھا اسے سخت پیاس لگی۔ پس اس نے ایک کنوآں پایا تو وہ اس میں اُترا اور پانی پیا۔ جب باہر نکلا تو اس نے ایک کتا دیکھا، جو ہانپ رہا تھا اور گیلی مٹی پیاس کی وجہ سے کھا رہا تھا۔ اس آدمی نے کہا کہ اس کُتّے کا بھی پیاس کے باعث بُرا حال ہے جیسا کہ میرا بُرا حال تھا۔ پس وہ کنوئیں میں اُترا، اپنا موزہ پانی سے بھرا، پھر اسے اپنے منہ میں تھاما اور اوپر چڑھ آیا۔ پھر اس نے کُتّے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی قبول کر لی اور اسے بخش دیا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا ہمیں جانوروں سے نیکی کرنے کا اجر بھی ملتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر زندہ جگر والی چیز میں اجر ہے۔ (صحاح میں اسی قسم کا ایک واقعہ بنی اسرائیل کی فاحشہ عورت کا بھی آیا ہے جسے اللہ تعالیٰ

نے ایک پیاسے کتّے کو پانی پلانے کے باعث بخش دیا تھا۔ اُدھر حضورؐ کا ایک بڑھیا کو جہنّم میں دیکھنے کا ذکر احادیث میں ہے جس نے ایک بلی کو باندھ رکھا تھا اور وہ بھوکی مرگئی تھی۔ نہ اسے کچھ کھلایا اور نہ آزاد کیا کہ وہ اِدھر اُدھر سے پیٹ بھر لیتی۔)

۱۶۸۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ. فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ. وَهُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ. قَالَ وَأَنَا فِيهِمْ. قَالَ فَخَرَجْنَا. حَتَّى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَنِيَ الزَّادُ. فَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ ذَلِكَ الْجَيْشِ فَجُمِعَ ذَلِكَ كُلُّهُ. فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ. قَالَ فَكَانَ يُقَوِّتُنَاهُ كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلًا قَلِيلًا. حَتَّى فَنِيَ. وَلَمْ تُصِبْنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ. فَقُلْتُ: وَمَا تُغْنِي تَمْرَةٌ؟ فَقَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَنِيَتْ. قَالَ ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ. فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ. فَأَكَلَ مِنْهُ ذَلِكَ الْجَيْشُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً. ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا. ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ. ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا وَلَمْ تُصِبْهُمَا.

قَالَ مَالِكٌ: الظَّرِبُ الْجُبَيْلُ.

ترجمہ: جابر بن عبداللہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحلِ سمندر کی طرف ایک دستہ روانہ کیا۔ یہ تین سو مرد تھے اور میں ان میں شامل تھا۔ ابو عبیدہ بن الجرّاحؓ کو ان کا امیر بنایا گیا تھا۔ ہم ابھی راستے ہی میں تھے کہ زادِ راہ ختم ہوگیا۔ ابو عبیدہ بن الجراح نے حکم دیا کہ سارے لشکر کی رسد جمع کی جائے جو کھجور کے دو تھیلے بنی۔ جابرؓ نے کہا کہ وہ ہمیں روزانہ تھوڑی تھوڑی خوراک دیتا تھا۔ حتّٰی کہ وہ بھی ختم ہوگئی۔ اور ہمارے حصّہ میں ایک کھجور آتی تھی۔ راوی وہب نے کہا کہ میں نے جابرؓ سے پوچھا، ایک ایک کھجور سے کیا ہوتا ہوگا؟ جابرؓ نے کہا کہ جب وہ بھی ختم ہوگئی تو ہمیں اس پہ اور افسوس ہُوا۔ پھر ہم ساحل سمندر پہ پہنچے تو اچانک ایک مچھلی دیکھی جو چھوٹے پہاڑ جیسی تھی۔ اس لشکر نے اس میں سے اٹھارہ دن کھایا۔ پھر ابو عبیدہؓ نے اس کی دو پسلیاں گاڑنے کا حکم دیا۔ پھر ایک اونٹ پر کجاوہ کسنے کا حکم دیا۔ پھر وہ اونٹ ان کے نیچے سے گزرا مگر ان تک نہ پہنچا۔ مالکؒ نے کہا کہ الظرب کا معنی پہاڑ ہے۔

شرح: الفاظ کے کچھ اختلاف کے ساتھ یہ حدیث بخاری اور مسلم وغیرہما نے بھی روایت کی ہے۔

۱۶۸۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ جَدَّتِهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا نِسَاءَ الْمُؤْمِنَاتِ. لَا تَحْقِرَنَّ إِحْدَاكُنَّ لِجَارَتِهَا، وَلَوْ كُرَاعَ شَاةٍ مُحْرَقًا"

شرح: عمرو بن سعد بن معاذؓ کی نانی (حوا بنت یزید بن السکن) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے مسلم عورتو! تم میں سے کوئی اپنی ہمسائی کے لئے کسی چیز کو حقیر نہ جانے، چاہے وہ بکری کی جلی ہوئی کھری ہی کیوں نہ ہو۔ (الفاظ کے کچھ اختلاف کے یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے۔ وہاں ظلف محرق کا لفظ تھا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت میں، وَلَوْ فِرْسِنَ شَاۃٍ کا لفظ ہے۔ مراد یہ ہے کہ تحفہ معمولی بھی ہو تو اسے حقیر مت جانو۔)

۱۶۸۷۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ، اَنَّهٗ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ۔ نُهُوْا عَنْ اَكْلِ الشَّحْمِ فَبَاعُوْهُ فَاَكَلُوْا ثَمَنَهٗ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن ابی بکرؒ (بن محمد بن عمرو بن حزم) سے روایت ہے کہ اس نے کہا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے کہ انہیں چربی کھانے سے منع کیا گیا تو انہوں نے اسے بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔

شرح: یعنی یہود نے حیلے بہانے سے احکامِ خداوندی کو توڑا۔ حافظ ابن القیمؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز حرام فرمائی ہے اس کی قیمت کو بھی حرام کیا ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمدؒ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز اس کی ذاتی نجاست کے باعث حرام کی گئی ہے اس کی قیمت بھی حرام ہے۔ لیکن حرام چیز کو اگر اس کے ضرر کے باعث حرام کیا گیا تو اس کی ذات حرام ہے مگر قیمت حرام نہیں۔ حرام چیزوں کی دو قسمیں ہیں (۱) جو حرام ہیں اور ان سے نفع اٹھانا بھی حرام ہے مثلاً خمر، مردار، خون، خنزیر اور آلاتِ شرک۔ پس ان کا ثمن بھی حرام ہے۔ (۲) جن چیزوں کی حرمت کے باوجود کھانے کے ماسوا ان سے نفع اٹھانا جائز ہے۔ جیسے مُردار کی کھال کی دباغت کر لی جائے تو اس سے انتفاع حلال ہے۔ گھریلو گدھوں اور خچروں کا کھانا حرام ہے مگر ان کا سواری اور بار برداری میں استعمال کرنا جائز ہے یا مثلاً کتا اور شکاری درندے اور شکاری پرندے کہ ان کا کھانا حرام ہے مگر ان سے نفع اٹھانا جائز ہے۔ اس تو کوئی اختلاف نہیں کہ گدھے اور خچر کی قیمت لینا دینا جائز ہے اور ان پر سوار ہونا بھی جائز ہے۔ پس یہود پر چربی حرام کی گئی تھی۔ جس کا کھانا اور استعمال کرنا بالکل حرام کیا گیا تھا۔ مگر انہوں نے حدود اللہ کو توڑنے کے شوق میں اسے پگھلا کر استعمال کر لیا اور اس کی قیمت کھا گئے۔

۱۶۸۸۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ: اَنَّ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَانَ يَقُوْلُ: يَا بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ عَلَيْكُمْ بِالْمَاءِ الْقَرَاحِ۔ وَالْبَقْلِ الْبَرِّیِّ۔ وَخُبْزِ الشَّعِيْرِ۔ وَاِيَّاكُمْ وَخُبْزَ الْبُرِّ۔ فَاِنَّكُمْ لَنْ تَقُوْمُوْا بِشُكْرِهٖ۔

ترجمہ: مالک کو خبر ملی ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام بنی اسرائیل سے فرمایا کرتے تھے، اے بنی اسرائیل! تم پر خالص غیر مخلوط پانی جنگلی سبزی اور جو کی روٹی کا استعمال لازم ہے اور گندم کی روٹی سے بچو، کیونکہ تم اس کا شکر ہرگز ادا نہ کر سکو گے۔

شرح: یہ بات زہد و تقویٰ کی ترغیب کے لئے فرمائی۔ یا ان کی شرع میں تقشف کا حکم ہوگا۔ اعتدال کی راہ تو سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھائی ہے کہ پاک چیزیں کھاؤ مگر حد سے نہ گزرو اور شکریہ ادا کرو۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِیَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ الخ۔

۱۶۸۹۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ

فَوَجَدَ فِيهِ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ وَعُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَسَأَلَهُمَا: فَقَالَا: أَخْرَجَنَا الْجُوعُ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَأَنَا أَخْرَجَنِي الْجُوعُ" فَذَهَبُوا إِلَى أَبِي الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيِّهَانِ الْأَنْصَارِيِّ. فَأَمَرَ لَهُمْ بِشَعِيرٍ عِنْدَهُ يُعْمَلُ. وَقَامَ يَذْبَحُ لَهُمْ شَاةً. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَكِّبْ عَنْ ذَاتِ الدَّرِّ" فَذَبَحَ لَهُمْ شَاةً. وَاسْتَعْذَبَ لَهُمْ مَاءً. فَعُلِّقَ فِي نَخْلَةٍ. ثُمَّ أُتُوا بِذٰلِكَ الطَّعَامِ. فَأَكَلُوا مِنْهُ. وَشَرِبُوا مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَتُسْأَلُنَّ عَنْ نَعِيمِ هٰذَا الْيَوْمِ".

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں ابوبکر الصدیقؓ اور عمر بن الخطاب کو پایا ان سے پوچھا تو ان دونوں نے کہا کہ ہمیں بھوک نے گھر سے نکالا ہے۔ (اتفاق سے کسی کے ہاں بھی کھانے پینے کا اس وقت سامان نہ تھا)۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بھی بھوک نے ہی نکالا ہے۔ (یہ ایک عجیب اتفاق تھا) پس سب حضرات ابوالہیثمؓ ابن التیہان انصاری کے ہاں گئے۔ اس نے ان کے لئے جَو کی روٹی پکانے کا حکم دیا اور خود ایک بکری ذبح کرنے کے لئے اُٹھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دُودھ دینے والی بکری سے پرہیز کرنا (اسے ذبح نہ کرنا) پس اس نے ان کے لئے ایک بکری ذبح کی اور ان کے لئے میٹھا پانی لایا۔ (مدینہ کے اکثر کنوئیں اس وقت کھاری تھے۔ اور اسے مشک میں) ایک کھجور پر لٹکا دیا۔ پھر وہ کھانا لائے اور ان حضرات نے اس میں سے کھایا اور اس میں سے پانی پیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم سے آج کے دن کی نعمتوں کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا۔ (یعنی ان نعمتوں کا حساب ہوگا۔ یہ سوال حساب کے لئے ہے نہ کہ مناقشہ کے لئے۔ قاضی عیاضؒ کے نزدیک ان نعمتوں کے شکریے کا سوال مُراد ہے۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کے اکرام کا بھی اظہار ہوگا)

۱۶۹۰۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَأْكُلُ خُبْزًا بِسَمْنٍ. فَدَعَا رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَجَعَلَ يَأْكُلُ وَيَتَّبِعُ بِاللُّقْمَةِ وَضَرَ الصَّحْفَةِ. فَقَالَ عُمَرُ: كَأَنَّكَ مُقْفِرٌ. فَقَالَ: وَاللّٰهِ مَا أَكَلْتُ سَمْنًا وَلَا رَأَيْتُ أَكْلًا بِهِ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا. فَقَالَ عُمَرُ: لَا آكُلُ السَّمْنَ حَتّٰى يَحْيَا النَّاسُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُحْيَوْنَ.

ترجمہ: یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ گھی کے ساتھ روٹی کھا رہے تھے۔ آپ نے صحرائی شخص کو بھی کھانے کی دعوت دی۔ وہ کھانے لگا اور پیالے میں لگے ہوئے گھی کی تلاش کر کر کے اس میں لقمہ لگاتا تھا۔ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے اسے فرمایا، معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں سالن نہیں ملتا۔ اس نے کہا واللہ میں نے اتنی اور اتنی مدت سے گھی نہیں کھایا اور نہ کسی کو اس کے ساتھ کھانا کھاتے دیکھا ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب تک بارش نہ ہو جائے، میں گھی نہ کھاؤں گا۔ (معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قحط کے دنوں کا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے گھی کھانا چھوڑ دیا۔ اور روغن زیتون استعمال کرنے لگے، تو ان کے پیٹ میں قراقرا اُٹھنے لگے۔ انہوں نے

برسرِ منبر پیٹ سے خطاب کر کے فرمایا کہ تو روغن زیتون ہی کھائے گا۔ جب تک کہ گھی سستا نہ ہوجائے۔ اور بازار میں عام بکنے نہ لگے۔

۱۶۹۱۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ، يُطْرَحُ لَهُ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ فَيَأْكُلُهُ حَتّٰى يَأْكُلَ حَشَفَهَا۔

ترجمہ: انس بن مالکؓ نے کہا کہ میں نے عمر بن الخطاب کو دیکھا وہ ان دنوں امیر المومنین تھے۔ ان کے لئے ایک صاع کھجوریں ڈالی جاتیں (کسی کپڑے وغیرہ پر) پس وہ انہیں کھاتے، حتیٰ کہ گھٹیا کھجوریں بھی کھا لیتے تھے۔ (غالباً دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر کھاتے تھے۔ اور یہ ان کا مشہور زہد و تقویٰ تھا۔)

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: سُئِلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنِ الْجَرَادِ فَقَالَ: وَدِدْتُ أَنَّ عِنْدِي قَفْعَةً نَأْكُلُ مِنْهُ۔

ایضاً (ترجمہ) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے ٹڈی دل (مکڑی) کی حلت و حرمت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا، میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس اس کا ایک ٹوکرا ہو تو اس میں سے کھاؤں۔ (یعنی وہ حلال ہے)

۱۶۹۲۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ خُثَيْمٍ أَنَّهُ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ بِأَرْضِهِ بِالْعَقِيقِ۔ فَأَتَاهُ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ عَلٰى دَوَابَّ۔ فَنَزَلُوا عِنْدَهُ۔ قَالَ حُمَيْدٌ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: اذْهَبْ إِلٰى أُمِّي فَقُلْ: إِنَّ ابْنَكِ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ وَيَقُولُ: أَطْعِمِينَا شَيْئًا۔ قَالَ فَوَضَعَتْ ثَلَاثَةَ أَقْرَاصٍ فِي صَحْفَةٍ، وَشَيْئًا مِنْ زَيْتٍ وَمِلْحٍ، ثُمَّ وَضَعَتْهَا عَلٰى رَأْسِي، وَحَمَلْتُهَا إِلَيْهِمْ۔ فَلَمَّا وَضَعْتُهَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ، كَبَّرَ أَبُو هُرَيْرَةَ۔ وَقَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَشْبَعَنَا مِنَ الْخُبْزِ بَعْدَ أَنْ لَمْ يَكُنْ طَعَامُنَا۔ إِلَّا الْأَسْوَدَيْنِ الْمَاءَ وَالتَّمْرَ۔ فَلَمْ يُصِبِ الْقَوْمُ مِنَ الطَّعَامِ شَيْئًا۔ فَلَمَّا انْصَرَفُوا، قَالَ: يَا ابْنَ أَخِي. أَحْسِنْ إِلٰى غَنَمِكَ۔ وَامْسَحِ الرُّعَامَ عَنْهَا۔ وَأَطِبْ مُرَاحَهَا۔ وَصَلِّ فِي نَاحِيَتِهَا فَإِنَّهَا مِنْ دَوَابِّ الْجَنَّةِ۔ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ تَكُونُ الثُّلَّةُ مِنَ الْغَنَمِ أَحَبَّ إِلٰى صَاحِبِهَا مِنْ دَارِ مَرْوَانَ۔

ترجمہ: حمید بن مالک بن خثیمؒ نے کہا کہ میں ابوہریرہؓ کے پاس مقام عقیق میں ان کی زمین پر بیٹھا تھا کہ ان کے پاس کچھ مدینہ والے

سواریوں پر آئے اور ان کے پاس اُترے۔ حُمید نے کہا کہ ابو ہریرہؓ نے مجھ سے کہا، میری والدہ کے پاس جا کر کہو کہ آپ کا بیٹا آپ کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمیں کچھ کھلایئے۔ حُمید نے کہا کہ اس نے تین چپاتیاں ایک تھالی میں رکھیں اور کچھ روغن زیتون اور نمک رکھا۔ پھر اسے میرے سر پر رکھ دیا اور میں اسے اٹھا کر ان کے پاس لے آیا۔ جب میں نے اسے ان کے سامنے رکھا تو ابو ہریرہؓ نے اللہ اکبر کہا اور کہا، تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں روٹی سے سیر کیا۔ بعد ازاں کہ ہماری خوراک صرف دو کالی چیزیں تھیں۔ یعنی پانی اور کھجور۔ لیکن ان لوگوں نے کھانا بالکل نہ کھایا۔ (ضرورت نہ تھی یا روزے سے تھے۔) جب وہ چلے گئے تو ابو ہریرہؓ نے مجھ سے کہا اے بھتیجے اپنی بھیڑ بکریوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کر اور ان کی ناک اور مٹی وغیرہ پونچھ اور ان کے باڑے وغیرہ کو صاف رکھ۔ اور اس میں ایک طرف نماز پڑھ۔ کیونکہ یہ جنت کے چار پایوں میں سے ہیں۔ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ بھیڑ بکریوں کی تھوڑی سی تعداد (ایک سو یا اس سے کچھ کم و بیش) ان کے لئے مروان کے گھر سے زیادہ محبوب ہوگی۔

شرح: ابو ہریرہؓ نے جس زمانے کا ذکر کیا ہے وہ حرہ کا واقعہ تھا جس میں کئی لوگ مدینہ سے باہر نکل گئے تھے۔ اور جانور چرانا شروع کر دیئے تھے۔ مروان بن الحکم امیر مدینہ کا مکان مدینہ میں بہت خوبصورت اور سجا ہوا تھا۔ اتفاق دیکھو کہ واقعہ حرہ میں بھی مروان کا بڑا دخل تھا۔ اور ابو ہریرہؓ کی زبان سے بھی یہی نکلا کہ اس زمانے میں بھیڑوں کا ایک چھوٹا سا ریوڑ مروان کے مکان سے لوگوں کو محبوب تر ہوگا۔ صحیح مرفوع احادیث میں بھی اس واقعہ کی طرف واضح اشارات موجود ہیں۔

۱۶۹۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَعَامٍ، وَمَعَهُ رَبِيبُهُ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "سَمِّ اللهَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ".

ترجمہ: وہب بن کیسان نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا لایا گیا اور آپؐ کے ساتھ آپؐ کا پروردہ عمر بن ابی سلمہؓ بھی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا، اللہ کا نام لے اور اپنے آگے سے کھا۔ (یہ حدیث مرسل ہے مگر وہب بن کیسان عمر بن ابی سلمہؓ کے طریق سے موصول بھی آئی ہے۔

۱۶۹۴۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ: إِنَّ لِي يَتِيمًا. وَلَهُ إِبِلٌ. أَفَأَشْرَبُ مِنْ لَبَنِ إِبِلِهِ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، إِنْ كُنْتَ تَبْغِي ضَالَّةَ إِبِلِهِ، وَتَهْنَأُ جَرْبَاهَا، وَتَلُطُّ حَوْضَهَا، وَتَسْقِيهَا يَوْمَ وِرْدِهَا، فَاشْرَبْ غَيْرَ مُضِرٍّ بِنَسْلٍ، وَلَا نَاهِكٍ فِي الْحَلْبِ.

ترجمہ: القاسم بن محمدؒ کہتے تھے کہ ایک آدمی عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میرے ہاں ایک یتیم ہے اور اس کے اونٹ ہیں، کیا میں ان کا دودھ پی سکتا ہوں؟ ابن عباسؓ نے کہا کہ اگر تو اس کے گم شدہ اونٹ کو تلاش کرتا ہے۔ خارش والے اونٹوں کو تیل لگاتا ہے۔ ان کے پینے کے حوض کو درست کرتا ہے۔ اور پانی کی باری پر انہیں پانی پلاتا ہے تو ان کی نسل کو نقصان دیئے بغیر اور

سے سارا دُودھ نکالے بغیر پی لیا کرے۔ (اس اثر کو امام محمدؒ نے موطا میں بَابُ الوَلِیِّ یَسْتَقْرِضُ مِنْ مَالِ الیَتِیْمِ میں درج کیا ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے والیِ یتیم کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اگر وہ محتاج نہ ہو، تو اس کے مال سے بچے۔ اور اگر حاجت مند ہو تو بطور قرض اس کے مال سے کھائے۔ ہمیں خبر ملی ہے کہ سعید بن جبیرؒ نے اس آیت کی یہی تفسیر کی۔ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ۔ سعید نے کہا کہ بطور قرض لے کر کھائے۔ امام طحاوی نے یہی مذہب امام ابوحنیفہ کا بیان کیا ہے۔ مگر امام محمدؒ نے اسی مذکورہ باب میں عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک اثر درج کیا ہے کہ یتیم کے مال میں سے کچھ مت خرید۔ اور قرض بھی نہ لے۔ اور ہمارے نزدیک اس کے مال سے بچنا بہر حال افضل ہے۔ یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عامۃ فقہا کا قول ہے۔ پس امام محمدؒ نے ابن عباسؓ کے قول کو بھی قرض پر ہی محمول کیا ہے۔ جیسا کہ ان کے عنوان سے ظاہر ہے۔)

۱۶۹۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ لَا يُؤْتَى أَبَدًا بِطَعَامٍ وَلَا شَرَابٍ، حَتَّى الدَّوَاءُ، فَيَطْعَمَهُ أَوْ يَشْرَبَهُ، إِلَّا قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا. وَأَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَنَعَّمَنَا. اَللّٰهُ أَكْبَرُ. اَللّٰهُمَّ أَلْفَتْنَا نِعْمَتُكَ بِكُلِّ شَرٍّ. فَأَصْبَحْنَا مِنْهَا وَأَمْسَيْنَا بِكُلِّ خَيْرٍ. نَسْأَلُكَ تَمَامَهَا وَشُكْرَهَا. لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ. وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ. إِلٰهَ الصَّالِحِينَ. وَرَبَّ الْعَالَمِينَ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ. وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. مَا شَاءَ اللّٰهُ. وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيمَا رَزَقْتَنَا. وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

ترجمہ: عروہؒ کے پاس جب بھی کھانا یا پانی لایا جاتا، حتیٰ کہ دوا بھی، تو وہ کھانا کھاتے یا پانی پیتے تو کہتے، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا وَأَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَنَعَّمَنَا وَاللّٰهُ أَكْبَرُ۔ اَللّٰهُمَّ أَلْفَتْنَا نِعْمَتُكَ بِكُلِّ شَرٍّ فَأَصْبَحْنَا مِنْهَا وَأَمْسَيْنَا بِكُلِّ خَيْرٍ الخ "تعریف اس اللہ کی ہی ہے جس نے ہمیں ہدایت دی اور کھلایا اور پلایا اور نعمتیں بخشیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ ہماری ہر بدی کے باوجود تیری نعمت ہم پر متوجہ رہی۔ اور ہم نے اس کے سبب سے صبح و شام ہر قسم کی بھلائی حاصل کی ہم تجھ سے اس کا پورا ہونا اور شکر مانگتے ہیں۔ تیری خیر کے سوا کوئی خیر نہیں اور تیرے علاوہ الٰہ نہیں۔ اے نیکوں کے معبود اور جہانوں کے ربّ۔ تعریف اللہ کی ہی ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ اللہ کے سوا کسی کی قوت نہیں۔ اے اللہ جو رزق تو نے ہمیں دیا اس میں برکت دے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔

۱۶۹۶۔ قَالَ يَحْيَى: سُئِلَ مَالِكٌ: هَلْ تَأْكُلُ الْمَرْأَةُ مَعَ غَيْرِ ذِي مَحْرَمٍ مِنْهَا أَوْ مَعَ غُلَامِهَا؟ فَقَالَ مَالِكٌ: لَيْسَ بِذٰلِكَ بَأْسٌ. إِذَا كَانَ ذٰلِكَ عَلَى وَجْهِ مَا يُعْرَفُ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَأْكُلَ مَعَهُ مِنَ الرِّجَالِ.

قَالَ: وَقَدْ تَأْكُلُ الْمَرْأَةُ مَعَ زَوْجِهَا. وَمَعَ غَيْرِهِ مِمَّنْ يُؤَاكِلُهُ. أَوْ مَعَ أَخِيهَا عَلَى مِثْلِ ذٰلِكَ.

وَيُكْرَهُ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَخْلُوَ مَعَ الرَّجُلِ. لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا حُرْمَةٌ۔

ترجمہ: امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ کیا عورت غیر محرم کے ساتھ یا اپنے غلام کے ساتھ کھانا کھا سکتی ہے تو مالکؒ نے کہا کہ اس میں حرج نہیں جب کہ وہ معروف طریقہ پر ہو کہ وہاں اس کا کوئی محرم بھی ہو۔ مالکؒ نے کہا کہ بعض دفعہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ کھانا کھاتی ہے۔ اور ان کے ساتھ بھی جو غیر محرم ہوں اور خاوند کے ساتھ کھاتے پیتے ہوں۔ یا اسی طرح وہ اپنے بھائی کے ساتھ کھاتی ہے۔ اور عورت کے ناجائز ہے کہ ایسے مرد کے ساتھ تنہا ہو، جو اس کا محرم نہیں۔ (نسبی ہو، رضاعی ہو یا صہری ہو، سب کا یہی حکم ہے۔)

۱۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي اَكْلِ اللَّحْمِ

گوشت کھانے کا باب

گوشت ایک متوازن غذا ہے اور احادیث میں اس کی فضیلت وارد ہے حضورؐ کو گوشت بہت پسند تھا۔ اس کے بہت سے فوائد بھی ہیں۔ لیکن اس کی حد سے زیادہ کثرت مضر ہے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ کے اتباع میں مالکؒ کا مذہب یہ تھا کہ گوشت بھی اعتدال میں رہ کر کھایا جائے۔

۱۶۹۷۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَاللَّحْمَ فَإِنَّ لَهُ ضَرَاوَةً كَضَرَاوَةِ الْخَمْرِ۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا، گوشت سے بچو کیونکہ اس کی بھی عادت ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ خمر کی عادت ہوتی ہے۔ (مطلب یہ کہ اس کا حد سے زیادہ استعمال درست نہیں ہے۔)

وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَدْرَكَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَمَعَهُ حِمَالُ لَحْمٍ فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ. قَرِمْنَا اِلَى اللَّحْمِ. فَاشْتَرَيْتُ بِدِرْهَمٍ لَحْمًا. فَقَالَ عُمَرُ: اَمَا يُرِيْدُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَطْوِيَ بَطْنَهُ عَنْ جَارِهٖ اَوِ ابْنِ عَمِّهٖ؟ اَيْنَ تَذْهَبُ عَنْكُمْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ. اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا۔

(ایضاً) ترجمہ: حضرت عمرؓ بن الخطابؓ نے جابر بن عبداللہؓ کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک گوشت اٹھانے والا شخص تھا (یا گوشت کی گٹھڑی تھی۔) تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ جابرؓ نے کہا اے امیر المومنین ہمیں گوشت کی سخت خواہش ہوئی۔ یہ میں نے ایک درہم کا گوشت خریدا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ اپنے ہمسائے یا اپنے چچا زاد کی خاطر بھوک برداشت کرے۔ تم سے یہ آیت کیونکر مخفی ہوگئی ہے۔ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا الخ تم نے اپنی پاکیزہ چیزوں سے دنیا میں فائدہ اٹھالیا۔ اور دنیا کو خوب استعمال کر لیا۔"

شرح: حضرت عمرؓ غالباً یہ بتانا چاہتے تھے کہ نفس کی ہر خواہش کو پورا کرنا اور ہمیشہ اچھی چیزیں کھانے کی کوشش کرنا درست

نہیں۔ علاوہ ازیں اپنی جان کے مطالبات کے علاوہ کچھ دوسروں کے مطالبات بھی ہوتے ہیں جنہیں ترجیح دینا ایک اچھے کامل ایماندار کا کام ہے۔

۱۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي لُبْسِ الْخَاتَمِ

انگوٹھی پہننے کا باب

۱۶۹۸۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ۔ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَبَذَهُ وَقَالَ "لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا"۔ قَالَ فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مردوں کے لیے سونا حرام ہونے سے پہلے) سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور آپ نے اُسے پھینک دیا۔ اور فرمایا میں اسے کبھی نہ پہنوں گا۔ پس لوگوں نے اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔ (یہ حدیث موطائے امام محمدؒ کے بابُ التختم بالذہب میں مروی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ مرد کو سونے، لوہے اور پیتل کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں ہے۔ عورتوں کو سونے کی انگوٹھی پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضورؐ نے یہ انگوٹھی سونے کی حرمت سے قبل پہنی تھی۔ کیونکہ آپؐ کو خطوط و مراسلات اور معاہدوں وغیرہا پر مہر لگانی پڑتی تھی۔ سونے کی حرمت کے بعد آپؐ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی۔ مگر لوگوں نے آپ کی اتباع میں لوہا یا چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں تو آپ نے اسے بھی پھینک دیا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ یہ آپ کی خصوصیت بلحاظِ حاکمِ وقت اور صدرِ ریاست ہونے کے ہے تو آپؐ نے چاندی کی انگوٹھی پہنی اور پھر اس کو پہنتے رہے۔ ہم نے اس مضمون کی روایات پر فضل الباری میں گفتگو کی ہے۔ جو قابلِ دید ہے۔

۱۶۹۹۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَدَقَةَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنْ لُبْسِ الْخَاتَمِ؟ فَقَالَ: الْبَسْهُ: وَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنِّي أَفْتَيْتُكَ بِذٰلِكَ۔

ترجمہ: صدقہ بن یسار نے کہا کہ میں نے سعید بن المسیبؒ سے انگوٹھی پہننے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اسے پہن اور لوگوں کو بتا کہ یہ فتویٰ تجھے میں نے دیا ہے۔ (علمانے چاندی کی انگوٹھی کی تو اجازت دی ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ بلا ضرورت خلافِ اولیٰ ہے اور ضرورت مفتی، قاضی یا حاکم کو ہوتی ہے۔)

۱۳۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي نَزْعِ الْمَعَالِيقِ وَالْجَرَسِ مِنَ الْعُنُقِ

نظر کی خاطر لٹکائی جانے والی چیزوں اور گھنٹی کو اتارنے کا باب

۱۷۰۰۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، أَنَّ أَبَا بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيَّ

أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ. قَالَ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: وَالنَّاسُ فِي مَقِيلِهِمْ "لَا تَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ، أَوْ قِلَادَةٌ، إِلَّا قُطِعَتْ".

قَالَ يَحْيَى، سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: أَرَى ذٰلِكَ مِنَ الْعَيْنِ.

ترجمہ: ابو بشیر انصاریؓ نے بتایا کہ وہ کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاصد بھیجا۔ جب کہ بقول راوی لوگ اپنی آرام گاہوں میں تھے کہ کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا پٹہ یا کوئی اور پٹہ نہ رہنے دیا جائے، مگر اسے کاٹ دیا جائے۔

مالکؒ نے کہا کہ میرے خیال میں یہ پٹے نظر کی خاطر تھے۔

شرح: زمانہ جاہلیت میں جانوروں کی گردنوں میں نظر سے بچانے کے خیال سے پٹے ڈالتے تھے۔ لہذا اسے رسمِ جاہلیت ہونے کی بنا پر ممنوع ٹھیرایا گیا۔ مطلب یہ کہ اگر زینت کے لئے ہوں تو حرج نہیں۔ بعض دفعہ جانور ان پٹوں میں پھنس جاتے اور گردن گھٹنے کو آجاتی تھی۔ پس نہی کی ایک علت یہ بھی ہو سکتی ہے۔ حدیث میں تو گھنٹی کا لفظ نہیں آیا، لیکن اگر گھنٹی کسی بد اعتقادی سے لٹکائی جائے تو اسے اتارنا ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ نووی نے کہا کہ یہ نہی کراہتِ تنزیہہ کے لئے ہے۔ نہ کہ تحریم کے لئے۔ یہی جمہور کا قول ہے۔ شرع میں ثابت شدہ تعویذ کا یہ حکم نہیں ہے اور وہ جائز ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

كِتَابُ الْعَيْنِ

امام بخاریؒ نے صحیح میں ایک باب کا عنوان رکھا ہے بَابُ اَلْعَيْنُ حَقٌّ۔ جس کا معنیٰ یہ ہے کہ نظر لگ جانا برحق ثابت شدہ ہے اور اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ نظر کے کرشموں سے کون انکار کر سکتا ہے؟ غیظ و غضب کی نگاہ شفقت و محبت کی نگاہ سے مختلف ہے اور ہر دو کا اثر مسلّم ہے۔ تجربہ کار آدمی تو مخاطب کی نگاہوں سے اس کی دل کی کیفیت بھانپ لیتا ہے۔ ایک معصوم نگاہ مجرم شخص کی نگاہ سے قطعی مختلف ہوتی ہے۔ مطمئن اور پریشان نگاہوں کا اختلاف ہر شخص پہچان سکتا ہے۔ پس اس میں کوئی استحالہ نہیں کہ کسی کو نظر لگ جائے۔ خاص قسم کی نگاہ کا خاص اثر مترتب ہونا لازم ہے۔ مسلم نے ابن عباسؓ کی حدیث مرفوع روایت کی ہے کہ نظر کا اثر برحق ہے! وراگر کوئی چیز تقدیر سے آگے جا سکتی ہے تو وہ نظر تھی۔ نظر کا اثر یا تو کسی خفیہ زہر کی وجہ سے ہوتا ہے جو دیکھنے والے کی آنکھ سے دوسرے تک منتقل ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حائضہ عورت اگر اپنا ہاتھ دودھ کے برتن میں ڈال دے۔ تو دودھ بگڑ جاتا ہے۔ مگر پاکیزگی کی حالت میں نہیں بگڑتا۔ بعض دفعہ تندرست آدمی خراب آنکھوں والے پر نظر ڈالے تو اس کی آنکھیں بھی خراب ہو جاتی ہیں۔ اُمّت کے عام علما کا یہی قول ہے۔ مگر بدعتی فرقوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ جیسا کہ معجزات و کرامات اور عالم برزخ و آخرت کی بہت سی چیزوں کا بھی انکار کیا ہے۔ اگر فیضانِ نظر کا انکار نہیں کیا جا سکتا تو بدنظری کا انکار بھی غلط ہے نظر لگانے والے کو وضو یا غسل کا حکم دیا جاتا تھا اور وہ پانی نظر کے مریض پر ڈالتے تھے۔ اس سے اس کا وہم دور ہو سکتا ہے اور ایک قسم کا اطمینان مل جاتا ہے۔

١۔ بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ الْعَيْنِ

نظر کے باعث وضو کا بیان

١٠٧١۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيٰى عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُوْلُ: اغْتَسَلَ أَبِي، سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ، بِالْخَرَّارِ. فَنَزَعَ جُبَّةً كَانَتْ عَلَيْهِ. وَعَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ يَنْظُرُ قَالَ وَكَانَ سَهْلٌ رَجُلًا أَبْيَضَ حَسَنَ الْجِلْدِ. قَالَ فَقَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ: مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ وَلَا جِلْدَ عَذْرَاءَ. قَالَ فَوُعِكَ سَهْلٌ مَكَانَهُ. وَاشْتَدَّ وَعْكُهُ. فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُخْبِرَ: أَنَّ سَهْلًا وُعِكَ. وَأَنَّهُ غَيْرُ رَائِحٍ مَعَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. فَأَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَاَخْبَرَهُ سَهْلٌ بِالَّذِي كَانَ مِنْ شَأْنِ عَامِرٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَلَامَ يَقْتُلُ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ؟ اَلَّا بَرَّكْتَ. اِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ تَوَضَّأْ لَهُ. تَوَضَّأَ لَهُ عَامِرٌ فَرَاحَ سَهْلٌ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ.

ترجمہ: ابو اُمامہ بن سہل بن حُنیف نے کہا کہ میرے باپ سہل بن حُنیف نے خرّار کے مقام پر غسل کیا تو ایک جُبّہ اتارا جو وہ پہنے ہوئے تھا۔ اور عامر بن ربیعہ دیکھ رہا تھا۔ اور سہلؓ سفید فام خوبصورت جلد والا آدمی تھا۔ عامر بن ربیعہؓ نے کہا کہ آج جیسا خوبصورت شخص آج دیکھا ہے، کبھی نہیں دیکھا اور نہ کسی دوشیزہ کی ایسی جلد دیکھی ہے۔ سہلؓ کو وہیں پر بخار نے آ لیا اور اسے شدید بخار ہوگیا۔ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور بتایا کہ سہلؓ کو بخار ہے اور وہ یا رسول اللہؐ آنجناب کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سہلؓ کے پاس تشریف لے گئے تو سہلؓ نے وہ عامرؓ والا قصہ بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کس لئے قتل کرتا ہے؟ تو نے اسے برکت کیوں نہ دی۔ (یعنی بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ کہتا تو نظر نہ لگتی)، بے شک نظر حق ہے۔ عامرؓ نے اس کی خاطر وضو کیا (جس کی تفصیل آگے آتی ہے) تب سہلؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوا۔ اسے کوئی تکلیف نہ رہی۔

شرح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نظر لگانے والا اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا کرے تو اس کی نظر کا اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ ارادہ ونیت تبدیل ہونے سے نظر کا بدل جانا ضروری ہے۔ نظر دل کے ارادے اور اندرونی احساس کی شدت یا خفت کے تابع ہے یہی سبب ہے کہ مختلف قسم کی نظریں صاف پہچان لی جاتی ہیں۔

۱۷۰۲۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِي اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، اَنَّهُ قَالَ: رَاٰى عَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ يَغْتَسِلُ. فَقَالَ: مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ وَلَا جِلْدَ مُخْبَاَةٍ. فَلُبِطَ سَهْلٌ. فَاُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ. هَلْ لَكَ فِي سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ. وَاللّٰهِ مَا يَرْفَعُ رَاْسَهُ. فَقَالَ "هَلْ تَتَّهِمُونَ لَهُ اَحَدًا" قَالُوا: نَتَّهِمُ عَامِرَ بْنَ رَبِيعَةَ. قَالَ فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامِرًا، فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ. وَقَالَ "عَلَامَ يَقْتُلُ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ؟ اَلَّا بَرَّكْتَ. اِغْتَسِلْ لَهُ" فَغَسَلَ عَامِرٌ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، وَمِرْفَقَيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ، وَاَطْرَافَ رِجْلَيْهِ، وَدَاخِلَةَ اِزَارِهِ، فِي قَدَحٍ. ثُمَّ صُبَّ عَلَيْهِ. فَرَاحَ سَهْلٌ مَعَ النَّاسِ، وَلَيْسَ بِهِ بَأْسٌ.

ترجمہ: ابو اُمامہ بن سہلؓ بن حُنیف نے کہا کہ عامر بن ربیعہ نے سہل بن حنیفؓ کو غسل کرتے دیکھا تو کہا کہ میں نے آج سے قبل ایسا خوبصورت شخص نہیں دیکھا اور نہ کسی پردہ نشین کا ایسا جسم دیکھا ہے۔ پس سہلؓ اسی جگہ گر گیا۔ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

گئے اور کہا کہ کیا آپ سہل بن حنیفؓ کے لیے کچھ کر سکتے ہیں؟ واللہ وہ تو اپنا سر نہیں اٹھاتا حضورؐ نے فرمایا، کیا تم اس کے متعلق کسی پر نظر بد کا الزام لگاتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ ہم عامر بن ربیعہؓ پر الزام رکھتے ہیں۔ راوی نے کہا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامرؓ کو بلایا۔ اور اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا کس بات پر تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے؟ تو نے اسے برکت کیوں نہ دی؟ تو اس کے لئے غسل کر۔ پس عامرؓ نے اس کے لئے غسل کیا۔ اپنے چہرے اور ہاتھوں اور کہنیوں کو اور گھٹنوں کو اور اپنے پاؤں کے اطراف اور کپڑے کے اندر کی پوشیدہ جگہ کو ایک پیالے میں دھویا۔ پھر اسے سہلؓ پر ڈال دیا۔ پس سہلؓ لوگوں کے ساتھ چل پڑا۔ اسے کوئی تکلیف نہ تھی۔ یہی وہ غسل ہے جو معیون کے لئے کرتے تھے۔ اور گزشتہ حدیث میں اس پر وضو کا لفظ بولا گیا ہے۔ اس وضو یا غسل کی جو کچھ بھی یہ ہے، تاثیر کی علت خدا جانے کیونکر ہوتی ہے۔ مگر یہ زمانہ جاہلیت میں بھی مشہور و معروف تھی۔ اور ان احادیث کی رو سے لسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توثیق و تقریر حاصل ہوگئی۔ یہ پانی یک لخت معیون پر ڈالا جاتا اور پیالہ اس کے پیچھے زمین پر اوندھا رکھ دیا جاتا تھا۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ اس نعل کی اور اس کی تاثیر کی کوئی عقلی توجیہہ ممکن نہیں۔ مگر تاثیر سے انکار نہیں کیا جا سکتا، جو تجربے اور مشاہدے میں آچکی ہے۔ دواؤں کے خواص کا بھی یہی حال ہے۔ عقلاً یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ فلاں دوا میں یہ تاثیر کیوں ہے؟ مگر اس تاثیر کا انکار حماقت ہے۔ سانپ کے زہر کا تریاق اسی کے گوشت سے حاصل ہوتا ہے۔ غضبناک شخص کے جسم پر ہاتھ رکھ دو، تو اس کا غصہ فرو ہو جاتا ہے۔ نظر کی تاثیر آگ کے شعلے کی مانند ہے، جیسے بجھانے کی یہ ترکیب تجربے سے حاصل کی گئی۔ نظر کا اثر انسان کے بدن کے نازک اعضا میں ظاہر ہوتا ہے، عائن اپنے انہی اعضا کو دھو کر معیون کی بے خبری میں یک بار اس پر پیچھے سے ڈال دیتا ہے اور نظر کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔

۲۔ بَابُ الرُّقْيَةِ مِنَ الْعَيْنِ

نظر کے تعویذ کا بیان

علما کا اس پر اتفاق ہے کہ تعویذ تین شرطوں کے ساتھ جائز ہیں۔ (۱) یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسما و صفات کے ساتھ ہوں۔ (۲) عربی زبان میں ہوں یا اگر غیر عربی ہوں تو ان کا معنی سمجھ میں آئے۔ (۳) عقیدہ یہ ہو کہ یہ بذاتِ خود موثر نہیں بلکہ ان کی تاثیر اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث سے جو عوف بن مالکؓ سے مروی ہے یہی ثابت ہے۔ عمران بن حصینؓ کی حدیث کہ جھاڑ پھونک صرف نظر اور زہریلے جانوروں کے ڈسنے سے ہے، جائز تعویذ کی ممانعت نہیں کرتی۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جھاڑ پھونک کی بنیاد یہی دو چیزیں ہیں۔ شفاؓ کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے انہیں حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پھوڑے پھنسی کا دم سکھانے کا حکم دیا تھا۔ عائشہ صدیقہؓ کی حدیث کے مطابق حضورؐ سوتے وقت معوذات پڑھ کر جسم پر دم کرتے تھے۔ ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ حسن و حسین کو اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ الخ پڑھ کر دم کرتے تھے لیکن جس دم، جھاڑ پھونک اور تعویذ میں شرکیہ کلمات اور جادو کی آمیزش ہو۔ اس کی حرمت میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ امام محمد بن الحسنؒ نے مؤطا میں کہا ہے کہ قرآنی آیات اور ذکر اللہ کے ساتھ جھاڑ پھونک میں حرج نہیں۔ مگر غیر معروف کلام کا دم جائز نہیں ہے۔

۳ ۱۷ ۱ حَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ حُمَیْدِ بْنِ قَیْسٍ الْمَكِّیِّ، اَنَّهٗ قَالَ: دُخِلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِابْنَیْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ. فَقَالَ لِحَاضِنَتِهِمَا "مَالِیْ اَرَاهُمَا ضَارِعَیْنِ" فَقَالَتْ حَاضِنَتُهُمَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اِنَّهٗ تَسْرَعُ اِلَیْهِمَا الْعَیْنُ۔ وَلَمْ یَمْنَعْنَا اَنْ نَسْتَرْقِیَ لَهُمَا اِلَّا اَنَّا لَا نَدْرِیْ مَا یُوَافِقُكَ مِنْ ذٰلِكَ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اسْتَرْقُوْا لَهُمَا۔ فَاِنَّهٗ لَوْ سَبَقَ شَیْءٌ الْقَدَرَ، لَسَبَقَتْهُ الْعَیْنُ۔"

ترجمہ: حمید بن قیس المکی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جعفر بن ابی طالبؓ کے دو بیٹے لائے گئے۔ حضورؐ نے ان کی دایہ سے کہا کہ کیا سبب ہے کہ میں انہیں دُبلے پتلے پاتا ہوں؟ دایہ نے کہ انہیں نظر جلدی لگ جاتی ہے۔ اور ہم نے ان کی جھاڑ پھونک اس لئے نہیں کرائی کہ معلوم نہیں آپ کس چیز کو اس میں سے جائز رکھتے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں دم کراؤ کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھ سکتی تو وہ نظر ہوتی۔

شرح: اس سے نظر اور جھاڑ پھونک کا جواز ثابت ہوا۔ حافظ ابن حزم ظاہریؒ نے کہا ہے کہ جعفرؓ کے بیٹوں کے نام عبداللہ عون اور محمد تھے۔

۱۷۰۴۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ، اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَیْرِ حَدَّثَهٗ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَیْتَ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَفِی الْبَیْتِ صَبِیٌّ یَبْكِیْ۔ فَذَكَرُوْا لَهٗ اَنَّ بِهِ الْعَیْنَ۔ قَالَ عُرْوَةُ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَسْتَرْقُوْنَ لَهٗ مِنَ الْعَیْنِ؟

ترجمہ: عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں داخل ہوتے تو گھر میں ایک بچہ رو رہا تھا۔ آپ کو بتایا گیا کہ اسے نظر لگی ہوئی ہے۔ عروہؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسے نظر کا دم کیوں نہیں کراتے؟ (موطائے امام محمدؒ میں بھی یہ حدیث موجود ہے اور امام محمدؒ نے لکھا ہے کہ ذکر اللہ کے ساتھ دم کرنا جائز ہے۔

۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِیْ اَجْرِ الْمَرِیْضِ

بیمار کے اجر و ثواب کا باب

۱۷۰۵۔ حَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَیْهِ مَلَكَیْنِ۔ فَقَالَ: اُنْظُرَا مَاذَا یَقُوْلُ لِعُوَّادِهٖ۔ فَاِنْ هُوَ، اِذَا جَاءُوْهُ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ۔ رَفَعَا ذٰلِكَ اِلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ وَهُوَ اَعْلَمُ۔ فَیَقُوْلُ: لِعَبْدِیْ عَلَیَّ، اِنْ تَوَفَّیْتُهٗ، اُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ۔ وَاِنْ اَنَا شَفَیْتُهٗ اَنْ اُبْدِلَ لَهٗ لَحْمًا خَیْرًا مِنْ لَحْمِهٖ، وَدَمًا خَیْرًا مِنْ دَمِهٖ۔ وَاَنْ اُكَفِّرَ عَنْهُ سَیِّئَاتِهٖ۔"

ترجمہ: عطا بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس دو فرشتوں کو بھیجتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ دیکھو یہ اپنے تیمارداروں کو کیا کہتا ہے۔ اگر کوئی بیمار پرسی والا آئے اور وہ بیمار اللہ تعالیٰ کی حمد ثنا بیان کرے تو فرشتے یہ بات اللہ تعالیٰ کو پہنچا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خود زیادہ جانتا ہے۔
پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے ذمے میرے اس بندے کا یہ حق ہے کہ اگر میں اس کی جان نکالوں تو اسے جنت میں داخل کروں گا اور اگر اسے شفا دوں تو اس کے گوشت سے بہتر گوشت، اس کے خون سے بہتر خون اسے دوں گا اور اس کے گناہوں کو معاف کرکے بیماری کو ان کا کفارہ بنا دوں گا۔

۱۷۰۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ مُصِيبَةٍ. حَتَّى الشَّوْكَةُ. إِلَّا قُصَّ بِهَا. أَوْ كُفِّرَ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ". لَا يَدْرِي يَزِيدُ، أَيُّهُمَا قَالَ عُرْوَةُ۔

ترجمہ: عروہ بن زبیرؓ نے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرماتے سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو کوئی مصیبت جو پہنچے حتیٰ کہ کانٹا بھی چبھے تو اس کے گناہوں میں کمی ہوتی ہے یا اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ عروہؓ نے ان میں سے ایک بات کہی تھی۔

۱۷۰۷۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْحُبَابِ سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے کوئی مصیبت پہنچاتا ہے۔ (جس کے نتیجے میں وہ شخص صبر و شکر سے کام لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسے اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔ پس اس طور پر وہ مصیبت بھی بندے کے لئے انجام کار اچھائی بن جاتی ہے۔)

۱۷۰۸۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ رَجُلًا جَاءَهُ الْمَوْتُ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ: هَنِيئًا لَهُ. مَاتَ وَلَمْ يُبْتَلَ بِمَرَضٍ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيْحَكَ. وَمَا يُدْرِيكَ لَوْ أَنَّ اللهَ ابْتَلَاهُ بِمَرَضٍ، يُكَفِّرُ بِهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِ"۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعیدؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایک آدمی کو موت آگئی تو ایک شخص بولا اس کے

لیے مبارک ہے کہ مرگیا کسی بیماری میں مبتلا نہیں ہُوا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، اللہ تجھ پر رحم کرے، تجھے کیا پتہ کہ اللہ اگر اسے بیماری میں مبتلا کرتا تو اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی۔ (یعنی تیرا خود ساختہ معیار غلط ہے۔م)

۱۴۰۹- ۴- بَابُ التَّعَوُّذِ وَالرُّقْيَةِ فِي الْمَرِيضِ

بیماری میں تعوّذ اور جھاڑ پھونک کا باب

۱۴۰۹- حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ السُّلَمِيَّ أَخْبَرَهُ: أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَخْبَرَهُ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ عُثْمَانُ: وَبِي وَجَعٌ قَدْ كَادَ يُهْلِكُنِي. قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "امْسَحْهُ بِيَمِينِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ. وَقُلْ: أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ" قَالَ فَقُلْتُ ذٰلِكَ فَأَذْهَبَ اللهُ مَا كَانَ بِي. فَلَمْ أَزَلْ آمُرُ بِهَا أَهْلِي وَغَيْرَهُمْ.

ترجمہ: عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ وہ (یعنی خود عثمانؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عثمانؓ نے کہا کہ مجھے ایسا درد تھا جس سے ہلاکت کا اندیشہ تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ سات مرتبہ چھو، اور کہہ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ۔ "میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور قدرت سے پناہ لیتا ہوں اس بیماری کے شر سے جو میں پاتا ہوں۔" عثمانؓ نے کہا کہ میں نے یہی کہا تو اللہ تعالیٰ نے میری تکلیف دُور فرما دی۔ پھر میں ہمیشہ اپنے گھر والوں اور دوسروں کو اس کا حکم دیتا رہا۔ (یہ حدیث موطائے امام محمدؒ میں بھی مروی ہے۔ باب الرقیٰ)

۱۴۱۰- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ. أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اشْتَكَى، يَقْرَأُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَيَنْفُثُ. قَالَتْ فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهُ كُنْتُ أَنَا أَقْرَأُ عَلَيْهِ وَأَمْسَحُ عَلَيْهِ بِيَمِينِهِ. رَجَاءَ بَرَكَتِهَا.

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو اپنے آپ پر معوذات (سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ الناس) پڑھتے اور دم کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ پھر جب آپ کی بیماری شدید ہوگئی تو میں یہ آپ پر پڑھتی اور آپ کے ہاتھ سے ہی آپ کے جسم پر برکت کی اُمید میں چھوتی تھی۔

۱۴۱۱- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ وَهِيَ تَشْتَكِي. وَيَهُودِيَّةٌ تَرْقِيهَا. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: ارْقِيهَا بِكِتَابِ اللهِ.

ترجمہ: حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور وہ بیمار تھیں اور ایک یہودی عورت انہیں دم کر رہی تھی پس حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ انہیں اللہ کی کتاب کے ساتھ دم کرو۔ (بعض یہودی اسلام لا چکے تھے۔ شاید یہ ان میں سے ہو ۔ یہ اثر موطا امام محمدؒ میں بھی موجود ہے۔)

۵۔ بَابُ تَعَالُجِ الْمَرِيْضِ

مریض کے علاج کرنے کا باب

طِبّ کا لفظی معنیٰ ہے امراض کا علاج کرنا۔ اور اس کا مدار ہے تین چیزوں پر (۱) صحت کی حفاظت (۲) اذیت دینے والی چیزوں سے پرہیز کرنا (۳) جسم کے فاسد مادّوں کو خارج کرنا۔ امام نوویؒ کے بقول جمہور علمائے سلف کے نزدیک علاج مستحب ہے علمِ طب کا مدار تجربے پر ہے۔ طبِ نبوی کے نام سے احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے علاج منقول ہیں جن کی بنیاد تجربہ و فراست ہے۔ دوا کا استعمال توکل کے منافی نہیں بلکہ خود تقدیر کا حصّہ ہے۔ کیونکہ جس نے بیماری پیدا کی ہے اس نے دوا بھی پیدا کی ہے اور جب وہ دوا استعمال کی جائے جو اس بیماری کے لئے علمِ الٰہی میں مفید ہے تو بفضلہٖ تعالیٰ شفا حاصل ہو جاتی ہے۔

۱۲ ۱۷۔ حَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَنَّ رَجُلًا فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابَهُ جُرْحٌ۔ فَاحْتَقَنَ الْجُرْحُ الدَّمَ۔ وَأَنَّ الرَّجُلَ دَعَا رَجُلَيْنِ مِنْ بَنِيْ أَنْمَارٍ۔ فَنَظَرَا إِلَيْهِ فَزَعَمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُمَا "أَيُّكُمَا أَطَبُّ؟" فَقَالَا: أَوَ فِي الطِّبِّ خَيْرٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَزَعَمَ زَيْدٌ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "أَنْزَلَ الدَّوَاءَ الَّذِيْ أَنْزَلَ الْأَدْوَاءَ"

ترجمہ: زید بن اسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی کو ایک زخم پہنچا اور زخم نے خون کو روک لیا۔ اور اس آدمی نے بنی انمار کے دو شخصوں کو بلایا اور انہوں نے اسے دیکھا تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، تم میں سے زیادہ طبّ کون جانتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ کیا طبّ میں کوئی خیر ہے؟ زید نے کہا کہ اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیماری بھی اسی نے اتاری ہے جس نے دوائیں اتاری ہیں۔

شرح: دُنیا عالمِ اسباب ہے اور اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب۔ بیماری کا اثر بھی اسی کی طرف سے ہے اور دوا کا اثر بھی اسی کی طرف سے۔ کسی سبب کو مؤثر بنانا یا نہ بنانا بھی اسی ذاتِ واحد کا کام ہے۔ انسان کا علم محدود ہے۔ صاحبِ وحی کے سوا کوئی بھی یقین کے ساتھ یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ فلاں سبب مؤثر ہوگا یا نہ ہوگا۔ انسان کو سبب اختیار کرنے حکم دیا گیا ہے۔ اس کی عقل و فکر کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اسباب توکل کے خلاف نہیں۔) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ دوائیں اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت سے پیدا ہوتی ہیں اور بیماری کے ظاہری اسباب بعض دفعہ خود انسان کی بے احتیاطی یا غلطی سے بنتے ہیں۔ مگر درحقیقت وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس بیماری اور دوا کا خالق ایک ہے۔ لہٰذا دوا کا استعمال حکم خداوندی کے خلاف نہیں۔ جس طرح روحانی بیماریوں کا علاج توبہ و استغفار ہے اسی طرح ظاہری امراض کا علاج امرِ خداوندی سے پیدا

ہوا ہے۔ حدیث زیر نظر کا مضمون کتب حدیث میں مختلف الفاظ سے بکثرت وارد ہوا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بیماری بھی پیدا کی ہے اس کی شفا پیدا کی ہے۔ نسائی، احمد، ابن خزیمہ، ابن حبان، الحاکم، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہم نے اس قسم کی احادیث اپنی کتب میں روایت کی ہیں۔

۱۷۱۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ سَعْدَ بْنَ زُرَارَةَ اكْتَوَى فِي زَمَانِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الذُّبَحَةِ. فَمَاتَ.

ترجمہ: یحییٰ بن سعید نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ سعد بن زرارہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں خناق کے باعث داغ لگوایا اور وفات پا گئے۔ (بعض نسخوں میں اسعدؓ بن زرارہ کا لفظ ہے۔ سعدؓ ان کے بھائی تھے۔ دونوں صحابی تھے۔ خناق گلا گھٹنے کی ایک خطرناک بیماری ہے۔ آج کل تو جراحی کا فن بہت ترقی یافتہ ہے۔ مگر پہلے زخموں اور بعض شدید قسم کی بیماریوں کا علاج گرم لوہے سے داغ لگوا کر کیا جاتا تھا۔)

۶۔ بَابُ الْغُسْلِ بِالْمَاءِ مِنَ الْحُمّٰى

بخار میں پانی سے غسل کرنا

۱۷۱۴۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اكْتَوَى مِنَ اللَّقْوَةِ. وَرُقِيَ مِنَ الْعَقْرَبِ.

ترجمہ: نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے لقوہ کی بیماری کے باعث داغ لگوایا اور بچھو کے کاٹنے سے دم کرایا۔

۱۷۱۵۔ حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ كَانَتْ، إِذَا أُتِيَتْ بِالْمَرْأَةِ وَقَدْ حُمَّتْ تَدْعُو لَهَا، أَخَذَتِ الْمَاءَ فَصَبَّتْهُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ جَيْبِهَا وَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُنَا أَنْ نُبْرِدَهَا.

ترجمہ: فاطمہ بنت منذر سے روایت ہے کہ اسماء بنت ابی بکرؓ الصدیق کے پاس جب کوئی بخار والی عورت لائی جاتی تو پانی لے کر اس کے گریبان میں ڈالتیں اور کہتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے تھے کہ ہم بخار کو پانی سے ٹھنڈا کریں۔

شرح: ٹھنڈا کرنے کا مطلب لازماً غسل نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیا وہ مراد ہے۔ بعض احادیث میں پانی سے مراد ماءِ زمزم آیا ہے۔ اس کا مطلب ہوگا کہ یہ حکم اہل مکہ یا اہل حجاز کے لئے خاص ہوگا۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ حدیث میں صرف بخار کا ذکر ہے۔ نہ کہ کسی اور بیماری کا، جو باعث بخار بنے۔ عرب کی گرمی شدید ہے۔ ہمارے ہاں بھی ڈاکٹر بعض بخاروں کا جوش برف سے ٹھنڈا کراتے ہیں۔ بعض دیگر احادیث میں نہانے کی خاص ترکیب کا ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا کہ یہ حکم ہر صورت مطلق نہیں بلکہ بعض شرائط کے ساتھ مقید ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۷۱۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرُدُوهَا بِالْمَاءِ".

وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَطْفِئُوهَا بِالْمَاءِ".

ترجمہ: عروہؒ سے روایت ہے کہ بخار جہنم کی پھونک سے ہے۔پس تم اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔ (مسند احمد کی روایت میں جسے نسائی، ابن حبان اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے "زمزم کے پانی" کا لفظ آیا ہے۔اس تقدیر پر یہ حکم اہل مکہ کے لئے خاص ہوگا جہاں ماءِ زمزم بآسانی مل سکتا ہے۔) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخار جہنم کی جوش کی وجہ سے ہے۔پس اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔

۷۔ بَابُ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ وَالطِّيَرَةِ

مریض کی عیادت اور بدشگونی کا بیان

۱۷۱۷۔ حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " إِذَا عَادَ الرَّجُلُ الْمَرِيضَ خَاضَ الرَّحْمَةَ. حَتَّى إِذَا قَعَدَ عِنْدَهُ قَرَّتْ فِيهِ". أَوْ نَحْوَ هَذَا.

ترجمہ: جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔جب آدمی مریض کی عیادت کرے تو وہ رحمت میں غوطہ زن ہوتا ہے۔حتیٰ کہ جب وہ اس کے قریب بیٹھے تو رحمت اس میں سما جاتی ہے۔ یا اس قسم کا کوئی لفظ بولا۔ (یہ شک کسی نیچے راوی کا ہے۔اور احادیث میں یہاں مختلف الفاظ آئے ہیں جن کا مطلب ایک ہی ہے۔مریض کی عیادت انسانی ہمدردی کا تقاضا اور اظہار ہے اور بندوں پر رحم کرنے والا رحمتِ خداوندی کا حقدار ہے۔)

۱۷۱۸۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنِ ابْنِ عَطِيَّةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " لَا عَدْوَى وَلَا هَامَ وَلَا صَفَرَ. وَلَا يَحُلَّ الْمُمْرِضُ عَلَى الْمُصِحِّ. وَلْيَحْلُلِ الْمُصِحُّ حَيْثُ شَاءَ" فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ. وَمَا ذَاكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " إِنَّهُ أَذًى".

ترجمہ: ابن عطیہؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔مرض کا دوسرے میں سرایت کرنا کچھ نہیں، ہام اور صفر کوئی چیز نہیں۔اور بیمار جانوروں والا تندرست جانوروں میں اپنے جانور نہ ملائے اور تندرست جانوروں والا جہاں چاہے اپنا گلّہ لے جائے۔لوگوں نے کہا یا رسول اللہ اس حکم کا منشا کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں تندرست جانوروں والے کو اذیت ہوتی ہے۔

شرح: یہاں یہ حدیث مرسل ہے مگر کئی سندوں میں ابن عطیہؒ سے اوپر ابوہریرہؓ کا لفظ موجود ہے۔بخاری کے الفاظ یہ ہیں کہ مرض کا تعدیہ کوئی چیز نہیں، بدشگونی کوئی چیز نہیں، ہامہ کوئی چیز نہیں، صفر کوئی چیز نہیں اور کوڑھی سے اس طرح بھاگ جیسے تو شیر سے

سے بھاگتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے مختلف روایات سے یہ ثابت کیا ہے کہ ان احادیث میں چھ چیزوں کی نفی ہے۔ عدویٰ۔ طیرہ، ہامّہ، صفر، غول اور غور۔ یہ زمانۂ جاہلیت کے اوہام تھے۔ بیماری از خود متعدّی نہیں ہوتی اور یہاں اس چیز کی نفی ہے جو جاہلی عقیدے میں تھی کہ بیماری میں از خود متعدی ہونے کی قوت ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو کوئی تیمار دار یا کوئی طبیب اس سے بچ نہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کا تعدیہ ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ اور بخاریؒ کی حدیث میں جو کوڑھی سے پرہیز کا حکم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے خلط ملط بیماری کے متعدی ہونے کے اسباب میں سے ہے۔ جیسا کہ طاعون زدہ علاقے میں جانے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اور وہاں سے نکلنے سے بھی روکا گیا ہے۔ ہام یا ہامہ رات کو ظاہر ہونے والا پرندہ ہے جسے اہل جاہلیت منحوس جانتے تھے۔ لہٰذا اس وہم کا ردّ فرمایا گیا ہے۔ عربوں کا یہ بھی ایک جاہلی عقیدہ تھا۔ کہ جس مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے اس کی کھوپری سے ایک پرندہ نکلتا ہے یا ایک کیڑا نکلتا ہے جو خون مانگتا ہے۔ اور جب اس کا بدلہ لے لیا جائے تو وہ غائب ہو جاتا ہے۔ اس کو ہامّہ کہتے تھے۔ اور اس حدیث میں اس وہم کا ردّ کیا گیا ہے۔ صفر کا مطلب بھی دو طرح سے بیان کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ زمانہ جاہلیت میں محرّم اور صفر کے مہینوں میں ردّ و بدل کر لیتے تھے۔ جسے نسیئ کہتے تھے۔ کتاب و سنت میں اس کی نفی کی گئی ہے۔ دوسرا معنی اس کا یہ ہے کہ عربوں کے خیال میں بھوک کے باعث پیٹ میں ایک کیڑا پیدا ہو جاتا تھا جو انسان کی ہلاکت کا باعث ہوتا تھا۔ حالانکہ یہ بھی ان کا وہم تھا۔ حافظ صاحب نے غول اور غور کا جو ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد غالباً بھوت پریت کے اوہام ہیں۔ طیرہ کا معنی ہے پرندہ اُڑا کر شگون لینا۔ اگر وہ دائیں طرف کو اڑ جاتا تو شگون اچھا سمجھتے تھے ورنہ بُرا۔ ہمارے معاشرے میں بھی، بالخصوص عورتوں میں اسی قسم کے کئی اوہام و خرافات ہیں۔ اسلام نے کلمہ توحید سے ان سب کو باطل کر دیا ہے ایسے عقائد رکھنا عقیدۂ توحید کے خلاف ہے۔

كِتَابُ الشَّعْرِ

۱۔ بَابُ السُّنَّةِ فِي الشَّعْرِ

بالوں کے بارے میں سُنت کے احکام

۱۷۱۹۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ وَإِعْفَاءِ اللِّحَى۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھوں کو مٹانے اور ڈاڑھیاں بڑھانے کا حکم دیا۔

شرح: علامہ زرقانیؒ نے کہا کہ یہ امر جمہور کے نزدیک استحباب کے لئے اور ظاہریہ کے نزدیک وجوب کے لیے ہے، احفاء کا معنیٰ ہے استیصال کرنا، مٹانا۔ حنفیہ اور فقہائے کوفہ کا یہی مذہب ہے۔ اور عامۃ صحابہؓ، اکثر شافعیہ اور اکثر صوفیہ کا یہی قول ہے امام احمد نے بھی اسی کو اختیار کیا۔ امام مالکؒ نے دوسری حدیث کے لفظ قص کو اختیار کیا جس کا معنیٰ کاٹنا ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں اعفاء کے بجائے توفیر کا حکم ہے۔ وفّروا اللحی۔ ابن السید نے کہا کہ اعفا کا معنیٰ ہے داڑھی کے فالتو اور پریشان کاٹنا۔ ترمذی کی ایک حدیثِ ضعیف اسی پر دلالت کرتی ہے۔ ابوہریرہؓ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ ایک مٹھی سے فالتو داڑھی کو کاٹ دیتے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک ابن عمرؓ کا یہ فعل حج وغیرہ کے موقع پر تھا کہ سر کو منڈوا دیا۔ اور داڑھی کے کچھ بال، جو قبضہ (مٹھی) سے زائد تھے، کٹوا دئیے۔ تاکہ حلق و تقصیر دونوں پر عمل ہو جائے۔ پھر حافظ صاحب نے لکھا ہے کہ بظاہر ابن عمرؓ کا یہ عمل صرف اعمالِ حج وغیرہ سے خاص نہ تھا بلکہ اس سے مراد ان کی یہ تھی کہ داڑھی سے اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے بال جن سے چہرہ بدنما ہو جائے انہیں کاٹ دیا جائے۔ ابن جریر طبریؒ نے ابن عمرؓ، ابوہریرہ کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک شخص کی داڑھی کے بہت لمبے بالوں کا کاٹنا روایت کیا ہے۔ امام حسن بصریؒ اور عطاءؒ سے طبریؒ نے روایت کیا ہے کہ داڑھی کے طول و عرض کے بال کاٹے جائیں۔ مگر اتنے نہیں کہ بدنما ہو جائیں۔ اور زیادہ ہی کٹ جائیں۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جس طرح داڑھی کٹوانے کی شہرت بری ہے اسی طرح اس کے بہت طویل ہونے کی بھی بُری ہے۔ امام مالکؒ سے بھی بہت طویل داڑھی کی کراہت منقول ہے۔

۱۷۲۰۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ۔ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ

مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، عَامَ حَجَّ، وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعَرٍ كَانَتْ فِي يَدِ حَرَسِيٍّ ـ يَقُولُ: يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ. أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هٰذِهِ. وَيَقُولُ "إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ حِينَ اتَّخَذَ هٰذِهِ نِسَاؤُهُمْ"۔

ترجمہ: حمید بن عبدالرحمٰنؒ بن عوف سے روایت ہے کہ اس نے معاویہ بن ابی سفیان سے ان کے حج کے سال منبر پر کہتے سُنا اور ان کے ہاتھ میں بالوں کا ایک گچھا تھا۔ جو انہوں نے ایک محافظ کے ہاتھوں سے لیا۔ اور کہہ رہے تھے۔ اے مدینہ والو تمہارے علما کہاں ہیں؟ (جو اس قسم کے افعال پر نکیر کریں اور عوام کو سمجھائیں) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کے بالوں کے گچھے سے منع کرتے سنا اور فرمایا کرتے تھے کہ بنی اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے تھے جب کہ ان کی عورتوں نے اس قسم کے بال بنانے شروع کر دیئے تھے۔

شرح: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں کے ساتھ دوسرے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔ حضرت معاویہؓ کے اس قول سے پتہ چلا کہ اس وقت صحابہ کی تعداد کم رہ گئی تھی، جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے۔ جب گناہوں کی کثرت ہو جائے اور ان سے روکنے والے نہ رہیں تو حضورؐ کے ارشاد عذابِ خداوندی کا خطرہ ہوتا ہے۔ بدی کے خلاف آواز اٹھتی رہے تو وہ سرنگوں رہتی ہے اور معاشرہ توازن پر قائم رہتا ہے۔ جب بدی سر اُٹھائے اور اس کے خلاف آواز نہ اُٹھے یا بہت ضعیف ہو جائے تو سارا معاشرہ اس کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ اس حدیث کے مضمون کے بعض حصوں پر اس سے قبل کچھ گفتگو ہو چکی ہے۔

۲/۷۱ـ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: سَدَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاصِيَتَهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ. ثُمَّ فَرَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ.

قَالَ مَالِكٌ: لَيْسَ عَلَى الرَّجُلِ يَنْظُرُ إِلَى شَعَرِ امْرَأَةِ ابْنِهِ، أَوْ شَعَرِ أُمِّ امْرَأَتِهِ، بَأْسٌ.

ترجمہ: زیاد بن سعد نے ابن شہاب کو ایک آدمی سے کہتے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے بالوں کو جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا مانگ نکالے بغیر رکھا۔ پھر اس کے بعد ان میں مانگ نکالی۔

شرح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی باتوں میں اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے۔ ہجرت کے بعد یہودِ مدینہ کو آنحضورؐ نے سدل کرتے دیکھا۔ وہ سیدھے بال رکھتے تھے۔ اور ان میں مانگ نہ نکالتے تھے۔ بعد میں اکثر مشرک ایمان لے آئے اور پھر ان پر ان کے معمول کے مطابق شقاوت غالب آگئی۔ ان کی تالیفِ قلب کا سوال نہ رہا۔ تو حضورؐ کو اکثر امور میں ان کی مخالفت کا حکم ملا اور آپؐ نے ان کے طور طریقے کی مخالفت کی۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت کا ذکر تیس سے زائد احادیث میں آتا ہے۔ ان میں سے ایک یہ بالوں کی مانگ نکالنے کی حدیث ہے۔ آخری عمل یہی تھا۔

"مالکؒ نے کہا کہ آدمی کے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں کہ اپنی بہو یا اپنی ساس کے بالوں کی طرف نگاہ کرے۔" (کیونکہ یہ بھی

محارم میں داخل ہیں۔جس طرح ماں، بہن، بیٹی، خالہ، پھوپھی، بھتیجی اور بھانجی وغیرہن کی طرف نظر اُٹھانا جائز ہے۔ اسی طرح سببی محارم کو دیکھنا بھی جائز ہے۔ بہو اور ساس سببی محارم میں سے ہیں۔)

۱۷۲۲۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ الْإِخْصَاءَ. وَيَقُولُ: فِيهِ تَمَامُ الْخَلْقِ.

ترجمہ: نافعؒ نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ وہ خصی کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور کہتے تھے کہ خصی نہ کرنے میں خلق کی تکمیل ہے۔ (جانوروں کو مصلحتاً خصی کرنے میں حرج نہیں۔ حضورؐ نے خصی جانور کی قربانی کی ہے۔ انسان کو خصی کرنا جائز نہیں۔ اس میں خلق اللہ کی تغییر ہے۔ امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں ابراہیم نخعیؒ کا اثر درج کیا ہے کہ اصلاح کی خاطر جانوروں کو خصی کرنا جائز ہے، یہی ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

۱۷۲۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ، لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ، فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ. إِذَا اتَّقَى" وَأَشَارَ بِإِصْبَعَيْهِ الْوُسْطَى وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ.

ترجمہ: صفوان بن سلیم کو خبر پہنچی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا، خواہ وہ اس کا کوئی رشتہ دار ہو یا کسی اور کا ہو، جنت میں یوں اکٹھے ہوں گے۔ بشرطیکہ وہ یتیم کے معاملے میں خدا سے ڈرے اور حضورؐ نے اپنی درمیانی انگلی اور انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا۔

شرح: یعنی یتیم کی پرورش اور تربیت کرنے والا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب و رفاقت کا مستحق ہوگا۔ علامہ زرقانیؒ نے کہا کہ اس حدیث کو موجودہ باب میں رکھنے کی حکمت شاید یہ ہے کہ یتیم کی پرورش اور غور و پرداخت میں اس کے لباس اور بالوں کا خیال رکھنا بھی داخل ہے۔

۲۔ بَابُ إِصْلَاحِ الشَّعْرِ

بالوں کی اصلاح کرنے کا باب

بالوں کو بنانا، سنوارنا اور ان کی مناسب غور و پرداخت کرنا مطلوبِ شرع ہے۔ پریشان بال رہنا، سر اور داڑھی کے بالوں میں کنگھی نہ کرنا اور گرد و غبار وغیرہ کو دور نہ کرنا کوئی نیکی یا بزرگی نہیں ہے۔ حضورؐ نے اپنے قول و فعل سے بال بنانے اور ان کا حق ادا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ لیکن حدودِ شرع سے تجاوز اس بارے میں بھی ناجائز ہے۔

۱۷۲۴۔ حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِي جُمَّةً. أَفَأُرَجِّلُهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَعَمْ، وَأَكْرِمْهَا"

فَكَانَ اَبُوْ قَتَادَةَ رُبَّمَا دَهَنَهَا فِي الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ. لِمَا قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" وَ اَكْرِمْهَا".

ترجمہ: ابو قتادہ انصاریؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ میری لمبی زلفیں ہیں، کیا میں ان میں کنگھی کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! اور ان کا اکرام کر۔ پس ابو قتادہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے بعض دفعہ دن میں دو بار بالوں کو تیل لگاتے تھے۔ (کیونکہ یہ شرعی مطلوب زینت میں داخل ہے۔)

۱۷۲۵۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَخْبَرَهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ. فَدَخَلَ رَجُلٌ ثَائِرَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ. فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ اَنِ اخْرُجْ. كَاَنَّهُ يَعْنِيْ اِصْلَاحَ شَعَرِ رَاْسِهِ وَلِحْيَتِهِ. فَفَعَلَ الرَّجُلُ ثُمَّ رَجَعَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " اَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِنْ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدُكُمْ ثَائِرَ الرَّاْسِ كَاَنَّهُ شَيْطَانٌ؟"

ترجمہ: عطاء بن یسار نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص داخل ہوا جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ مسجد سے نکل جا۔ گویا آپ چاہتے تھے کہ وہ اپنے سر اور داڑھی کے بالوں کی اصلاح کرے۔ پس اس شخص نے ایسا ہی کیا اور پھر آیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کیا یہ اس سے بہتر نہیں کہ تم میں سے کوئی پریشان بال یوں آجائے گویا کہ وہ کوئی شیطان ہے (قبیح اور خوفناک اور مُضر چیزوں کو شیطان سے منسوب کیا جاتا ہے۔ گویا ایسی شکل و صورت بنانا شیطانی فعل ہے۔ افسوس آج کل جُہلا پریشان حال مجنون ننگ دھڑنگ رہنے والوں، نشہ بازوں اور مکاروں کو اولیاء اللہ تصور کرنے لگے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔)

۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صَبْغِ الشَّعْرِ

بالوں کو خضاب لگانے کا باب

۱۷۲۶۔ حَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيُّ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ قَالَ: وَكَانَ جَلِيْسًا لَهُمْ. وَكَانَ اَبْيَضَ اللِّحْيَةِ وَالرَّاْسِ. قَالَ: فَغَدَا عَلَيْهِمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَقَدْ حَمَّرَهُمَا. قَالَ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: هٰذَا اَحْسَنُ. فَقَالَ: اِنَّ اُمِّيْ عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَتْ اِلَيَّ الْبَارِحَةَ

جَارِيَتَهَا نُخَيْلَةَ. فَأَقْسَمَتْ عَلَيَّ لَأَصْبُغَنَّ. وَأَخْبَرَتْنِي أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ كَانَ يَصْبُغُ.

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ، فِي صَبْغِ الشَّعَرِ بِالسَّوَادِ: لَمْ أَسْمَعْ فِي ذٰلِكَ شَيْئًا مَعْلُومًا. وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِنَ الصَّبْغِ أَحَبُّ إِلَيَّ.

قَالَ وَتَرْكُ الصَّبْغِ كُلِّهِ وَاسِعٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ. لَيْسَ عَلَى النَّاسِ فِيهِ ضِيقٌ.

قَالَ: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: فِي هٰذَا الْحَدِيثِ بَيَانُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَصْبُغْ. وَلَوْ صَبَغَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَرْسَلَتْ بِذٰلِكَ عَائِشَةُ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْأَسْوَدِ.

ترجمہ: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ عبدالرحمٰن بن الاسود بن عبدیغوث ہمارا ہم نشین تھا اور اس کا سر اور داڑھی سفید تھی پھر وہ ایک دن ہمارے پاس آیا تو اس نے بالوں کو سُرخ کر رکھا تھا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ یہ بہت اچھا ہے۔ اس نے کہا کہ میری ماں اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گزشتہ روز میرے پاس اپنی لونڈی نُخَیلہ کو بھیجا تھا اور مجھے تاکیدی پیغام بھیجا تھا کہ میں بالوں کو خضاب کروں۔ اور فرمایا تھا کہ ابوبکر الصّدیقؓ بھی خضاب لگایا کرتے تھے۔

(حضرت صدیق اکبرؓ صحیح بخاری وغیرہ کے مطابق مہندی اور وسمے کا خضاب لگاتے تھے۔ جس سے سفید بال سیاہی مائل ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے مہندی کا خضاب لگایا تھا۔)

"مالکؒ نے کہا کہ بالوں کا سیاہ خضاب کرنے کے متعلق میں نے کوئی ثابت شدہ بات نہیں سُنی اور اس کے سوا اور رنگ مجھے زیادہ پسند ہیں۔ مالکؒ نے کہا کہ کسی بھی قسم کا خضاب نہ لگانے میں ان شاء اللہ گنجائش ہے۔ اور اس میں لوگوں پر کوئی تنگی نہیں۔"

"مالکؒ نے کہا کہ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں لگایا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا ہوتا تو حضرت عائشہؓ اپنے پیغام میں عبدالرحمٰن بن الاسود کو وہ حوالہ دیتیں۔"

شرح: قاضی ابوالولید الباجیؒ نے کہا ہے کہ ابو قحافہؓ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ثابت نہیں ہے کہ اس کے بالوں کا رنگ تبدیل کرو۔ اور اسے کالا خضاب مت کرو۔ کئی صحابہ نے کالا خضاب کیا ہے مثلاً عقبہ بن عامرؓ، الحسنؓ، الحسینؓ، اور تابعین میں سے ایک جماعت نے اور محمدؒ بن علی بن ابی طالب (یعنی ابن الحنفیہ) نے کالا خضاب کیا تھا۔ حافظ ابن الحزمؒ نے المحلّٰی میں کہا ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک سیاہ خضاب کی کراہت ہے۔ مگر حرام نہیں۔ اور مہندی اور وسمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ اسحاق بن راہویہ نے عورت کو اپنے خاوند کی خاطر تزئین کے لئے کالا خضاب کرنے کی رخصت دی ہے۔ شامی نے لکھا ہے کہ بعض فقہا کے نزدیک سیاہ خضاب مطلقاً جائز ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔ غازی کے لئے کفار پر رعب ڈالنے کے لئے کالا خضاب بلا کراہت جائز ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کے لئے زینت کی خاطر کالا خضاب کرے تو جائز ہے۔ المحب الطبری نے محمد بن علی (الباقرؒ) سے روایت کی ہے کہ کالا خضاب ہم اہل بیت کا خضاب ہے اور حضرت عثمانؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور بہت سے صحابہؓ

اور تابعین کالا خضاب کرتے تھے۔ (اس کے لئے طبقات ابن سعد کا مطالعہ مفید رہے گا۔) ابن سیرین، ابن شہاب، زہری وغیرہ سیاہ کالا خضاب لگاتے تھے۔ مصنف عبدالرزاق میں بھی کئی صحابہ اور تابعین سے سیاہ خضاب کی روایات آئی ہیں۔ ابو قحافہؓ کے متعلق سیاہ خضاب کی ممانعت کی حدیث اگر ثابت ہو تو اسے اسی کی خصوصیت پر محمول کیا گیا ہے۔ جیساکہ ابن ابی عاصم نے لکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہندی کا خضاب استعمال کرنا بعض احادیث میں وارد ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۔ بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ التَّعَوُّذِ

نیند وغیرہ کے وقت تعوذ کا حکم

۱۷۲۷۔ حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي أُرَوَّعُ فِي مَنَامِي. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قُلْ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ. مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ. وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ. وَأَنْ يَحْضُرُونِ".

ترجمہ: یحییٰ بن سعید نے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ خالد بن الولیدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نیند میں ڈرتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوں کہا کر، "اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الخ" میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہوں اور اللہ کے بے نقص و عیب کلمات کی پناہ لیتا ہوں۔ اس کی ناراضی سے اور اس کے عذاب سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانوں کے وسوسوں سے اور اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔"

۱۷۲۸۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ قَالَ: أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ. يَطْلُبُهُ بِشُعْلَةٍ مِنْ نَارٍ. كُلَّمَا الْتَفَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآهُ. فَقَالَ لَهُ جِبْرِيلُ: أَفَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ تَقُولُهُنَّ. إِذَا قُلْتَهُنَّ طَفِئَتْ شُعْلَتُهُ، وَخَرَّ لِفِيهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بَلَى" فَقَالَ جِبْرِيلُ: فَقُلْ، أَعُوذُ بِوَجْهِ اللَّهِ الْكَرِيمِ. وَبِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ. الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ. مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَشَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيهَا. وَشَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْأَرْضِ وَشَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا. وَمِنْ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ. وَمِنْ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ. إِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ.

ترجمہ: مالکؒ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپؐ نے ایک خبیث سرکش جن کو دیکھا جو آگ کا ایک شعلہ لے کر آپ کے پیچھے آتا تھا۔ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مڑ کر دیکھتے تو نظر آتا۔ جبریلؑ نے آپؐ سے کہا کہ کیا میں آپ

کچھ کلمات نہ سکھاؤں کہ جب آپؐ انہیں کہیں تو اس کا شعلہ اور جلنا بجھ جائے یا یہ کہ اس کا شعلہ بجھ جائے۔ اور وہ منہ کے بل گر جائے۔ حریقتہ کا لفظ خَرّ لِوَجْہِہٖ بھی روایت ہوا ہے۔) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیوں نہیں؟ پس جبرئیلؑ نے کہا کہ یوں کہیے۔ اعوذ بوجہ اللہ الکریم الخ "میں اللہ کریم کے چہرے کی پناہ لیتا ہوں اور اس کے بے نقص وعیب کلمات کی پناہ لیتا ہوں جن سے کوئی نیک وبد تجاوز نہیں کر سکتا۔ ان چیزوں کے شر سے جو آسمان سے اُتریں اور ان چیزوں کے شر سے جو آسمان کی طرف چڑھیں اور ان چیزوں کے شر سے جو زمین میں پھیلیں اور زمین سے نکلنے والی چیزوں کے شر سے، اور رات اور دن کے فتنوں سے اور رات کو اور دن کو آنے والی چیزوں کے شر سے سوائے اس آنے والے کے جو خیر لے کر آئے اے رحمٰن۔ (یہ مرسل حدیث ہے اور گو بعض طرق سے یہ مسند آئی ہے۔ مگر اس کا مسند ہونا ہی درست تر ہے۔ اس سے ملتا جلتا مضمون بیہقی کی روایت میں عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے۔ مگر وہ محفوظ نہیں۔ اس میں ایک مجہول ہے۔ اور اس میں اسے لیلۃ الجن کا واقعہ بتایا گیا ہے۔ نسائی اور مسند احمد میں یہ حدیث باختلاف الفاظ مذکور ہے۔ مگر ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ شب معراج کا نہیں تھا۔)

۱۷۲۹۔ وَحَدَّثَنِی مَالِكٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ قَالَ: مَا نِمْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مِنْ أَيِّ شَيْءٍ؟" فَقَالَ لَدَغَتْنِي عَقْرَبٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَمَا إِنَّكَ لَوْ قُلْتَ حِينَ أَمْسَيْتَ، أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، لَمْ تَضُرَّكَ"

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے کہا کہ میں آج رات نہیں سویا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس سبب سے؟ اس نے کہا کہ مجھے بچھو نے ڈس لیا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو شام کو یہ کلمات کہہ لیتا تو وہ تجھے ضرر نہ پہنچا سکتا۔ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ "میں اللہ کے بے عیب ونقص کلمات کی پناہ لیتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جسے اس نے پیدا کیا۔"

۱۷۳۰۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، أَنَّ كَعْبَ الْأَحْبَارِ قَالَ: لَوْلَا كَلِمَاتٌ أَقُولُهُنَّ لَجَعَلَتْنِي يَهُودُ حِمَارًا. فَقِيلَ لَهُ: وَمَا هُنَّ؟ فَقَالَ: أَعُوذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيمِ الَّذِي لَيْسَ شَيْءٌ أَعْظَمَ مِنْهُ. وَبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ وَبِأَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى كُلِّهَا. مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَبَرَأَ وَذَرَأَ۔

ترجمہ: کعب الاحبار نے کہا کہ اگر میں چند کلمات نہ کہوں تو یہودی مجھے گدھا بنا ڈالیں (ذلیل ورسوا کر دیں۔) کعب سے کہا گیا کہ وہ کون سے کلمات ہیں؟ اس نے کہا وہ یہ ہیں: اَعُوْذُ بِوَجْہِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ الخ "میں اللہ کی عظیم ذات (چہرے) کی پناہ لیتا ہوں جس سے بڑی کوئی چیز نہیں اور اللہ کے بے عیب کلمات کی پناہ لیتا ہوں جن سے کوئی نیک یا بد آگے نہیں گزر سکتا اور اس کے سب اچھے ناموں کی پناہ لیتا ہوں، جو بھی ان میں سے جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا، ہر اس چیز کے شر سے جسے اس نے پیدا کیا اور

ایجاد کیا اور پھیلایا۔"

۵۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُتَحَابِّيْنَ فِي اللّٰهِ

اللہ کی خاطر محبت کرنے والوں کا باب

۱۷۳۱۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُعَمَّرٍ، عَنْ أَبِي الْحُبَابِ سَعِيْدِ ابْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ لِجَلَالِيْ۔ الْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ۔ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّيْ"۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا "کہاں ہیں میری عظمت وجلال کے باعث آپس میں محبت کرنے والے۔ آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا۔ جس دن کہ میرے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں۔

شرح: دنیا میں یہ لوگ بے لوث رہے، کسی ذاتی غرض کی خاطر نہیں بلکہ محض اللہ کی عظمت وجلال کے حق کی ادائیگی کے لئے باہم محبت کرتے رہے۔ بالفاظ دیگر یہ لوگ حقوق اللہ کے سائے میں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آخرت میں رحمت وفضل خداوندی کا سایہ نصیب ہوگا۔ میدانِ قیامت میں برسرِ عام اللہ تعالیٰ انہیں پکارے گا۔ اور سب لوگوں کے امتیاز سے فضل ورحمت کے ساتھ مخاطب ہوگا۔ اگر دیکھا جائے تو اور اعزاز واکرام کے علاوہ یہ بھی ایک بڑی بات ہے۔

۱۷۳۲۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، أَوْ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ۔ إِمَامٌ عَادِلٌ۔ وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ۔ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُتَعَلِّقٌ بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُوْدَ إِلَيْهِ۔ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ، اجْتَمَعَا عَلٰى ذٰلِكَ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ۔ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ۔ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ: إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ۔ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ"۔

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ یا ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن کہ اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (۱) عادل حاکم، (۲) وہ جوان جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نشوونما پائی (۳) اور وہ آدمی جس کا دل مسجد میں لٹکا ہوا ہو۔ جب وہاں سے نکلے تو پھر واپس آنے تک مسجد ہی کا خیال رہے۔ (۴) وہ دو آدمی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کی۔ اس پر اکٹھے ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے۔ (۵) اور وہ شخص جس نے تنہائی میں

اللہ کو یاد کیا۔ تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہ گئے۔ (۶) اور وہ آدمی جسے ایک اونچے خاندان کی خوبصورت عورت نے بلایا تو بولا کہ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ (۷) اور وہ آدمی جس نے اتنا پوشیدہ صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔

شرح: اس حدیث کی ایک روایت میں ابوسعید خدریؓ اور ابوہریرہؓ کے الفاظ ہیں۔ اور یہ حدیث بقول حافظ ابن عبدالبر حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے بلاشک وشبہ ثابت ہے۔ بخاری، مسلم، نسائی، بیہقی نے اسے روایت کیا ہے۔ میدان قیامت میں سورج پوری آب وتاب سے ایک میل کے فاصلے پر چمکے گا اور عرش الٰہی کے سائے کے سوا اور کہیں سایہ نہ ہوگا۔ عرش الٰہی کے سائے جگہ پانے والے صرف یہی سات قسم کے لوگ نہیں بلکہ دوسری احادیث میں اوروں کا اضافہ بھی ثابت ہے۔ پس یہ سات کا عدد انحصار کے لئے نہیں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان لوگوں کی تعداد ۲۸ تک اور امام سیوطیؒ نے ۷۰ تک پہنچائی ہے۔ زبیدی نے احیاء العلوم کی شرح میں ان کی تعداد ۹۰ تک مع خصال وحوالہ جات بیان کی ہے۔ اس مسئلہ کی مثال عشرہ مبشرہؓ جیسی ہے کہ حضورؐ نے ان حضرات کو ایک مجلس میں ایک ترتیب کے ساتھ جنت کی بشارت دی۔ ورنہ جنتی اور بھی بہت تھے۔ حضورؐ نے بیعت عقبہ والوں کے لئے، شرکاء بدر کے لئے اور بیعت رضوان والوں کے لئے بڑی بڑی بشارتیں سنائیں۔ عبداللہ بن سلام کو جنتی فرمایا تھا۔ بعض خاص صفات کو اہل جنت کی صفات ٹھہرایا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۷۲۳۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ الْعَبْدَ، قَالَ لِجِبْرِيلَ: قَدْ أَحْبَبْتُ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ. فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ. ثُمَّ يُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَبَّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ. فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ. ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ.

وَإِذَا أَبْغَضَ اللَّهُ الْعَبْدَ. قَالَ مَالِكٌ: لَا أَحْسِبُهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ فِي الْبُغْضِ مِثْلَ ذَلِكَ.

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے پیار کرتے ہیں تو جبریلؑ سے فرماتا ہے اے جبریلؑ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ پس جبریلؑ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر وہ آسمان والوں میں منادی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت رکھتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو۔ پس آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ زمین والوں میں اس کی قبولیت رکھ دیتا ہے۔ (ان کے قلوب میں اس کی محبت پیدا فرماتا ہے۔) اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ناپسند کرے تو مالکؒ نے کہا کہ میرے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (یا امام مالکؒ کے استاذ سہیل بن ابی صالح نے) بغض (ناپسندیدگی) کے متعلق بھی اسی قسم کی بات فرمائی تھی۔ (یہ حدیث بخاری ومسلم میں بھی کئی سندوں کے ساتھ آئی ہے۔ بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت کا مطلب اس کی رحمت ورضا کا بندے کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ کی راہ میں صف باندھ کر قتال کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت کا مژدہ موجود ہے۔ اسی طرح مجاہدین کے متعلق فرمایا ہے۔ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ الخ
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ الخ)

۱۷۳۴۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِیْ حَازِمِ بْنِ دِیْنَارٍ، عَنْ اَبِیْ اِدْرِیْسَ الْخَوْلَانِیِّ، اَنَّهٗ قَالَ: دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ۔ فَاِذَا فَتًی شَابٌّ بَرَّاقُ الثَّنَایَا۔ وَاِذَا النَّاسُ مَعَهٗ، اِذَا اخْتَلَفُوْا فِیْ شَیْءٍ، اَسْنَدُوْا اِلَیْهِ۔ وَصَدَرُوْا عَنْ قَوْلِهٖ۔ فَسَاَلْتُ عَنْهُ، فَقِیْلَ: هٰذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ۔ فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ، هَجَّرْتُ فَوَجَدْتُهٗ قَدْ سَبَقَنِیْ بِالتَّهْجِیْرِ۔ وَوَجَدْتُهٗ یُصَلِّیْ۔ قَالَ فَانْتَظَرْتُهٗ حَتّٰی قَضٰی صَلَاتَهٗ۔ ثُمَّ جِئْتُهٗ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهٖ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ۔ ثُمَّ قُلْتُ: وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّكَ لِلّٰهِ۔ فَقَالَ: آللّٰهِ؟ فَقُلْتُ: اللّٰهِ۔ فَقَالَ: آللّٰهِ؟ فَقُلْتُ: اللّٰهِ۔ فَقَالَ آللّٰهِ؟ فَقُلْتُ: اللّٰهِ۔ قَالَ، فَاَخَذَ بِحُبْوَةِ رِدَائِیْ فَجَبَذَنِیْ اِلَیْهِ۔ وَقَالَ اَبْشِرْ۔ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ "قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی: وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ۔ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ۔ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ۔ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ"۔

ترجمہ: ابو ادریس الخولانی نے کہا کہ میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا تو وہاں میں نے چمکدار دانتوں والے ایک جوان کو دیکھا۔ جس کے پاس کچھ لوگ تھے۔ جب ان میں کسی بات پر اختلاف ہوتا تو (فیصلے کے لئے) اس کی طرف رجوع ہوتا۔ اور اس کی رائے پر سب اتفاق کر لیتے۔ میں نے اس کے متعلق پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ معاذ بن جبل ہیں۔ دوسرے دن میں دوپہر کو گیا تو میں نے پایا کہ وہ دوپہر کے وقت جلدی آنے میں مجھ پر سبقت لے گیا ہے۔ میں نے اسے نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ میں نے انتظار کیا، حتیٰ کہ اس نے نماز ختم کر لی۔ پھر میں اس کے سامنے گیا۔ اسے سلام کہا اور پھر کہا کہ واللہ میں تم سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں۔ اس نے کہا کہ کیا خدا کی قسم ایسا ہی ہے؟ میں نے کہا کہ خدا کی قسم یہی بات ہے کہ میں تم سے محض خدا کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ اس نے کہا کہ کیا تم قسم بخدا ایسا کہتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں خدا کی قسم یہی بات ہے۔ اس نے پھر کہا کیا تم اس پر خدا کی قسم کھاتے ہو؟ میں نے کہا ہاں! میں اس پر خدا کی قسم کھاتا ہوں۔ ابو ادریس نے کہا کہ اس نے میری چادر کا کنارہ پکڑا اور مجھ کو اپنی طرف کھینچا اور کہا تجھے بشارت ہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میری خاطر باہم محبت کرنے والوں، میری خاطر اکٹھے بیٹھنے والوں، ایک دوسرے کی میری خاطر زیارت کرنے والوں (یا میری خاطر ایک دوسرے کی مدد کرنے والوں) اور میری خاطر ایک دوسرے پر مال خرچ کرنے والوں کے لئے میری محبت واجب ہو گئی ہے۔ (یہ وجوب خود اللہ تعالیٰ کی اپنی طرف سے ہے نہ کہ کسی اور کی طرف سے۔)

۱۷۳۵۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ۔ اَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ، اَلْقَصْدُ وَالتُّؤَدَةُ وَحُسْنُ السَّمْتِ، جُزْءٌ مِنْ خَمْسَةٍ وَعِشْرِیْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی کہ عبداللہ بن عباسؓ کہتے تھے: میانہ روی اور آہستہ روی اور پسندیدہ روش نبوت کے اجزا میں سے پچیسواں جزء ہے۔ (یعنی یہ انبیاء و رسل کے اخلاق و صفات میں سے ہیں۔ اس عدد کی حقیقت عقلی امور سے ماوراء ہے۔ مگر یہ بات ہر کہ و مہ کو معلوم ہے کہ یہ اخلاق و صفات انبیاء و رسل میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔)

کِتَابُ الرُّؤیَا

رؤیت بیداری کا دیکھنا ہے اور رؤیا وہ جو کچھ نیند میں نظر آئے۔ کبھی کبھی رؤیا رؤیت کے معنی میں آتا ہے۔ جیسا کہ قرآن نے شب معراج کی رویت کے بارے میں فرمایا۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ الخ۔ ابن عباسؓ نے اس کا ترجمہ کیا ہے رُؤْيَا عَيْنٍ۔ یعنی بیداری کی آنکھوں سے رُویت۔ خواب کی حقیقت پر علمائے اسلام نے بہت کچھ کہا ہے۔ مگر ہمارا یہ روزانہ کا تجربہ ہونے کے باوجود ہماری عقل وفہم سے بالاتر چیز ہے۔ بیداری میں بھی انسانی قلب میں بے شمار خواطر و وساوس آتے جاتے رہتے ہیں۔ جن میں اکثر کی علت سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اسی طرح خواب کا بھی حال ہے کہ اس میں بے شمار نظارے، خیالات، خواطر و وساوس گزشتہ و موجودہ یا آئندہ واقعات دکھائی دیتے ہیں۔ اور جو اس کے برعکس ہو، اس کا حال اس کے خلاف ہے۔ انبیاء کا آئینۂ دل سب سے زیادہ صاف و شفاف ہوتا ہے۔ اور خواب میں بھی انہیں دل کی بیداری کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ لہذا ان کا خواب وحی ہوتا ہے پھر جتنا کسی کا قرب ان حضرات کے ساتھ ہو، اتنے ہی اس کے خواب مبنی برحقیقت اور سچے ہوتے ہیں۔

حکیم الامت شاہ ولی اللہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں نظر آنے والی ہر چیز صحیح نہیں ہوتی۔ صرف وہ باتیں صحیح ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں۔ اور وہ خواب کا فرشتہ نسخہ امّ الکتاب سے لاکر تمہیں دکھاتا ہے۔ ان کے ماسوا اضغاث احلام (خوابہائے پریشان) ہوتے ہیں۔ جن کی کوئی تعبیر، تاویل نہیں ہوتی۔ ان کی کئی قسمیں ہیں۔ (۱) بعض خواب شیطانی اثر سے ہوتے ہیں جن کے لئے حدیث میں خدا کی پناہ مانگنے اور بائیں طرف تھوکنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (۲) بعض خواب حدیث النفس ہوتے ہیں۔ جس قسم کے کسی کے خیالات، کسب و صرفہ اور کاروبار ہو اس قسم کی چیزیں خواب میں دیکھتا ہے۔ اور اگر کسی سے محبت ہو تو اسے دیکھتا ہے (۳) بعض خواب طبیعت کے مزاج کے باعث ہوتے ہیں۔ مثلاً جن پر خون کا غلبہ ہو (خون کا دباؤ، بلڈ پریشر) وہ نکسیر، سرخ رنگ اور فصد وغیرہ دیکھتا ہے۔ جس پر صفراء کا غلبہ ہو وہ آگ اور زرد چیزیں دیکھتا ہے۔ جس پر سوداء کا غلبہ ہو وہ تاریکی، سیاہ چیزیں، ہولناک واقعات دیکھتا ہے۔ اور جس پر بلغم کا غلبہ ہو وہ سفیدی، پانی اور برف دیکھتا ہے۔ اور ان چیزوں کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔

۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّؤْيَا

خواب کا باب

۱۶۳۶۔ حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ، جُزْءٌ

مِنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّةِ "۔

وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذٰلِكَ۔

ترجمہ: انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اچھا خواب جو نیک آدمی کو دکھائی دے وہ نبوت کے چھیالیس ۴۶ اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔ ابو ہریرہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح کی روایت کی ہے۔

شرح: نبیؑ کا خواب تو حقیقت کے لحاظ سے اجزائے نبوّت میں سے ہے۔ غیر نبی کا خواب نبوت کے حقیقی اجزاء میں سے نہیں بلکہ افعال و صفاتِ نبوت میں سے ہے اور اس کے ساتھ "مردِ صالح" کی قید بھی لگی ہوئی ہے۔ یعنی جو لوگ نبیؑ کے پیرو ہیں اور جنہیں اخلاق و اوصافِ نبوت کا قرب حاصل ہے۔ ان کا خواب بھی اخلاق و اوصافِ نبوت میں سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ اوپر کی حدیث کی شرح میں گزرا۔ یہ عدد (۴۶) عقل و فہم سے ماورا ہے اور کوئی تجرباتی (سائنٹفک) یا عقلی طریقہ ایسا نہیں جس سے اس کی صحیح حقیقت یا شرح بتائی جا سکے۔ کیونکہ یہ مادیت سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ ہم صرف یہی جان سکتے ہیں کہ اس خواب میں چونکہ بعض غیبی حقائق کا انکشاف ہوتا ہے، جو بنیادی طور پر انبیاء کا وصف ہوتا ہے۔ لہذا اسے اجزائے نبوت میں سے قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔
بعض احادیث میں ۴۵، بعض میں ۴۴ بلکہ ۴۰ - ۴۷ - ۴۹ - ۵۰ - ۷۰ کا عدد بھی آیا ہے۔ ان میں صحیح ترین عدد ۴۶ ہے اور اس کے بعد ۷۰۔ بخاری نے اس حدیث کو عبادہ بن الصامتؓ سے اور انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے۔ دار قطنی نے کہا ہے کہ یہ دونوں طریق صحیح ہیں۔

۱۷۳۷۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ، عَنْ زُفَرَ ابْنِ صَعْصَعَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ، يَقُوْلُ "هَلْ رَاٰى اَحَدٌ مِّنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا؟" "لَيْسَ يَبْقٰى بَعْدِيْ مِنَ النُّبُوَّةِ، اِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ۔"

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جب صبح کی نماز پڑھ چکتے تو فرماتے، کیا تم میں سے کسی نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے؟ اور آپؐ فرماتے کہ میرے بعد نبوّت میں صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔
شرح: بخاری نے سعید بن المسیب کے طریق سے بروایت ابی ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ نبوت میں سے سوائے مبشرات کے کچھ باقی نہیں رہا۔ لوگوں نے مبشرات کا مطلب پوچھا تو فرمایا۔ نیک خواب۔

۱۷۳۸۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَنْ يَبْقَى بَعْدِي مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ" فَقَالُوا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ "الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الرَّجُلُ الصَّالِحُ. أَوْ تُرَى لَهُ. جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ".

ترجمہ: عطا بن یسارؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے بعد نبوت میں سے مبشرات کے سوا کچھ اور باقی نہ رہے گا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا نیک خواب، جسے نیک آدمی دیکھے یا اس کے لئے کوئی اور دیکھے۔ تو وہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

۱۷۳۹۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيٍّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللهِ. وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ. فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الشَّيْءَ يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ إِذَا اسْتَيْقَظَ. وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا. فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ إِنْ شَاءَ اللهُ" قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: إِنْ كُنْتُ لَأَرَى الرُّؤْيَا هِيَ أَثْقَلُ عَلَيَّ مِنَ الْجَبَلِ. فَلَمَّا سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيثَ، فَمَا كُنْتُ أُبَالِيهَا.

ترجمہ: ابوقتادہ بن ربعی (انصاری۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہسوار) کہتا تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ نیک خواب اللہ کی طرف سے ہے۔ اور فاسد پریشان خواب شیطان کے اثر سے ہوتا ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی ناپسند چیز کو دیکھے تو جب بیدار ہو تو تین بار اپنے بائیں جانب پھونک مارے اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے، انشاء اللہ وہ اسے ہرگز نقصان نہ دے گی۔ ابوسلمہ راوی حدیث نے کہا کہ میں بعض دفعہ ایسے خواب دیکھتا تھا۔ جو مجھ پر پہاڑ سے زیادہ بوجھل ہوتے تھے۔ پس جب میں نے یہ حدیث سنی تو ان کی پروا نہ کرتا تھا۔ (آخری فقرہ چھوڑ کر یہ حدیث موطائے محمدؒ کے باب الرؤیا میں بھی مروی ہے۔)

شرح: حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ اچھے خواب کے تین آداب ہیں (۱) اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا (۲) اس پر خوش ہونا اور بشارت پانا (۳) صرف اچھے اور پیار والے لوگوں سے اس کا ذکر کرنا۔ اور مکروہ خواب کے چار آداب ہیں۔ (۱) اس کے (۲) اور شیطان کے شر سے پناہ مانگنا۔ (۳) بیدار ہو کر تین بار بائیں طرف تھوکنا یا پھونک مارنا۔ (۴) اس کا ذکر کسی سے بھی نہ کرنا۔ بخاری میں اس کا پانچواں ادب بھی آیا ہے کہ اٹھ کر نماز پڑھنا مسلم نے چھٹا ادب یہ روایت کیا ہے کہ پہلو بدل لے۔ بعض شروح میں ساتواں ادب اور بھی آیا ہے۔ اور وہ ہے آیۃ الکرسی پڑھنا۔

۱۷۴۰۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ، فِي هٰذِهِ الْآيَةِ ـ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ـ

قَالَ: هِيَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الرَّجُلُ الصَّالِحُ أَوْ تُرَى لَهُ۔

ترجمہ: عروۂ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے تھے: لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ۔" انہی کے لئے ہے بشارت دنیوی زندگی میں اور آخرت میں" عروۂ نے کہ یہ اچھا خواب ہے جسے آدمی دیکھے یا اس کے لئے دیکھا جائے۔

شرح: یہ تفسیر کئی روایات میں مرفوع طور پر بھی وارد ہوئی ہے۔

٢۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي النَّرْدِ

نرد اور شطرنج کا باب

١٧٤١۔ حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ "۔

ترجمہ: ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے نرد کے ساتھ کھیلا تو اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ (کیونکہ اس سے عداوت اور بغض پیدا ہوتا ہے۔ وقت کا ضیاع ہے۔ تجربہ بتاتا ہے کہ اس میں نمازیں ضائع ہوتی ہیں۔ یہ جوا بازی کا ذریعہ ہے۔ اور جوئے کی حرمت میں تو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ ائمہ اربعہ سے اس قسم کے کھیلوں کی حرمت منقول ہوئی ہے۔ امام محمدؒ نے موطا کے باب اللعب بالنرد میں اس حدیث کو بیان کر کے اس پر لکھا ہے کہ نرد شطرنج اور اس جیسے کھیلوں میں کوئی خیر نہیں ہے۔ نرد چوسر کو کہتے ہیں اور شطرنج معروف ہے جسے سب جانتے ہیں۔)

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ بَلَغَهَا: أَنَّ أَهْلَ بَيْتٍ فِي دَارِهَا كَانُوا سُكَّانًا فِيهَا۔ وَعِنْدَهُمْ نَرْدٌ۔ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِمْ: لَئِنْ لَمْ تُخْرِجُوهَا لَأُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ دَارِي۔ وَأَنْكَرَتْ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ۔

(ایضاً) ترجمہ: علقمہ بن ابی علقمہ مدنی نے اپنی ماں (مرجانہ۔ جناب عائشہؓ کی آزاد کردہ لونڈی) سے روایت کی کہ اسے پتہ چلا ہے کہ ایک گھر کے لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں مقیم تھے۔ (بطور کرایہ دار یا ویسے ہی بطور مہمان یا بطور اعانت) اور ان کے نرد (چوسر) تھا۔ تو حضرت عائشہؓ نے انہیں پیغام بھیجا کہ اگر تم اس کھیل کو یہاں سے نہ نکالو گے تو میں تمہیں اپنے ہاں سے نکال دوں گی۔ اور حضرت عائشہؓ نے ان کے اس فعل کا بہت برا منایا۔ (کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں انہوں نے یہ کھیل داخل کیا۔ اور کھیلتے رہے۔ ان الفاظ کی شدت سے اس کھیل کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔)

١٧٤٢۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ كَانَ، إِذَا وَجَدَ

اَحَدًا مِنْ اَهْلِهٖ يَلْعَبُ بِالنَّرْدِ، ضَرَبَهٗ وَكَسَرَهَا۔

قَالَ يَحْيٰى: وَسَمِعْتُ مَالِكًا يَقُوْلُ: لَاخَيْرَ فِي الشَّطْرَنْجِ۔ وَكَرِهَهَا۔

وَسَمِعْتُهٗ يَكْرَهُ اللَّعِبَ بِهَا وَبِغَيْرِهَا مِنَ الْبَاطِلِ۔ وَيَتْلُوْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ۔

ترجمہ: نافع نے عبداللہ عمرؓ کے بارے میں روایت کی کہ وہ جب اپنے اہلِ خانہ میں سے کسی کو چوسر کھیلتے دیکھتے تو اُسے پیٹتے اور نرد کو توڑ ڈالتے تھے۔

یحییٰ نے کہا کہ میں نے مالکؒ کو کہتے سُنا کہ شطرنج میں کوئی بھلائی نہیں ہے اور مالکؒ نے اسے ناپسند کیا اور اس قسم کے اور کھیلوں کو بھی، جو باطل، بے کار، فضول اور بے فائدہ ہیں۔ اور یہ آیت پڑھتے تھے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ۔ "حق کے بعد ضلالت کے سوا اور کیا رہ جاتا ہے؟"۔

بَابُ الْعَمَلِ فِي السَّلَامِ

سلام کے مسائل کا باب

۱۷۴۳۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَ "يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ۔ وَاِذَا سَلَّمَ مِنَ الْقَوْمِ وَاحِدٌ اَجْزَاَ عَنْهُمْ"۔

ترجمہ: زید بن اسلم سے (مرسل) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، سوار پیدل کو سلام کہے اور جب قوم میں سے ایک نے سلام کہہ دیا تو ان سب کی طرف سے کافی ہو گیا۔ (یہ حدیث عبدالرزاق نے بھی مرسلاً بیان کی ہے۔ صحاح میں اس کے بعض الفاظ ابو ہریرہؓ کی مرفوع حدیث سے ثابت ہیں اور یہ اضافہ ہے کہ سوار پیدل پر سلام کرے۔ پیدل بیٹھنے والے پر سلام کریں اور تھوڑے زیادہ پر۔ پہلے سلام کرنا تواضع اور خوش خلقی کی علامت ہے۔ لہٰذا جن کے متعلق کبر و غرور کا گمان ممکن تھا انہیں سلام میں ابتدا کرنے کا حکم دیا گیا۔ احادیث سے الفاظِ سلام بھی ثابت ہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اور جواب میں وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ کہنا مسنون ہے۔)

۱۷۴۴۔ وَحَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، اَنَّهٗ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ۔ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ۔ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ ثُمَّ زَادَ شَيْئًا مَعَ ذٰلِكَ اَيْضًا۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ قَدْ ذَهَبَ بَصَرُهٗ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا الْيَمَانِيُّ الَّذِيْ يَغْشَاكَ۔ فَعَرَّفُوْهُ اِيَّاهُ۔ قَالَ فَقَالَ

ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ السَّلَامَ انْتَهٰى إِلَى الْبَرَكَةِ۔

قَالَ يَحْيٰى: سُئِلَ مَالِكٌ، هَلْ يُسَلَّمُ عَلَى الْمَرْأَةِ؟ فَقَالَ: أَمَّا الْمُتَجَالَّةُ، فَلَا أَكْرَهُ ذٰلِكَ۔ وَأَمَّا الشَّابَّةُ، فَلَا أُحِبُّ ذٰلِكَ۔

ترجمہ: محمد بن عمرو بن عطا کا بیان ہے کہ میں عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک یمنی شخص آیا اور بولا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر اس نے اس پر کچھ اور بھی اضافہ کیا۔ ابن عباسؓ کی نظر اُس وقت ختم ہو چکی تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے اس کا تعارف کرایا اور کہا کہ یہ وہ یمنی شخص ہے جو آپ کے پاس آیا کرتا ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا سلام وبرکاتہ پر ختم ہو گیا۔ (بعد کے الفاظ بے کار ہیں۔)

شرح: امام محمدؒ نے یہ روایت مؤطا کے باب ردّ السلام میں بیان کی اور کہا کہ سنت کا اتباع ہی افضل ہے۔ جب کسی نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، تو وہ خاموش ہو جائے یعنی ان پر اور لفظوں کا اضافہ نہ کرے۔

امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ کیا عورت کو سلام کہنا چاہیے؟ تو فرمایا کہ بڑھیا کو سلام کہنے کو تو میں ناپسند نہیں کرتا۔ لیکن جوان عورت (غیر محرم) کو سلام کہنا میں پسند نہیں کرتا۔ (جو لوگ کسی دینی کام مثلاً خطبہ، نماز، اذان، درس، تلاوتِ قرآن، حدیث وفقہ کے مطالعہ میں مصروف ہوں۔ انہیں سلام نہ کہا جائے۔ اسی طرح جوان اجنبی عورت، فضول کھیلوں میں مصروف، کسی دوسرے کے ساتھ ضروری باتوں میں مصروف، کافر، عریاں، بدعتی، کھانے میں مصروف، گانے بجانے والا، کبوتر اُڑانے والا، ان کو بھی سلام نہ کہا جائے۔ رفع حاجت میں مصروف شخص کو سلام کہنا نہایت قبیح فعل ہے۔)

بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّلَامِ عَلَى الْيَهُودِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ

یہودی اور نصرانی کو سلام کہنے کا باب

١٧٥٤۔ حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ الْيَهُودَ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَحَدُهُمْ، فَإِنَّمَا يَقُولُ: السَّامُ عَلَيْكُمْ۔ فَقُلْ: عَلَيْكَ"۔

قَالَ يَحْيٰى: وَسُئِلَ مَالِكٌ عَمَّنْ سَلَّمَ عَلَى الْيَهُودِيِّ أَوِ النَّصْرَانِيِّ هَلْ يَسْتَقِيلُهُ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: لَا۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب یہودیوں میں سے کوئی تمہیں سلام کہے تو وہ کہتا ہے: اَلسَّامُ عَلَیْکُم (تم پر موت ہو) پس تو کہہ عَلَیْکَ (تجھ پر ہو!)

مالکؒ سے پوچھا گیا کہ جو شخص یہودی یا نصرانی کو سلام کہہ دے (یعنی مسلم عمداً یا سہواً یا ازراہِ جہالت کسی غیر مسلم کو سلام کہے) تو کیا وہ اس سے یہ سلام واپس مانگے (یعنی اسے فسخ کرے)؟ تو مالکؒ نے کہا کہ نہیں۔ (یعنی فسخ کا کوئی معنیٰ نہیں۔ مگر توبہ واستغفار کرے)

بشرطیکہ عمداً ایسا کیا ہو، غیر مسلم چونکہ سلام کا حقدار اور اس کا محل نہیں، لہٰذا یہ سلام بے کار گیا۔)

شرح: بخاری کی کتاب الادب میں ہے کہ حضورؐ کی خدمت میں یہودی آتے تو از راہِ بغض و عداوت السلام علیکم کی بجائے السام علیکم کہتے اور حضورؐ جواب میں کہتے علیکم۔ یعنی موت اور ذلت کے حقدار تم خود ہو۔ لہٰذا یہ تم ہی پر ہو۔ موطا کے امام محمدؒ کے باب ردّ السلام میں بھی یہ حدیث مروی ہے۔

بَابُ جَامِعِ السَّلَامِ

سلام کے متفرق مسائل

۱۷۴۱۔ حَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِیْ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِیْ مُرَّةَ مَوْلٰی عَقِيْلِ بْنِ أَبِیْ طَالِبٍ، عَنْ أَبِیْ وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِی الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ۔ إِذْ أَقْبَلَ نَفَرٌ ثَلَاثَةٌ۔ فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ۔ فَلَمَّا وَقَفَا عَلٰی مَجْلِسِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَّمَا۔ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأٰی فُرْجَةً فِی الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيْهَا۔ وَأَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ۔ وَأَمَّا الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا۔ فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ؟ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوٰی إِلَی اللهِ فَاٰوَاهُ اللهُ۔ وَأَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللهُ مِنْهُ۔ وَأَمَّا الْاٰخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللهُ عَنْهُ۔

ترجمہ: ابو واقد لیثیؓ سے روایت ہے کہ اس اثنا میں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، تین آدمی آئے۔ پس دو شخص تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے اور ایک چلا گیا۔ جب وہ دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے تو انہوں نے سلام کیا۔ ایک نے حلقے میں ایک خالی جگہ دیکھی تو اس میں بیٹھ گیا اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پشت پھیر کر چلا گیا۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تعلیم و تدریس وغیرہ سے) فارغ ہو گئے تو ارشاد فرمایا، کیا تمہیں ان تین اشخاص کے متعلق نہ بتاؤں؟ ان میں سے ایک تو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے پناہ دے دی۔ دوسرا شرما گیا (آگے نہیں بڑھا) تو اللہ تعالیٰ اس سے شرما گیا (اور اُسے کوئی سزا نہ دے گا کہ پیچھے رہنے کی باز پُرس فرمائے گا)۔ تیسرے نے منہ پھیر لیا۔ پس اللہ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔

شرح: ہر شخص کی جزا و سزا اس کی نیت اور عمل کے عین مطابق اور مناسب ہے۔ خدا کی طرف شوق اور محنت سے آگے بڑھنے والا پہلا درجہ لے گیا۔ شرما کر کچھ پیچھے رہ جانے والا بھی رحمت و مغفرتِ خداوندی کا حقدار ٹھیرا۔ جو منہ پھیر کر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی حاجت نہیں۔ گیا سو گیا۔ سلام کے ذکر کے باعث یہ حدیث اس باب میں آئی ہے۔

۱۷۴۷- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَجُلٌ فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ. ثُمَّ سَأَلَ عُمَرُ الرَّجُلَ: كَيْفَ أَنْتَ؟ فَقَالَ أَحْمَدُ إِلَيْكَ اللّٰهَ. فَقَالَ عُمَرُ: ذٰلِكَ الَّذِي أَرَدْتُ مِنْكَ.

ترجمہ: انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو جناب عمر بن الخطابؓ کو سلام کہتے سُنا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے سوال کا جواب دیا اور اس سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ میں آپ کے سامنے اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تم سے یہی سننا چاہتا تھا۔ (یعنی میں نے تم سے تمہارا حال اسی لئے پوچھا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور شکر بیان کرو۔ طبرانی نے ابن عمرؓ کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مرفوع بالکل اسی مضمون کی بیان کی ہے۔ پس جناب عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں اس شخص سے سوال کیا اور حضورؐ کی سُنت کے مطابق اُسے جواب دیا۔

۱۷۴۸- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّ الطُّفَيْلَ بْنَ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ كَانَ يَأْتِي عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ. فَيَغْدُو مَعَهُ إِلَى السُّوقِ. قَالَ فَإِذَا غَدَوْنَا إِلَى السُّوقِ، لَمْ يَمُرَّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَلَى سَقَّاطٍ وَلَا صَاحِبِ بَيْعَةٍ وَلَا مِسْكِينٍ وَلَا أَحَدٍ إِلَّا سَلَّمَ عَلَيْهِ. قَالَ الطُّفَيْلُ: فَجِئْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَوْمًا. فَاسْتَتْبَعَنِي إِلَى السُّوقِ. فَقُلْتُ لَهُ وَمَا تَصْنَعُ فِي السُّوقِ وَأَنْتَ لَا تَقِفُ عَلَى الْبَيِّعِ، وَلَا تَسْأَلُ عَنِ السِّلَعِ، وَلَا تَسُومُ بِهَا، وَلَا تَجْلِسُ فِي مَجَالِسِ السُّوقِ؟ قَالَ وَأَقُولُ: اجْلِسْ بِنَا هٰهُنَا نَتَحَدَّثْ. قَالَ فَقَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: يَا أَبَا بَطْنٍ! وَكَانَ الطُّفَيْلُ ذَا بَطْنٍ، إِنَّمَا نَغْدُو مِنْ أَجْلِ السَّلَامِ. نُسَلِّمُ عَلَى مَنْ لَقِيَنَا.

ترجمہ: طفیلؓ بن ابی کعبؓ نے بتایا کہ وہ (یعنی خود طفیل) عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آتا اور ان کے ساتھ بازار جایا کرتا تھا ہم جب بازار میں پہنچتے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ جس خردہ فروش یا دکاندار یا مسکین پر گزرتے یا کسی اور شخص پر گزرتے تو اسے سلام کہتے تھے۔ طفیلؓ نے کہا کہ ایک دن میں عبداللہ بن عمرؓ کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے اپنے ساتھ بازار میں لے جانا چاہا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ بازار میں کیا کریں گے؟ آپ نہ تو کسی خرید وفروخت کے لئے ٹھہرتے ہیں۔ نہ کوئی سامان پوچھتے ہیں اور ان چیزوں کا سودا کرتے ہیں۔ بازار کی مجلسوں میں بھی نہیں بیٹھتے۔ طفیلؓ نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ یہیں تشریف رکھیئے تاکہ بات چیت کریں۔ طفیلؓ نے کہا کہ عبداللہؓ نے مجھ سے کہا کہ اے بڑے پیٹ والے! (طفیلؓ تھا بھی بڑے پیٹ والا۔ ہم بازار میں صرف سلام کی خاطر جاتے ہیں۔ ملنے والوں کو سلام کہتے ہیں (گویا عبداللہ بن عمرؓ یہ سب کچھ حدیث: أَفْشُوا السَّلَامَ، "سلام کو پھیلاؤ" کی تعمیل میں کرتے تھے۔)

۱۷۴۹- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ رَجُلًا سَلَّمَ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ. فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ. وَالْغَادِيَاتُ وَالرَّائِحَاتُ. فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: وَعَلَيْكَ أَلْفًا. ثُمَّ كَأَنَّهُ كَرِهَ ذٰلِكَ.

ترجمہ: ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ان الفاظ میں سلام کیا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ وَالْغَادِيَاتُ وَالرَّائِحَاتُ۔ پس عبداللہ بن عمرؓ نے کہا اور تجھ پر بھی ایک ہزار ہو۔ گویا کہ عبداللہؓ نے اس (آخری اضافہ) کو ناپسند کیا۔

شرح: زائد الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ آپ پر صبح و شام ہونے والی نعمتیں اور رحمتیں ہوں"۔ لیکن یہ الفاظ چونکہ ثابت شدہ الفاظِ سلام سے زائد تھے اور بلا ضرورت تھے۔ کیونکہ سب کچھ تو مسنون سلام میں موجود ہے۔ اس سبب سے عبداللہ بن عمرؓ نے ان زائد الفاظ کو ناپسند کیا۔

۱۷۵۰- وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ: إِذَا دُخِلَ الْبَيْتُ غَيْرُ الْمَسْكُونِ يُقَالُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ.

ترجمہ: مالک کو خبر پہنچی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا مستحب یہ ہے کہ آدمی جب کسی خالی (غیر مسکون) مکان میں داخل ہو تو کہے، "اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ۔" ہم پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کے سب نیک بندوں پر بھی۔ (بخاری اور ابن شیبہ کی روایت میں جو ابن عمرؓ سے ہے، اس حدیث میں غیر مسکون گھر کے ساتھ مسجد کا لفظ بھی ہے۔ یہ اثر بہت سی کتب حدیث میں مختلف سندوں سے مروی ہے۔

کِتَابُ الْاِسْتِیْذَان

۱۔ بَابُ الْاِسْتِیْذَان

اجازت مانگنے کا باب

امام نوویؒ نے کہا ہے کہ علماء استیذان کے مشروع ہونے پر متفق ہیں۔ اور اس مسئلہ پر کتاب وسُنّت اور اجماع کے بہت سے دلائل موجود ہیں۔ سنت یہ ہے کہ تین بار سلام کہہ کر اجازت مانگی جائے۔ ابوبکر الجصاص رازیؒ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں، لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھَا جو استیناس کا حکم ہے اس سے مراد حسب روایت ابن عباسؓ ابن مسعودؓ، ابراہیمؒ اور قتادہؒ استیذان (اجازت مانگنا) ہے۔ ابوہریرہؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ کی احادیث میں تین بار اجازت مانگنے پر اگر اجازت نہ ملے تو واپس چلے جانے کا حکم موجود ہے۔

۱۵۱۔ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَیْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَسْتَاْذِنُ عَلٰی اُمِّیْ؟ فَقَالَ "نَعَمْ" قَالَ الرَّجُلُ: اِنِّیْ مَعَهَا فِی الْبَیْتِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اسْتَاْذِنْ عَلَیْهَا" فَقَالَ الرَّجُلُ: اِنِّیْ خَادِمُهَا. فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اسْتَاْذِنْ عَلَیْهَا. اَتُحِبُّ اَنْ تَرَاهَا عُرْیَانَةً؟" قَالَ: لَا. قَالَ" فَاسْتَاْذِنْ عَلَیْهَا"

ترجمہ: عطاء بن یسارؒ سے (مرسلاً) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے پوچھا، یا رسول اللہؐ کیا میں اپنی ماں سے بھی اجازت مانگوں؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ اس آدمی نے کہا کہ میں اس کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں (تو کیا اجازت کی ضرورت ہے؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس سے اجازت مانگو۔ اس آدمی نے کہا کہ میں اس کا خادم ہوں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے پاس جانے کے لئے اجازت مانگو۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ اسے عُریاں دیکھو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس سے اجازت لے کر جاؤ۔ (امام محمدؒ نے اسے باب الاستیذان میں روایت کیا۔)

شرح: باقی محرم عورتوں کا بھی یہی حال ہے۔ چاہے ان کی حرمت نسب کے باعث ہو یا رضاعت کے باعث، یا رشتہ

داماد ی کے ۔ اعث اس حکم سے بیوی اور لونڈی مستثنیٰ ہے ۔ گو امام ابوبکر الجصاص نے انہیں بھی حکم کے عموم میں داخل کیا ہے۔ امام محمدؒ نے موطا میں اس حدیث پر لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں ۔ آدمی کو ہر محرم کے ہاں اجازت لے کر جانا چاہیئے ۔

۱۷۵۲ ۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، عَنِ الثِّقَةِ عِنْدَهٗ، عَنْ بُکَیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ، عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ، اَنَّهٗ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "اَلْاِسْتِیْذَانُ ثَلَاثٌ ۔ فَاِنْ اُذِنَ لَكَ فَادْخُلْ ۔ وَاِلَّا فَارْجِعْ"۔

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اجازت مانگنا تین بار ہے ۔ اگر تجھے اجازت ملے تو داخل ہو جا ورنہ واپس لوٹ جا ۔ (یہ حدیث ابوموسیٰ اشعریؓ کے واسطے کے بغیر ابوسعید خدری سے بھی براہ راست مروی ہے ۔ لہذا حافظ ابن عبدالبرؒ کا قول ہے کہ ابوسعیدؓ اس حدیث میں ابوموسیٰ اشعریؓ کے اس قصے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، جو آگے ابھی آ رہا ہے ۔)

۱۷۵۳ ۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ غَیْرِ وَاحِدٍ مِنْ عُلَمَائِهِمْ، اَنَّ اَبَا مُوْسَی الْاَشْعَرِیَّ جَاءَ یَسْتَاْذِنُ عَلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ۔ فَاسْتَاْذَنَ ثَلَاثًا ثُمَّ رَجَعَ ۔ فَاَرْسَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِیْ اَثَرِهٖ فَقَالَ: مَا لَكَ لَمْ تَدْخُلْ؟ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ "اَلْاِسْتِیْذَانُ ثَلَاثٌ ۔ فَاِنْ اُذِنَ لَكَ فَادْخُلْ وَاِلَّا فَارْجِعْ"۔ فَقَالَ عُمَرُ: وَمَنْ یَعْلَمُ هٰذَا؟ لَئِنْ لَمْ تَاْتِنِیْ بِمَنْ یَعْلَمُ ذٰلِكَ لَاَفْعَلَنَّ بِكَ كَذَا وَكَذَا ۔ فَخَرَجَ اَبُوْ مُوْسٰی حَتّٰی جَاءَ مَجْلِسًا فِی الْمَسْجِدِ یُقَالُ لَهٗ مَجْلِسُ الْاَنْصَارِ ۔ فَقَالَ: اِنِّیْ اَخْبَرْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ "اَلْاِسْتِیْذَانُ ثَلَاثٌ، فَاِنْ اُذِنَ لَكَ فَادْخُلْ وَاِلَّا فَارْجِعْ"۔ فَقَالَ: لَئِنْ لَمْ تَاْتِنِیْ بِمَنْ یَعْلَمُ هٰذَا لَاَفْعَلَنَّ بِكَ كَذَا وَكَذَا ۔ فَاِنْ كَانَ سَمِعَ ذٰلِكَ اَحَدٌ مِنْكُمْ فَلْیَقُمْ مَعِیَ ۔ فَقَالُوْا لِاَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ: قُمْ مَعَهٗ ۔ وَكَانَ اَبُوْ سَعِیْدٍ اَصْغَرَهُمْ ۔ فَقَامَ مَعَهٗ ۔ فَاَخْبَرَ بِذٰلِكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ۔ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِاَبِیْ مُوْسٰی: اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَتَّهِمْكَ وَلٰكِنْ خَشِیْتُ اَنْ یَتَقَوَّلَ النَّاسُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔

ترجمہ: ابوموسیٰ اشعریؓ حضرت عمر بن الخطابؓ کے ہاں اجازت لینے آئے اور تین مرتبہ اجازت مانگ کر جب کوئی جواب

نہ ملا تو) واپس چلے گئے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا۔ (اور بلا کر ان سے کہا) اور کہا کہ تم اندر کیوں داخل نہیں ہوئے ؟ ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا تھا۔ اجازت مانگنے کی حد تک تین بار ہے۔ پس اگر تمہیں اجازت ملے تو اندر جاؤ ورنہ واپس چلے جاؤ۔ پس حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا، اس حکم کو اور کون جانتا ہے؟ اگر تم ایسا آدمی نہ لائے جو یہ جانتا ہو تو میں تمہیں سزا دوں گا۔ ابوموسیٰؓ باہر نکلے اور مسجد میں ایک مجلس کے پاس پہنچے، جسے مجلس انصار کہا جاتا تھا۔ اور کہا کہ میں نے عمر بن الخطاب کو بتایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا، اجازت مانگنا تین بار ہے۔ اگر تمہیں اجازت ملے تو بہتر ورنہ واپس چلے جاؤ۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا ہے کہ اگر تم کسی اور کو نہ لائے جو یہ جانتا ہو تو میں تمہیں سزا دوں گا۔ پس اگر تم میں سے کسی نے یہ حضورؐ سے سُنا ہو تو اُٹھ کر میرے ساتھ چلے۔ انہوں نے ابوسعید خدریؓ سے جو ان سب سے چھوٹے تھے، ان کے ساتھ جانے کو کہا۔ ابوسعیدؓ ان کے ساتھ ہو لئے اور جا کر عمر بن الخطاب کو یہ بتایا۔ حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰؓ سے کہ دیکھو! میں تمہیں غلط بیانی کی تہمت نہیں دے رہا تھا۔ بلکہ مجھے یہ خوف تھا کہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے من گھڑت باتیں کہنے کا موقع نہ مل جائے۔

شرح: بعض بہت مشہور باتوں کا عظیم تر آدمی پر مخفی رہ جانا باعثِ تعجب نہیں ہوتا۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے، کہ ابوسعیدؓ نے کہا میں نے حضرت عمر بن الخطاب کو بتایا کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ اس پر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تعجب ہے یہ بات مجھ سے مخفی رہی۔ بات یہ تھی کہ تجارت وغیرہ کے لئے بازار کی آمد و رفت کے باعث میں اس سے بے خبر رہا۔ اس حدیث کی بعض روایات کے مطابق اُبی بن کعبؓ نے بھی حضرت عمرؓ کے سامنے ابوموسیٰ اشعریؓ کی تصدیق کی تھی۔ حدیث کے آخر میں اس علت کا ذکر موجود ہے جس کے باعث ازراہ احتیاط جناب عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ جیسے جلیل القدر آدمی کو ڈرا دیا تھا۔

۲۔ بَابُ التَّشْمِيتِ فِي الْعُطَاسِ

چھینک مارنے والے کے لئے دعائے خیر کا بیان

۱۷۵۴۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِنْ عَطَسَ فَشَمِّتْهُ. ثُمَّ إِنْ عَطَسَ فَشَمِّتْهُ. ثُمَّ إِنْ عَطَسَ فَشَمِّتْهُ. ثُمَّ إِنْ عَطَسَ فَقُلْ: إِنَّكَ مَضْنُوكٌ". قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: لَا أَدْرِي. أَبَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ؟

ترجمہ: ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر کوئی چھینک مارے تو اسے دُعا دو پھر اگر چھینک مارے تو دُعا دو۔ پھر اگر چھینک مارے تو دُعا دو۔ پھر اگر چھینک مارے تو کہو کہ تجھے زکام ہو گیا ہے۔ عبداللہ بن ابی بکر راوی حدیث نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ میرے باپ نے تیسری بار کے بعد یا چوتھی بار کے بعد حضورؐ کا یہ قول بیان کیا۔ (یعنی راوی کو یہ شک ہے کہ اس کے استاد نے کتنی بار چھینک کا ذکر کیا تھا۔)

شرح: امام نوویؒ نے کئی احادیث کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ اگر چھینک لگاتار آئے تو تین بار دعا مسنون ہے اس کے بعد نہیں۔ بعض احادیث میں ایک دو کا ذکر بھی موجود ہے۔

۱۷۵۵ و حَدَّثَنِی عَنْ مَالِکٍ عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ کَانَ اِذَا عَطَسَ، فَقِیْلَ لَہٗ: یَرْحَمُکَ اللّٰہُ۔ قَالَ، یَرْحَمُنَا اللّٰہُ وَ اِیَّاکُمْ، وَیَغْفِرُ لَنَا وَ لَکُمْ۔

ترجمہ: نافع نے کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ جب چھینک مارتے اور انہیں یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہا جاتا تو وہ کہتے یَرْحَمُنَا اللّٰہُ وَ اِیَّاکُمْ وَ یَغْفِرُ لَنَا وَ لَکُمْ۔

شرح: صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ دعا اس شخص کو دی جائے جو چھینک مار کر الحمد للہ کہے۔ اگر وہ نہ کہے تو سننے والے پر دعا نہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ جواب کے الفاظ یہ بھی ہیں۔ یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَ یُصْلِحُ بَالَکُمْ۔

۳۔ بَابُ مَا جَاءَ فِی الصُّوَرِ وَالتَّمَاثِیْلِ

تصویروں اور مورتیوں کا باب

۱۷۵۶ حَدَّثَنِی مَالِکٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَۃَ، اَنَّ رَافِعَ بْنَ اِسْحٰقَ مَوْلَی الشِّفَاءِ اَخْبَرَہٗ، قَالَ: دَخَلْتُ اَنَا وَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِیْ طَلْحَۃَ عَلٰی اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ نَعُوْدُہٗ۔ فَقَالَ لَنَا اَبُوْ سَعِیْدٍ: اَخْبَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَنَّ الْمَلَائِکَۃَ لَا تَدْخُلُ بَیْتًا فِیْہِ تَمَاثِیْلُ اَوْ تَصَاوِیْرُ" شَکَّ اِسْحٰقُ لَا یَدْرِیْ، اَیَّتَھُمَا قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ۔

ترجمہ: رافع بن اسحٰقؒ مولائے شفاؓ نے بتایا کہ میں اور عبداللہ بن ابی طلحہؓ ابوسعید الخدری کی بیمار پرسی کے لئے ان کے ہاں گئے تو ابوسعیدؓ نے کہا کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں مورتیاں یا تصویریں ہوں۔ اسحاق کو شک ہے کہ ابوسعیدؓ نے کون سا لفظ بولا تھا۔

شرح: امام نوویؒ نے کہا کہ ان فرشتوں سے مراد وہ رحمت و برکت کے فرشتے ہیں، جو بندوں کے لئے استغفار کرتے اور گھومتے پھرتے ہیں۔ حفاظت والے فرشتے ہر گھر میں جاتے ہیں اور بنی آدم سے جدا نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ بنی آدم کے اعمال کو دیکھنے اور لکھنے پر مامور ہیں۔ اسی طرح روح قبض کرنے والے فرشتے ہر جگہ داخل ہوتے ہیں۔ اگلی حدیث دیکھئے۔

۱۷۵۷۔ وَحَدَّثَنِی مَالِکٌ عَنْ اَبِی النَّضْرِ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، اَنَّہٗ دَخَلَ عَلٰی اَبِیْ طَلْحَۃَ الْاَنْصَارِیِّ یَعُوْدُہٗ۔ قَالَ فَوَجَدَ عِنْدَہٗ سَھْلَ بْنَ حُنَیْفٍ۔ فَدَعَا اَبُوْ طَلْحَۃَ اِنْسَانًا۔ فَنَزَعَ نَمَطًا مِنْ تَحْتِہٖ۔ فَقَالَ لَہٗ سَھْلُ بْنُ حُنَیْفٍ: لِمَ تَنْزِعُہٗ؟ قَالَ: لِاَنَّ فِیْہِ تَصَاوِیْرَ۔ وَ قَالَ فِیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ عَلِمْتَ۔ فَقَالَ سَھْلٌ: اَلَمْ یَقُلْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اِلَّا مَا کَانَ رَقْمًا فِیْ ثَوْبٍ"؟ قَالَ: بَلٰی۔ وَلٰکِنَّہٗ اَطْیَبُ لِنَفْسِیْ۔

ترجمہ: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود عیادت کی خاطر ابوطلحہ انصاری کے پاس داخل ہوا۔ اس نے کہا کہ وہاں اس نے سہل بن حنیف کو پایا۔ ابوطلحہؓ نے کسی انسان کو بلایا، جس کے نیچے سے ایک نمدہ نکالا۔ سہل بن حنیفؓ نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیوں نکلوایا ہے۔ اس نے کہا کہ اس میں تصویریں ہیں۔ اس لئے نکلوایا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ تمہیں معلوم ہی ہے۔ سہل نے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے پر بنی ہوئی یا نقش کی ہوئی تصویر کو مستثنیٰ نہیں فرمایا تھا؟ اس نے کہا کیوں نہیں، لیکن میرے جی کو یہ اچھا لگتا ہے کہ بہرحال یہ نمدہ میرے نیچے نہ رہے۔ اس حدیث کو امام محمدؒ نے موطا میں باب التصاویر والجرس الخ میں روایت کیا ہے۔

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی ہمارا مختار ہے کسی دری، قالین یا تکیے پر جو تصویر ہو، اس میں کوئی حرج نہیں۔ وہ مکروہ ہے جو پردے پر ہو یا جس کو نصب کیا جائے اور یہی ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہا کا قول ہے۔ پچھلی حدیث بھی علما کے نزدیک مشروط ہے۔ مثلاً شکاری کتا، حفاظت کا کتا، ریوڑ اور کھیت کا کتا، اور وہ تصاویر جو فرش وغیرہ پر ہوں۔ اور ان کا احترام نہ کیا جائے۔ وہ حرمت کے حکم سے مستثنیٰ ہے۔ امام خطابی نے یہی کہا ہے۔ ایک حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر تصویر یا تمثال کا سر کاٹ دیں اور وہ بے جان کی تصویر کی مانند ہو جائے تو وہ بھی مستثنیٰ ہے۔

۱۷۵۸۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ۔ فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ۔ فَعَرَفَتْ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ۔ وَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ۔ وَإِلَى رَسُولِهِ۔ فَمَاذَا أَذْنَبْتُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَمَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ؟" قَالَتْ: اشْتَرَيْتُهَا لَكَ تَقْعُدُ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدُهَا۔ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ يُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ" ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ"۔

ترجمہ: جناب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک گاؤ تکیہ خریدا جس میں تصویریں تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے رہے اور اندر داخل نہ ہوئے۔ حضرت عائشہؓ نے آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی کی علامات پہچان لیں اور کہا یا رسول اللہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے سامنے توبہ کرتی ہوں۔ مگر میں نے کون سی غلطی کی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ گاؤ تکیہ کیسا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ یہ میں نے آپ کے لئے خریدا ہے۔ آپ اس پر بیٹھیں گے اور اس پر سہارا لیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ انہیں کہا جائے گا کہ جو تم نے پیدا کیا تھا، اسے زندہ کرو۔ پھر فرمایا کہ جس گھر میں یہ تصویریں ہوں، اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (مصوروں کو بطور زجر و توبیخ و تعذیب ان تصویروں میں جان ڈالنے کے

لئے کہا جائے گا۔ جو انہوں نے بنائیں۔ تصاویر سے مراد جانداروں کی تصاویر ہیں۔)

۴۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي أَكْلِ الضَّبِّ

سوسمار کو کھانے کا باب

گوہ کے متعلق احادیث مختلف ہیں۔ سنن ابی داؤد کی حدیث کے مطابق حضورؐ نے ان ہانڈیوں کو الٹ دینے کا حکم دیا تھا جن میں اس کا گوشت پکایا گیا تھا۔ اس حدیث کو مسند احمد میں بھی روایت کیا گیا ہے اور ابن حبان کی صراحت کے مطابق یہ صحیح ہے۔ امام طحاویؒ نے اس کی سند پر بحث کی ہے، جو بخاری و مسلم کے راویوں پر مشتمل ہے۔ ابوداؤد نے سند حسن کے ساتھ گوہ کے کھانے کی نہی کی حدیث روایت کی ہے۔ ان احادیث کی بنا پر حنفیہ نے گوہ کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے اور حلّت کی احادیث کو منسوخ کیا ہے۔ مزید گفتگو کے لئے فضل المعبود دیکھئے۔

۱۷۵۹۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ فَإِذَا ضِبَابٌ فِيهَا بَيْضٌ. وَمَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ. فَقَالَ "مِنْ أَيْنَ لَكُمْ هٰذَا؟" فَقَالَتْ: أَهْدَتْهُ لِي أُخْتِي هُزَيْلَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ. فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ "كُلَا" فَقَالَا: أَوَلَا تَأْكُلُ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ "إِنِّي تَحْضُرُنِي مِنَ اللّٰهِ حَاضِرَةٌ" قَالَتْ مَيْمُونَةُ: أَنَسْقِيكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مِنْ لَبَنٍ عِنْدَنَا؟ فَقَالَ "نَعَمْ" فَلَمَّا شَرِبَ قَالَ "مِنْ أَيْنَ لَكُمْ هٰذَا" فَقَالَتْ: أَهْدَتْهُ لِي أُخْتِي هُزَيْلَةُ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَرَأَيْتِكِ جَارِيَتَكِ الَّتِي كُنْتِ اسْتَأْمَرْتِينِي فِي عِتْقِهَا. أَعْطِيهَا أُخْتَكِ. وَصِلِي بِهَا رَحِمَكِ تَرْعَى عَلَيْهَا، فَإِنَّهُ خَيْرٌ لَكِ".

ترجمہ: سلیمان بن یسارؒ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میمونہ بنت الحارثؓ (اُمّ المؤمنین) کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپؐ کے ساتھ ابن عباسؓ بھی تھے۔ (میمونہ ان کی سگی خالہ تھیں۔) اور خالد بن الولیدؓ بھی۔ (جن کی والدہ لبابہؓ بھی میمونہؓ کی سگی بہن تھیں)۔ آپؐ نے وہاں پر پختہ گوہ اور پرندوں کے انڈے دیکھے (یعنی انہیں ملا کر پکایا گیا تھا)۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تمہیں کہاں سے ملے ہیں؟ میمونہؓ نے کہا کہ میری بہن ہذیلہؓ بنت الحارث نے مجھے تحفہ دیا تھا۔ پس حضورؐ نے عبداللہ بن عباسؓ اور خالد بن الولیدؓ سے فرمایا کہ تم دونوں کھالو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ آپؐ نہ کھائیں گے؟ فرمایا میرے پاس اللہ تعالیٰ کے فرشتے آتے ہیں (اور گوہ کا گوشت بدبودار ہوتا ہے۔ لہٰذا میں نہیں کھاتا۔) میمونہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ کیا ہم آپ کو دودھ پلائیں جو ہمارے

ہاں موجود ہے؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں جب پی چکے تو فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا تھا؟ میمونہؓ نے کہا کہ یہ میری بہن ہذیلہؓ نے بطور تحفہ بھیجا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دیکھو تمہاری وہ لونڈی جس کی آزادی کے متعلق تم نے مجھ سے مشورہ لیا تھا۔ وہ تم اپنی بہن کو دے دو اور اس طرح اس سے صلہ رحمی کرو۔ یہ لونڈی اس کے جانور چرائے گی۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

شرح حیدرآبادی صاحب نے کمال کیا ہے کہ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ فَإِذَا ضِبَابٌ فِيْهَا بَيْضٌ کا ترجمہ کیا ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بی بی میمونہؓ بنت الحارث کے مکان میں گئے۔ وہاں گوہ (سوسمار) دیکھا سفید۔ اور اس کے حاشیے میں لکھا ہے" یعنی پکا ہوا گوہ (سوسمار) اس کا گوشت پکنے سے سفید ہو جاتا ہے۔" گویا حیدرآبادی صاحب نے فِيْهَا کی مؤنث ضمیر کو بیت کی طرف راجع کیا ہے جو مذکر ہے۔ یہ حضرت علامہؒ کی ایک معمولی ادبی لغزش ہے۔ اس حدیث سے کم از کم یہ ضرور ثابت ہوا کہ حضورؐ نے گوہ کو ناپسند فرمایا تھا۔ ممانعت کی احادیث کا تعلق اس کے بعد کے زمانہ سے ہے۔

۱۷۶۰۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ۔ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَأُتِيَ بِضَبٍّ مَحْنُوْذٍ۔ فَأَهْوٰى إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ۔ فَقَالَ بَعْضُ النِّسْوَةِ اللَّاتِيْ فِيْ بَيْتِ مَيْمُوْنَةَ: أَخْبِرُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يُرِيْدُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهُ۔ فَقِيْلَ: هُوَ ضَبٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ فَرَفَعَ يَدَهٗ۔ فَقُلْتُ: أَحَرَامٌ هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ "لَا۔ وَلٰكِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِيْ، فَأَجِدُنِيْ أَعَافُهٗ"۔ قَالَ خَالِدٌ: فَاجْتَرَرْتُهٗ فَأَكَلْتُهٗ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ نے خالد بن الولید بن المغیرہ سے روایت کی کہ وہ (یعنی خالد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ میمونہؓ کے گھر گئے تو ایک بھنی ہوئی گوہ لائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا، تو کسی عورت نے، جو میمونہؓ کے گھر میں تھی، کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دو کہ آپؐ کیا چیز کھانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ (حضورؐ کی گوہ کے متعلق کراہت مشہور و معروف تھی۔) پس کہا گیا کہ یا رسول اللہؐ یہ گوہ ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھا لیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ کیا یہ حرام ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ مگر یہ میری قوم کی سرزمین (مکہ) نہ تھی۔ لہٰذا میں اس کا کھانا ناپسند کرتا ہوں۔ (حضورؐ کے متعلق احادیث میں واضح طور پر آتا ہے کہ آپؐ نے کبھی کسی حلال کھانے کی مذمت نہیں فرمائی۔ مگر یہ لفظ مذمت پر دلالت کرتے ہیں، جن کی رُو سے اس کا جو مقام بنتا ہے وہ مکروہ ہے۔) خالدؓ نے کہا کہ میں نے اُسے کھینچا (اس کا گوشت الگ الگ کیا) اور کھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔

شرح: حضرت مولانا خلیل احمد رحمہ اللہ نے احادیث حلّت و اباحت و کراہت و حُرمت کو یوں جمع کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے پہل گوہ کو مباح قرار دیا تھا۔ مگر اس کے کھانے کو طبعی نفرت کی اور کراہت کی بنا پر اختیار نہ فرمایا۔ اور اس کا عذر

یہ بیان فرمایا کہ یہ مکّہ میں نہ ہوتی تھی۔ لہٰذا میں نہیں کھاتا۔ پھر اس بنا پر تردد فرمایا کہ شاید یہ بنی اسرائیل کے مسخ شدہ طبقات میں سے ہو۔ اس وقت آپؐ نے کوئی حکم نہ دیا نہ اس سے منع فرمایا۔ پھر آخر کار اس سے منع فرما دیا۔ اشیا کی حلت و حرمت میں اس قسم کی تدریج و اہمال جاری رہا ہے۔ اس کی مثال گھریلو گدھوں کی حرمت، متعہ کی حرمت، خمر کی حرمت، سود کی حرمت وغیرہ ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حضورؐ کا خالدؓ کو سوسمار کھاتے دیکھنا از راہ تعجب بھی ممکن تھا۔

۱۷۶۱۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَجُلًا نَادٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا تَرٰى فِي الضَّبِّ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَسْتُ بِاٰكِلِهٖ وَلَا بِمُحَرِّمِهٖ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکار کر پوچھا: یا رسول اللہ آپؐ گوہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ میں اسے کھاتا ہوں نہ حرام ٹھیراتا ہوں۔ (اوپر کی احادیث کی شروح دیکھیے۔م)

۵۔ بَابُ مَا جَاءَ فِیْ اَمْرِ الْكِلَابِ

کتوں کے بارے میں احکام کا باب

۱۷۶۲۔ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، اَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ اَخْبَرَهٗ: اَنَّهٗ سَمِعَ سُفْيَانَ ابْنَ اَبِیْ زُهَيْرٍ، وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ اَزْدِ شَنُوْءَةَ، مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يُحَدِّثُ نَاسًا مَعَهٗ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ "مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَا يُغْنِیْ عَنْهُ زَرْعًا وَلَا ضَرْعًا نَقَصَ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ" قَالَ: اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ: اِیْ وَرَبِّ هٰذَا الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ: السائب بن یزیدؓ نے بتایا کہ اس نے سفیان بن ابی زہیرؓ سے سنا، جو شنوءہ کے قبیلے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی تھا، وہ مسجد کے دروازے کے پاس اپنے ساتھ کے کچھ لوگوں کو حدیث سنا رہا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس شخص نے کتا رکھا جو اس کی کسی کھیتی کی حفاظت کے کام نہ آئے نہ ریوڑ کی حفاظت کرے، تو اس کے عمل میں سے ہر روز ایک قیراط کے حساب سے کم ہوتا رہے گا۔ السائبؓ نے مزید تیقن کے لیے پوچھا کہ کیا تو نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا؟ اس نے کہا کہ ہاں اس مسجد کے رب کی قسم میں نے سنا تھا۔ (یہ حدیث موطائے امام محمدؒ کے باب اقتناء الکلب میں مروی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے اس حدیث پر لکھا ہے کہ کتے کو بے فائدہ رکھنا جائز نہیں لیکن کھیتی، ریوڑ، شکار یا حفاظت کی غرض سے رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حافظ ابن عبدالبرؒ نے لکھا ہے کہ عمل کے کم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کتا پالنا حرام نہیں ہے۔ کیونکہ جس چیز کا رکھنا حرام ہو اس کا رکھنا بہرحال حرام ہے۔ عمل میں کمی واقع ہو یا نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ اس کا رکھنا مکروہ ہے حرام نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس پر تعقب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ دلیل غلط ہے۔ کیونکہ عمل میں نقص واقع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روزانہ اس قدر گناہ ہوتا رہے گا جس کے باعث عمل میں کمی واقع ہوگی۔ کتا پالنے کی ممانعت اور اس سے ان مقاصد کا استثنا جو اس حدیث میں ہے اس مضمون کی احادیث صحاح میں ابن عمرؓ، ابوہریرہؓ اور عبداللہ بن مفضلؓ کی روایات سے بھی وارد ہیں۔

۱۷۶۳۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا۔ اِلَّا كَلْبًا ضَارِيًا۔ اَوْ كَلْبَ مَاشِيَةٍ۔ نَقَصَ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطَانِ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کتا رکھا، اس کا عمل ہر روز دو قیراط گھٹتا ہے گا مگر یہ کہ وہ شکاری کتا ہو یا ریوڑ کی حفاظت کے لئے رکھا گیا ہو۔

شرح: پچھلی حدیث میں ایک قیراط اور اس میں دو قیراط کا ذکر آیا ہے۔ شاید یہ فرق اشخاص و احوال یا امکنہ و ازمنہ کی وجہ سے ہو کہ کسی کا عمل ایک قیراط اور کسی کا دو قیراط گھٹے۔ (موطائے امام محمدؒ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔)

۱۷۶۴۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ (بخاری کی روایت میں مذکورہ بالا کتوں کے قتل کا استثنا بھی موجود ہے)

شرح: کتوں کے قتل میں ابن عمرؓ اور جابرؓ اور ابن مفضلؓ کی احادیث صحاح میں موجود ہیں۔ جابرؓ کی روایت میں اس حکم کے منسوخ ہونے کا بیان بھی ہے۔ امام نوویؒ نے کہا کہ دیوانے کتے کے قتل پر علما کا اجماع ہے۔ اور بے ضرر کتوں کے قتل میں اختلاف ہے امام الحرمین نے کہا کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے قتل کا حکم دیا تھا۔ پھر یہ حکم منسوخ ہوا۔ مگر نہایت سیاہ کتے کے قتل کا حکم باقی رہا۔ پھر شرع کا آخری حکم یہ مقرر ہوا کہ ہر قسم کے کتوں کو قتل نہ کیا جائے۔ چاہے سیاہ ہوں یا کسی اور رنگ کے اور اس کے لئے ابن مفضلؓ کی حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی ایک بار اپنے دور خلافت میں کتوں کے قتل کا حکم دیا تھا وجہ اس کی یہی ہے کہ جب کتے بہت زیادہ ہو جائیں تو ضرر پہنچاتے ہیں۔ آوارہ کتے بچوں، بوڑھوں اور کمزوروں کو کاٹ لیتے ہیں۔ آج کل بھی بعض دفعہ اس قسم کے مواقع پر کتوں کو مروانے کا سرکاری اہتمام کیا جاتا ہے۔

۶- بَابُ مَا جَاءَ فِي أَمْرِ الْغَنَمِ

بھیڑ بکریوں کا باب

۱۷۶۵- حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ، وَالْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْوَبَرِ. وَالسَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ".

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کفر کا سر مشرق کی طرف ہے۔ اور فخر اور گھمنڈ گھوڑوں اور اونٹوں کے مالکوں میں ہے۔ جو شور مچانے والے اور آلاتِ زراعت کو استعمال کرنے والے ہیں۔ اور خانہ بدوش ہیں۔ اور سکون و وقار بھیڑ بکریوں والوں میں ہے۔

شرح: اہل مشرق سے مراد مجوسی کافر ہیں جو مدینہ سے جانب مشرق فارس کے باشندے تھے۔ یہ لوگ نہایت متکبر، مغرور، طاقتور اور اسلام کے سخت مخالف تھے۔ ان کے خلاف بڑی جدّوجہد کرنا پڑی۔ پھر ان میں زندقہ و الحاد اور رفض و باطنیت کے فتنے اُٹھے جنھوں نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا۔ خسرو پرویز شاہِ فارس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ مبارک کو چاک کر دیا تھا۔ مشرق کی جانب سے بہت سے جان لیوا فتنے اُٹھے مثلاً جنگ جمل، جنگ صفین، جنگ نہروان، شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیرالجماجم کا فتنہ۔ حافظ ابن حزم ظاہریؒ اور علامہ زرقانی نے بھی لکھا ہے۔ پھر تاتار کا فتنہ بھی مشرقی جانب سے رونما ہوا۔ دجّال کا خروج بھی بروئے حدیث اسی جانب سے ہوگا۔

اونٹ اور گھوڑے پالنے والے اور ان پر بار برداری وغیرہ کا کام کرنے والے شہری لوگوں کی نسبت زیادہ سخت مزاج، اکھڑ، اور اکثر جاہل ہوتے تھے۔ جانور کو ہانکتے وقت تیز آوازیں نکالتے اور شور و غوغا مچاتے تھے۔ دیہاتیوں میں سے جو لوگ کاشت کار ہوتے ہیں، ان میں عموماً وحشت پائی جاتی ہے۔ زمیندار اپنے آپ کو بہت بڑا اور دوسروں کو حقیر جانتے تھے۔ حدیث میں شاید یہی حقیقت بیان ہوئی ہے۔ ان کے مقابلے میں بھیڑ بکریوں والے بالعموم مفلس، کمزور اور بالعموم با وقار بھی ہوتے ہیں۔ اس دور میں ربیعہ و مضر کے لوگ اونٹوں کے مالک تھے۔ اور انھوں نے اسلام کی شدید مخالفت کی تھی۔ ان کے مقابلے میں اہل یمن بھیڑ بکریوں والے تھے۔ دلوں کے نرم اور اسلام کی جلدی آنے والے تھے۔ ان میں نسبتاً تواضع اور نرمی پائی جاتی تھی۔

۱۷۶۶- وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمًا يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ. يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ".

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عنقریب مسلم کا بہترین مال بھیڑ بکریاں ہونگی جنہیں لے کر وہ پہاڑیوں کی بلندی پر جائے گا۔ اور سرسبز و شاداب وادیوں کا رخ کرے گا۔ فتنوں سے اپنے دین کو بچانے کی خاطر بھاگا پھرے گا۔

شرح: اس پیش گوئی کا تعلق فتنہ و فساد کے اوقات کے ساتھ ہے، جب دین کو پس پشت ڈال دیا جائے۔ لوگ مادہ پرست اور نفسانی رذائل کے پجاری ہو جائیں۔ کوئی کسی کی بات نہ سنے تو ایسا وقت بھی آجاتا ہے کہ دیندار حلال روزی کی تلاش میں اپنا ریوڑ لے کر آبادی سے دور نکل جائیں۔ جب فتنہ شدید ہو اور آدمی کے اس میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہو تو پھر کنارہ کشی ہی سلامتی کی ضامن ہوتی ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی اسلامی فرائض مثلاً جمعہ و جماعت کی پابندی ضروری ہے۔ اور جو لوگ جسم و جان اور قلب و نظر کے مضبوط ہوں، ان کے لئے لوگوں کے اندر رہ کر ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہنا افضل ہے۔

۱۷۶۷۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا يَحْتَلِبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ اَحَدٍ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ۔ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تُؤْتٰى مَشْرُبَتُهٗ، فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهٗ، فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهٗ؟ وَاِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوْعُ مَوَاشِيْهِمْ اَطْعِمَاتِهِمْ۔ فَلَا يَحْتَلِبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِهٖ"۔

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی کسی دوسرے کے دودھ والے جانور کو اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ دوسرا اس کے بالاخانے میں گھس آئے۔ اس کا خزانہ توڑ ڈالے اور اس سے مالک کا سامانِ خورد و نوش نکال لے جائے؟ جانوروں کے مالکوں کا خزانہ تو ان کے مواشی کے تھن ہوتے ہیں جن میں ان کے کھانے پینے کا سامان ہے۔ پس کوئی شخص کسی دوسرے کے جانور کو اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے۔ (یہ حدیث مؤطائے امام محمدؒ کے باب الرجل یمرّ علیٰ ماشیۃ الرجل الخ میں مروی ہے۔)

شرح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ بلا اجازت کسی کے دودھ والے جانور کو دوہنا جائز نہیں۔ یہی حکم باغوں کا بھی ہے جس میں کھجور یا کوئی اور درخت ہو، تو وہاں جا کر مالکوں کی اجازت کے بغیر پھل توڑنا اور کھانا جائز نہیں۔ اگر کوئی مجبور ہو تو لے سکتا ہے۔ مگر جو کچھ کھایا پیا ہوگا وہ بطور قرض ہوگا۔ اور مالک کو اس کا تاوان دینا ہوگا۔ یہی ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

۱۷۶۸۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَا مِنْ نَّبِیٍّ اِلَّا قَدْ رَعٰى غَنَمًا، قِيْلَ: وَاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ "وَاَنَا"۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر نبی نے بھیڑ بکریاں چرائی ہیں۔ کہا گیا کہ یا رسول اللہؐ آپؐ نے بھی؟ فرمایا میں بھی چرائی ہیں۔

شرح: یہ حدیث عبدالرحمٰن بن عوف، ابوہریرہؓ اور جابرؓ کی روایت سے موصول بھی آئی ہے۔ شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ ابوہریرہؓ اور جابرؓ کی حدیثیں بخاریؒ نے روایت کی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی روایت طبرانی کی معجم اوسط میں ہے۔ نسائی نے قعنبی کی

روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا، موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں چرائیں۔ داؤد علیہ السلام نے بکریاں چرائیں اور میں نے بھی اجیاد کے مقام پر اپنے گھر والوں کی بکریاں چرائیں۔ بقول حافظ ابن حجرؒ علماء نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ بھیڑ بکریاں چرانا ایک مشکل کام ہے یہ جانور ادھر اُدھر منہ مارتے اور بھاگتے پھرتے ہیں۔ ان کا چرواہا صبر و مشقت سے کام لے تو یہ کام کر سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ یہ دل گردے کا کام ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو ہر قسم کا واسطہ پڑنے والا ہوتا تھا۔ اور ان کی اذیت پر صبر کرنا، انہیں شفقت و محبت سے سمجھانا، بار بار کلمہ حق انہیں پہنچانا، بھانت بھانت کی باتیں سننا، جہلا کی اصلاح میں مشقت اٹھانا واقعی بڑے صبر اور دل گردے کا کام ہوتا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بندوں کا گلہ انہیں سپرد کرنے سے پہلے جانوروں کے ریوڑ پر انہیں مشق کرائی۔ تاکہ آنے والے وقت کے لئے تیار ہو جائیں۔ حضورؐ جب ابو طالب کی کفالت میں تھے تو چچا کی کثرتِ عیال اور قلتِ مال کے پیش نظر بکریاں چرا کر ان کی مدد کیا کرتے تھے۔

۷۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْفَأْرَةِ تَقَعُ فِي السَّمْنِ۔ وَالْبَدْءِ بِالْأَكْلِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ

چوہا گھی میں گر جائے تو کیا کریں؟ اور نماز سے قبل کھانے کا بیان

۱۷۶۹۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُقَرَّبُ إِلَيْهِ عِشَاؤُهُ۔ فَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ۔ فَلَا يَعْجَلُ عَنْ طَعَامِهِ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ۔

ترجمہ: نافع سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ کے آگے رات کو کھانا لایا جاتا اور وہ اپنے گھر میں امام کی قراءت سنتے مگر اپنی حاجت پوری کرنے سے پہلے کھانا چھوڑنے میں جلدی نہ کرتے تھے۔ (کیونکہ بموجب حدیث صحیح حضورؐ کا حکم یہی ہے۔)

۱۷۷۰۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْفَأْرَةِ تَقَعُ فِي السَّمْنِ فَقَالَ "انْزِعُوْهَا۔ وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوْهُ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ میمونہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چوہے کے متعلق پوچھا گیا، جو گھی میں گر جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، چوہے کو اور اس کے ارد گرد والے گھی کو باہر نکال کر پھینک دو۔ (مؤطا نے امام محمدؒ میں یہ حدیث عبداللہ بن عباسؓ کی براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت سے آئی ہے۔)

شرح: حدیث کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ جمے ہوئے گھی کا حکم ہے۔ کیونکہ اگر گھی پگھلا ہوا ہو تو اس کے ماحول کے نکالنے کا سوال خارج از بحث ہے۔ اسی وجہ سے امام محمدؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث ہماری مختار ہے۔ جب گھی جما ہوا ہو تو چوہے کو اور اس کے ماحول کو پکڑ کر نکال دیا جائے گا۔ انہیں پھینک کر باقی کھا لیا جائے گا۔ لیکن اگر گھی پگھلا ہوا ہو تو اس میں سے کچھ بھی نہ کھایا جائے۔ ہاں اُسے چراغ میں جلایا جا سکتا ہے۔ یہی امام ابو حنیفہؒ اور ہمارے عامہ فقہاء کا قول ہے۔ یہی حکم مسند احمد کی مرفوع صحیح حدیث میں آیا ہے۔

۸- بَابُ مَا يُتَّقَى مِنَ الشُّؤْمِ

نحوست سے پرہیز کرنے کا باب

نحوست کے وجود و عدم کے متعلق اور اس کے عموم و خصوص کے متعلق اختلاف ہے۔ اس باب کے عنوان اور اس میں وارد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالکؒ اس کے وجود کے قائل تھے اور انہوں نے ان روایات کو ابن قتیبہؒ کی مانند ان کے ظاہر پر محمول کیا ہے لیکن نحوست کے متعلق اہل جاہلیت کا عقیدہ یہ تھا کہ چیزوں کی ذات میں نحوست ہے اور وہ خود بخود دوسروں پر اثرانداز ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ غلط تھا۔ اور اسلام اس کے خلاف ہے۔ لیکن اس بات میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے اور بعض چیزوں کو بعض دفعہ نفع یا ضرر کا سبب بنا جاتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بیماریوں میں از خود ضرر کی قوت نہیں اور بذاتِ خود متعدی نہیں ہوتی۔ ہاں! ایک کی بیماری کا باعث بعض دفعہ دوسرے کی بیماری بن جاتی ہے جسے متعدی مرض کہا جاتا ہے۔ اور طبِ جدید نے اسے مشاہدے اور تجربے کے دلائل کے علاوہ سائنٹفک آلات سے بھی ثابت کر دیا ہے۔ اس کی دوسری مثال مفید اور مضر دوائیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسباب کے طور پر ان میں نفع و ضرر کی قوت رکھ دی ہے۔ اسی طرح اوپر ہم نظر کے بارے میں بھی بحث کر چکے ہیں کہ اس کی تاثیر بھی مشاہدے اور تجربے کے علاوہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ مگر وہ از خود نہیں بلکہ منجانب اللہ ہوتی ہے۔

۱۷۷۱- وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِنْ كَانَ فَفِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالْمَسْكَنِ" يَعْنِي الشُّؤْمَ۔

ترجمہ: سہل بن ساعدیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر نحوست ہو تو وہ گھوڑے عورت اور مکان میں ہوتی ہے۔ (اس حدیث کی سند میں مشہور صحابی سہل بن سعدؓ کا نام کسی کاتب یا راوی کی غلطی سے ہندی نسخے میں ابو سہل آ گیا ہے۔ صحیحین وغیرہما کی روایت میں یہ غلطی نہیں ہے۔)

شرح: یعنی سواری کا گھوڑا اگر اچھا نہ ہوا تو حادثے کا باعث بن سکتا ہے۔ لہٰذا یہ اس کی نحوست شمار ہو سکتی ہے۔ گو بذاتِ خود وہ منحوس نہیں۔ اسی طرح اگر عورت سازگار نہ ملے تو ساری زندگی کا عذاب بنے گی۔ مکان کا ماحول اور ہمسائے اگر موافق نہ ہوں تو ہر وقت کھٹ پٹ رہے گی۔ بس یہی مطلب ان کی نحوست کا ہے۔ ورنہ کوئی چیز بذاتِ خود منحوس نہیں ہوتی۔ یہاں تین چیزوں کا ذکر ہے بعض اور روایات میں دیوان اور خادم کا ذکر بھی ہے۔

۱۷۷۲- وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَمْزَةَ وَسَالِمٍ ابْنَيْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "الشُّؤْمُ فِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نحوست گھر میں اور عورت اور گھوڑے میں ہوتی ہے۔ (امام محمدؒ نے اسے باب النوادر میں روایت کیا اور بلاغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں جو روایت پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی۔)

شرح: امام مالکؒ اور ابن قتیبہؒ نے اس حدیث اور اسی قسم کی اور احادیث کو ان کے ظاہر پر رکھا ہے۔ کچھ اور علماء نے گزشتہ

حدیث کی مانند سب روایات کو مشروط مانا ہے یعنی اگر نحوست ہو تو ان میں ہے۔ (گو وہ ہے نہیں) ۔ مشروط فقرہ بخاری میں ابن عمرؓ سے اور بخاری ہی میں سہل بن سعدؓ سے، مسلم میں جابرؓ سے، طحاوی میں سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے۔ امام طحاویؒ نے کہا ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو ان تین میں ہوتی اور جب ان میں نہیں تو کسی چیز میں نہیں ہے۔ مسند ابی داؤد طیالسی میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے ذکر ہوا کہ ابوہریرہؓ حضورؐ کی یہ حدیث بیان کرتا ہے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ابوہریرہؓ کو پوری بات یاد نہیں رہی۔ (یا اس نے پوری بات سنی ہی نہیں۔) جب وہ اندر آ رہا تھا تو حضور فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے وہ کہتے ہیں کہ ان تین چیزوں میں نحوست ہے۔ ابوہریرہؓ نے حدیث کا آخری حصہ سنا تھا اور پہلا نہیں سنا تھا۔ یہ حدیث ذرا تفصیل کے ساتھ مسند احمد، مستدرکِ حاکم اور صحیح ابن خزیمہ میں بھی مروی ہے۔

بعض علماء کے نزدیک اس حدیث میں نحوست سے مراد قلتِ موافقت اور بدخلقی ہے۔ یعنی یہ چیزیں بعض احوال میں موافق نہیں آتیں۔ اور گھوڑا نقصان دہ نکل آتا ہے یا عورت مزاج کے لحاظ سے موافق نہیں ہوتی۔ اور مکان کا ماحول غلیظ اور ناموافق ہوتا ہے۔ اور ہمسائے اچھے نہیں ہوتے۔ اس معنی کی تائید مسند احمد، ابن حبان اور حاکم کی روایت کرتی ہے کہ سعدؓ نے یہ حدیث مرفوع بیان کی ہے۔ ابنِ آدم کی خوش بختی ان تین چیزوں سے ہے۔ نیک عورت، اچھا مکان اور اچھی سواری۔ اور اس کی بدبختی ان تین چیزوں کے باعث ہے۔ بدخلق عورت، بُرا مکان اور بُری سواری۔

١٧٧٣۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! دَارٌ سَكَنَّاهَا وَالْعَدَدُ كَثِيرٌ وَالْمَالُ وَافِرٌ، فَقَلَّ الْعَدَدُ وَذَهَبَ الْمَالُ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "دَعُوهَا ذَمِيمَةً"۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعید نے کہا کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر بولی، یا رسول اللہؐ ہم ایک گھر میں رہے تو پہلے ہماری تعداد بہت تھی اور مال وافر تھا۔ پھر تعداد کم ہو گئی اور مال جاتا رہا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس مکان کو مذموم جان کر چھوڑ دو۔ (دوسری روایت میں ہے کہ اگر وہ مکان مذموم تھا تو تم نے چھوڑ کیوں نہ دیا؟)

شرح: یعنی جب تم اپنی بدحالی کو اس مکان سے منسوب کرتے ہو تو پھر اسے چھوڑ ہی دو۔ حضورؐ نے دراصل ان کے وہم کا علاج بتایا اور سمجھایا کہ تمہاری بدحالی میں مکان کا کوئی دخل نہیں۔ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے۔ لیکن تم اسے چھوڑ دو، مبادا تمہارا عقیدہ بگڑ جائے۔ جیسے کہ طاعون کے متعلق فرمایا کہ جس سرزمین میں ہو۔ وہاں مت جاؤ۔

٩۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْأَسْمَاءِ

ناپسندیدہ ناموں کا باب

اسلام نے اچھے نام رکھنے کا حکم دیا ہے۔ حضورؐ ناپسند ناموں کو بدل دیا کرتے تھے۔ سنن ابی داؤد میں حدیث مروی ہے جسے ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا، تمہیں قیامت کے دن تمہارے ناموں اور تمہارے آباء کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا۔ پس نام اچھے رکھا کرو۔ ابوداؤد نے کئی احادیث روایت کی ہیں جنہیں حضورؐ کا ناپسندیدہ ناموں کو بدل دینا آیا ہے

ابن جریر طبریؒ نے کہا ہے کہ برے معنی والا نام یا وہ نام جس میں شی کا تزکیہ پایا جائے یا وہ نام جس کا معنی گالی ہو۔ اس قسم کا کوئی نام رکھنا جائز نہیں ہے۔

۱۷۷۴۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ قَالَ لِلَقْحَةٍ تُحْلَبُ "مَنْ يَحْلُبُ هٰذِهِ؟" فَقَامَ رَجُلٌ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا اسْمُكَ؟" فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: مُرَّةُ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اجْلِسْ" ثُمَّ قَالَ "مَنْ يَحْلُبُ هٰذِهِ؟" فَقَامَ رَجُلٌ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا اسْمُكَ؟" فَقَالَ: حَرْبٌ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اجْلِسْ" ثُمَّ قَالَ "مَنْ يَحْلُبُ هٰذِهِ؟" فَقَامَ رَجُلٌ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا اسْمُكَ" فَقَالَ: يَعِيشُ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "احْلُبْ".

ترجمہ: یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس دودھ والی اونٹنی کو کون دوہے گا؟ تو ایک شخص اُٹھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیرا نام کیا ہے؟ اس آدمی نے کہا مُرّہ۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا بیٹھ جا۔ پھر فرمایا، اس اونٹنی کو کون دوہے گا؟ پس ایک شخص اُٹھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا حرب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا بیٹھ جا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس اونٹنی کو کون دوہے گا؟ پس ایک مرد اُٹھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا نام کیا ہے؟ وہ بولا یعیش۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو دُوہ۔ (امام محمدؒ نے یہ حدیث بَابُ یُسْتَحَبُّ مِنَ الْفَالِ وَالاِسْمِ الْحَسَنِ میں روایت کی ہے اور اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ گویا باب کے عنوان نے ظاہر کر دیا ہے کہ حضورؐ نے پہلے دو آدمیوں کے نام کو ناپسند فرمایا تھا اور تیسرے آدمی کا نام پسند فرمایا اور اسے اونٹنی کا دودھ نکالنے کا حکم دیا۔)

شرح: مشاہدے اور تجربے سے ثابت ہے کہ اچھے نام یا اچھی بات سن کر طبیعت میں سرور، انبساط اور انشراح پیدا ہوتا ہے۔ خاص طور پر وہ لوگ زیادہ متاثر ہوتے ہیں، جو نازک طبع اور حساس ہوں۔ اسی طرح بُرا نام یا بُری بات سُن کر یا کسی تکلیف دہ نظارے کو دیکھ کر طبیعت میں انقباض (گھٹن) پیدا ہوتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ اس نام کو نہ سُنا جاتا یا یہ بات نہ ہوتی۔ یہی وہ چیز ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہم احادیث میں پڑھتے ہیں کہ آپ کو اچھی فال خوش کرتی تھی۔ ورنہ خدانخواستہ اس سے مراد وہ فال نہیں جو جاہلیت کے جاہل و احمق لوگوں میں بطور عقیدہ و رسم رائج تھی۔ بقول دمیریؒ ابن وہب کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے کہ عمر فاروقؓ نے حضورؐ سے عرض کیا۔ میں فیصلہ نہیں کر پایا کہ کچھ کہوں یا نہ کہوں۔ حضورؐ نے فرمایا، کہو۔ عمرؓ نے کہا یہ کیا بات ہے کہ آپؐ نے ہمیں تو بدشگونی سے منع فرمایا تھا۔ اور خود شگون لیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا، میں شگون نہیں لیا۔ بلکہ اچھے نام کو پسند کر کے ترجیح دی ہے۔ اس سے بات اور بھی واضح ہو گئی۔ اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ حضورؐ نے اس طرز عمل سے اچھے نام رکھنے اور بُرے ناموں سے گریز کرنے کی ترغیب دی ہے۔ یہ حدیث موصول بھی ہوئی ہے۔

۱۷۷۵۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ. أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِرَجُلٍ: مَا اسْمُكَ؟

فَقَالَ: جَمْرَةُ۔ فَقَالَ: ابْنُ مَنْ؟ فَقَالَ: ابْنُ شِهَابٍ۔ قَالَ: مِمَّنْ؟ قَالَ: مِنَ الْحُرَقَةِ۔ قَالَ: أَيْنَ مَسْكَنُكَ؟ قَالَ: بِحَرَّةِ النَّارِ۔ قَالَ: بِأَيِّهَا؟ قَالَ بِذَاتِ لَظًى۔ قَالَ عُمَرُ: أَدْرِكْ أَهْلَكَ فَقَدِ احْتَرَقُوا۔ قَالَ فَكَانَ كَمَا قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت بن الخطاب نے ایک آدمی سے کہا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا جمرہ۔ فرمایا، کس کا بیٹا؟ بافرمایا کن لوگوں میں سے ہو؟ اس نے کہا حرقہ میں سے۔ پھر دریافت کیا کہ تمہاری رہائش کہاں ہے؟ اس نے کہا حرّۃ النار میں۔ فرمایا، وہاں کس علاقے میں؟ وہ بولا، ذات لظیٰ میں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، اپنے گھر جاؤ وہ جل گئے ہیں یحییٰ بن سعید نے کہا کہ معاملہ اسی طرح تھا جس طرح عمر بن الخطابؓ نے کہہ دیا۔

شرح: گویا یہ ایک الہامی فقرہ تھا جو جنابِ عمرؓ کے مُنہ سے نکلا۔ گزشتہ حدیث میں پہلے شخص کا نام مُرّہ (کڑوا تھا) اور دوسرے کا حرب (جنگ) مگر حضورؐ نے تیسرا پسند فرمایا جو یعیش تھا (زندگی والا) اس اثر میں حضرت عمرؓ کے مخاطب کا نام جمرہ (انگارہ) تھا۔ قوم کا نام حرقہ (جلنے بھننے لوگ) رہائش کا علاقہ حرّۃ النار (آگ سے جلا ہُوا) تھا جس میں اس کی رہائش گاہ ذات لظیٰ (دھڑکتی آگ کی جگہ) تھی۔ یہ سب نام گرم، گویا آگ ہی آگ تھے۔ اس لئے انہیں سُن کر حضرت عمرؓ کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ گھر جاؤ وہ سب جل چکے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ عمرؓ کی زبان پر حق بولتا ہے۔ یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ صاحبِ الہام ہیں۔ اس اثر میں اس کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں اس صاحبِ قصّہ کا نام و نسب جمرہ بن شہاب بن حزام بتایا ہے۔ یہ مخضرم تھا یعنی اس نے جاہلیت اور اسلام کا زمانہ پایا مگر صحابی نہ تھا گو مسلم ضرور تھا۔ باپ دادا کے نام میں وہی چمک دمک اور حرارت پائی جاتی ہے جو اور متعلقات میں تھی۔

۱۰۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحِجَامَةِ وَأُجْرَةِ الْحَجَّامِ

حجامت اور حجام کی اُجرت کا باب

۱۷۷۶۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَالَ: احْتَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ حَجَمَهُ أَبُو طَيْبَةَ۔ فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ۔ وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ۔

ترجمہ: انس بن مالکؓ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجامت کرائی (پچھنے یا سینگی لگوائی) ابوطیبہؓ نے آپؐ کو پچھنے لگائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک صاع چھوہارے دینے کا حکم دیا۔ اور اس کے مالکوں کو حکم دیا کہ اس کا خراج کم کر دیں۔

شرح: عرب گرم ملک ہے۔ حجامت ان کے ہاں ایک معروف علاج تھا۔ خون کے جوش سے جب کوئی تکلیف محسوس کرتے تو پچھنے لگوا کر فاسد خون نکلوا دیتے تھے۔ حضورؐ کو یہ علاج پسند تھا اور احادیث میں کئی بار آپ کا یہ علاج کرانا مذکور ہے۔ اس

حدیث سے حجام کی مزدوری کا جواز معلوم نکلتا ہے۔ گو اس کسب میں دناءت (گھٹیا پن) ضرور ہے مگر حرام نہیں ہے حضورؐ نے سر درد کے باعث پچھنے لگوائے تھے۔ ابوطیبہؓ غلام تھا لہٰذا حضورؐ نے اسے مزدوری دینے کے علاوہ ازراہ شفقت اس کے مالک کو اس کا خراج کم کرنے کا حکم بھی فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض احادیث میں جو حجام کے کسب کو خبیث فرمایا ہے اس سے مراد اس کی حرمت نہیں بلکہ دناءت ہے۔ یہ حدیث موطا ئے محمدؒ میں بھی موجود ہے۔ امام محمدؒ نے کہا کہ اس پر ہمارا عمل ہے۔

۱۷۷۷۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ "إِنْ كَانَ دَوَاءٌ يَبْلُغُ الدَّاءَ، فَإِنَّ الْحِجَامَةَ تَبْلُغُهُ"۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی دوا مرض (کی تہ) تک پہنچتی ہے تو حجامت پہنچ جاتی ہے۔ (کئی احادیث میں حجامت کے فوائد اور اس کی تعریف وارد ہے۔ خون کی کثرت اور اس کے جوش کا یہ ایک شافی علاج ہے۔ بالعموم گرم آب و ہوا کے علاقوں اور گرم مزاج لوگوں کے لئے۔)

۱۷۷۸۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ مُحَيِّصَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَحَدِ بَنِي حَارِثَةَ أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِجَارَةِ الْحَجَّامِ فَنَهَاهُ عَنْهَا۔ فَلَمْ يَزَلْ يَسْأَلُهُ وَيَسْتَأْذِنُهُ حَتَّى قَالَ "اعْلِفْهُ نُضَّاحَكَ" يَعْنِي رَقِيقَكَ۔

ترجمہ: ابن محیصہؓ انصاری حارثی سے روایت ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجامت کی اجرت حاصل کرنے کی اجازت مانگی (ابوطیبہؓ حجام اس کا غلام تھا جو یہ کام کرتا تھا) پس حضورؐ نے اسے اس سے روکا۔ وہ برابر سوال کرتا اور اجازت مانگتا رہا۔ حتیٰ کہ حضورؐ نے فرمایا، تو اس کا چارہ خرید کر اپنی اونٹنی کو کھلا دے۔ اور دوسروں کو یعنی غلاموں کو دے ڈال۔ (یہ ممانعت اس لئے تھی کہ بلند مرتبہ اور صاحب اخلاق لوگوں سے یہ چیز پست دکھائی دیتی تھی۔ جمہور کا یہی قول ہے اور امام احمدؒ نے ظاہر حدیث کی بنا پر اسے حرام قرار دیا ہے۔ حجام کی اجرت مباح ہے مگر لوگوں میں بالعموم اس کام کو ناپسند کیا جاتا ہے۔ اس لئے منع فرمایا)

۱۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَشْرِقِ

مشرق کے متعلق احادیث کا باب

۱۷۷۹۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيرُ عَلَى الْمَشْرِقِ وَيَقُولُ "هَا۔ إِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا۔ إِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرق کی جانب اشارہ کر کے فرماتے دیکھا کہ

یقیناً فتنہ یہاں ہے۔ بیشک فتنہ اس جگہ سے ہوگا۔ جہاں شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

شرح : اس سے پہلے اس موضوع پر مَا جَاءَ فِي أَجْرِ الْغَنَمِ کے باب میں کچھ کلام گزر چکا ہے۔ یہ ارشاد آپ نے متعدد بار فرمایا تھا۔ بعض مرتبہ نماز فجر کے بعد کے درس میں، بعض دفعہ خطبے میں اور بعض دفعہ اثنائے گفتگو میں۔ حافظ ابن حجرؒ نے قرن الشیطان سے مراد شیطانی جماعت اور شیطان کے اعوان وانصار لیئے ہیں۔ مسلم کی حدیث میں قرنا الشیطان بلفظ تثنیہ وارد ہے فتنے کے بیان کی احادیث میں حضورؐ کا یہ ارشاد بھی مروی ہے کہ "میں تمہارے گھروں میں فتنے اس طرح برستے دیکھتا ہوں جیسے بارش ہوتی ہے"۔ مدینہ میں عظیم ترین فتنہ شہادتِ عثمانؓ کا تھا جس میں یہودی سازش کامیاب رہی اور امت میں ایسا افتراق ہوا جو آج تک سنبھالے نہیں سنبھلا۔ پھر وہاں سے خلافت کی عراق کی طرف منتقلی کا عظیم فتنہ پیش آیا۔ جناب علیؓ نے ابن عباسؓ اور الحسن بن علیؓ کی فہمائش کے باوجود مدینہ سے نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور جنگ جمل پیش آئی۔ پھر مدینہ میں حرّہ کا اندوہناک واقعہ یزید بن معاویہؓ کے دور میں پیش آیا۔ مشرقی علاقوں میں عراق ہمیشہ فتنوں کی آماجگاہ بنا رہا۔ ایرانی عجمیوں کو کھل کھیلنے کا موقع ملا رفض و باطنیت اور زندقہ و الحاد کے طوفان اٹھے۔ پھر مشرقی جانب سے تاتار کا فتنہ اُٹھا۔ جو خلافتِ بغداد کو بہالے گیا۔ سب سے بڑا فتنہ جس کا تعلق مشرق سے ہے۔ وہ دجال کا مردِ آزما فتنہ ہے جس کے لئے اب بین الاقوامی حالات سازگار ہوتے جارہے ہیں۔ ؎

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام
ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

۱۸۰۰۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَرَادَ الْخُرُوجَ إِلَى الْعِرَاقِ. فَقَالَ لَهُ كَعْبُ الْأَحْبَارِ: لَا تَخْرُجْ إِلَيْهَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. فَإِنَّ بِهَا تِسْعَةَ أَعْشَارِ السِّحْرِ. وَبِهَا فَسَقَةُ الْجِنِّ وَبِهَا الدَّاءُ الْعُضَالُ.

ترجمہ : مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے عراق کی جانے کا ارادہ فرمایا تو کعب الاحبارؒ نے کہا اے امیر المؤمنین وہاں مت جائیے کیونکہ وہاں پر ۹/۱۰ جادو ہے اور وہاں فاسق جن ہیں اور وہاں لاعلاج بیماری ہے۔

شرح : غالباً جناب عمرؓ نے سلطنت کا دورہ کرنے کی خاطر کچھ دیر عراق میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا تھا۔ عراق کے ملک میں بابل نامی شہر تھا جو جادو کا گڑھ تھا۔ "لاعلاج بیماری" سے مراد نئے نئے مذاہب اور شدید قسم کی فرقہ بندی ہو سکتی ہے۔ عراق ہمیشہ سے اس قسم کے فتنوں کا مرکز رہا ہے۔ علی بن ابی طالبؓ وہیں شہید کئے گئے عراقیوں کی سازش نے حضرت حسینؓ اور دیگر اہل بیت کے خون سے ہاتھ رنگے۔ یہیں پر مختار بن ابی عبید ثقفی جیسا مدعی نبوت وامامت اٹھا۔ یہیں مصعب بن زبیرؓ قتل کئے گئے۔ اس سرزمین پر زیاد بن ابیہ اور ابن زیاد جیسے سفاک انسان قتل و خونریزی کے جوہر دکھاتے رہے۔ ان کے بعد یہیں پر حجاج بن یوسف آیا جس نے سب ریکارڈ توڑ ڈالے۔ اور سفاکی میں وہ نام پیدا کیا، جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔

سرزمین عراق سے اگر ابو حنیفہؒ جیسا مسلّم جلیل القدر امام نہ اُٹھتا تو معلوم نہیں اس ملک کو ہم کس کھاتے میں ڈالتے۔ ابو حنیفہؒ دراصل بقایا تھا عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے شاگردوں کا۔ اور علی بن ابی طالب اور ان کے اصحاب کا۔ (بشرطیکہ وہ روافض نہ ہوں) ابو حنیفہؒ کی امامت، جلالتِ شان اور علم و عمل کا ایک زمانہ معترف ہے۔ بعض خفیہ روافض و خوارج اور بدعتیوں نے ان کے خلاف

ذہنی روایات تیار کی ہیں۔ امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ کے فضل وکمال کے معترف تھے۔ مگر اس قسم کی بعض روایات ان کی طرف بھی منسوب کی گئیں۔ ان روایات کو قاضی ابوالولید الباجیؒ نے صراحۃً رد کیا ہے۔ ابوحنیفہؒ تو بہرحال ابوحنیفہؒ ہی تھے۔ امام مالکؒ نے تو ان کے شاگرد اور ساتھی عبداللہ بن مبارکؒ کا بھی انتہائی اعزاز و اکرام کیا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کے ایک شاگرد محمد بن الحسنؒ نے امام مالکؒ سے موطا پڑھی اور اسے روایت سے مرتب کیا۔ جسے انہی کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ الباجی لکھتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کا زہد و تقویٰ، فضل کمال اور کثرت عبادت دنیا بھر میں مشہور ہے۔ انہوں نے ظالم حکمرانوں سے ٹکر لی اور کوڑے کھائے۔ ہم نہیں جانتے کہ امام مالکؒ نے کسی فقیہ کے خلاف، جنہیں اہل الرائے کہا جاتا ہے۔ زبان کھولی ہو۔ امام مالکؒ کے استاد ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کا تو لقب ہی الرائی مشہور تھا۔ البتہ بعض ظاہر پرست، جامد اور لکیر کے فقیر "اہل حدیث" پر امام مالکؒ نے ضرور تنقید کی ہے۔ ہم یہ سب کچھ اس لئے لکھ رہے ہیں کہ بعض متعصب حاسدوں نے زیر نظر حدیث پر کلام کرتے ہوئے کہہ دیا ہے کہ عراق اور اہل عراق کی مذمت کا سبب کوفہ میں ابوحنیفہ کا خروج و عروج ہے۔ استغفراللہ ربی۔ جس کے مایہ ناز شاگردوں میں بقول ابن حجرؒ مکی شافعی، امام مالکؒ، امام لیث بن سعد، امام عبداللہ بن المبارک جیسے لوگ ہوں اور وہ اس کی شاگردی پر نازاں بھی ہوں، اس کی جلالت قدر کا اندازہ متعصب حاسد کیونکر کر سکتے ہیں؟

۱۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي قَتْلِ الْحَيَّاتِ وَمَا يُقَالُ فِي ذٰلِكَ

سانپوں کے قتل اور اس میں اختلاف کا بیان

جمہور علما کے نزدیک ہر قسم کے سانپ کا ہر جگہ قتل کرنا مستحب ہے کیونکہ حضور کا حکم ہے کہ پانچ جانور حل وحرم میں قتل کئے جائیں اور ان میں سانپ کا ذکر بھی ہے۔ قتل کے حکم کی احادیث مطلق ہیں۔ لیکن علما کے نزدیک مدینہ کے گھریلو سانپ اس سے مستثنیٰ ہیں انہیں تین مرتبہ نکل جانے کا حکم دینے کے بعد قتل کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ممکن ہے وہ جن ہوں جو مسلم ہو کر مدینہ میں رہائش پذیر ہو گئے تھے۔ مگر جمہور نے کہا ہے کہ ان جنوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد تھا کہ وہ آپ کی امت کے گھروں میں سکونت نہ کریں گے پس جس نے اس عہد کو توڑ دیا وہ واجب القتل ہو گیا۔ مطلق قتل کی احادیث کتب حدیث میں سے بخاری، مسلم اور دیگر صحاح وغیرہ میں ابن عباسؓ، ابوہریرہؓ، ابن مسعودؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہیں۔ زیادہ تر روایات ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ سے آئی ہیں۔ سانپ کا قتل — اور بچھو کا بھی — عین حالت نماز میں بھی جائز ہے۔ اور اس میں کوئی کراہت نہیں۔

۱۷۸۱۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي لُبَابَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ قَتْلِ الْحَيَّاتِ الَّتِي فِي الْبُيُوتِ۔

ترجمہ: ابولبابہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو سانپوں کے قتل سے منع فرمایا تھا۔ (علماء کے نزدیک یہ حکم صرف مدینہ سے مخصوص تھا لیکن مطلق احادیث میں مدینہ یا غیر مدینہ، گھریلو یا جنگلی کی کوئی شرط نہیں۔ مثلاً حدیث صحیح ہے کہ پانچ جانور حل و حرم میں قتل کئے جائیں۔ اور ان میں سانپ بھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت کسی خاص وقت کے ساتھ مخصوص تھی۔ واللہ اعلم۔)

۱۷۸۲۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سَائِبَةَ، مَوْلَاةٍ لِعَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نَهٰى عَنْ قَتْلِ الْجِنَّانِ الَّتِيْ فِي الْبُيُوْتِ اِلَّا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْاَبْتَرَ. فَاِنَّهُمَا يَخْطِفَانِ الْبَصَرَ. وَيَطْرَحَانِ مَا فِيْ بُطُوْنِ النِّسَاءِ.

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ کی لونڈی سائبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو سانپوں کے قتل سے منع فرمایا۔ مگر جس کے جسم پر دو لکیریں ہوں اور ابتر (نیلے رنگ کا دُم کٹا سانپ)۔ کیونکہ وہ آنکھ کی بینائی سلب کرتے اور عورتوں کا حمل گرا دیتے ہیں۔ (یعنی ان دو کو تو مدینہ میں بھی پناہ نہیں۔ کیونکہ یہ نہایت خبیث اور زہریلے ہیں۔ یہ مطلب اس صورت میں ہے کہ مدینہ کے گھریلو سانپوں کو قتل سے مستثنیٰ سمجھا جائے۔)

۱۷۰۳۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ صَيْفِيٍّ مَوْلَى ابْنِ اَفْلَحَ، عَنْ اَبِي السَّائِبِ مَوْلٰى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ، اَنَّهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰى اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ. فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّيْ. فَجَلَسْتُ اَنْتَظِرُهُ حَتّٰى قَضٰى صَلَاتَهُ. فَسَمِعْتُ تَحْرِيْكًا تَحْتَ سَرِيْرٍ فِيْ بَيْتِهِ. فَاِذَا حَيَّةٌ. فَقُمْتُ لِاَقْتُلَهَا. فَاَشَارَ اَبُوْ سَعِيْدٍ اَنِ اجْلِسْ. فَلَمَّا انْصَرَفَ اَشَارَ اِلٰى بَيْتٍ فِي الدَّارِ. فَقَالَ: اَتَرٰى هٰذَا الْبَيْتَ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: اِنَّهُ قَدْ كَانَ فِيْهِ فَتًى حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ. فَخَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْخَنْدَقِ. فَبَيْنَا هُوَ بِهِ اِذْ اَتَاهُ الْفَتٰى يَسْتَاْذِنُهُ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِيْ اُحْدِثُ بِاَهْلِيْ عَهْدًا. فَاَذِنَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ "خُذْ عَلَيْكَ سِلَاحَكَ. فَاِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكَ بَنِيْ قُرَيْظَةَ" فَانْطَلَقَ الْفَتٰى اِلٰى اَهْلِهِ فَوَجَدَ امْرَاَتَهُ قَائِمَةً بَيْنَ الْبَابَيْنِ. فَاَهْوٰى اِلَيْهَا بِالرُّمْحِ لِيَطْعُنَهَا. وَاَدْرَكَتْهُ غَيْرَةٌ. فَقَالَتْ لَا تَعْجَلْ حَتّٰى تَدْخُلَ وَتَنْظُرَ مَا فِيْ بَيْتِكَ. فَدَخَلَ فَاِذَا هُوَ بِحَيَّةٍ مُنْطَوِيَةٍ عَلٰى فِرَاشِهِ. فَرَكَزَ فِيْهَا رُمْحَهُ. ثُمَّ خَرَجَ بِهَا فَنَصَبَهُ فِي الدَّارِ. فَاضْطَرَبَتِ الْحَيَّةُ فِيْ رَاْسِ الرُّمْحِ. وَخَرَّ الْفَتٰى مَيِّتًا. فَمَا يُدْرٰى اَيُّهُمَا كَانَ اَسْرَعَ مَوْتًا. الْفَتٰى اَمِ الْحَيَّةُ؟ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ "اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ جِنًّا قَدْ اَسْلَمُوْا. فَاِذَا رَاَيْتُمْ مِنْهُمْ شَيْئًا فَاٰذِنُوْهُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ. فَاِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاقْتُلُوْهُ. فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ".

ترجمہ: ابو السائب مولائے ہشام بن زہرہ نے کہا کہ میں ابو سعید الخدری کے ہاں گیا اور انہیں نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ میں بیٹھ انتظار کرنے لگا۔ حتیٰ کہ انہوں نے نماز ختم کرلی۔ ابو السائب نے کہا کہ میں نے ان کے ہاں ایک تخت کے نیچے کچھ ہلنے جلنے کی آواز

سنی، تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک سانپ تھا۔ میں اُسے قتل کرنے کو اُٹھا تو ابوسعید نے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ جب وہ نماز وغیرہ سے فارغ ہوئے تو گھر کے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا اور کہا، کیا تم نے اس کمرے کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ ابوسعیدؓ نے کہا کہ اس میں ایک نیا شادی شدہ جوان تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق کی طرف نکلا۔ جب خندق کے مقام پر گئے تو اچانک وہ جوان آکر آپ سے واپس گھر جانے کی اجازت طلب کرنے لگا۔ وہ بولا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے، تاکہ میں ذرا گھر میں ہو آؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دے دی اور فرمایا، اپنے ہتھیار لے کر جاؤ۔ کیونکہ مجھے بنو قریظہ کی طرف سے تم پر خطرہ ہے۔ پس وہ جوان گھر گیا تو اس نے اپنی بیوی کو دو دروازوں کے درمیان کھڑا پایا۔ وہ جوان نیزے کر اس کی طرف بڑھا۔ اسے غیرت آگئی تھی اور وہ اسے نیزہ مارنا چاہتا تھا۔ عورت بولی، جلدی مت کرو۔ پہلے اپنے گھر میں جاکر دیکھو کہ وہاں کیا ہے۔ وہ اندر داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک سانپ اس کے بستر پر گول ہوکر بیٹھا ہے۔ اس نے اپنا نیزہ اس میں گاڑ دیا۔ اور اسے نیزے میں پروکر باہر نکل آیا۔ اور نیزے کو گھر کے صحن میں گاڑ دیا۔ وہ سانپ نیزے کے سر پر مضطرب ہوا۔ اور وہ جوان مر کر گر گیا۔ یہ نہ معلوم ہوسکا کہ پہلے کون مرا۔ وہ سانپ یا جوان۔ پس یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کی گئی۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ مدینہ میں کچھ جن مسلمان ہوگئے تھے۔ پس جب تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو تین دن تک اسے نکل جانے کا علی الاعلان حکم دو۔ اس کے بعد اگر چاہو تو مار ڈالو۔ کیونکہ وہ ایک شیطان ہے۔

شرح: اس حدیث کی بنا پر بعض علما نے کہا ہے کہ صرف مدینہ میں گھریلو سانپ کو بلا انذار قتل نہ کیا جائے۔ گویا حکم مخصوص تھا۔ اوپر گزر چکا ہے کہ مطلق قتل کے حکم کی احادیث بہت ہیں جن سے یہ استدلال کیا ہے کہ شاید یہ ایذان وانذار کا حکم ایک خاص وقت تک تھا۔ پھر حضورؐ سے ان کا عہد ہوا کہ آپؐ کی اُمت کے گھروں میں نہ رہیں گے۔ اب جو یہ عہد توڑ دے اور گھر میں آ بسے تو اس کے قتل میں حرج نہیں ہے۔ ہمارے علما میں ایک حدیث الجن مشہور چلی آتی ہے کہ مَنْ قُتِلَ فِیْ غَیْرِ زِیِّہٖ فَدَمُہٗ ھَدْرٌ۔ جو جن اپنی اصلی صورت کے علاوہ کسی اور صورت میں مارا جائے اس کا خون ضائع ہے۔ اس سے قتل کا جواز تو نکل آیا۔ مگر یہ بحث پھر بھی باقی رہتی ہے کہ اگر وہ جن ہو اور اس حدیث کے باوجود مدینہ کے کسی گھر میں گھس آئے تو اس کے قتل میں قانونی بات یہی ہے کہ اس کا خون ضائع ہے لیکن اس امر کی ضمانت کون دے گا کہ دوسرے جن۔ کافر یا مسلم۔ اس کا انتقام نہ لیں گے؟ پس فیصلہ کن بات یہی ہے کہ قتلِ حیات کا حکم عام ہے اور انہیں حل و حرم میں کوئی پناہ نہیں دی جاسکتی۔

۱۲۔ بَابُ مَا یُؤْمَرُ بِہٖ مِنَ الْکَلَامِ فِی السَّفَرِ

سفر کی مسنون دُعاؤں کا بیان

۱۷۸۴۔ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا وَضَعَ رِجْلَهٗ فِى الْغَرْزِ وَهُوَ يُرِيْدُ السَّفَرَ يَقُوْلُ "بِاسْمِ اللّٰهِ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِى السَّفَرِ، وَالْخَلِيْفَةُ فِى الْاَهْلِ۔ اَللّٰهُمَّ ازْوِ لَنَا الْاَرْضَ۔ وَهَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَمِنْ كَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ، وَمِنْ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِى الْمَالِ وَالْاَهْلِ"۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنا پاؤں رکاب میں رکھتے اور سفر کا ارادہ ہوتا تو یہ دعا کرتے ، بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ الخ" اللہ کے نام سے، اے اللہ تو ہی ساتھی ہے سفر میں اور نگران ہے گھر میں اے اللہ ہمارے لئے زمین کو لپیٹ دے (طے فرما دے) اور ہم پر سفر آسان فرما۔ اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں سفر کی شدت و مشقت سے اور واپسی کے وقت کے غم و الم سے (کہ سفر کا مقصد فوت ہو جائے یا پیچھے سے کوئی بری خبر ملے یا گھر آ کر کوئی صدمہ دیکھے) اور مال اور اہل و عیال میں کوئی برا نظارہ دیکھنے سے۔ (حضورؐ سے سفر کی کئی دعائیں، اثنائے راہ کی دعائیں اور واپسی کے وقت کی کئی دعائیں صحاح میں مروی ہیں۔ یہ ان میں سے ایک ہے اور بہت جامع دعا ہے۔)

وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنِ الثِّقَةِ عِنْدَهٗ، عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ، عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيْمٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا فَلْيَقُلْ: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ. فَاِنَّهٗ لَنْ يَضُرَّهٗ شَیْءٌ حَتّٰى يَرْتَحِلَ"

(ایضاً) ترجمہ: سعد بن ابی وقاص نے خولہ بنت حکیم سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو کسی منزل پر اترے وہ یہ کہے، اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الخ "میں اللہ کے کامل و تمام کلمات کی پناہ لیتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی"۔ ایسا کرنے پر جب تک وہ کوچ نہ کرے گا کوئی چیز اسے نقصان نہ دے گی۔ (یہ دعا سونے کی دعا کے باب میں اس سے قبل گزر چکی ہے۔)

۱۴۔ بَابُ مَا جَاءَ فِی الْوَحْدَةِ فِی السَّفَرِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

مردوں اور عورتوں کے تنہا سفر کرنے کا باب

جمہور کے نزدیک یہ احادیث جو اس باب میں آتی ہیں، خاص خاص احوال پر محمول ہیں یا منسوخ ہیں۔ صحیح بخاری میں حضورؐ کا جابرؓ کو تن تنہا بطور جاسوس بھیجنا جنگ خندق کے موقع پر ثابت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اکیلے سفر کیا جا سکتا ہے لیکن بہتر اور افضل یہی ہے کہ مسافر تنہا نہ جائے اور بلا ضرورت تنہا سفر نہ کرے۔ دراصل یہ معاملہ احوال و امکنہ اور ازمنہ کے لحاظ سے مختلف ہو سکتا ہے۔ بخاریؒ نے دو شخصوں کے سفر کا باب بھی رکھا ہے۔ بقول حافظ ابن حجرؒ اس سے بخاری ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ضرورت کے وقت ایک یا دو شخص بھی سفر کر سکتے ہیں لیکن جب راستے محفوظ نہ ہوں، درمیان میں جنگل یا بیابان آئیں، رہزنوں کا خطرہ ہو تو اکیلے دکیلے سفر کرنا جائز نہیں۔ عورتوں کے احکام سفر البتہ کچھ مختلف ہیں۔ آگے دیکھئے۔

۱۷۸۵ ۔ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اَلرَّاكِبُ شَيْطَانٌ. وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ"۔

ترجمہ: عمرو بن شعیبؒ نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سوار شیطان ہے دو سوار شیطان ہیں اور تین سوار جماعت ہیں۔

شرح: اکیلے مسافر یا دو مسافروں کے ناگہانی حوادث میں گھر جانے کا امکان جماعت کی نسبت زیادہ ہے۔ بالخصوص جبکہ سفر جنگلوں، بیابانوں اور پہاڑوں کا ہو۔ لہذا بلا ضرورتِ شدیدہ اس سے پرہیز انسب ہے۔ مگر ضرورت کے وقت ایک یا دو آدمیوں کا سفر (بالخصوص جنگی کارروائیوں، اطلاع پانے اور جاسوسی کرنے کے لئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و اطلاع سے ثابت ہے۔

١٧٨٦۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "الشَّيْطَانُ يَهُمُّ بِالْوَاحِدِ وَالْاِثْنَيْنِ۔ فَإِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً لَمْ يَهُمَّ بِهِمْ"۔

ترجمہ: سعید بن المسیب کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان ایک اور دو کا قصد کرتا ہے اور جب تین ہو جائیں تو ان کے ساتھ برائی کا قصد نہیں کرتا۔ (علتِ ممانعت کے اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ ممانعت کا منشا شفقت و ارشاد ہے۔ اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ جب یہ علت موجود نہ ہو یا کوئی شدید ضرورت داعی ہو تو ممانعت نہیں رہے گی۔ واللہ اعلم۔)

١٧٨٧۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ۔ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ مِنْهَا"۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ اور قیامت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں ہے کہ محرم مرد کی رفاقت کے بغیر ایک دن رات کی مسافت کا سفر کرے۔

شرح: بخاری و مسلم وغیرہما کی حدیثِ ابی سعید خدریؓ میں تین رات کے سفر کا ذکر ہے۔ بعض روایات (ابوداؤد) میں دو دن کا لفظ بھی ہے۔ ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث میں مطلق سفر کا ذکر ہے۔ مسافت کی تحدید نہیں ہے۔ اصل ممانعت تو شاید مسافتِ قصرِ صلوٰۃ (تین دن رات) کی ہے۔ اور ہنگامی حالات یا فتنے کے وقت میں دو دن، ایک دن بلکہ مطلق سفر بھی جائز نہیں ہوگا۔ ان احادیث کو جمع کرنا علما کے نزدیک مشکل ہے۔ ہم نے جوبات اوپر کہی ہے اس سے تمام احادیث کا جمع کرنا ممکن ہو جاتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

۱۵۔ بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهٖ مِنَ الْعَمَلِ فِي السَّفَرِ

اعمال و آداب سفر کا بیان

۱۷۸۸۔ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ أَبِيْ عُبَيْدٍ مَوْلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، يَرْفَعُهٗ "إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيَرْضٰى بِهٖ. وَيُعِيْنُ عَلَيْهِ مَا لَا يُعِيْنُ عَلَى الْعُنْفِ. فَإِذَا رَكِبْتُمْ هٰذِهِ الدَّوَابَّ الْعُجْمَ. فَأَنْزِلُوْهَا مَنَازِلَهَا. فَإِنْ كَانَتِ الْأَرْضُ جَدْبَةً فَانْجُوْا عَلَيْهَا بِنِقْيِهَا. وَعَلَيْكُمْ بِسَيْرِ اللَّيْلِ. فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ مَا لَا تُطْوٰى بِالنَّهَارِ. وَإِيَّاكُمْ وَالتَّعْرِيْسَ عَلَى الطَّرِيْقِ. فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ وَمَأْوَى الْحَيَّاتِ۔"

ترجمہ: خالد بن معدانؒ اس حدیث کو مرفوع بیان کرتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ بندوں کی آسانی چاہتا ہے، آسانی چاہنے کو پسند کرتا ہے اور راضی ہوتا اور مدد فرماتا ہے۔ جو مدد کہ وہ شدت پسندی پر نہیں فرماتا جب تم ان بے زبان جانوروں پر سوار ہو تو ان کو ان کی منزلوں میں اتارو۔ ان سے شفقت و رحمت کا سلوک کرو۔ اگر سفر کی زمین خشک سالی کا شکاری ہو تو انہیں تیز چلاؤ تاکہ ان کی چربی اور گودے کو بچا سکو۔ (یعنی تیزی سے اس سرزمین سے انہیں نکال کر سرسبز علاقے میں پہنچا دو تاکہ وہ پیٹ بھر سکیں۔ یا یہ کہ اتنا ہی تیز چلاؤ جتنا ان کی چربی اور طاقت اجازت دے۔) اور رات کا چلنا اختیار کرو کیونکہ رات کو جتنا سفر کٹتا ہے، دن کو نہیں کٹتا۔ (صرف چلنے کی طرف دھیان ہوتا ہے۔ اور ارد گرد کے مشاغل کی طرف توجہ نہیں ہوتی) اور پچھلے پہر جب اترو، راستوں پر مت اترو۔ کیونکہ وہ جانوروں کے چلنے کی جگہیں اور زہریلے جانوروں کی پناہ گاہیں ہیں۔

شرح: راستے پر پڑاؤ کرنے سے دوسروں کو آمد و رفت میں تکلیف ہوتی ہے۔ اور رات کو زہریلے جانور، سانپ، بچھو وغیرہ بلوں سے نکل کر راستوں پر آ جاتے ہیں۔ ان سے پرہیز لازم ہے۔

۱۷۸۹۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى أَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ. يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ نَوْمَهٗ وَطَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ فَإِذَا قَضٰى أَحَدُكُمْ نَهْمَتَهٗ مِنْ وَجْهِهٖ، فَلْيُعَجِّلْ إِلٰى أَهْلِهٖ۔"

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سفر عذاب (دکھ تکلیف) کا ٹکڑا ہے جو تم میں سے کسی کو نیند اور کھانے پینے سے روکتا ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی اپنی ضرورت پوری کر چکے تو جلدی اہل و عیال میں واپس لوٹ آئے۔

شرح: سفر کتنا بھی آرام دہ ہو بہر حال انسان کے وہ معمولات اس میں جاری نہیں رہ سکتے۔ جو گھر میں ہوتے ہیں۔ لہٰذا مقصد پورا ہو جانے پر جلدی واپس آنے کا حکم دیا گیا۔

۱۶- بَابُ الْاَمْرِ بِالرِّفْقِ بِالْمَمْلُوْكِ

غلام کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم

۱۷۹۰- حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهٗ وَكِسْوَتُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ. وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا يُطِيْقُ".

ترجمہ: ابوہریرہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، غلام کے لئے اس کا کھانا اور معروف طریقے کے ساتھ لباس ہے۔ اور اس سے صرف اتنا کام لیا جائے جس کی اسے طاقت ہو۔ (بالمعروف کا مطلب یہ ہے کہ اس ضمن میں کبھی درمیانہ روی ملحوظ رہے۔ نہ اسراف ہو نہ بخل۔ یہ حکم اس زمانے میں دیا گیا جب کہ "انسانی حقوق" نامی کوئی چیز دنیا میں نہ تھی اور گرے پڑے طبقوں اور غلاموں کے ساتھ حیوانوں کا سا سلوک ہوتا تھا۔ یہی سلوک آج کی "مہذب دنیا" میں رنگ و نسل اور مذہب و ملت کے اختلاف کی بنا پر کیا جاتا ہے۔)

۱۷۹۱- وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ، اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَذْهَبُ اِلَى الْعَوَالِیْ كُلَّ يَوْمِ سَبْتٍ فَاِذَا وَجَدَ عَبْدًا فِیْ عَمَلٍ لَا يُطِيْقُهٗ وَضَعَ عَنْهُ مِنْهُ.

ترجمہ: مالک کو خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ (اپنے دورِ خلافت میں) ہر ہفتہ کے دن مدینہ منورہ کی بیرونی آبادیوں میں جاتے تھے۔ پس وہ کسی غلام کو ناقابل برداشت کام کرتے دیکھتے تو اس سے وہ کام چھڑا دیتے تھے۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بروئے حدیثِ صحیح ہر سفتہ کو پیدل یا سوار ہو کر قبا میں تشریف لے جاتے تھے۔ پس حضرت عمرؓ کا یہ فعل اتباعِ سنت نبوی کے لئے تھا۔ حاکم کے اس قسم کے سفروں سے اصلاحِ احوال ہوتی ہے۔ لوگوں کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔ امن و سکون اور عدل قائم ہوتا ہے۔)

۱۷۹۲- وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ عَمِّهٖ اَبِیْ سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّهٗ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَهُوَ يَخْطُبُ، وَهُوَ يَقُوْلُ: لَا تُكَلِّفُوا الْاَمَةَ، غَيْرَ ذَاتِ الصَّنْعَةِ، الْكَسْبَ. فَاِنَّكُمْ مَتٰى كَلَّفْتُمُوْهَا ذٰلِكَ، كَسَبَتْ بِفَرْجِهَا. وَلَا تُكَلِّفُوا الصَّغِيْرَ الْكَسْبَ. فَاِنَّهٗ لَمْ يَجِدْ سَرَقَ. وَعِفُّوْا اِذْ اَعَفَّكُمُ اللّٰهُ. وَعَلَيْكُمْ، مِنَ الْمَطَاعِمِ، بِمَا طَابَ مِنْهَا.

ترجمہ: مالک بن ابی عامر اصبحیؒ (امام مالکؒ کے دادا) کا بیان ہے کہ اس نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو خطبہ میں یہ فرماتے سُنا کہ غیر کاریگر لونڈی کو کما کر لانے کی تکلیف مت دو۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو وہ حرام کاری سے کمائے گی۔ اور چھوٹے غلام کو کمائی کی تکلیف مت دو۔ کیونکہ جب وہ کچھ نہ کر سکا تو چوری کرے گا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں غلامی اور کسبِ حرام کی ذلت سے بچایا ہے تو تم بھی لونڈی غلاموں کو اس سے بچاؤ۔ اور وہ کھانے اختیار کرو، جو حلال و طیب اور جائز ہوں۔ (یہ ایک بہت

حکیمانہ قول ہے اور اسلام انسانی عظمت و اکرام کا حکم دیتا ہے۔ اس سے جب بھی انحراف ہوگا، معاشرے میں خرابی اور فساد پیدا ہوگا۔ بدی کو مٹانے کے لئے بدی کی راہیں بند کرنا ضروری ہے۔)

۱۷- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَمْلُوكِ وَهَيْئَتِهِ

لونڈی غلام اور اس کی ظاہری حالت کا باب

۱۷۹۳- حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهِ. وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ اللَّهِ. فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، غلام جب اپنے مالک کی خیر خواہی کرے اور اللہ کی عبادت اچھی طرح کرے تو اس کا دوہرا اجر ہے۔

شرح: جس طرح غلام کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح غلام کو بھی آقا کے ساتھ خصوصی اور خیر خواہی اختیار کرنے کا حکم ہے جو حقوق و فرائض ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ جب غلام آقا کا حق ادا کرے تو اس نے حق العباد کو ادا کر دیا پھر جب وہ اس کے ساتھ ساتھ حق اللہ کی ادائیگی بھی کرتا ہے۔ تو اس کے دو نیک کام ہو گئے۔ لہذا اس کا اجر دوہرا ہوا۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہاں پر اجر کی مقدار نہیں بیان کی گئی۔ ہو سکتا ہے کہ کسی کا ایک ہی اجر دوسرے کے دوہرے اجر پر یا کئی اجر پر بھاری ہو جائے۔ احادیث میں تقریباً ۳۵ آدمی ایسے بیان ہوئے ہیں، جن کا اجر دوہرا ہے۔ کیونکہ ان کی نیکی دوہری ہے۔ امام سیوطی نے تنویر الحوالک میں انہیں نظم میں جمع کیا ہے۔

۱۷۹۴- وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ أَنَّهُ بَلَغَهُ، أَنَّ أَمَةً كَانَتْ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. رَآهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَقَدْ تَهَيَّأَتْ بِهَيْئَةِ الْحَرَائِرِ. فَدَخَلَ عَلَى ابْنَتِهِ حَفْصَةَ. فَقَالَ: أَلَمْ أَرَ جَارِيَةَ أَخِيكِ تَجُوسُ النَّاسَ، وَقَدْ تَهَيَّأَتْ بِهَيْئَةِ الْحَرَائِرِ؟ وَأَنْكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کی ایک لونڈی کو حضرت عمر بن الخطابؓ نے دیکھا کہ اس نے آزاد عورتوں کی شکل و صورت اور لباس اختیار کر رکھا ہے پس حضرت عمرؓ اپنی بیٹی حفصہؓ (ام المومنین) کے ہاں گئے اور فرمایا کیا میں تیرے بھائی کی لونڈی کو لوگوں کے ساتھ ملتے جلتے نہیں دیکھا۔ در آنحالیکہ اس نے آزاد عورتوں کا لباس پہن رکھا ہے؟ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ناپسند کیا۔

شرح: آزاد عورتوں کے لئے میل جول، گھر سے نکلنے اور پردے وغیرہ کے احکام لونڈیوں کے احکام سے کچھ مختلف ہیں۔ علت اس کی یہ ہے کہ لونڈی کو مالکوں کی خدمت کے سلسلے میں اِدھر اُدھر آنا جانا پڑتا ہے۔ لہذا ان کے لئے ستر کے وہ احکام ممکن اور مناسب نہ ہوئے جو آزاد عورتوں کے لئے ہوتے ہیں۔ اس لئے غلط فہمی اور پیچیدگی پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے۔ پس اس علت کی بنا پر حضرت عمرؓ کو یہ بات کھٹکی تھی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبَيْعَةِ

بیعت کے احکام کا باب

بیعت کا لفظ بیع سے نکلا ہے۔ جس طرح بیع کا ایک باہمی معاہدہ ہوتا ہے جو بائع اور مشتری کے درمیان واقع ہوتا ہے۔ اسی طرح حاکم اور عوام، راعی اور رعایا کے درمیان بیعت بھی ایک معاہدہ ہے۔ حاکم اس معاہدے میں خدا و رسولؐ کی اطاعت اور ان کے احکام کے مطابق حکومت کرنے کا عہد کرتا ہے اور محکوم اسی شرطِ اطاعتِ الٰہی و اطاعتِ رسولؐ کے ساتھ حاکم کی اطاعت اور خیر خواہی کا عہد کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے مواقع پر اصحاب اور عامۂ اہلِ اسلام سے بیعت لینے کا ذکر احادیث میں ملتا ہے۔ بیعتِ رضوان کا نص صریح ذکر قرآن میں آ چکا ہے۔ اور یہ بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کا مطلب خدا تعالیٰ سے بیعت کرنا ہے۔ علاوہ ازیں بیعتِ اسلام، بیعتِ اطاعت، بیعتِ جہاد، بیعتِ تزکیہ نفوس و طہارتِ اخلاق، ان سب اقسام کی بیعت احادیث و سیرت سے ثابت ہے۔ صحابہؓ نے خلفائے راشدینؓ کے ہاتھ پر بھی بیعتِ اطاعت و وفاداری کی تھی۔ اس بیعت کو "حلفِ وفاداری" بھی کہا جا سکتا ہے۔ قرآن نے سورہ ممتحنہ میں خواتین کی بیعت کا بھی ذکر کیا ہے۔ بیعت عقبہ تاریخ اسلام کا ایک عظیم واقعہ ہے اور اس بیعت کو بیعت کرنے والوں کے فضائل میں شمار کیا گیا ہے۔ احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ صحابہؓ سے متعدد بار بیعت لیا کرتے تھے۔

۱۷۹۵۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا اِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، يَقُوْلُ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ"۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر سمع و طاعت (سننے و ماننے) کی بیعت کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے فرماتے تھے "تمہاری طاقت کے مطابق"۔ یہ حدیث موطائے محمدؒ کے باب النوادر میں مروی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ وسعت و طاقت سے بڑھ کر کسی کو مکلف نہیں گردانتا۔ لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ اسلام کے احکام فطری ہیں اور ان میں انسانوں کی ہمت اور استطاعت کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ جریر بن عبداللہ بجلی کا قول بخاری نے نقل کیا ہے کہ جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو آپؐ نے تلقین فرمائی کہ کہو "اپنی طاقت بھر سمع و طاعت پر کاربند رہوں گا"۔

۱۷۹۶۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ اُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ، اَنَّهَا قَالَتْ: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نِسْوَةٍ بَايَعْنَهُ عَلَى الْاِسْلَامِ۔ فَقُلْنَ يَا رَسُوْلَ اللهِ! نُبَايِعُكَ عَلَى اَنْ لَا نُشْرِكَ بِاللهِ شَيْئًا، وَلَا نَسْرِقَ، وَلَا نَزْنِيَ، وَلَا نَقْتُلَ اَوْلَادَنَا، وَلَا نَاْتِيَ بِبُهْتَانٍ

نَفْتَرِيْهِ بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَاَرْجُلِنَا، وَلَا نَعْصِيَاكَ فِي مَعْرُوْفٍ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فِيْمَا اسْتَطَعْتُنَّ وَاَطَقْتُنَّ" قَالَتْ نَقُلْنَ: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَرْحَمُ بِنَا مِنْ اَنْفُسِنَا۔ هَلُمَّ نُبَايِعْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنِّيْ لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ۔ اِنَّمَا قَوْلِيْ لِمِائَةِ امْرَاَةٍ كَقَوْلِيْ لِامْرَاَةٍ وَاحِدَةٍ۔ اَوْ مِثْلِ قَوْلِيْ لِامْرَاَةٍ وَاحِدَةٍ۔

ترجمہ: اُمیمہؓ بنت رقیقہؓ نے کہا کہ میں نے کچھ عورتوں سمیت اسلام پر بیعت کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عورتوں نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ سے بیعت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی۔ چوری نہ کریں گی۔ زنا نہ کریں گی۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی۔ اپنی طرف سے کسی پر بہتان نہ لگائیں گی اور کسی نیک کام میں آپؐ کی نافرمانی نہ کریں گی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تم سے بیعت لیتا ہوں، ان باتوں کی جن کی تمہیں استطاعت اور طاقت ہو۔ راوی نے کہا کہ (یا اُمیمہؓ نے کہا) کہ عورتیں بولیں۔ اللہ اور اس کا رسول ہم پر ہماری جانوں سے بھی زیادہ رحیم ہیں۔ یا رسول اللہ ہم مصافحہ کر کے آپؐ سے بیعت کرنا چاہتی ہیں۔ ہم سے مصافحہ فرمائیے۔ اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ میری زبان سے نکلی ہوئی بات سو عورتوں کے لئے بھی ویسی ہی ہے جیسی کہ ایک عورت کے لئے ہے۔ (یعنی خواتین کی بیعت فقط زبان سے ہوتی ہے۔ عائشہ صدیقہؓ کا قول صحاح میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک کبھی کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ سے نہیں چھوا۔ ایسے کئی مواقع آئے تھے کہ عورتوں نے ہاتھ میں ہاتھ دے کر حضورؐ سے بیعت کرنے کا مطالبہ کیا مگر حضورؐ نے اس سے انکار فرمایا۔ پانی کے پیالے میں آپؐ دستِ مبارک ڈبوتے اور پھر عورتیں اپنے ہاتھ اس میں ڈال کر بیعت کرتیں۔ ایک مرتبہ حضورؐ کی نیابت عورتوں کی بیعت میں حضرت عمرؓ نے کی تھی۔)

۱۷۹۷۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَتَبَ اِلٰى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ يُبَايِعُهٗ۔ فَكَتَبَ اِلَيْهِ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ۔ لِعَبْدِ اللّٰهِ عَبْدِ الْمَلِكِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ سَلَامٌ عَلَيْكَ۔ فَاِنِّيْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ وَاُقِرُّ لَكَ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ عَلٰى سُنَّةِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ۔ فِيْمَا اسْتَطَعْتُ۔

ترجمہ: عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے عبدالملک بن مروان کو اپنی بیعت کا خط یوں لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امّا بعد یہ خط اللہ کے بندے عبدالملک امیر المؤمنین کی طرف ہے۔ تجھ پر سلامتی ہو۔ میں تجھے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پہنچاتا ہوں۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور تیرے لئے سمع و طاعت کا اقرار کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ راستے اور اس کے رسولؐ کی سنت کے مطابق جہاں تک میری طاقت ہو۔ (امام محمدؒ نے اسی حدیث کو بَابُ الرَّجُلِ يَكْتُبُ اِلَى الرَّجُلِ يَبْدَاُ بِنَفْسِهٖ میں روایت کیا ہے۔ اور اس سے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ مکتوب الیہ کا نام خط میں اپنے نام سے پہلے لکھنے میں کوئی حرج نہیں اور اسی کے ثبوت میں زید بن ثابت کے ایک خط کا عنوان بھی پیش کیا ہے۔)

شرح: خلافتِ راشدہ کے انقراض کے بعد بنی اُمیّہ اور بنی عباس کے حکام بھی امیر المؤمنین کہلاتے تھے۔ اور ان کی بھی بیعت ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سمع وطاعت کے وعدے کو کتاب وسنت کے احکام کے مطابق اس بات سے مشروط کیا ہے کہ عبدالملک اسلامی احکام کی پابندی کرے گا۔)

كِتَابُ السَّلَامِ

۱۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْكَلَامِ

کلامِ مکروہ کا باب

۱۷۹۸۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مَنْ قَالَ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص نے اپنے بھائی (مسلم) کو کافر کہا تو ان دونوں میں سے ایک پر یہ لازم آگیا۔

شرح: یعنی وہ شخص جسے کافر کہا گیا ہے، واقعی ایسا ہو تو بہتر، ورنہ ایک مسلم پر کفر کا الزام لگانے کے باعث کہنے والے پر کفر لوٹ آئے گا۔ کیونکہ اس نے ایمان کو کفر ٹھیرایا۔ یہاں پر کافر سے مراد خارج از ملت نہیں۔ بلکہ کفر کا کام کرنے والا یا کفر کا عقیدہ رکھنے والا ہے جس سے خارج از ملت ہونا لازم نہیں آتا۔ خوارج و روافض جنہوں نے جلیل القدر صحابۂ رسول کو کافر قرار دیا ہے اور ان پر بڑے سے بڑے غلیظ بہتان لگائے ہیں۔ اس حدیث کی رُو سے اس تکفیر کی جہت سے ان کا کفر محتاجِ دلیل نہیں رہا۔ مسلم عوام میں سے کسی کو کافر کہنا باعث کفر ہے۔ تو ان جلیل الشان لوگوں کی تکفیر کرنا، جنہوں نے اسلام کی بنیادیں اپنے خون، اپنی اولاد کے خون اور بے پناہ قربانیوں سے استوار کیں، یقیناً مستوجبِ کفر ہے۔ ان مدعیانِ ایمان کی کتابوں سے تو یہ ثابت ہوتا ہے، کہ انہوں نے سوائے پانچ چھ اشخاص سب صحابہؓ کی تکفیر اور تفسیق کی ہے۔ لعن اللہ من لعن احباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۷۹۹۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِذَا سَمِعْتَ الرَّجُلَ يَقُولُ: هَلَكَ النَّاسُ۔ فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ"۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تو کسی شخص کو یہ کہتا ہوا سُنے کہ "لوگ ہلاک ہوگئے" تو وہ سب سے بڑا ہلاک ہونے والا ہے۔ (یا یہ کہ وہ تو ہلاک نہیں ہوئے بلکہ اس نے بزعمِ خویش انہیں ہلاک کر دیا ہے۔)

شرح: یہ اس شخص کی مثال ہے جو دوسروں پر تو تنقید کرتا ہے مگر پنجابی محاورے کے مطابق اپنی چارپائی کے نیچے لاٹھی نہیں پھیرتے آج کل عام لوگوں کا یہی وطیرہ ہے کہ دوسروں کے معاملے میں تو سخت ناقد بن جاتے ہیں مگر اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔ بعض علم و عبادت اور زہد و تقویٰ کے مدعی بھی اسی قسم کی باتیں کہتے ہوئے سُنے جاتے ہیں۔ حالانکہ جس نے تقویٰ کی حقیقت کو پایا وہ دوسروں کی اصلاح سے قبل اپنی اصلاح کرتا ہے۔ اپنی عبادت پر خود پسند ہو جانا اپنی ہلاکت کا سبب ہے۔ اگر کوئی نیک دل، مخلص آدمی اظہار رنج و غم کے طور پر ایسی بات کہے جو مبنی برحقیقت ہو تو وہ اس وعید میں نہیں آتا۔ یہی بات امام مالکؒ سے منقول ہے۔

۱۸۰۰۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ: يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ. فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ"۔

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے ہرگز کوئی یہ نہ کہے کہ ہائے رے دہر کی خرابی، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی دہر (اُلٹ پھیر کرنے والا) ہے۔

شرح: یعنی دنیا کے انقلابات، شب و روز کا الٹ پھیر، حالات کی تبدیلی تو فقط اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اب جو شخص یہ جان کر دہر کو گالی دے کہ دہر کا کام ہے، فلک کی گردش نے یہ دن دکھائے ہیں۔ تو یہ گالی اصل میں اللہ تعالیٰ ہی کو لگے گی جیسے تم دہر کہہ کر یہ سب کچھ اس کے اختیار میں دیتے ہو وہ تو کچھ نہیں کرتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ کرتا ہے۔ پس تم نے گویا اللہ تعالیٰ کو بُرا بھلا کہہ دیا۔ اس حدیث میں فَاِنَّ الدَّہْرَ ہُوَ اللّٰہُ کا لفظ بھی مروی ہے۔ مگر موطا کے نسخوں میں نہیں بلکہ فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے اسے یحییٰ بن یحییٰ لیثی کی روایت قرار دیا ہے۔ مگر یہ روایت شاذ کہی جاتی ہے۔

۱۸۰۱۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ عِيسَى بْنَ مَرْيَمَ لَقِيَ خِنْزِيرًا بِالطَّرِيقِ۔ فَقَالَ لَهُ: انْفُذْ بِسَلَامٍ۔ فَقِيلَ لَهُ: تَقُولُ هٰذَا لِخِنْزِيرٍ؟ فَقَالَ عِيسَى: إِنِّي أَخَافُ أَنْ أُعَوِّدَ لِسَانِيَ النُّطْقَ بِالسُّوءِ۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعیدؒ سے روایت ہے کہ عیسیٰ بن مریمؑ ایک خنزیر سے ملے اور اس سے کہا، جا سلامتی کے ساتھ۔ پس ان سے کہا گیا کہ آپ خنزیر سے یہ کہتے ہیں؟ عیسیٰ بن مریمؑ نے فرمایا کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اپنی زبان کو بُری بات چیت کا عادی بناؤں۔ (یعنی خنزیر تو اس اچھے کلمے کا مستحق نہیں مگر میں اپنی زبان سے کوئی بُرا کلمہ کیوں نکالوں؟

۲۔ بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ التَّحَفُّظِ فِي الْكَلَامِ

گفتگو میں احتیاط کے حکم کا باب

۱۸۰۲۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ

مَا كَانَ يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ. يَكْتُبُ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا رِضْوَانَهٗ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ. وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ. مَا كَانَ يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ. يَكْتُبُ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا سَخَطَهٗ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ"۔

ترجمہ: بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی بعض دفعہ اللہ کی رضا کا کوئی لفظ بولتا ہے اور اُسے وہم وگمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ کلمہ اتنی مقدار تک پہنچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے باعث اس کے لیے اپنی رضا لکھ دیتا ہے قیامت کے دن تک جب وہ اللہ سے ملے گا۔ اور آدمی بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی کلمہ منہ سے نکالتا ہے اور اسے وہم وگمان تک نہیں ہوتا کہ یہ کلمہ اس مقدار کو پہنچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس شخص کے لیے قیامت کے دن تک جب کہ وہ اس سے ملے گا۔ اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔

شرح: بعض کلمات انسانی زندگی کو بدل دیتے ہیں سننے والوں کے دلوں میں انقلاب برپا کر دیتے ہیں۔ انہیں نیکی یا بدی کی طرف لے جانے کا سبب بن جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض کلمات قتل وغارت اور ہنگاموں کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ زبان کی تاثیر نہایت شدید ہے۔ نیزوں کے زخم مندمل ہو جاتے ہیں مگر زبان کے لگائے ہوئے زخم نہیں بھرتے۔ اس حدیث کا یہی مطلب ہے کہ انسانوں کو زبان سوچ سمجھ کر کھولنی چاہیے۔ کلمۂ ایمان زبان سے نکلے تو انسان دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن کلمۂ کفر نکلے تو ارتداد کا سبب بن جاتا ہے کسی وقت کی کہی ہوئی بات باعثِ جنّت اور کسی اور وقت کی بات باعثِ جہنم بن جاتی ہے۔

۱۸۰۳۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ، اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَهْوِيْ بِهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَا فِي الْجَنَّةِ۔

ترجمہ: ابو صالح سمان نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا کہ آدمی کوئی کلمہ بولتا ہے اور نتیجے کی طرف دھیان بھی نہیں دیتا۔ مگر وہ اس کے باعث جہنم کی آگ میں گر جاتا ہے اور کبھی آدمی کوئی کلمہ بولتا ہے اور اس کی طرف دھیان تک نہیں دیتا۔ مگر اللہ تعالیٰ اس کے باعث جنت میں اس کے درجے بلند کر دیتا ہے۔ (بخاری وغیرہ کئی محدثین نے اسے مرفوع روایت کیا ہے۔ اور موطا میں یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔)

۳۔ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ

ذکر اللہ کے بغیر کلام کی کراہت کا باب

۱۸۰۴۔ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ. اَنَّهٗ قَالَ: قَدِمَ رَجُلَانِ

مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا۔ فَعَجِبَ النَّاسُ لِبَيَانِهِمَا۔ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا" اَوْ قَالَ "اِنَّ بَعْضَ الْبَيَانِ لَسِحْرٌ"۔

ترجمہ: زید بن اسلم نے کہا کہ دو آدمی مشرق سے آئے اور انہوں نے خطبہ دیا تو لوگ ان کے بیان پر حیران رہ گئے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بعض بیان جادو کی تاثیر والے ہوتے ہیں۔ راوی کو شک ہے کہ مِنَ الْبَیَان فرمایا یا بعض البیان۔

شرح: یہ نجد کی طرف کے رہنے والے دو شخص زبرقان بن بدر اور عمرو بن الاہتم تھے۔ امام مالکؒ نے اس حدیث کو جس عنوانِ باب کے تحت میں رکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حضورؐ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ گفتگو میں تکلف اختیار کرنا، کسی کی مدح یا ذم میں زورِ بلاغت وبیان کو صرف کرنا، سجع اور تصنع کو بتکلف اختیار کرنا۔ یہ باتیں جادو سے مشابہ ہیں جس کے ذریعے سے انسانوں کے قلوب کو مائل کرنا اور ان کی نظر بندی کرنا مدنظر ہوتا ہے۔ پس یہ ارشاد بطور مذمت وارد ہوا ہے جن لوگوں نے اس سے مدح وتوصیف مراد لی ہے۔ ان کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ اچھے الفاظ، مناسب فقرات اور بہتر ترتیبِ کلام کو اختیار کیا جانا چاہیئے تاکہ لوگوں پر اثر پڑے۔ پند و وعظ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے بھی مؤثر عبارات کا انتخاب محمود ہے۔ منہ پھاڑ کر باتیں کرنا اور چبا چبا کر باتیں کرنے کی صحیح احادیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔

۱۸۰۵۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ اَنَّهُ بَلَغَهُ: اَنَّ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ كَانَ يَقُوْلُ: لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ فَتَقْسُوَ قُلُوْبُكُمْ۔ فَاِنَّ الْقَلْبَ الْقَاسِيَ بَعِيْدٌ مِنَ اللّٰهِ وَلٰكِنْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ وَلَا تَنْظُرُوْا فِيْ ذُنُوْبِ النَّاسِ كَاَنَّكُمْ اَرْبَابٌ۔ وَانْظُرُوْا فِيْ ذُنُوْبِكُمْ كَاَنَّكُمْ عَبِيْدٌ۔ فَاِنَّمَا النَّاسُ مُبْتَلًى وَمُعَافًى فَارْحَمُوْا اَهْلَ الْبَلَاءِ وَاحْمَدُوا اللّٰهَ عَلَى الْعَافِيَةِ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ عیسٰی بن مریم علیہما السلام فرماتے تھے، ذکر اللہ کے بغیر زیادہ باتیں مت کرو۔ ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔ کیونکہ سخت دل اللہ تعالیٰ سے دُور ہے لیکن تم نہیں جانتے اور لوگوں کے گناہوں کی طرف یوں مت دیکھو کہ گویا تم رب ہو۔ بلکہ اپنے گناہوں کی طرف اس طرح دیکھو کہ تم بندے ہو۔ لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ پہلے وہ جو گناہوں اور نافرمانیوں میں مبتلا ہیں اور دوسرے وہ جنہیں عافیت اور سکون حاصل ہے۔ پس تم ان پر رحم کرو، جو گناہوں اور نافرمانیوں میں مبتلا ہوں اور عافیت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ (یہ اثر موطائے امام محمدؒ کے باب النوادر میں وارد ہوا ہے۔

شرح: خود پسندی ایک مہلک بیماری ہے۔ جس نے اپنے آپ کو بڑا یا پاکیزہ جانا۔ بس وہ ہلاک ہوا۔ یہ جذبہ اگر پیدا ہو جائے تو گنہگاروں پر رحم آئے گا اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر اور حمد وثنا کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے گناہ یا مصیبت سے بچا لیا ہے۔ زیادہ گفتگو بے احتیاطی اور بے فکری کی علامت ہے۔ اور اسی لئے اس سے سنگ دلی پیدا ہوتی ہے۔
ذکر اللہ میں تلاوت، تعلیم وتعلم، تبلیغ دین، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، اوراد و وظائف سب داخل ہیں۔

۱۸۰۶۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، اَنَّهُ بَلَغَهُ: اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ

تُرْسِلُ إِلَى بَعْضِ أَهْلِهَا بَعْدَ الْعَتَمَةِ فَتَقُولُ: أَلَا تُرِيحُونَ الْكُتَّابَ؟

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مکرمہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے گھر کے بعض افراد کو مثلاً عروہؒ بن زبیرؓ) نماز عشاء کے بعد پیغام بھیج کر فرمایا کرتی تھیں، کیا تم لکھنے والے فرشتوں کو راحت نہیں کرنے دو گے؟ (یعنی عشاء کے بعد بات چیت مت کرو اور کاتب اعمال فرشتوں کو لکھنے کی زحمت مت دو مصنف عبدالرزاق میں اتنا اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء سے قبل نہ سوتے تھے اور اس کے بعد گفتگو کرنا ناپسند کرتے تھے۔)

۴۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْغِيبَةِ

غیبت کا باب

۱۸۰۷۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيَّادٍ، أَنَّ الْمُطَّلِبَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ الْمَخْزُومِيَّ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا الْغِيبَةُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَنْ تَذْكُرَ مِنَ الْمَرْءِ مَا يَكْرَهُ أَنْ يَسْمَعَ" قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ وَإِنْ كَانَ حَقًّا؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِذَا قُلْتَ بَاطِلًا فَذَالِكَ الْبُهْتَانُ"۔

ترجمہ: مطلب بن عبداللہ بن حویطب (حنطب) مخزومی کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا غیبت کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کے متعلق وہ بات کرنا جسے وہ سُنے تو ناپسند کرے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ اگرچہ وہ سچی بات ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو نے جھوٹی بات کہی تو وہ تو بہتان ہے۔

شرح: وہ ناپسندیدہ بات خواہ کسی قسم کی بھی ہو غیبت ہے۔ مثلاً اس کی ذات کے متعلق، اہل وعیال کے متعلق، خالص دنیوی معاملات کے متعلق، خالص دینی معاملات کے متعلق یا اس کے اخلاق و عادات کے متعلق ہو۔ اگر بات فی الواقع صحیح ہو، تو غیبت ہے ورنہ بہتان ہے جس کی حد مقرر ہے۔ امام محمدؒ نے موطا میں اس حدیث کو باب الغیبت والبہتان میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ کسی مسلم بھائی کی غلطی کا ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرے جائز نہیں ہے۔ لیکن وہ بدعتی جو علی الاعلان بدعت پر عمل پیرا ہو اور اس کی وجہ سے مشہور ہو اور وہ فاسق جو علی الاعلان فسق کا ارتکاب کرے تو ان کا ذکر ان کے فعل سمیت کرنا جائز ہے۔ اور مسلم میں جو بات نہ ہو اس کا بیان کرنا بہتان ہے۔ اور یہی جھوٹ بھی ہے۔

۵۔ بَابُ مَا جَاءَ فِيمَا يُخَافُ مِنَ اللِّسَانِ

زبان کے غلط استعمال سے خوف کا بیان

۱۸۰۸۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ " مَنْ وَقَاهُ اللّٰهُ شَرَّ اثْنَيْنِ وَلَجَ الْجَنَّةَ " فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَا تُخْبِرْنَا. فَسَكَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ عَادَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ الْأُولٰى. فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: لَا تُخْبِرْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ. فَسَكَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ أَيْضًا. فَقَالَ الرَّجُلُ: لَا تُخْبِرْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ. ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ أَيْضًا. ثُمَّ ذَهَبَ الرَّجُلُ يَقُولُ مِثْلَ مَقَالَتِهِ الْأُولٰى فَأَسْكَتَهُ رَجُلٌ إِلٰى جَنْبِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " مَنْ وَقَاهُ اللّٰهُ شَرَّ اثْنَيْنِ وَلَجَ الْجَنَّةَ. مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ. مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ. مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ "۔

ترجمہ: عطا ابن لیسارؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کے شر سے بچایا وہ جنت میں جائے گا۔ پس ایک شخص نے کہا یا رسول اللہؐ ہمیں نہ بتایئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پہلی بات فرمائی تو اس آدمی نے کہا یا رسول اللہؐ ہمیں نہ بتایئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ پھر تیسری بار بھی حضورؐ نے وہی بات کہی تو اس شخص نے کہا یا رسول اللہؐ ہمیں نہ بتایئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی بات فرمائی اور وہ آدمی اپنی بات پھر کہنے لگا تو اس کے پہلو میں بیٹھے ایک آدمی نے اسے خاموش کر دیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کے شر سے بچایا وہ جنت میں جائے گا۔ (وہ دو چیزیں یہ ہیں) اس کے دو جبڑوں کے درمیان کی چیز اور اس کے دو پاؤں کے درمیانی چیز (شرم گاہ)۔ اس کے دو جبڑوں کی درمیانی چیز (زبان) اور اس کے دو پاؤں کے درمیانی چیز (شرم گاہ)۔ اس کے دو جبڑوں کی درمیانی چیز اور اس کے دو پاؤں کی درمیانی چیز۔ (موطائے محمدؒ کے باب النوادر میں یہ حدیث مختصراً آئی ہے۔)

شرح: یہاں یہ روایت مرسل ہے۔ مگر بخاری، ترمذی، ابن حبان، حاکم، بیہقی اور ابن عبد البر نے اسے کئی اصحاب سے موصول بیان کیا ہے۔ مثلاً جابرؓ، سہل بن سعدؓ، ابو ہریرہؓ اور ابو موسیٰ اشعری۔ اس حدیث میں ایک اشکال ہے کہ حضورؐ نے جب بار بار دو چیزوں کا ذکر فرمایا، جن کے شر سے بچنا دخول جنت کا سبب ہے تو حاضرین میں سے ایک شخص نے ہر مرتبہ یہ کیوں کہا کہ یا رسول اللہؐ ہمیں ان دو چیزوں کی خبر نہ دیجئے۔ حالانکہ ان کے سننے کا تو شوق ہونا لازم تھا۔ اس کا حل ایک تو یہ ہے کہ زرقانی، تنویر الحوالک اور تجرید کے نسخوں میں تو یہی لفظ ہے، لَا تُخْبِرْنَا۔ مگر ان کے علاوہ موطا کے سب نسخوں میں اَلَا تُخْبِرُنَا ہے۔ جس کا معنی ہے "یا رسول اللہؐ آپ ہمیں کیوں نہیں بتاتے" یعنی ضرور بتایئے۔ صحابہؓ کے احوال و اخلاق کے پیش نظر یہی انسب ہے کہ اس لفظ کو اَلَا تُخْبِرُنَا پڑھا جائے۔ گو حافظ ابن عبد البرؒ نے تمہید میں لَا تُخْبِرْنَا کو ترجیح دی ہے۔ اس صورت میں بقول ابن حبیب مطلب یہ ہے کہ یا رسول اللہؐ لوگوں کو خود کہنے کا موقع دیجئے اور خود نہ بتایئے۔ شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس کا مطلب یہ انسب ہے کہ یا رسول اللہؐ نہ بتایئے، مبادا لوگ انہی دو پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں اور دیگر اعمال صالحہ کو ترک کر دیں۔ اس کی مثال معاذ بن جبلؓ کی

حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا توحید و رسالت کی شہادت سچے دل سے دینے والا جہنم پر حرام ہو جاتا ہے اور جب معاذؓ نے اجازت مانگی تو حضورؐ نے انہیں لوگوں کو یہ بشارت دینے سے منع فرما دیا۔ مبادا لوگ اسی پر بھروسہ کریں۔ اور ابوہریرہؓ کی حدیث بھی اس کی مثال ہے جس میں حضور نے انہیں اپنے نعلین مبارک دے کر یہی بشارت دینے کے لئے بھیجا تھا۔ اور حضرت عمرؓ نے انہیں روکا تھا، اور پھر حضورؐ نے عمر بن الخطابؓ کی تصویب و توثیق فرمائی تھی مفصل واقعہ مسلم کی کتاب الایمان میں موجود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

١٨٠٩۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ دَخَلَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَهُوَ يَجْبِذُ لِسَانَهُ۔ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: مَهْ۔ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ۔ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ هٰذَا أَوْرَدَنِي الْمَوَارِدَ۔

ترجمہ: اسلمؒ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے پاس گئے اور وہ اپنی زبان کو پکڑ کر کھینچ رہے تھے جناب عمرؓ نے کہا، ایسا مت کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے گا۔ (بروئے احادیث صحیحہ کثیرہ) پس ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اس نے مجھے خطرناک جگہوں میں آنا را ہے۔ (یہ صدیق اکبرؓ کا بلند ترین مقام تقویٰ ہے کہ تنہائی میں زبان کو فہمائش فرما رہے تھے کہ سنبھل کر رہ۔ تیری وجہ سے ہی غلطیاں اور لغزشیں سرزد ہوتی ہیں۔ صدر اول کے حضرات کا یہی وہ رفیع مقام تھا۔ جس نے انہیں قرب الٰہی سے فائز کیا تھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ مومن اپنے گناہوں کو یوں دیکھتا ہے گویا وہ کسی پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا ہو اور ڈرتا ہو کہ وہ اوپر نہ گر جائے۔ اور فاجر اپنے گناہوں کو یوں دیکھتا ہے، جیسے ایک مکھی اس کی ناک پر سے گزر گئی۔)

٧۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي مُنَاجَاةِ اثْنَيْنِ دُونَ وَاحِدٍ

تیسرے سے چھپا کر دو آدمیوں کی سرگوشی

١٨١٠۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، قَالَ كُنْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عِنْدَ دَارِ خَالِدِ ابْنِ عُقْبَةَ الَّتِي بِالسُّوقِ۔ فَجَاءَ رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يُنَاجِيَهُ ۔ وَلَيْسَ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَحَدٌ غَيْرِي، وَغَيْرُ الرَّجُلِ الَّذِي يُرِيدُ أَنْ يُنَاجِيَهُ۔ فَدَعَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَجُلًا آخَرَ حَتّٰى كُنَّا أَرْبَعَةً۔ فَقَالَ لِي وَلِلرَّجُلِ الَّذِي دَعَاهُ، اسْتَأْخِرَا شَيْئًا۔ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ وَاحِدٍ" مِنْ أَجْلِ أَنْ يَحْزُنَهُ۔

ترجمہ: عبداللہ بن دینارؒ نے کہا کہ میں اور عبداللہ بن عمرؓ خالد بن عقبہ کے گھر کے پاس تھے جو بازار میں تھا۔ ایک آدمی نے آکر عبداللہؓ سے کوئی سرگوشی کرنا چاہی اور عبداللہ کے ساتھ میرے سوا اور کوئی نہ تھا۔ یا پھر وہ شخص تھا جو ان سے سرگوشی کرنا چاہتا تھا۔ پس عبداللہ بن عمرؓ نے ایک اور آدمی کو بلایا۔ حتیٰ کہ ہم چار ہو گئے پھر آپ نے مجھ سے اور اس نئے بلائے ہوئے شخص سے

فرمایا کہ تم پیچھے ہٹ جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا تھا کہ دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں کیونکہ یہ بات اسے غمگین کرے گی اور اس پر شاق گزرے گی۔ وہ سمجھے گا کہ انہوں نے مجھے رازداری کے قابل نہ جانا، یا یہ کہ شاید وہ میرے متعلق ہی کوئی بات مجھ سے چھپا کر کر رہے ہیں۔ جمہور کے نزدیک یہ نہی تحریم کے لئے ہے اور ہر مکان و زمان اور سفر و حضر کو محیط ہے۔ مؤطائے محمدؒ کے باب النوادر میں یہ حدیث مروی ہے۔)

۱۸۱۱۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِذَا كَانَ ثَلَاثَةٌ فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ وَاحِدٍ"

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تین آدمی ہوں تو ایک کو چھوڑ کر دو کوئی سرگوشی نہ کریں۔

شرح: اس حدیث میں بھی بقول حافظ ابن حجرؒ، ایوب عن نافع کے طریق سے یہ الفاظ موجود ہیں، کیونکہ یہ چیز اسے غمگین کرے گی۔ غم کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ مثلاً قلتِ التفات، عدمِ اعتماد، عدمِ اکرامِ مومن، سوءِ ادب، اس کے خلاف سازش کا احتمال، اس کی غیبت وغیرہ۔

۷۔ بَابُ مَا جَاءَ فِی الصِّدْقِ وَالْكَذِبِ

صدق و کذب کا باب

۱۸۱۲۔ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْذِبُ امْرَاَتِیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا خَيْرَ فِی الْكَذِبِ" فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَعِدُهَا وَاَقُوْلُ لَهَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا جُنَاحَ عَلَيْكَ"

ترجمہ: صفوان بن سلیمؒ سے (مرسلاً) روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کیا میں اپنی عورت سے جھوٹ بول سکتا ہوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جھوٹ میں کوئی خیر نہیں۔ وہ شخص بولا کہ میں اس سے وعدہ کرتا ہوں اور بعض غلط باتیں کہتا ہوں (کہ میں یوں کروں گا اور یوں کروں گا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔"

شرح: بظاہر اس شخص کے دونوں اقوال میں کوئی فرق نہ تھا۔ پھر حضورؐ نے پہلے کو ناپسند کیا اور دوسرے کی اجازت دے دی۔ تو اس کا سبب کیا تھا؟ امام محمدؒ نے اس حدیث کو بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْكَذِبِ الخ میں روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہی ہمارا مختار ہے۔ جھوٹ عمداً یا بطور مزاح جائز نہیں ہے۔ اگر کسی چیز میں جھوٹ کی گنجائش ہے تو وہ صرف ایک بات میں ہے کہ تم اپنے آپ سے یا اپنے مسلم بھائی سے ظلم کو دور کرو۔ اس میں ہمیں امید ہے کہ کوئی حرج نہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ نکلا کہ امام محمدؒ کے

نزدیک اس حدیث کی بظاہر اجازت کا معنی یہ ہے کہ محض بیوی کو بہلانے اور اصلاح ذات البین کی غرض سے جو باتیں کہی جاتی ہیں۔ وہ کذب میں نہیں آتی۔ کیونکہ جھوٹ تو بالکل ہی جائز نہیں۔ اور ان باتوں سے غرض خلاف واقع چیزوں کو سچا ثابت کرنا نہیں ہوتا۔ قاضی ابوالولید الباجی نے کہا ہے کہ جس حدیث میں تین جگہ جھوٹ بولنا جائز رکھا گیا ہے۔ اس کی سند معتبر نہیں ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ ابن آدم پر ہر جھوٹ کا گناہ لکھا جاتا ہے سوائے تین باتوں کے، عورتوں کو راضی کرنے کے لئے خاوند کا جھوٹ بولنا دو شخصوں میں صلح کرانے کے لئے جھوٹ بولنا اور جنگی چالوں میں جھوٹ بولنا۔ اگر غور کیا جائے تو ان مقامات پر بھی جسے جھوٹ کہا جاتا ہے وہ صریح جھوٹ نہیں بلکہ توریہ و تعریض کی قسم کی گفتگو ہوتی ہے۔ ابراہیمؑ کے تین اقوال جنہیں کذب کہا گیا ہے۔ وہ بھی اسی قبیل سے تھے۔ اور ان پر کذب کا اطلاق بطور مجاز تھا۔

۱۸۱۳۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ: اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ يَقُوْلُ: عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِیْ اِلَى الْبِرِّ۔ وَالْبِرَّ يَهْدِیْ اِلَى الْجَنَّةِ۔ وَاِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ۔ فَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِیْ اِلَى الْفُجُوْرِ۔ وَالْفُجُوْرَ يَهْدِیْ اِلَى النَّارِ۔ اَلَا تَرٰى اَنَّهٗ يُقَالُ: صَدَقَ وَبَرَّ۔ وَكَذَبَ وَفَجَرَ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے، تم پر سچ بولنا واجب ہے۔ کیونکہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔ اور جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ بدی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور بدی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ کہا جاتا ہے، اس نے سچ بولا اور نیکی کی اور فلاں نے جھوٹ بولا اور بدی کی۔ (یعنی سچ کا نام ہی نیکی اور جھوٹ کا نام ہی بدی رکھ دیا گیا ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم نے مرفوع و موصول بیان کی ہے۔)

۱۸۱۴۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّهٗ قِيْلَ لِلُقْمَانَ: مَا بَلَغَ بِكَ مَا نَرٰى؟ يُرِيْدُوْنَ الْفَضْلَ فَقَالَ لُقْمَانُ: صِدْقُ الْحَدِيْثِ وَاَدَاءُ الْاَمَانَةِ۔ وَتَرْكُ مَا لَا يَعْنِيْنِیْ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ لقمان سے کہا گیا، تجھے اس درجے پر کس چیز نے پہنچایا؟ کہنے والوں کی مراد یہ تھی کہ یہ فضیلت تجھے کیونکر حاصل ہوئی؟ لقمان نے کہا، سچ بولنے، امانت ادا کرنے اور لایعنی چیزوں کو ترک کرنے کے باعث۔ (یہ درجہ مجھے ملا)

شرح: عکرمہؒ نے لقمان کو نبی کہا ہے مگر جمہور کے نزدیک وہ نبی نہ تھا۔ صرف ایک دانا شخص تھا۔ وہ داؤد علیہ السلام کے زمانے میں ایک مرد صالح تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک حبشی غلام تھا۔ اور بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ واللہ اعلم۔

۱۸۱۵۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ يَقُوْلُ: لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَكْذِبُ وَتُنْكَتُ فِیْ قَلْبِهٖ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، حَتّٰى يَسْوَدَّ قَلْبُهٗ كُلُّهٗ۔ فَيُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے تھے، بندہ برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے دل میں (ہر جھوٹ پر) ایک سیاہ داغ پڑتا رہتا ہے اور آخرکار اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (یعنی جھوٹ آہستہ آہستہ نورِ ایمان کو زائل کر دیتا ہے۔ کتبِ حدیث میں ابوہریرہؓ کی ایک مرفوع حدیث وارد ہے، جسے ترمذی نے

صحیح کہا ہے کہ گناہوں کے باعث دل پر کالے داغ پڑ جاتے ہیں اور توبہ واستغفار سے وہ دُور ہو جاتے ہیں۔ اگر توبہ نہ کی جائے تو آخرکار دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ)

١٨١٦۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، أَنَّهُ قَالَ: قِيلَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا؟ فَقَالَ "نَعَمْ"، فَقِيلَ لَهُ: أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ بَخِيلًا؟ فَقَالَ نَعَمْ، فَقِيلَ لَهُ: أَيَكُونُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا؟ فَقَالَ "لَا"۔

ترجمہ: صفوان بن سلیم نے کہا (مرسلاً) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر کہا گیا کہ مومن کیا بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر پوچھا گیا کہ کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ فرمایا کہ نہیں۔ (مطلب یہ کہ جھوٹ بزدلی اور بخل سے بھی بدتر خصلت ہے۔ بزدلی اور بخل کی برائی اپنی جگہ پر ہے مگر جھوٹ ان سے بھی بُرا ہے بعض آدمی طبعًا بزدل یا بخیل ہوتے ہیں مگر جھوٹ بالکل منافی ایمان ہے۔)

٨۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي إِضَاعَةِ الْمَالِ وَذِي الْوَجْهَيْنِ

مال کو ضائع کرنے اور منافق کا بیان

١٨١٧۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "إِنَّ اللهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا. وَيَسْخَطُ لَكُمْ ثَلَاثًا. يَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا. وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا. وَأَنْ تَنَاصَحُوا مَنْ وَلَّاهُ اللهُ أَمْرَكُمْ. وَيَسْخَطُ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ. وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ۔

ترجمہ: ابوصالح (ذکوان السمان) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے تین باتوں سے راضی ہوتا ہے۔ یہ کہ اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ اور یہ کہ سب مل کر اللہ کی رسّی (قرآن) کو مضبوطی سے تھام لو۔ اور یہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ جس کو تمہارا معاملہ (حکومت) سپرد کرے، قول و فعل کے ساتھ اس کی خیر خواہی کرو۔ اور وہ تمہاری طرف سے تین باتوں سے ناراض ہوتا ہے قیل و قال کرنا (بے فائدہ زیادہ گفتگو کرنا) اور مال کو ضائع کرنا اور زیادہ سوال کرنا۔

شرح: حکام کی خیر خواہی یہ ہے کہ انہیں صحیح مشورہ دیا جائے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا جائے اور ان کے جائز احکام سے سرتابی نہ کی جائے۔ قیل و قال سے مراد ہے اوروں پر خواہ مخواہ تنقید کرنا۔ ہر ایک کی خواہ مخواہ تضحیک یا بے فائدہ پوچھ گچھ کرنا اور لاطائل و لایعنی باتیں کرتے رہنا۔ مال اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اسے جائز طریقے سے حاصل کر کے صرف جائز کاموں میں صرف کرنا ہی مومن کا شیوہ ہے۔ زیادہ سوال کرنے سے یہ مراد ہے کہ آدمی عمل کے میدان میں تو صفر ہو،

گر بال کی کھال اتارے اور مہندی کی چندی نکالتا ہے۔

۱۸۱۸۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذُو الْوَجْهَیْنِ۔ اَلَّذِیْ یَاْتِیْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ"۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا، بدترین لوگوں میں وہ بھی ہے جو ان کے پاس ایک چہرہ لے کر آتا ہے اور اُدھر دوسرا چہرہ لے کر جاتا ہے۔

شرح: یعنی لوگوں کو دھوکا اور فریب دیتا ہے۔ اِدھر کچھ کہتا ہے۔ ایک کے سامنے اظہارِ محبت کرتا ہے اور دوسرے سے جاکر اس کی غیبت کرتا ہے۔ یہ منافق کی صفت ہے اور اس کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ "منافق آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔" اعتقادی نفاق میں تو یہ صفت ہوتی ہی ہے مگر عملی نفاق کی علامات میں بھی یہ صفت ممتاز ہے۔

۹۔ بَابُ مَا جَاءَ فِیْ عَذَابِ الْعَامَّةِ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ

کچھ لوگوں کے اعمال کے باعث عذابِ عام کا بیان

پانی کا چشمہ جب پھوٹتا ہے تو بہت چھوٹے سے سوراخ سے نکلتا ہے۔ اگر اسے وہیں بند کر دو تو بند ہو جائے گا۔ اگر اس کی حالت پر رہنے دو گے تو دشوار گزار ہو جاتا ہے۔ برائی کا بھی یہی حال ہے۔ اگر ابتدا ہیں ہی اسے دبا دو تو دب جاتی ہے۔ خدا نخواستہ اگر پھیل جائے تو لاعلاج بیماری بن جاتی ہے۔ جب نیکی کا حکم دینے والے اور بدی کے خلاف آواز اُٹھانے والے نہ رہیں تو قومیں عذابِ الٰہی کی لپیٹ میں آجاتی ہیں یہی باعث ہے کہ اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے صریح اور واضح احکام دیئے۔

۱۸۱۹۔ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ، اَنَّهُ بَلَغَهُ: اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَنَهْلِكُ وَفِیْنَا الصَّالِحُوْنَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "نَعَمْ۔ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ"۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ کیا نیکو کار لوگ موجود ہیں پھر بھی ہم ہلاک ہو سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ جب خباثت زیادہ ہو جائے۔

شرح: خباثت سے مراد زنا، اولاد زنا، فسق و فجور لیا گیا ہے۔ شیخ الحدیث نے فرمایا کہ اسے اطلاق پر رکھنا ہی اولیٰ ہے۔ یعنی خباثت سے مراد فسق و فجور ہے اور اس میں ہر قسم کی نافرمانی اور شر داخل ہے۔

۱۸۲۰۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ اَبِیْ حَكِیْمٍ، اَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ یَقُوْلُ:

كَانَ يُقَالُ: إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِذَنْبِ الْخَاصَّةِ. وَلٰكِنْ إِذَا عُمِلَ الْمُنْكَرُ جِهَارًا اسْتَحَقُّوا الْعُقُوبَةَ كُلُّهُمْ۔

ترجمہ: عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے تھے کہ (دورِ صحابہؓ میں) کہا جاتا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ عام لوگوں کو خاص کے گناہوں سے عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ لیکن جب برائی علی الاعلان کی جائے تو سب لوگ سزا کے حقدار ہو جاتے ہیں۔

شرح: جب اکا دُکا لوگ بیمار ہوں تو ان کا علاج بآسانی ہو سکتا ہے۔ لیکن جب وبا پھیل جائے تو سب لوگ اس کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں اور کوئی بھی اپنے آپ کو اس سے محفوظ نہیں پاتا۔ بدی کی کثرت بھی ایک وبا ہے جس کا نتیجہ عذابِ عام کی صورت میں نکلتا ہے۔ پچھلی اقوام کے عذاب کے واقعات قرآن نے بیان کئے ہیں جو ہمارے لئے باعثِ عبرت ہیں۔

١٠۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي التُّقَىٰ

خوفِ خدا کا باب

تقویٰ اور تقیٰ ایک ہی چیز ہے۔ وقایہ کا معنیٰ ہے کسی چیز کو اذیت سے اور شر سے بچانا۔ تقویٰ کا معنیٰ ہے نفس انسانی کو خوفناک انجام سے محفوظ رکھنا۔ تقویٰ کی انتہا یہ ہے کہ اپنے آپ کو گناہ کے اسباب اور بعض مباحات سے بھی بچا کر رکھا جائے۔ تقویٰ اور خوف کو اسی تحقیق کی بنا پر ہم معنی کہا گیا ہے اپنے آپ کو گناہوں اور نافرمانیوں سے بچا کر رکھنا تقویٰ ہے۔

١٨٢١۔ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَخَرَجْتُ مَعَهُ حَتَّىٰ دَخَلَ حَائِطًا فَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُولُ، وَبَيْنِي وَبَيْنَهُ جِدَارٌ، وَهُوَ فِي جَوْفِ الْحَائِطِ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ! بَخٍ بَخٍ. وَاللهِ لَتَتَّقِيَنَّ اللهَ أَوْ لَيُعَذِّبَنَّكَ۔

ترجمہ: انس بن مالکؓ نے کہا کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ باہر نکلا۔ وہ ایک باغ میں داخل ہوئے۔ میرے اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل تھی۔ میں نے انہیں یہ کہتے سنا، اللہ اللہ! سبحان اللہ! عمرؓ کے کیا کہنے ہیں، وہ امیر المؤمنین ہے۔ اے خطاب کے بیٹے تو اللہ سے ڈرتا رہ۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے سزا دے گا۔

شرح: یعنی تو اپنی حقیقت کو نہ بھول۔ یہ انقلابِ حال ہے کہ آج تو امیر المؤمنین ہے۔ بھلا بتا کہ کل کیا تھا؟ اس بات پر پھول نہ جا کہ تو دنیا کا اس وقت ایک عظیم حاکم ہے۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے۔ پس ہر وقت خوفِ خدا پیشِ نظر رکھ۔ یہ اس عظیم الشان انسان کا خدا کے حضور عجز و انکسار کا عالم تھا جس سے قیصر و کسریٰ کانپ رہے تھے۔

١٨٢٢۔ قَالَ مَالِكٌ: وَبَلَغَنِي أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ كَانَ يَقُولُ، أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَمَا يَعْجَبُونَ بِالْقَوْلِ. قَالَ مَالِكٌ يُرِيدُ، بِذٰلِكَ. الْعَمَلَ. إِنَّمَا يُنْظَرُ إِلَىٰ عَمَلِهِ وَلَا يُنْظَرُ إِلَىٰ قَوْلِهِ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ القاسم بن محمدؒ کہتے تھے میں نے لوگوں کو (صحابہؓ) کو پایا کہ وہ قول پر خوش نہیں ہوتے تھے۔
مالکؒ نے کہا کہ ان سے ان کی مراد عمل ہے۔ یعنی کسی کے قول کو نہ دیکھا جاتا تھا۔ بلکہ عمل کو دیکھا جاتا تھا۔

۱۱۔ بَابُ الْقَوْلِ إِذَا سَمِعْتَ الرَّعْدَ

رعد کو سن کر کیا کہا جائے؟

۱۸۲۳۔ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ كَانَ إِذَا سَمِعَ الرَّعْدَ تَرَكَ الْحَدِيْثَ وَقَالَ: سُبْحَانَ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ۔ ثُمَّ يَقُوْلُ: إِنَّ هٰذَا الْوَعِيْدُ، لِأَهْلِ الْأَرْضِ شَدِيْدٌ۔

ترجمہ: عامرؒ بن عبداللہ بن زبیرؓ جب رعد کو سنتے تو بات ترک کر دیتے اور کہتے سُبْحَانَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ الخ "پاک ہے وہ ذات کہ رعد اس کی حمد کی تسبیح پڑھتا ہے اور فرشتے اس کے خوف سے اس کی پاکیزگی بولتے ہیں۔" پھر کہتے تھے یقیناً یہ دھمکی زمین والوں کے لئے سخت ہے۔

شرح: ہر چیز اپنی اپنی حالت اور شان کے لائق حمد الٰہی اور تسبیح و تقدیس خداوندی میں زمزمہ پرداز ہے۔ رعد کی حمد و تسبیح یہی اس کی کڑک اور گھن گرج ہے۔ جس کے صدمے سے بعض دفعہ انسان مرجاتے اور پہاڑ پھٹ جاتے ہیں۔

۱۲۔ بَابُ مَا جَاءَ تَرِكَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکے کا باب

۱۸۲۴۔ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَرَدْنَ أَنْ يَبْعَثْنَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ إِلَى أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ۔ فَيَسْأَلْنَهُ مِيْرَاثَهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهُنَّ عَائِشَةُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا نُوْرَثُ۔ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ۔"

ترجمہ: عائشہ امّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپؐ کی ازواجؓ نے عثمان بن عفانؓ کو ابوبکر الصدیقؓ کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث طلب کریں۔
پس عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے کہا کیا یہ بات نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا کوئی وارث

نہیں ہوتا ہے۔ ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

شرح: یہ حدیث صحاح میں موجود ہے۔ بخاریؒ نے حضرت عباسؓ اور حضرت فاطمہؓ کے ابوبکر الصدیقؓ کے پاس آکر میراث طلب کرنے اور حضرت ابوبکرؓ کے وہ حدیث بیان کرنے کی روایت بھی صحیح میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا، ہم نبیوں کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہمارا ترکہ صدقہ ہے۔ یہ حدیث تمام کتب حدیث میں موجود ہے۔ امامیہ کی صحاح میں سے اصولِ کافی میں بھی موجود ہے۔ جناب علی بن ابی طالبؓ نے بھی اسے صراحتہً تسلیم کیا تھا۔ اگر حضورؐ کا ترکہ کسی کو ملنے والا ہوتا تو اس وقت وارث یہ لوگ تھے۔ نو۹ ازواجِ مطہرات، یعنی عائشہؓ، حفصہؓ، اُمِ حبیبہؓ، سودہؓ، اُمِ سلمہؓ — یہ پانچ قریش سے تھیں — تین دیگر عربی قبائل سے تھیں۔ میمونہؓ، زینب بنت جحشؓ، جویریہؓ، اور ایک بنی اسرائیل (خاندان ہارونؑ) میں سے یعنی صفیہؓ۔ ایک چچا یعنی عباسؓ، اور ایک بیٹی فاطمہؓ۔ اب ظاہر ہے کہ اگر میراث ملنے والی ہوتی تو صرف فاطمہؓ کو نہ ملتی۔ بلکہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی بیٹیوں اور عباسؓ کو بھی ملتی۔ افسوس ہے کہ اس معاملے کو ایسے انداز میں پیش کیا گیا جس میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اہلِ بیت کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ خلافت راشدہ دیں اسی پر عمل درآمد رہا۔ حتی کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے پر زبان و عمل کے ساتھ عمل کیا۔ خدا نخواستہ اگر اکابر اصحابؓ کو قصوروار گردانا جائے تو علیؓ کا دامن بھی اس سے نہیں بچتا۔ معاذ اللہ۔ الحسن البصریؒ کا قول ہے کہ عدمِ توریث ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ کیونکہ قرآن نے کہا اور سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے اور یہ کہ زکریاؑ نے دُعا کی، وہ بیٹا میرا وارث ہو اور آل یعقوبؑ کا وارث ہو۔ گویا حسن بصریؒ کے نزدیک سلیمانؑ نے داؤدؑ کی مالی وراثت پائی اور یحییٰؑ نے زکریاؑ کی۔ مگر جمہور علما نے اس کے برعکس کہا ہے کہ تمام انبیاء و رُسل کا کوئی وارث نہیں ہوا۔ یعنی ساز و سامان کا وارث۔ اور قرآن کی ان آیات میں وراثتِ نبوت مراد ہے۔ یعنی سلیمان علیہ السلام نبوت میں داؤد علیہ السلام کے وارث تھے اور یحییٰ علیہ السلام زکریا علیہ السلام کے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ صحیح حدیث میں حضورؐ نے فرمایا ہے، ہم انبیاءؑ کی جماعت کا وارث نہیں ہوتا۔ یہ حدیث اسی قسم کے الفاظ سے کتبِ حدیث میں معروف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۸۲۵۔ وَحَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِيْ دَنَانِيْرَ. مَا تَرَكْتُ، بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ وَمُؤْنَةِ عَامِلِيْ، فَهُوَ صَدَقَةٌ۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے وارث دینار آپس میں نہ بانٹیں گے۔ جو کچھ میں اپنی بیویوں کے نفقہ اور اپنے کارکنوں کی تنخواہ کے بعد چھوڑوں وہ صدقہ ہے۔

شرح: حضورؐ کے بعد ازواج مطہراتؓ کے ساتھ کسی اور کا نکاح حرام تھا۔ لہذا جب تک وہ زندہ رہیں، گویا عدت میں رہیں۔ یہی سبب تھا کہ ان کے مسکونہ مکانات انہی کے قبضہ میں رہے اور انہی کے نام سے منسوب ہوئے اور ان کے اخراجات کی ذمہ داری امت پر واجب تھی۔ چنانچہ خلفائے راشدین نے بلکہ ان کے بعد کے حکام نے بھی اُمت کی ان ماؤں کا حق ادا کیا۔

۲۳- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ جَهَنَّمَ

جہنم کی صفت کا باب

۱۸۲۶- حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "نَارُ بَنِي آدَمَ، الَّتِي يُوقِدُونَ، جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ" فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً. قَالَ "إِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَسِتِّينَ جُزْءًا".

ترجمہ: ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ بنی آدم کی آگ جسے وہ جلاتے ہیں، جہنم کی آگ کے ستر اجزا میں سے ایک ہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ دنیا کی آگ ہی کافی تھی (اس قدر تیز کرنے کی کیا ضرورت تھی) تو فرمایا (پھر بھی) اسے انہتر درجے بڑائی دی گئی۔ (تاکہ اللہ تعالیٰ کی جلائی ہوئی آگ میں اور مخلوق کی آگ میں فرق و امتیاز رہے۔ اور اعدائے اسلام کو ان کے عقیدہ و عمل کے مطابق سزا دی جاسکے۔)

۱۸۲۷- وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَمِّهِ أَبِي سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ أَتُرَوْنَهَا حَمْرَاءَ كَنَارِكُمْ هَذِهِ؟ لَهِيَ أَسْوَدُ مِنَ الْقَارِ. وَالْقَارُ الزِّفْتُ.

ترجمہ: ابوہریرہؓ نے کہا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جہنم کی آگ تمہاری اس دنیوی آگ کی مانند سرخ ہے۔ نہیں بلکہ وہ تو روغن قار سے زیادہ سیاہ ہے۔ (ترمذی وغیرہ کی روایت ہے کہ جہنم کو ایک ہزار سال تک دھکایا گیا تو اس کی آگ سرخ رہی۔ پھر ایک ہزار سال تک دھکایا گیا تو سفید ہوگئی۔ پھر ایک ہزار تک دھکایا گیا تو سیاہ ہوگئی۔ معاذ اللہ منہا۔) مالکؒ نے کہا قار کا معنی زفت ہے۔ یعنی تارکول۔

۲۴- بَابُ التَّرْغِيبِ فِي الصَّدَقَةِ

صدقہ کی ترغیب کا باب

۱۸۲۸- حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي الْحُبَابِ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَلَا يَقْبَلُ اللهُ إِلَّا طَيِّبًا، كَانَ إِنَّمَا يَضَعُهَا فِي كَفِّ الرَّحْمٰنِ. يُرَبِّيهَا كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ أَوْ فَصِيلَهُ. حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ.

ترجمہ: ابوالحباب سعید بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پاکیزہ کمائی میں سے جو آدمی کوئی صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف طیب ہی کو قبول فرماتا ہے تو اس کی مثال یوں ہے کہ گویا اس نے وہ صدقہ رحمٰن کی ہتھیلی پر رکھا۔ وہ اسے اس

کے لئے یوں پالتا ہے جیسے تم میں سے کوئی بچھیرا پالتا ہے یا اپنا اونٹ کا بچہ پالتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔

شرح: یہ حدیث یہاں پر مرسل ہے اور موطآت میں ابو ہریرہؓ سے موصول مروی ہے۔ بخاری ومسلم نے بھی اسے موصول روایت کیا ہے۔ حدیث کے الفاظ کَانَ اِنَّمَا یَضَعُهَا فِی کَفِّ الرَّحْمٰنِ، خود بتاتے ہیں کہ یہ ایک تمثیلی ومحاوراتی کلام ہے۔ جس سے صدقہ کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی قبولیت کا بیان مطلوب ہے۔ صدقہ دینے والے نے جب خلوص اور رضائے الٰہی کے لئے دیا تو گویا اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور وہ اس کا اجر بہت زیادہ مقدار میں دے گا۔ قرآن نے بھی انفاق فی سبیل اللہ کی تمثیلات بیان کی ہیں جن میں اس کے اجر کے اضافے کو ایک دانے کے سَو بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ ہونے کا مؤثر ذکر فرمایا ہے۔ نیکی کی جزا کم از کم دس گنا ہے اور زیادہ کی کوئی مقررہ حد نہیں۔

۱۸۲۹۔ وَحَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ طَلْحَةَ، أَنَّهٗ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ۔ وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهٖ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءُ۔ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ۔ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ۔ قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ قَامَ أَبُوْ طَلْحَةَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِیْ إِلَیَّ بَيْرُحَاءُ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ۔ أَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ۔ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ شِئْتَ۔ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بَخٍ! ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ۔ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ۔ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ فِيْهِ۔ وَإِنِّیْ أَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا فِی الْأَقْرَبِيْنَ" فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ فَقَسَمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِیْ أَقَارِبِهٖ وَبَنِیْ عَمِّهٖ۔

ترجمہ: انس بن مالکؓ کہتے تھے کہ ان کا سوتیلا والد) ابو طلحہ انصاریؓ مدینہ میں سب سے زیادہ کھجوروں کا مالک تھا اور اس کا محبوب ترین مال بیرحاء تھا۔ جو مسجد نبوی کے سامنے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں (یعنی باغ میں) داخل ہوتے تھے اور اس کا خوشگوار پانی نوش فرماتے تھے۔ انسؓ نے کہا کہ یہ آیت اتری لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ تو ابو طلحہؓ اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ (حضورؐ اس وقت منبر پر خطبہ دے رہے تھے) اور بولا یا رسول اللہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ اور مجھے اپنے سب مالوں سے بیرحاء محبوب تر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صدقہ ہے۔ میں اس کی خیر اور خدا کے ہاں ذخیرے کا امیدوار ہوں۔ پس یا رسول اللہ آپ اسے جہاں چاہیں خرچ کر دیں۔ انسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، واہ واہ یہ تو ایک بڑے ثواب والا مال

ہے۔ یہ تو ایک نفع مند مال ہے۔ اور جو کچھ تو نے کہا میں نے سن لیا ہے اور میری رائے میں یہ بہتر ہے کہ تو اسے اپنے رشتہ داروں کو دے ڈالے۔ ابو طلحہؓ نے کہا یا رسول اللہ! ایسا ہی کر دیجئے۔ پس ابو طلحہؓ نے (حضور کے حکم کے مطابق) اسے اپنے اقارب میں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔ (جن میں حسان بن ثابتؓ اور اُبیّ بن کعبؓ بھی تھے۔ اور یہ لوگ بنی نجار میں سے تھے۔ یہی قبیلہ حضورؐ کے دادا عبدالمطلب کے ماموؤں کا تھا۔ انسؓ کی والدہ اُمّ سلیمؓ اور عبادہ بن صامتؓ کی بیوی اُمّ حرام دو بہنیں تھیں۔ ان کا تعلق بھی بنی نجار سے تھا۔ اسی رشتے کی بنا پر حضورؐ کے ان لوگوں کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔)

۱۸۳۰۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "أَعْطُوا السَّائِلَ وَإِنْ جَاءَ عَلَى فَرَسٍ".

ترجمہ: زید بن اسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سائل کو دو اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ (بشرطیکہ وہ پیشہ ور گداگر نہ ہو جس کے متعلق فرمایا ہے کہ مسکین وہ نہیں، جسے ایک لقمہ یا دو لقمے اور ایک کھجور یا دو کھجوریں گھماتی پھریں۔ بعض دفعہ گھوڑے پر آنے والا معذور، مصیبت زدہ حادثے کا شکار اور کسی ناگہانی آفت کا مارا ہوا بھی ہوتا ہے۔)

۱۸۳۱۔ وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُعَاذٍ الْأَشْهَلِيِّ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ جَدَّتِهِ أَنَّهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَا نِسَاءَ الْمُؤْمِنَاتِ۔ لَا تَحْقِرَنَّ إِحْدَاكُنَّ أَنْ تُهْدِيَ لِجَارَتِهَا وَلَوْ كُرَاعَ شَاةٍ مُحْرَقًا".

ترجمہ: عمرو بن معاذ اشہلی انصاری اپنی نانی حوّا سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ایماندار عورتو! تم میں سے کوئی اپنی ہمسائی (کو تحفہ دینے) کے لئے کسی چیز کو حقیر نہ جانے گو وہ بکری کی جلی ہوئی کھری ہی کیوں نہ ہو۔ (بابُ جامعِ الطّعام میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔)

۱۸۳۲۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ مِسْكِينًا سَأَلَهَا وَهِيَ صَائِمَةٌ وَلَيْسَ فِي بَيْتِهَا إِلَّا رَغِيفٌ۔ فَقَالَتْ لِمَوْلَاةٍ لَهَا: أَعْطِيهِ إِيَّاهُ۔ فَقَالَتْ: لَيْسَ لَكِ مَا تُفْطِرِينَ عَلَيْهِ۔ فَقَالَتْ: أَعْطِيهِ إِيَّاهُ۔ قَالَتْ فَفَعَلْتُ۔ قَالَتْ: فَلَمَّا أَمْسَيْنَا أَهْدَى لَنَا أَهْلُ بَيْتٍ، أَوْ إِنْسَانٌ، مَا كَانَ يُهْدِي لَنَا، شَاةً وَكَفَنَهَا۔ فَدَعَتْنِي عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَتْ: كُلِي مِنْ هَذَا۔ هَذَا خَيْرٌ مِنْ قُرْصِكِ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر ملی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک مسکین نے سوال کیا۔ وہ اس وقت روزے سے تھیں اور ان کے پاس صرف ایک چپاتی تھی۔ پس انہوں نے اپنی ایک لونڈی سے فرمایا، وہ چپاتی اسے دے دو۔

اس نے کہا کہ آپ کے پاس تو افطار کا کوئی اور سامان بھی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رض نے فرمایا، وہ اسے دے دو۔ وہ کہتی ہے کہ میں نے وہ چپاتی اسے دے دی۔ جب شام کا وقت ہوا تو کسی گھر والے نے یا کسی نے ہمیں ہدیہ بھیجا۔ وہ اس سے قبل کبھی ہدیہ نہیں بھیجا کرتا تھا۔ وہ ہدیہ (بھُنی ہوئی) بکری روٹیوں میں لپٹی ہوئی تھی۔ پس حضرت عائشہ رض نے مجھ کو بلایا اور فرمایا، کھالو۔ یہ تمہاری اس چپاتی سے بہتر ہے۔ (یعنی ہمارے ہاں صرف وہی چپاتی تھی، جو اس مسکین کو دے ڈالی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بدرجہا بہتر چیزیں مہیا فرما دیں۔)

۱۸۳۳۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، قَالَ: بَلَغَنِیْ اَنَّ مِسْكِيْنًا اسْتَطْعَمَ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ وَبَيْنَ يَدَيْهَا عِنَبٌ. فَقَالَتْ لِاِنْسَانٍ: خُذْ حَبَّةً فَاَعْطِهِ اِيَّاهَا. فَجَعَلَ يَنْظُرُ اِلَيْهَا وَيَعْجَبُ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: اَتَعْجَبُ؟ كَمْ تَرٰى فِیْ هٰذِهِ الْحَبَّةِ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ؟

ترجمہ: مالکؒ نے کہا مجھے خبر ملی ہے کہ ایک نادار شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مکرمہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کچھ کھانے کو مانگا۔ اس وقت ان کے سامنے انگور تھے۔ انہوں نے کسی انسان سے فرمایا ایک دانہ پکڑ کر اسے دے دو۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف دیکھنے اور تعجب کرنے لگا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کیا تم حیران ہوتے ہو؟ تم اس انگور کے دانے میں کتنے ذرے دیکھتے ہو؟

شرح: حضرت ام المومنینؓ کا اشارہ اس آیت کی طرف تھا۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔ اور انہوں نے جان بوجھ کر بغرض تعلیم ایسا کیا تھا۔ تاکہ کسی صدقے یا نیکی کو حقیر نہ سمجھا جائے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِی التَّعَفُّفِ عَنِ الْمَسْئَلَةِ

سوال سے بچنے کا باب

۱۸۳۴۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِیِّ، عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ، اَنَّ نَاسًا مِنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ. ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ. حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهٗ. ثُمَّ قَالَ "مَا يَكُوْنُ عِنْدِیْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهٗ عَنْكُمْ. وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ. وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ. وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ. وَمَا اُعْطِیَ اَحَدٌ عَطَاءً هُوَ خَيْرٌ وَّاَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ".

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے انہیں عطا کیا۔ انہوں نے پھر سوال کیا تو آپ نے پھر عطا کیا۔ تین بار یہی ہوا۔ حتیٰ کہ جو کچھ آپ کے پاس تھا، وہ ختم ہو گیا تو فرمایا "

مال میں سے جو کچھ میرے پاس موجود میں ہرگز تم سے چھپا کر نہ رکھوں گا۔ اور جو شخص عفت اختیار کرے اللہ تعالیٰ اُسے بچائے گا اور جو شخص غنی رہنا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دے گا اور جو صبر کی کوشش کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق دے گا اور کسی شخص کو صبر سے بہتر اور وسیع تر عطا نہیں کی گئی۔

شرح: عفت نفس کی اس حالت کا نام ہے جس سے انسان اپنے آپ کو غلبۂ شہوت سے بچا لیتا ہے۔ سوال کا منشا بھی دراصل خواہش ہے اگر اسے دبا لیا جائے تو سوال کی نوبت نہ آئے گی۔ خواہش کو استغنا اور صبر سے دبایا جا سکتا ہے۔

۱۸۳۵۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْأَلَةِ "الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى. وَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ. وَالسُّفْلَى هِيَ السَّائِلَةُ".

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا، جب کہ آپ صدقہ کا ذکر کر رہے تھے اور سوال سے بچنے کا۔ اوپر والا ہاتھ نچلے سے بہتر ہے اور اُوپر کا ہاتھ خرچ کرنے والا اور نچلا ہاتھ مانگنے والا ہے۔

شرح: حدیث کا آخری فقرہ بظاہر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ارشاد ہے مگر بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفسیر عبداللہ بن عمرؓ نے کی تھی۔ ابوالعباس الدانی نے اطراف الموطا میں یہی لکھا ہے مگر بلا حوالہ۔

۱۸۳۶۔ وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِعَطَاءٍ. فَرَدَّهُ عُمَرُ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لِمَ رَدَدْتَهُ؟" فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ أَخْبَرْتَنَا أَنَّ خَيْرًا لِأَحَدِنَا أَنْ لَا يَأْخُذَ مِنْ أَحَدٍ شَيْئًا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّمَا ذَلِكَ عَنِ الْمَسْأَلَةِ. فَأَمَّا مَا كَانَ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ فَإِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ يَرْزُقُكَهُ اللَّهُ" فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا، وَلَا يَأْتِينِي شَيْءٌ مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ إِلَّا أَخَذْتُهُ.

ترجمہ: عطاء بن یسار (المدنی) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطابؓ کو ان کی عطا بھیجی (جو عامل صدقات ہونے کی تنخواہ تھی)، عمرؓ نے وہ عطاء واپس کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اسے کیوں واپس کیا ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ کیا آپ نے یہ نہ فرمایا تھا کہ بہتر یہی ہے کسی سے کوئی چیز نہ لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ تو اس وقت ہے جب سوال کیا جائے۔ لیکن جو مانگے بغیر ملے تو وہ ایک رزق ہے جو اللہ تعالیٰ تمہیں دیتا ہے۔ اس پر عمر بن الخطابؓ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں کسی سے کچھ نہ مانگوں گا اور جو چیز سوال کے

بغیر آئے گی، میں اسے لے لوں گا۔ (حضرت عمرؓ کا اس عطیے کو رد کرنا ایک شبہے کی بنا پر تھا۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زائل فرما دیا اور عمرؓ نے وہ عطیہ لے لیا۔

١٨٣٧۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ. لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَحْتَطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْتِيَ رَجُلًا أَعْطَاهُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ۔ فَيَسْأَلَهُ أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ۔

ترجمہ: ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کسی کا اپنی رسی لینا اور اپنی پشت پر لاد کر ایندھن لانا اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص کے پاس جائے جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہے اور اس سے سوال کرے۔ اس کی مرضی ہے کہ دے یا نہ دے۔ (دونوں صورتوں میں ذلت ہے۔ پہلی میں کم اور دوسری میں زیادہ۔ مگر پہلی کا ظن غالب نہیں ہوتا۔ اس حدیث پاک میں محنت کی طرف عظمت اور سوال نہ کرنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔)

١٨٣٨۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي أَسَدٍ أَنَّهُ قَالَ: نَزَلْتُ أَنَا وَأَهْلِي بِبَقِيعِ الْغَرْقَدِ۔ فَقَالَ لِي أَهْلِي: اذْهَبْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْأَلْهُ لَنَا شَيْئًا نَأْكُلُهُ۔ وَجَعَلُوا يَذْكُرُونَ مِنْ حَاجَتِهِمْ۔ فَذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدْتُ عِنْدَهُ رَجُلًا يَسْأَلُهُ۔ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "لَا أَجِدُ مَا أُعْطِيكَ" فَتَوَلَّى الرَّجُلُ عَنْهُ وَهُوَ مُغْضَبٌ: وَهُوَ يَقُولُ: لَعَمْرِي إِنَّكَ لَتُعْطِي مَنْ شِئْتَ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّهُ لَيَغْضَبُ عَلَيَّ أَنْ لَا أَجِدُ مَا أُعْطِيهِ۔ مَنْ سَأَلَ مِنْكُمْ وَلَهُ أُوقِيَّةٌ أَوْ عَدْلُهَا فَقَدْ سَأَلَ إِلْحَافًا" قَالَ الْأَسَدِيُّ فَقُلْتُ لَلِقْحَةٌ لَنَا خَيْرٌ مِنْ أُوقِيَّةٍ۔

قَالَ مَالِكٌ: وَالْأُوقِيَّةُ أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا۔

قَالَ فَرَجَعْتُ وَلَمْ أَسْأَلْهُ۔ فَقُدِمَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِشَعِيرٍ وَزَبِيبٍ۔ فَقَسَمَ لَنَا مِنْهُ حَتّٰى أَغْنَانَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

ترجمہ: عطاء بن یسار نے بنی اسد کے ایک آدمی سے روایت کی کہ اس نے کہا، میں اور میرے گھر والے بقیع الغرقد میں اترے۔ میرے گھر والوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ہمارے لئے کچھ طلب کرو۔ اور وہ اپنی ضروریات

کا ذکر کرنے لگے۔ پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ اور آپؐ کے پاس ایک آدمی کو سوال کرتے پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرماتے تھے کہ تمہیں دینے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں۔ وہ آدمی وہاں سے چلا گیا اور وہ غصے سے بھرا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا۔ واللہ آپؐ اس کو دیتے ہیں جسے چاہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مجھ سے اس لئے ناراض ہو رہا ہے کہ اسے دینے کو میں کچھ نہیں پاتا۔ تم میں سے جو آدمی سوال کرے، حالانکہ اس کے پاس چالیس درہم یا اس کے برابر کوئی اور چیز ہو۔ تو اس نے چمٹ کر (الحاف کے ساتھ) سوال کیا۔ اس اسدی آدمی نے کہا کہ ہماری شیر دار اونٹنی تو چالیس درہم سے بہتر ہے۔ اس نے کہا کہ میں واپس لوٹ گیا۔ اور آپؐ سے سوال نہ کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جَو اور کشمش آئی اور آپؐ نے اس میں سے ہمیں بھی عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں غنی کر دیا۔ (اس صحابی کا نام کہیں نہیں آیا۔ گو یہ حدیث مالکؒ کے علاوہ ابو داؤدؒ اور نسائیؒ نے بھی روایت کی ہے۔ صحابی کا نام معلوم نہ ہونا اصول حدیث کی رُو سے روایت میں کوئی نقص پیدا نہیں کرتا جیسا کہ مسلم ہے۔)

۱۸۳۹۔ وَعَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ. وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا. وَمَا تَوَاضَعَ عَبْدٌ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ.

قَالَ مَالِكٌ: لَا اَدْرِيْ اَيُرْفَعُ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْ لَا.

ترجمہ: مالکؒ نے العلاء بن عبدالرحمٰن کو کہتے سُنا کہ اللہ کے لئے دیا ہوا صدقہ مال کو کم نہیں کرتا۔ معافی کے باعث اللہ تعالیٰ بندے کی عزت ضرور بڑھا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر بندہ انکسار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے سربلند کرتا ہے۔ مالکؒ نے کہا کہ میں نہیں جانتا، آیا العلاء اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کرتا تھا یا نہیں۔ (یہ حدیث کئی طرق سے ابوہریرہؓ کی روایت سے کتب حدیث میں مرفوع ثابت ہے۔)

شرح: صدقہ دینے سے بظاہر مال گھٹتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اسے بڑھا دیتا ہے۔ دوسرے کو معاف کر دینا کچھ لوگوں کے نزدیک شاید عزت و آبرو کے خلاف ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ معاف کرنے والوں کی عزت اپنی اور لوگوں کی نگاہوں میں بڑھا دیتا ہے۔ تواضع بظاہر پستی اور کمزوری کا اظہار ہے مگر اللہ تعالیٰ متواضع شخص کو سرفراز فرماتا ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّدَقَةِ

صدقہ کن کے لئے مکروہ ہے

۱۸۴۰۔ حَدَّثَنِيْ عَنْ مَالِكٍ، اَنَّهُ بَلَغَهُ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ. اِنَّمَا هِيَ اَوْسَاخُ النَّاسِ".

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، صدقہ محمدؐ کے گھر والوں کے لئے حلال نہیں۔ یہ تو لوگوں کا میل کچیل ہے۔

شرح : اس حدیث میں صدقہ سے مراد صدقہ واجبہ ہے (زکوٰۃ، صدقہ فطر، صدقہ واجبہ) اور اس پر تقریباً تمام علماء کا اجماع ہے کہ بنی ہاشم کے لئے صدقہ واجبہ جائز نہیں۔ صدقہ نافلہ ان کے لئے جائز ہے۔ حنفیہ نے کہا ہے کہ بنی ہاشم ایک دوسرے کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ تفصیلی بحث ہم نے اس مسئلہ پر فضل المعبود میں کی ہے۔)

۱۸۴۱۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنْ بَنِیْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ عَلَى الصَّدَقَةِ۔ فَلَمَّا قَدِمَ سَاَلَهُ اِبِلًا مِنَ الصَّدَقَةِ۔ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى عُرِفَ الْغَضَبُ فِیْ وَجْهِهٖ۔ وَكَانَ مِمَّا يُعْرَفُ بِهِ الْغَضَبُ فِیْ وَجْهِهٖ اَنْ تَحْمَرَّ عَيْنَاهُ۔ ثُمَّ قَالَ "اِنَّ الرَّجُلَ لَيَسْاَلُنِیْ مَا يَصْلُحُ لِیْ وَلَا لَهٗ۔ فَاِنْ مَنَعْتُهٗ كَرِهْتُ الْمَنْعَ۔ وَاِنْ اَعْطَيْتُهٗ مَالَا يَصْلُحُ لِیْ وَلَا لَهٗ" فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اَسْاَلُكَ مِنْهَا شَيْئًا اَبَدًا۔

ترجمہ : ابوبکر بن محمدؒ بن عمرو بن حزم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد الاشہل کے ایک آدمی کو صدقے پر عامل بنایا جب وہ واپس آیا تو اس نے آپؐ سے صدقہ میں سے ایک اونٹ مانگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے حتیٰ کہ آپؐ کے چہرے پر غصّے کے آثار کو پہچان لیا گیا۔ اور آپؐ کے غضب ناک ہونے کی علامت یہ تھی کہ آپ کی آنکھیں سُرخ ہو جاتی تھیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا، یہ آدمی مجھ سے وہ چیز مانگتا ہے جو نہ میرے لئے جائز ہے نہ اس کے لئے۔ اب اگر میں نہ دوں تو روکنے کو ناپسند کروں۔ (کیونکہ آپ فطرۃً سخی تھے۔ اور منع نہیں کرتے تھے۔) اور اگر اسے دُوں تو اسے وہ چیز دوں جو نہ میرے لئے جائز ہے نہ اس کے لئے۔ پس اس شخص نے کہا یا رسول اللہ میں اس میں سے کبھی کوئی چیز آپ سے نہ مانگوں گا۔

شرح : اس شخص نے بحیثیت عامل زکوٰۃ ہونے کے اپنے عمل کی تنخواہ سے زیادہ مانگا تھا۔ اس لئے حضورؐ کو یہ وضاحت کرنے کی ضرورت پڑی۔

۱۸۴۲۔ وَحَدَّثَنِیْ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّهٗ قَالَ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْاَرْقَمِ: اُدْلُلْنِیْ عَلٰى بَعِيْرٍ مِنَ الْمَطَايَا اَسْتَحْمِلُ عَلَيْهِ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ فَقُلْتُ، نَعَمْ۔ جَمَلًا مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْاَرْقَمِ: اَتُحِبُّ اَنَّ رَجُلًا بَادِنًا فِیْ يَوْمٍ حَارٍّ غَسَلَ لَكَ مَا تَحْتَ اِزَارِهٖ وَرُفْغَيْهِ ثُمَّ اَعْطَاكَهٗ فَشَرِبْتَهٗ؟ قَالَ، فَغَضِبْتُ وَقُلْتُ: يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ۔ اَتَقُوْلُ لِیْ مِثْلَ هٰذَا؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ الْاَرْقَمِ: اِنَّمَا الصَّدَقَةُ اَوْسَاخُ النَّاسِ۔ يَغْسِلُوْنَهَا عَنْهُمْ۔

ترجمہ : اسلمؒ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن ارقم نے کہا، مجھے کوئی سواری کے قابل اونٹ بتاؤ جو میں امیر المؤمنین عمرؓ سے

طلب کروں۔ میں نے کہا کہ ہاں! صدقے کا ایک اونٹ ہے۔ اسلمؒ نے کہا کہ اس پر عبداللہ بن ارقمؓ نے کہا کہ کیا تو پسند کرتا ہے کہ ایک موٹا آدمی گرم دن میں اپنی شرم گاہ اور پوشیدہ مقامات جسم کو دھوئے اور تجھے پینے کو دے دے اور تو اسے پی لے؟ اسلمؒ نے کہا کہ میں غضبناک ہوگیا اور کہا، اللہ تعالیٰ آپ کو بخشے، آپ مجھ سے اس قسم کی بات کہتے ہیں؟ پس عبداللہ بن الارقمؓ نے کہا کہ صدقہ تو لوگوں کی میل کچیل ہے جسے وہ اپنے سے دھوتے ہیں۔

شرح: جس کے لئے صدقہ حلال نہیں، مثلاً حضورؐ کے گھر والے اور بنی ہاشم اور اغنیاء، ان کے لئے تو صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے۔ مگر جو اس کے حقدار ہیں ان کے لئے ایسا نہیں۔ کیونکہ وہ ان کا حق ہے جو دوسروں کے اموال میں لگا دیا گیا ہے۔ دراصل حضورؐ نے یہ الفاظ انہی لوگوں کے اطمینان کے لئے بولے تھے، جن پر صدقہ حرام ہے۔ تاکہ وہ اس سے بچیں اور یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے ساتھ بے انصافی ہوئی ہے۔ حضورؐ کے گھر والوں اور قریبی رشتہ داروں کے لئے صدقہ حرام کرنے میں بہت بڑی مصلحت تھی۔ مبادا کوئی کہے کہ صدقات کا حکم اپنی کنبہ پروری کے لئے دیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ

طلب علم کا باب

۱۸۴۳۔ حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ لُقْمَانَ الْحَكِيمَ أَوْصَى ابْنَهُ فَقَالَ: يَا بُنَيَّ جَالِسِ الْعُلَمَاءَ وَزَاحِمْهُمْ بِرُكْبَتَيْكَ. فَإِنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْقُلُوبَ بِنُورِ الْحِكْمَةِ. كَمَا يُحْيِي اللّٰهُ الْأَرْضَ الْمَيْتَةَ بِوَابِلِ السَّمَاءِ۔

ترجمہ: مالکؒ کو خبر پہنچی ہے کہ لقمان حکیمؒ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی اور کہا، میرے پیارے بیٹے! علماء کی مجلس میں بیٹھ اور ان کے آگے گھٹنے تہ کر، کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کو حکمت کے نور سے زندہ کرتا ہے۔ جس طرح کہ مردہ زمین کو موسلادھار بارش سے زندہ کرتا ہے۔

شرح: کتاب اللہ کی بہت سی آیات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث میں علم کے فضائل مذکور ہیں۔ لیکن ہر آدمی کتاب اللہ اور سنت کا مطالعہ نہیں کرسکتا۔ لہٰذا امام مالکؒ نے لقمان حکیمؒ کا قول روایت کرکے ایک مختصر اور آسان طریقہ بتایا ہے جس سے ہر طالب علم حسب ضرورت علم حاصل کرسکتا ہے۔

بَابُ مَا يُتَّقَى مِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُومِ

مظلوم کی بد دعا سے بچنے کا حکم

۱۸۴۴۔ حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اسْتَعْمَلَ مَوْلًى لَهُ يُدْعَى هُنَيًّا عَلَى الْحِمَى. فَقَالَ: يَا هُنَيُّ. اضْمُمْ جَنَاحَكَ عَنِ النَّاسِ. وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ

فَاِنَّ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ مُسْتَجَابَةٌ. وَاَدْخِلْ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ. وَاِيَّايَ وَنَعَمَ ابْنِ عَوْفٍ. وَنَعَمَ ابْنِ عَفَّانَ. فَاِنَّهُمَا اِنْ تَهْلِكْ مَاشِيَتُهُمَا يَرْجِعَا اِلَى نَخْلٍ وَزَرْعٍ. وَاِنَّ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ اِنْ تَهْلِكْ مَاشِيَتُهُمَا يَاْتِنِي بِبَنِيهِ فَيَقُولُ: يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! اَفَتَارِكُهُمْ اَنَا؟ لَا اَبَا لَكَ. فَالْمَاءُ وَالْكَلَاءُ اَيْسَرُ عَلَيَّ مِنَ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ. وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنَّهُمْ لَيَرَوْنَ اَنِّي قَدْ ظَلَمْتُهُمْ. اِنَّهَا لَبِلَادُهُمْ وَمِيَاهُهُمْ. قَاتَلُوا عَلَيْهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ. وَاَسْلَمُوا عَلَيْهَا فِي الْاِسْلَامِ. وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا الْمَالُ الَّذِي اَحْمِلُ عَلَيْهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا حَمَيْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ بِلَادِهِمْ شِبْرًا.

ترجمہ: اسلم نے کہا کہ عمر بن الخطابؓ نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام ہُنیؓ نامی کو سرکاری چراگاہ کا منتظم مقرر کیا اور فرمایا، اے ہنی لوگوں پر ظلم وستم سے باز رہ۔ (ان سے شفقت و رحم کا سلوک کر۔) اور مظلوم کی بد دعا سے بچ۔ کیونکہ مظلوم کی بد دعا قبول ہوتی ہے۔ اور بیس تیس اونٹوں کے مالک کو چراگاہ میں داخل ہونے دے۔ اور اسی طرح چالیس بکریوں تک کے مالک کو اجازت دے دے۔ اور ابن عفانؓ اور ابن عوفؓ کے جانوروں کو اجازت مت دینا۔ (کیونکہ وہ مالدار لوگ ہیں۔) اگر ان کے مواشی ہلاک بھی ہو جائیں تو مدینہ کی طرف اپنی زمین اور کھیتی میں اور باغوں میں واپس آ جائیں گے۔ اور چھوٹے ریوڑ والا اور کم اونٹوں والا، اگر اس کے جانور مر گئے تو میرے پاس اپنی اولاد کو لائے گا اور کہے گا، اے امیر المؤمنین ہائے امیر المؤمنین، تو تیرا بھلا ہو کیا میں انہیں بے یار و مددگار چھوڑ سکتا ہوں؟ پس پانی اور گھاس کی اجازت دینا میرے نزدیک سونا چاندی خرچ کرنے سے آسان تر ہے۔ اور واللہ وہ سمجھیں گے کہ تو نے ان پر ظلم کیا ہے۔ کیونکہ علاقہ ان کا ہے اور چشمے ان کے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں وہ ان کی خاطر لڑتے رہے اور اسلام لائے تو ان کے تھے۔ اور اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر جہاد و قتال کی خاطر لڑنے والی سواریاں نہ ہوتیں تو میں ان کے علاقے کی ایک بالشت کو بھی چراگاہ نہ بناتا۔

شرح: یعنی سرکاری چراگاہ بھی اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کے دفاع کی خاطر رو کے ہوئے جانوروں کے لیے ہے! اگر یہ بات نہ ہوتی تو چراگاہ بنانے اور پابندی لگانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اس چراگاہ میں صدقے کے جانور اور جہاد کے جانور اور سرکاری سواریاں چرتی تھیں۔ دراصل یہ سب کچھ بھی عوام کی خاطر تھا۔ نہ کہ کسی حاکم یا دوسرے کی ذاتی اغراض کی خاطر۔ حاکم کا بھی عقیدہ اس میں تقویٰ کی بلندیاں پیدا کرتا ہے۔ یہ زمین جسے سرکاری چراگاہ بنایا گیا تھا۔ دراصل بنجر اور مُردہ زمین تھی۔ جسے مصلحت عامہ کے لئے گھیر کر چراگاہ بنایا گیا تھا۔ یہ زمین مدینہ کی وادیوں میں تھی۔ اور بزور شمشیر فتح نہیں ہوئی تھی۔

بَابُ اَسْمَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں کا باب

١٨٤٥۔ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِیْ خَمْسَةُ اَسْمَاءٍ۔ اَنَا مُحَمَّدٌ۔ وَاَنَا اَحْمَدُ۔ وَاَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰهُ بِیَ الْکُفْرَ۔ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ۔ وَاَنَا الْعَاقِبُ"۔

ترجمہ: محمد بن جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمدؐ ہوں اور میں احمدؐ ہوں اور میں ماحی (مٹانے والا) ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے سے کفر کو مٹائے گا۔ اور حاشر ہوں جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا۔ اور میں عاقب ہوں۔

شرح: یہ روایت مالکؒ سے مسند و موصول بھی ثابت ہے جیساکہ بخاری میں ہے۔ موطّات کے دوسرے راویوں نے بھی اسے موصول بیان کیا ہے۔ حضورؐ کے بہت سے صفاتی نام ہیں۔ جن سے آپؐ کے اوصاف اور اخلاق اور اعمال وصفات کا اظہار ہوتا ہے۔ محمدؐ کو ذاتی نام ہے۔ مگر بقول حافظ ابن القیمؒ یہ نام تورات میں وارد ہے۔ (مُحَمَّنَا)۔ احمد وہ نام ہے، جسے عیسیٰ علیہ السلام نے بطور پیشگوئی بیان کیا تھا۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ۔ محمدؐ کا لفظی معنی ہے لائق حمد، تعریف کیا گیا۔ جس کی بہت زیادہ حمد کی جائے۔ احمدؐ کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ تعریف کرنے والا۔ عاقب کا معنی ہے آخر میں آنے والا یعنی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس حدیث میں پانچ نام آئے ہیں۔ مگر کتاب وسنت میں اور بہت سے نام ہیں۔ مثلاً شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ، سراج منیر، النبی الامی، مزکی، معلم وغیرہ۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔
